THE ISMAT DELHI.

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

فروری ۱۹۳۰

عصمت

یعنی

شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیئے

اردو میں

پاکیزہ خیالات۔ علمی ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ

جو

مصورِ ہند علامہ راشد الخیری مدظلہ



سرپرستی میں ہر انگریزی مہینہ میں ایک بار شائع ہوتا ہے
اور ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہل قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے طبع زاد
مضامین اور مشہور مقامات و مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے

ایڈیٹر۔ رازق الخیری

Murari Art Press Delhi

ہنسی ضبط ہونی ناممکن ہے

آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں یہ قطعی ناممکن ہے کہ **نانی عشو یا ولایتی ننھی** پڑھتے یا سُنتے وقت مارے ہنسی کے آپکے پیٹ میں بل نہ پڑجائیں۔ داستانِ غم لکھنے میں حضرت علامہ محترم ہندوستان کیا ایشیا بھر میں اپنی نظیر نہیں رکھتے ہنسی کے مضامین لکھے تو اس کمال کے ساتھ کہ ہر ہر فقرہ پر بیساختہ ہنسی آئے۔

نانی عشو کی عصمت میں پہلی ہی قسط نکلی تھی کہ تمام ملک میں ڈنکا بج گیا۔ بڑی ہی مزیدار کہانی ہے۔ اس کے ساتھ تین افسانے اور ہیں۔ سجدہ ندامت، عرب در گلشن، رفاعی اور یہ تینوں بھی ظرافت آمیز ہونے کے ساتھ سبق آموز ہیں ڈیڑھ سال میں تین دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱ر

ولایتی ننھی نانی عشو سے بھی بڑھ گئی ہے اس ساٹھ برس کی بڑھیا نے جو جو سوانگ بھرے ہیں بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ ایک ہفتہ میں تین سو جلدیں ہاتھوں ہاتھ نکل چکی ہیں باقیماندہ ہے قیمت صرف ۸ر

ان دونوں کتابوں کے متعلق بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ مہذب مذاق کی بہترین کتابیں ہیں۔

35984

رُوداد قفس

علامہ محترم کی وہ درد انگیز اور جگر خراش نظمیں جو حقوقِ نسواں کی حمایت میں لکھی گئیں جن میں ہندوستانی مسلمان عورت کی حالتِ زار کا صحیح ترین فوٹو کھینچا گیا ہے اور علامہ محترم کی بے مثل جذبات نگاری کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ مظلوم حسینہ روضہ اقدس پر۔ اسلام کا خط۔ التجائے قیصر۔ بیسونگی فریاد۔ سرخاب کا دمِ واپسیں پڑھ کر آنسو نکل پڑتے ہیں،

پانچویں مرتبہ چھپی ہے قیمت ۱۲ر

مُسلمانوں کے خون کی ندیاں

طرابلس اور مراکش میں جب یورپ کے خونخوار وحشیوں نے بہائی ہیں تو اک دُنیا میں تہلکہ مچگیا، زمین کانپ اٹھی اور آسمان لرزگیا۔ مردوں نے بہادری اور شجاعت سے میدانِ جنگ میں جو جوہر شمشیر دکھائے اور وطنِ مقدس پر جس طرح سر کٹائے اور عورتوں نے اپنے جگر کے ٹکڑے قربان کرکے ناموسِ اسلام پر جس جوش ایمانی کے ساتھ جانیں دیں مسلمان انہیں فراموش کردیں مگر تاریخ کبھی نہیں بھول سکتی۔ یہ جگر خراش واقعات جو مصور غم حضرت علامہ **راشد الخیری** مدظلہٗ نے اپنے مختلف درد انگیز افسانوں اور مضامین کی صورت میں اپنی مخصوص تاثیر میں ڈوبے ہوئے پیرایے میں تحریر فرمائے تھے "تمدن" "ہمدرد" "عصمت" وغیرہ میں شائع ہوکر جن کی دھوم مچ چکی ہے اب ایک جگہ جمع کرکے

شہید مغرب

کے نام سے شائع کیے گئے ہیں ان کے مطالعہ سے حبِ وطنی، جوشِ ایمانی، بہادری، شجاعت، خودداری، غیرت حمیت کے سے شریفانہ جذبات پیدا ہوتے ہیں، ہلال و صلیب کی لڑائیاں، اسلام اور نصرانیت کے معرکے، مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں اگر دیکھنی منظور ہیں تو **شہید مغرب** ملاحظہ کیجئے۔ مسلمان کیونکر ترقی کی کس طرح آج پستی کے غار میں پڑے ہوئے ہیں اور کس طرح پھر ترقی کرسکتے ہیں اسکا راز **شہید مغرب** سے معلوم ہوگا۔ ہندوستان میں شدھی اور تبلیغ کی افراط و تفریط نے جو غضب ڈھایا اسکا جواب بھی **شہید مغرب** میں ملیگا اگر آپ کو سیاست کا شوق ہو تو شہید مغرب دیکھئے۔ آپکی رگوں میں اسلامی خون جوش مار رہا ہے تو شہید مغرب کا مطالعہ کیجئے۔ اگر آپ ادب اردو کا لطف اٹھانا چاہتے ہیں تو فوراً شہید مغرب کی ایک جلد منگا لیجئے۔ قیمت عہ

قلبِ حزیں۔ حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کے نہایت لطیف چھوٹے چھوٹے دلآویز ادبی مضامین۔ محبت کا تاج۔ تو۔ چوتھی کا جوڑا۔ شوہر کی قبر۔ داستانِ غم۔ ابدی زندگی۔ فلسفۂ موت، جذبہ نسوانی، بہارِ شب کا خاتمہ، مایوسی، دمِ واپسیں، عالمِ خیال وغیرہ، طرزِ تحریر کا پیرایہ اور دلکش کہ ایک ایک فقرہ اور ایک ایک جملہ حفظ کرنے کو جی چاہے فطرتِ نسوانی کی ترجمانی اس کمال کے ساتھ کی گئی ہے کہ ہر فقرہ دل کے پار ہوتا ہے ان مضامین میں شاعری کی گئی ہے قیمت صرف ۸ر

مینیجر عصمت دہلی

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لئے نہایت مفید اور کارآمد کتاب

جن کی تصویریں مشہور مصور مسٹر سمیع جی ڈی آرٹ سے بنوائی گئی ہیں

مختصر فہرست

۲ خوبصورت کونے		۱۱ دلاویز جھالریں	
بنگلہ نما گاڑی	فارم ہاؤس	خوش آمدید	عید مبارک
گنبد نما ٹنٹ	ڈاک بنگلہ	درخت نما ڈالی	چڑیا ڈالی پر
مسجد کا دروازہ	مرغ	طرہ دان	پردار گھوڑے
شیر ببر	کلمہ طیبہ	گاڈ بلیس	راج ہنس
بچے اور ہرن	امام حسین	بچہ مع تیر و کمان	ایک خاتون مع پنکھا
ناچتا مور	آدمی مع مشک	ٹی کوزی	ترنئے
تاج محل آگرہ	جامع مسجد دہلی	۵ خوبصورت انسرشن	

ایسے ایسے ۵۰ خوبصورت نمونے ہیں شروع میں ہدایات کروشیا اس خوبی سے لکھی گئی ہیں کہ معمولی کام جاننے والی لڑکیاں بھی یہ دلآویز نمونے آسانی سے تیار کرسکتی ہیں۔

خوبصورت نمونوں کی یہ مفید کتاب

تیار ہونے میں جن عصمتی بہنوں نے حصہ لیا انکے اسمائے گرامی یہ ہیں

فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنگلوری

مسز عبد الوہاب صاحب وکیل بینگن گھاٹ	نشاط افزا بیگم صاحبہ کلکتہ	مس فیروزی اڈیکا
مس عزیزہ فاطمہ آرہ	سلیمہ بی بی بمبئی	مسز سمیع دہلی
بنت صاحب ڈپٹی افسر ہاسمنڈ	مہر النساء بیگم صاحبہ ایلپور	ہمشیرہ مرزا عبد الحق ایم اے مدراس
صفیہ سلطانہ نسیم الصبح صاحبہ	بنت ضمیر الدین صاحب حیدرآباد دکن	بنت مولوی محمد یعقوب صاحب کلکتہ
ح۔ ف۔ ظاترن چکلی	مسز ار سعید صاحب وکیل لکھنؤ	بنت [illegible] خاں صاحب تعلقدار لکھنؤ
سکینہ بیگم صاحبہ مدراس	عائشہ محمد حسین صاحبہ بنگلور	مس آمنہ بیگم بنگلور
خیر النساء بیگم صاحبہ حیدرآباد دکن	غ۔ ف۔ محمد علی صاحب آگرہ	دختر راجہ عبد اللہ خاں صاحب کالاباغ

قیمت صرف ڈیڑھ روپیہ علاوہ محصول

شمع خاموش

اردو کی نامور شاعرہ مشہور بیگم لکھنوی مصنفہ خوان عورت کی درد انگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ جسے مسٹر رازق الخیری نے مرتب کیا ہے۔ یہ نظمیں ہندوستان کی مسلمان عورتوں کی مظلومیت اور ناگفتہ بہ حالت کا صحیح ترین فوٹو ہیں اور اس قابل ہیں کہ ہر تعلیم یافتہ عورت کی نظر سے گذریں۔

قیمت صرف آٹھ آنہ (۸؍)

مختصر دنیا

گلیور صاحب کی مشہور سیاحت کا، دوسرا ترجمہ بامحاورہ جناب ولی احمد خاں صاحب ایم اے، بالشتیوں کی دنیا میں گلیور صاحب چلے گئے تھے جنہیں بالشتئے دیو سمجھتے تھے وہ ان بالشتیوں کو سیاح اپنی جیب میں ڈال لیتا تھا، کبھی ہتھیلی پر لگی کی کو اٹھا لیتا، ایسی ہی مزیدار کہانی ہے کہ ہنستے ہنستے لوٹ جائیں۔

قیمت صرف ۵؍

منیجر عصمت دہلی۔

موہنی

محترمہ مصنفہ ہمایوں مرزا صاحبہ ام آر اے ایس مشہور مصنفہ کا لکھا ہوا اخلاق ناول ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر جنگلیوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایک مستی ایرانی کھانوں وغیرہ کی ترکیبیں اس خوبی سے لکھی گئی ہیں کہ کسی اور کتاب میں نہ ملیں گی آخر میں شہزادی اپنے مقصد میں عجیب طریقے سے کامیاب ہوتی ہے بڑی دلچسپ کتاب ہے مصنفہ کی تصویر [illegible]

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی مشہور و مقبول تصانیف

الزہرا

بنت الرسول خاتون جنت حضرت بی بی فاطمہ کی اردو میں بہترین سوانحعمری جسکے آٹھ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ہمکل چکے ہیں تاریخ میں بیش بہا اضافہ کے علاوہ الزہرا بتاتی ہے کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں مائیں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں دنیا کے ساتھ دین کیونکر میسر آتا ہے۔ واقعات اسقدر دردانگیز کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے آخر میں شہادت اہل بیت پر مفصل بحث اور کربلا کے واقعات، قیمت ۱۲ر

اُمت کی مائیں

رسول اکرم صلعم کی ازواج مطہرات کے مختصر مگر مکمل حالات، یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا میں کامیابی کا صحیح راستہ بتاتی ہے اور مردوں کے لئے سعادت و برکت کا راستہ کھولتی ہے کثرت ازواج پر اس قدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہیں رہ سکتے ہر مسلمان خاتون کی لائبریری میں یہ کتاب ہونی ضروری ہے

قیمت صرف بارہ آنہ

(علاوہ محصولڈاک)

منازل السائرہ

یہ وہ مشہور تصنیف ہے جو یونیورسٹیوں کے کورس میں داخل ہے جو آج سے پچیس سال قبل شائع ہوئی تھی اور جس پر اس وقت کے تمام مشہور اخبارات نے شاندار ریویو کئے تھے ایک لڑکی کی پیدائش سے موت تک کے تمام واقعات اس قدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے پر انسان مجبور ہو جاتا ہے بے انتہا دلچسپ ہے قیمت حصہ اول ۸ر حصہ دوم ۸ر مکمل ۱۲ر چھٹی بار چھپی ہے۔

بنت الوقت

ہماری مستورات کی موجودہ تعلیم و تربیت کا مکمل مرقعہ آجکل کی مہذب بیبیوں کی لاثانی تصویر اوقت اندھا دھند تقلید کرنیوالی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام، تعلیم نسواں کے سلسلہ میں اس کتاب کا مطالعہ اشد ضروری ہے دفعہ چھپ چکی ہے

قیمت صرف آٹھ آنہ ۸ر

فسانہ سعید

بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے سعید کا دوسرا نکاح مولانا نے جس قابلیت سے ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے سعید کی جگرخراش داستان دل ہلا دے گی سنگ دل بانجھ بھی پردہ ستم توڑتے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے سوتیلے رشتوں پر نہایت سبق آموز کتاب قیمت ۸ر

نوحہ زندگی

بیوہ کے نکاح ثانی پر علامہ محترم کی مشہور تصنیف جسکے چھ ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو چکے ہیں رسم و رواج میں پھنسکر مسلمان کس طرح تباہ ہوئے اس کتاب سے معلوم ہوگا یہاں ایسا قبرستان ملیگا جہاں عصمت کی لاج رکھنے والی بیوی اور عزت پر قربان ہونیوالی الہڑ بیاں اپنے معصوم بچوں کو لئے گہری نیند سو رہی ہیں ۱۲ر

سرابِ مغرب

تعلیم نسواں کے مسئلہ میں غیر مسلم دنیا سے مستفید ہونا کہاں تک جائز ہے اس موضوع پر معرکتہ الآرا تصنیف جسکے لئے مسلمان علامہ محترم کا جس قدر شکریہ ادا کریں کم ہے تقلید مغربی کے دردناک نتائج بارٹیر کا حسن فیشن جدید کا عبرتناک انجام ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی کی وجہ سے خاندان سادات کی بدنامی ایسے باب ہیں کہ آنسو نکل پڑتے ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنہ (۸ر)

دُرِّ شہوار

ایران، ماژندران، سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع، قصہ کی دلچسپی سونے پر سہاگہ ہے، ایرانی شہزادی کی اولوالعزمی اور فراست دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے جدید ایڈیشن کا کئی ماہ سے انتظار ہو رہا تھا اب تیار ہے۔ قیمت صرف دس آنہ (۱۰ر)

یہ کتاب مردوں کے لئے ہے کنواری بچیاں نہ منگائیں۔

اندلس کی شہزادی

جس کا دوسرا نام تاثیر علمی ہے مسلمانوں کو بتاتی ہے کہ سرزمین اندلس پر وہ کیا کرچکے ہیں کس طرح انہوں نے ترقی کی اور کیونکر اپنے اعمال سے فنا ہوئے قصہ بے انتہا دلچسپ کبھی آنکھ سے آنسو نکل پڑے کبھی بے ساختہ ہنسی آجائے بڑی عمر کی عورتوں اور مردوں کے لئے کنواری بچیاں نہ منگائیں۔ قیمت صرف ۸ر

(محصولڈاک بذمہ خریدار)

طوفانِ اشک

رواج کی جو [illegible] جو مسلمانوں کی معاشرت کی لاثانی تصویر ہیں ناممکن ہے کہ ان افسانوں سے انسان اپنی اصلاح پر متوجہ نہ ہو جائے۔ قیمت ۱۰ر

ملنے کا پتہ:- مینیجر عصمت دہلی

دو کے بہترین ترجموں کے قرآن مجید

بڑا قرآن مجید

دہلی کے سب سے مشہور ادیب اور آسان نویس مولانا مولوی نذیر احمد صاحب کا ترجمہ انہی کی زبان میں مجید علما کی تفسیر سے عطر سبحان اللہ کیا قرآن شریف ہے ترجمہ ایسا شستہ زبان ہے کہ خواہ مخواہ پڑھنے کو جی چاہتا ہے، مترجم، جلی قلم، ترجمہ، مع پاسطور کاغذ سفید چکنا ولایتی، مع فہرست مضامین و فرہنگ، الفاظ اردو۔

بلا جلد، مجلد، محصول ڈاک، ایک روپیہ دس آنہ

نئی شان کا قرآن مجید

مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کا سلیس عام فہم ترجمہ اور حاشیہ پر تفسیر نہایت خوشخط، صاف روشن چھپائی، کاغذ نفیس اس قرآن مجید کی تمام خصوصیات ہیں اور پھر قیمت بھی بہت کم یعنی ہدیہ مجلد چرمی صرف للعہ

بے نظیر قرآن مجید

ہندوستان کے سب سے بڑے خوشنویس مولوی ممتاز علی مہاجر مکی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ترجمہ تحت اللفظ مولانا شاہ رفیع الدین صاحب و ترجمہ ترجمہ پر حاشیہ فارسی مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث حاشیہ پر علاوہ فارسی ترجمہ کے مولانا شاہ عبد القادر صاحب کی تفسیر موضح القرآن بھی ہے، نہایت خوشرنگ جلد اس قدر آب و تاب کی کہ منہ دیکھ لیجئے اور بہت مضبوط کاغذ بہت سفید اور چکنا ہدیہ عہ، علاوہ محصول ڈاک

معجز نما متوسط قرآن مجید

زیر متن اردو ترجمہ اول حضرت شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی اور ترجمہ دوم حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی چشتی اور غربی پر کے حاشیہ پر تمام کتب احادیث کے خلاصے و مطالب ایک جامع تفسیر نہایت صحت کے ساتھ عام فہم اردو میں ہے تمام احکام تاریخی واقعات اقوام آریہ کی خوبین تمام پیغمبروں اور ان کی امتوں کے حالات رسول کریم اور خلفاء راشدین کی کامل سوانح عمری ہیں نہایت صحیح بہترین کاغذ عربی و اردو نہایت خوشخط ہے کاغذ بہترین ولایتی حاشیہ بھی بہت کم ہے بہترین جزو بندی کا چرمی نقرئی جلد کی قیمت صرف عہ

خوبصورت اور شاندار قرآن مجید

شاہانہ قرآن شریف بچیوں کے جہیز کا بہترین تحفہ

یوں تو ایسا آدھ گز کے قریب چوڑا اتنے موٹے حروف کہ پانچ گز کے فاصلہ سے پڑھ لیا جائے ایسا موٹا اور آسان ترجمہ کہ بہت معمولی اردو سے شد بد رکھنے والی لڑکیاں بے تکان پڑھ اور سمجھ لے پھر تفسیر بھی بہت ہی صاف اور سہل زبان میں اور آسان جلی قلم جیسے بچوں کی درسی کتابوں کا ہوتا ہے۔

ابھی حال میں ایک بچی کے جہیز میں دیا گیا، تو جہیز گو بہت معمولی تھا لیکن جس نے دیکھا یہی کہا کہ میاں ایک قرآن شریف ہی ایسا ہے کہ جو گھنٹوں تک پڑھیں بس بادشاہوں کو نصیب ہوتا ہے۔

ساس بولیں سمدھی نے جو کچھ دیا نہ دیا اپنی بیٹی کو لیکن ہم کو تو قرآن شریف دیا کہیں اندھی دھندی بھی آسانی سے پڑھ لوں گی، غرضکہ شادی میں نمائش تھی تو شاہانہ قرآن شریف کی دھوم تھی تو شاہانہ قرآن شریف اور شہرت تھی تو شاہانہ قرآن شریف کی پہلے ہدیہ تیس روپیہ تھا اب صرف آٹھ روپے ہے گویا لاگت کی لاگت دیا جاتا ہے محصول ڈاک بذمہ خریدار فی قرآن مجید منگانے میں محصول ڈاک کی کفایت ہوگی۔

مرغوب قلم بارہ مہری قرآن مجید

اپنے بچوں اور ساتھ طالب علموں کے لئے ضرور ہی قرآن شریف منگائیں کیونکہ یہ قرآن شریف دیر پا اور سہل التلاوت ہے ہدیہ مجلد پارچہ عہ مجلد دستی روپے عہ

فوٹو عکسی قرآن شریف نوشتہ غازی اورنگزیب

عالمگیر اعظم قدس اللہ سرہ

یہ قرآن شریف ایک ریاست سے مستعار لیکر اس کا فوٹو کرایا اور ساتھ ہزار روپیہ لگا کر اس پیارے قرآن شریف کو فوٹو سے چھپوایا تاکہ ہر مسلمان اس یادگار کو اپنے گھر میں حاصل کر سکے کہاں شہنشاہ غازی کا قرآن اور کہاں ہر مسلمان کا گھر یہ نے قرآن شریف کا فوٹو اٹھا صفحات پر لیا گیا ہے کاغذ دبیز ہے جو تصاویر پر لگایا جاتا ہے یعنی آرٹ پیپر ولایتی، جلد ولایتی انداز کی ہے ان تمام خوبیوں اور اوصاف کے بعد آپ اس کا ہدیہ دس روپے تصور کریں تب بھی کم ہے لیکن تعجب اور حیرت تو ان کی ہے کہ اس کا ہدیہ صرف ڈاک کی سبیل ہے۔

جرمنی کا چھپا ہوا قرآن شریف

دنیا بھر سے بہتر چھپا ہوا ہے سبحان اللہ کیا درخشاں نائش ہے گویا موتی جڑے ہوئے ہیں ایسی چکدار اور صاف کھلی چھپائی کسی ایک جگہ بھی میں نہیں ہے لاثیر یری ایڈیشن پر جلد بھی ولایتی لاجواب تیار شدہ اس سے خوبصورت قرآن شریف آج تک نہیں چھپا۔ قیمت صرف ؏ دو روپے چار آنے محصول ڈاک علاوہ

ملنے کا پتہ: منیجر عصمت دہلی

جوبلی نمبر پھر تیار ہے

اردو صحافت میں ہمیشہ یادگار رہنے والا عصمت جوبلی نمبر کے متعلق ہندوستانی پریس کی متفقہ رائے ہے کہ اس سے بہتر شاندار اور دلچسپ مفید خاص نمبر کسی سوانیا زنانہ رسالہ کا شائع نہیں ہوا ختم ہو چکا تھا شائقین ادب کے اصرار پر اب دوبارہ چھپوایا گیا ہے اور تمام مضامین ۵۰ مضمون کے دو ہیں بیش رنگین سادہ تصاویر وہی کاغذ لکھائی چھپائی غرض دوسرا اڈیشن زر کثیر خرچ کر کے اتنا ہی شاندار اور خوبصورت تیار کیا گیا ہے قیمت صرف
خریداران عصمت و بنات سے (اس کی خوبیوں کے مقابلہ میں دس روپیہ بھی کچھ حقیقت نہیں رکھتے)

تصانیف مورخ اعظم شمس العلما مولانا شبلی

آغاز اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک حالات زندگی ۸ر

الفاروق مولانا شبلی مرحوم کی مشہور و معروف بےنظیر تصنیف قیمت

المامون مشہور عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی مفصل سوانحعمری

الغزالی حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی ایک جامع تاریخ

سفرنامہ روم و مصر و شام قسطنطنیہ بیروت بیت المقدس قاہرہ وغیرہ کے حالات قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ

سیرت النعمان حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کی مکمل سوانحعمری قیمت

مقالات شبلی مولانا شبلی کے بہترین علمی تاریخی ادبی مضامین

مجموعہ نظم شبلی قابل دید کتاب ہے قیمت ۸ر

حیات سعدی شیخ سعدی شیرازی کی سوانحعمری کلام پر تبصرہ ۸ر

حیات خسرو حضرت امیر خسرو کی سوانحعمری اور کلام پر تبصرہ ۸ر

حیات حافظ خواجہ حافظ شیرازی کی سوانحعمری اور کلام پر تبصرہ ۸ر

مولانا عبدالحلیم شرر لکھنوی مرحوم کے ادبی تاریخی مضامین

مقالات شرر مولانا شرر مرحوم کے کمال انشا پردازی کا نمونہ چالیس کے قریب وہ ادبی مضامین جو شرر مرحوم کی شہرت کا باعث ہوئے قیمت

سفرنامہ ہستی مولانا عبدالحلیم کے وہ بےنظیر ادبی مضامین ہیں جن میں نیرنگی زمانہ کا نقشہ اس طرح کھینچا گیا ہے کہ دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتا

پردہ شرعی پردہ کی نسبت مولانا کے قابل دید مضامین حقوق نسواں پر بڑی معقول بحث ہر عورت کو یہ کتاب دیکھنی چاہئے قیمت

اسلامی سوانحعمریاں مولانا شرر مرحوم کی آخری تصنیف دنیا کے نامور اور مشہور مسلمانوں کے دلچسپ سبق آموز سوانحعمریاں قیمت

تذکرہ مشاہیر عالم دنیا کے مشہور چالیس آدمیوں مثلاً ابن بطوطہ، حاتم، بقراط وغیرہ کی سبق آموز سوانحعمریاں قیمت

فسانہ جوش

ملک کے مشہور افسانہ نگار مسٹر سلطان حیدر جوش کے وہ پُر مذاق نتیجہ خیز اور سبق آموز افسانے جو اردو کے مشہور رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں دلچسپ اس قدر کہ بار بار پڑھیے طرز بیان دلفریب زبان مزیدار قیمت

عالم خیال

میاں بیوی ایک دوسرے سے جدا ہیں عالم خیال میں ان کے جذبات کو الفاظ کا جامہ پہنانے میں مولانا شوق قدوائی نے کمال کیا ہے ایسی جذبات نگاری ادب اردو میں مسلمہ ہے ہر شعر اس قدر پاکیزہ اور پر کیف ہے کہ بار بار پڑھ کر لطف اٹھایئے قیمت ۸ر

فلسفی عورتیں

بھی ہو سکتی ہیں کائنات کی ہر چیز سمجھنے کی آرزو ہو دنیا کی ہر شے کا گہرا اور عمیق مطالعہ کی خواہش ہو اور فلاسفر بننا چاہو تو سمجھ لو کہ مایہ ناز فلسفی عبدالماجد بی اے دریابادی کی بےمثل کتاب فلسفیانہ مضامین پڑھو کہ علمی طبقہ میں بہت پسند کی گئی ہے

تذکرہ جمیل

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ العالی کی رائے ہے کہ تذکرہ جمیل کتاب نہیں دل کا خون اور جگر کے آنسو الفاظ کا جامہ پہنکر نمودار ہوئے ہیں عجب شہر شاہجہان آباد دیکھو اسلئے ایک نعمت ہے کہ اس کے مطالعہ سے ان بزرگان باصفا اور کاملین فن کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے جس پر شہر مدت العمر ناز کرتا رہے گا

زمانہ حال کی الف لیلہ

یہ پرانے زمانے کے خلاف عقل و قیاس لغو قصے نہیں ہیں بلکہ زمانہ موجودہ کے وہ واقعات ہیں جو قصے کے پیرایہ میں لکھے گئے ہیں جن میں سوسائٹی کی اخلاقی برائیاں اور دینی و دنیاوی باتیں بتائی گئی ہیں زبان عام فہم واقعات نتیجہ خیز قابل غور اور سبق آموز ہر عمر کے مردوں اور عورتوں کے پڑھنے کے قابل ہے بطور نمونہ چھ جلدوں میں سے ایک منگا کر دیکھئے اور پسند آنے پر باقی ماندہ جلدیں منگا لیجئے۔

درسِ عبرت گیارہ کہانیاں (۱) بنت الرشید (۲) انجام ہوس (۳) کرشمہ تعلیم (۴) نیرنگئ تقدیر (۵) عروج و زوال (۶) انتقام قدرت (۷) شکر کی چٹ (۸) خوش گلوری (۹) صلہ طاعت (۱۰) پاداش گناہ (۱۱) چاہ کنندہ را چاہ در پیش، اس کا نام درس عبرت ہے قیمت عہ/

تصویرِ معاشرت (دوسری جلد) نو کہانیاں (۱) حسن اتفاق (۲) وقت کی نیرنگیاں (۳) کشتگان رسوم (۴) انجام بے احتیاطی (۵) گم شدہ فرزند (۶) بے گنہ گنہگار (۷) رنج و راحت (۸) بیلائے سخن کا دیوانہ (۹) پیکر دیانت۔ قیمت صرف عہ/

زندگی کی صبح و شام (تیسری جلد) آٹھ کہانیاں (۱) امراء کی بستی (۲) ترک دنیا (۳) فہمیدہ (۴) پیکر دنا (۵) حق بحقدار رسید (۶) امداد باہمی (۷) سود خوار کا حشر (۸) امید و بیم قیمت عہ/

عروجِ زندگی (چوتھی جلد) دس کہانیاں (۱) پیرزن قوت (۲) خواب پریشان (۳) تیر از کمان جستہ (۴) تازیانۂ عبرت (۵) اشتہاری شادی (۶) بھائی بہن (۷) فریب دولت (۸) عیار طبیعت (۹) ثمرۂ محنت (۱۰) ایک دن چاندنی چوک میں قیمت عہ/

طوفانِ زندگی (پانچویں جلد) دس کہانیاں (۱) تصویر عروج (۲) نیرنگ ٹیڈ پبلشنگ ہاؤس کا مالک (۵) افلاد کا شہزادہ (؟) ارجان بکھتی (۶) گدڑی میں لعل (۷) اقبال پستی (۸) اعلین بالسین (۹) درد اندیش قیمت صرف ایک روپیہ عہ/

سبزِ زندگی (چھٹی جلد) (۱) اسٹر لے محل (۲) حبس دوام (۳) حسین بیوی (۴) موت کے بعد کیا ہو (۵) پیر و مرشد (۶) محبت شرعی (۷) انجام بے صبری (۸) خدمت قوم (۹) ایک مخفی خزانہ (۱۰) کچھتی مزدور قیمت عہ/ قیمت مکمل سٹ چھ روپے

اسلام کے دامن کو داغ نہ لگاؤ

اور تمام کے مسلمان ہو تو کام کے مسلمان بھی بنو، اسلام کے پیرو ہو تو اسلامی طریقے سے زندگی بسر کرو۔ لاکھوں عورتیں ہیں جو مسلمان کہلاتی ہیں مگر وہ اسلامی معاشرت سے ناواقف ہیں اس خرابی کو دور کرنے کے لئے ایک نہایت مفید کتاب **اسلامی زندگی** شائع کی گئی ہے جس کے مطالعہ کے بعد ہر مرد اور ہر عورت کو اسلامی معاشرت کی بڑی وسیع معلومات حاصل ہو جائیں گی میاں بیوی اولاد اور عزیز رشتہ داروں کے تعلقات، پردہ، خلع، طلاق، نکاح، عبادت، ملاقات، وقف بیع زیور، لاوارث اشیاء، جہاد، قصاص، غرض تمام اسلامی امور پر سینکڑوں کتابوں کا نچوڑ قیمت ۱۲/

حلیمہ

عصمت کے نامہ نگار خصوصی مولوی عبدالغفار صاحب الخیری کی سلیس آسان زبان میں ایک نیک لڑکی کے حالات جس نے تعلیم و تربیت کی بدولت گھر کو جنت بنا دیا الا میاں بیوی کے تعلقات تربیت اولاد حیات ممات وغیرہ وغیرہ پر عالمانہ بحث قیمت ۱۲/ (بارہ آنہ) کتاب بہت دلچسپ ہے

عورتوں کی حدیثیں

جناب علوی مرحوم نے اس کتاب میں وہ چالیس حدیثیں جمع کر دی ہیں جن کی روایت عورتوں سے شہرت پائی ہے یا جو عورتوں ہی کے متعلق ہیں اور ان پر حاشیہ لکھا ہے رواۃ الامہات کتاب کا نام ہے، قیمت صرف ۶/

مس میو کی مشہور کتاب مدر انڈیا کا اردو ترجمہ

مادرِ ہند

ہندوستانی معاشرت پر امریکن مصنف کے وہ خیالات جن سے ہندوستان بھر میں تہلکہ مچ گئی تھی قیمت پہلے للعہ تھی اب صرف دو روپیہ ۸/ کر دی گئی ہے دونوں حصے مکمل چند جلدیں موجود ہیں۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں

ملنے کا پتہ: مینیجر عصمت دہلی

تصانیف مصور فطرت خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی

عورتوں کے لئے

بیوی کی تعلیم اس کتاب میں بیوی کی تعلیم کے لئے دلچسپ نتیجہ خیز سبق لکھے گئے ہیں بیوی کے لئے ایک مکمل کورس تیار کردیا ہے پانچ بار چھپ چکی ہے قیمت ۱۴؍ (ایک روپیہ چار آنہ)

بیوی کی تربیت اس کے پڑھنے کے بعد بیوی سلیقہ شعار خاوند کی خدمت گذار بچوں کی حقیقی معنوں میں ہمدرد بن سکتی ہے بہت سے نامور عورتوں کے مضامین ہیں قیمت ۱۰؍

اولاد کی شادی اولاد کی شادی سے پہلے اس کتاب کو ضرور پڑھ لینا تاکہ اولاد کیلئے خانہ بربادی کا باعث نہ ہو قیمت ۵؍

اتالیق خطوط نویسی (دوسرا حصہ) اس کتاب کے مطالعہ کے بعد عورتوں کو خود بخود لکھنا آجاتا ہے ہندوستان کے مشہور لیڈروں کے عکسی خطوط بھی ہیں۔ قیمت ۱۴؍

بچوں کی تعلیم کی کتابیں

اردو سبق ہے اس رسالہ کو خود بخود خوشی خوشی پڑھتے ہیں بڑے شوق سے بچوں کے لئے سب سے بہتر کتاب ہے قیمت ۲ دو آنہ

اولاد کے کان میں کہنے کی باتیں

یہ خواجہ صاحب کی نئی تصنیف ہے اس کتاب کے پڑھنے کے بعد بچے دنیاوی معاملات میں اتنے سمجھدار ہو جاتے ہیں جتنا ایک ہوشمند اور تجربہ کار کو ہونا چاہیے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ (۸؍)

بچوں کی کہانیاں (با تصویر) اس کتاب میں کہانیاں درج ہیں جو دہلی کے اشراف گھرانوں میں ننھے بچوں کے سامنے کہی جاتی ہیں۔ قیمت صرف دس آنہ (۱۰؍)

تاریخی اور ادبی کتابیں

میلاد نامہ محفل میلاد کے آداب اور حضور رسول عالم کے بچپن سے لیکر وفات تک کے حالات لکھے گئے ہیں اور سرورِ عالم کی ہجرت کے متعلق کتب قدیمہ کی پیشینگوئیاں۔ قیمت ۱۰؍

محرم نامہ اسلامی تاریخ کا دوسرا حصہ حضور رسول عالم کی وفات چاروں خلافتوں کا مفصل حال خلافت کے جھگڑے یزید کی ظالمانہ کارروائیاں حضرت امام حسینؑ کی شہادت کربلا کے دل ہلا دینے والے واقعات نہایت موثر الفاظ میں قیمت ۱۰؍

یزید نامہ اس میں قاتلان حسین سے انتقام اور یزید کی مصیبتیں خاندان بنی امیہ کے بادشاہوں کے حالات نہایت تحقیق و تصدیق کے بعد درج کئے گئے ہیں قیمت ۱۴؍

سی پارہ دل خواجہ صاحب کی نہایت دلچسپ مضامین کا مجموعہ مذہبی اخلاقی اور معاشرتی تعلیم کا بہترین ذریعہ کہے جا سکتے ہیں قیمت صرف دو روپے (۲؍)

مرگ نامہ موت کا یاد رکھنا زندگی ہے موت کا بھول جانا موت ہے جس میں موت کے متعلق نہایت موثر مضامین اور افسانے درج ہیں قیمت صرف ۲ آنہ (۲؍)

کم تو موت اس کتاب کے پڑھنے کے بعد ایک ایسی زندگی کی طرف قدم بڑھانا شروع کردیں گے جسے کبھی قضا نہیں اور آپ زندگی کہنے کے لئے مجبور ہو جائیں گے۔ قیمت صرف ایک روپیہ ۱۰؍

متفرق کتابیں

چٹکیاں اور گدگدیاں اردو زبان میں مہذب ظرافت کی سب سے پہلی تصنیف ہے جس میں مذہبی تمدنی اور ملکی مضامین درج ہیں قیمت بارہ آنہ ۱۲؍

اردو دعائیں اپنی ہی زبان میں بچے دل سے خلوص کے ساتھ اگر آپ دعا مانگنی چاہتے ہیں اور اس کو درِ قبولیت تک بھی پہنچانے کی تمنا رکھتے ہیں تو یہ لاجواب کتاب ہے قیمت ۱۰؍

دل کی عیدیاں یہ کتاب خواجہ صاحب کے ان ابیلے مضامین کا مجموعہ ہے جو عید کے متعلق آپ نے لکھے تھے۔ قیمت ۵؍

رسول کی عیدی نظم و نثر میں بچوں کے لئے بہترین علمی عیدی ۲؍

عورت نامہ حضرت اکبر الٰہ آبادی کے وہ نایاب اشعار جو عورتوں کے متعلق لکھے گئے ہیں قیمت ۴؍

معلومات سیر دہلی اگر آپ دہلی کی سیر کرنی چاہتے ہیں یا گھر بیٹھ کر دہلی کے مشہور مقامات کو دیکھنا چاہتے ہیں تو یہ کتاب منگائیے قیمت با تصویر ایک روپیہ ۱؍

جگ بیتی کہانیاں اس میں خواجہ صاحب کے مخصوص انداز میں لکھی ہوئی نہایت دلچسپ کہانیاں ہیں قیمت آٹھ آنہ (۸؍)

غدر دہلی کے افسانے

جو بے انتہا مقبول ہوئے

بیگمات کے آنسو ۱۸ دردناک افسانے جنکو پڑھکر آنسو نکل آتے ہیں آٹھویں دفعہ یہ کتاب چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ آٹھ آنہ (۱؍۸)

ملنے کا پتہ

منیجر عصمت دہلی

یتیم بچیوں کی صَدا

رمضان المبارک کا مہینہ شروع ہوگیا یہ وہ مقدس اور پاک وقت ہے جب انسانی نیکیاں دربار خداوندی میں خصوصیت سے قبول ہوتی ہیں اور معبود حقیقی اپنے گنہگار بندوں کو انکے ایمان کی کسوٹی پر پرکھتا انکی نیتوں کے بھید دیتا ہے اور انکے اعمال کا جایزہ لیتا ہے عمل نیک کے درجے بڑھتے ہیں رحم و کرم کے دروازے کھلتے ہیں انعام و اکرام کی بارش ہوتی ہے اور ہر مسلمان اپنی ادنیٰ سے ادنیٰ عبادت پر خدائے بہتر و برتر کے انعام سے مالا مال ہوتا ہے اور اس مبارک موقعہ سے جو اسکو خوش متمتی سے میسر آگیا فایدہ اٹھاتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ اسکی نیکی پچھلے گناہوں کی تلافی کردے اور مجبور و لاچار نافرمان و گنہگار بندہ اپنی نیکی سے خدا کے حضور میں سرخرو ہو اور زندگی کا مقصد اصلی یعنی خدا کی رضامندی حاصل کرے۔

خوشنودی خدا ہی عبادت کا دام ہے
جنت بھی ایک رضائے الٰہی کا نام ہے

گناہ و نافرمانی ایک اعتبار سے فطرت انسانی ہے مگر خوش نصیب ہے وہ مسلمان جو اپنی نافرمانیوں اور گناہوں کا احساس کرے اور نافرمان سر اور گنہگار قلب خدا کے حضور میں جھک جائے سچے دل اور اچھی نیت سے اپنی غفلت پر نادم ہو شرم کے آنسو آنکھ سے نکلیں اور خوف کی صدائیں قلب کو تھرا دیں عجز کے قدموں سے آگے بڑھے اور یقین کرے کہ خالق الموجودات کی رحمت وسیع ہے اور اسکا عظیم الشان دربار ہزاروں نمازوں اور لاکھوں روپوں کا محتاج نہیں چھوٹی سے چھوٹی نیکی اس کے فضل سے کوہ گراں بنتی ہے اور حقیر سے حقیر خدمت بھی اس کے کرم سے ارفع و اعلیٰ لباس پہن سکتی ہے۔ اسکی ازلی و ابدی طاقت گھاس کے ایک تنکے کو سدا بہار پھول کرتی ہے اور اس کی لازوال قدرت جو کی روٹی اور لہسن کی چٹنی کو نعمت غیر مترقبہ بناتی ہے اور یہ وہ سرکار ہے جہاں ہیروں سے پہلے پتھر اور پھولوں سے پہلے برے منزل مقصود پہونچتے ہیں۔

"ہنر مندوں سے پیچھے جائیں گے وہاں بے ہنر پہلے"

خاک عرب سے اٹھنے والے ہادی برحق (جس پر ہمارے جان و مال قربان ہوں) کا ارشاد ہے کہ قیامت کے روز جب میدان حشر میں نفسی نفسی کا عالم ہوگا اور ہر شخص حیران و پریشان خوف خدا سے کانپ رہا ہوگا تو خدائے واحد القہار کا ارشاد ہوگا کہ ارے بندے آج تو ہمارے کرم کا محتاج ہے مگر کیا تجھے وہ وقت یاد ہے جب ہم بھوک کے پیاسے تیرے در پر آئے اور تجھ سے التجا کی جب ہم مجبور و لاچار تیرے پاس پہونچے اور تجھ سے سوال کیا مگر ہماری التجا بے سود اور سوال بیکار رہا تیرا دسترخوان ہماری نعمتوں سے مالا مال تھا تیرا گھر ہماری عطا فرمائی دولت سے بھرپور تھا لیکن تو نے ہمارے پھٹے کپڑوں کو دھتکار دیا ہمارے مایوس چہرے سے منہ پھیرا اور ہماری درخواست پر توجہ نہ کی۔

یہ فرمان سننے کے بعد ہر شخص عرض کرے گا کہ الٰہ العالمین ہمکو یاد نہیں کہ تو نے ہم سے سوال کیا اور اس حال میں ہمارے پاس پہونچا حکم ہوگا ہمارے اپاہج بندے لاچار مخلوق حاجتمند انسان جب تیرے سامنے آئے ان کی صدائیں تیرے کانوں میں پہونچیں لیکن تو نے توجہ نہ کی۔

وہ کون تھا؟ وہ ہم ہی تھے!

آج دُنیا کی عورتیں اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہیں ہر قوم ترقی کرتے کرتے کہیں سے کہیں پہونچ گئی انکے مدرسے ہیں انجمنیں ہیں کالج ہیں ایک ایک عورت لاکھہ لاکھہ روپیہ دے رہی ہے اور زندگی کی جدوجہد میں اس مقام پر پہونچنے کی کوشش میں سرگرم ہے کہ دوسری قوم کو فنا کردے لیکن مسلمان انکی کوششیں انکا مذہب انکی دولت انکی اپنی ذات پر ختم ہورہی ہے اندھیری راتیں انکے مدرسوں پر چھائی ہیں یتیم بچے خاموش سو جاتے ہیں اور حقیقی حاجتمند خدا کا شکر کرکے خاموش ہوتے ہیں۔

ایک ہم ہیں کہ لیا اپنی بھی صورت کو بگاڑ
ایک وہ ہیں جنھیں تصویر بنا آتی ہے

میں سمجھتا ہوں اس وقت قوم بدبخت کی بہترین خدمت یہ ہے کہ مسلم خواتین کو جو جہالت کے دریا میں غوطے کہا رہی ہیں کنارے پر پہونچا دیا جائے اور ان لڑکیوں کے جو آگے چلکر مائیں بننے والی ہیں اور جن کی گود سے وہ بچے پیدا ہونگے جن کی حیثیت قوم سے تعبیر ہوگی خیالات کی اصلاح ہو یہ ہے وہ خیال جس نے مجھکو تربیت گاہ کے قایم کرنے پر مجبور کیا اور میں نے باوجود قریب قریب عمر کا تمام حصہ طے کرلینے کے باقی وقت اسی خدمت میں بسر کرنا ضروری سمجھا اور ملک کے ہر حصہ سے لڑکیوں کو جمع کیا۔

میں خیال کرتا تھا کہ مجھ جیسا انسان جو اگر کچھ نہیں تو فقیر بھی نہیں جس کی عمر محض لڑکیوں کی تعلیم اور انکے حقوق میں گذری ہے تربیت گاہ کو کامیاب بنانے میں پریشان نہ ہوگا اور اگر مسلمان دوسری قوموں کی برابری نہیں کرسکتے اور ان کے دل حقیقی ہمدردی سے محروم ہیں تو کم سے کم وہ اگر ایک ایک ٹکڑا اپنی روٹی کا ان بچیوں کو دیدیں تو ان کا پیٹ بھر جائے گا مگر آگے چلکر معلوم ہوا کہ توقع غلط اور امید جھوٹی تھی وقت نے مسلمانوں کے تمام جوہر مٹا کر اس لایق بھی نہ رکھا کہ وہ اپنی بچیوں کی حالت زار پر دو آنسو گرالیں +

میں ان چند لڑکیوں عورتوں اور مردوں کا ممنون ہوں جن کے دل میں تربیت گاہ کی بچیوں کا درد موجود ہے اور جن کی اعانت انکی ضرورتیں پوری کررہی ہے۔ مگر مجھے یہ کہنے میں تامل نہ ہونا چاہیئے کہ حاشا وکلا اسلام اس کا نام نہیں ہے کہ مسلمان اپنی حاجتمند بچیوں کی گریہ وزاری اس کان سنیں اور اس کان اڑادیں ان کو

معلوم ہوگا اور معلوم ہونا چاہیئے کہ اس مسلمان کی موت جو محتاج پرورش بچے چھوڑ رہا ہے یتیم بچوں کے تمام حقوق اس کی قوم پر فرض کر رہی ہے ان لاوارث محتاجوں کے وارث وہی ہیں اور اگر قرآن ان کا ایمان ہے تو اسکا فیصلہ یہ ہے کہ " وارثان حقدار ڈریں کہ اگر وہ اپنے بعد ایسے ہی محتاج پرورش بچے چھوڑیں" خدا کے اس پاک حکم کو ملحوظ رکھ کر ہر مسلمان جس وقت اس کے اپنے بچے سامنے آئیں سمجھ سکتا ہے کہ قوم کے یتیم بچے ان ہی جیسے وارث سر پر رکھتے تھے ۔

تربیت گاہ کے آئینہ میں مسلمان رات دن اپنی صورت ملاحظہ فرما رہے ہیں اور جشن معراج میں جو محترم مستورات ہر چہار طرف سے تشریف فرما ہوئیں انہوں نے دیکھ لیا کہ یتیم بچیوں کے معصوم چہرے اور خاموش زبانیں کیا کہہ رہی ہیں۔

ہماری شام تنہائی کا منظر بھی نظر میں ہو   ترا بچہ ہو محو خواب جب آغوش مادر میں

آج خدا کی اس مخلوق سے جو خاک عرب سے اٹھنے والے رسول کو ہادی برحق سمجھتی ہے اس گروہ سے جنکی راتیں عیش و عشرت میں بسر ہوتی ہیں ان لوگوں سے جو نرم و گرم بچھونوں میں آرام فرماتے ہیں ان مسلمانوں سے جو عالیشان بنگلوں اور خوبصورت باغوں میں وقت گذارتے ہیں یہ دریافت کرتا ہوں کہ اس وقت جب ان کی محبت بھری نظریں اپنے بچوں پر پڑتی ہیں اسوقت جب خدا کی عطا فرمائی ہوئی نعمتوں کا لطف اٹھاتے ہیں کیا یہ خیال بھی کبھی آتا ہے کہ قوم کے یتیم بچوں پر رات کیسی گذرتی ہوگی اور ہماری ان نعمتوں میں ان بدنصیبوں کا کوئی حق ہے یا نہیں جو باپ کی محبت اور ماں کی آغوش سے محروم ہوگئے۔

تیرے جسم تصور میں تن عریاں ہمارا ہو   کرے تو جب کبھی پوشاک تو آراستہ بر میں

اسوقت ان درماندہ ہستیوں کی صدا مسلمانوں کے کان میں پہونچاتا ہوں جنکو ماں باپ کی موت نے زندگی کے ہر لطف سے محروم کردیا انکی خاموش آہیں انکے ٹھنڈے سانس انکی حسرت نصیب آنکھیں آپ کے چہروں کو دیکھ رہی ہیں انکے معصوم دل انکی ضروریات زندگی آپ کے کرم کی محتاج ہیں انکی زندگی انکی خوشی انکی مسرت آپ کی عنایت پر منحصر ہے انکے بدبخت چہرے انکی بھولی صورتیں انکی آنسوؤں سے بھری آنکھیں بصد حسرت و بصد منت اپنی داستان مصیبت سنا رہی ہیں اور آپ کے رحم کی منتظر ہیں ۔

تربیت گاہ آپ کی زکوٰۃ و خیرات کی بہترین مستحق اور آپ کے رحم و کرم کی یقینی حقدار ہے یہ بچیاں اپنی آرزوئیں اور اپنے ارمان لیکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہیں انکا مردہ دل اور مرجھایا ہوا کنول آپ کی توجہ اور عنایت سے زندہ اور ہرا ہوگا ۔ انکی دعائیں عرش اعلیٰ پر پہونچیں گی۔ یہ چشم ظاہری میں محتاج و لاچار ہیں مگر حقیقت میں یہ عالم بالا

کے مالک اور خدائی میں برابر کے شریک ہیں۔

فریضۂ زکوٰۃ کے علاوہ مخبر صادق صلعم کا فیصلہ ہے کہ رحم و کرم صدقہ و خیرات آفات و بلا کو دور کرتا ہے اور خدا کے غصہ کو ٹھنڈا کرتا ہے اس لیے عصمتی بہنیں عالم خیال میں تربیت گاہ کی بچیوں کو جگہ دیں انکو اگر کراہت نہ آئے تو انکے میلے کچیلے کپڑوں کو صاف شفاف کپڑوں سے بدل دیں اپنے دسترخوان سے اگر ناگوار نہ ہو تو انکا پیٹ بھر دیں اور اپنی محبت سے اگر پسند خاطر ہو انکے پژمردہ چہروں اور پرنم آنکھوں کو مسرت و شادمانی سے تبدیل کر دیں۔

ماہ مبارک جس کی ہر نیکی دس اور ستر کا درجہ رکھتی ہے بھاگم بھاگ اُڑ رہا ہے اور یہ وقت ہے کہ عصمتی بہنیں ان بچیوں کی دعائیں لیں اور یقین کریں کہ یہ زریں موقعہ بساغنیمت ہے اور ان بچیوں کے الفاظ خدائے واحد کے حضور میں قبولیت کا پورا حق رکھتے ہیں مائیں اپنے بچوں کے طفیل انکی حالت زار پر نظر ڈالیں اور باپ اپنے گھر بار کا واسطہ اس بیکس قافلہ کی یہ صدا سن لیں۔

خدا بچوں کو عمریں دے تو برکت ہو کمائی میں ہمارا حق جو ہو اس میں وہ ہمکو بھی عنایت ہو

میری بہنیں اور بچیاں اچھی طرح جانتی ہیں کہ ان بچیوں کی خدمت درحقیقت اسکی خدمت ہے جسکا وہ کلمہ پڑھ رہی ہیں جس کے کرم کی محتاج اور شفاعت کی اُمیدوار ہیں جس کی ایک نظر انکا بیڑا پار کر دے گی یہ واقعہ ہے کہ اس درماندہ مخلوق کو انکے پھٹے ہوئے کپڑوں کو انکے زخموں کو انکے میلے کچیلے جسموں کو آمنہ کے لال ہمارے آقا اور دو نوجہاں کے بادشاہ نے بوسہ دیا ہے انکو گلے سے لگایا کلیجہ سے چمٹایا یہ لاچار ہستیاں اسکی محبوب ہیں جو خدا کا محبوب تھا یہ مسلمانوں کے گھر پر سوال کرنے آئی ہیں بے دری ہیں بے گھری ہیں مجبور ہیں لاچار ہیں دُنیائے اسلام انکی یہ صدا

ہماری یاد بھی دل میں رہے اونیکدل بیگم تو اپنے بال بچوں میں ہو شاداں جس گھڑی گھر میں
ہماری بے کسانہ سردیوں کا بھی خیال آئے تو محوِ استراحت جب ہو نرم و گرم بستر میں
ہماری شام تنہائی کا منظر بھی نظر میں ہو ترا بچہ ہو محوِ خواب جب آغوش مادر میں
تری چشم تصور میں تن عریاں ہمارا ہو کرے تو جب کبھی پوشاکِ زر آراستہ بر میں

مجھے اُمید ہے کہ عصمتی بہنیں اور بناتی بچیاں اپنی ان بہنوں کو فراموش نہ کرینگی اور ہر مسلمان انکی دعا خریدے گا انکی خدمت کرے گا اور مالی اعانت کی صورت میں اپنی شفقت کا ہاتھ ان بے وارثوں کے سر پر رکھے گا جن کی آنکھوں میں آنسو ہیں اور نظروں میں حسرت۔

متاع بے بہا ہے دستگیری بیچاروں کی
خریدا کر لیں جتنی دعائیں ناتوانوں کی

راشد الخیری تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی

رسالہ عصمت دہلی

جلد (۴۴)	بابت ماہ فروری ۱۹۳۰ء	نمبر (۲)

۱۷ تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ قسم خاص ۸ روپے [illegible] والیان ریاست سے سولہ روپیہ۔ قسم اول پانچ روپیہ قسم دوم ساڑھے تین روپیہ قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصویریں چھاپی جاتی ہیں۔ قسم اول میں چکنا ولایتی دبیز شاندار کاغذ لگتا ہے قسم دوم کا کاغذ معمولی ہلکا ولایتی ہوتا ہے۔

چند باتیں

۱۲۵ روپیہ کے انعامات جیسا کہ عصمتی بہنوں کو معلوم ہے بیشتر مضامین معاوضہ دے کر شائع کرنے کے علاوہ عصمت مضمون نگار خواتین میں مختلف موضوعات کے بہترین مضامین پر جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کی یادگار میں تین سو سے پانچ سو روپیہ تک پندرہ بیس انعامات ہر سال ماہ جولائی میں تقسیم کرتا ہے عصمت کے اس حوصلہ اور ایثار نے گذشتہ پانچ چھ سال میں الحمدللہ ہندوستان کے ہر صوبہ کی خواتین میں مضمون نگاری کا شوق پیدا کر دیا اور آج عصمت کی مضمون نگار خواتین کے مضامین دوسرے زنانہ رسائل فخر سے شائع کر رہے ہیں۔ ہم کئی کئی سال سے ارادہ کر رہے تھے کہ خاص خاص عنوانات دے کر بھی مضمون نگار خواتین کو علمی مقابلہ کی دعوت دیں۔ مگر ترقی اشاعت کے باوجود اخراجات بہت زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے ہم خاموش رہے۔ اور گو ابھی تک عصمت کی اشاعت چار ہزار بھی پوری نہیں ہوئی تاہم مندرجہ ذیل عنوانات اور موضوعات کے بہترین مضامین پر انعامات دینے کا اعلان کیا جاتا ہے ؛

(۱) اس موضوع پر کہ کم استطاعت پردہ نشین خواتین اپنی مالی دقتوں کو دور کرنے کیلئے کیا کیا کام کر سکتی ہیں) بہترین مضمون پر جو عصمت کے ۱۰ صفحوں سے کم اور ۲۰ صفحوں سے زیادہ نہ ہو **بیس روپیہ** کا انعام دیا جائے گا۔

(۲) ۱۰ روپیہ کا انعام بہترین مضمون پر دیا جائیگا جس میں کسی بی بی کا بغیر اطلاع ملاقات کیلئے جانے کا منظر دکھایا جائے یا الفاظ میں نقشہ کھینچا جائے کسی کم تعلیم یافتہ مگر خوشحال گھرانے کی شادی کے ہنگامہ کا۔ یہ مضمون عصمت کے ۸ صفحوں سے زیادہ کا نہ ہو۔

(۳) ۱۵ روپیہ کا انعام بہترین نظم پر جس میں تاریخ اسلام کا کوئی ایسا واقعہ بیان کیا جائے جس سے عورت کے حقوق کا پہلو نکلتا ہو یا جس میں وہ حقوق بتائے جائیں جو شارع علیہ السلام نے عورت کو عطا فرمائے ہیں مگر ہندوستان کے بعض خاندانوں میں نظر انداز کر دئے گئے ہیں۔ نظم مؤثر اور آسان زبان میں ہونی چاہئے۔

(۴) ۲۰ روپیہ کا انعام عصمت کے کم سے کم ۸ اور زیادہ سے زیادہ ۴۰ صفحوں کے بہترین افسانہ پر جو ان میں سے کسی ایک موضوع پر لکھا جائے (۱) دولت کے لالچ میں سوکن پر بیٹی بیاہنے کا عبرت انگیز افسانہ (۲) تعلیم یافتہ اور روشن خیال لڑکی کا اس وجہ سے کہ غیر کفو میں شادی کرنے سے ترکہ پدری دینے ہوگا برادری کے لڑکے سے جو لڑکی سے عمر میں بھی کم ہے اور مذاق و خیالات جداگانہ رکھتا ہے شادی ہونے کے دردناک نتائج (۳) کسی زنانہ جلسہ یا ٹی پارٹی میں اگلے زمانہ کی سن رسیدہ بی بی کی شرکت، تفریحی کہانی۔

(۵) ۱۹۲۱ء سے فروری ۱۹۳۰ء تک جو کتابیں عورتوں کے لئے شائع ہوئی ہیں یا ان خواتین کی لکھی ہوئی ہیں جو پہلے سے مضمون نگاری میں شہرت رکھتی ہیں، ان کتابوں میں سے کسی ایک کتاب پر بہترین تنقید یا تقریظ پر جو عصمت کے ۹ صفحوں سے زیادہ نہ ہو دس روپیہ انعام دیا جائے گا۔

(۶) عصمتی بہنیں ۳ سال تک کے ننھے بچوں اور ۷ سال کی عمر تک کی بچیوں کی تصاویر بھیجیں جو رسالہ میں شایع کی جائیں گی سب سے تندرست ننھے بچہ کی تصویر پر ۸ روپیہ کا انعام دیا جائے گا اور صحت یا لباس کی پاکیزگی، سادگی، یا بچپن کی کسی اور حالت کے اعتبار سے جو بچی سب سے بھلی معلوم ہوگی اسے ۱۲ روپیہ کا انعام۔

(۷) دس روپیہ کا انعام سب سے زیادہ مہذب بامزہ لطیفے بھیجنے والے کو دیا جائیگا۔ کسی اخبار یا رسالہ یا کسی کتاب سے کوئی لطیفہ نقل نہ کیا جائے۔ البتہ دوسری زبانوں کے لطائف جو عام طور پر مشہور نہیں ہیں ترجمہ کیے جا سکتے ہیں۔ بڑے اور مشہور آدمیوں کے لطائف عورتوں اور بچوں کے لطائف میاں اور بیوی، بھائی اور بہن، ماں اور بچہ، اُستانی اور شاگرد وغیرہ کے لطائف کے علاوہ وہ لطیفے بھی شایع کیے جائینگے جنہیں پڑھکر اعلیٰ تعلیم یافتہ سنجیدہ خواتین کو مسکراہٹ آجائے۔ کوئی لطیفہ عصمت کے پورے صفحے سے زیادہ اور ۱۲ سطروں سے کم نہو۔ اس انعامی مقابلہ میں شریک ہونیوالی جن جن کے کم سے کم دو دو بہترین لطیفے سمجھے جائینگے انہیں بھی پانچ پانچ روپیہ کے دو انعام دئے جائینگے۔ (۸) دس روپیہ کا انعام ان بہن کی خدمت میں پیش کیا جائیگا جو بڑے بڑے آدمیوں کے کم سے کم دس دس مقولے سب سے اچھے بھیجینگی۔ اس انعامی مقابلے کے مضامین ۱۰ اپریل تک دفتر عصمت میں آجانے چاہئیں۔ اگر بعض مضامین کتابی صورت میں شایع کرنیکی ضرورت ہوئی تو محترمہ آمنہ نازلی نے ترتیب کا کام اپنے ذمہ لینا قبول فرمالیا ہے مضامین موصولہ کو کتابی صورت میں شایع کرنیکے حقوق محفوظ ہونگے البتہ ناقابل اشاعت مضامین واپس ہو سکیں گے۔

سالگرہ نمبر کے مضامین ماہ آئندہ سے ہم انتخاب کرنے شروع کرینگے عصمت کی مخصوص و ممتاز لکھنے والی خواتین سالگرہ نمبر کے لیے بہترین مضامین لکھنے میں مصروف ہیں اور جو بہنیں مضامین و تصاویر سے سالگرہ نمبر کی زینت بڑھانی چاہئیں براہِ کرم آخر مارچ تک بھیجدیں۔

خیال تھا کہ عصمتی دسترخوان اور صالحات دونوں کتابیں آخر جنوری تک شایع ہو سکیں گی مگر عصمتی دسترخوان کیلئے ترکیبیں اس کثرت سے موصول ہوئی ہیں کہ انکے انتخاب میں باوجودیکہ محترمہ ملقیس بیگم (د-۱) صاحبہ کی بیش بہا مدد شامل ہے محترمہ آمنہ نازلی کو بہت محنت کرنی پڑ رہی ہے اور اسوقت تک نصف سے کچھ زیادہ ترکیبوں کی کتابت ہوئی ہے۔ صالحات کی کتابت بھی ابھی ختم نہیں ہوئی مگر یہ دونوں کتابیں انشاءاللہ فروری میں شائع ضرور ہو جائیگی اور جن جن بہنوں کی فرمائشیں آچکی ہیں کتابیں پریس سے نکلتے ہی انہیں بھیجدی جائیگی۔ حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کے میلاد شریف کیلئے کثرت سے جو روزانہ خطوط آرہے ہیں ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اس کتاب کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔ چونکہ کتاب میں نثر کے ساتھ ساتھ نظم بھی حضرت علامہ قبلہ خود ہی لکھ رہے ہیں اسلئے کتاب کے ختم ہونے میں یوں ہی وقت زیادہ لگتا تھا اسپر تربیت گاہ بنات کے کام! غرض ابتک کتاب لکھی جا رہی ہے بعض محترم بہنوں نے یہ سمجھکر کہ کتاب شائع ہو چکی یا دو ماہی کے کئی کئی خطوط لکھے بعض نے تو رجسٹریاں اور تار تک بھیجدیئے عصمتی بہنیں یقین کریں۔ یہ کتاب شائع

مرحومہ سکینہ سے

کمسنی کی شادی کے دردناک نتائج

اچھا ہوا سکینہ! کہ آزاد ہو گئیں   تم بھی شہید خنجر بیداد ہو گئیں
دنیا سے جا کے قبر میں آباد ہو گئیں   دکھ درد سارے مٹ گئے دلشاد ہو گئیں
قصہ نہیں رہا کوئی جھگڑا نہیں رہا
وہ بیٹھ کر نصیبوں کو رونا نہیں رہا

سسرال کی بھی یاد کرو مصیبتیں   نندوں کے طعنے ساس کی خفیہ عداوتیں
خاوند کے وہ ظلم وہ بیجا حکومتیں   بارہ برس کی جان اور اس پر یہ آفتیں
جس کو بھلے برے کی نہ اپنے تمیز ہو
خاوند کو بتاؤ وہ کیسے عزیز ہو

تم خوش نہیں ہو کیا؟ یہ مصیبت نئی کہو   بہنیں ندوہوں ذرا مری حالت تو دیکھ لو
عورت کی، اپنی قوم میں رگت تو دیکھ لو   جو تم کو جھیلنی تھی وہ آفت تو دیکھ لو
کیا اب بھی یہ کہو گی کہ "جینا برا نہیں"
"شربت سمجھ کے زہر کو پینا برا نہیں"

بوڑھی وہ ساس شعبدہ باز اور ہوشیار   نندیں بھی سب جوان بڑی آزمودہ کار
ان کے مقابلے میں سکینہ بجان زار   کم عمر اس قدر کہ جو بچوں میں ہو شمار
رنج اور غم میں سوکھ کے کانٹا سی ہو گئیں
مٹتے ہوئے شباب کا خاکا سی ہو گئیں

پیدا ہوئیں تو ہو گیا گھر بھر کا جی نڈھال   بل تیوریوں پہ چہرے سب کے تھے لال لال
لڑکے تھے نہ باپ کی آنکھوں کا اک لال   لیکن تمہیں وہ دونوں سمجھتے تھے وبال
ان ذلتوں سے پل کے ذرا جب جوان ہوئیں
ماں اور باپ دونوں پہ بارِ گراں ہوئیں

اس پر خدا کی دین تمہیں ماں بنا دیا   تیرہ برس کی عمر میں یہ گل کھلا دیا
قدرت کا اپنی یہ بھی کرشمہ دکھا دیا   چودہ برس میں اس کو بنا کر مٹا دیا
مرنے پہ دور سارے وہ آلام ہو گئے
اتنی ذرا سی عمر میں سب کام ہو گئے

یہ فکر تھی جہیز میں تھوڑا سا مال دیں   اور اس بلا کو سر سے کسی طرح ٹال دیں
چولہے میں جھونکیں یا کسی دریا میں ڈال دیں   جیسے بنے غرض اسے گھر سے نکال دیں
دس سال میں جہیز بھی تیار ہو گیا
بارہ برس بٹھانا بھی دشوار ہو گیا

سوچو یہ زندگی بھی کوئی زندگی ہوئی؟   عورت بھی اس جہاں میں کوئی آدمی ہوئی؟
شادی یہ کمسنی کی بھی کوئی خوشی ہوئی؟   یہ ظلم لڑکیوں پہ بھی حق دلی ہوئی!
بے اذن و بے رضا انہیں چولہے میں جھونک دیں
اس سے تو بہتر چھری ہی نہ سینے میں بھونک دیں

بارہ برس سے پہلے ہی پھر ہو گیا نکاح   فتویٰ تھا مولوی کا یہ جائز ہے اور مباح
ہے کمسنی کی شادی میں دارین کی فلاح   احکام مذہبی سے بھی ہٹنے لگا مزاج
قرآن اور حدیث کا مطلب بدل گیا
جادو رواج و رسم کا مذہب پہ چل گیا

اچھا ہوا سکینہ کہ تم جلد مر گئیں   منزل کٹھن تھی اس سے بخوبی گزر گئیں
ماں باپ ضرور رو رہے ہیں بیکار گئیں   بہنوں کے دل پہ داغ ہمیشہ کو دھر گئیں
جب تم نہیں تو جینے میں کچھ بھی مزا نہیں
دنیا میں کوئی مونس و دردآشنا نہیں

بالوں کو خوبصورت بنانے



بالوں کی تہ بٹھانے کے لئے ایک برقی کن ٹوپ
استعمال کیا جا رہا ہے-

مس بی کملا مل ایم بی بی ایس



بالوں کو گھونگر والے بنانے کے لئے ایک
برقی آلہ کا استعمال

شریمتی ایل کرشنا بائی



جنہوں نے نائر قوم میں سب سے پہلے ڈاکٹری
کی ڈگری حاصل کی ہے-

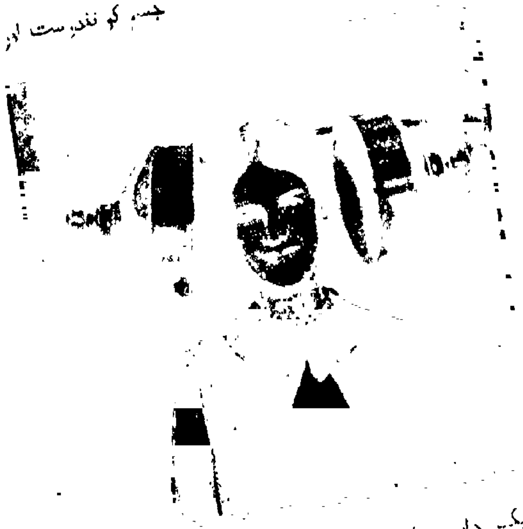


جو کرسویٹ کالج الہ آباد میں خانگی سائنس کی
لیکچرار مقرر ہوئی ہیں-

جسم کو تندرست اور خوبصورت رکھنے کے طریقے



برقی آلہ کے ذریعہ چہرہ کو بخارات کا عمل دیا جا رہا ہے۔



ایک خاتون برقی شعاع کا لیمپ استعمال کر رہی ہے۔



مغربی خواتین کا مردانہ پیشوں پر قبضہ :— ایک انگریز عورت حجام کے فرائض انجام دے رہی ہے۔

شادی کی غرض

محترمہ عایشہ بیگم صاحبہ سے عصمت کے ناظرین ناواقف نہیں اور مجھے تو انسے ذاتی تعارف کا فخر حاصل ہے۔ اب سے نہیں بلکہ بچپن سے۔ میں ان کے پاکیزہ خیالات کا ہمیشہ مداح رہا ہوں۔ صرف ایک دو معاملات میں اختلاف رائے ہونا معمولی بات ہے۔ وہ مجھے ہمیشہ دقیانوسی خیالات کا مؤید کہا کرتی ہیں اور میں ان کو موجودہ زمانہ کی خطرناک آزادانہ لہریں غوطہ زنی کرنے سے ہمیشہ متنبہ کرتا رہا ہوں۔

میرا خیال ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ موضوع بالا پر انکا جو مضمون دسمبر کے پرچہ میں شایع ہوا ہے وہ انہوں نے حق پر مٹی ڈالنے کی غرض سے نہیں لکھا بلکہ حسب عادت اختلاف متذکرہ بالا کا کھلے لفظوں میں اظہار کر کے اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ اور جوش میں میری تحریر کو مبالغہ آمیز اور پیچیدہ الفاظ میں جھوٹی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ میری بڑی بہن ہیں اور سوء ادب اجازت نہیں دیتا کہ میں انکی کسی بات کی تردید کروں لیکن ان کے حق کو چھپانے کے لیئے تجاہل عارفانہ سے کام نہیں لینا چاہئے تھا۔ جس زمانے کی میں نے مثالیں پیش کی ہیں۔ اسی زمانہ کی وہ بھی تعلیم یافتہ ہیں اور اسی رنگ میں رنگی ہوئی ہیں۔ دونوں صاحب ابھی تک زندہ ہیں اور اگر محترمہ صاحبہ تسلی فرمانا چاہتی ہیں تو ہر دو صاحب کی اپنی بیتی کہانی انکی اپنی قلم سے لکھی ہوئی عصمت میں شایع کرنے کے لیے بھیج سکتا ہوں +

اگر شادی کی غرض اسیطرح کی شادی سے حاصل ہو سکتی ہے جس طرح وہ فرماتی ہیں تو یہ بھی تو فرمائیں کہ ولایت میں جو اس طریقہ کے مدت سے دلدادہ ہیں طلاق کی نسبت جو آجکل ایک تہائی کے قریب ہے دن بدن کیوں زیادہ ہو رہی ہے۔ ولایت کی حالت سے صاف ظاہر ہے کہ شادی کی اصل غرض حاصل کرنے کے لیے وہ غیر موزوں طریقہ جس نے آجکل کے نوجوانوں کو دیوانہ بنا رکھا ہے جسکا ایسا بدنتیجہ پیدا ہو کسی صورت میں بھی قابل پذیرائی نہیں ہے۔ اس کے مقابلہ میں دقیانوسی طریقہ بدرجہا بہتر ہے۔ نقص سے کوئی بات خالی نہیں ہوتی لیکن دانشمندی یہ ہے کہ دو متضاد اصولوں کے فایدہ و نقصان کو انصاف سے وزن کر کے رائے زنی کی جاوے۔ اگر بہن صاحبہ صاف گوئی سے کام لیں تو انکو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کے خاندان کے بزرگوں میں جن کی شادی دقیانوسی طریقہ کے مطابق ہوئی ہوگی ایک فیصدی بھی ایسے نہیں نکلیں گے جو شادی کی غرض کو پورا نہیں کرتے تھے۔ وہ اس چین کی زندگی

گزارتے تھے کہ بدمزگی برسوں سے سننے میں بھی نہیں آتی تھی جو بدقسمتی سے آجکل کے نوجوانوں کو نصیب ہیں۔

میں حیران ہوں کہ ساس نندوں کے جھگڑوں کو میری محترمہ بہن نے کس طرح درج کر دیا کیونکہ انھیں نہ کبھی ساس نند کے پاس رہنے کا اتفاق ہوا نہ بہو بہاوج سے کے پاس جس سے انکو تجربہ ہوتا کہ ان کہانیوں میں جو انہوں نے سنیں یا پڑھیں سچائی میں کتنی فیصدی ہے۔

ہر بھیڑوں کے غلہ میں سیاہ منہ کی بھیڑیں بھی ہوا کرتی ہیں اسیطرح مجھے کیا کسیکو بھی انکار نہیں کہ ساس نندوں کے جھگڑے بہو بہاوج سے ہوا کرتے تھے لیکن ایسی مثالیں بہت کم تھیں اور وہ گھر بہت تھے جہاں ساس بہو شیر و شکر ہو کر رہا کرتی تہیں۔ لیکن اب تو محترمہ عایشہ بیگم صاحبہ اور انکی ہم خیال بہنوں نے یہ قضیہ ہی مٹا دیا اب تو اول کوشش یہ ہوتی ہے کہ جب تک دولھا میاں برسر روزگار نہ ہو سسرال کے ٹکڑوں پر پڑا رہے اور جب چار پیسے کمانے لگے تو والدین کیا سب کو دھتا بتا بیوی کو الگ لیجا کر رکھے خواہ اس کے والدین اسی شہر یا قصبہ میں ہی کیوں نہ رہتے ہوں ؞

میں حیران ہوں کہ باوجود ذاتی علم اور تجربہ بہن عائشہ بیگم صاحبہ کس طرح ایسے طریقہ کی مؤید ہیں جس کے تلخ تجربہ نے تمام یوروپ کو نالاں کر دیا ہے اس لیے نہایت زور سے عرض کروں گا کہ جو بھائی اور بہن اس نتیجہ سے آگاہ ہیں ان کا فرض ہے کہ ہندوستان میں اس خوفناک سیلاب کو جن سے شادی کی غرض بالکل سلب ہوتی جاتی ہے ہر ممکن کوشش سے روکیں اور صنعت نازک میں سے تعلیم یافتہ بہنوں کے دماغ سے فاسد خیالات نکالنے کی کوشش کریں۔ اس سلسلہ میں التجا کروں گا کہ محترمہ صاحبہ اور انکی دیگر ہم خیال بہنیں پروفیسر ستار الخیری صاحب کی وہ چٹھی جو انہوں نے برلن سے ایڈیٹر صاحب کے نام لکھی تھی اور عصمت کے کسی گذشتہ پرچہ میں شایع ہوئی تھی مکرر بغور ملاحظہ فرمادیں۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ انکو یقین ہو جاویگا کہ شادی کی اصل غرض حاصل کرنے کے لیے نوجوانوں کے انتخاب کا طریقہ بالکل سراب ہے۔ دقیانوسی طریقہ کو تھوڑی بہت ترمیم سے نہایت مفید بنا سکتے ہیں اور اسی پر توجہ دینی نہایت ضروری ہے ؞

عبدالغفور خاں (گورداسپور)

بیلے میں میلہ

غدر کی ماری شہزادیاں

(از مصنوعم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ)

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

"ہم یہاں پہونچے تو امن بھی ہو چکی تھی مگر گھر کے گھر سنسان ہو چکے تھے اور بعض محلے تو ایسے اُجڑے تھے کہ معلوم ہوتا تھا گدھے کے ہل پھر گئے۔ قلعے کو دیکھ کر کلیجہ پر سانپ لوٹتا تھا باہر کی دیواریں دیکھ کر اندر کی عمارتوں پر فاتحہ پڑھی اور صبر و شکر سے رہنے سہنے لگے مگر دل پر جو گذری اور گذر رہی ہے وہ دل ہی جانتا ہے کیسے کیسے جوان برابر کی سہیلیاں اور ہمجولیاں آنکھوں سے اوجھل ہو گئیں کہ دل ڈھونڈھ رہا ہے لیکن حضور ہی نہ رہے تو کس کے عزیز اور کہاں کی بھنیلیاں۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا!"

زہرہ بیگم ٹھٹکیں تو گوہر آرا بیگم کے اشارہ سے شمع قمر زمانی بیگم کے سامنے آئی یہ صاحب عالم کی بھانج بہو تھیں۔ انکے شوہر محمد شاہ اور ایک جوان لڑکا غدر میں مارے گئے جب کالا مخبر قسم کھا گیا کہ دم میں دم ہے تو باقی کے دونوں لڑکوں کو پھانسی دلواؤں گا تو شہر سے بھاگیں۔

گوہر آرا بیگم نے کہا "قمر بوا اب اپنی بپتا سناؤ کہ یہ سب مشتاق ہیں" تو انہوں نے آنسو پونچھے اور کہنے لگیں

شہزادی قمر آرا بیگم کی آپ بیتی

جب مرزا صاحب اور بچہ اللہ کے پیارے ہوئے تو میری حالت دیوانوں کی سی تھی کالے نے میرے بیگناہ بچہ پر ستم توڑا اسکا بدلہ اسکو مل گیا چالیس دن کے اندر ہی اندر ایسا تاراج ہوا اور ایسی پڑی کہ خدا دشمن پر بھی نہ ڈالے جب وہ میرے بچوں کی فکر میں تھا تو میں ایک دن دونو بچوں کا ہاتھ پکڑ باہر نکلی، بھرا گھر تھا مگر کیا کیا لیتی برتن بھانڈا کپڑا لتہ زمین میں گاڑ و جدہر منہ اُٹھا چلتی ہوئی بڑی خرابی یہ تھی کہ رات کو نکلتی تو رستہ کا پتہ نہ تھا اور دن کو جاتی تو پکڑا دھکڑی ہو رہی تھی جھٹ پٹا ہو رہا تھا کہ میں نے دونو بچوں کا ہاتھ پکڑا اب مجھے یہ بھی خبر نہیں کہ یہ لاہوری دروازہ ہے یا کابلی بڑے لڑکے نے جو اللہ رکھے اب گیارھویں میں ہے بتایا کہ یہ اجمیری دروازہ ہے گوروں کا پہرہ اور انکی کرچیں اور تلواریں دیکھ کر جان نکل گئی چھوٹے نے کہا "اماں بیوی کہاں گئی کہاں، چلو کھڑکی میں سے نکل جائیں گے" مجھ کمبخت کو کیا خبر کہ

کہانی کہاں ہے اور کھڑکی کدھر! اس کے پیچھے ہولی وہ تھا تو بچہ مگر سچا تھا چلتے چلتے ایک ٹوٹا دروازہ ملا اسی کو کھڑکی کہتے تھے یہاں بالکل سناٹا تھا ہم باہر نکلے تو خاصی دو ڈیڑھ گھڑی رات گذر چکی تھی اور چاندنی اچھی طرح نکل رہی تھی بڑے نے کہا یہ ادھر تو نظام الدین ہے اور ادھر گوڑ گانوہ" ہمنے نظام الدین کی سڑک چھوڑ دی اور گوڑ گانوہ کی طرف ہوئے ابھی تھوڑی دور گئے ہونگے کہ ادھر سے گھوڑوں کی ٹاپ کی آواز آنی شروع ہوئی بس دم نکل گیا بچوں کو لیکر ایک پیپل کے درخت کے پیچھے جا چھپی تو تین گورے سرپٹ گھوڑے دوڑائے جارہے تھے کاٹھیوں میں کبوتر اور فاختہ بچھے اور خبر نہیں کیا کیا پرندے بندے ہوئے تھے یہ شکاری لوگ تھے وہ نکل گئے تو جان میں جان آئی، آگے بڑہی تو چھوٹا ننھا کہنے لگا "ہم تو تھک گئے اور بھوک لگ رہی ہے" میں اپنی افراتفری میں روٹی لینی بھول گئی نہیں تو دو روٹیوں میں گھی لگا نون ڈال لیتی، اسکو بہلاتی پھسلاتی چلی جارہی تھی اور دل ہوا ہو رہا تھا کہ موئے گیدڑوں کی آوازیں آنی شروع ہوئیں چاند کی شروع تاریخیں گھنٹہ دو گھنٹہ کی بہار دکھا کر چندا ماموں نے بھی ساتھ چھوڑا اب ہم تین دم جنگل کا سناٹا اور ہوا کا فراٹا برقع میں جو ہوا بھری تو کپا ہو گیا بہتیرا ٹھیک کرتی ہوں مگر وہ ایک قدم آگے نہیں بڑھنے دیتا خدا خدا کرکے اتارا تہ کیا اور چلی اب جو دیکھتی تو چھوٹا سڑک پر بیٹھا بسور رہا ہے کہ روٹی دو۔

میں نے بہتیرا ہی سمجھایا بڑے ننھے نے چمکارا مگر وہ قبضہ میں نہ آیا مچل گیا چلانے لگا یہ بھی خدا کا شکر تھا کہ کوئی سننے والا نہ تھا آخر تڑپ تڑپ کر بچہ سو گیا تو بڑے نے پیٹھ پر لادا اور پھر آگے بڑھے صبح ہوتے ہوتے ہم شہر سے چار کوس دُور نکل گئے۔ یہاں کسی زمانہ کا ٹوٹا ہوا ایک مدرسہ تھا اور اس کے پاس ہی گاؤں بھی تھا میں نے اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک تالاب بھی نظر آیا میں نے وضو کیا اور مدرسہ میں آکر نماز پڑھی بڑے کا انگرکھا اُتار کر ایک گوشہ میں بچھایا تو نیچے کنکر تھے ہاتھوں سے ان کو صاف کیا اور جھاڑ دے دلا انگرکھا بچھا دوہر کر اس پر لٹا دیا وہ دو تو رات بھر کے تھکے ہوئے اور جاگے ہوئے سو گئے اب مجھکو یہ خیال ہوا کہ چھوٹا اُٹھتے ہی روٹی مانگے گا برقع اوڑھ باہر نکلی اور سامنے ایک گھر میں جا کر سوال کیا تو ایک بڑھیا باہر نکلی اور مجھ سے پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آئی ہے" میں اس سے کھڑی باتیں کر رہی تھی کہ ایک جوان سا آدمی میرے قریب آ کھڑا ہوا اور ڈانٹ کر کہا "تو شہر سے بھاگی ہے ہم تجھکو پکڑ کر شہر پہونچائیں گے" خدا معلوم وہ کمبخت کیا کرتا کہ اور دو چار آدمیوں نے آکر اس کو دھمکایا اور میری پوری کیفیت معلوم کرکے مجھکو چار روٹیاں اور مٹھا دیا۔

پیغامات

(محترمہ مہرالنسا کا یہ مضمون اسوقت ہمیں ملا تھا جب جنوری کا رسالہ پریس میں جا چکا تھا محترمہ موصوفہ کو اپنے صنف کے ساتھ جو دلی ہمدردی ہے یہ مضمون چونکہ اس سے لبریز ہے اس لیے ہم دلی شکریہ کے ساتھ اس پرچہ میں شایع کرتے ہیں (اڈیٹر)

حضور وایسرائے بہادر کے نام حضور عالی! سال نو کی مبارکباد قبول فرمایئے۔ میرا مذہب مجھے اجازت دیتا ہے کہ میں بغیر تعصب آپ کی خدمت میں سال نو کی مبارکباد پیش کروں۔

حضور والا! میرا مذہبی، اخلاقی، انسانی فرض ہے کہ اپنی ہم جنسوں کی جانب سے آپ کی خدمت میں دلی شکریہ پیش کروں کہ آپ نے نہایت کشادہ دلی سے بلا رورعایت ہمارے محترم بھائی ہربلاس شاردا کے پیش کردہ بل کو باوجود شور و غوغا کے پاس کر دیا اور اس جنس نازک ولطیف کی حمایت کی جو بے کس و بے بس ہے۔

حضور عالی! آپ اپنی مدت حکومت ختم کر کے وطن تشریف لے جائیں گے اور ہندوستان کے یہ واقعات محض افسانہ بن جائیں گے لیکن ہمارے دلوں میں حضور کی یاد ہمیشہ زندہ اور تازہ رہے گی +

مسٹر ہربلاس شاردا کے نام۔ میرے معزز و محترم بھائی! وطن عزیز کے محبوب فرزند! ہم آپ کی اخلاقی جرأت ہمت اور ہمدردیٔ نسواں کا شکریہ ادا نہ کریں تو اقوام موجودہ میں سب سے بدتر محسن کش کہے جائیں گے +

اے جری دلیر سپاہی! تو نے تیر و خنجر سے ممالک فتح کرنے کی بجائے اپنی دلی قوت، دماغی قوت، اور اپنے قلم و زبان کی طاقت سے ایک ایسے دشمن کو شکست دی جو تیرے ملک کی معاشرت پر حاوی ہو کر اہل وطن کا خون چوس رہا تھا!

محترم بھائی! تو نے ہر طرح کی بدنامی اپنے ذمہ لی تاکہ آیندہ نسلیں تیری نیک نامی کے گیت گائیں۔ تو خوش رہ مسرور رہ کیونکہ تیرے اس ہمت آموز فعل نے تجھے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔ آیندہ مورخ تیرا نام سنہرے حروف میں لکھے گا +

معزز بھائی! ہندوستان بھر کی معصوم بھولی لڑکیوں کا شکریہ قبول کر۔ جن کی دعائیں ہمیشہ تیرے ساتھ رہیں گی +

ممبران اسمبلی کے نام۔ قابل تعظیم بہنیو! آپ سال بھر اسمبلی کے اجلاس میں شریک متعدد تجاویز پیش کر کے، ملک و قوم کے مفاد کے لیے نہایت پُر زور ولولہ انگیز تقاریر سے زندہ قوم ہونے کا ثبوت دیتے رہیے لیکن ان میں کتنی تجاویز قوم کے نصف بہتر کے فوائد کے لیے تھیں اور ہم کہاں تک آپ کی نمایندگی پر بھروسہ کر سکتی ہیں؟ آپ کو اپنے بھائی مسٹر شاردا کی پیروی کرنی لازم ہے میں اپنے مسلم بھائیوں کی خدمت میں عرض کرونگی جس طرح بھائی شاردا نے کم عمری بلکہ کم سنی کی شادی کا انسداد کرا دیا اسی طرح آپ بھی اپنے صدہا مظلوم بے بس بہنوں کی فریاد گوش دل سے سنکر، اپنا مذہبی اخلاقی فرض جان کے خلع اور ترکہ کو اپنی کوشش پیہم سے قانونی حیثیت میں لے آئے اور اپنی اخلاقی جرأت کا بین ثبوت دیجئے۔

علماء اسلام کے نام! معظم بزرگو! میرا یہ رتبہ نہیں کہ آپ کو کوئی پیام روانہ کروں کیونکہ آپ کا مذہبی تقدس مجھے اس کی اجازت نہیں دیتا۔ لیکن جب اسلام کا اولین زمانہ یاد کرتی ہوں تو مجھے اس امر کی جرأت ہوتی ہے کہ کچھ عرض کر سکوں جب ایک بڑھیا فاروق اعظم جیسے جلیل القدر مقدس آب خلیفہ کو بھرے مجمع میں ٹوک سکتی ہے تو کیا ایک لڑکی اپنے حقوق کو تباہ و برباد ہوتے دیکھ کر کوئی لفظ زبان سے نہیں نکال سکتی؟

مکرم بزرگو! دنیا، دُنیا کی قومیں ترقی کی راہ میں کوشش پیہم کر رہی ہیں جس میں انکے علماء اُن کے عوام کے ساتھ شریک کار ہیں۔ لیکن اَب جن کے فرائض بے انتہا ہیں جو ایک ہی وقت میں عالم، فاضل، قاضی مفتی، سپہ سالار اسلام غرض مدارج علیا پر پہنچکر امت کی قیادت اپنے ہاتھ میں لیکر اُس کی ڈوبتی ناؤ کو پار لگا سکتے ہیں۔ اب کہاں ہیں؟ آپ ہی کی نوک قلم اور نکتہ رس دماغ سے اُمت کے فرقہ ذکور واناث کی بہتری کی تجاویز نکلتی تھیں آپ ہی کی نوک قلم اور نکتہ رس دماغ سے اُمت کے فرقہ ذکور واناث کی بہتری کی تجاویز نکلتی تھیں آپ ہی کی اُن تھک کوشش سے اسلام سرسبز و شاداب ہو گیا تھا۔ کیا اب یہ فرائض آپ کے ذمہ نہیں رہے یا اُمت کو آپ کی مدد کی ضرورت نہیں رہی یا آپ ہی اُمت کو اپنے ان فرائض سے مستغنی کر چکے؟

میرے بزرگو! اُمت مظلومہ پر رحم فرما کر خلع اور ترکہ کو حسب شریعت رواج دینے کے لئے کوشش کیجئے۔ اختلافات باہمی کو اخلاص و محبت کے جذبات سے دبا دیجئے۔ مفید تجویز خواہ کسی فرد قوم کی جانب سے ہو قبول کر کے اس میں مدد دیجئے۔ دیکھئے آپ نے شاردا بل کی مخالفت کی لیکن وہ ایکٹ بن کر رہا ایسا کام کیجئے جس سے آپ کے وقار و اعزاز کو کوئی بدنما دھبا نہ لگے۔

آپ اپنی تحریر و تقریر میں لفظ تکفیر کو حرف غلط کی طرح مٹا دیجئے۔ لفظ تبلیغ کا اضافہ کر لیجئے جس سے اُمت آپکی وقعت و تعظیم بجا طور پر کر سکے۔

مدیروں کے نام۔ قوم کے دست بازوؤں! آپ نے اپنے فرائض کو جس خوبی کے ساتھ انجام دیا اسکا شکریہ پیش کرتی ہوں۔ یہ ہمارا شکریہ انہیں مدیروں کے نام ہے جنہوں نے گذشتہ سال، اپنے مذہب و ملک کی خدمت کے ساتھ صنف نازک کی خدمت میں راتوں کی نیند، دن کا چین حرام کر دیا، اور قوم و ملک کو اپنی سحر انگیز اور ولولہ خیز تحریروں سے ہوش میں لائے۔ قوم کے بخت خفتہ کو اپنی بے نظیر قابلیتوں سے جگایا اختلافات باہمی کو مٹایا اور قوم کے لیے مستقبل کو روشن بنا دیا +

قابل فخر اڈیٹرو! تم نے جن مفید بیش بہا مضامین کے ذریعہ ہمارے دماغوں کو روشن کیا، جس طرح سال گذشتہ اپنے خون کو پانی کر کے نئے نئے اسلوب فرحت انگیز مضامین دلکش انداز بیان سے ہمارے دلوں کو موہ لیا خدا کرے سال نو میں تم اپنی کوشش میں کامیاب ہو کر ہمارے شکریہ قلبی کے مستحق قرار پاؤ +

قوم و ملک کے بگڑنے اور سنورنے، سلطنتوں و حکومتوں کے بننے اور اُجڑنے کا بہت کچھ انحصار تم پر صرف تم پر اور تمہارے فرائض کے بخوبی بجالانے پر ہے +

شعراء کے نام۔ قوم کی چھلکتی آنکھوں! گذشتہ سال کے خاتمہ اور آئندہ سال کی آمد پر تم اپنے کو کبھی خوش و مسرور اور کبھی مغموم و رنجیدہ کرتے رہے، محض اپنی قوم کیلئے۔ ہاتھ میں کانٹا چبھا تم رو پڑے، پاؤں دہکتی ہوئی آگ پر پڑ گیا تلملا گئے۔ کسی نے قوم کے دل کو خوش کر دیا تم قہقہہ لگانے لگے۔ ایک حد تک تم اپنے فرائض بجا لانے میں مصروف رہے، مگر تمہارا نصب العین کچھ اور ہونا چاہیئے تم کو اپنے میں اور قوت پیدا کرنی چاہیئے ابھی تم اقوام ہم عصر کی چمکتی دمکتی روشن آنکھوں سے بہت پیچھے ہو جو اپنی قوم پر خوب آنسو بہا کر جسم کی کثافت آنکھ کی راہ نکال چکیں اور اب ماہ منیر کی طرح ضیا باری میں مصروف ہیں +

اَے شعراء قومی! میں تم کو عیسوی سال کے ابتدا میں نہایت دلسوز "پیام" روانہ کرتی ہوں تم اپنے نصب العین پر مضبوطی سے قایم رہو۔ کسی ہوا، و ہوس، حرص، و آز کے فریب میں نہ آؤ تم اپنے لطیف، پرسوز، دلگداز، بے لاگ اشعار سے قوم کے مردہ جسم میں تازہ روح پھونک کر عیسوی اعجاز دکھاؤ تا کہ آئندہ سال تم حقیقی مبارکباد و احساسات تشکر و امتنان کے پاکیزہ اور پُر خلوص جذبات کے حقدار پائے جاؤ۔

تمہاری ایک بہن
مہر النساء (والیٹر)

رمضان المبارک

گیارہ مہینے خواب غفلت میں گزر چکنے کے بعد اب پھر ہمارے لئے بیداری کا وقت آگیا ہے۔ سب مسلمانوں کے دل میں ایک جوش کے ساتھ ماہ رمضان کے چاند کا انتظار ہے۔ کہیں افطاری کے سامان کی تیاریاں ہیں دالیں دھو دھلا کر بیسن تیار ہو رہے ہیں نمک مرچ کی برنیں بھر بھر کر رکھی جا رہی ہیں۔ کہیں کپڑا مصالحہ آرہا ہے عید کے جوڑوں کا انتظام ابھی سے پھیلتا جاتا ہے کہ رمضان شریف میں چیزیں گراں بھی ملیں گی اور روزوں کی وجہ سے کام بھی مشکل سے ہو سکے گا۔ لیکن آہ جو کچھ تیاریاں ہیں جتنے اہتمام ہیں سب دُنیاوی شان شوکت اور زرق برق کے۔ یہ کسی کو خیال نہیں آتا کہ یہ مُبارک مہینہ آخرت کا نفع کمانے کی فصل ہے۔ کسان ہمیشہ اچھے سے اچھا موسم دیکھکر بیج بوتا ہے کہ غلہ عمدہ پیدا ہو اعلیٰ درجہ کا بیج تلاش کر کے لاتا ہے۔ زمین کو دس دس دفعہ جوت کر کھاد دیکر تیار کرتا ہے اور پھر بیج ڈالتا ہے کہ پیداوار ہمیشہ سے دُگنی چوگنی ہو۔ اور خدا کا فضل شامل حال ہوتا ہے تو وہ اپنی اُمیدوں کے موافق بلکہ ان سے کہیں بڑھکر نفع اُٹھاتا ہے۔ سوداگر جس وقت سودا خریدنے نکلتا ہے عمدہ سے عمدہ چیز ڈھونڈھکر لیتا ہے اور پھر اس کیلئے بہتر سے بہتر موقع دیکھتا ہے کہ کس زمانے میں اور کہاں فروخت کرنے میں سب سے زیادہ فایدہ میں رہیگا۔ آخر جب قسمت یاوری کرتی ہے ایک ایک کے چار چار بنا لیتا ہے۔ مگر وائے قسمت کہ ہمیں ہر سال اتنا زبردست موقع نیکیاں کمانے اور ثواب حاصل کرنے کا ملتا ہے اور ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھے رکھے اُسے گزار دیتے ہیں اگر خدا بصیرت دے تو دیکھیں اور سمجھیں کہ یہ مہینہ اسکی رحمت کی کتنی بڑی نشانی ہے جس میں ہر اچھا کام ثواب ہے ہر ایک نیکی فرض کی بجا آوری کا درجہ رکھتی ہے اور روزمرہ کی بڑی بڑی عبادتوں پر سبقت لیجاتی ہے۔ اور پھر روزہ تو خصوصیت کیساتھ عبادت کی وہ قسم ہے جسکا اجر صاف الفاظ میں بتایا ہی نہیں گیا بلکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ روزہ خاص میرے لیے ہے اور میں اسکا اجر دونگا۔ خیال کرنیکی بات ہے کہ اگر کوئی حاکم رئیس یا بادشاہ کسی سے کہے کہ میرے ہاں اس عہدے کی یہ تنخواہ ہے اور فلاں کام کی اتنی اُجرت ہے لیکن ایک کام ایسا ہے کہ جو کریگا میں اس سے خوش ہوکر جو چاہونگا انعام دونگا تو اس کام کے لیے کون کون نہ اپنی جان لڑا دے گا پھر اس سے زیادہ بیوقوف کون ہو سکتا ہے جو اس شاہنشاہوں کے شاہنشاہ کے فرمان پر اپنا سر نہ جھکا دے اور ایک ذراسی محنت کرکے ایسے انعام اور اتنے بڑے درجے کا مستحق قرار نہ پائے۔ جو انسان کے وہم و گمان سے بھی بالاتر ہو

خداوندا ! ہمیں توفیق عطا فرما کہ اپنے دل اور زبان کو پاک صاف کر کے خلوص نیت کے ساتھ ایمان کی روشنی میں تیرے راستے پر چلیں۔ اپنے ہادی برحق صلی اللہ علیہ سلم کی ہدایت کے مطابق تیرے احکام کی تعمیل کریں۔ تیری رضامندی حاصل کرنیکی وہ دُھن ہو کہ دنیا کے کسی نفع و نقصان کی ہماری نظر میں کوئی حقیقت نہ رہے اس بحر ناپیدا کنار سے صحیح و سلامت نکلیں اور تیری بہترین امانت (روح) تجھے ویسی ہی پاکیزہ و بے داغ واپس کریں جیسی تو نے ہمیں سپرد کی تھی۔ ہم گنہگاروں سے یہ کب ہو سکتا ہے لیکن اگر تیرا فضل و کرم رہنمائی کرے تو کیا عجب ہے۔

صحت اور قوت ارادی

مالش کرنا۔ دورانِ خون کے لئے مالش کرنا سب سے بہتر اور افضل ہے۔ مگر شرط یہ ہے کہ مالش اپنے ہاتھ سے ہی کی جائے کسی دوسرے کا ہاتھ نہ لگے ورنہ اس میں خاطر خواہ نتیجہ نہیں نکل سکتا اپنے ہاتھوں سے رفتہ رفتہ خاصا زور لگ سکتا ہے اور اسکا فایدہ بے حد ہوتا ہے۔ کسی قسم کے تیل کی ضرورت نہیں ہے صرف خالی ہاتھ پھیرنا کافی ہے مگر پورے دھیان سے۔

ترکیب۔ پہلے ہاتھوں کے پنجوں اور انگلیوں سے سر کو خوب اچھی طرح آگے پیچھے باز و سب طرف دبا کر مالش کریں کان کی مالش سے ثقل السماع کو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ مگر ضروری ہے کہ کانوں کے اطراف میں اچھی طرح سے ملیں۔ اس کے بعد گردن کے اردگرد شانہ پٹھے آگے پیچھے اور پسلیاں جہاں تک ہاتھ پہونچ سکیں ملیں۔ چہرے پر بھی دو دو دفعہ ہاتھ ملیں (اگر چہرے پر زیادہ ملنا ٹھیک نہیں ہے)

کلائی سے شانوں تک چڑھتی ہوئی مالش کیجئے سیدھے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کو اور بائیں سے دائیں ہاتھ کو۔ اسی طرح پیروں کی مالش ٹخنوں سے پورے پیروں کی مالش ایکساں چڑھتی ہوئی دونوں ہاتھوں سے کریں۔ ایک پیر کو ملنے کے بعد دوسرے پیر کو اسی طرح ملیں۔ ہاتھوں کی انگلیاں۔ نیچے۔ پیروں کے تلے اوپر۔ انگلیاں ایڑی غرض کل جسم کی حتی الامکان مالش کیجئے۔ ایک ایک جگہ دس دس دفعہ کریں دوران خون کو پوری طرح مدد ملے گی اور پھر کاہلی، سستی، اعضار شکنی، سب باتیں دور ہو کر طبیعت ہلکی پھلکی ہشاش بشاش ہو جائے گی، اور بڑا فائدہ یہ ہے کہ جسم کی تمام رگیں اچھی حالت میں رہیں گی اور خون کی روانی ایکساں ہوگی۔ اصل بات یہ ہے کہ طبیعت کو سست بنانے کی وجہ ہی دورانِ خون کی بے ترتیبی ہے اور اسی وجہ سے انسان مضمحل اور سست ہوتا ہے۔ کسی وجہ سے اگر جسم پھول گیا ہو تو اسے بھی یہی مالش ٹھیک کر دے گی۔ اگر پیروں پر ورم ہو تو بھی رفتہ رفتہ کم اور کم ہو کر جاتا رہے گا۔ اس وجہ سے ہاضمہ بھی درست رہیگا۔ ہر شکایت کو رفع کرنے کا سامان مالش ہے۔ مگر اس میں بڑی اور کڑی شرط یہ ہے کہ روزانہ بلا ناغہ کرتے رہیں۔ سب سے بہتر وقت صبح کا ہے اور اس وقت مالش کرنا زیادہ افضل سمجھتی ہوں۔ ذرا سی ہمت اور کوشش سے انسان بہت بہتر تندرستی کو رکھ سکتا ہے۔

مالش کرنے وقت بھی قوت ارادی کو بہت بڑا دخل ہے۔ عزم صمیم کے سامنے ڈاکٹر طبیب حکیم کے بلانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ انسان کی ہر حرکت کا تعلق قوت ارادی یا ارادۂ دلی سے ہے۔ مگر عام طور سے اس بیش بہا طریقہ کا استعمال ٹھیک طرح نہیں ہوتا، جو خداوندکریم نے ہمکو بخشا ہے اور ہم میں موجود ہے۔ زندگی جتنی بھی ہونی ہے ہوگی مگر جینا بھی دو طرح کا ہے۔ ایک یہ ہے کہ نہ جیتے ہیں نہ مرتے ہیں، بظاہر زندہ مگر حالت مُردوں کی، ہر وقت بیمار اور صاحب فرش۔ دوسری طرح کا جینا جو سب سے اعلیٰ اور سب سے افضل ہے وہ تندرست رہ کر زندگی کا لطف اُٹھانا اور اس کے حاصل کرنے میں ارادۂ دلی سے کام لیتے رہنا نہایت ضروری ہے اُٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے سوتے جاگتے ہر حالت میں قوت ارادی کو پیش نظر رکھنا چاہیئے۔ تاکہ طبیعت اس طرف راغب ہو جائے۔ پہلے زمانے کے لوگوں کے مزاج میں نمایش کا دخل کم ہوتا تھا۔ اس لیے قوت ارادی ان لوگوں کے قبضہ میں تھی۔ آج کے زمانے میں زیادہ تر نمود و نمایش دکھاوا اور ظاہرداری کثرت سے پائی جاتی ہے۔ اس لیے قوت ارادی بڑھنے نہیں پاتی۔ ذرا ذراسی تکلیفوں کا سامنا آجکل بغیر معالج کی مدد کے بہ مشکل ہو سکتا ہے۔ میں تو یہ نقشہ دیکھ رہی ہوں کہ کسی کو ذراسی بھی شکایت ہو گئی تو اپنی طبیعت پر زور نہ دینگے اور ارادۂ دلی کو مقدم چیز نہ سمجھیں گے۔ بلکہ سب سے اول ڈاکٹروں کے دروازے کھٹکھٹانے جائیں گے۔ یا شفا خانے بھاگیں گے، ارادۂ دلی کو پیش نظر نہ رکھ کے اپنی گھریلو دواؤں کا استعمال بیکار اور ہیچ سمجھ لیا۔ یہ سخت افسوس ہے کہ ”لکچر“ پہ لکچر پینے سے ہم خود نمونہ ”لکچر“ بن کر کسی کام کے نہیں رہتے۔ تیز اور تیز تر دواؤں کے پینے سے قوائے انسانی کو نقصان پہنچتا ہے۔ اور کمزوری کا شکار ہو کر رہتے ہیں۔ تمام زندگی اسی طرح گذرتی ہے اور بستر پر پڑے زندگی کے دن گنا کرتے ہیں! اس زمانے میں غریبوں کی بھی یہ کیفیت ہے کہ گھریلو نسخوں کی واقفیت سے بالکل کورے ہو رہے ہیں۔ ان کو بھی یہ بہت سہل معلوم ہوتا ہے کہ شفا خانے چلے جائیں اور وہیں سے اپنی چارہ جوئی کریں، اپنے گھر میں کسی کو کوئی نسخہ یاد بھی ہو تو اعتبار کس کو ہوتا ہے جو بتایا جائے، اس طرح عمدہ عمدہ مجرب نسخوں کا خاتمہ ہو چلا ہے؛

امریکہ میں میں نے دیکھا ہے کہ قوت ارادی کو حقیقی معنوں میں لوگ سمجھنے لگے ہیں۔ اور اسکا استعمال اسی مادر وطن ہندوستان سے سیکھا ہے اور ان لوگوں نے اسقدر کارآمد طریقے پیدا کیے ہیں کہ برسوں گذر جاتے ہیں اور ڈاکٹروں کا قدم گھر میں نہیں آتا، بچے بالے جوان بوڑھے سب قوت ارادی کا مفہوم سمجھ کر زیست کو مرتب کرتے ہیں۔ اسواسطے زیادہ سے زیادہ عجیب وغریب کارآمد قوتیں (جو فطری طور پر ہر شخص میں موجود ہیں امراض سے انکو دور رکھتی ہیں) وہ لوگ انکے استعمال کرنے پر عادی ہو رہے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ عادت

اور توجہ دلی سے بہت کچھ حاصل ہوسکتا ہے۔ بعض خطرناک جراحی معاملوں کو قوت ارادی ہی نے روک دیا ہے +

امریکہ میں بعض انوکھے مریضوں کے معالجے سُنے اور اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو دیکھنے کا اتفاق ہوا جنہیں ڈاکٹر جواب دے چکے تھے اور کوئی نجات کا راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ ویسے لوگ صرف ارادہ دلی کی قوت سے تندرست ہوگئے۔ اور یہ واقعات بالکل صحیح ہیں۔ ہم لوگ بھی وہیں سے قوت ارادی کے استعمال کو سمجھنے کے قابل ہوگئے اور خدا کا شکر ہے صحت اب اچھی رہتی اور زندگی آرام سے گذرتی ہے نہ آئے دن کی بیماریوں کے شکار رہتے ہیں نہ پہلے کی طرح ڈاکٹروں کی ضرورت ہوتی ہے +

زہرا بیگم فیضی بمبئی

شفق

شام کی خموشی میں شفق کا دل فریب منظر دیکھ کر میرے جذبات میں ایک ہیجان پیدا ہوگیا اور اپنے تخیلات کی دنیا میں محو ہوکر یہ معلوم کرنے کی کوشش کرنے لگی کہ آخر اس کے چہرے سے غم واندوہ کے آثار نمایاں ہیں۔ یا مسرت وبہجت آشکارا ؟ فرط خوشی سے اسکا چہرہ سُرخ ہے۔ یا کسی دردِ پنہاں سے اسکا دل خون رو رہا یا کسی سوزِ نہاں کی آگ میں جل رہا ہے ؟ کیا عروس شب کی جلوۂ فروزی کے لیے ملائکہ قدس نے سُرخ مسند بچھا رکھی ہے ؟ کسی سرسبز و شاداب گلشن کا پرتو ہے ؟ یا خورشید درخشاں کا عکس رخسار کسی بے گناہ مظلوم کے لہو سے اس کے ہاتھ سُرخ ہیں۔ کسی بے کس آہ شرربار یا کسی حسرت نصیب کی پُرالم داستان حیات سے اسکا سینہ فگار ہے ؟ نہیں یہ کچھ نہیں ! درحقیقت نیر تاباں کی غم جدائی میں پیر گردون خون نابہ بار رہا ہے !!!

ایم۔ بانو (حیدر آباد دکن)

پیرس کے کچھہ حالات

مَیں پیرس کے کچھہ حالات اپنے چچا جناب نصیر الدین ہاشمی صاحب کے ایک خط سے بکر عنوان بالا سے عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لیے پیش کرتی ہوں نیز نہایت خوشی کے ساتھہ لکھتی ہوں کہ چچا صاحب موصوف اب بفضلہ اپنی کتاب کے لیے کافی مواد جمع کرکے ایک سال کے بعد حیدر آباد تشریف لے آئے ہیں"

حفیظہ جمال

"ببلیاتک دی نیشنل (قومی کتب خانہ پیرس) میں اُردو کے صرف (۵۱) مخطوطے ملے مگر دقت بڑی تھی کیونکہ" ہندوستانی" کے نام سے کئی سو کتابیں تھیں اور روزانہ صرف دس سے زیادہ نہیں مل سکتی تھیں اور جب تک کتاب کو دیکھا نہ جائے کیٹلاگ سے کچھہ نہ معلوم ہو سکتا تھا۔ کبھی ایسا ہوتا تھا کہ دس کے دس مرہٹی یا تلنگی یا سنسکرت وغیرہ ہوتے تھے اور یہ دن گویا بالکل بیکار جاتا تھا۔

غرض خدا خدا کرکے تمام کتابیں ختم ہوئیں اور فن کے لحاظ سے انکو ترتیب دیکر فرنچ زبان میں لکھا گیا۔ اس طرح صرف اُردو کتابوں کی جدید کیٹلاگ مرتب کرکے کتب خانہ کو دی گئی۔ فہرست شائع ہونے والی ہے۔ گویا اُردو کتابوں کی کیٹلاگ مصنفہ ہاشمی صاحب رہے گی۔

" اچھا اب چلتے ہوئے ایک نظر پیرس پر کرلو۔ مگر اس امر کی اجازت نہیں دیتا کہ ہر مقام جس کی صراحت آئے گی تم جاکر دیکھو بلکہ باہر سے دیکھنا کافی ہوگا۔

دیکھو وسط شہر میں" اوپیرا" ہے یعنی گورنمنٹ کا تھیٹر ہال نہایت خوبصورت عمارت ہے، اس کے ہرطرف راستے ہیں۔ یہ بیچ میں واقع ہے۔ ایک راستہ سے تم چلیں تو" لوور" پہونچ جاؤگی جو کسی زمانہ میں شاہان فرانس کا شاہی قصر تھا۔ اب عجائب خانہ ہے۔ عمارت کی وسعت اور شان واقعی فرانس کی عظمت کو ظاہر کرتی ہے۔ اندر کے اشیاء میں" آرٹس" حیرت انگیز ہیں دنیا بھر میں کہیں دستیاب نہ ہونگے۔ ہاں تو اب اوپیرا کے دوسرے راستہ پر ہولیں تو کوک کے آفس تک پہونچ جاؤگی جو راستہ مڈلینا کہلاتا ہے۔ راستہ میں شاپ اور رسٹورنٹ کے اشیاء کی قیمت ناقابل بیان دیکھو سامنے کا رسٹورنٹ! کیا تم نے دیکھا؟ سُرخ مخمل کی کرسیاں۔ تمام امریکن ہیں جن کی دولت بے اندازہ ہے ذرا اور آگے جاؤ دیکھو" بلو" رسٹورنٹ۔ ہر شئے آسمانی رنگ کی فرش فرنیچر، دیواروں کا رنگ برتن یہاں تک کہ کام کرنیوالے سب آسمانی رنگ کے ڈریس میں اور پھر شاندار یہ ہے فرانس کی دولت!

کوک آفس سے سیدھے چلیں تو اُس مقام پر پہونچتے ہیں جہاں نپولین کی فتح مصر کی یادگار میں ایک ستون آسمان سے باتیں کرنے والا قایم کیا ہے جس میں مصری الفاظ کندہ ہیں، اس کے دو طرف بڑے بڑے حوض بنے ہوئے ہیں۔ مقام کی کشادگی اور موٹروں کی کثرت تعجب انگیز ہے۔

چند قدم طے کرنے پر تم کو دریائے سین موج مارتا ہوا نظر آئے گا۔ اب یہاں ہی سے دوسری طرف چلو۔ ایک طرف دریا کے بازو بازو ہیں تو پھر "لور" پہونچ جاؤ گی جس کا باغ تقریباً ایک میل لمبا ہے۔ اور ایک طرف دریا سے کسی قدر فاصلہ پر آؤ تو دُنیا کی مشہور ترین سڑک پر پہونچ جاؤ گی جسکو جاہل ہندوستانی ربڑ کا راستہ تصور کرتے ہیں یہ راستہ "شان زلیزا" کہلاتا ہے +

اگر شان زلیزا سے آگے چلو تو جنگل میں پہونچ جائیں گے مگر جنگل ہندوستان اور حیدر آباد کا نہیں بلکہ یورپ کا جنگل جو اپنی آپ نظیر ہوتا ہے تیسرے راستہ پر یعنے "لور" کو جانے والے راستہ کے بالکل مقابل تم کو اول وہ عمارت نظر آئے گی جہاں ہر سال نمایش ہوا کرتی ہے۔ اس کی دو عمارتیں ہیں اور دونو نہایت عمدہ اس کے آگے چلو تو "الما" مقام پر پہونچتے ہیں۔ دیکھو سامنے کا رسٹورنٹ جو خاص طور سے سڑکوں کا ہیڈ کوارٹر ہے۔ اس کے بازو ایک راستہ ملے گا جو جنگ کے بعد "جارج دی ففتھ" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ یہاں فرانس کے ذی عزت اور مال دار لوگ رہا کرتے ہیں۔ کسی قدر دوسری طرف ہم سیدھے چلے جائینگے تو "ورسائی" پہونچ گئے ہیں جس کا حال آگے آئے گا۔ اَب دریا کو عبور کر کے دوسری طرف ہو جاؤ۔ دیکھو آفل ٹور نظر آتا ہے جو قطب مینار سے بلند ہے اس کے تین درجے ہیں۔ ہر درجہ پر رسٹورنٹ ہے۔ اوپر برقی گاڑی سے جاتے ہیں۔ رات کو روشنی کے حروف سے موٹر کا اشتہار نظر آیا کرتا ہے۔ اس کے بالکل سامنے نپولین کا مقبرہ ہے۔ جو واقعی ایک عظمت رکھتا ہے۔ اسی طرف چلو (مگر معلوم رہے کہ ہم ندی کے دوسری طرف سے گویا واپس ہو رہے ہیں) اب ایسے مقام پر پہونچ گئے جسکا نام "مومارت ہے" یہاں کئی ایک رسٹورنٹ ہیں جس میں آرٹ کے عمدہ عمدہ نمونے دیواروں پر لگے ہوئے ہیں یہاں فرانس کے مورخ۔ فلسفی۔ آرٹس۔ ڈاکٹر اور لکچرار غرضکہ قابل افراد کا مجمع ہوتا ہے مگر مخصوص نہیں ہر شخص جا سکتا ہے۔ اب اور آگے بڑھو۔ یہ ایک باغ ہے۔ اس تفریح کے بعد اور آگے آؤ یہ یونیورسٹی ہے جو "ساربان" کہلاتی ہے۔ یہ راستہ "سمورا" ہے جہاں اکثر ہندوستانی طلبہ رہا کرتے ہیں اس سے اور آگے چلو یہ مسجد ہے۔ اس سے آگے کی خبر نہیں مسجد واقعی قابل دید ہے اور اسلامی شان کو ظاہر کرتی ہے۔ "ورسائی" فرانس کے بادشاہوں کا مسکن تہا۔ یہاں تک کہ پیرس کی آبادی اَب بہی ہے۔ "ورسای" قابل دید مقام ہے۔ اس کا باغ ایران شاہی اور جنگل غرض ہر شئے لایق تعریف ہے خصوصاً ایکشنبہ کو ناقابل بیان مجمع ہوتا ہے اپیرا کے ایک دوسری طرف پیرس کے مشہور تھیٹر ہیں +

پیرس کی دولت سب امریکن اور دیگر سیاحوں سے وصول ہوتی ہے، فرانس کی موسیقی میں عربیت ہے۔ یہاں کی گفتگو میں عربی الجھ ہے۔ فرانس کے راستوں اور مقام وغیرہ کے نام سے عربیت ظاہر ہوتی ہے راستوں کے نام۔ سرمورا۔ شامی نسل۔ مولینا۔ مرمات۔ مرماس۔ ساربان وغیرہ اس کی تائید کرینگے۔

انگریز لوگ لباس کی تراشی میں فرانس سے کم ہیں مگر ادنیٰ سے ادنیٰ مزدور بھی پورے لباس میں ہوگا۔ کالر اور ٹائی ضرور ہوگی۔ مگر فرانس میں مفقود ہے۔ مزدور صرف قمیص۔ پتلون اور کوٹ میں نظر آئیں گے۔ عورتوں کا لباس اپنی تراشی کے لیے مشہور ہے۔ اسی کے ساتھ انکا بناؤ سنگار بھی مشہور۔

یورپ اور عموماً فرانس کا ایک طبقہ لہو ولعب میں معروف ہے جس کے باعث کہا جاتا ہے کہ تباہی لازمی ہے مگر دوسری طرف ہمکو یہ بھی نظر آئے گا کہ مؤرخ۔ فلسفی۔ سائنس داں وغیرہ اپنی اپنی تحقیقات میں مصروف ہیں۔ صبح سے شام تک ایجادات اور معلومات میں وقت صرف کرتے ہیں اور اپنی حیرت انگیز دریافت سے دُنیا کو آگاہ کرتے ہیں۔

فرانس کے صنعتی اشیاء میں ریشمی پارچہ۔ عطر۔ اور شراب خاص طور سے مشہور و معروف ہے۔ ہندوستان میں ساڑیوں کے لیے جو ریشمی کپڑے آتے ہیں وہ تمام فرانس کے ہیں۔ لندن میں مجھے کسی دوکان میں ۱½ گز عرض کا ریشمی کپڑا نظر نہیں آیا۔ کیونکہ وہاں اس قدر عرض کا کپڑا استعمال نہیں ہوتا۔ لیکن یہاں دوکانوں میں آویزاں نظر آتے ہیں۔

عطر کے صدہا اقسام ہیں۔ بعض عطر کی بُو سے ہندوستانی عطر کا دھوکا ہوتا ہے۔ پیرس کے متعلق بہت کچھ لکھا مگر ہنوز نا تمام اور نامکمل سمجھو۔ کیونکہ پیرس کے عجائبات۔ پیرس کی خوبصورتی۔ پیرس کی دلچسپی۔ پیرس کی تجارت اور صنعت وحرفت پیرس کے کھیل تماشے غرض کہ ہر شے ایک طویل داستان چاہتی ہے۔

مختصر طور پر یوں خیال کرو کہ پیرس گویا باغ ہے اور پیرس کے مکانات باغوں کے مکانات ہیں۔ یعنے جس طرح ایک وسیع باغ میں متعدد مکانات ہو سکتے ہیں اسی طرح یہاں کی حالت ہے عام مکانوں کا صحن تو نہیں ہوتا۔ بس راستہ اس کی چمن بندی ہے گویا اس کے صحن اور خانہ باغ ہیں جدھر جاؤ خوشنما حوض فوارے اُچھلتے ہوئے ہیں اور سبز مخملی فرش بیٹھنے کے لیے۔"

حفیظ جمال بنت عبدالرؤف صاحب آصف آباد دکن

سیر گلمرگ

باغبان قدرت نے چمنستان کشمیر کو جنت الدنیا بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ ایسے ایسے مقامات فرحت بخش و صحت آور دلفریب و دلکشا مناظر کی جیتی جاگتی تصویریں ہیں جن کو انسان مدت العمر دیکھے اور سیری نہو۔ ان میں سے ایک یہ پہاڑی حصہ ہے جسکو گلمرگ کہتے ہیں یعنی پھولوں کا میدان جو اسم بامسمیٰ زمانہ بہار میں ہو جاتا ہے۔ خود سرینگر کی بلندی سطح سمندر سے ساڑھے پانچ ہزار فیٹ ہے یہ پہاڑی رقبہ اسپر مستزاد دو ہزار فیٹ سرینگر سے بلند تر ہے۔ جون اور جولائی میں سرینگر سے لوگ خصوصاً یورپین سیاح گلمرگ چلے جاتے ہیں جہاں طرح طرح کی دلچسپیوں کے سامان و اسباب فراہم کرلئے ہیں۔ کسی غیر اختیاری سبب کو چھوڑکر کوئی سیاح سرینگر جائے اور گلمرگ کو کم سے کم ایک بار بھی اگر نہ دیکھے تو ایک ناقابل تلافی فروگذاشت ہوگی۔ چاہیئے تو یہ کہ کچھ دنوں وہاں جاکر رہے اور وہاں کی خوشگوار و صحت بخش آب ہوا سے فائدہ اٹھائے، بہرحال ہم لوگ گاندربل سے بتاریخ ۱۱ اگست گلمرگ دیکھنے کے لئے گئے۔ صبحکو ناشتہ اور چائے سے فارغ ہونے کے بعد کھانے کی چیزیں ٹفن باسکٹ اور ٹفن کیریر میں رکھکر موٹر میں سوار ہوئے۔

گاندربل سے گلمرگ چالیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ سرینگر ہوکر جہلم ویلی کی اس سڑک پر جو بارہ مولا ہوکر راولپنڈی کو جاتی ہے ہم پہنچے یہ سڑک بہت لمبی ہے دونوں جانب سربفلک لمبے لمبے سفیدے کے درخت جو بے شمار ہیں میلوں ملتے گئے۔ دونوں جانب ان درختوں کی قطار کے باہر سبزہ زار اور دھانی رنگ کے تر و تازہ دہان کے کھیت لہلہا رہے تھے، بارہ مولا والی سڑک کو چھوڑکر ہم گلمرگ والی سڑک پر مڑے تین چار میل کی مسافت طے کرنے کے بعد عجیب دلکش و پرفضا رقبہ زمین ملا تمام وادی کشمیر میں اتنا چوڑا رقبہ جو پہاڑوں اور نالوں سے مبرا ہے اور کہیں نہیں دیکھا۔ اس کی دلکشی ایسی تھی کہ جی چاہتا تھا کہ یہ سفر ختم نہ ہو اور اسے دیکھا ہی کریں۔ سفیدے کے درختوں کی دو رویا قطاریں بیچ میں بہت صاف اور ستھری سڑک۔ دونوں جانب ان درختوں کی قطاروں کے باہر میلوں مسطح رقبہ جس پر وہاں کے کھیت لہلہا رہے اور آنکھوں کو خیرگی بخش رہے تھے ایک جانب ہمالیہ کے پہاڑوں کا سلسلہ بیس پچیس میل کے فاصلہ پر ہوگا بہت ہی دھندلا دھندلا دکھائی دے رہا تھا دوسری طرف دوسرے پہاڑوں کا سلسلہ کوئی بارہ تیرہ میل کے فاصلہ پر دکھائی دے رہا۔ دہانوں

کے کہیت نہایت تر و تازہ تہے نہریں اور پہاڑی چشموں کا اور برف پگھلنے سے جو پانی پہاڑوں سے آتا ہے ان سے ان کہیتوں کو سیراب کرتے ہیں۔ پانی کے یہ نالے بہی جا بجا عجب انداز سے بہ رہے تہے۔ یہ سماں پانچ چھہ میل تک رہا۔ اس کے بعد وہی پہاڑوں اور نالوں کا سلسلہ سڑک کے قریب دونوں طرف آ گیا۔ ساڑھے نو بجے ہم ٹنگ مرگ میں پہنچے۔ یہ مقام گلمرگ کے دامن میں ہے یہ بہی سرینگر سے سات سو فیٹ بلند ہے مگر موٹر کے چلتے وقت یہ نہیں معلوم ہوتا تہا کہ ہم کسی بلند مقام پر جا رہے ہیں اس کی بلندی بتدریج ہے جو محسوس نہیں ہو سکتی ہے۔ البتہ دونوں جانب کے مناظر سے یہ معلوم ہوتا تہا کہ ہم بلندی پر جا رہے ہیں۔ سڑک تو اونچی ہوتی جاتی تہی کہیت جہیل اور چشمے نیچے بہتے دکہائی دیتے تہے عجیب دلفریب مقام ہے اس طرف کے پہاڑ بہی تر و تازہ چیڑ کے بڑے بڑے قد آور درختوں کے گھنے جنگل ہیں۔ ٹنگ مرگ میں ایک ڈاک خانہ اور تار گہر ہے۔ چند دکانیں اناج اور غلہ وغیرہ کی ہیں ایک مسافر بنگلہ سرکاری ہے ایک رسٹ ہوس آرامگاہ ہمارا جہ کے قیام کے لیے ہے یا انکی اجازت سے کوئی ٹہرے۔ مسافر بنگلہ میں ہر کس و ناکس کرایہ مقررہ ادا کرنے پر قیام کر سکتا ہے۔ جو لوگ گلمرگ جانے کے لیے آتے ہیں۔ ٹنگ مرگ میں اوپر جانے کے لیے سواریوں کا انتظام کیا جاتا ہے۔ ٹٹو یا ڈانڈی سے کرایہ لیتے ہیں، ڈانڈی ایک ڈولی کی شکل کی سواری ہے جس کو چار کہار اٹہاتے ہیں دو اور فالتو اس لیے رہتے ہیں کہ بلندی پر چڑہنا ہوتا ہے تہوڑی دور جانے کے بعد جو کہار تہک جاتا ہے اس کے عوض ان دو میں سے کوئی کاندہا بدلتا جاتا ہے۔ جملہ چھہ آدمی ساتھ رہتے ہیں۔ ٹنگ مرگ میں جب ہم پہنچے تو ٹہیکہ دار کا آدمی دریافت کرنے کے لیے آیا کہ کتنے ٹٹو اور کتنی ڈانڈیاں چاہئیں۔ میں نے ایک ٹٹو حیدر مرزا کے لیے لیا آمد و رفت کا کرایہ ۱؎ ٹہرا ایک ڈانڈی میرے لیے اور ایک بیرسٹر صاحب کے لیے۔ یہ ڈانڈی ٹہیکہ دار کی ملکیت ہوتی ہے ٹہیکہ دار نے بہت سے مزدور جو ڈانڈیاں اٹہاتے ہیں یعنی کہار کا کام انجام دیتے ہیں نوکر رکھہ لیے ہیں۔ مزدوروں کو فی رسہ بارہ آنہ کے حساب دیا جاتا ہے مگر اس رقم کا زیادہ حصہ ٹہیکہ دار ہضم کرتا ہے۔ مزدوروں کو فی نفر ماہانہ دس روپے دیتا ہے۔ روزانہ گویا پانچ آنے ملتے ہیں اسقدر محنت شاقہ اتنی قلیل مزدوری پر غریب کرتے ہیں روزانہ پہاڑ کی چڑہائی اترائی میں پسینے پسینے ہو جاتے ہیں۔ گلمرگ گو صرف دو ہزار فیٹ بلند ہے مگر سڑک جو چکر کہاتی ہوئی ہے اس کی مسافت دو میل ہے مگر پہاڑ کی چڑہائی کے دو میل غضب کے ہیں ٹہیکیدار قوم کا یورپین ہے نام نیڈو ہے جسکا ایک ہوٹل گلمرگ میں ہے اور ایک عظیم الشان ہوٹل سرینگر میں دوسرا لاہور میں ہے۔ نیڈو جو ہوٹلوں کا بانی تہا وہ مرگیا اس کے کئی فرزند ہیں سب سے بڑا

۱؎ کرایہ فی ڈانڈی ۱۲ٰ۔

جس کے قبضہ میں کل جایداد ہے مسلمان ہوگیا ہے نماز و روزہ کا پابند کلام مجید برابر پڑھتا ہے اسلامی نام اسکا عبدالرحیم ہے مگر مشہور جانی بابا ہے سُنا ہے کہ اس کی ایک لڑکی بڑی نمازگزار اور پرہیزگار ہے اس نے شادی نہیں کی اور یادِ خدا میں مصروف رہتی ہے۔ خدا جسے نیک توفیق دے۔ ٹٹو کے مالک مختلف لوگ ہیں جو زیر اثر اسی ٹھیکہ دار کے ہیں۔ ٹھیکہ منجانب اسٹیٹ ملتا ہے کئی سال سے برابر اسی کو مل رہا ہے اس کی دولت اور اثرات کے مقابلہ میں کوئی دوسرا ٹھہرتا نہیں۔ راستوں کے اکثر مسافر بنگلے بھی نیڈو کے ٹھیکہ میں ہیں۔ بڑا نیڈو جو مرگیا قوم کا اٹیلین تھا۔ یہ بڑا غضب ہے کہ ایک ٹھیکہ دار نے مناپولی کرلی ہے۔

علاوہ ان مزدوروں کے جو ڈانڈی کے ساتھ رہتے ہیں سامان اُٹھانے اور باربرداری کے لیے جو مزدور لیے جاتے ہیں انکو بھی فی رستہ بارہ آنہ دینا ہوتا ہے اور یہ بھی ٹھیکہ دار ہی کے آدمی ہوتے ہیں اور وہی دس ٹکہ مانا نہ ٹھیکہ دار سے غریب مسلمان پاتے ہیں۔ سری نگر اگرچہ اسقدر بلندی پر ہے مگر گرمی ہے ٹنگمرگ کو بمقابلہ سرینگر کے ٹھنڈا پایا دس بجے ہم لوگ ڈانڈیوں میں چکردار سڑک پر سے چلے ایک طرف پہاڑی دوسری طرف خندق جیسا کل پہاڑی سڑکوں کا قاعدہ ہے۔ پہاڑوں پر تمام جنگل ہے۔ بڑے بڑے غار اور خندق جنگل سے چھپے ہوئے بعض مقام پر جہاں بڑے درخت نہیں ہیں غار دکھائی دیتے ہیں جو کمزور دل والوں کو دہلا دیتے ہیں۔ ان جنگلوں میں دیا دوتہ دیودار کے درخت اور ایک قسم کا درخت کشمیری زبان میں جسکو بدلو کہتے ہیں سرو کے مشابہ ہوتا ہے بہت ہیں۔ اور کاؤر کے درخت بہت ہیں۔ بدلو نہایت خوشنما درخت ہوتا ہے دکن خصوصاً حیدرآباد کے باغوں میں کہیں کہیں دکھائی دیتا ہے بغرضِ زینت و آرائش چمن میں نصب کرتے ہیں اور بڑی احتیاط سے سایہ دار مقام پر نصب کرتے ہیں۔ حیدرآباد میں اس کی قدر قیمت بہت ہے برعکس اس کے گلمرگ کے جنگلوں میں ہزاروں درخت خودرو اور کس مپرسی کی حالت میں کھڑے ہیں سانپرس جو ایک قسم کا سرو ہے اس کے درخت اور تیز شمشاد کے درخت بھی بافراط ہیں۔

یہ بیچارے مزدور جو ہمکو ڈانڈی میں لیجا رہے تھے تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ٹھہر جاتے ہیں ڈانڈی سے بعض وقت اُتر کر پیدل چلنے لگتی تاکہ ان کو عافیت ہو مگر بیرسٹر صاحب ایک قدم بھی پیدل نہ چل سکے حیدر علی مرزا کبھی اپنے ٹٹو کو دوڑاتے کبھی اُتر کر ٹٹو سے پیدل چلتے۔ دو ہزار فیٹ کی بلندی ٹھیک دو گھنٹہ میں طے کی اور بارہ بجے اوپر پہنچ گئے۔ اوپر بہت سا حصہ مسطح ہے جابجا نشیب و فراز ہے۔ چھوٹے چھوٹے چوبی مکانات ہیں جنکو ہٹ کہتے ہیں اور سب کے دروازوں پر نمبر لگے ہیں تاکہ آسانی سے مکین کا پتہ لگے یعنی فلاں شخص فلاں نمبر کے ہٹ میں ہے۔ مختصر سی جگہ ہے یہاں محلے اور سڑکیں کہاں ایک جانب تھوڑا سا کھلا ہوا میدان ہے جہاں انگریز گالف اور ہاکی کھیلتے ہیں۔

صغرا ہمایوں مرزا از حیدرآباد دکن

اے امّی کے لختِ جگر

تو کبھی اپنی امی کو داغِ فرقت نہ دے

اے امی کے لختِ جگر، اے معصوم پیارے بچے تو کبھی اپنی امی کو داغِ فرقت نہ دے! جوان ہو اور شباب کی دلفریب ادائیں دکھا مگر وہ غنچۂ حسرت نہ بن جو بے کھلے مرجھا جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ تو اپنی امی سے جدا ہونے کے بعد جنت کے دلفریب مناظر کا لطف اٹھائے گا۔ وہاں کی دودھ بھری نہروں سے پیٹ بھرے گا۔ شہد کی ندیاں تیری ملکیت ہونگی۔ حوریں تیری خدمت کے لیے دست بستہ کھڑی ہونگی۔ آنکھوں کو چکا چوند کرنے والے لعل و یاقوت تیرے محل کی دیواروں میں لگے ہونگے۔ تو جنت کے خوشبودار اور رنگا رنگ پھولوں کی سیجوں پر سوئے گا۔ تیرے ہم عمر تیرے ساتھی ہونگے اور اس دُنیا کی نیرنگیوں سے تیری آنکھیں محفوظ اور یہاں کی سیہ کاریوں سے تیرا نازک دماغ نا واقف رہیگا۔ غرض تیری زندگی ہر طرح کے عیب سے پاک اور خیالی زندگی ہوگی ......!

مگر یاد رکھ تو اپنی امی سے جو جنت کی حوروں کی سردار ہے اور جس کے تلووں کے نیچے جنت ہے ایک عرصہ دراز تک جدا ہو جائیگا۔ تیری جدائی کا داغ اس کے سینہ سے مٹائے نہ مٹے گا۔ اس کی زندگی کا ہر لمحہ بےچینی سے گذرے گا اُسوقت جب دُنیا اور دنیا کی تمام چیزیں نیند کی گہری موجوں میں غوطہ زن رہینگی تیری امی تیری یاد میں دیوانہ وار گھر کی دیواروں سے ٹکریں مارتی رہیگی۔ مگر تو...... ہرگز ہرگز نہ ملیگا۔ جب تجھے یاد کرکے وہ روتی روتی سو جائے گی تو تیرا خیال اُس کے روبرو تیری تصویر پیش کریگا۔ وہ اُس تصویر سے باتیں کرے گی ایک نہیں دو نہیں بلکہ بے شمار بوسے تیری معصوم صورت پر برسائے گی .... مگر آہ! جب آنکھ کھلے گی تو نہ تو رہیگا اور نہ تیری جیتی جاگتی تصویر بلکہ وہی تیرا خیال اور تیری جدائی کا داغ!

جب دوسری عورتیں اپنے بچوں کو گود میں لیکر جو تیری جنت سے بھی ہزار درجہ دلفریب ہوگی تیری بدنصیب امی کے پاس سے گذرینگی تو تیری یاد اُسکے دل میں تازہ ہو جائیگی۔ تیری ہر وہ ادا جو اس کے دل میں گہرے نقوش بنا چکی ہے اُمڈ اُمڈ آنسو رلائیگی! اسکی آنسوں بھری آنکھیں تیرے دیدار کو ترستی ہونگی۔ اُسکے کان تیرے بے معنے مگر شیریں الفاظ سننے کے خواہاں ہونگے۔ اسکی گود تیرے بے ہمیشہ خالی رہیگی۔ اسکے ہونٹ تیرے ایک بوسہ شیریں کے لیے بیتاب ہونگے...... غرض اسکی حالت قابلِ رحم ہو جائیگی۔

مگر تجھے جنت کے دلفریب مناظر ایسے بھا جائینگے کہ تو اپنی پیاری امی کو بھول جائیگا نہ تجھے اُسکے غم کی پرواہ ہوگی نہ اسکی قابلِ رحم حالت کی۔ بلکہ تو بے رحم اور بیوفا ہو جائیگا! اسلئے اے بچہ تجھے میرا ہمدردانہ پیام ہے کہ تو ہرگز ہرگز اپنی امی کو داغِ فرقت نہ دے اور وہ غنچۂ حسرت نہ بن جو بے کھلے مرجھا جاتا ہے!

شاما ازکرنول

مغالطہ

(۱)

پروفیسر جمیل شب کے سات بجے مکان پر خوشی خوشی پہنچے کیونکہ آج انہیں وہ علمی کامیابی نصیب ہوئی تھی کہ شاید ہی کسی کو میسر ہوئی ہو۔

آل انڈیا مسلم "علمی اکاڈمی" میں ہر سال ہندوستان بھر کے علما فضلا سائنسداں شعرائے نازک خیال ادبائے باکمال جمع ہوتے تین ماہ پیشتر اخبارات میں شائع ہوتا کہ فلاں فلاں عنوانات پر جلسے میں مضامین آنے چاہئیں۔ نظموں کے لئے ایک معیار رکھا جاتا جس کے اشعار سلاستِ زبان طرزِ بیان اور اسلوب میں عمدہ ہوتے نقرئی تمغے کے مستحق قرار دئے جاتے اور عمدہ مفید مضامین پر طلائی تمغے تقسیم ہوتے۔ اس سال تینوں مضامین پر اول درجہ کے تمغوں کا اعلان ہوا تھا "ارتقائے سائنس" "ماضی وحال کا ادب" ایک ایسی نظم جس میں اسلام کا گذشتہ اور موجودہ نقشہ کھینچا جائے لیکن اشعار میں اضافت بالکل نہ ہو۔

اس عظیم الشان جلسے میں کامیابی کا سہرا پروفیسر جمیل کے سر باندھا گیا۔ انکی نظم و مضامین اول درجہ کے انعام کے مستحق ٹھہرے۔ صدر جلسہ ایک بزرگ جہاں دیدہ عالم تھے ایک مختصر تعریفی تقریر کے بعد اپنے ہاتھ سے تمغے جمیل کے سینے پر آویزاں کرتے ہوئے مبارکباد دی۔ نعرہ ہائے مسرت اور تالیوں کی گرنج میں جمیل ہال سے باہر نکلے ان کا دل خوشی۔ فخر علمی غرور و ناز سے پھولا نہ سماتا تھا چہرہ وفورِ مسرت سے گلابی ہو رہا تھا۔ دوست احباب انہیں پُر عظمت نگاہوں سے دیکھتے تھے۔

جمیل نے گھر پہنچ کر بغیر لباس تبدیل کئے ملازمہ سے پوچھا "بیگم کہاں ہیں" ملازمہ نے کہا "اپنے کمرے میں" جمیل سیدھے بیوی کے کمرے کی طرف گئے باہر ٹھہر کر پوچھا "میں اندر آسکتا ہوں" ایک ناگوار لہجہ میں جواب ملا "اگر اشد ضرورت ہو تو شوق سے"!

جمیل کے قدم ڈھیلے پڑ گئے۔ بیوی کے قریب جا کھڑے ہوئے۔ جمیل کی بیوی ایک معمولی تعلیم یافتہ حسین عورت تھی۔ اسوقت اپنی ریشمیں ساڑی تہ کرکے پلنگ پر رکھ کر ایک موٹی مجلد کتاب کی شکنیں صاف کر رہی تھی جب جمیل نے دیکھا کہ بیوی انکی طرف التفات ہی نہیں کرتی تو خود ہی کہا۔

"تمہیں کچھ معلوم ہے آج مجھے کتنا بڑا علمی اعزاز نصیب ہوا ہے ہندوستان بھر کے علما فضلا مجھے مبارکباد کہہ رہے ہیں لیکن مجھے سب سے مقدم یہ خوش خبری سُنا کر تمہاری زبان سے

مُبارکباد لینی ہے۔

نجمہ۔ (ترش روئی سے) دُنیا بے وقوف ہو رہی ہے مجھے بھی تم ایسا ہی احمق سمجھ رہے ہو؟

جمیل۔ دیکھو نجمہ میری طرف دیکھو! یہ تمغے جس سینے پر آویزاں ہیں کیا اس شخص کی بیوی ہونے پر تم فخر نہیں کرسکتیں؟

نجمہ۔ تمہارے یہ تمغے اعزازات لیکر کیا کروں انکو ریشمیں ساڑیاں بناؤں، زریں ملبوس سمجھوں انکو نازک خوبصورت زیور تصور کروں؟

جمیل۔ کیوں تمہارے پاس کیا بہترین ملبوسات اور زیورات نہیں ہیں؟

نجمہ۔ جمیل زیادہ نہ ستاؤ اگر میری خوشی چاہتے ہو تو میرا کہنا مانو۔ کالج سے جو وقت بچتا ہے کسی بڑے تاجر کے ہاں جاؤ۔ اس کے بیوپار میں تم بھی شریک ہو تاکہ ہمیں ذرا فراغت کی زندگی نصیب ہوسکے۔

جمیل۔ (آہ سرد بھر کر) نجمہ تمہیں تجارت کیوں اتنی پسند ہے ایک اعلیٰ درجہ کے پروفیسر کے دماغ میں کبھی تجارتی معاملات بھی آسکتے ہیں؟

نجمہ۔ میں یہ نہیں جانتی۔ بیگم صفدر کتنی خوش قسمت ہیں انکے شوہر ایک اعلیٰ درجہ کے تاجر ہیں ہر جلسہ و پارٹی میں جہاں کہیں بیگم صفدر کو دیکھو نئے لباس اور جدید وضع میں نظر آتی ہیں ایک میں ہوں ....

جمیل۔ اچھا نجمہ کوشش کرونگا تمہاری خوشی کے لیئے میں اپنی تمام خوشیاں قربان کردونگا۔

(۲)

کالج کے تمام پروفیسر طلبا پرنسپل جمیل کو مُبارکباد دے رہے تھے لیکن سب کو حیرت تھی۔ کل کی مسرت و انبساط کے آثار اس کے چہرے پر مطلق نہ تھے۔ چند بے تکلف دوستوں نے دریافت بھی کیا جمیل کچھ عذر کرکے ٹال گیا۔

شام کے وقت ساحل سمندر سے، اپنے تفکرات میں غرق، جمیل گھر آرہا تھا کہ پیچھے سے کسی نے کندھے پر ہاتھ رکھکر کہا "مسٹر جمیل اتنے متفکر کیوں ہو؟" جمیل نے مڑکر دیکھا تو ایک نوجوان اعلیٰ درجہ کا سوٹ، ترکی ٹوپی پہنے اس کی طرف مسکراتے دیکھ رہا ہے۔"

جمیل۔ معاف کیجئے میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔ اسم شریف؟

نوجوان۔ کیا آپ اپنے دوست صفدر کو بھول گئے؟

جمیل۔ کون صفدر میں پہچانا نہیں۔

نوجوان۔ افسوس آپ اپنے عزیز دوست صفدر کو بھول گئے، مدتوں ساتھ کھیلے۔ اُٹھے بیٹھے۔

ایک عرصہ ہم سبق رہے ہیں جدا ہوئے دس گیارہ سال ہوگئے آپ کو یاد ہے جب ہم میٹرک کا امتحان دیکر جدا ہو رہے تھے تو ایک دوسرے کا کیا اقرار ہوا تھا۔

جمیل بغور اپنے مخاطب کو دیکھ رہا تھا" میرے پیارے دوست عزیز صفدر" کہتا ہوا لپٹ گیا دونوں کی آنکھیں پرنم تھیں۔ جمیل نے دریافت کیا" تم کیا کر رہے ہو"

صفدر۔ یہاں کا سب سے بڑا تاجر صفدر علی میں ہی ہوں۔

جمیل۔ (حیرت سے) صفدر علی تاجر تم ہی ہو تو مجھے تم سے مدد دینے میں کچھ جھجک نہ کرنی چاہئیے۔

صفدر۔ تو اسوقت میرے ہاں چلو۔ دونوں ہاتھ میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے علم اور تمول کی یک جائی لوگوں کو اپنی جانب متوجہ کر رہی تھی ٭

صفدر کی عالی شان کوٹھی پر پہنچکر جمیل نے اپنی سرگذشت سنائی اور کہا ملازمت ترک کر کے تمہارے ساتھ تجارت میں شریک ہو جاتا ہوں۔ صفدر نے ایک سرد آہ کھینچکر کہا "بھائی قسمت نے ہم دونوں کے ساتھ دشمنی کی میری بیوی بے حد علم کی شایق، اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں میں معمولی پڑھا لکھا تاجر۔ جسے تجارتی معاملات سے چھٹکارا بمشکل ملتا ہے میرا تمول عروج انہیں کچھ خوش نہیں کر سکتا لہٰذا وہ اُداس رہتی ہیں اور تمہاری بیوی کو خوش قسمت خاتون کہتی ہیں ٭

جمیل۔ لیکن وہ تو تمہاری بیوی کو خوش نصیب کہتی ہیں۔ کاش ممکن ہوتا ہم دونوں اپنی متضاد طبیعت والی بیویاں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

صفدر۔ ٹھہر کیوں گئے صاف کہو کہ ہم اپنی بیویاں تبدیل کر سکتے مگر بھائی یہ غیر ممکن امر ہے۔

جمیل۔ ہاں غیر ممکن ہے لیکن ایک مفید تجویز ہو سکتی ہے! تم اگر عمل کرو تو تمہاری بیوی تمہیں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھیں گی۔

جمیل نے کچھ آہستہ سے ایسی باتیں کہیں کہ صفدر کا چہرہ چمکنے لگا اس کے بعد صفدر نے بھی کچھ کہا جمیل کی طرف سے کچھ انکار ہوتا مگر دونوں کسی معاملہ پر راضی ہوگئے ٭

(۳)

ہر جلسہ ہر پارٹی میں صفدر علی نمایاں نظر آنے لگے انکی تقریریں جان فصاحت و بلاغت ہوتی تھیں انکے اشعار تقریریں اخبارات میں نہایت تعریف سے شائع ہوتیں گویا سچے موتی ہیں جو صفحۂ قرطاس پر بے انتہا فراغ دلی سے بکھیرے گئے ہیں۔ ہر جلسہ کی جان صفدر ہی ٹھہرے رسالوں و مقتدر اخبارات میں انکے محققانہ مضامین کا سلسلہ ہفتوں مہینوں جاری رہتا۔ ملک کے اطراف سے نہایت حوصلہ افزا تنقید اُن کے مضامین پر ہوتی آخر

"مسلم علمی اکاڈمی" نے انکو اپنا ایک معزز مقتدر ممبر بنالیا۔

صفدر علی رات کو آٹھ بجے سے دس بجے شہر کے باہر اپنی بیوہ بہن کے ہاں گذارتے۔ آنکا ویران خانہ انکی علمی سرگرمیوں کا مرکز تھا۔ یہیں یہ اپنے مضامین تیار کرتے تقاریر احاطے تحریر میں لاتے لطیف و پُرمعنی اشعار نظم کرتے۔

دوسرے ہی سال صفدر علی کی علمی سرگرمیوں کی دھوم مچ گئی اخبارات رسالوں کی طرف سے انعامات حاصل ہونے لگے اکاڈمی کے جلسے میں انکے ایک مضمون پر نہایت تعریفی الفاظ کے ساتھ ایک طلائی تمغہ ملا جس وقت تمغہ لگائے صفدر علی اپنی بیوی ضیا کے سامنے کھڑے ہوئے تو مسرت سے جو کیفیت ضیا کی ہوئی الفاظ ادا نہیں کر سکتے۔

جمیل تجارت میں بہت دلچسپی لینے لگے اوقات کالج کے سوا باقی سب وقت ایک تجارتی کمپنی کے ساتھ معاملات تجارت میں صرف کرتے اور شب کے دس گیارہ بجے تک حساب و کتاب تجارت دیکھنے کے لئے گھر سے باہر رہتے۔

تھوڑے ہی عرصہ میں جمیل کو تجارت میں معقول نفع آنے لگا نجمہ کے لئے نفیس سے نفیس ملبوسات جدید وضع کے چند نازک زیور بیتم بیتم کے عطرات کی افراط ہوگئی۔ جب جلسوں اور پارٹیوں میں نجمہ و ضیا ملتیں تو ایک دوسرے پر فخرونازکی نگاہیں ڈالتیں دونوں مسرور تھیں کہ ہمارے شوہر علم و دولت دونوں میں مشہور ہیں اب کسی کو کسی پر فوقیت کا حق نہیں۔

(۴)

دس سال کا طویل عرصہ گذر گیا جرمنی میں سائنس دانوں کی ایک عالمگیر کانفرنس منعقد ہو رہی تھی اس میں ایک خاص مضمون پر لکچر دینے کے لئے جمیل مدعو کئے گئے۔ اسی زمانہ میں لندن میں تاجروں کی عالمگیر کانفرنس ہو رہی تھی اس کی صدارت تو امریکہ کے ایک تاجر کو ملی۔ ملک التجار صفدر علی کو ہندوستانی تجارت کے اصول پر لکچر دینے کے لئے مدعو کیا گیا۔

دونوں دوست ایک ہی جہاز میں مع اپنی بیویوں کے روانہ ہوئے لندن و جرمنی میں دونوں کی آمد کی شہرت ہوگئی۔ دونوں کانفرنسیں نہایت کامیابی کے ساتھ ختم ہوئیں، پروفیسر جمیل اور صفدر علی صدہا اعزازی خطابات کے ساتھ کانفرنس سے رخصت ہوئے۔ یورپ کی سیاحت کرتے ہوئے سوئٹزرلینڈ کے ایک خوبصورت خوشنما پُرفضا ہوٹل میں مقیم ہوئے۔

ایک دن بہت خوشگوار صبح تھی نجمہ اور ضیا کچھ اشیاء خریدنے بازار گئیں جمیل نے صفدر سے کہا

پیارے دوست تمہارا بہت ممنون ہوں مجھے اب بہت مسرور ہیں اگر تم میری مدد نہ کرتے میں کبھی خوشگوار زندگی بسر نہ کر سکتا۔ لیکن میں نے بیچاری کو بہت بڑے مغالطہ میں ڈال دیا ؎

صفدر۔ ضیا کو مغالطہ دینے پر میرا دل مجھکو ملامت کرتا ہے لیکن دوست ہم دونوں بے قصور ہیں جس طرح ہندوستانی شادیاں ہوتی ہیں ہماری بھی ہوئیں۔ ایک دوسرے کے خیالات و عادات سے مطلق واقفیت نہیں کرائی گئی اس کا نتیجہ بعد شادی ناگوار رنجش تھی۔ مگر دو بھولے معصوم دلوں کو ہم دونوں کی محبت اتفاق اتحاد یک جہتی نے خوش کر دیا تو کچھ برا نہ کیا۔ ایک چیز تھیں افراط سے ملی دوسری بھی۔ ہم دونوں نے اسکو نصفا نصف تقسیم کر لیا تو کیا گناہ کیا ؛

جمیل۔ دوست ہیں جتنی بھی تحسین کی جائے کم ہے۔ مجھے رضیا ہی نہیں ساری دنیا میں تمہاری علمیت میری تجارت کی شہرت ہو گئی۔ ہمیں اپنی بیویوں کا شکر گذار ہونا چاہئے ایک پروفیسر اعلیٰ درجہ کا تاجر ہے ایک تاجر اعلیٰ مرتبہ کا مقرر۔ کوشش ہمت استقلال ہوشیاری سے سب کچھ ہو سکتا ہے ایک شدید مغالطہ لطیف دھوکے لیئے کافی ہے ؛

اس پر ایک زبردست قہقہہ دونوں نے لگایا ابھی انکے قہقہہ کی آواز گونج رہی تھی کہ انکی حسین خوبصورت بیویاں خوش رنگ لباس میں دروازے میں دکھائی دیں ؛

مہرالنساء (والیٹر)

عصمت کا خراجِ تحسین

مدراس کے مشہور روزانہ انگریزی اخبار "ہندو" میں ہر چہارشنبہ کے پرچہ میں دیسی اخبارات کے مضامین کا بجوڑ و اختصار انگریزی میں چھپا کرتا ہے۔ اُردو اخبارات کے خوشہ چین نے گذشتہ پرچہ میں رسالہ "عصمت" پر ریویو لکھا ہے اسکا اُردو ترجمہ ذیل میں درج ہے:۔

"عصمت" جو دہلی میں ہر ماہ چھپتا ہے عورتوں کا رسالہ ہے۔ اس میں صنفِ نازک کی تعلیمی، ادبی، تمدنی، مذہبی اور دوسری ضروری چیزوں کا نہایت مناسب انتظام ہے یہ رسالہ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ زبان آسان اور سادہ ہے، اظہارِ خیالات میں کثرا اور انکشاف اور تشریح میں زوردار ہے اس میں متفرق مضامین کثرت سے طبع ہوتے ہیں۔ بمبئی کی زہرہ فیضی بیگم صاحبہ نے "گربہ کشتن روزِ اول" قصہ کی تشریح لکھی ہے۔ انکا قصہ ایرانی داستان سے ذرا مختلف ہے۔ "انتخابِ خاوند" پر مکمل بحث راسنمازی سے ہو رہی ہے۔ ڈاکٹر ستار خیری، ساکن برلن، نے ایک روشن خیال اور ادیب جرمن خاتون سے شادی کر لی ہے۔ انکے مضمون کا اختصار بھی "ہندو" کی اس اشاعت میں شائع ہوا ہے۔ یہ ریویو ستمبر کے عصمت پر ہے ؛ ہاجرہ حسینہ بنت عبدالحمید حسن بیگ صاحب

چال چلن

ہر انسان کی دِلی خواہش ہوتی ہے کہ دُنیا میں نیک نامی اور شہرت حاصل کرے۔ نیک نامی اور شہرت اسوقت ہی حاصل ہو سکتی ہے جب اپنا چال چلن درست ہو۔ دُنیا میں عزت کی زندگی عادت اور کام کی خوبی اور بُرائی پر موقوف ہے۔ کسی بات کے جاننے کی نسبت اسکا صحیح طریقہ پر استعمال کرنا زیادہ ضروری ہے ہم اسی وقت نیک ہو سکتے ہیں جب ہماری عادتیں ہمارے طریقے درست ہونگے انسان کو لازم ہے کہ جب کوئی کام کرنیکا ارادہ کرے تو پہلے اس کے نتیجے سوچ لے اور پھر اس سے شروع کرے زندگی میں سچی کامیابی کے لئے نہ دولت کی ضرورت ہے نہ بہادری کی نہ ہوشیاری کی اگر ضرورت ہے تو اچھے چال چلن عمدہ خصائل کی یہی ہم کو ہمیں دولتمند کرے گی اور ہر موقع کے ڈر اور خطرہ سے خبردار اور ہوشیار اور ترقی کے زینے پر چڑھائے گی جب دل میں ہمت اور ارادہ میں پائداری اور پاؤں میں قوت پیدا ہوگی تو زندگی کے میدان میں ہر قدم ڈگمگانے کے بجائے راستی اور مضبوطی سے پڑے گا اور جس قدر ہم ترقی کرنا چاہیں گے ہمارا حوصلہ رہنمائی کریگا اور پھر ہم مستقل مزاج عالی خیال اور بلند حوصلہ کہلائیں گے۔ چال چلن کی درستی نہ صرف پڑھنے سے ہوتی ہے نہ کتابوں کے دیکھنے سے بلکہ اچھے بُرے کاموں کے نتیجوں پر غور کرنے، اچھے کام اختیار کرنے، بُرے کاموں سے پرہیز کرنے اچھی صحبتوں میں بیٹھنے بُری صحبتوں کے پرہیز کرنے سے، بُرے اور بدنام لوگوں سے دُور رہیں۔ بدنام لوگوں سے زیادہ ربط ضبط نہ رکھیں ورنہ ہم بھی بدنام ہو جائینگے اور بدنام ہو کر زندہ رہنے سے مرنا بہتر ہے، بد اچھا بدنام بُرا، جیسوں کے ساتھ رہیں گے ویسے ہی کہلائیں گے، کاجل کی کوٹھری میں جائیں گے تو داغ ضرور لگے گا۔ ہم جس طرح اپنے چال چلن کو بنانا چاہیں بنا سکتے ہیں وہ خوبیاں حاصل کریں جس پر ہم قدرت اور قابو رکھ سکتے ہیں اور انکے کرنے میں ہمارے لئے کوئی رکاوٹ نہیں ہو سکتی، سچائی اختیار کریں محنت کی برداشت کریں، آرام اور چین کے غلام نہ بنیں۔ خود غرضی نہ کریں، غرور کا نام نہ لیں، مغرور آدمی انسان ہی نہیں، خدا بھی پسند نہیں کرتا دوسروں کے کام آئیں ایمانداری سے معاملے کریں یہ وہ خوبیاں ہیں جن سے ہمارے طور طریقے درست ہو جائیں گے اور نیک چلن کہلائیں گے یہ وہ خوبیاں ہیں جن میں قدرت کا دخل نہیں۔ کبھی بغیر نتیجہ اور انجام سوچے ہوئے کوئی کام نہ کریں۔ جو کام کرنا چاہو پہلے دل اور دماغ سے ہمیشہ صلاح لیکر کریں۔ ہمیں جن باتوں پر عمل کرنا چاہیئے وہ یہ ہیں لیکن نہ صرف زبان سے کہکر نہ دل میں رکھکر۔ بلکہ کرکے دکھا دینا چاہیئے۔ خاکساری، انصاف، صفائی، اور محنت جب یہ باتیں ہم حاصل کرلیں گے ہمارے طریقے درست اور نیک ہو جائیں گے اور ہم اس طرح نیک چلن اور مشہور ہو جائیں گے جس طرح ہم سے اگلے لوگوں نے شہرت پائی +

بنتِ بلدیو پرشاد صاحب بھوپال

برقی ٹوپی ایجاد ہوئی ہے - اسکے استعمال کے بعد حجام کی امداد کی ضرورت نہیں رہتی



مغربی فیشن کی ایک تازہ جدت

بالوں کو آراستہ کر لینا

شہزادی رومانیہ



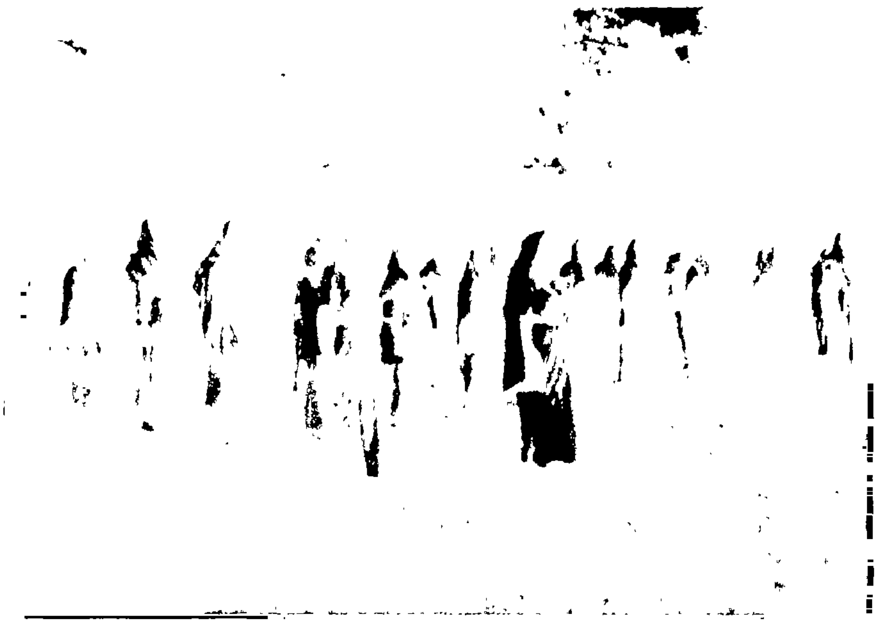
جسکی شادی شاہ بلغاریہ سے ہونیوالی ہے -

مہارانی دیپا وتیاتہ بہور (ریاست ...) کی طالبان کا لباس



جو مردوں کے لباس سے بالکل ملتا جلتا ہے -

لاہور کانگرس پر خواتین والنٹیر



خواتین والنٹیر کو قومی جھنڈا نصب کرنے کی رسم کی ادائیگی کے
وقت قومی گیت گا رہی ھے۔

لیڈی اِروِن حیدرآباد (دکن) میں



وائسرائے ھند کے حیدرآباد کے دورہ کے ایام میں وھاں کی خواتین نے
لیڈی اروِن کو ایک دعوت دی۔ یہ تصویر
اسی موقعہ کی ھے۔

سرکارِ دوجہاںؐ

(یہ وہ نظم ہے جو مشہور شاعرہ محترمہ رابعہ خاتون پنہاں نے تربیت گاہِ بنات کے جشن معراج میں پڑھ کر سنائی)

نور کا عالم ہے رنگیں ہے فضائے قدس بھی
چھا رہی ہے چار جانب روح افزا روشنی

چپہ چپہ سے مسرت کی جھلک جلوہ نما
ذرہ ذرہ سے عقیدت کی مہک کوثر فزا

کوثر و تسنیم سے آئی مسرت کی گھٹا
عالم تقدیس سے تنویر کی برسی ضیا

روح روشن ہے نوید زندگی افزا سے
نور کی پیہم تراوش چرخ ضو انداز سے

آرہی ہے اک نوید جانفزا ذرات سے
ہے برستی شادمانی چشم موجودات سے

آج کی شب بھی ہے بہنو کس قدر عظمت اثر
خدمت خالق میں حاضر ہوتے ہیں خیر البشر

سرورِ عالم رسولِ پاک محبوبِ خداؐ
ہادیٔ دین مبیں شاہِ اُمم خیر الوریٰ

بہر دیدار جمال خالق ارض و سما
بہر تکمیل ہدایات خفی پیشِ خدا

لے چلے تشریف با صد عز و شان احمدی
ذرہ ذرہ سے برستا ہے خمار سرمدی

مرحبا صلِ علےٰ ہے دیدنی شانِ وصال
پیش چشم منتظر ہے جلوۂ حسن و جمال

روح ہے بیتاب قرب ذات باری کے لیے
بے قرار آنکھیں ہیں دیدار تجلی کے لیے

دِل میں ہے مضطر خیال اُمت رنجور بھی
لب پہ آتی ہے تڑپ کر یہ تمنائے دِلی

دل میں جوش درد قلب پاک غم سے مضطرب
گوہر اشکِ تمنا زیر مژگاں ملتہب

اُمت عاصی کے عصیاں بخشوانے کے لئے
قلب شاہ دوجہاںؐ اُف کس قدر بیتاب ہیں

ہے مُبارک کس قدر بہنو شب معراج بھی
کیا نہ ذکر پاک ہو خیر الوریٰؐ کا آج بھی

بھیجنا لازم ہے بے حد آج درود و سلام
تاکہ ہو مسرور روح اطہر خیر الانام

ہے مُبارک مجلس شوق کنیزانِ نبی
رحمت حق کا سبب ہے ذوق ذکر پاک بھی

بھر کے سب لے جائیں گی دامن گل مقصود سے
رحمت حق ہوگی نازل پیشوائی کے لیے

شکریہ لازم ہے اب بہنوں کے ذوق و شوق کا
مہربانی سے جنہوں نے یہاں قدم رنجہ کیا

ہوگئی دُگنی مسرت جلسہ معراج کی
یادگار زندگی ہوگی سعادت آج کی

نظم شوق انداز پنہاں اب دُعا پر ختم ہے
رحمت خالق ہو سب پر مصطفےٰؐ کے واسطے

رابعہ پنہاں

پوشیدگی

اُس شب میں اپنے کمرے میں تنہائی سے حقیقتاً اُکتا گئی تھی،

موم بتی جل رہی تھی، اور میں اشعار گا رہی تھی

میری سہیلی نے اِک دریچے سے باہر باغ میں جھانکا۔ کہنے لگی۔

"جہنم کی سی تاریکی ہے! — اِلگرادہ — اوہ دیکھو تو! دُور اُفق میں چاند طلوع ہو رہا ہے — آہ کتنا پیارا چاند ہے!! آؤ ہم ایسے وقت میں سوچیں، کہ زندگی کیا ہے؟ محبت کسے کہتے ہیں؟" مگر میں زیادہ متوحش ہو گئی۔ بولی: "مجھے پوشیدگی پسند ہے"۔

پھر کچھ سوچ کر میں بھی اس کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ اور دریچے سے باغ کو، اور دھیمی دھیمی، ہلکی ہلکی چاندنی کو دیکھنے لگی۔ آہ کتنا دِل کش پُر اُداس منظر تھا!

چاند چُپ چاپ نکل رہا تھا، جیسے روح آہستہ آہستہ جسد خاکی سے علیحدہ کی جا رہی ہو!

کائنات میں ٹھنڈی ٹھنڈی ہلکی ہلکی ہوائیں چل رہی تھیں، اور ان میں ارغنوں کا سا سُریلا شور ملا ہوا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی فرشتہ رات کے وقت سمندر کے کنارے پر بیٹھا بربط بجا رہا ہو۔

کھڑکیوں سے نارنگی کی کلیوں کی تیز بو آ رہی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے دریائی پریاں اپنی خوشبودار پوشاک میں ہواؤں میں اُڑ رہی ہوں، چاند کی روشنی میں گلاب کی پتیوں کا عکس کانپ رہا تھا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے مقدس روحیں چل پھر رہی ہوں۔

میں مُردے کی طرح چُپ چاپ تھی، جبکہ مری سہیلی نے مجھے مخاطب کر کے کہا۔ "تم زندگی کے مسئلے پر غور کرنے سے پہلے متوحش ہو جاتی ہو! سمجھتی ہو کہ اس کلی پر کوئی تیتری بیٹھی، اور اسکی پنکھڑیاں منتشر ہو گئیں! اسکو عندلیب نے دور ہی سے دیکھا اور یہ پھول فنا ہو گیا، مگر اے پیاری روح! — تم نے کبھی یہ بھی سوچا دسمبر کے کڑکڑاتے جاڑے میں جب لوگ سردی سے ٹھٹھرے ہوئے آتشدانوں کے قریب بیٹھے ہوتے ہیں، تو رات کے وقت آسمان پر وہ درخشاں نگرا جسکی شاعروں نے تعریف کی ہے چمکتا ہوتا ہے، اور بڑے بڑے صحرا، اونچے اونچے پہاڑ، گہری گہری وادیاں اسکے نور حسن سے ہیرے کی طرح چمکنے لگتی ہیں، تو انکا لطف اُٹھانیوالا وہاں کوئی موجود نہیں ہوتا —! حسن، جیسے سمندر میں ہیرا چمک کر چھپ گیا ہو، غائب ہو جاتا ہے! — معبود جانے اس لا محدود سمندر میں کتنے حسین موتی ہونگے۔ کسکو معلوم ہے وہ کیسے خوبصورت ہونگے؟ — ہاں جب کوئی انکا قدر داں پیدا ہو جاتا ہے، اور انکو نہاں سے عیاں میں لے آتا ہے، اور پھر جب یہ مرمریں گردنوں کی زینت بنائے جاتے ہیں، تو اسوقت انکا اصلی حسن بھی نظر آتا ہے، بس زندگی بھی ایسی ہی ہے"۔

مگر۔ غصہ نے مجھے سُرخ کر دیا۔ اپنے صندلی اور ناتجربہ کار ہاتھوں کو میں نے قدرے رحم سے دیکھا۔ آہ بیچاری میں —!!

میں بولی:۔ "مگر مجھے زندگی کے حجرے سے نقاب اُلٹنا پسند نہیں آتا۔ اے مری رفیق! میں پوشیدگی پسند ہوں"!

دلفگار مس حجاب اسمٰعیل ایڈ آمکیڈیا

دورِ گذشتہ میں خواتین کا علمی ذوق

رت کا بہترین شاہکار عورت ہے۔ (لیسنگ)

رت مطالعہ انسانی کا بہترین آلہ ہے۔ (ری پٹمور)

جس مرد کی زندگی عورت کی محبت جرأت اور ذکاوت سے متاثر نہ ہوئی ہو وہ صحیح اعلےٰ زندگی نہیں کہی جاسکتی۔ (رسکن)

عام خیال ہے کہ عورت و مرد کا دائرہ عمل اور مشاغل کار جدا جدا ہیں۔ تمام خارجی جد و جہد کے حقدار مرد سمجھے جاتے ہیں اور خانہ داری و بچوں کی پرورش و پرداخت عورتوں کا حصہ تصور کیا جاتا ہے یعنی وہ دو دائرے ہیں جو آپس میں ٹکراتے ہیں، یہ ایک منطقی جھوٹ اور سطحی مغالطہ ہے +

عورت و مرد ایک جان اور دو قالب ہیں، ان دونوں کے درمیان حدِ فاصل قایم کرنا قدرت کے خلاف عمل کرنا ہے۔ انسان کی پیدایش سے لیکر اس کی موت تک ان دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے۔ اس کی آغوش بچہ کی سب سے پہلی درس گاہ ہے۔ بچہ کا سب سے پہلا معلم و طبیب اس کی ماں ہے اور بچہ کی زندگی کا ابتدائی معاشرہ اسکا گھر۔ صحبت کا مقناطیسی اثر بچہ پر پڑنا لابد ہے۔ علم نفسیات کی رو سے انسان کے ابتدائی اثرات نہایت پختہ ہوتے ہیں اور اسی وجہ سے بچپن کی مذہبی تعلیم کے اثرات نہایت راسخ، لہٰذا ماں کے اچھے اوصاف یا بُرے اثرات بچہ کی زندگی پر گہرا اثر ڈالے بغیر نہ رہیں گے۔ اوصاف حسنہ اور اخلاق حمیدہ کے پیدا کرنے کے لئے ماں کا اعلیٰ تعلیم یافتہ اور عمدہ تربیت یافتہ ہونا ضروری ہے۔ عورتوں کے دائرہ عمل کو خانہ داری تک محدود کرنا اور ان کو تعلیم و تربیت سے بے بہرہ رکھنا انصاف اور انسانیت دونوں کے خلاف ہے +

بچہ کے سب سے پہلے معلم و طبیب کا تعلیم یافتہ اور دُنیا کے حالات سے باخبر ہونا بچوں کی عمدہ صحت اور ان کی زندگی کو اعلیٰ معیار تک پہنچانے کے لیے اشد ضروری ہے۔ بلکہ مرد کی ساری زندگی کی سب سے بڑی مونس اور شاملِ حال اس کی بیوی ہوتی ہے ہر مرد کو اس کی مصیبت اور راحت میں سچے دل سے ساتھ دینے والا اور صحیح مشورہ دینے والا اگر دُنیا میں کوئی شخص ہو سکتا ہے تو وہ صرف اس کی بیوی ہے۔ اگر اس کی بیوی جاہل اور دنیا کے حالات سے بے خبر ہے تو ان دونوں کی ذہنیت کا فرق بجائے ان دونوں میں یگانگت

اور قرب پیدا کرنے کے بعد اور اجنبیت کا باعث ہو گا اور انکی زندگی صرف ان دونوں کی ذہنیتوں کے فرق سے فردوس کی بجائے جہنم بن جائے گی ۔

ماسوا اس کے عورت عفت اور اخلاقی خواص میں مرد سے برتر مانی گئی ہے، اگر مرد اپنے معاشرہ میں انکو نمایاں حیثیت دے تو یقیناً اس کا اخلاقی معیار اور زیادہ بلند اور اعلیٰ ہو جائے گا۔

جو ہستی خود مرد کی بچپن میں معلم اور مصلح ہو اور اس کی ساری زندگی میں سب سے بڑی مونس اور مشیر کار ہو اور جو انسانی معاشرت کا جزو اعظم ہو اسکا علم سے بہرہ ور ہونا اور تربیت سے آراستہ ہونا کس قدر لابد اور ضروری ہے۔ اور جو اشخاص اس نظریہ سے ہٹ کر اظہار خیال کرتے ہیں وہ صنف نازک کے درجۂ زوجیت کو پس پشت ڈالکر اسکو ایک ماما، دایہ اور بچہ پیدا کرنے والی مشین سے زیادہ نہیں سمجھتے اور یقیناً یہ محدود نظریہ اور تنگ خیال حیوانات میں بھی عمل پیرا ہے ۔

انہیں حسن و قبح کو دیکھ کر اسلام نے علم کے بحر ذخار سے مرد اور عورت دونوں کو برابر کا حصہ لینے کی نہ صرف اجازت دی بلکہ ہدایت بھی کی ہے ۔

دُنیائے اسلام میں اکثر و بیشتر خواتین شاعرہ، طبیب، فلسفی، ادیب سب ہی کچھ ہوئی ہیں، اگر اسلامی دُنیا کے کسی خطہ میں خواتین علم سے کم مستفید ہوئی ہیں تو وہ ہندوستانی خواتین ہیں، تاہم تاریخ شاہد ہے کہ دور مسلمانان میں یہاں عورتوں کی تعلیم و تربیت کا انتظام کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں باوجود گوناگوں قوموں کے بسنے اور بیسیوں فرقوں کے رواج اور پردہ کی سختی کے عرصہ دراز سے لڑکیوں کو ایک خاص عمر تک مکتبوں اور مدرسوں میں بھیجنے کا طریقہ رائج رہا ہے ۔

چنانچہ جعفر شریف "قانون اسلام" میں لڑکیوں کو مدارس میں بھیجنے کا ذکر کرتا ہے اور ختم قرآن پاک کی رسم کو نہایت وضاحت کے ساتھ بیان کرتا ہے کہ چاہے لڑکا ہو یا لڑکی وہ اپنے استاد کو ایک خاص مجلس کے سامنے جو اس خاص غرض کے لیے منعقد کی جاتی تھی، ہدیہ اور نذرانہ پیش کرتے تھے ۔

مصنف مذکور "عیدی" (عید کے موقع پر استاد جو نظم اپنے طالب علموں کو لکھکر دیتے تھے) کی رسم کو بھی بیان کرتا ہے اور کہتا ہے کہ لڑکوں کے ساتھ لڑکیاں بھی اس عیدی کی نظم کو اپنے والدین کو پڑھکر سناتیں اور اپنے استاد کے لیے نذرانہ طلب کرتیں۔ جس سے ظاہر ہے کہ چھوٹی عمر تک لڑکیاں برابر مدارس میں تعلیم حاصل کرنے کے لیے بھیجی جاتی تھیں، اس کے علاوہ تاریخی واقعات شاہد ہیں کہ مختلف مسلمان بادشاہوں کی خواتین حرم شہزادیاں اور عزیز و اقارب کی عورتیں حتیٰ کہ پیش خدمتیں اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ اور تربیت یافتہ ہوتی تھیں ۔

منہاج "طبقات ناصری" میں لکھتا ہے کہ علاؤالدین خلجی کی ایک پوتی جسکا نام آہ ملک تھا، اور جسکا خود منہاج پرورده تھا، "اسقدر خوب لکھتی تھی کہ معلوم ہوتا تھا کہ کسی نے موتی جڑ دیئے ہیں"۔

اُس زمانہ کی دیگر خواتین میں سلطان رضیہ اپنی ذاتی استعداد اور علمی قابلیت کی وجہ سے بڑا پایہ رکھتی تھی یہی وجہ تھی کہ اسکو اس کے بھائیوں پر ترجیح دی گئی اور وہ التمش کی جانشین بنی، فرشتہ لکھتا ہے کہ "سلطان رضیہ میں کسی چیز کی کمی نہ تھی بجز اس کے کہ وہ مردانہ تھی"۔

تاریخ فرشتہ سے ظاہر ہے کہ "سلطان غیاث الدین والی مالوہ (۱۴۶۹ - ۱۵۰۰) کے محل خاص میں ۱۵ ہزار عورتیں تھیں، ان میں اُستانیاں، گانے والیاں، اور نماز پڑھانے والیاں غرض کہ ہر قسم کی ضروریات کو رفع کرنے کے لیئے عورتیں موجود تھیں"۔

مغلوں کا عہد حکومت، جس طرح عام خوشحالی، حکومت کی عظمت اور شہنشاہوں کی شان و شوکت کے لیئے شہرہ آفاق ہے اسی طرح تعلیم کے خاطر خواہ انتظام کے نقطۂ نظر سے ایک نمایاں اور ممتاز حیثیت رکھتا ہے۔ مغلوں کے دور حکومت میں خاص طور پر اکثر و بیشتر شہزادیاں اور خواتین حرم اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ اور علمی تبحر میں یکتائے روزگار گزری ہیں۔

ظہیرالدین محمد بابر کی بیٹی گلبدن بیگم نے "ہمایوں نامہ" لکھا، جو اس کی علمی قابلیت پر شاہد ہے۔ مسز بیورج کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ گلبدن بیگم کو کتابوں کا بڑا شوق تھا، اور اس کے پاس ایک ذاتی کتب خانہ بھی موجود تھا۔

ہمایوں کی بہن گل رخ کی بیٹی سلیمہ سلطانہ جو بیرم خاں کی بیوی بھی تھی نہایت اعلیٰ درجہ کی عالمہ تھی اور فارسی زبان میں شعر بھی خوب کہتی تھی۔

شہنشاہ اکبر کی دایہ ماہم انگہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ بیوی تھی، اور اس نے اپنے نام سے ایک مدرسہ بھی دہلی میں تعمیر کروایا تھا جو اب تک شکستہ حالت میں موجود ہے۔

اکبر کے عہد حکومت میں مستقل اور اعلیٰ پیمانہ پر حصول تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا، اور شاہی محل کی خواتین کے لیئے خاص طور پر تعلیم کا انتظام کیا گیا تھا۔ فتح پور سیکری کے محل کا ایک حصہ شاہی مدرسہ کے لیئے مخصوص کر دیا گیا تھا، جسکا ذکر مسٹر ہیول نے تفصیل کے ساتھ کیا ہے اور مسٹر اسمتھ نے اسکا نقشہ بھی اپنی کتاب "تعمیرات اور فتح پور سیکری" میں دیا ہے۔

جہانگیر کے دور حکومت میں نور جہاں ایک ممتاز حیثیت رکھتی ہے۔ نور جہاں کی ماں عصمت بیگم خود شاہی اتالیق تھی، نور جہاں زنانہ اور مردانہ دونوں اوصاف میں طاق تھی، پانچ برس کی عمر کے مرزا ہادی کے زیر تعلیم رہی۔ گلستان، بوستان، انوار سہیلی سب ہی کچھ پڑھا تھا، ایک چھوٹا کتب خانہ بھی رکھتی تھی، فرائض کو دلچسپ بنانے

کے بنے کئی ہزار سوالات اور جوابات کو ایک کتاب کی شکل میں مدون کیا گیا تھا، نور جہاں فارسی میں کامل مہارت رکھتی تھی، عربی سے بخوبی واقف تھی، سنسکرت اور بھاشا سے بھی ناواقف نہ تھی، ماہی خانم سے تیراکی کی مشق، تلوار سے مچھلیوں کی کاٹ اور شہسواری، تیر اندازی، تفنگ اندازی اور نیزہ بازی کے فنون سیکھے تھے، ملکہ نورجہاں زری کا کام خوب جانتی تھی، مطالعہ کو کافی وقت دیتی تھی، شب میں بیت بازی اور صنم آمد کے کھیل کھیلتی تھی، جس سے اس کی لیاقت میں کافی اضافہ ہوا، نورجہاں اپنے انہیں زنانہ اور مردانہ خواص کی وجہ سے جہانگیر پر قابو پا گئی اور حکومت پر حاوی ہو گئی تھی ۔

نورجہاں کی دیگر ہمعصر خواتین بھی عفت شعار اور اعلیٰ درجہ کی قابلیت رکھتی تھیں۔ اس کے زمانہ کی سب سے بڑی شاعرہ حیات النسا بیگم ہے۔ جانان بیگم دختر عبدالرحیم خانخاناں بھی بڑی پارسا اور عالمہ خاتون تھی، نصیحہ خانم ہرات سے ہندوستان آئی تھی، اپنی علمی قابلیت کی وجہ سے اس نے بہت کچھ شہرت حاصل کی ۔

شہنشاہ شاہجہاں کے دور حکومت کی ممتاز خاتون اس کی چہیتی بیوی ممتاز محل تھی۔ وہ زنانہ خصوصیات میں نورجہاں سے بھی بڑھ چڑھ کر تھی۔ ممتاز محل کے باپ غیاث الدین اعتمادالدولہ اور اس کے بھائی آصف خاں نے اس کی تعلیم و تربیت کا انتظام خاص اپنی نگرانی میں رکھا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ممتاز محل کے ذاتی اوصاف اور علمی قابلیت کی وجہ سے شاہجہاں اسکا گرویدہ ہو گیا تھا ۔

شاہجہاں کی بیٹی جہاں آرا اعلیٰ درجہ کی تعلیم یافتہ اور قابل خاتون تھی۔ اسکو شعر گوئی سے بھی خاص ذوق تھا۔ علما کی سرپرستی بھی کرتی تھی، اس نے خواجہ معین الدین چشتیؒ کی سوانح عمری بھی لکھی ہے، جسکا ایک نسخہ برٹش میوزیم میں موجود ہے ۔

علاوہ شہزادیوں اور شاہی خواتین حرم کے شاہجہاں کی ایک پیش خدمت علمی نقطۂ نظر سے ایک نمایاں درجہ رکھتی ہے، ممتاز محل کی اس چہیتی پیش خدمت کا نام ستی النسا تھا، ستی النسا اپنی علمی قابلیت اور ذاتی سلیقہ کی بنا پر جہاں آرا کی معلمہ مقرر کی گئی تھی۔ قرآن پاک نہایت خوش الحانی سے پڑھتی تھی، اور فارسی میں کافی استعداد رکھتی تھی۔ اس کی سفارش پر ممتاز محل غربا، اور معلماۃ وغیرہ کو وظیفہ دیتی تھی۔ حتیٰ کہ ممتاز محل کے بعد ستی النساہی کو حکومت کی مہر اعلیٰ تفویض کی گئی تھی ۔

اس ادنیٰ پیش خدمت کے کارنامہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں علم کی قدر اور تعلیم کا چرچا کس قدر ہوگا کہ ایک پیش خدمت کو اس کی قابلیت کی وجہ سے اسکو شاہی اتالیق مقرر کیا جائے اور اس کی ذاتی استعداد کی وجہ سے اسکو حکومت میں انتہائی اعتماد اور اقتدار حاصل ہو جائے ۔

شہنشاہ اورنگ زیب خود بڑا زبردست عالم تھا اور اپنے خاندان اور اپنی رعایا کے حصول تعلیم کے لیے ہر طرح کی سہولتیں بہم پہونچاتا، مثلاً غربا کے بچوں کو وظائف اور انعامات دیتا، عورتوں کی سالانہ نمایش گاہ کے طور پر ایک مینا بازار قائم کرتا جس میں ہر قسم کی عورتیں اور لڑکیاں حصہ لیتیں، اور اپنی دستکاری کی نمایش کرکے خراج تحسین حاصل کرتیں۔

اورنگ زیب شاہ اعظم جیسے جلیل القدر اور علم پرور شخص نے اپنے شہزادوں اور شہزادیوں کی تعلیم کا خاص طور پر انتظام کیا تھا، جسکا نتیجہ ہے کہ اس کی دختر اکبر زیب النسا دنیا کی خواتین میں ممتاز ترین حیثیت رکھتی ہے اور اسی وجہ سے کہ اسکا نام آفتاب کی طرح روشن ہے۔

اورنگ زیب نے زیب النسا کو ابتدائی زمانہ میں خود تعلیم دی تھی، وہ قرآن پاک کی حافظ تھی آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا، اورنگ زیب نے اس خوشی میں ۳۰ ہزار اشرفیاں خیرات کیں۔

زیب النسا نہایت ذکی اور ہوشمند شہزادی تھی، اسکا ذہن رسا اور طبیعت تیز تھی، وہ نہ صرف علمی تبحر میں یکتا بلکہ نہایت بلند پایہ شاعرہ بھی تھی، اس کے سخن کی اصلاح کے لیے دو شاعر ناصر علی اور برہمن ملازم بھی رکھے گئے تھے لیکن زیب النسا کی بلند پروازی اور نازک خیالی ان اساتذہ کے پرواز تخیل سے کہیں پرے تھی۔ لہٰذا یہ دونوں شاعر بہت جلد اپنی خدمت سے علیحدہ کردیے گئے۔

اورنگ زیب جیسا زاہد اور متقی شہنشاہ گل و بلبل کی شاعری سے سخت نفرت کرتا تھا، اور اس قسم کے کلام کے کہنے کی سخت ممانعت تھی، عوام کا ذوق خراب ہوگیا تھا اور حافظ کے کلام کے سطحی معنی عوام میں پراگندہ خیالات پیدا کررہے تھے۔ اس لیے دیوان حافظ کے پڑھنے کی سخت ممانعت کردی گئی تھی لیکن اورنگ زیب نے زیب النسا کی ہوشمندی اور صحیح ذوق کو معلوم کرلیا تھا اور اپنی مملکت میں صرف زیب النسا کو دیوان حافظ پڑھنے کی اجازت دے رکھی تھی۔

اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ زیب النسا کس پایہ کی سحر اور اعلیٰ درجہ کی شاہ تھی، وہ بڑی زبردست علم پرور اور مردم شناس شہزادی تھی، بیسیوں علما کی سرپرستی اس کے ذمہ تھی، کشمیر میں سیاہی عمدہ ملتی تھی، اس لحاظ سے اعلیٰ درجہ کے کاتب وہیں پائے جاتے تھے لہٰذا اس نے سینکڑوں کتابیں کشمیر میں گرانقدر قیمت پر لکھوائیں، چیدہ کتب کا ایک کتب خانہ بھی قائم کیا، کئی خط بھی ایجاد کیے۔

زیب النسا دنیا میں بہ حیثیت شاعرہ زیادہ مشہور و معروف ہے، طبیعت کی جدت اور تیزی نے اسکو بلند پایہ شاعرہ بنا دیا تھا، اس کی اکثر و بیشتر تصانیف کا پتہ نہیں چلتا، صرف ایک "دیوان مخفی" اس کے نام نامی سے موسوم کیا جاتا ہے۔

اورنگ زیب کی دوسری بیٹی بدرالنسا بھی کافی پڑھی لکھی تھی، اور قرآن پاک کی حافظ بھی تھی، لیکن زیب النسا اور اس کے علم و فراست میں کوئی نسبت نہ تھی،

ان تاریخی واقعات اور کتابی شہادتوں سے عیاں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے اپنے عہد حکومت میں تعلیم نسواں کی ترقی کی ہمیشہ برابر دستگیری کی اور لاعلمی کی وجہ سے جو عام خیال پھیلا ہوا ہے کہ مسلمان خواتین جاہل اور علم سے بے بہرہ تھیں، ان واقعات کے معلوم ہونے کے بعد یہ خیال بالکل غلط اور بے پایہ ہو جاتا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اُندلس، دمشق اور بغداد کی طرح زینب، حامدہ، فاطمہ، عائشہ، اور مریم جیسی سحرا طبیب حاذق اور علامہ خواتین ہندوستان نہ پیدا کر سکا، تاہم حیات النسا، نورجہان، ستی النسا اور زیب النسا جیسی عالمہ خواتین ہندوستان میں مسلمانوں کے علمی شوق اور ذوق کی شہادت کے لئے کافی ہیں،

علم کے علاوہ فنون میں رضیہ سلطانہ، نورجہان اور چاندبی بی، اعلیٰ درجہ کی مہارت رکھتی تھیں اور ان کا درجہ جون آف آرک سے کسی طرح کم نہیں کہا جا سکتا،

عام طور پر امراء اور اعلیٰ طبقہ کے لوگوں کو بادشاہوں اور شہنشاہوں کے قدم بقدم چلنا پڑتا ہے، اور اگر غربا میں نہیں تو از کم اعلیٰ اور اوسط طبقہ کی خواتین ضرور علم و فنون سے بخوبی مستفید ہوتی تھیں۔

غرض کیا بہ لحاظ علم اور کیا بہ لحاظ فنون ہندوستان کی خواتین کا زمانہ ماسبق نہایت عظیم الشان رہا ہے، زمانہ گذشتہ کی خواتین کے کارناموں سے سبق حاصل کرنا موجودہ خواتین کا کام ہے، مذہب اسلام نے دُنیا میں سب سے پہلے عورت اور مرد کو برابر کا درجہ بخشا، دونوں کو ایک سطح پر لا کھڑا کیا، اور علم کے دریا سے مستفید ہونے کے لئے مرد اور عورت دونوں کو دوش بدوش حصہ لینے کی ہدایت کی، اسلام کی بے بہا نعمتوں اور بخشش کا شکر ادا کرنا اور ان سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھانا ہمارا فعل اور ہمارا فرض ہے۔ حال، مشرق اور مغرب کے تمدن سے متصادم ہو رہا ہے، قدامت پسندی کی بندشیں ڈھیلی ہو رہی ہیں اور علمی ترقی کی نت نئی شاہراہیں پیدا کی جا رہی ہیں، اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ خواتین ہند کا مستقبل ہمت افزا اور نہایت شاندار نظر آتا ہے۔

محمد حمید الظفر اورنگ آباد

مخیر النساء

(۱)

لکھنؤ سے بیس میل کے فاصلے پر گومتی ندی کے کنارے ایک خوش منظر ٹیلے پر ایک قصبہ سیف پور نامی آباد ہے بادشاہی میں یہ ایک بڑا اور شاندار قصبہ تھا لیکن اب ریل اور پختہ سڑک سے دور ہونے کے سبب سے ویران ہوتا جا رہا ہے۔ کسی زمانے میں اس ٹیلے پر ایک قلعہ تھا جسکو میر سیف علی نے بنوایا تھا۔ وہ یہاں محمد تغلق شاہ دہلی کے وقت میں قاضی بنا کر بھیجے گئے تھے سیف پور میں اب تک انکا خاندان آباد تھا عین لب دریا محلوں اور بارہ دریوں کا سلسلہ کئی فرلانگ تک چلا گیا ہے جن میں قاضیانِ سیف پور رہا کرتے تھے جہاں کسی زمانے میں دن عید اور رات شب برات تھی وہاں اب ویرانی کا گھر ہے اور اُلو اور چمگادڑ آباد ہیں دن کو بھی لوگ اس طرف سے اکیلے نکلتے ہوئے خوف کھاتے ہیں کسی عمارت میں کہا جاتا ہے کہ شاہ جن نے سکونت اختیار کر لی ہے۔ کسی بارہ دری میں لوگوں نے دن دوپہر بھوتوں کا ناچ دیکھا ہے۔ سرِ شام اگر اس طرف نکل جایئے اچھی اچھی خوشبوئیں سونگھیے کہیں دور گانے کی آواز سنیئے لیکن کوئی انسان کا پتلا نظر نہ آئے گا۔ ان عمارتوں کے سلسلے کا سب سے پہلا مکان اب بھی آباد ہے۔ یہ قصبہ کی آبادی سے بالکل ملا ہوا ہے۔ اسی میں قاضیانِ سیف پور کے آخری شخص میر شہامت علی رہا کرتے تھے۔

غدر سے قبل سیف پور کے چاروں طرف چار چھ کوس تک سب قاضیانِ سیف پور کی املاک تھی۔ میر شہامت علی کے دادا کو ضیغم الدولہ شوکت جنگ کا خطاب دربار شاہی سے عطا ہوا تھا لیکن غدر کے زمانے میں اس خاندان کے لوگوں نے باغیوں کا ساتھ دیا بلکہ اُن کو روپیہ اور آدمیوں سے مدد دی خاندان کے لوگ زیادہ تر تو لڑائی میں کام آئے باقی بغاوت کے جرم میں مارے گئے۔ تمام جائداد ضبط کر لی گئی اور محلات مسمار کر دیے گئے۔ میر شہامت علی اس زمانے میں نابالغ تھے وہ باقی رہ گئے۔ انکی ماں نے قاضیانِ سیف پور کے عروج کا زمانہ دیکھا تھا تربیے جوار میں یہ خاندان بہت ممتاز تھا اور اپنی قدیم خاندانی روایات کے واسطے سارے اودھ میں مشہور تھا۔ اس خاندان کے شادی بیاہ اودھ کے چند مخصوص سادات کے گھرانوں میں ہوتے تھے اور قاضیانِ سیف پور کو نجیب الطرفین ہونے کا بڑا فخر تھا۔ میر شہامت علی کی ماں ایک قابل اور عقلمند خاتون تھیں۔

انہوں نے اپنے لڑکے کو تمام وہ تعلیم دی اور دلوائی جو اس خاندان میں ضروری سمجھی جاتی تھی۔ میر شہامت علی کے کوئی لڑکا نہ تھا۔ صرف ایک لڑکی مخیر النسار تھی اور وہ قاضیوں کے خاندان کی آخری یادگار تھی۔ مخیر النسار سے میر صاحب کو جتنی زیادہ محبت تھی اتنا ہی اُن کو اِس بات کا خیال تھا کہ اُسکو اچھی تعلیم دی جائے چنانچہ مخیر النسار نہ صرف حافظِ قرآن تھی بلکہ فارسی زبان سے کافی واقف اور عربی کی بھی ایک آدھ کتاب پڑھ چکی تھی ۔

میر شہامت علی نے مخیر النسار کو خصوصیت کے ساتھ اپنی خاندانی روایات کی تعلیم دی تھی کہ کس طرح میر امداد علی نے گھوڑوں کے سوداگر کی حیثیت سے محمد تغلق کے دربار میں باریابی حاصل کی۔ کس طرح میر امداد علی ماژندران سے ہندوستان آئے۔ کس طرح انہوں نے نسب صحیح رکھا۔ کس طرح وہ سیف پور پہونچے۔ کیوں انہوں نے اودھ کا دیہات پایہ تخت کے مقابلہ میں بہتر سمجھا۔ کس طرح خاندان کے ہر رکن نے اپنی قدیم روایات کو قایم رکھا وغیرہ وغیرہ۔ مخیر النسار ایک نیک اطوار اور اپنے خاندان کی گذری ہوئی عظمت وشوکت پر فخر کرنے والی خاتون تھی۔ فرصت کا وقت وہ اپنے خاندان کے حالات پڑھنے میں صرف کرتی تھی جو قلمی کتابوں روزنامچوں اور اسی قسم کے کاغذات میں محفوظ تھے۔ مخیر النسار نے ان کاغذات کو چھانٹ کر ترتیب دیا تھا، ہر زمانے کے کاغذات الگ الگ بستوں میں باندھ کر رکھ دیئے تھے۔

میر صاحب کے پاس بزرگوں کا اندوختہ بہت کچھ تھا لیکن وہ ایک سیر چشم دریا دل اور سخی آدمی تھے بڑھاپا آتے آتے اسکے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ بعض دن فاقے سے گزر جاتا لیکن واہ رے استقلال کہ کبھی چہرے پر شکن تک نہیں آئی۔ میر صاحب کا اب عسرت اور تنگدستی کا زمانہ تھا لیکن مخیر النسار خانہ داری کا انتظام کچھ اس خوبی سے کرتی تھی کہ لوگ یہی کہتے تھے کہ میر صاحب کے پاس شاہی زمانے کے جواہرات ہیں جن سے انکی گذر اوقات ہوتی ہے ۔

(۲)

جب تک مخیر النسار کی عمر سولہ اٹھارہ سال کی تھی میر صاحب اس کی جانب سے بالکل بے فکر تھے۔ سیف پوری کے بعض زمیندار دں نے اپنے لڑکوں کے پیغام میر صاحب کے ہاں بھیجے بلکہ میر صاحب سے رشتہ قایم ہونے پر فخر کا اظہار کیا۔ لڑکے تعلیم یافتہ اور ہونہار لیکن ایک ماژندرانی سید بھلا کب یہ گوارا کرتا کہ وہ زمیندار جن کے اجداد سادات سیف پور کے سپاہی رہ چکے ہیں آج میر صاحب کے رشتہ دار بنیں، اسی کوشش میں شیخ ظفرآباد نے میر صاحب کی دہلیز کی دھول لے ڈالی، لیکن غیر معلوم نسب کے لوگ، سادات بھی نہیں شیوخ بھلا میر صاحب کی نگاہ میں کب چڑھ سکتے تھے۔ میر صاحب ہر اس قسم کی تحریک کو

خوبصورتی سے ٹال دیتے تھے۔ گھر میں آتے آبدیدہ ہوکر بیوی سے کہتے کہ دیکھو زمانہ ایسا نا موافق ہے کہ شیخ مہدی حسن، محمود احمد اور نواب محمد صدیق کے سے لوگ مخیر النسار کے واسطے پیغام لاتے ہیں۔ میر صاحب کی بیوی رونے لگتیں اور خود مخیر النسار جو اپنے خاندان کی گذشتہ عظمت اور شوکت پر فخر کرتی تھی دل ہی دل میں میر صاحب کے انکار پر بہت خوش ہوتی +

اودھ میں صرف چند خاندان ایسے تھے جن سے سیف پور کے قاضیوں سے قرابت داری تھی لیکن اُن میں سے کچھ انقلاب زمانہ کا شکار ہو چکے تھے۔ کچھ نے گردش روزگار سے تنگ آکر اِدھر اُدھر قرابتیں قایم کرلی تھیں گویا اُن سے رابطۂ اتحاد سیف پور کے خاندان سے منقطع ہو چکا تھا۔ ایک یا دو گھر ایسے تھے جن کی نسبی وقعت قاضیانِ سیف پور کے معیار پر پوری اُترتی تھی لیکن ان خاندانوں کے نوجوان عاداتِ قبیحہ کے شکار تھے۔ کوئی شراب وکباب میں مست، کوئی کبوتر بازی اور بٹیر بازی میں اُستاد۔ اور کوئی پتنگ بازی میں شہرۂ آفاق۔ غرض جیسے جیسے دن گزرنے لگے میر صاحب کے واسطے یہ بڑا اہم سوال ہوگیا کہ کس طرح خاندانی خصوصیات اور نسبی روایات کو قایم رکھتے ہوتے مخیر النسار کسی موزوں شخص سے بیاہی جائے +

کچھ عرصے کے بعد خود مخیر النسار اپنے باپ کے انکار اور پریشانیوں کو محسوس کرنے لگی۔ وہ دن اسی فکر میں رہتی کہ "میں ماں باپ کے سر پہ عذاب ہوں انکے لیئے فکر کا باعث ہوں میرا خیال شب و روز انکو پریشان رکھتا ہے میری زندگی بیکار ہے میں نہ پیدا ہوتی تو بہتر تھا اسی واسطے لوگ لڑکی سے نفرت کرتے اور لڑکے کی دعا مانگتے ہیں" ان سب خیالات نے مخیر النسار کے دماغ پر بہت زیادہ اثر کیا اور اسکو سال میں دو ایک بار ایسے دورے ہونے لگے جن میں وہ خود فراموش ہو جاتی تھی کبھی ہنستی اور کبھی روتی اور بہت سی باتیں اس سے ایسی سرزد ہوتیں کہ گھر والوں کو یقین ہو گیا کہ جن کا اثر ہے۔ خود مخیر النسار جب ہوش میں ہوتی تو اپنی حالت سُنکر اس کو اور زیادہ افسوس ہوتا۔ میر شہامت علی کے پاس تھا ہی کیا کہ مخیر النسار کا علاج کرتے البتہ جو کچھ اُنسے ممکن ہو سکا دوا اور دعا کسی میں کسر نہ اُٹھا رکھی لیکن سب بیکار۔

اسی طرح دن گزرتے رہے حتیٰ کہ مخیر النسار کی عمر ۳۰ سال سے تجاوز کر گئی اور اب تک وہ ناکتخدا تھی!

(۳)

برسات کا موسم تھا دریائے گومتی بہت باڑھ پر تھا بوڑھے لوگ کہتے تھے کہ اس سے زیادہ باڑھ انہوں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی تھی سینکڑوں آدمی اور ہزاروں جانور دریا میں بہہ گئے تھے بیسیوں گاؤں کا نشان تک باقی نہیں رہ گیا۔ سیف پور کا کچھ حصہ ڈوب گیا تھا خود میر شہامت علی کی تین بارہ دریاں جو

بالکل دریا میں تہیں پانی کی نذر ہوگئیں۔ میر ضیغم الدولہ بہادر کے فیل خانہ کی چھت پر گزوں پانی تھا جس مکان میں میر شہامت علی رہتے تھے اس کی دیواروں سے ٹکرا کر پانی بہہ رہا تھا۔

مخیرالنساء کو پھر دورہ ہوا۔ تین دن بڑی خراب حالت رہی۔ خدا خدا کرکے اسکو ہوش آیا تو میر شہامت علی درد گردہ کا شکار ہوئے۔ ایک ہفتہ بیمار رہے کوئی صورت زندگی کی باقی نہ رہی تھی۔ اتنا سرمایہ نہ تھا کہ کسی بڑے حکیم کا علاج کرتے کسی کے سامنے دست سوال دراز کرنا انکے لئے موت سے بدتر تھا۔ میر صاحب بڑے صابر اور متین شخص تھے لیکن بیماری میں انسان کے ہوش کب بجا رہتے ہیں۔ بیماری کے زمانے میں مخیرالنساء سے لپٹ کر ایک دن بہت روئے۔ گو منہ سے کچھ نہ کہا لیکن درو دیوار تک جانتے تھے کہ یہ بے دست و پائی کا نوحہ تھا۔ نیرنگیٔ زمانہ نے ماژندرانی سید کی خودداری کو آج پہلی شکست دی تھی۔ مخیرالنساء اپنے باپ کی بیٹی تھی اس نے ابھی ہار نہیں مانی تھی اس نے کوشش بھی کی لیکن اس کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہ نکلا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کر باپ کے پاس سے چلی گئی اور اپنے کام میں مشغول ہوگئی شام کو مخیرالنساء نے کھانا بھی نہیں کھایا اور قبل از وقت بستر پر چلی گئی۔ اس نے اپنے خاندان کی گذشتہ عظمت اور اپنے باپ کی خودداری کو قایم رکھنے کی تدبیر سوچ لی تھی۔

صبح کو جب میر شہامت علی کی بیوی تہجد کے واسطے بیدار ہوئیں تو مخیرالنساء اپنے بستر پر نہ تھی۔ میر شہامت علی کی بیوی فجر کی بھی نماز ادا کر چکیں لیکن وہ کہیں نظر نہ آئی۔ انہوں نے آواز دی کوئی جواب نہ ملا۔ انکو مخیرالنساء کی کل کی خاموشی اور بلا کھانا کھائے بستر پر چلے جانے سے کچھ شک تھا ہی زینہ پر جو نظر گئی تو زینہ کھلا تھا۔ بس یکبارگی مخیرالنساء کی ماں کی زبان سے نکلا۔

"ہائے! مخیرالنساء تو گومتی کی نذر ہوگئی!"

یہ سچ تھا۔ مخیرالنساء نے اپنی زندگی سے بیزار ہوکر گومتی میں گر کر جان دینا اس سے بہتر خیال کیا کہ ماں باپ کے سر پر عذاب ہوجائے۔ ماژندران کی سیدانی نے نیرنگیٔ زمانہ کا مقابلہ یوں کیا۔

(۴)

مخیرالنساء کے بعد میر شہامت علی اور انکی بیوی کا کیا حشر ہوا اسکا ذکر ہی بیکار ہے۔ زندگی کے دن کسی نہ کسی طرح پورے کرکے پہلے بیوی اس کے کچھ عرصے کے بعد خود میر صاحب اجل کا شکار ہوئے اور اس طرح سیف پور کے قاضیوں کے خاندان کا افسوسناک خاتمہ ہوا۔

مخیرالنساء دریا میں کود کر دو ایک غوطہ کھانے کے بعد بیہوش ہوگئی لیکن دنیا کے انقلاب نے وہ نہ ہونے دیا جو مخیرالنساء نے سوچا تھا۔ نیم مدہوشی کے عالم میں مخیرالنساء ایک لکڑی سے چمٹ گئی جو ایک بڑے بھوس کے

جھونپڑے کے ساتھ دریا کے دھارے پر بہی جا رہی تھی۔

(۵)

گومتی میں جس وقت سے طوفان شروع ہوا تھا لکھنؤ کے لا مارٹینیر کالج کے انگریزوں نے جانوروں اور انسانوں کو بچانے کی نہایت کوشش کی تھی۔ متعدد کشتیاں ہر وقت تیار رہتی تھیں اور ڈوبتے ہوئے جانداروں کو بچانے کے لئے وہ لوگ بعض اوقات خود اپنی جان خطرہ میں ڈالتے تھے۔

مخیر النسا کی خوش قسمتی کہا جائے یا بدقسمتی کہ وہ پھوس کا جھونپڑا بھی جس پر مخیر النسا نے نیم مدہوشی کی حالت میں پناہ لی تھی کالج مذکور کے چند جانباز انگریزوں کو نظر پڑا۔ کشتیوں کی مدد سے جھونپڑا۔ اور مخیر النسا کی لاش کنارے لائی گئی ڈاکٹری معائنہ سے معلوم ہوا کہ ابھی جان باقی ہے مشنریوں کے اسپتال کے ایک کمرہ میں مخیر النسا رکھی گئی اور دو نرسیں اس کی نگرانی کے لئے مقرر ہوئیں کئی دن کے بعد مخیر النسا کو ہوش آیا پہلے تو وہ یہ سمجھی کہ وہ موت کے بعد کا تماشہ دیکھ رہی ہے۔ جب اسکو اس بات کا یقین ہوا کہ وہ ابھی دنیا ہی میں ہے تو اس نے خوشامد سے نرسوں سے کہا "خدا کے واسطے مجھ کو مر جانے دو میں ماثر مندران کی سیدانی ہوں میں قاضیان سیف پور کی آخری یادگار رہوں میں اپنے باپ کی شرم ہوں میں اپنی ماں کی لاج ہوں، خدارا مجھکو ننگ خاندان مت بننے دو مجھکو گومتی میں پھینک دو یا مجھے کوئی زہر دے دو تاکہ میں اپنے باعظمت اور پرشوکت خاندان کی خودداری کو اپنے ساتھ لیکر جاؤں" لیکن نرسیں مریض کی تیمارداری میں بہت ہوشیار ہوتی ہیں۔ مخیر النسا کی اس قسم کی باتوں کا وہ کوئی جواب نہیں دیتی تھیں بلکہ اپنی خوش مذاقی اور زندہ دلی سے بہت جلد انہوں نے مخیر النسا کو مانوس کر لیا۔ جب مخیر النسا بالکل اچھی ہو گئی تو اسپتال کی بڑی میم نے آکر اس سے کہا کہ اپنا پتہ بتلاؤ تاکہ تمھارے گھر پر اطلاع کی جائے۔ مخیر النسا زار زار رونے لگی اور کہا کہ اب یہی گرجا میرا گھر ہے اور تم سب میری ماں بہن ہو۔ قاضیان سیف پور کے گھر میں قدم رکھنے کے قابل میں نہیں رہی۔

ایک سال بعد مخیر النسا نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا اور امریکہ کے ایک مشنری مسٹر جونس کے ساتھ اسکی شادی کر دی گئی۔ نیرنگِ زمانہ نے قاضیانِ سیف پور کو اس طرح کامل شکست دی!

(۶)

آج چار پانچ سال کا زمانہ ہوا جب میں پہلی بار مخیر النسا سے ملی تھی وہ مسز جونس ہو چکی تھی اور اس کی عمر قریب پینتالیس سال کے تھی لیکن وہ مثل ایک گلاب کے پھول کے تھی جس نے اب تک خزاں کو نہیں دیکھا تھا۔ کئی ملاقاتوں کے بعد بھی میں یہ نہ سمجھ سکی کہ مسز جونس ہندوستانی ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد باتوں باتوں میں انہوں نے اپنی داستانِ الم مجھ کو سنائی وہ خود بھی روئیں اور مجھے بھی انکے واقعات سنکر رنج ہوا۔

یہ واقعات ضروری تغیر کے بعد خود مخیر النساء نے لکھوائے جو عصمتی بہنوں کے لئے بھیجتی ہوں۔

(۷)

جب پہلے پہل مجھے یہ معلوم ہوا کہ مسز جونس دراصل مخیر النساء تھی اور ایک شریف مسلمان خاندان سے تعلق رکھتی تھی تو مجھے بہت رنج معلوم ہوا اور مخیر النساء سے ایک قسم کی نفرت سی پیدا ہوگئی اور میں سمجھتی ہوں کہ آپ میں سے بہت ان واقعات کو پڑھکر مخیر النساء سے نفرت کرنے لگی ہونگی لیکن اگر غور کیا جائے تو مسز جونس بہت کم خطاوار قرار پائے گی۔ اسلام میں حسب نسب کا خیال روا نہیں رکھا گیا ہے لیکن مخیر النسا کے خاندان پر کیا منحصر ہے ہر مسلمان شریف خاندان اسی قسم کے مراسم کا شکار ہے۔

مخیر النساء پرانے رسم و رواج کا شکار ہوگئی۔ اگر میر شہامت علی اور ان کے بزرگوں کو بیجا اصرار نسب پر نہ ہوتا اگر میر شہامت علی نے زمانہ کے ساتھ اپنی رفتار بھی بدل دی ہوتی اور اگر مخیر النسائ کے شریک زندگی کی تلاش میں میر صاحب نے ضرورت سے زیادہ اور بیکار چھان بین نہ کی ہوتی تو مخیر النساء آج کسی مسلمان گھر کی ملکہ ہوتی وہ فخر اسلام ہوتی اور وہ طبقہ نسواں کا وقار ہوتی۔ مجھے افسوس ضرور آتا ہے کہ ایسی پیاری خاتون ہم میں سے نہیں ہے لیکن میں خود مخیر النساء کو بہت کم ان تمام واقعات کا ذمہ وار سمجھتی ہوں۔ بلکہ واقعات اور رسم و رواج نے اسکو اور اس کے خاندان کو اپنا شکار بنالیا ۔

گو واقعات ہو بہو یہی نہ ہوں لیکن اب بھی مسلمانوں میں کتنی " مخیر النساء " ملیں گی۔ جن کو اصل اسلامی تعلیم کو پس پشت ڈال کر رسم و رواج کا شکار بنایا جارہا ہے۔ پیاری بہنو! آیئے ہم سب ملکر کوشش کریں کہ ایسے رسم و رواج قطعی توڑ دیئے جائیں ۔

مسز یوسف الزماں لکھنؤ

عورت فطرۃً وفادار ہے

وہ زمانہ گزر گیا جب ہمارے بعض تنگ خیال علمائے اخلاق نے اس امر کو ایک مسلم الثبوت اخلاقی مسئلہ قرار دیدیا تھا کہ "اسپ و زن و شمشیر وفادار کہ دید" اس مسئلے پر اگلے وقتوں منصف مزاجی کے ساتھ کبھی غور نہیں کیا گیا تھا۔ مذہبی عقاید کی طرح یہ خیال ہر شخص کے ذہن میں جما ہوا تھا کہ عورت سے وفا کی اُمید نہ رکھنی چاہیئے۔ اس غلط فہمی کا سبب یہ تھا کہ ان دنوں باوجودیکہ اسلام نے عورت کی وقعت کو بدرجہا بڑھا کے مرد ہی کا ساتھی ثابت کر دیا تھا۔ مگر لوگوں کے دلوں پر عموماً جاہلیت کا یہ بیہودہ عقیدہ ہی نقش تھا کہ عورت ایک قسم کی جایداد ہے۔ مذکورہ بالا مصرع میں بھی اسی خیال کی صاف جھلک پائی جاتی ہے۔ دیکھو عورت ان چیزوں کے ساتھ گنوائی گئی جو آجتک انسان کی جایداد سمجھی جاتی ہیں۔ گھوڑا اور تلوار دونوں مرد کی جایداد ہیں۔ انکے ساتھ ہی عورت کا بھی ذکر کرنا واضح کئے دیتا ہے کہ شاعر صاحب عورت کو بھی اسی قسم کی جایداد تصور کر رہے ہیں عورت کی نسبت بے وفائی وغیرہ کے الزامات جن لوگوں نے لگائے ہیں انہوں نے یہ پہلے سے فرض کر لیا تھا کہ مرد عورتوں کی قسمت کا مالک ہے۔ لہٰذا اُسے اس کی ضرورت نہیں کہ عورتوں کی نسبت رائے قایم کرتے وقت اپنی حالت اور اپنے اخلاق کا مقابلہ کرے۔ یا اس کے افعال کو اپنے افعال کے مقابلہ میں رکھکر دیکھے۔ ان لوگوں نے چند بدوضع عورتوں کے طرز عمل کو پیش نظر رکھ کر عام رائے قایم کر دی اور گریبان میں سر ڈال کے یہ نہ دیکھا کہ خود ان کے طبقہ والوں میں کیسے کیسے بے حیا اور کتنے کتنے بدوضع موجود ہیں۔ اگر فطرت کے جذبات پر نظر کر کے دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ عورت کو بجائے اس کے کہ بیوفائی کا الزام دیا جائے در اصل مجسم وفاداری یا وفاداری کی قابل تعظیم دیوی ہے۔ عورت کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ چاہتی ہے کہ کسی مرد کی ہو کے رہے اور اسی کے ساتھ زندگی نباہ دے عموماً عورتوں کی یہ حالت ہوتی ہے کہ جس شوہر سے وابستہ ہوتی ہیں اسی کے نام کے ساتھ زندہ رہتی اور اسی کی یاد میں جیتی ہیں۔ وہ عورت ہی ہے جو مرد کے ساتھ ستی ہو جاتی ہے وہ عورت ہی ہے جو عنفوان شباب سے مرتے دم تک بیوگی کی مصیبتیں جھیلتی ہے۔ اور صرف اسی ایک متوفی مرد کے خیال میں دھونی رمائے بیٹھی رہتی ہے جس کے ساتھ تقدیر نے وابستہ کر دیا تھا۔ بیوہ عورتوں کو بھی الگ رکھئے۔ سہاگنوں میں بھی آپ کو ہزارہا ایسی خدا کی نیک بندیاں نظر آئیں گی جن کے شوہر انہیں ہر قسم کی روحانی و جسمانی تکلیفیں دیتے ہیں۔ سوتوں کو انکی چھاتی پر لا بٹھاتے ہیں۔ انکی آنکھوں کے سامنے بازاری عورتوں سے راہ و رسم پیدا کرتے ہیں اور وہ اُف نہیں کرتیں ❊

جوشِ رقابت جو انسان کے دل میں فطرۃً پیدا ہوا کرتا ہے۔ اس پر بھی اگر سچ پوچھئے تو عورت کی وفاداری غالب آجاتی ہے۔ اگر عورت شوہر کے سوا کسی اور مرد سے راہ و رسم پیدا کرے تو اکثر شوہر یا تو اُسے مار ڈالتا ہے یا خودکشی کر لیتا ہے۔ بخلاف اس کے عورت میاں کے پاس متعدد بیویوں اور صدہا لونڈیوں کو دیکھتی ہے.........

......اور اس پر بھی اسکا قدم وفاداری کے دایرے سے باہر نہیں نکلتا۔ یہ شریفانہ جوہر اور یہ وفاداری کے نمونے دیکھنے پر بھی عورت کو بے وفا کہنا ظلم ہی نہیں بے حیائی ہے۔ سچ یہ ہے کہ عورت کے سوا دُنیا کی اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جس کی نسبت مرد نے یوں آنکھیں بند کرکے رائے قایم کی ہو۔ اگر مرد میں غیرت ہوتی۔ اپنے افعال پر متنبہ ہوتا۔ اور اس کے دل میں انصاف ہوتا تو بجائے اس کے کہ وہ عورت کو الزام دے عورت کا قدم دھو دھو کر پیتا۔

اگر چند بازاری عورتوں نے اپنی عزت روپے پر بیچ ڈالی۔ یا چند گنتی کی شریف عورتیں بے باک ہوگئیں تو اس سے عورتوں کے عام طبقہ کو کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ اور انکی فطرت نہیں بدل سکتی۔ مرد ہی کو دیکھو کہ کسی قسم کا عیب نہیں جو اس میں نہ پایا جاتا ہو۔ وہ انتہا درجہ کا بے وفا ہے۔ عام طور پر بدراہ و بدکار ہے۔ وہ عورت کے نہ کسی عہد پر قایم رہتا ہے اور نہ اس کے ساتھ شریفانہ برتاؤ کرنے کو چنداں ضروری خیال کرتا ہے اور پھر بھی اپنی نسبت بہت اچھی رائے رکھتا ہے۔

دُنیا کی تاریخ پر نظر ڈالو اور غور سے دیکھو تو دنیا کی اس گذشتہ عمر میں مرد نے عورت پر کیسے کیسے ظلم کئے ہیں۔ اس نے عورت کو اپنی مملوکہ جایداد بنایا ہے۔ اُس نے اُسے ہمیشہ ذلیل کیا ہے۔ اُسے شکاری چڑیوں کی طرح پکڑ پکڑ کے بیچا ہے۔ اسکو بچپن ہی میں قتل کر ڈالا ہے۔ لڑائی کے میدان میں قدم رکھتے وقت اسکو مار ڈالا ہے یا زندہ جلا دیا ہے۔ اُسے شوہر کی لاش کے ساتھ زندہ خاک میں ملایا ہے۔ اور اسے بیوگی کی رسوم کا پابند بنا کے اس کی زندگی موت سے بدتر کر دی ہے۔ اس مقابل میں دیکھو کہ عورت نے ان سب ظلموں کو محبت کا نمونہ قرار دیکے ہنسی خوشی اور ضبط و شکر کے ساتھ گوارا کر لیا ہے۔ پھر ان باتوں کے دیکھنے کے بعد بھی کوئی شخص کہہ سکتا ہے کہ عورت بے وفا ہے۔ یا وفاداری کا جوہر مرد میں اس سے زیادہ ہے؟ ہرگز نہیں!

(منقول از پردہ مصنفہ مولانا شرر مرحوم) ظفر جہاں

پیاری بہنوں سے

سحر ہو گئی روشن سر بسر ہے   منور فضائے رخِ بحر و بر ہے
چمن زار ہر برگ و شاخِ شجر ہے   ترنم چکان نغمۂ بادِ سحر ہے
ہیں شاداب بوٹے ہیں سرسبز پتے
ضیا پاش ہے خاک روشن ہیں ذرے

ہوئی روشنی سے فضا زر افشاں   درخشاں ہوئی چشمِ صبحِ گلستاں
کھلے چار جانب گلِ خندہ ساماں   چھڑکتی ہے شبنم رخِ گل پہ افشاں
ترقی کی کرنیں خراماں ہیں ہر سو
فضاؤں میں پھیلی تمدن کی خوشبو

زمانہ کو تعلیم کی دُھن لگی ہے   تمدن کی تنویر چھائی ہوئی ہے
ہر اک گل میں بوئے ترقی بسی ہے   ہر اک قوم نیر کو شرما رہی ہے
کہیں کٹ گئیں وہ مصیبت کی راتیں
سحر ہو گئی جاگ اُٹھیں پیاری بہنیں

ذرا آنکھ کھولیں نظر اک اُٹھائیں   ترقی کو اولادِ آدم کی دیکھیں
زمانہ کی حالت سے عبرت لیں   مصیبت پہ اپنی نظر ایک ڈالیں
ہے تہذیب کی مے سے مخمور دنیا
وہی حال بہنو ہے لیکن ہمارا

مری پیاری بہنو یہ دنیا کے دھندے   نہیں چین جو ہم کو اک لحظہ دیتے
جھگڑتے ہیں ہم یہ جو بچوں کے جھگڑے   ہیں شوہر سے اکثر جو یہ طعن و طعنے
ہمارے گھروں کا جو یہ ماجرا ہے
ذرا اصلیت اس کی دیکھیں تو کیا ہے؟

یہ بچے جو لڑتے ہیں آپس میں ہر دم   ہمارے سروں پر جو شورش ہے پیہم
جو بکتے ہیں یہ ناک میں لانے ہو دم   شرارت سے انکی ہے نالاں عالم
یہ ہیں آج افسوس جو ایسے بگڑے
ہماری جہالت کے ہیں یہ نمونے

نہیں بھائیوں اور بہنوں میں اُلفت   نہ کچھ بھائیوں ہی کو یعنی محبت
نہ ان کو نماز اور روزے کی حاجت   نہ پروا وطن کی نہ کچھ درد ملت
نہ تعلیم پانے سے افسوس بہنو
یہ اولاد کا اپنی احوال دیکھو

اگر گھر میں آئیں ملی عہد عالی   تو چھاتی ہے اک مرت کی سی خموشی
ہیں ماتھے پہ شکنیں ہیں آنکھوں میں خفگی   اگر کوئی بولا تو شامت ہی آئی
اُٹھیں والدہ دوڑ کر لائیں کھانا
سلفچی و لوٹا اِدھر لائی ماما

زباں پر جو رکھا تو بدلے ہیں تیور   نگاہوں میں چمکے ہیں غصہ کے نشتر
چھپانے کی آرزو سے دوڑیں مادر   نرالا تماشا یہاں دیکھا آکر
زمیں پر ہے سالن "بدر رد" میں روٹی
کٹورے ہیں اوندھے لڑھکتی ہے کشتی

وہی نورِ عینین معصوم پیارے   وہ ہی طفل شیریں ہمارے دلارے
جو تھے زندگانی کے اپنے سہارے   وہ ہی نخلِ اُمید تھے جو ہمارے
ہزاروں اُمیدیں تھیں وابستہ جن سے
دکھاتے ہیں وہ آج ایسے کرشمے

ہوئے آج وہ اس طرح دل کا خلجاں   بنایا اُنہوں نے ہمیں یوں پریشاں
اِن ہی کے تصور میں غلطاں و پیچاں   ہیں اعمال سے انکے دن رات حیراں
نہ والد کے اپنے رِدا دار ہیں یہ
اور "اماں" کی صورت سے بیزار ہیں یہ

کہیں باپ کے ہو رہے ہیں مقابل — کہیں ماں کو فرما رہے ہیں یہ جاہل
کہیں بیبیوں پہ ہے اک حشر نازل — ہے ہر وقت غمگیں بیوی کا دل

ہیں یہ نسل آدم کہ حیوان ہیں یہ؟
وہ ہی اشرف مخلوق انسان ہیں یہ؟

جو دیکھیں سبب اسکا معلوم ہوگا — ہے یہ پرورش کا ہماری نتیجہ
ہمیں پر سراسر ہے الزام اسکا — ہماری جہالت کا ہے یہ تقاضا

گر اے کاش ہم آج جاہل نہ ہوتے
تو کیوں گھر کے ہوتے ہمارے یہ نقشے

مری بہنو۔ ہم کو جہالت نے مارا — جہالت نے ہندوستاں کو گرایا
جہالت نے باغ وطن کو اجاڑا — جہالت نے اپنا سفینہ بہایا

جہالت نے کی غرق عورت کی کشتی
جہالت نے روکی وطن کی ترقی

جہالت سے ناقص ہے مشہور عورت — جہالت سے عورت ہوئی ننگ ملت
زمانہ کو ہے اُس کی ہستی سے نفرت — وطن کی ہے دشمن ہماری جہالت

جو تہذیب کچھ صنف نسواں میں ہوتی
نہ منہ ہند کو آج دکھلاتی پستی

نہ پہنچتے مصیبت کے گرداب میں ہم — نہ ہوتی جفائے فلک ہم پہ پیہم
نہ آج ہم پہ اس طرح ہنستا کل عالم — زمانہ میں ہوتے نہ یوں سرنگوں ہم

جو تعلیم خاتون ہندی بھی پاتی
نحوست نہ یوں آج انگلی دکھاتی

جہالت سے محکوم عورت بنی ہو — جہالت نے مٹی پلید اسکی کی ہے
جہالت سے اپنی یہ حالت ہوئی ہو — جفا ہم پہ مردوں کی اتنی بڑھی ہے

سہیں ظلم بے حد نہ ہم لب ہلائیں
وفا سے نہ پاؤں ذرا ڈگمگائیں

شریعت سے پردہ سرا ہو ہمارا — ہے زندان خانہ میں اپنا گزارا

نہیں روشنی کا کہیں اک شرارہ — نہیں بحر تاریک تر کا کنارا

نہیں علم دنیا میں کیا ہو رہا ہے
خبر ہی نہیں شمع تہذیب کیا ہے

جہالت سے مرد رنگ سختی میں آئے — جہالت سے یہ ظلم جنے اٹھائے
جہالت ہی نے ہم کو یہ دن دکھلائے — کہ دشمن ہمارے ہیں اپنے پرائے

سمجھتے ہیں عورت کی ہستی ہی کیا ہے
کہ قرآن نے مردوں کو حاکم کہا ہے

ہو وہ باپ بھائی کہ بیٹا کہ شوہر — نگاہوں میں ان سب کی عورت ہو احقر
سمجھتے ہیں سب ہی ذلیل اور بدتر — ہیں تحقیر کرنے میں یہ سب برابر

فقط اک جہالت نے کی ہے یہ حالت
جو عورت سے رکھتے ہیں یہ اتنی نفرت

بہت طول ہے داستان پریشاں — کہاں تک سناؤں غم درد پنہاں
جو حالت ہوا اپنی ہے سب پہ عیاں — ہے دنیا کو معلوم یہ حال نسواں

مری پیاری بہنو یہ غفلت کہاں تک
ہماری یہ غمناک حالت کہاں تک

ذرا ہمتیں اپنی مضبوط کیجے — بہت راہ منزل میں اٹکے ہیں روڑے
ہے ہمت سلامت تو ہوں لاکھ خطرے — قطع ہو ہی جائیں گے دشوار رستے

جو ہمت کریں سب نہیں دور منزل
بڑھاؤ تو کشتی ہے نزدیک ساحل

نہ گھبراؤ اس ظلمت زندگی سے — بڑھے جاؤ پاؤں ہٹانا نہ پیچھے
ڈرائیں ہمیں لاکھ دشوار رستے — مگر خوف کھانا نہ ہرگز کسی سے

ترقی کی راہیں کھلی ہیں سراسر
نہیں کوئی ساتھی تو ہے ہم کو کیا ڈر

ہمارا معاون خدائے جہاں ہے — وہ ہی رہنمائے رہ کارواں ہے
جدھر دیکھیے اپنا رہبر وہاں ہے — اسی کے بھروسے زمین و زماں ہے

اسی کے سہارے بڑھاؤ یہ کشتی
ہو مقبول نسواں جل جلالہ کی عرضی

[illegible]

قصّۂ درد

خزاں کے بعد بہار۔ بیماری کے بعد صحت۔ رنج کے بعد راحت۔ صبر کے بعد اجر۔ سبھی کچھ ہوگا۔ مگر آہ میری بچی ایسی روٹھی کہ کبھی منانے نہ مانے گی۔ بدنصیب ماں کی خدمت پسند نہ آئی۔ لمحوں میں بیمار ہوئی اور گھنٹوں میں چل بسی۔ ہاں دکھیاری ماں۔ جاں نثار خدمتگزار کو یہ ارمان یہ داغ ہمیشہ کے لیے دیا۔ کہ جی بھر کر خدمت نہ کی۔ دل کھول کر علاج نہ کروایا۔

اختر تو کیوں اتنی ناراض ہو گئی؟ میرا نالۂ نیم شب تو عرش عظیم کو ہلا دیتا ہے۔ میرا قصۂ درد لوگوں کے دلوں میں ناسور ڈال دیتا ہے۔ میری آہیں آسمانی دنیا میں تلاطم بپا کر دیتی ہیں۔ مگر تو مجھے معاف نہیں کرتی!

نہیں میں غلط کہتی ہوں۔ تو تو مجھے پیار کرتی تھی۔ میرے بغیر رہنا کبھی گوارہ نہ کرتی تھی۔ یہ ایک زبردست طاقت۔ ایک لازوال حکومت کا فیصلہ ہے۔ مجھے تجھ جیسے گوہر نایاب کے قابل کان نہ سمجھا اور صرف پانچ سال کا قلیل عرصہ میرے پاس اپنی امانت رہنے دی۔ پھر ہمیشہ کے لئے مجھے اس پھول کی خوشبو اور اس شمع کی روشنی سے محروم کر دیا۔

وقت میرے دل سے تیری یاد معدوم کر دے۔ غلط! میرا تجربہ مجھے اس مقولہ کا قائل نہیں ہونے دیتا۔ قریباً دو ماہ ہو گئے۔ کہ بے رحم موت نے تجھے مجھ سے چھین لیا۔ اور مجھے دیوانہ بنا دیا۔ میں دن بدن اپنی حالت بدتر پاتی ہوں۔ میں نصف شب کو باہر نکل جاتی ہوں۔ کہ شاید میرا گم شدہ یوسف مل جائے۔ میں صرف اسی تمنا میں سونے کی کوشش کرتی ہوں۔ کہ شاید میری اختر۔ میری معصوم اختر۔ میری بچھڑی بچی۔ خواب میں ملے۔ مگر وائے قسمت۔ میں مایوس ہو جاتی ہوں مگر یکایک میری مایوسی میں امید کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ مجھے تاریکی میں دھندلی سی روشنی ملتی ہے۔ جو تیزی ہونی شروع ہوتی ہے اور آخر "لازوال شے" کے لفظوں میں سامنے رہ جاتی ہے۔ وہ کیا ہے۔ تیرا خیال! جو ہمیشہ کے لئے میرے پاس ہے۔ اور اسے کوئی نہیں چھین سکتا۔ میں اس میں گھنٹوں غرق رہتی ہوں۔ پہلے تو یہ بے کل و بے چین کرتا ہے۔ مگر جب پوری طرح طاری ہوتا ہے۔ تو تو میرے سامنے آ جاتی ہے۔ میرے گلے لگتی ہے۔ میری آغوش میں بیٹھتی ہے۔ میرے آنسو خشک کرتی ہے۔ مجھے اپنی پیاری باتوں اور میٹھی حرکات سے مسرور کرتی ہے۔ میں تجھے مل لیتی ہوں۔ ایک عجب کیفیت ہوتی ہے۔ خیالِ اختر وصالِ اختر سے کم نہیں۔ اب یہی میری زندگی کا سہارا اور خوشی ہے۔

جب یہ نہ ہو گا۔ تو میں بھی نہ ہونگی۔

یہ سر خدا کرے نہ ہو جس سر میں تو نہ ہو
وہ دن نہ ہو کہ دل میں تیری آرزو نہ ہو

یا رب العالمین! تیری کنیز صغرا۔ تیرے ہر حکم پر راضی ہے۔ مگر اپنی رحمت کا صدقہ۔ اپنی خدائی کا واسطہ۔ اپنے محبوب کے لئے۔ اس سیاہ کار کو اتنی ہمت و حوصلہ دے۔ کہ تیری دی ہوئی سزاؤں کو جو اس کے گناہوں کی نہایت ادنٰے پاداشیں ہیں۔ صبر سے برداشت کر سکے۔

مجھے ڈر ہے کہ میری گھبراہٹ کفرانِ نعمت۔ میری گریہ وزاری حکم عدولی۔ اور میری دیوانگی۔ نافرمانی نہ گنی جائے۔ اور تیرا دریائے غضب جوش میں آجائے۔ اس کی خوفناک لہریں مجھے اپنی لپیٹ میں لے لیں۔ اور کہیں تو مجھ سے ناراض نہ ہو جائے۔

میرا پیمانۂ صبر اتنا وسیع کر دے کہ وہ کبھی لبریز نہ ہو۔ میرا استقلال ایسا قوی کر کہ اسے کوئی دُنیاوی طاقت جنبش نہ دے سکے۔ میرا ایمان ایسا راسخ کر کہ اسے کوئی چیز نہ ڈگمگا سکے۔ ہاں مجھے ایسے اعمال کی توفیق دے۔ کہ جس وقت تو زبردست حاکم تخت پر ہو گا۔ جب بڑے بڑے ایمان دار گھبرائے پھرینگے۔ اور فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گا۔ اس وقت تیری گنہگار لونڈی کو کسی کی جوابدہی نہ کرنی پڑے۔ کسی سے خجالت نہ اٹھانی پڑے اور کوئی اسکا دامنگیر نہ ہو۔ بس پھر۔

راضی ہم اسی میں جس میں ہو رضا تیری
شکوہ شکایتوں کی ہمیں کیا مجال ہے

صغرا سلطانہ (بنت نواب لیاقت حیات خاں) پٹیالہ

یہ مضمون براہ راست میرے پاس پہونچا ہے اس کے پڑھنے کے بعد مجھے محترمہ صغرا سلطانہ صاحبہ سے یہ کہنے کا کہ "صبر کیجئے" جائز حق ہے کیونکہ میں اس درد سے جس میں یہ عزیزہ بچی مبتلا ہے اچھی طرح آشنا ہوں اور ان ہاتھوں سے آٹھ آٹھ دس دس برس کے بچوں سے لیکر بیس بیس اکیس اکیس برس کے بچے قبروں میں سلا چکا ہوں مگر مجھے معلوم ہے کہ صبر کس طرح آتا ہے کب آتا ہے اور کیونکر آتا ہے اس واسطے اسوقت یہ کہنا فضول ہے ہاں میں اسوقت اسکو ان الفاظ پر متوجہ کرونگا جو آج سے قریباً چودہ سو سال پہلے مخبر صادق کی پاک زبان سے نکلکر فضاء عرب میں گونجے اور جنکا مفہوم یہ تھا کہ "موت سے پہلے مرجاؤ" اس کے معانی میں یہ چیز شامل تھی کہ جب عیش و عشرت کے اسباب اور مسرت و اطمینان کے سامان انسان کے سامنے نمودار ہوں تو وہ اس کے تاریک پہلو کو فراموش نہ کرے وہ شخص جو اپنے فاصلے

ایک عالیشان محل بنا رہا ہے اور ہر شام کو اس کی تعمیر دیکھ دیکھ کر نہال نہال ہوتا ہے کبھی یہ بھی سوچ لے کہ بارش کا ایک چھینٹا اس کی بنیادیں ہلا دے گا جہاں باغ کا مالک صبح کے وقت اپنے ہرے بھرے چمن کو دیکھ کر پھولا نہیں سماتا وہ یہ دیکھ کر کہ نئے نئے پھول کھل رہے ہیں اور قسم قسم کے پودے بڑھ رہے ہیں باغ باغ ہوتا ہے مگر اسے یہ بھی غور کر لینا چاہیئے کہ جو ہوا ان کلیوں کو شگفتہ کر رہی ہے اسکا ایک جھونکا ان کو تباہ و تاراج بھی کر دے گا محترمہ صغرا سلطانہ صاحبہ کی ماتا میں اگر یہ اندیشہ شامل تھا تو میں عرض کروں گا کہ اب انکے صبر میں یہ یقین مددگار ہوگا جب وہ سُنیں گی کہ دنیا نام ہے ان ہی صدمات کا اور زندگی معنی ہیں ان ہی اموات کے۔ پیاری بچی اختر کی موت جس کی مہانداری ما ختم کر چکی اور اب گھر والوں سے بچھڑ کر جنگل بیابان میں ہمیشہ کی نیند سو رہی ہے ثبوت ہے اس امر کا کہ کارنامۂ حیات کے گورکھ دھندوں میں وہ ساعت آتی ہے جب انسانی ہاتھ کوشش کا ساتھ چھوڑتے ہیں اور ایک ازلی وابدی طاقت اپنا کام کرتی ہے۔

جانہار اختر کا فراق اور جس نے ما کا گھر سونا کیا بآواز بلند بتا رہا ہے کہ نظام عالم یہ ہی ہے، کوئی باپ اور کوئی ما کوئی شوہر اور کوئی بیوی کوئی بھائی اور کوئی بہن حق نہیں رکھتا کہ مشیت کے خلاف لب کشائی کر سکے نماز فجر کے بعد جس وقت قدرت رات کی سیاہی کو روز روشن کے دامن میں لپیٹ رہی ہو محترمہ صغرا سلطانہ صاحبہ نگاہ بلند کریں وہ ملاحظہ فرمائیں گی کہ جب چادر آسمان تاروں کو فنا کر رہی ہے پیاری اور جانہار بچی اختر کی روح حیات وممات کے اس سلسلہ کو ہاتھ میں لیئے ما سے التجا کر رہی ہے کہ "خدا کی مرضی پر راضی نہ رہنا اس کے غصہ کو بھڑکانا ہے" ضرورت ہے کہ بدنصیب ما کے آنسو خانہ داری کے فرائض سے تبدیل ہوں، قدرت کے اٹل قانون کا یقین دوسرے بچوں کی معصومانہ مسرتوں کا استقبال کرے تاکہ زندگی کے پاک و صاف دامن پر دوسرے عزیزوں کی حق تلفی کا داغ نہ لگنے پائے۔

مجھے یہ دیکھکر اطمینان ہوا کہ جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اور جو میرا ایمان ہے وہ میری عزیز بچی صغرا سلطانہ صاحبہ کے علم میں ہے اس لیے میں صرف یہ کہتا ہوں کہ معبود حقیقی اس پیاری بچی کو صبر کی توفیق بخشے اور اس کی التجائیں قبول ہوں۔

راشد الخیری

تذکرہ جمیل

دُنیائے عالم میں ہندوستان ایک عرصہ سے اقتصادیات کے اعتبار سے نہایت پستی کی حالت میں شمار ہوتا ہے۔ جس کے اسباب پر ہمیشہ غور ہوتا رہا ہے۔ آج سے نصف صدی پیشتر اکابرانِ ہند نے ہندوستان کی مالی حالت اور افلاس کے جو اسباب دریافت کیئے ہیں ان میں اصل سبب قومی جہالت اور بے علمی رہی۔ ہندوستان اپنے ملکی سلطنت کے زوال اور غیر ملکی سلطنت کے استحکام سے ایک ایسے چکر میں آگیا تھا کہ اسکا اپنا پرانا اُردو فارسی کا علم کالعدم مانا جانے لگا۔ اور ہندوستان کا علم جہالت سے مبدل ہوگیا +

لیکن غیر مسلم اقوام جو ہمیشہ سے محکوم چلی آتی تھی معاً حاکم وقت کی متابعت میں نئی علمی شاہراہ پر گامزن ہونے لگی۔ اور مسلمان سلطنت کھوئے جانے کے سوگ اور غم و غصہ میں اور قدیم علمیت کے زعم میں ایک عرصہ دراز تک سوتے پڑے رہے۔ جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ قوم جو ہمیشہ محکوم چلی آتی تھی۔ حریف بن کر دوڑ میں آگے نکل گئی۔ اور ہم کوسوں دور پیچھے رہ گئے۔ آج سے نصف صدی قبل مسلمانوں کو اس غفلت سے بیدار کرنے کے لیئے خدا نے سر سید علیہ الرحمۃ جیسے مقدس وجود کو بھیجا۔ جنکی لگاتار کوشش اور جانفشانی سے بہ ہزار خرابی مرد کسی نہ کسی طرح اپنی غفلت سے بیدار ہو کر جدید علمی شاہراہ پر چلنا شروع ہو گئے۔ مگر عورتوں کے حق میں کسی کی کچھ نہ چلی۔ گو سر سید علیہ الرحمۃ کے وقت سے مولانا سید ممتاز علی صاحب اور حضرت علامہ راشد الخیری صاحب جیسوں بزرگوں نے آجتک اپنی کوششیں جاری رکھی ہیں۔ جسکا اثر ابھی ابھی دس پندرہ برس میں نمایاں ہونے لگا ہے اور نو خیز طبقہ میں چند ایسی ہستیاں جنکا شمار انگلیوں پر ہو سکتا ہے جن کو آٹے میں نمک بھی نہیں کہا جا سکتا علمی آسمان پر تارے بن کر ضیا باریاں کر رہی ہیں +

لیکن جہالت کی گھٹا ٹوپ تاریکی میں اس سے استفادہ تو ایک طرف رہا انکے وجود تک کا احساس نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ ضرورت تھی کہ یہ نصف صدی کی کوششوں کا نتیجہ جو ملک کے گوشہ گوشہ میں بے خبری کے عالم میں انفرادی حیثیت سے ہے کسی ایک صف میں یکجا جمع کیا جاتا۔ اور بطور نتیجہ و نمونہ ملک کے سامنے رکھا جاتا تاکہ ملک پر اچھا اثر پڑے اور آیندہ کی کوششوں میں آسانیاں پیدا ہوں +

بحمد اللہ مناسب وقت پر خدا نے مولانا عبد الرزاق صاحب بسمل کو اس اہم کام کے لیے چن لیا، اور انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا اور لگے ہاتھ اس کام کو شروع بھی کر دیا۔ حالانکہ اس کام کے لیئے اصل محرک بانی اول مرحوم سر سید؟

کے ہمعصر مولانا سید ممتاز علی صاحب اور حضرت علامہ راشد الخیری صاحب کا حق تھا۔ مگر خدا ہر ایک کام کے لیے اپنے بندوں میں سے جسکو چاہتا ہے چن لیتا ہے۔ مولانا جمیل احسن صاحب عنداؔئی انتخاب پر قابل مبارکباد ہیں کہ آپنے اس ضرورت کو محسوس کرکے صحرائے ہند کے گوشہ گوشہ سے ان طوطیانِ ہند کو ایک جا جمع کرنے کی کوشش شروع کی ہے۔ گو موجودہ فضا میں اس قسم کے کام کا آغاز بہت مشکل بلکہ حوصلہ شکن تھا۔ مگر آپ نے دو تین سال کی لگاتار کوشش سے باوجود ملک کی طرف سے سرد مہری کے برتائے کے ہمت سناری اور ساس انتار میں ملک کے ہر حصہ سے ان درخشندہ ہستیوں کی مختصر سوانح حیات جس قدر بھی حاصل ہوسکیں بطور نمونہ "تذکرہ جمیل" نامی ایک خوبصورت کتاب کے صفحات پر مرتب کر دیں۔ بلاشبہ یہ کام ملک کے موجودہ رسم و رواج کی فضائیاں قابل داد ہے۔ لیکن اب جبکہ "تذکرہ جمیل" کا اول ایڈیشن ملک نے دیکھ لیا۔ اُمید ہے کہ جھجک نکل جائے گی اور ضرورت کا احساس کرتے ہوئے رسم و رواج کی بیکار زنجیروں کو توڑ دیا جائے گا اور مولانا کے کام کو بہت آسان کر دیا جائے گا۔ کیونکہ کسی مسئلہ کے سمجھانے کے لیے نظائر کے بیان کا طریقہ نہایت مؤثر ثابت ہوا کرتا ہے۔ نصف صدی سے جس مسئلہ کی طرف بہی خواہانِ قوم نے اپنی قوم کو متوجہ کرنا شروع کیا تھا۔ اصل مسئلہ کے فوائد اور خوبیوں کے ساتھ ساتھ اسلاف کے نظائر روایتاً بیان کیے جاتے تھے۔ مگر انسانی خاصہ مشاہدہ کو خواہشمند ہوا کرتا ہے چنانچہ "تذکرہ جمیل" کھلے طور پر قوم کو بتا دیتا ہے کہ پردہ میں رہ کر بھی نسوانی طبائع کس طرح بنتے ہیں۔ "تذکرہ جمیل" بتا دیتا ہے کہ عورت ذات کی ذہنیت اور دماغی قابلیت گھر کی چار دیواری میں بھی کیا کچھ حاصل کر سکتی ہے۔ "تذکرہ جمیل" کے اول ایڈیشن میں اُنسٹھ خواتین کے مختصر سوانح حیات اور انکے تعلیمی تذکرے ہیں جن میں ایسی بھی ہیں جنہوں نے بڑی بڑی یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کرکے ڈگریاں پائیں اور اِسلامی پردہ کو قایم رکھکر اعلیٰ معیار کا نمونہ قوم کے سامنے پیش کر دیا۔ لیکن زیادہ تر ایسی ہستیاں ہیں جنہوں نے غیر اعلیٰ معیار میں تعلیم حاصل کرکے بلکہ بعض تو بالکل معمولی ذریعہ سے تعلیم سے مستفید ہوکر اپنی صنف کی ذہنیت اور دماغی قابلیت کا زندہ ثبوت پیش کر رہی ہیں کہ باید و شاید۔

"تذکرہ جمیل" کے طریق تدوین کے متعلق کچھ کہنا تو گویا لقمان کو حکمت سکھانے کے مصداق ہوگا۔ کیونکہ اس میں خود مولانا زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہیں۔ لیکن ظاہری نقص کی طرف مولانا کی توجہ کو منعطف کرانا بیجا نہ ہوگا گو ہر چند آپکے "عرض حال" سے طباعت کے متعلق آپکی مجبوریوں کا پتہ چلتا ہے۔ تاہم تصحیح کا انتظام اہل مطابع پر نہیں چھوڑنا چاہیے بلکہ خود اپنی طور پر کرنا چاہیے۔ یہ ایک بڑی فروگذاشت سمجھی جاتی ہے کہ کتاب کے ساتھ ایک طویل غلط نامہ لگایا جائے اور پھر کارپردازوں کی غفلت نے کمال یہ کیا کہ اتنا بڑا غلط نامہ بھی غلطیوں کا متحمل نہ ہوسکا اور دیگر بے شمار غلطیوں سے کتاب پر ہے۔ اُمید کہ طبع دوم میں ضرور اسکا خیال رہے گا۔

علیٰ ہذا تصاویر کے متعلق اتنا لکھے دیتی ہوں کہ "تذکرہ جمیل" چونکہ ہندوستانی خواتین کی سوانحات کا مجموعہ ہے اس اعتبار سے ہندوستان ہی کی ایک فخر و ناز علیہ حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کی مقدس و متبرک تصویر والا گروپ شروع میں زیادہ مناسب و موزوں معلوم ہوگا۔

سردار محمدی بیگم بنت مرحوم نواب فوائی لونسی۔ قلابہ

تربیت گاہ میں جشن معراج

۱۸ رجب کو جب میں تربیت گاہ کی بورڈر لڑکیوں کو معراج کے معنی بتا رہا تھا تو انکی یہ خواہش ہوئی کہ وہ ۲۷ رجب کو نہایت دھوم دھام سے جشن معراج منائیں انکی تجویز چونکہ نہایت معقول تھی میں خوشی سے انکا ہمنوا ہوا مگر وقت یہ تھی کہ عصمت شائع ہو چکا تھا اور اس کے سوا چارہ نہ تھا کہ بچیوں کی تجویز اور بلاوا بنات میں شائع کر دوں اور مقامی اخبار ملت میں بھی +

میں نے عصمتی بہنوں کی شکایت رفع کرنیکے واسطے پروگرام اور خط چھپوا دیے تھے مگر وقت اتنا تا کافی تھا کہ پچاس ساٹھ خطوں سے زیادہ روانہ نہ ہو سکے پھر بھی میں عصمتی بہنوں اور بناتی بچیوں کا ممنون ہوں جن میں سے بعض نے شرکت فرمائی اور بعض نے ننھے ننھے بچوں کا ساتھ ہونے اور سردی کی شدت کی وجہ سے تشریف لانے سے معذوری ظاہر کی +

محترمہ بلقیس بیگم (و-ا) صاحبہ نے سلمہ ستارے کے کام سے یہ مصرعہ کہ **شاہ ہر دو کا شاہ اسلام مہمان ہے ہمارا۔** باوجود وقت کافی نہ ہونے کے نہایت محنت سے تیار کیا تھا۔ مدرسہ کا مکان ۲۶ رجب کی شام کو آراستہ ہونا شروع ہوا، محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ کا قطعہ ایک شیشہ کے چوکٹے میں جڑا ہوا اس آراستگی کو دوبالا کر رہا تھا۔ ۲۷ کی صبح کو جس کی شب کو جشن معراج تھا، بیگم صاحبہ خانصاحب عبدالغفور بی اے ریٹائرڈ جیل لاہور اور بیگم عبدالحمید صاحب بی اے ایل ایل بی گوردواپور تشریف لے آئیں تھیں دوپہر کی گاڑی سے بیگم صاحبہ مولوی شمس الدین صاحب تحصیلدار بھرتنہ اٹاوہ مع اپنی صاحبزادی کے تشریف لائیں اور شام تک دوسرے معزز مہمانوں کی تشریف آوری کا تانتا بندھا رہا۔

اس سلسلہ میں مشہور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال خاتون صاحبہ بریلوی بیگم رسالدار بہادر فرزند علی خاں صاحبہ اور ان کی والدہ محترمہ رابعہ خاتون صاحبہ مظفرنگر اور بیگم ناظر حسن صاحب مظفرنگر محترمہ مصطفائی بیگم صاحبہ بڑی خصوصیت سے قابل ذکر ہیں انہوں نے اپنی تشریف آوری سے نہ صرف شرکت فرمائی بلکہ مقاصد جلسہ میں فراخ حوصلگی سے ہاتھ بٹانے میں کارکنان جلسہ کا ہاتھ بٹایا +

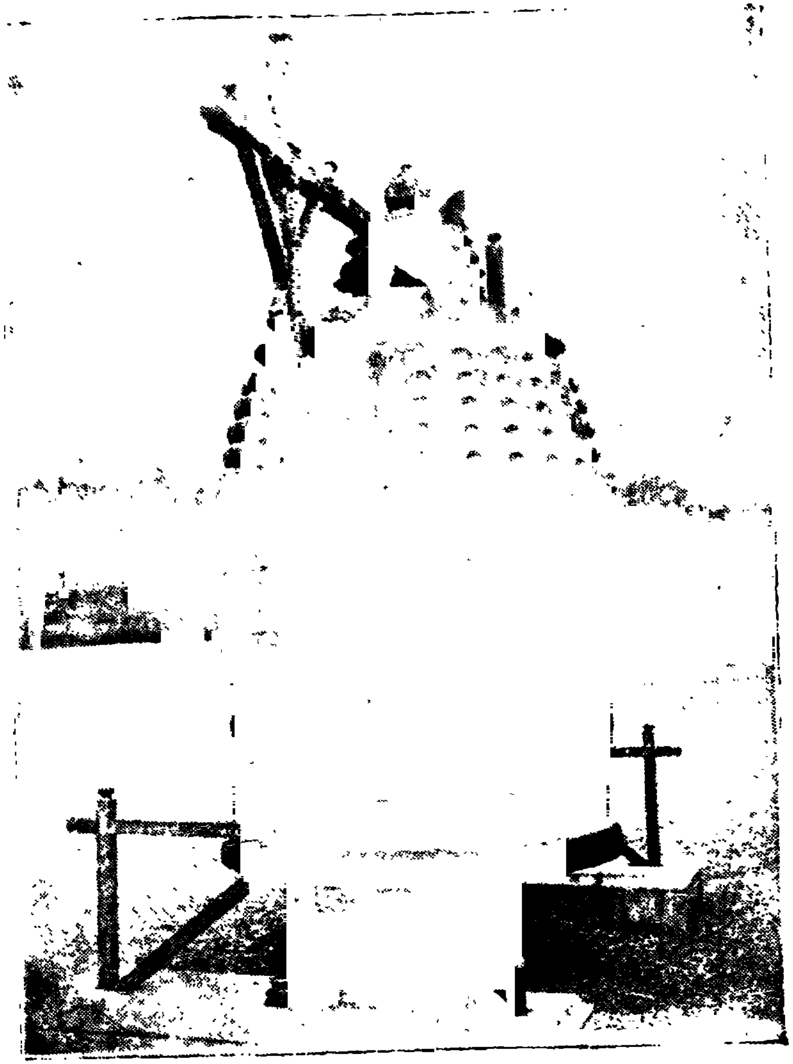
غروب آفتاب سے قبل تربیت گاہ کے در و دیوار پھولوں سے آراستہ ہو کر دلہن بن چکے تھے صحن میں خوبصورت شامیانہ تنا ہوا تھا اور گلی کے دروازہ پر بانسوں کا ایک خوبصورت دروازہ بنا دیا گیا تھا جس پر سنہری حروف میں یہ جھنڈا لہلہا رہا تھا +

تربیت گاہ بنات کا جشن معراج۔ عشاء کے بعد جلسہ شروع ہوا اور پروگرام کے مطابق کارروائی عمل میں آئی، عورتوں کا مجمع اگرچہ توقع کے موافق نہ تھا مگر چونکہ بلاوے محدود تھے اس لیے تعداد اچھی تھی اور یہ وہ رات تھی جس میں تربیت گاہ کے ہر گوشہ سے خاک عرب سے اٹھنے والے ہادی برحق کی برکات کا ظہور ہو رہا تھا۔ مجھے یہ سماں دیکھ کر جو مسرت ہوئی وہ الفاظ میں ادا نہیں ہو سکتی، جلسہ کی مفصل کیفیت محترمہ بلقیس بیگم (و، ا) صاحبہ نے لکھی ہے، جو بنات میں شائع ہو چکی ہے، انکی محنت اور دلچسپی اور انتظام کا اور انکے ساتھ ان تمام لڑکیوں کا جنہوں نے شرکت سے اس جشن کو زینت دی شکریہ ادا کرتا ہوں +

راشد الخیری



جو میکسیکو میں تحریک نسواں کی رہنما اور خواتین کی جدوجہد
آزادی میں [illegible] پیش پیش ہیں



جو حکومت جاپان نے جنیوا (سوئیزرلینڈ) کے عجائب خانہ کو دی تھی -
مگر شہر جنیوا نے [illegible] اسکو شہنشاہ جاپان کی نذر کردیا ہے -

سن ۱۹۰۰ کی ایک انگریز خاتون



جب بائیسکل ابھی ایجاد ہوئی تھی - اسوقت کے
فیشن کی سادگی ملاحظہ کیجئے -

مسز ایفی کلپ آف بارنیه لندن



انگلستان کی واحد خاتون جو لوہار کا پیشہ کرتی ہیں - اور ۶۳ سال کی عمر میں
۱۲ پونڈ کا وزنی ہتھوڑا نہایت آسانی سے چلا سکتی ہیں

باورچی خانہ اور پکوان

ایک مشہور مصنف نے کس قدر صحیح کہا ہے کہ:۔ کھانے مسلمانوں کے اچھے۔ پکانے کی جگہ ہندوؤں کی اچھی۔ کھانے کی جگہ انگریزوں کی اچھی۔ بے شک مسلمانوں کے کھانے بہت مزیدار مرغن اور پر لطف ہوتے ہیں مگر باورچی خانہ اور کھانے کی جگہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ اس کے برخلاف ہندوؤں کے کھانے کچھ زیادہ اچھے نہیں ہوتے اور نہ کھانے کی جگہ۔ مگر باورچی خانہ اور برتنوں کی صفائی قابل تعریف۔ انگریزوں کی تو بات ہی الگ ہے۔ انکا باورچی خانہ بہت صاف ہوتا ہے۔ نہ پکوان ہم لوگوں کے سے چٹ پٹے مزیدار مگر انکی ڈنر ٹیبل اور کھانے کی صفائی قابل پسند ہوتی ہے ٭

ہم لوگوں میں برتنوں کی صفائی اور باورچی خانہ کی صفائی دیکھ بھال کا بھول کر خیال نہیں رکھا جاتا اس وجہ سے کہ نوکروں ماماؤں پر سب کام چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ حقیقت نظر انداز کر دی جاتی ہے کہ خاندان کی صحت کا سارا دارومدار باورچی خانہ اور برتنوں کی صفائی ستھرائی پاکیزگی پر منحصر ہے نہ کہ محض مقوی غذا پر۔ اکثر اوقات ایسا ہوتا ہے کہ زور کی بھوک لگ رہی ہے مگر برتنوں کی چیچپاہٹ و غلاظت کی وجہ سے متلی ہونے لگتی ہے۔ اور بعض اوقات معمولی کھانے صاف شفاف برتنوں میں ایسے دلکش ہوتے ہیں کہ بے اختیار بھوک معلوم ہونے لگتی ہے ٭

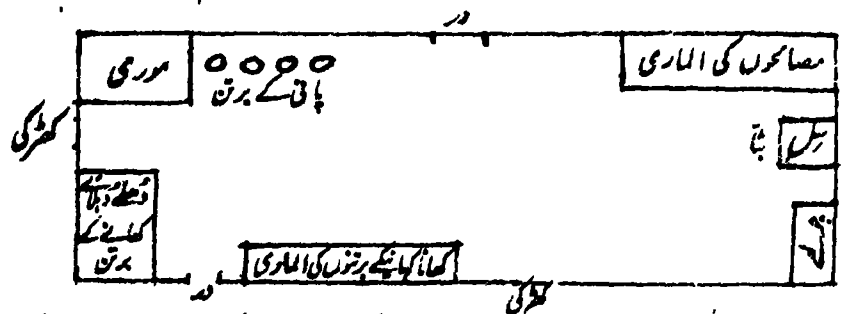
کھانوں کی ساری خوبی و خوشنمائی کا انحصار کھانے پکانے کے برتنوں کی صفائی پر ہے۔

سب سے پہلے باورچی خانے کو لیجئے۔ ماما یا باورچی اس کی صفائی کا خیال ہی نہیں کرتے۔ ایک طرف راکھ کا ڈھیر۔ دوسری طرف جلانے کی لکڑیاں اور اُپلے۔ تیسری طرف کھانے کے جھوٹے غلیظ ناصاف برتن، چوتھی طرف کھانے کی چیزیں، اجناس، مغزیات، روغن، ترکاریاں وغیرہ۔ پھر ان سب پر طرہ گھر کے پلے ہوئے جانور۔ کتا بلی مرغ بھی باورچی خانہ پر ہی دہا وا کرتے ہوتے ہیں۔ ذرا نوکر کی آنکھ بچی یا بے پروائی ہوئی۔ کتے نے برتن ناپاک کئے۔ بلی جھپٹ کر گوشت لے بھاگی۔ یا دودھ گرا دیا۔ مرغ تو خدا کی پناہ ایک اُڑان میں سارے کھانے کی چیزوں کا ناس ہی کر کے چھوڑتے۔ یہ ہیں اکثر گھروں کے باورچی خانوں کے چشم دید حالات ٭

سلیقہ مند خواتین کو چاہئے کہ گھر کے دوسرے کمروں اور اشیا کی صفائی کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر باورچی خانے اور اس کی صفائی کا خیال رکھیں۔ ذیل میں چند نہایت ضروری ہدایات قلمبند کرتی ہوں ٭

صبح کے ناشتے کے بعد اپنی نگرانی میں باورچی خانہ میں جھاڑا جائے۔ اور راکھ وغیرہ اٹھوا کر دور ڈالی جائے، اس کے بعد سارے کھانا پکانے کے برتن صاف راکھ سے منجھوا کر صابن سے دھلوا لیے جائیں۔ صرف گرم پانی کافی نہ ہوگا۔ ساتھ ساتھ صابن سے بھی چکنائی دور کی جائے۔ اب کھانے پکانے کے برتنوں کی صفائی سے فراغت ہوئی پھر پانی کے برتنوں کی صفائی سے فراغت ہوئی۔ پھر پانی کے برتنوں کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ صراحیاں اور پیلے بھی گرم پانی اور صابن سے دھلوا کر پرانے دُھلے دُھلائے کپڑوں سے صاف پونچھیں۔ اس کے بعد پانی کے بڑے استعمالی برتنوں کی صفائی چاہیے۔ اکثر گھروں میں بڑے بڑے گھڑوں اور برتنوں کی روزانہ صفائی کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ دن میں ایک دفعہ ضرور صفائی ہونی چاہیے۔ بہت بڑے بڑے برتن جن کی صفائی مشکل ہو نہ رکھنے چاہئیں۔

ذیل میں باورچی خانہ کا ایک خاکہ دیتی ہوں۔ بہنیں اس کے مطابق انتظام فرمائیں تو بہت آسانی رہے۔



چولھے کے برابر اوپر دھواں نکلنے کے لیے چمنی رہے۔ اور رات کے استعمال کے لئے مناسب موقعوں پر چراغ۔ وہیں کسی مناسب جگہ پر دو ایک الماریاں چولھے کے عین بازو پر پھکنی دست پناہ وغیرہ۔ موری کے پاس ایک صابن برتن دھونے کے لیے ایک صافی رخوب صاف خواہ پھٹا پرانا چیتھڑا ہی کیوں نہ ہو) اور ایک سخت تیلیوں کی جھاڑو۔ موری کی روزانہ صبح شام کی صفائی کے لیئے۔

مصالحوں اور برتنوں کی الماریاں بند لکڑی کی ہونی چاہئیں۔ مصالحہ کے ڈبے بھی چاہئے۔ کانچ وغیرہ کافی ہونگے۔

نعمت خانہ کے بازو یا رہائش کے بنگلہ میں یہ دو کمرے یعنی کھانا کھانے کا کمرا اور مودی خانہ بہت ضروری ہیں۔ مودی خانے کے بیان کی تو یہاں حاجت نہیں۔ مگر کھانے کے کمرے سے ضرور تعلق ہے۔

کھانا کھانے کے کمرے میں جالی لگی ہوئی الماری۔ پکے پکائے تیار کھانے میٹھے حلوے مربے وغیرہ رکھنے کے لیے ضرور ہونی چاہیے۔ دوسری طرف ایک محراب یا کھلی الماری یا ٹیبل وغیرہ آچار چٹنی وغیرہ کے مرتبان رکھنے کے لیئے۔

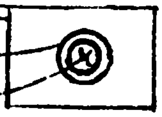
اب کھانے کا انتظام خواہ فرش پر ہو یا میز پر۔ مگر کمرے میں کسی موزوں جگہ پر ریا یہاں بھی ایک موری بنا دی جائے تو افضل ہوگا) ہاتھ دھونے کے برتن اور اسی جگہ دو کھونٹیوں پر دو پرانے پھٹے قمیص تولیے وغیرہ جو بہت صاف ہوں

ڈالے رکھیں۔ کیونکہ اکثر بچے چکنے ہاتھ اپنے دامنوں کو پونچھ کر خراب کر لیتے ہیں۔ یا دروازوں وغیرہ کے پردوں کا ناس کر چھوڑتے ہیں +

کھانوں کے متعلق

اکثر کھانے ایسے ہوتے ہیں۔ جو تین چار دن تک بخوبی رکھے جا سکتے ہیں۔ مگر انکو کھیوں مچھروں سے بچانا بھی ہوتا ہے۔ پھر وہ کھلی اور تازہ ہوا بھی چاہتے ہیں۔ ایسے کھانوں کے لئے ہر خوشحال گھر میں "میٹ سیف" کا ہونا ضروری ہے۔ یہ وہی جالی دار الماری ہے جسکا ذکر میں اپنے پچھلے مضمون میں کر چکی ہوں +

ایسی الماریوں کو بالکل کھڑکی کے مقابل رکھنا چاہئے۔ تاکہ پوری روشنی اور ہوا لگتی رہے۔ اکثر اوقات اس قسم کی الماریوں میں رکھی ہوئی اشیا کو مثلاً گوشت۔ میٹھوں وغیرہ کو چیونٹیاں لگ جاتی ہیں۔ اس کی روک اس طرح سے کی جائے +



الماری کے چاروں پاؤں کے نیچے چار چوکونی پتھر بنوائیں جن کی شکل ایسی ہو۔ الماری کا پاؤں رکھنے کے لئے پتھر میں اونچائی چھوڑی گئی ہے۔ ایسے چار پتھر جو چار انچ اونچے آٹھ انچ چوڑے ہوں بہت کافی ہونگے۔

پتھر پھوڑنے والوں سے مندرجہ بالا ترکیب کے مطابق بنوالیں اور اطراف میں پانی چھوڑ دیں۔ الماری کے پائے عین درمیان میں × جہاں ایسا نشان ہے رکھ دیں۔ چیونٹیوں سے بچاؤ رہیگا۔ اگر پتھروں میں الماری کے پائے کے لئے سوکھی جگہ نہ رکھی جائے تو چند ماہ میں الماری کا پایا گل کر بدرنگ ہو جائے گا +

(عصمتی دسترخوان سے)

مس فاطمہ محمد حسین صدیقی بنگلور سٹی



مذاق

ہنس مکھ چہرہ کیسا بھلا معلوم ہوتا ہے اور روتی ہوئی صورت کس قدر ناگوار!

خوش مزاج انسان سے مل کر سب کا جی خوش ہوتا ہے اور خشک، پھیکے حد سے زیادہ سنجیدہ انسان کی ملاقات مسرت بخش نہیں ہوتی، لطیفہ گو اور با مذاق ہونا قدرت کی بڑی نعمت ہے مگر قابل تعریف مذاق وہی کہلائے گا جو آٹے میں نمک ہو یعنی سنجیدگی کے ساتھ بذلہ سنجی، کثرت سے مذاق خودداری کے خلاف مسخراپن اور چھچھورپن کہلاتا ہے اس حد سے بڑھے ہوئے مذاق سے فتنہ فساد کی نوبت آجاتی اور ہنسی میں پھنسی ہوجاتی ہے۔ مذاق عموماً برابر والوں سے موزوں ہوتا ہے بڑوں سے مذاق کرتے رہنا گستاخی اور بچوں سے ہمیشہ ہنسی کرنی اپنی عزت اور وقعت ہاتھ سے کھونی ہے۔ مذاق ہمیشہ مہذب ہونا چاہیئے بعض بیبیاں بدترین اور کثیف قسم کا مذاق کرتی ہیں۔ ایسی بی بی کو مہذب اور لطیف طبیعت خواتین بری نظر سے دیکھتی ہیں بلکہ اس قسم کا مذاق بیہودہ گوئی سمجھا جاتا ہے۔ مذاق مناسب اور موزوں موقع محل اور وقت پر ہی بھلا معلوم ہوتا ہے جبکہ مہذبانہ طور پر نفاست کے ساتھ کیا جائے +

آمنہ نازلی

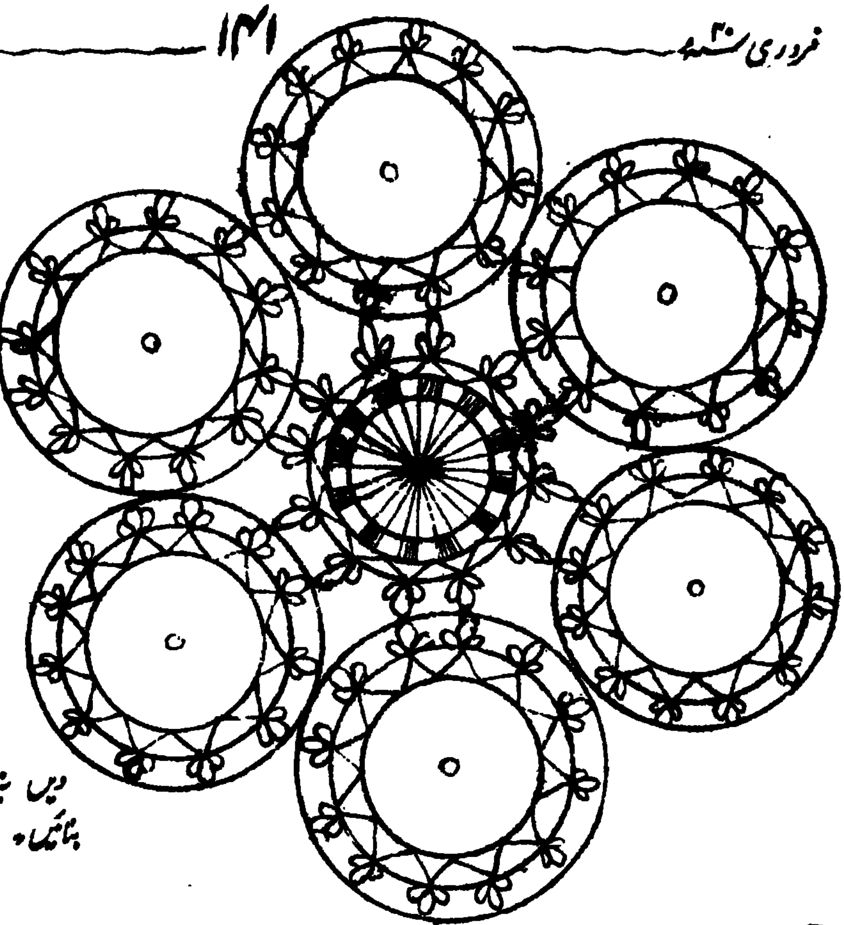
ٹوپی کیواسطے کارچوبی بیل

از زبیدہ بارہ بنکی

کروشیا کا میز پوش

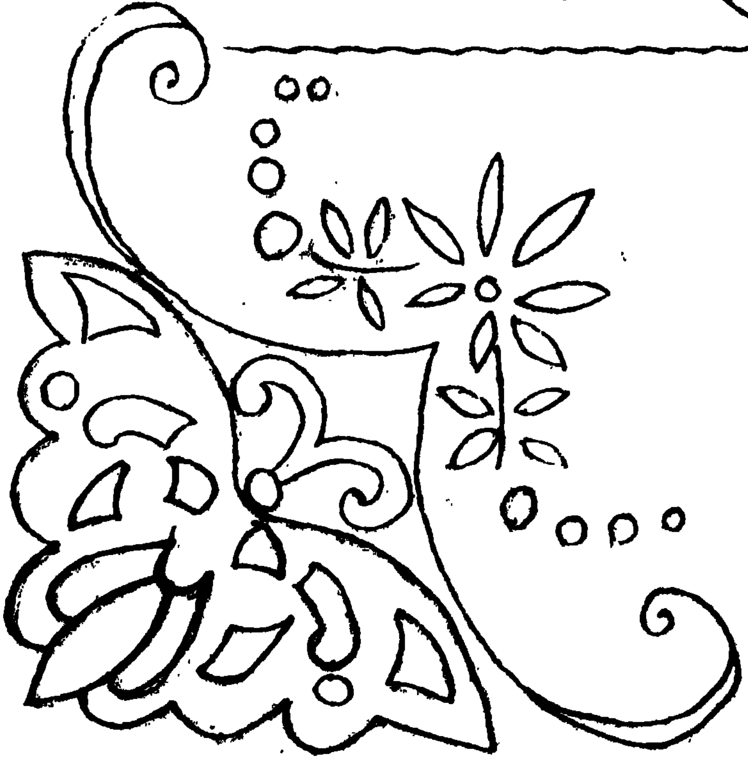
پیاری عصمتی بہنوں کے لئے ایک
خوشنما میز پوش پیش کرتی ہوں۔
ٹکیا بنانے کی ترکیب خاکے سے
ظاہر ہے پہلے ٹکیاں بنائیں بعدہٗ
آپس میں جوڑیں ایک بیچ اور چھ
گرد ٹکیاں لگائیں دوسری دفعہ بارہ
لگائیں اسی طرح ہر بار چھ ٹکیاں
بڑھاتے جائیں چار چکر لگانے سے
بہت عمدہ ویسٹ بدش بن جائیگا
حسب خواہش چکر لگائیں یہ میز پوش
چھ کونوں والا ہوگا اگر جوڑنے میں
دقت ہو تو بذریعہ عصمت اطلاع
دیں نیز خاکے کی بیچ کی ٹکیا کی طرح تمام ٹکیاں
بنائیں۔

نظیر جہاں (گھڑیال کلاں)



کشیدہ کاری میں رومال کا کونہ

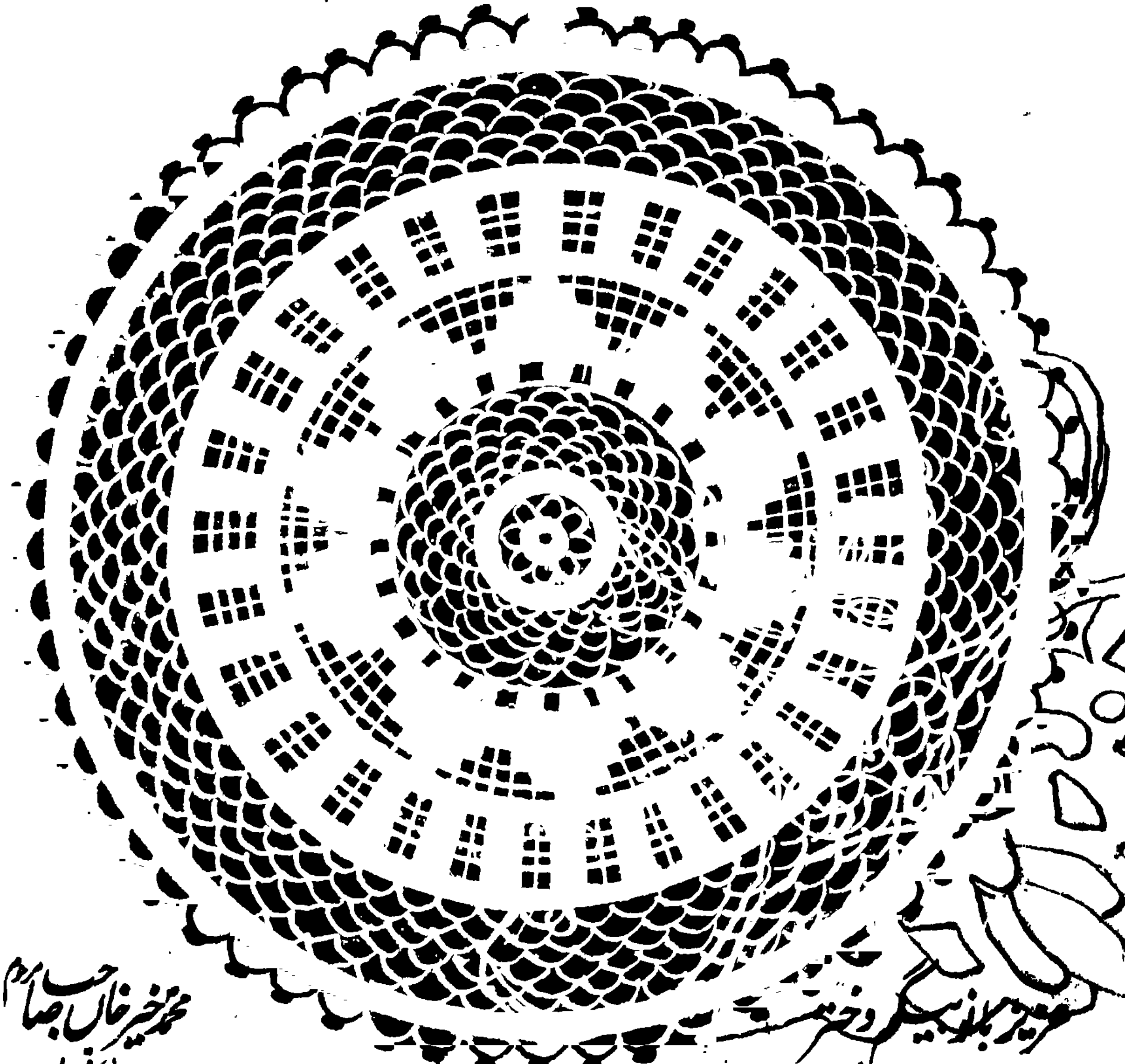
یہ پھول رومال کے کونے پر بہت بھلا معلوم
ہوگا بشرطیکہ دھاگے خوبصورت رنگ کے
لگائے جائیں۔ نیز اگر یہ پھول عصمتی بہنوں
کو پسند آئے تو کچھ عرصے کے لیے میں پھولوں
کا سلسلہ جاری رکھ سکتی ہوں کیونکہ میرے
پاس پھولوں کے کچھ نمونے ہیں +



مس سکینہ چراغ دین کیمبل پور

کروشیا میں تورا پوشی

(ترکیب) کروشیا کاٹن نمبر ۱۲۔ دھاگہ نمبر ۲۲۔ پہلے آٹھ چین ڈالا جائے۔ پھر اس کے دونوں سروں کو ملا کر کروشیا سے گانٹھ دیا جائے۔ پھر یہ پورا چکر گول ٹریبل سے بھرا جائے۔ اسی طرح پوری ایک لائن ہو جائے پھر چار چین لے کر آدھی ٹریبل بنا کر ڈالا جائے۔ چار چار چین لے کر آدھی ٹریبل کے ساتھ بناتے جاؤ۔ اسی طرح سب ہو جائے۔ پھر ایک چکر پورا ٹریبل کا کیا جائے۔ بعد ازیں۔ یہ تورا پوشی کو مدنظر رکھ کر خوشنما تورا پوشی تیار کر سکتے ہیں۔ بے حد خوشنما معلوم ہوگا ۔



عزیزہ بانو بیگم دختر محمد خیر خاں صاحب مرحوم
امراؤتی برار

جدید انکشافات

اور ایجادات

ہوائی جہاز

یہ انسان کی ہمیشہ خواہش رہی ہے کہ وہ مثل پرند اور تتلیوں کے ہوا میں پرواز کرے۔ زمین سے بلندی کسی انسان کی بزرگی اور وجہ امتیاز کا سبب سمجھا جاتا تھا۔ اس خیال نے انسان کے مذہبی اعتقادات پر بھی بڑا اثر کیا ہے۔ ہماری مذہبی کتابوں میں حضرت سلیمان کے تخت حضرت عیسیٰ کے زندہ زمین سے بلند ہو جانے اور پیغمبر اسلام صلعم کے معراج تشریف لیجانے کے واقعات تفصیل سے مذکور ہیں۔ ہندوؤں کی مذہبی کتب سے بھی پتہ چلتا ہے کہ رام چندر جی کسی سواری پر ہوا میں پرواز کرتے تھے۔ اُڑن کھٹولے کے متعلق تو ہم بچپن سے قصہ کہانیوں میں سُنتے آئے ہیں۔ دورِ حاضرہ کی ایجادات اور تحقیق نے ہوا میں پرواز کرنا ایک روزمرہ کی معمولی بات کر دی ہے۔ حضرت انسان کے ہوا میں پرواز کرنے کے خواب نے بیسویں صدی میں حقیقت کی صورت اختیار کر لی۔ ۱۷۶۶ء میں انگریز ڈاکٹر مسمی کیونڈز نے ثابت کیا کہ گیس (gas) ہوا کے مقابلہ میں ہلکی ہوتی ہے۔ اگر ایک بیگ میں گیس بند کر کے اس کے نیچے ایک ٹوکری لٹکا دی جائے تو وہ ضرور ہوا میں بلند ہو جائے گی اس طرح پر غبارہ کی بنیاد پڑی۔ بیس برس کے بعد فرانس کے ایک کاغذ فروش کے دو لڑکوں نے کاغذ کا غبارہ بنایا۔ ۱۷۸۳ء میں مانٹگالفر (Montgolfier) نے کپڑے کا غبارہ تیار کیا اس میں ایک ٹوکری لٹکا دی جس میں ایک بھیڑ مرغ اور ایک بط کو بٹھا کر غبارہ کو اُڑا دیا آٹھ منٹ ہوا میں پرواز کرنے کے بعد صحیح وسالم وہ زمین پر واپس آیا۔ ایک ہفتہ کے ایک دلیر فرانسیسی روزیر (Rozier) نے ایک غبارہ میں بیٹھکر ۳۰۰ فٹ کی بلندی تک پرواز کی اور بیس منٹ تک اُڑتا رہا۔ اس ایجاد کی وجہ سے ان لڑکوں کو حکومت نے انعامات دئے۔ ۱۸۱۱ء میں نپولین کے بیٹا پیدا ہوا تو ایک خاتون مسمی بلنکارڈ نے اس خوشخبری کے متعلق اشتہارات بذریعہ غبارہ تقسیم کئے۔ ایک جرمن افسر مسمی زیپلن Zeppelin نے اس چیز کو اسقدر ترقی دی کہ ۱۸۶۱ء میں غبارہ دورانِ جنگ میں استعمال کیا گیا۔ اب تک یہ کیفیت تھی کہ ہوا کے رُخ پر صرف یہ غبارے جاتے تھے۔ زیپلن نے ایک حقیقی جہاز بنانا چاہا مگر کامیابی نہیں ہوتی تھی آخرکار برسوں کی کوشش کے بعد اس نے ایک جہاز بنایا جو دو سو ستر میل تک ہوا میں پرواز کرتا رہا۔ اس کامیابی کو دیکھکر حکومت جرمنی نے زیپلن کی ہمت افزائی کی اور زرکثیر سے امداد کی بعد ازاں دیگر حکومتوں مثلاً فرانس اور انگلستان نے بھی اس طرف توجہ کی۔ ان غباروں

کی ایجاد سے اس خواب نے عملی صورت خیال کرلی کہ اِنسان زمین سے بلند ہوا میں پرواز کرسکتا ہے۔ سب سے بڑی کمی یہ تھی کہ انسان اپنی مرضی کے مطابق مشین کو جس طرف چاہے موڑ نہیں سکتا تھا۔ سنہ ۱۹۱۰ء میں یہ کمی بھی رفع ہوگئی۔ امریکہ کے شہر اوہیو Ohio کے ایک اسکول ماسٹر کے دو لڑکوں مسمی رآیٹ اور ولبر نے نئی مشین ایجاد کی۔ اِن لڑکوں کی ماں بہت ہی تعلیم یافتہ اور ذہین تھی اس خاندانی ذکاوت اور تعلیم یافتہ والدہ کی صحبت کا اثر تھا کہ یہ دونوں لڑکے بچپن ہی سے ہوا میں پرواز کرنے کے متعلق تجربات کیا کرتے تھے۔ یہ دونوں ایک سائیکل کی دوکان پر ملازم تھے اور فرصت کے وقت ایک ایسی مشین کی ایجاد میں منہمک رہتے تھے جو ہوا پر قایم رہے اور انسان جسکو اپنی مرضی کے بموجب چلا سکے Wrights برادران نے ایک مشین بنائی اور اس میں مثل پرندوں کے دو پنکھے لگائے جب ایک ہوا سے اوپر جاتا تھا تو دوسرا نیچے آتا تھا پہلے انہوں نے پتنگ کے طور پر ایک ڈور سے باندھکر مشین کو اُڑایا۔ بعد ازاں اس مشین میں مثل موٹر کے ایک انجن لگادیا اب یہ کیفیت ہوئی کہ وہ مشین کو پورے طور پر جس رُخ پر چاہیں لیجا سکتے ہیں آخرکار سنہ ۱۹۰۴ء ان دو بھائیوں نے تین میل کا سفر ایک سرکل میں کیا۔ مئی سنہ ۱۹۰۸ء میں ایک عام مظاہرہ کیا گیا اور رآیٹ آٹھ میل پرواز کرنے کے بعد سلامتی کے ساتھ زمین پر واپس آیا تمام ملک امریکہ میں شور مچ گیا کہ اِنسان ہوا میں گھنٹوں پرواز کرسکتا ہے۔ جب یہ دونوں بھائی یورپ واپس آئے تو انکی بڑی قدر و منزلت ہوئی خاصکر اہل جرمنی نے بہت عزت کی۔ یورپ کی جنگ اعظم کے زمانہ میں ہوائی جہاز نے حیرت ناک کام کیے۔ جرمنی کی اس جنگ کے زمانہ میں صرف چند جہاز تھے بعد ختم جنگ اس کو بہت ترقی دی گئی۔ آج تجارتی کاروبار اور ڈاک کے لیجانے کا کام ہوائی جہاز سے لیا جاتا ہے۔ ہوائی جہاز کے ذریعہ سنہ ۱۹۱۹ء میں انگلستان سے بر اعظم اسٹریلیا تک سفر کیا گیا۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں قطب شمالی تک کا سفر اس کے ذریعہ کیا گیا۔ آج یہ کیفیت ہے کہ انگلستان سے خطوط و رسایل ہندوستان ہوائی جہاز کے ذریعہ صرف چھ روز میں آتے ہیں۔ حال کی اطلاع مظہر ہے کہ صرف تین دن میں دو فرانسیسی ہوا بازوں نے پیرس سے آگرہ تک کا سفر طے کیا۔

امریکہ کے اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہاں ہوائی جہاز ایک معمولی سواری کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ آج الہ آباد میں ماگھ میلے کے موقع پر جاتری ہوائی جہاز کے ذریعہ تربینی پر درشن کرنے جاتے ہیں۔ سائنسدانوں کا خیال ہے کہ بیس سال بعد یہ کیفیت ہوجائے گی کہ لوگ صرف اتوار کو گرجا میں نماز ادا کرنے کی غرض سے زمین پر آئیں گے امریکہ میں تو یہ کیفیت ہے کہ شادی بیاہ وغیرہ ہوائی جہاز میں ہوتے ہیں۔ سینما کا تماشہ اور لڑکوں کے اسکول ہوائی جہاز میں قایم کیے گئے ہیں۔ مُبارک ہے وہ ماں جس نے Wrights جیسے بچوں کو پیدا کیا یہ امر خواتین کے لیے باعث فخر ہے۔ تعلیم یافتہ ماں کی صحبت کا یہ فرض تھا۔ آج ہماری بہنوں کو اپنی ذات کی اصلاح کی طرف توجہ کرنے کا خیال ہی نہیں پیدا ہوا ہے چہ جائے کہ اولاد کی تربیت *

عبدالحیٔ عباسی بی۔اے جونپوری

سیربین

مستقل عنوان — جملہ حقوق محفوظ

بیخودی کی شادی۔ پیرس کی ایک عدالت میں ایک فرانسیسی امیر نے اپنی بیوی پر طلاق کا دعوےٰ کیا کہ ڈاکٹر بلام نے جو ایک پرورش خانہ میں جراحی کا کام کرتا ہے مجھے اپنے خاص مطالب کے لئے مسحور کر دیا۔ چنانچہ میں حالت بیخودی میں اپنے گھر گیا۔ کپڑے پہنے اور ایک عورت کے پاس گیا جسے میں پہلے سے بالکل نہ جانتا تھا۔ وہ خوشی سے جامہ میں پھولی نہ سمائی۔ اس سے میں نے شادی کی درخواست کی اور ہم میاں بی بی بن گئے۔

جب بیخودی جاتی رہی اس امیر کو آہستہ آہستہ ہوش آیا تو اسے یہ معلوم ہوا کہ یہ شاید ایک خواب تھا اور اسے اُلو بنایا گیا تھا لیکن اسے فوراً ہی پتہ لگا کہ وہ عورت اس ڈاکٹر کی قریبی رشتہ دار ہے اور وہ برسوں سے اس کے لیے کسی اچھے مالدار شوہر کی تلاش میں سرگرداں تھا۔

وہ امیر بڑے دعوے سے کہتا ہے کہ میرے پاس اس کا نہایت زبردست ثبوت موجود ہے کہ مجھ پر جادو کیا گیا۔ اس مقدمہ نے سارے فرانس میں کھلبلی ڈال دی ہے اور گھر گھر اس کا چرچا ہے۔ اب ملک بھر کے ایک دوسرے سے تنگ آئے ہوئے میاں بی بی منتظر ہیں کہ اگر اس کی شادی بھی حالت بیخودی میں ہی ہوئی ہو تو وہ بھی تنہائی کی برکت حاصل کرنے کے لیے قانون کا دروازہ کھٹکھٹائیں۔

کیوں نہ ہو۔ کورٹ شپ چند روزہ چاہت کا جادو ہے۔ مغرب میں لوگ یقیناً اسی سحر زدہ حالت میں شادیاں کر لیتے ہیں اور بعد میں ہوش آجانے پر ایک دوسرے کا سر پھوڑا کرتے ہیں۔ اس مقدمہ سے انہیں ایک دوسرے سے جدا ہونے کا ایک قانونی بہانہ تو ہاتھ آجائے گا۔

چوہے کا مزیدار گوشت۔ چوہوں نے دنیا کو ستا رکھا ہے لیکن حضرت انسان بھی اس کے پیچھے پڑا ہوا ہے۔ اب تو سرکاری طور پر اس کے خلاف اعلان جنگ دیا گیا ہے۔ چوہوں کے ہفتے قایم کر دیئے گئے ہیں جن میں اس کے خلاف خوب زہر اگلا جاتا ہے۔

بعض ملکوں میں اس کے فنا کرنے کے کچھ قدرتی انتظام ہیں۔ یورپ میں مصیبتوں کے زمانہ میں چوہوں کا گوشت لوگ کھاتے رہے ہیں۔ ۱۸۹۵ء میں خوب کھپڑی اور ان دنوں میں اسکا گوشت لوگوں نے کھایا۔ ایک پادری صاحب

زمانہ طالب علمی میں اور بعد میں جوان ہو کے بھی چوہے بڑے مزے سے کھایا کرتے تھے۔ موریوں کے چوہوں کا گوشت نہایت مزیدار بنایا جاتا ہے۔ چینی چوہا بڑے شوق سے کھاتے ہیں حالانکہ پنیر سے جو ہم شوق سے کھاتے ہیں انہیں سخت نفرت ہے۔ چین میں نمکین چوہے اور چوہوں کا شوربہ خوب بکتا ہے۔ بڑی جماعتوں کے لوگ ان کا مصالحہ دار مغز بڑے مزے سے کھاتے ہیں۔ مشرقی افریقہ اور جنوبی سمندروں کے لوگ بھی اسے باقاعدہ کھاتے ہیں۔ جنوبی امریکی ریاستوں کے لوگ اس کے مصالحہ دار کھانے تیار کرتے ہیں۔ آسٹریلیا کے جنگلی بھی چوہے کھاتے ہیں۔ بحر منجمد کی لمبی مہموں میں بھی جازی چوہے استعمال کیے گئے تھے ۔

چاندی سے سونا۔ ایک سادھو مہاراج ایک لالہ کی دکان پر آیا اور اس سے فقیرانہ انداز میں کہنے لگا کہ بچہ ہمکو چرس پلاؤ۔ لالہ جی نے فوراً چرس منگایا اور چلم پیش کی۔ فقیر نے لالہ سے ایک اٹھنی مانگ کے اس میں رکھدی اور اس پر چرس جما کر اور کوئلے رکھ کے لمبے لمبے کش لگانے لگا۔ پھر چلم الٹ کے رکھدی اور حکم دیا کہ اسے گھنٹہ بھر تک نہ اٹھانا۔ گھنٹہ بھر کے بعد لالہ نے چلم اٹھائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ چاندی کی اٹھنی کی بجائے سونے کی اٹھنی پڑی ہے۔ اب لالہ جی سادھو کی تلاش میں گلی گلی پھرنے لگے لیکن اسکا ذرا پتہ نہ چلا۔ تین دن کے بعد خود ہی سادھو جی تشریف لائے۔ لالہ نے اس کی بڑی ہی خوشامدیں کیں کہ سونا بنا دو۔ پہلے انہوں نے ٹالا۔ آخر میں رضامند ہو گئے۔ فرمایا جس قدر چاہو چاندی لے آؤ۔ سب سونا بنا دیا جائیگا لیکن یہ بات کسی سے کہنا مت۔ لالہ جی سات سو روپیہ کی تھیلی بازار سے لائے اور سادھو کے حضور میں پیش کی۔ انہوں نے پھر دو سو اپلوں کے لانے کا حکم دیا۔ جب لالہ انہیں بھی لے آیا تو اس نے تھیلی زمین پر رکھ کے اوپلے چن دیئے اور آگ لگا دی۔ جب خوب شعلے اٹھنے لگے تو کہا کہ میں تین گھنٹہ بعد آؤنگا۔ تم یہیں بیٹھے رہو۔ میں خود آکے اپنے ہاتھ سے سونا نکالوں گا۔ جب چھ گھنٹے گذر گئے اور سادھو صاحب نہ آئے تو لالہ جی کے پیٹ میں کھلبلی مچنے لگی۔ خود آگ بجھا کے دیکھا تو ۱۲۰ جلے ہوئے پیسے ملے۔ اب لگے سر پیٹنے۔ آج تک سادھو جی کا پتہ نہیں ہے ۔

سب سے بڑا مالدار۔ مسٹر ہنری فورڈ دنیا کا مالدار ترین آدمی ہے۔ دنیا میں اس کی موٹریں بڑی کثرت سے رائج ہیں۔ اس کی دولت کا اندازہ چالیس کروڑ پونڈ ہے اور اس کے پاس تین کروڑ ساٹھ لاکھ پونڈ نقد ہے۔ اس کے سالانہ منافع کی اوسط دو کروڑ بیس لاکھ پونڈ ہے۔ سنہ ۱۹۲۳ء میں سرکاری طور پر معلوم ہوا تھا کہ وہ پانچ لاکھ پونڈ انکم ٹیکس دیتا ہے۔ اس کے کوئی بیٹی نہیں ہے۔ سنہ ۱۹۲۶ء میں اس کے منافعوں کا اندازہ دس کروڑ ڈالر تھا جس میں سے اس نے

سترہویں صدی اپنے ملازموں کرادا کیا۔ امریکہ میں مزدور اپنے آقا کے منافعوں میں شریک ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ وہاں بڑے بڑے کاروبار جاری ہیں اور کامیاب رہتے ہیں کیونکہ مزدوروں کو اس کی کامیابی سے تعلق ہوتا ہے۔ کاروبار کا نفع خود اسکا نفع ہے +

دعوت سے عداوت۔ فرانس میں ایک عجیب مقدمہ کا فیصلہ ہوا ہے۔ ایک شخص نے کسی کی دعوت کی۔ اُس نے دعوت قبول کرلی لیکن کھانا کھانے نہیں آیا۔ اس نے مہمان پر ہرجانہ کا دعوےٰ کیا۔ عدالت نے میزبان کے حق میں ڈگری دیدی +

ہندوستان میں بھی اسی قسم کا ایک مقدمہ پیش آچکا ہے جو ۲۴۳ ویکلی رپورٹر، ۱۴۱ میں درج ہے اس مقدمہ میں مدعی نے یہ دعوہ کیا کہ مدعا علیہم کی اُس نے اپنے مکان پر دعوت کی جسے اُنہوں نے قبول کر لیا لیکن وہ کھانا کھانے نہیں آئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جو کھانا اُن کے لیے طیار کیا گیا تھا ضائع گیا اس سے ان لوگوں سے [illegible] ہرجانہ دلایا جائے۔ منصف نے مدعی کے حق میں فیصلہ کیا اور منصف کا فیصلہ اُلٹ دیا اور فیصلہ میں یہ لکھا کہ اگر لوگوں کو ہمسایہ کی دعوت قبول کرنے اور بعد میں حاضر نہ ہوسکنے پر میزبان کے کھانے کے نقصان کا جو انکی غیر حاضری کی وجہ سے کھانا نہ کھایا جانے کی وجہ سے واقع ہوا ذمہ دار قرار دیا جائے تو دعوت قبول کر لینا تو ایک مصیبت بن جائے گا۔

مُردے کی لعنت۔ مصر میں ہزاروں برس پہلے کے گڑے ہوئے مردہ بادشاہوں کے مقبرے کھودے جا رہے ہیں اور انکی دولت سمیٹی جا رہی ہے اور ان کی عجیب اور نادر چیزیں عجائب خانوں میں رکھی جا رہی ہیں۔ ان مُردوں کے متعلق ایک اعتقاد یہ پھیلا ہوا ہے کہ انکی نعشوں کی ایک ایک روح حفاظت کرتی ہے اور لاش کو کھودنے والوں پر کسی مصیبت لانے کا باعث بن جاتی ہے چنانچہ طوطن خامین کے مقبرے کے کھودنے والوں میں سے اب نویں شخص کے مرنے کی خبر آئی ہے +

مسٹر کارٹر اس مہم کے بانی کے ساتھ ایک لارڈ کا اکلوتا بیٹا آنریبل رچرڈ بیتھل بھی کام کر رہا تھا۔ وہ ایک روز صبح کے وقت اپنے بستر پر مردہ پایا گیا۔ اپنی ۱۲ سالہ بیٹی کا اُس نے نام نفرتری رکھا جو ایک مشہور قدیم مصری ملکہ کا نام تھا۔ اس کے معنے "خوبصورت رفیق" ہیں +

لارڈ کارنارون کو جو اس مہم کا رہنا تھا مقبرہ کھودنے کے چھ ہفتہ بعد ایک مچھر نے کاٹا اور وہ اس کے زہر سے مر گیا۔ اس کے بعد اس کے ساتھ کام کرنے والوں میں سے آٹھ یکے بعد دیگرے مر چکے ہیں۔ ان میں سے بعض اچانک مرے۔ اب چاروں طرف یہ بات لوگوں کی زبانوں پر جاری ہے کہ فرعونی لاش نے اپنی بددعا کا اثر دکھانا شروع کر دیا ہے۔

پچھلے سال کپتان ہتمل کے گھر میں متعدد مرتبہ آگ لگی جس سے فرعون طوطن خامین کے مقبرہ سے لائی ہوئی چند بے بہا اور نایاب چیزیں جل گئیں۔

شوہر کی قاتلہ عورتیں۔ بیس سال کے عرصہ میں ہنگری کے صرف دو گاؤں میں ہر عمر کے پچاس مرد اپنی بیویوں کی بھینٹ چڑھے۔ ۳۱ عورتوں پر اس سلسلہ میں مقدمہ چل رہا تھا۔ پہلے پہل ان عورتوں کا باعث دق مشہور کیا گیا تھا لیکن گمنام خطوں کے پڑھنے سے ۲۵ قبریں کھود دی گئیں اور طبی معاینہ سے ۲۲ لاشوں سے سنکھیا برآمد ہوا۔ پہلی چار عورتوں میں سے ایک کو سزائے موت اور تین کو حبس دوام کی سزا مل گئی ہے۔ پانچ عورتوں نے دوران مقدمہ میں خودکشی کر لی۔

برطانیہ میں طلاق۔ طلاق عیسائی مذہب میں ممنوع تھی۔ اب قانوناً بذریعہ عدالت جائز قرار دیدی گئی ہے۔ لیکن پریکٹیکل تنگی ہے چنانچہ برطانیہ میں ۱۹۲۵ء میں ۲۹۷۳ مقدمات ۱۹۲۷ء میں ۳۱۹۰ اور ۱۹۲۸ء میں ۴۰۳۷ عدالت کے سامنے پیش ہوئے۔

روزانہ کمائی۔ امریکہ میں ایک مزدور کی روزانہ آمدنی دنیا میں سب سے زیادہ ہے اور ہندوستان میں سب سے کم ہے۔ امریکہ میں ایک مزدور کی روزانہ آمدنی اوسطاً چودہ روپیہ گیارہ آنے۔ جاپان چودہ روپیہ انگلستان میں چھ روپیہ بارہ آنے اور ہندوستان میں صرف بارہ آنے ہے۔

مرد سے عورت۔ مدراس کے کسی گاؤں میں ایک مرد عورت بنگیا ہے۔ ایک شخص خاص اس امر کی تحقیق کے لیے گیا۔ چنانچہ اس نے اس کی تصدیق کی۔ اس نے اس شخص سے باتیں کیں۔ اس نے بتایا کہ جب وہ مرد تھا فلاں عورت اس کی بیوی تھی اور اب عورت بننے کے بعد فلاں شخص اسکا شوہر ہے۔ اسے حمل بھی ہوا اور گر گیا۔ وہ طبی معاینہ کیلئے بھی فوراً طیار ہو گیا۔

عورتوں کی بکری۔ کلکتہ کے اخبار سٹیٹسمین اپنی ۲۲ دسمبر ۲۹ء کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ مدت تک انگلستان کے چھوٹے طبقوں میں یہ دستور جاری رہا کہ جو میاں بی بی تعلقات نباہ نہ سکیں میاں کو اختیار تھا کہ وہ بیوی کو فروخت کر دے اور بیوی کو حق تھا کہ وہ بک جائے اور یہ خرید و فروخت کھلے بازار میں ہوا کرتی تھی۔ بہت سے ایسے واقعات کے کاغذی ثبوت موجود ہیں۔ ایک دفعہ ایک عورت صرف شراب کے ایک رطلے کے بدلے میں بیچی گئی۔

محمد ظفر

مستقل عنوان
جملہ حقوق محفوظ

خانہ داری

جس میں
سنگھار اور آرائش
بھی شامل ہے

سونے سے پہلے رنگ روپ درست کرنے کے لئے بہترین وقت نیند کا وقفہ ہے۔ اس حالت میں قدرت اور سنگھار دونوں اپنا اپنا کام کرتے ہیں اور ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔

فکر مندی بہت بری چیز ہے۔ یہی صورت بگاڑ دیا کرتی ہے۔ چہرے کو شکنوں سے بچانے یا اگر پہلے سے کچھ پڑ گئی ہیں اُن پر قابو پانے کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ سونے سے پہلے افکار و آلام دل سے بالکل دور کر دیئے جائیں۔ دماغ میں کسی قسم کا خیال نہ رہنے دینا چاہئے۔ بستر پر لیٹتے وقت دماغ کو بالکل خالی کر لینا چاہئے۔ اور چہرہ ایسا ہونا چاہئے گویا منہ پر کسی تسکین بخش عرق کا پوچارہ پھیر دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس فکر کا یہ اثر معلوم ہوا کرتا ہے کہ چہرہ کی کھال مرجھا گئی ہے اور پیشانی پر بوجھ ہے۔

قدرتی علاج تو یہ تھا۔ مصنوعی تدبیر یہ ہے کہ قدرت کی امداد کے لئے بادام روغن قدرے گرم کرکے منہ پر خوب ملا جائے اور تمام رات لگا رہنے دیا جائے۔

پوڈر اور کریم مغربی عورتیں دن میں خوب لگاتی ہیں لیکن ہمارے نقطۂ نظر سے یہ چیزیں اچھی نہیں۔ قدرت نے ہندوستانی جلدوں کو وہ ملاحت و صباحت دی ہے کہ ان چیزوں کی مطلق ضرورت نہیں۔ وہاں کی عورتوں کو تو اس کی ضرورت پڑ جاتی ہے کیونکہ اس کے بغیر اُنکے رنگ میں دلکشی نہیں آتی۔

اس پر بھی کوئی ہندوستانی بی بی دن میں پوڈر وغیرہ لگائیں تو رات کو چہرہ ضرور دھو لینا چاہئے۔ اکثر انگریز عورتیں کیکاؤ درخت سے طیار کیا ہوا مکھن (کیکاؤ بٹر) لگا کے چہرہ صاف کر لیتی ہیں۔

رات کے وقت پتلی گردنوں کا بھی علاج کیا جا سکتا ہے۔ پہلے گردن کا پتلا حصہ بہت گرم پانی سے خوب دھویا جائے اور ہلکے سے خشک کر لیا جائے۔ اس کے بعد کوئی چکنی کریم آدھی چھٹانک لے کے ۱/۲ تولہ روغن زیتون میں یکجان کرکے وہاں مسل لی جائے۔ پھر اسی روغن میں ایک روئی کا گالا ڈبو کے گردن پر باندھ لیا جائے اور صبح تک یوں ہی رہنے دیا جائے۔ اس سے گردن کی چربی کی کمی کی تلافی ہو جاتی ہے کیونکہ چکنائی جذب ہو کے گردن کو تار جیسی پتلی ہونے سے روک دیتی ہے۔ یہ تدبیر ہر تیسری رات کو پندرہ روز تک جاری رکھنی چاہئے۔ دن میں گردن کو لپیٹ کے رکھنا چاہئے تاکہ ہوا نہ لگے کیونکہ گردن کی کھال اس عرصہ میں اُترائی رہے گی۔

ناخن اگر سخت اور چٹخے کھردرے رہتے ہیں تو کوئی روغن سوتے وقت ان پر مل لیا جائے اور دستانے پہن لئے جائیں۔ چند روز تک یہ عمل کرنے سے ناخنوں کا یہ نقص جاتا رہتا ہے۔

خوبصورتی کے نسخے۔ ایک بی بی نے شکایت کی کہ میرے بازو بہت موٹے ہیں۔ کندھوں پر گوشت زیادہ ہے۔ بال پھیکے رہتے ہیں۔ بالوں میں بفا (خشکی کے ذرّے) بھری رہتی ہے۔ کھوپری کی کھال دُکھتی ہے۔ چہرہ کا رنگ خراب ہو گیا ہے اور بغلوں میں پسینہ بہت آتا ہے +

انہوں نے یہ بھی اقبال کیا کہ مجھے میٹھے کا بہت شوق ہے۔ دن میں کئی کئی مرتبہ کھاتی ہوں نہ کھاؤں تو بے چین رہتی ہوں قرار نہیں آتا۔ ترکاری بالکل نہیں کھاتی۔ گوشت بھی خوب کھاتی ہوں +

غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انکی یہ سب شکایات ناموزوں اور لذیذ کھانوں کی وجہ سے ہیں۔ غذا میں جسم کو طاقت پہنچانے کے اجزا ہوتے ہیں۔ لذیذ اور مرغن و مقوی غذائیں معدہ میں پہنچ کے جسم میں چربی اور گوشت کی فضول اور موٹی تہیں بڑھانا شروع کر دیتی ہیں۔ ایسی غذا میں قدرے بوجھ ہوتا ہے۔ اور وہ خوبی موجود نہیں ہوتی جس سے جسم صاف رہے۔ کھال کو بہت سادہ کام کرنا پڑتا ہے جو شانہ اور گردہ کا ہے۔ اسکا نتیجہ یہ ہے کہ فضول اور ناگوار پسینہ کثرت سے آتا ہے +

ناموزوں کھانوں سے قبض ضرور پیدا ہوتا ہے اور دماغ میں تبخیر شروع ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ خشکی یا بفا کی ہے۔ اس سے کھوپری کی کھال دُکھنے لگتی ہے بال پھیکے پھیکے ہو جاتے ہیں۔ بالآخر بال کمزور ہو کے گرنے لگ جاتے ہیں اور سفید ہونے لگتے ہیں۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ رنگ روپ بگڑ جاتا ہے +

آج کل کی بیبیاں کھانوں میں کوئی توازن قایم نہیں رکھتیں اور انہی کی بدولت گھر بھر اسی بے تمیزی کا شکار ہو جاتا ہے۔ بچے بھی اپنے بڑوں کو دیکھ کے اناپ شناپ مختلف چیزیں کھا جاتے ہیں۔ جس سے طرح طرح کی بیماریاں اور تکلیفیں پیدا ہو جاتی ہیں +

اگر شکل صورت اور صحت درست رکھنی ہے تو غذا کی طرف خاص توجہ رکھنی چاہیئے۔

کھال میں ملائمت اور لچک پیدا کرنے کے لئے اسے کسی تیل یا کریم سے باقاعدہ ملنا چاہیئے۔ پہلوان بھی اپنے جسم میں تیل خوب ملوا کے سڈول بنا لیا کرتے ہیں۔ اگر کھال میں کچھ لکیریں یا خشکی معلوم ہو تو تیل ملنا مفید ثابت ہوگا۔ اُبٹنا ہمارا دیسی طریقہ سب سے اچھا ہے۔ اس سے جسم خوشبودار ہو جاتا ہے اور کھال خوب مل دل جا سکتی ہے اور میل بھی نہیں رہتا۔ اعصاب میں خون خوب گردش کرے تو کھال خوشنما ہو جاتی ہے۔ اس کے لئے مسام کھلے رکھنے ضروری ہیں جس کی ترکیب یہ ہے کہ گرم پانی سے کھال کو روزانہ دھوتے رہنا چاہیئے۔ اور بعد میں اگر کھال برداشت کر سکے اور گرمی کا موسم ہو تو برف ملنی چاہیئے +

اگر ٹخنوں پر گوشت زیادہ ہو تو اسے روزانہ مَل مَل کے پتلا کیا جا سکتا ہے۔ ہڈی ہی موٹی ہو تو بات اور ہے اسکا بدلنا ممکن نہیں۔ ایسی حالت میں اونچی ایڑی کا انگریزی جوتہ کبھی نہ پہننا چاہیئے کیونکہ جسم کا سارا وزن آگے بڑھ جاتا ہے

اور ٹخنے اور باہر کو نکل آتے ہیں۔ جرابیں اس طرح پہنیں کہ ٹخنوں پر جھری نہ پڑے۔ عیب ڈھک جائے گا۔

کان کا درد۔ کان کے درد کو کبھی معمولی نہ سمجھیں۔ دماغ کان سے بالکل قریب ہوتا ہے اور اس کے بیچ میں صرف کاغذ جیسی پتلی دیوار حائل ہے۔ اگر کان خراب ہونے لگے تو یہ جھلی خراب ہو کے دماغ کو خراب کر دیتی ہے اور جان کا اندیشہ ہو جاتا ہے۔

کان میں اس قسم کا اکثر درد ہوا کرتا ہے کہ کوئی انگارہ دماغ میں ٹھونسا جا رہا ہے۔ کان کا درد عام ہے لیکن لوگ اسے معمولی سمجھ کے اول تو پروا نہیں کرتے اور اگر کچھ دوا بھی کرتے ہیں تو وہ خطرناک ہوتی ہے۔ جب ڈاکٹر کو بلاتے ہیں تو اس کا آنا بعد از وقت ہوتا ہے۔

تندرست آدمی زکام کی طرح کان کے درد کا بھی مقابلہ بخوبی کرتا ہے لیکن اس سے دھوکہ میں نہیں رہنا چاہیے۔ جب آدمی بیماری سے اٹھے اسوقت تو اس قسم کے درد کا فوری علاج کرنا چاہیے۔ خسرہ سُرخ بادہ یا تپ نزلہ کے بعد کان کا درد اکثر نمودار ہو جاتا ہے۔ تمام متعدی امراض میں ناک کا پانی زہریلا ہو جاتا ہے اور وہ کان کے رقبہ میں چڑھ جایا کرتا ہے اور اس سے جھلی پر خطرناک اثر پڑتا ہے۔

کان کے درد کا علاج کسی ماہر فن طبیب سے کرانا چاہیے۔ گرم پانی کی سینک اور پولٹس عمدہ تدبیریں ہیں لیکن گرم تیل کا ڈالنا عام ہے اور اکثر برے نتائج پیدا کرتا ہے۔ ڈاکٹری ہدایت پر گرم تیل ڈالنے کا کچھ مضائقہ نہیں۔

اگر کان میں سخت درد ہو یا بہہ رہا ہو تو فوراً توجہ کرنی چاہیے۔ بہترین تدبیر یہ ہے کہ کان میں میل جمع نہیں ہونے دینا چاہیے۔ اگر یہ انگلی کے کان میں ڈالنے سے بآسانی نہ نکلے تو طبی مشورہ سے اسقدر سوڈا جو ایک چونی پر آجائے چمچہ میں گھول لیا جائے اور رات کو کان میں ڈالا جائے۔ یہ مؤثر ہوگا لیکن میل کبھی ہرگز کسی لمبی پن یا سلائی سے نہ نکالیں۔ میل نکالنے کے لئے اگر ڈاکٹر کو بلا لیا جائے کہ وہ پچکاری سے نکال ڈالے تو یہ زیادہ مفید طریقہ ہے۔

بالوں کی حفاظت۔ بال نباتات کی طرح ہے۔ نشوونما پانے اور خرابی سے بچانے کے لیے پودے کی طرح اسے کافی دھوپ اور تازہ ہوا کی ضرورت ہے۔ نیم مہذب قوموں کے لوگوں کے بال گھنے اور خوبصورت ہوتے ہیں کیونکہ وہ سر کو عموماً کھلے رکھتے ہیں۔

انگریزوں میں عورتیں ٹوپیاں اوڑھتی ہیں۔ اب انہیں اسبات کی ضرورت معلوم ہونے لگی ہے کہ وہ ہلکی اور ہوادار ٹوپیاں پہنیں کیونکہ بوجھل ٹوپیوں سے سر میں خون کا چکر کم ہو جاتا ہے اور بال گرنے شروع ہو جاتے ہیں جو گنج کی ابتدا ہے

باقاعدہ برش اور کنگھی کرنے سے کھوپری میں خون اچھی طرح گردش کرنے لگتا ہے۔ اس سے بفا یا چھلکے پیدا نہیں ہونے پاتے اور بال مضبوط اور بارونق ہو جاتا ہے ۔

بال خوب مل مل کے دھونے سے صاف رہتے ہیں اور سر میں خشکی نہیں پیدا ہوتی کنگھی کرنے کی طرح اس سے فضول بال میل خشکی کے چھلکے نکل جاتے ہیں کھوپری میں خون گھومنے لگتا ہے اور بال نہ صرف قایم ہوتے ہیں بلکہ پیدا بھی ہونے لگتے ہیں۔ خوب مل مل کے بالوں کو دھونے کی تعداد حالات پر منحصر ہے۔ بعض بیبیوں کے لیے مہینہ میں ایک مرتبہ کافی ہے۔ لیکن جن کے سروں پر گرد پڑتی رہتی ہو انکو ہر ہفتہ اور خشکی پیدا ہو جانے والے سروں کو ہر تیسرے دن مل مل کے دھونا چاہیئے۔

اگر ہم بالوں کا خیال رکھیں تو بہت سی دواؤں کی ضرورت نہ رہے۔ سر کی کھال میں کچھ چکنائی پیدا ہوا کرتی ہے جلد جلد صابن سے سر دھونا اس چکنائی کا دشمن ہے اور خشکی پیدا ہو جاتی ہے۔ سر میں تیل اس طرح لگائیں کہ جڑوں میں تری پہنچ جائے۔ بال مضبوط اور خوبصورت رہیں گے ۔

ہاتھی دانت کی صفائی

ہاتھی دانت کی صفائی۔ اگر ہاتھی دانت کی کوئی چیز میلی ہو جائے تو کپڑا میتھی لیٹڈ سپرٹ میں ڈبو کے اس پر ملو یا لیموں کو نمک کا پانی لگا لگا کے اس پر رگڑو یا کسی ہلکے سے سیخ نما سنگریزہ کو نہایت باریک پیس کے پانی میں ملا کے اسے مانجھو۔ تینوں صورتوں میں آخر میں پانی سے خوب دھو ڈالو اور کسی ملایم کپڑے سے پونچھ ڈالیں۔ ایک صورت یہ ہے کہ ہاتھی دانت کو پانی میں ڈبو کے دھوپ میں کئی گھنٹے تک رکھا رہنے دو لیکن خشک ہونے لگے تو دھوپ میں پڑا نہ رہنے دیا جائے ورنہ پرخچ جائیگا۔ یا چونہ کو پانی میں ملا کے چولہے پر رکھیں اور پتلی سی لئی بنالیں اور ہاتھی دانت کو اس میں ڈبو کے نکال لیں پھر اسے خشک کر کے اس پر جلا کریں۔ ایک اور ترکیب یہ ہے کہ دھبوں پر لیموں کا عرق ملا جائے اور لیموں کے عرق میں تھوڑی سی سفیدی ملا کے ملائی سی کر لی جائے پھر وہ لگائی جائے۔ خشک ہونے پر نرم کپڑے سے صاف کر کے جلا دیدی جائے ۔

زیور کی موزونیت۔ اگر تمہارا چہرہ لمبا اور بیضوی ہے تو کانوں میں لمبے لمبے بندے یا جھمکے نہ پہنو۔ اگر تمہارا چہرہ چھوٹا اور گول ہے تو لمبے اور خوب لٹکنے والے بندے یا بالیاں پہنو۔ گلے میں بڑے بڑے گول موتیوں کا گلوبند صرف اُن کو پہننا چاہیئے جن کے خط و خال نازک ہوں۔ اس قسم کے گلوبند سے اِن میں کسی قدر مضبوطی پیدا ہو جاتی ہے

اگر تمہارے ہاتھ خوشنما اور صاف ستھرے نہ ہوں تو بہت سے چھلے پہننے سے گریز کرو۔ ایک ہی وقت میں اصلی اور نقلی زیور استعمال نہ کیا کرو ۔

محمد ظفر

تربیت گاہ بنات میں برار کی بیگمات کی تشریف آوری

جشن معراج کے بعد سے آج تک ۱۲ جنوری سے ہر روز کوئی نہ کوئی معزز خاتون تربیت گاہ دیکھنے کے واسطے تشریف لاتی رہی اور انتہائی مسرت کا اظہار فرماتی ہیں تربیت گاہ نے چونکہ یہ عام دستور کہ تشریف لانیوالے حضرات سے رائے لی جائے اور ڈھنڈورا پیٹا جائے ضروری نہیں سمجھا اس لیے وہ محترم خواتین جنھوں نے ان ناچیز خدمات کو حقیقی خدمت اور بیش بہا نعمت سے تعبیر فرمایا ہمارے دلی شکریہ کی مستحق ہیں البتہ محترمات بیگم سید مظہر حسین صاحبہ، بیگم سید قطب الدین صاحبہ بیگم عبدالقیوم صاحبہ و بیگم فرید حسین صاحبہ رؤسائے تلیگاؤں برار کی تشریف آوری اس لیے قابل ذکر ہے کہ ان محترمات نے باوجود علالت کے تکلیف گوارا فرمائی اور غیر معمولی دلچسپی کا اظہار فرمایا وہ تحریر فرماتی ہیں کہ

"ہمارے پاس الفاظ نہیں کہ آپ کے احسانات کا شکریہ ادا کر سکیں"

ان معزز خواتین کی یہ انتہائی محبت و خلوص ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہماری رائے میں یہ جو کچھ ہی ہے فرض انسانیت ہے خداوند کریم قبول فرمائے۔

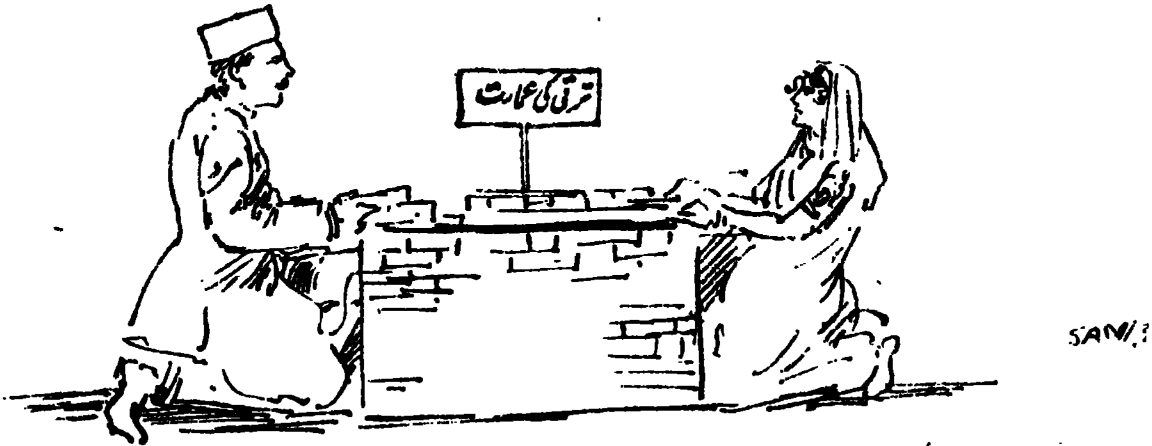
محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ و۔ اکی تشریف آوری سے جو فائدہ تربیت گاہ بنات کو پہونچا اور پہونچ رہا ہے وہ الفاظ میں مشکل سے ادا ہوگا عزیزہ موصوفہ پر اکثر اعتبار سے خدا کا فضل ہے مالی حالت کے اعتبار سے اکی بیوگی لاکھوں سہاگنوں سے بہتر ہے مگر انکا یہ جذبہ کہ باقی وقت مسلمان بچیوں کی خدمت میں بسر ہو کروڑوں مسلمان عورتوں میں عدیم النظیر ہے پچھلے دنوں جب تربیت گاہ کی ایک بورڈر میاں عبدالحمید بی اے ایل ایل بی کی بچی ممتاز سلطان سلمہا دفعتہ بخار میں مبتلا ہوئی اور حرارت ۱۰۴ سے زیادہ ہوئی تو وہ باوجود ماؤں اور دوسری عورتوں کی موجودگی کے اپنا گھر بار چھوڑ چھاڑ پیاری ممتاز کو اپنے ساتھ لیکر سوئیں اور جس توجہ سے اسکی تیمارداری کی میں اسکا شکریہ ادا نہیں کر سکتی خداوند کریم بلقیس بیگم کی عمر میں برکت دے اور تربیت گاہ انکی بیش بہا خدمات سے ہمیشہ مستفید ہو۔

یہ سشن نصف کے قریب ختم ہو چکا مگر ابتک نئی بچیوں کے داخلہ کی والدین کوشش فرما رہے ہیں اس لیے مجبوراً اعلان کرنا پڑتا ہے کہ اب داخلہ کچھ زیادہ مفید نہیں آیندہ سشن کا انتظار فرمائیے، محمد عبدالغنی صاحب الیکٹرک انجنیر کی بچیاں امۃ القدیر بیگم اور امۃ الاکرام بیگم کی صرف اس لیے لی گئی ہیں کہ پنجاب کے احسانات تربیت گاہ پر بہت زیادہ ہیں اور انجنیر صاحب پہلے فرما چکے تھے کہ وہ کسی اور مدرسہ میں داخل نہ کرینگے +

تربیت گاہ کا یتیم سیکشن البتہ ہر وقت کھلا ہوا ہے اور مجھے اپنی عصمتی اور بناتی بچیوں کے کرم پر اتنا اعتماد ہے کہ میں شاید یتیم سیکشن کے داخلہ سے کسی وقت بھی انکار نہ کروں +

بیگم راشد الخیری

خواتین ہند اور ترقی



خواتین بمبئی کے جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے لیڈی ٹاٹا نے فرمایا ہے کہ جب تک خواتین مردوں کے ساتھ ساتھ ترقی کی عمارت کی تعمیر میں برابر کا حصہ نہ لیں گی قوم ترقی نہیں کرسکتی۔



ننھی۔ اماں جان میں اپنا دولہا کب ڈھونڈوں گی۔

ماں۔ ہے ہے ایسی بات نہیں کہتے

ننھی۔ کیوں۔ نانا ابا کہتے تھے تمہیں بیس برس کی عمر میں شوہر ملا تھا۔

آتا ہے یاد مجھ کو گذرا ہوا زمانہ



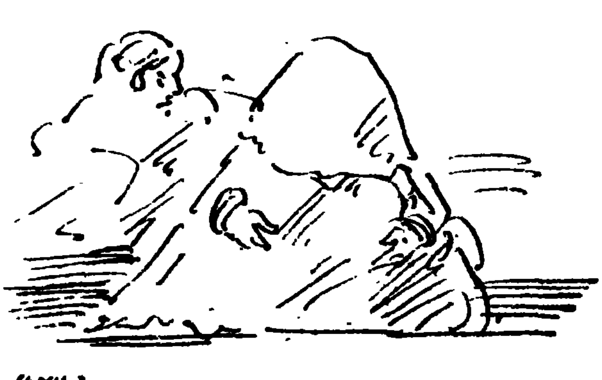
(۱) عالم شیرخوارگی وہ زمانہ جب کسی چیز کا فکر نہ تھا



(۲) بچپن، جو گڑیاں کھیلنے میں بسر ہوا،



(۳) مدرسہ میں سہیلیوں کے ساتھ۔



(۴) گذرا زمانہ یاد آیا۔ جب لڑکی دلہن بنکر دوسرے گھر سدھاری

محترمہ کی بیش بہا خدمات

حامیان حقوق نسواں مردوں اور پڑھی لکھی عورتوں میں شاید ہی کوئی ایسا ہو جو محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ کی قابلیت سے واقف نہو ان کے مضامین و افسانے ہمارے ملک کے مشہور رسائل و جرائد کو زینت دے رہے ہیں۔ وہ اپنی بیش بہا خدمات کا تمغہ انعام کی صورت میں عصمت و تہذیب سے حاصل کر چکی ہیں میں کچھ اس لیے اُن کا مداح نہیں ہوں کہ وہ میرے مرحوم دوست مولوی محمد لطیف صاحب کی صاحبزادی ہیں بلکہ اس واسطے کہ وہ ان چند مسلم خواتین میں سے ہیں جو دور حاضرہ کی ضروریات سے پوری طرح باخبر ہونے کے باوجود قدیم معاشرت سے بہ اصرار کو سر آنکھوں پر لیے ہوئے ہیں

وہ تمام مسلمان مرد اور عورتیں جنکو کسی طرح بھی عصمت بنات اور تربیت گاہ سے تعلق ہے یہ سنکر خوش ہونگے کہ محترمہ بلقیس بیگم صاحبہ نے میری خواہش پر دونوں رسالوں اور مدرسہ کو اپنی گرانقدر خدمات سے مستفید فرمانا منظور کر لیا ہے اور یکم نومبر سے دہلی تشریف لے آئی ہیں۔

آیندہ سے محترمہ موصوفہ تربیت گاہ میں میری اور رسائل میں رازق میاں کی معین و مددگار ہوں گی۔ اور مجھے یقین کامل ہے کہ ان کے دل میں اپنی بہنوں کا جو درد موجود ہے وہ تربیت گاہ میں چاند بنکر چمکے گا۔ اور قوم کی خدمت کا وہ جذبہ جو وہ پہلو میں رکھتی ہیں عصمت و بنات ہر مسلمانوں کے واسطے ایک نعمت ثابت ہوگا۔

راشد الخیری

شکریہ

جن محترم بہنوں نے عصمتی کہکشاں کی تیاری میں محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنگلوری کا ہاتھ بٹایا ہے وہ پبلشر اور مؤلفہ محترمہ کی طرف سے دلی شکریہ قبول فرمائیں، جن بیبیوں کے بھیجے ہوئے نمونے کتاب میں شایع کیے گئے ہیں ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں:-

مسز عبدالوہاب صاحب صدیقی بی اے ہینگن گھاٹ
فہیمہ صاحبہ بنت منصور احمد صاحب ایس ڈی او مہاسمنڈ۔
سلیمہ بی بی صاحبہ بنت فقیر محمد صاحب بمبئی۔
نشاط افزا بیگم صاحبہ کلکتہ۔
عزیز بانو صاحبہ امراؤتی برار
مس فیروزی ہاڈ مکا ایس ای
بنت مولوی محمد یعقوب خاں صاحب کلکتہ
بنت سید ضمیر الدین مرحوم حیدر آباد دکن
منیر النسا بیگم صاحبہ مدراس
مس عزیز فاطمہ صاحبہ آرہ بہار
صفیہ سلطان صاحبہ نسیم الصبح کلکتہ
مس نور جہاں بیگم ناز۔ بنت وائس چانسلر صاحب بمبئی یونیورسٹی
مہر النسا صاحبہ آف والیٹر
مسارا بیگم صاحبہ بنت مولوی عبدالحق صاحب ام اے پرنسپل
مسز ابوسعید خاں صاحب وکیل لکھنؤ۔
مس کشور جہاں صاحبہ لکھنؤ۔
محترمہ سکینہ بیگم تیناملی ٹون مدراس
محترمہ آمنہ محمد حسین بنگلور سٹی
محترمہ عائشہ محمد حسین بنگلور سٹی۔
مسز سمیع دہلی مس غ ف محمد علی صاحب آگرہ
خیر النسا صاحبہ حیدر آباد دکن
ہمشیرہ ابوالحسن خاں صاحب تحصیل دار چکلی برار
ث ب عبداللہ خاں صاحب کالاباغ

منیجر

بزمِ عصمت

نیا سال سب عصمتی بہنوں کو مبارک ہو۔ میرے برادر عزیز سید مبین احمد سلمہٗ کی شادی میری پھوپھی زاد بہن اختر خاتون سلمہا کے ساتھ بخیر و خوبی ۲۸ر دسمبر کو انجام پائی۔ عزیزہ اختر سلمہا بھی عصمتی بہن ہیں۔ اس خوشی میں دس روپیہ تربیت گاہ کی بچیوں کو بھیجتی ہوں اور تین خریدار پیارے عصمت کو دیتی ہوں۔ سیدہ انیس فاطمہ کانپور

میں اپنی پیاری بچی اختر کی روح کو ثواب پہنچانے کے لیے مبلغ پچاس روپیہ تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کیواسطے بھیجتی ہوں۔ عصمتی بہنوں سے التجا ہے کہ میرے معصوم بچی کی بخشش کے لیے رب غفور سے دُعا مانگیں +

صغرا بنت نواب لیاقت خاں منسٹر پٹیالہ

میرے چھوٹے بھائی عزیزی ریاست علی مرزا سلمہٗ میجر سے کرنل ہوئے ہیں۔ اس خوشی میں دس روپیہ تربیت گاہ کی بچیوں کے لیے بھیجتی ہوں + صغرا ہمایوں مرزا حیدرآباد دکن

ہمیں یہ معلوم کرکے خوشی ہوئی کہ میرعزیز الرحمن صاحب ڈپٹر نورجہاں کا نکاح امتیاز جہاں بیگم صاحبہ بنت میرزا عاشق حسین صاحب رڑکی کے ساتھ بخیر و خوبی انجام پایا۔ ہماری دلی دُعا ہے کہ دونوں دولہا دُلہن ہمیشہ شاد و آباد رہیں اور یہ شادی طبقہ نسواں کے لیے بھی مفید ثابت ہو

۲۱ ۱۹۴ء میں میں نے زنجیرہ کڑھائی کی مشین مبلغ ۴۰ روپیہ میں خریدی تھی مگر چند وجوہات سے فروخت کرنا چاہتی ہوں۔ بالکل نئی ہے اور خوب کام دیتی ہے کوئی بہن خریدنا چاہیں تو مطلع فرمائیں۔ م۔ ع معرفت دفتر عصمت دہلی

جن بہن صاحبہ نے سہیلیوں کے سٹور دہلی کے کامدانی کام کے متعلق دریافت کیا ہے انہیں معلوم ہو کہ میں نے بھی ایک ساڑھی منگائی تھی واقعی بہت اچھا کام ہوتا ہے۔ عصمت میں جسقدر تعریف اشتہار میں دیکھی تھی اس سے بھی اچھی نکلی + مسز الیاس احمد ہوشنگ آباد

پرچہ دسمبر میں کسی بہن صاحبہ نے عمدہ کیکوں کی ترکیب طلب فرمائی تھیں گو مجھے دو تین قسم کے کیکوں کی ترکیب معلوم ہے جن میں سے ایک لکھتی ہوں۔ اول دس بیضوں کی زردی پاؤ بھر چینی (شکر) سے خوب اچھی طرح پھینٹا جائے گا۔ بعد آدھا پاؤ میدہ و آدھا پاؤ سوجی چھڑک چھڑک کر اچھی طرح اس کے شامل ملایا جائیگا۔ بعد پاؤ بھر مکھن و پاؤ بھر گھی ڈالکر ملایا جائے گا۔ بعد دس بیضوں کی ان سفیدیوں کو اسقدر پھینٹا جائے کہ صابن جیسا جھاگ بنجائے۔ پھر پاؤ بھر کشمش پاؤ بھر پپیتے کا مربا اور ایک جائے پھل و ایک کونلے لیموں کے چھلکے کا چوتھائی حصہ و ذرا سفوک سوڈا مع ان سفیدی کے اس خمیر میں بہت ہی ہلکے ہاتھوں سے اچھی طرح ملایا جائے گا

ورنہ مصالہ نیچے جم جائے گا۔ بادام پستہ حسب خواہش بعد کاغذ تراش کر نہ کہ ٹھن لگا کر قالب میں ڈال کر تنور سے پکوا کر نوش فرمائیں۔

نیز کسی عصمتی بہن کو کتاب "خورشید مرزا ادیبی چودھرائن" کا پتہ معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرما کر مشکور کریں۔

ہمشیرہ ابوالظفر (کلکتہ)

جنوری سال رواں کا "عصمت" ٹکٹ بیرنگ وصول ہوا ماشاء اللہ پابندی وقت کا انتظام آپ کا قابل قدر ہے۔ اللہ رسالے کو دن دونی رات چوگنی مقبولیت و ترقی دے آمین۔ میری دختر نیک اختر کے نام تاریخی نام "جمیلہ اختر جہاں" لکھا تھا۔ مگر کاتب کی غلطی سے صرف "جمیلہ اختر" لکھا ہے۔ لفظ "جہاں" چھوٹ گیا ہے۔ جس سے تاریخی وہ کام نہیں ہوتا اس کی تصحیح ضروری ہے۔

خاکسار جان محمد بن اسمعیل سیٹھ۔ ا۔ کوچین

کوئی عصمتی بہن ازراہِ عنایت کسی ایسی دوکان کا پتہ تحریر کریں کہ جہاں سے پٹھے کی ہر قسم کی عمدہ بیلیں پھول وغیرہ دستیاب ہوں۔

این۔ بی محمد رکن الدین مرحوم پشاور

ہمشیرہ نعیمہ بیگم صاحبہ میرٹھ کے والد کو داد کی شکایت ہے۔ انہیں معلوم ہو کہ امرت انجن دہرہ بمبئی سے دو شیشیاں امرت انجن کی منگالیں۔ روغن کو تیل تلی میں کسیقدر پتلی کر کے دونو وقت دس منٹ تک داد پر مالش کی جائے اسکا استعمال برابر جاری رہے بفضل خدا صحت ہوگی۔

نوٹ۔ دوا اور دوکان دونوں کا ایک ہی نام ہے دوا سستی ہے یعنی ۸ - ۱۰ - آنے شیشی۔ فقط عبداللطیف بحری آباد

دستِ کرم

جن دردمند مسلمانوں نے تربیت گاہ بنات یا مدرسہ کی نادار و یتیم بچیوں کی امداد کے لئے اس مہینہ میں روپیہ بھیجا انکے اسمائے گرامی مع شکریہ کے ساتھ شایع کیے جاتے ہیں۔ خدا ان سچے مسلمانوں کو جزائے خیر دے۔

محترمہ صغرا بیات بیگم احمد بخش صاحب پٹیالہ صہ
خانصاحب مولوی عبدالرشید خانصاحب کوئٹہ بلوچستان صہ
بیگم خان بہادر عبدالعزیز خاں صاحب میسور صہ
ام۔ اے مجید خاں صاحب سب اوورسیر لاہور صہ
مولوی محمد اشرف عالم صاحب شاہدرہ لاہور مہ
برکت علی صاحب جج جہلم مہ مسٹر عبداللہ صاحب مہ
بیگم فضل الدین صاحب پلیڈر گجرانوالہ یہ
بیگم منظر حسین صاحب رئیس تلیگاؤں و سامر برار سہ
سیدہ بی بی صاحبہ جارج ٹاؤن الہ آباد عہ
بیگم سید قطب الدین صاحب تلیگاؤں برار عہ
بیگم خان بہادر حبیب الرحمن خاں صاحب میسور از کوئٹہ عہ
بہنت اسمعیل صالح جی صاحب کلکتہ عہ
چودھری محمد شریف صاحب وزیر آباد عہ
ہمشیرہ محمد حنیف صاحب لاہور عہ مولوی احمد خانصاحب میرٹھ عہ
محترمہ والدہ ایس ایس اسد اللہ صاحب قادیان عہ
ایس جی جیلانی صاحب پورٹ بلیر عہ
مسز چودھری فتح احمد صاحب داتار پور ہوشیار عہ
مسز عطاء الرحمن صاحب پٹنہ ماہوار للعہ
بیگم انور علی صاحب قدوائی غازی پور ماہوار للعہ

پانچ پانچ روپیہ ان حضرات نے بھیجے۔ مسز شیخ محمد سعید صاحب۔ احمد علی خانصاحب میرٹھ۔ بیگم فرید حسین صاحب۔ بیگم عبدالقیوم صاحب نیگاؤں برار۔ ام۔ اے حامد صاحب بیڑ واڑہ معہ

باقی حضرات کے نام آیندہ مہینے کے بنات میں شایع کیے جائینگے

راشد الخیری سکرٹری تربیت گاہ بنات کوچہ چیلان دہلی

صاحبزادی کے جہیز میں

بہتر سے بہتر کپڑا آپ دیجیے مگر کامدانی کی چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا۔ عصمتی بہنوں کے لئے ہم نے اعلیٰ قسم کی کامدانی کام کے دوپٹہ ساڑھیاں وغیرہ فراہم کرنیکا انتظام کیا ہے جنکے آگے گنی چوگنی قیمت کا کپڑا بھی ماند ہے کام تمام کپڑے پر صفائی اور خوبصورتی سے کیا جاتا ہے کرنوں پر دلفریب ترنج اور کناروں پر نفیس چوڑی بیل۔

قسم اوّل کی کامدانی نہایت اعلیٰ درجہ کی اصلی سچی کامدانی ہو جو کبھی سیاہ یا ماند نہیں ہوتی۔

قسم دوم بہترے کی کامدانی بھی خوب شاندار اور چمکیلی ہے اور تعلیمیافتہ بیبیوں میں مقبول ہے۔

قسم سوم یعنی جھوٹی کامدانی کا کام ہمارے ہاں نہیں ہوتا کامدانی کے علاوہ سلمہ ستارے وغیرہ کے کام کی ضرورت ہو یا دری کی کوئی اور چیز منگانی ہو تو بھی ہمیں لکھئے۔ بہت کفایت کے ساتھ آپکو بھیجی جائے گی۔

ساڑھیاں (طول ۵½ گز)

ساڑھی نمبر ۳۔ نہایت اعلیٰ قسم کے خوبصورت پائیدار ریشمی کپڑے پر کامدانی کا نمبر اول کا کام۔ قیمت صرف للعہ ۴۰ چالیس روپیہ

نمبر ۴۔ کپڑا اسی کامدانی قسم دوم قیمت ۳۱ ر

نمبر ۵۔ کامدانی قسم دوم کپڑا ساڑھی نمبر ۲ سے کم قیمت مگر پائیدار اور خوبصورت ریشم۔ قیمت ۲۸ ر

نمبر ۶۔ نفیس ململ، کامدانی قسم دوم قیمت ۲۰ ر

دوپٹے طول ۳ گز

دوپٹہ نمبر ۷۔ کپڑا ساڑھی نمبر ۳ کا کامدانی قسم اول قیمت ۲۵ ر

دوپٹہ نمبر ۸۔ کپڑا ساڑھی نمبر ۳ کا کامدانی قسم دوم " ۱۹ ر

دوپٹہ نمبر ۹۔ کپڑا ساڑھی نمبر ۵ کا " " ۱۴ ر

دوپٹہ نمبر ۱۰۔ ریشمی ململ معمولی " " ۱۳ ر

دوپٹہ نمبر ۱۱۔ جالی یا وائل کا قیمت ۱۲ ر دوپٹہ نمبر ۱۲ ابر یا ململ پر ۱۱ ر

تعریفی خطوط

سہیلیوں کے اسٹور دہلی کا اشتہار مسلسل دو سال سے عصمت میں نکل رہا ہے مگر آجتک نہ کسی صاحب نے بزم عصمت میں شکایت لکھی نہ مال واپس کیا بلکہ جس صاحب نے منگایا نہ صرف پسند کیا بلکہ پھر فرمائش بھیجی۔

جرمنی سے پروفیسر ستار خیری ایم اے جرنلسٹ تحریر فرماتے ہیں:۔ ساڑھی پہنچ گئی دیکھکر جی خوش ہوا اللعہ ۴۰ قیمت کچھ زیادہ نہیں ہے میری بیوی نے بہت ہی پسند کی ایک اور ساڑھی اس قیمت کی فیروزی رنگ کی بھیجئے۔

برار سے مس ش، ن بیگم صاحبہ دیول گھاٹ ضلع بلڈانہ لکھتی ہیں آپکے اسٹور کی ساڑھی پہنچی اور بہت ہی پسند آئی واقعی آپکے اسٹور کی ساڑھیاں بہت ہی اچھی بنتی ہیں لہذا اور دو ساڑھیاں جلد روانہ فرمایئے

ریاست پٹھاری (ہاسورہ) سے جناب منو خانصاحب جمعدار ڈیوڑھی خاص حضور سرکار ریاست لکھتے ہیں دوپٹہ وصول ہوگیا اور میں نے تعریف کے قابل پایا جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپکو دس روپیہ قیمت کے چھ دوپٹوں کا آڈر اور دیا جاتا ہے ۳۳ روپیہ رقم پیشگی بھیجی جاتی ہے۔

آج نہیں کل کل نہیں پرسوں کبھی نہ کبھی آپکو کامدانی کام کے دوپٹہ یا ساڑھی کی ضرورت پڑیگی مگر کم داموں میں اتنا اچھا کام شاید کہیں نہ ملے گا اور پھر اس شرط کے ساتھ کہ ناپسند ہو تو دام واپس

شکایت ہو تو رسالہ عصمت میں چھپوایئے

فرمائش کے ساتھ ایک چوتھائی رقم پیشگی بھیجیے، اور اپنی پسند کپڑے کا رنگ لکھئے انکے علاوہ سلمہ ستارے کے کام دوسری چیزیں بھی فراہم کرسکتے ہیں

پتہ:۔ مینیجر سہیلیوں کا سٹور کوچہ چیلان دہلی

کایاپلٹ ہیرآئل رجسٹرڈ

کوئی دل دار اور مخصوص عورت ایسی نہیں ہے کہ اس نایاب تیل کی قدر نہ کرے - یہ بالکل ایک نئی ایجاد ہے جس کا مثل اس وقت تک بازار میں نہیں ہے اس کی یہ خصوصیت ہے کہ
گرے ہوئے بال نئے سرے سے دوبارہ اگاتا ہے اور جو نئے بال پیدا کرتا ہے وہ سیاہ ہوتے ہیں- بال گرنا بند ہوجاتے ہیں اور بالوں کو سرعت کے ساتھ بڑھاتا ہے اور فاسد رطوبات کو آنجبات اور پسینہ کے ذریعہ باہر پھینک کر سر اور بالوں میں ایک نئی جان ڈال دیتا ہے علاوہ بالوں کے اکثیر کا حکم رکھنے کے دائمی نزلہ، درد سر اور تمام جلدی امراض مثل بالخورہ، گنج، خشکی اور بفا- گرمی دانہ اور کھجلی وغیرہ کو ایک قلم روکتا ہے اور اگر نہیں تو رفع کردیتا ہے اور بےحد مقوی دماغ اور بصارت ہے -
ایک دفعہ کا تجربہ آپ کو خود ان سب خوبیوں کی تصدیق کرادیگا اگر بال اور دماغ کی کچھ بھی آپ کو قدر ہے تو اس میں کلام نہیں ہے کہ آیندہ آپ اور دوسرا تیل نہ استعمال کرینگی -

(ملاحظہ ہو ایک تازہ سارٹیفکٹ)

آپ کا عنایت کردہ تیل بہت مفید ثابت ہوا ہے، ابھی ایک شیشی ختم نہیں ہوئی ہے اور سر کی خشکی جاتی رہی ہے- بال گرنا بند ہوگئے ہیں اور نئے بال نکلنا شروع ہوگئے ہیں، براہ کرم حکم دیدیجیے کہ ایک شیشی اور بھیجی جاوے اور آیندہ بغیر میری استدعا کے ایک شیشی ہرماہ کے شروع میں بذریعہ وی پی روانہ ہواکرے (جعفر علی خاں (ڈپٹی کلکٹر) رائے بریلی)

وزن ۴ اونس قیمت مع محصول وغیرہ ۸/ے

ملنے کا پتہ: منیجر کایاپلٹ ہیرآئل رجسٹرڈ لکھنو

اپنے نامہ نگار کی ہمت بڑھایئے

ذیل کی کتابیں عصمت وبنات کے مشہور اور قدیم نامہ نگار مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی گوڑگانوہ کی تصنیف و تالیف ہیں آپ انکو منگاکر انکی ہمت بڑھائینگی اور خود بھی آن سے فائدہ اٹھائینگی

ماں بچہ کی نگہداشت زچگی اور اس سے قبل زمانہ کے لئے عملی ہدایات جس پیرایہ میں دی گئی ہیں، بچہ کی پرورش، اور تربیت پر تجربات درج ہیں- یہ رسالہ اس قدر مقبول ہوا ہے کہ دوسرا ایڈیشن ختم ہونے والا ہے قیمت چھ آنہ (۶/ر) ٹکٹ بھیجنے میں کفایت رہتی ہے

روح القرآن قرآن پر ہمارا ایمان ہے قرآن پاک کے مضامین کی نہایت ہی جامع فہرست مشکل الفاظ مع معانی- ہر سورۃ کے خلاصے اور عملی خواص اور شان نزول نہایت ہی سلیقہ سے دیئے گئے ہیں اسکو پاس رکھنے سے آپ سچی مسلمان بنجائینگی- بڑے بڑے علما اور فضلا نے اسے پسند کیا- ہدیہ دو روپے (عَہ/)

روحوں کے کرشمے جن دلوں پر مرنے والوں کے صدمے ہیں وہی ایسی کتابیں پڑھتے ہیں مرنے کے بعد روحیں کیا کرتی ہیں اس دنیا سے کیا تعلق رہتا ہے - اس کے متعلق متعدد دلچسپ اور سچے واقعات بیان کئے گئے ہیں- کتاب ختم کئے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھی جاتی لیکن تنہائی میں رات کے وقت نہ پڑھنا - قیمت ایک روپیہ چار آنہ (عہ۴/)

سب کتابوں کا محصول ڈاک بذمہ خریدار فرمائش کے وقت رسالہ کا حوالہ دیجئے

ملنے کا پتہ: مولوی محمد قمر پبلشر سلسلہ سرمایہ اطفال گوڑگانوہ - پنجاب

بیگمات کیلئے لاجواب تحفہ

کشیدہ کاری کی اصلی مشین

یہ وہی بینظیر مشین ہے جس کی نسبت اخبار تہذیب نسواں میں ایک محترم خاتون اپنے مضمون کے دوران میں فرماتی ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ تعریف و توصیف بے بنیاد نہیں واقعی ننھی سی چیز بساط سے زیادہ کار آمد ہے آرائشی اشیا ایسی خوبصورت کاڑھی جاتی ہیں کہ کمرۂ ملاقات گویا ایک ننھا سا سدا بہار باغیچہ بن جاتا ہے۔ جہاں باد سموم کا خوف نہ خزاں کا اندیشہ، پردے میز پوش، گدیاں، فوٹو فریم، سلیپر وغیرہ کے لئے یہ کاریگری نہایت موزوں ہے اگر احتیاط سے زیر استعمال رکھیں تو سالہا سال تک یہ چیزیں خراب نہیں ہوتیں، بچوں کے کلوک اور فراک پر خصوصاً گرم لباس پر ایک چھوٹا سا پھول خوشنما ہوگا اور پرندے تو عموماً بہت خوبصورت کاڑھے جاتے ہیں۔"

قیمت درجہ اوّل تین روپے۔ درجہ خاص جو خوبصورت مخملی کیس میں بند ہے اور جس کے ساتھ مفت مرمت کی گارنٹی ہے ۸/۱۲ کپڑا تاننے کا فریم مع پیکمن ایک روپیہ آٹھ آنہ ریشم کی گچھیاں ایک روپیہ فی درجن کپڑے پر چھپے ہوئے نقشے آٹھ آنہ فی عدد سب چیزوں کا اکٹھا محصول ۸/ اس سٹ کو سنبھال کر رکھنے کے لئے اعلیٰ درجہ کا پالش شدہ بکس ایک روپیہ چار آنہ۔

ہر مشین کے ہمراہ کام کا نمونہ معزز حضرات و خواتین کی تصدیقیں اور مفصل ترکیب استعمال اردو انگریزی میں بھیجی جاتی ہے فرمائش میں عصمت کا حوالہ دینے سے پیکنگ مفت۔ جنوری کے بزم عصمت میں بھی ایک بہن بنت اسلام بنی ٹھا ڈپٹی کلکٹر کانپور نے تعریف لکھی ہے

زرنگار جوتیاں

یہ نفیس اور خوبصورت جوتیاں جن پر نہایت دنمدار سنہرا کام بنا ہوا ہے نفیس مزاج بیگمات اور صاحبان کے لئے خاص طور پر تیار کروائی گئی ہیں پہننے میں آرام دہ اور ہلکی، دیکھنے میں خوشنما اور دلکش اور دام کے لحاظ سے گویا مفت ہیں گھروں میں پہننے سے سلیپروں کا عمدہ بدل ثابت ہوں گی کہیں آنے جانے کے وقت پہننے سے آپکی زینت دوبالا کرینگی۔

قیمت زنانہ سائز مخمل یا چمڑے پر سچے سنہرے کام والی ۲/۸ فی جوڑہ مردانہ سائز مخمل یا چمڑہ پر سنہرا کام ۲/۸ فی جوڑہ واضح رہے کہ یہ عام بازاری مال نہیں، بلکہ خاص طور پر نفیس اور پختہ بنوایا جاتا ہے پاؤں کا خاکہ فرمائش کے ہمراہ آنا چاہئے۔

عصمت کا حوالہ دیجئے پیکنگ کا خرچ نہیں لیا جائے گا۔

ننھے بچوں کے اونی سوٹ

ننھے بچوں کے لئے یہ نرم و نازک اون کے سوٹ ہاتھ سے بنے جاتے ہیں ان کی گرمی پائداری اور ملائمت ولایتی مشین کے بنے ہوئے سوٹوں سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے اور پھر سستے بھی ہیں نہایت خوشنما رنگوں میں بنائے جاتے ہیں سرما کا بہترین تحفہ ہے

ان سوٹوں کا خریدنا ثواب بھی ہے

کیونکہ ان کی خریداری سے آپ ان نادار بہنوں کی مدد کرتے ہیں جو انہیں بنتی ہیں ایک اور خوبی ان میں یہ ہے کہ پرانے ہو کر ولایتی مال کی طرح چیتھڑے نہیں بن جاتے بلکہ آپ نہایت آسانی سے ان کی اون ادھیڑ کر پھر نئی چیز بنوا سکتے ہیں ایک سوٹ میں جرسی یا جاکٹ یا چھوٹی کوٹ اور اسکے ساتھ نکر اور موزے اور سر کی ٹوپی ہوتی ہے قیمت ایک سال کے بچے تک ۴/۸ تین سال تک ۵/ تین سے پانچ سال تک ۶/

ملنے کا پتہ:- ایس احمد اینڈ کمپنی پوسٹ بکس نمبر ۱۴۵ لاہور

محصول ڈاک بذمہ خریدار — قیمت فی نسخہ ۳ ۸/۱۲

لڑکیوں کے جہیز میں دینے کیلئے بیش قیمت چیز

جو اس سے پہلے صرف بادشاہوں اور رئیسوں کو ہی میسر تھی۔ لیکن ماہِ رمضان المبارک کی برکت میں غریب سے غریب بھی اس نعمت بے بہا کو تھوڑے سے دام خرچ کرنے پر حاصل کر سکتے ہیں وہ بیش قیمت چیز۔

پانچ ترجمے اور کامل احسن التفاسیر والا قرآن شریف ہے

آج تک اس شان کا اور اتنی خوبیوں والا قرآن ہندوستان تو ہندوستان اسلامی دنیا میں بھی کہیں شائع نہیں ہوا۔ تمام علماء اور بندگان دین نے متفقہ طور پر اس کو نہایت پسند کیا ہے اور ان کی رائے میں ہر مسلمان گھرانے میں اس قرآن مجید کا ہونا اور اس میں تلاوت کرنا نہایت ضروری اور مفید ہے۔

پچھلے سال اعلیٰحضرت حضور نظام صاحب حیدرآباد دکن جب دہلی تشریف لائے تھے تو ان کی خدمت میں اسی قرآن شریف کی ایک جلد بطور نذرانہ کے پیش کی گئی تھی۔ نواب صاحب کو یہ قرآن شریف اس قدر پسند آیا کہ انہوں نے اس کے لئے ایک نہایت قیمتی بکس تیار کرایا اور اپنی تلاوت کے لئے خاص طور پر اسی قرآن شریف کو مخصوص فرمایا جس کا ذکر تمام اخباروں میں شائع ہو چکا ہے اور تمام ہندوستان میں اس کی شہرت ہو گئی ہے۔ اس قرآن شریف میں حسب ذیل پانچ ترجمے ہیں۔

پہلا ترجمہ از حضرت مولانا شیخ مصلح الدین شیرازی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا ترجمہ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلی

تیسرا ترجمہ حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی

چوتھا ترجمہ حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی

پانچواں ترجمہ حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی۔

اور بھی بعض عجیب و غریب خصوصیات ہیں جو دوسرے مطبوعہ قرآنوں میں نہیں ہوتیں۔

(۱) ہر مقام پر بسم اللہ شریف بخط طغرا جداگانہ شان سے لکھی ہے (۲) قرآن شریف کے مضامین کی فہرست شروع میں دی گئی ہے تاکہ ورق گردانی میں وقت ضائع نہ ہو۔ (۳) تفسیر قرآن کی فہرست مضامین بھی درج ہے تاکہ آپ کو مضامین کی تلاش کرنے میں دقت نہ پڑے (۴) اعمال اور وظائف قرآنی ہیں۔ (۵) تمام سورتوں کے تعبیر خواب ہیں۔ (۶) تمام سورتوں کے تعویذ القرآن ہیں (۷) مسائل قرآن درج ہیں (۸) فضائل القرآن (۹) آداب القرآن (۱۰) رموز اوقاف (۱۱) وہ مضامین تشریح کے ساتھ درج ہیں جن کی غلطی اعراب سے کفر لازم ہے (۱۲) حضور سرور کائنات سردار دوجہاں رحمۃ اللعالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح عمری مبارک درج ہے۔ (۱۳) شروع میں مقدمہ احسن التفاسیر دیا ہوا ہے جو دیکھنے ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ (۱۴) کاغذ مصری دگبرا زرد) نہایت عمدہ دبیز اور خوشنما ہے جس پر مصر میں کلام مجید، حمائلیں اور دیگر مذہبی کتابیں چھپتی ہیں۔ (۱۵) عربی لکھائی ہندوستان کے بہترین خوشنویسوں سے کرائی ہے خط کی پاکیزگی الفاظ کی نشست اور حرفوں کی موزونی قابل تعریف ہے۔ حروف جلی اور کشادہ ہیں مصری کاغذ پر حروف موتی کی طرح بکھرے معلوم ہوتے ہیں۔ اسی طرح ترجمہ اور تفسیر کی کتابت میں بھی اچھے کاتب کا انتخاب کیا ہے۔

(۱۶) چھپائی بے حد نظر نواز ہے یہاں تک کہ اگر کوئی فرما خراب ہو گیا ہے تو اسے دوبارہ چھپوایا گیا ہے ۔ (۱۷) صحت کے معاملہ میں اتنی ہی کوشش سے کام لیا گیا ہے جتنی ایک انسان سے ممکن ہے ۔ ہزار ہا روپیہ صرف کر کے چودہ جید حافظوں سے اس کی صحت کرائی ہے ۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے حاشیہ پر اردو کی سب سے بہتر اور آسان تفسیر احسن التفاسیر پوری درج ہے اس کے پڑھنے سے کلام الٰہی کے تمام مضامین اور مطالب نہایت آسانی سے سمجھ میں آتے ہیں ، عبارت اتنی دلچسپ ہے کہ ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا ۔ زبان نہایت سلیس اور آسان ہے ۔

رمضان المبارک کی خوشی میں آخری عظیم الشان عنایت

یعنی

اس قرآن شریف کا اصلی ہدیہ تیس روپے ۳۰ ہے لیکن رمضان المبارک کے مہینہ میں جنکی فرمائشیں آئیں گی ان سے بجائے تیس روپیوں کے صرف دس روپے بغیر جلد کے لئے جائیں گے ۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

اُجرت جلد چرمی نقرئی منقش ۴ ہے ایضاً قسم اعلیٰ چرمی منقش سنہری چھ روپے ہے وزن ایک جلد قرآن شریف کا تقریباً ۳ سیر ہے ۔ محصول ڈاک ایک قرآن مجید بغیر جلد والے پر ۱۲ اور جلد پر ۱۴ لگتا ہے ۔ ہر فرمائش کے ساتھ پانچ روپے پیشگی ضرور آنے چاہئیں ۔ رمضان شریف کے بعد جو فرمائش بھیجینگے ان کو اصلی ہدیہ یعنی تیس روپے میں ۔

جزدان بھی تیار ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے تخمینہ بتا دینا ضروری ہے کہ کتنے روپوں میں تیار کیا جائے ۔ در کس قسم کا کپڑا لگایا جائے پانچ روپے سے لیکر پچاس روپے تک کی لاگت کا تیار کرایا جا سکتا ہے ۔

فرمائش میں اس رسالہ کا حوالہ ضرور دینا چاہیئے

تمام فرمائشیں اس پتہ پر بھیجی جائیں

سید محمد شفیع الدین مالک اقبال پرنٹنگ ورکس

حویلی اعظم خاں دہلی

عطر تیل عطر

ہر ماہ میں دس روپے کا عطر بطور تحفہ

اگر آپ کو ایسے عطروں کی خواہش ہے جو آپ کے دماغ کو تر و تازہ کر دیں اور جن کے لگانے سے آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ پھولوں کی کیاری میں بیٹھے ہیں تو آپ ہمارے نئے طریق سے تیار کردہ عطروں کا استعمال کریں۔ جو میسور گورنمنٹ کے کارخانہ کے خالص صندل کے تیل میں تیار کئے جاتے ہیں گو ہمارے پاس ہر قسم کے قیمتی سے قیمتی عطر موجود ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل سستے عطروں کے نمونے کے لئے ہم سفارش کرتے ہیں۔

عطر چنبیلی۔ عطر گلاب۔ عطر سوسن۔ عطر عباسی۔ عطر تبریزی۔ عطر سنگترہ۔ عطر کرنا۔ عطر نرگس۔ عطر خس ہر ایک ۱۲؍ فی تولہ۔ ان کے علاوہ چنبیلی۔ گلاب۔ سوسن۔ تبریزی، سنگترہ اور نرگس کے عطر۔ تین، پانچ آٹھ روپے تولہ اور اس سے زیادہ قیمت کے مل سکتے ہیں۔

ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر ماہ میں قرعہ ڈال کر اپنے گاہکوں میں سے پہلے تین نمبر پر رہنے والوں کو پانچ روپے۔ تین روپے۔ اور دو روپے کے عطر بطور تحفہ بھیجا کریں گے۔ اگر آپ مارچ کے انعام میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو فوراً اپنی درخواست بھجوا دیں۔

ہمارا دلکشا ہیئر آئل بادام روغن، زیتون اور تلوں کے تیل سے مرکب مفید ادویہ سے تیار کردہ خوشبودار تیل فی سیر ۵؍ فی پاؤ/بوتل ۸؍ بالوں کے لئے بہترین تیل ہے۔ فوراً منگوا کر دیکھیں۔

(درخواست دیتے وقت عصمت کا حوالہ ضرور دیں)

ملنے کا پتہ

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(۱۶) چھپائی بے حد نظر نواز ہے یہاں تک کہ اگر کوئی فرما خراب ہو گیا ہے تو اسے دوبارہ چھپوایا گیا ہے۔ (۱۷) صحت کے معاملہ میں اتنی ہی کوشش سے کام لیا گیا ہے جتنی ایک انسان سے ممکن ہے۔ ہزار ہا روپیہ صرف کر کے چودہ جید حافظوں سے اس کی صحت کرائی ہے۔ سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس کے حاشیہ پر اردو کی سب سے بہتر اور آسان تفسیر احسن التفاسیر پوری درج ہے اس کے پڑھنے سے کلام الٰہی کے تمام مضامین اور مطالب نہایت آسانی سے سمجھ میں آتے ہیں، عبارت اتنی دلچسپ ہے کہ ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد ختم کئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ زبان نہایت سلیس اور آسان ہے۔

رمضان المبارک کی خوشی میں آخری عظیم الشان عنایت

یعنی

اس قرآن شریف کا اصلی ہدیہ تیس روپے ہے لیکن رمضان المبارک کے مہینہ میں جتنی فرمائشیں آئیں گی ان سے بجائے تیس روپوں کے صرف دس روپے بغیر جلد کے لئے جائیں گے۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

اُجرت جلد چرمی لعرنی منقش ۲ ہے ایضاً قسم اعلیٰ چرمی منقش سنہری چھ روپے ہے وزن ایک جلد قرآن شریف کا تقریباً ۲ سیر ہے۔ محصول ڈاک ایک قرآن مجید بغیر جلد والے پر ۱۲ اور جلد پر ۱۲ لگتا ہے۔ ہر فرمائش کے ساتھ پانچ روپے پیشگی ضرور آنے چاہئیں۔ رمضان شریف کے بعد جو فرمائش بھیجینگے ان کو اصلی ہدیہ یعنی تیس روپے میں۔

جزدان بھی تیار ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے تخمینہ بتا دینا ضروری ہے کہ کتنے روپوں میں تیار کیا جائے۔ ہر قسم کا کپڑا لگایا جائے پانچ روپے سے لیکر پچاس روپے تک کی لاگت کا تیار کرایا جا سکتا ہے۔

فرمائش میں اس رسالہ کا حوالہ ضرور دینا چاہئے

تمام فرمائشیں اس پتہ پر بھیجی جائیں

سید محمد شفیع الدین مالک اقبال پرنٹنگ ورکس

حویلی اعظم خاں دہلی

عطر   تیل   عطر

ہر ماہ میں دس روپے کا عطر بطور تحفہ

اگر آپ کو ایسے عطروں کی خواہش ہے جو آپکے دماغ کو ترو تازہ کر دیں اور جن کے لگانے سے آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ پھولوں کی کیاری میں بیٹھے ہیں تو آپ ہمارے نئے طریق سے تیار کردہ عطروں کا استعمال کریں۔ جو میسور گورنمنٹ کے کارخانہ کے خالص صندل کے تیل میں تیار کئے جاتے ہیں گو ہمارے پاس ہر قسم کے قیمتی سے قیمتی عطر موجود ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل سستے عطروں کے نمونے کے لئے ہم سفارش کرتے ہیں۔

عطر چنبیلی۔ عطر گلاب۔ عطر سوسن۔ عطر عباسی۔ عطر تبریزی۔ عطر سنگترہ۔ عطر کرنا۔ عطر نرگس۔ عطر خس ہر ایک ۱۲؍ فی تولہ۔ ان کے علاوہ چنبیلی۔ گلاب۔ سوسن۔ تبریزی، سنگترہ اور نرگس کے عطر تین، پانچ آٹھ روپے تولہ اور اس سے زیادہ قیمت کے مل سکتے ہیں۔

ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر ماہ میں قرعہ ڈال کر اپنے گاہکوں میں سے پہلے تین نمبر پر رہنے والوں کو پانچ روپے۔ تین روپے۔ اور دو روپے کے عطر بطور تحفہ بھیجا کریں گے۔ اگر آپ مارچ کے انعام میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو فوراً اپنی درخواست بھجوا دیں۔

ہمارا دلکشا ہیر آئل بادام روغن، زیتون اور تلوں کے تیل سے مرکب مفید ادویہ سے تیار کردہ خوشبودار تیل فی سیر ۱۵؎ فی پاؤ بوتل ۱۲؎ بالوں کے لئے بہترین تیل ہے۔ فوراً منگوا کر دیکھیں۔

(درخواست دیتے وقت عصمت کا حوالہ ضرور دیں)

ملنے کا پتہ

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

خورشید لقا ابٹن

کیسا ہی گورا چٹا رنگ ہو خط و خال بھی چہرے کے نہایت خوبصورت و زنا دلپذیر ہوں لیکن چیچک کے داغ اور برص بہق و چھائیں اور کلف کے دھبے اور مہاسے یعنی کیل چہرہ پر پھیل جائیں تو حسن کی تمام آب نیست و نابود ہو جاتی ہے اسکے دیکھنے کو جی نہیں چاہتا ہمارا ابٹن ہر قسم کے چہرہ کے داغ دھبے دور کرنے میں کیمیا صفت ہے قیمت ۱۲/ محصول ۸/

غلام رسول معالج امراض چشم

ملنے کا پتہ دواخانہ چشمہ شفا بھیرہ ضلع شاہپور

ضرورت استانی

ایک شریف معلمہ کی ضرورت ہے جو نیک سیرت ہونے کے علاوہ نئی روشنی کے مطابق تعلیمیافتہ بہتر ہے کہ مستند بھی ہو جو بچی کی ابتدائی درسی تعلیم اردو انگریزی، حساب خانہ داری، قرآن شریف مذہبی دے سکتی ہو اور معقول تربیت کر سکے دستکاری دہنر سے واقفکار کو ترجیح دی جائیگی علاوہ خوراک و رہائش کے تنخواہ حسب لیاقت دی جائیگی اور ترقی کام پر منحصر ہے، جو بذریعہ خط و کتابت طے ہوگی مذہب و ملت کی قید نہیں اگر مسلمان ہو تو بہتر درخواستیں معہ اسناد در اگر ہوں پتہ ذیل سے جلد پہونچنی چاہئیں

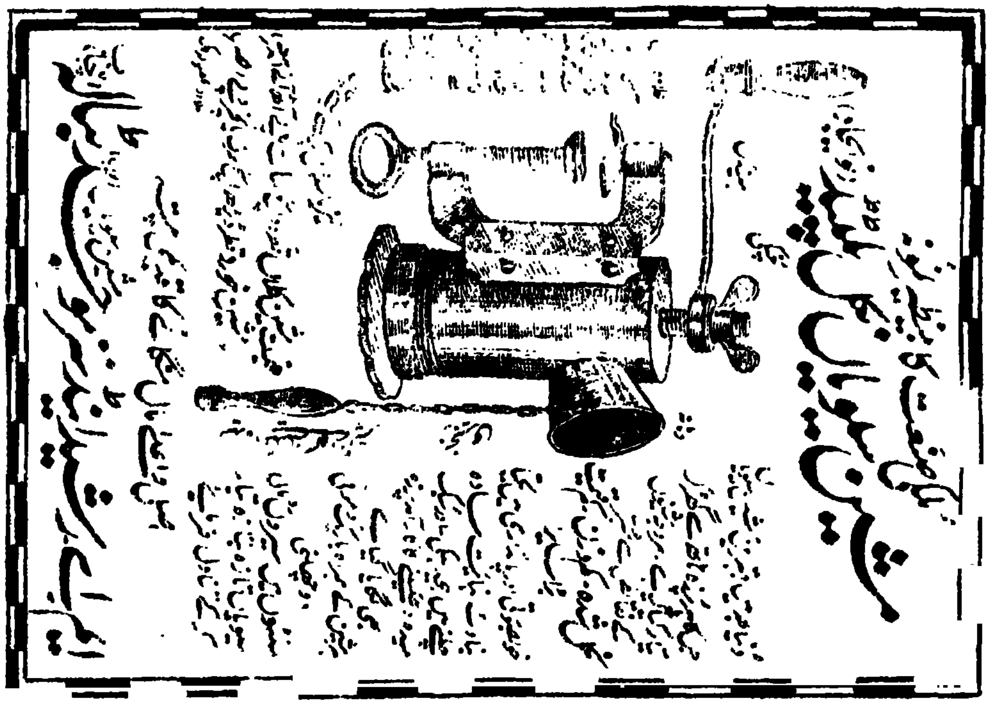
ایم عبدالرب بھر سانڈار ضلع بلیا
(یو پی)

ضرورت رشتہ

قریش خاندان کے ایک شریف تعلیم یافتہ ۲۵ سالہ کنوارے پنجابی نوجوان (جو کہ برسر روزگار ہے اور چند مربع اراضی کا مالک ہے) کے لئے ایک شریف، خوبصورت عمدہ صحت کافی قد قامت تعلیم یافتہ رشتہ کی ضرورت ہے ذات پات کی کوئی تمیز نہیں ۔

خط و کتابت کا پتہ

ف معرفت منیجر صاحب عصمت دہلی



سالانہ رعایتی اعلان

عید الفطر قریب ہے آج ہی خط لکھدیں تاکہ آپکو وقت پر مال مل جائے - سالانہ رعایتی اعلان - ریشمی موزے، زنانہ ریشمی بنیان، خوان پوش، ریشمی جراب - ہلکی جائے نماز، کتاب کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر باتصویر یہ تمام اشیاء منگوانے والی بہن یا بھائی کو ایک ریشمی زنانہ ازاربند پارسل میں بلاقیمت بطور تحفہ رکھا جاویگا - اس رعایت سے جلد فائدہ اٹھائیں آرڈر بھیجنے سے پہلے اپنی سہیلیوں سے بھی دریافت کریں

مفلر سلکی ریشمی خوشنما ڈوبی دار نیا نمونہ فی عدد عہ

زنانہ ریشمی بنیان محرم والی خاص عورتوں کے لئے تیار کی ہیں ہر رنگ کی مل سکتی ہیں - قیمت عہ

خوان پوش یا میز پوش کھانے پر ڈالیں یا میز پر بچھائیں ۱× اگز قیمت عہ سلکی ریشمی جائے نماز یہ سلک ریشم کے خوبصورت جائے نماز نہایت ہی خوشنما رنگین تیار کرائے ہیں الخ بہنوں نے اپنی لڑکیوں کو جہیز میں دینے کے لئے خریدے ہیں فی عدد صہ سلکی ریشمی جراب زنانہ پھولدار ۱۰؍

زنانہ ریشمی سلکی بلوز - نہایت خوبصورت رنگین ساڑھی کے ساتھ پہننے کے لئے ایک قابل دید تحفہ فی عدد ۱۲ محصول ڈاک وغیرہ علیحدہ - زنانہ سٹوروں کی مالکہ تاجرانہ نرخ کے لئے خط و کتابت کریں یہ کارخانہ ۷ سال سے جاری ہے

موتی جنتری سنہ ۱۹۳۳ء ہر پارسل میں مفت بھیجی جاتی ہے یہ یادداشت اشیاء منگوانے پر انعام ملیگا - نوٹ کرلیں -

کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر باتصویر

پہلا ایڈیشن ختم ہوچکا دوسرا تیار ہے

ہر پڑھی لکھی خاتون کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے

کیونکہ اس لاجواب کتاب میں مستورات کی خاص بیماریوں کی تشریح اور مجرب علاج درج ہیں -

ضروری پرہیز اور ہدایات برائے حفاظت دائی جنائی کا مفصل کام معہ تصاویر زچہ بچہ کی حفاظت ان بیماریاں اور علاج، ہدایات متعلقہ پرورش بچوں کی بیماریاں اور ان کے علاج اور عورتوں کے خاص امراض -

مثلاً ہسٹریا، باؤگولہ وغیرہ وغیرہ کے جادو اثر مجرب نسخہ جات اس کتاب میں درج ہیں، خوبی یہ کہ زبان نہایت سادہ سہل اور طرز تحریر بالکل مہذب لیکن بالکل واضح اور عام فہم جسے معمولی لکھی پڑھی عورت بھی پڑھ کر خود فائدہ اٹھا سکتی ہے اور اپنی بے علم بہنوں کا علاج بخوبی کرسکتی ہے -

آرائشی نسخہ جات

مثلاً بالوں کے متعلق تیل، پوڈر، خضاب، حسن افزا ابٹنہ خوشبودار منجن، مسی، کاجل، وغیرہ بھی آخر میں درج ہیں

قیمت عہ (ایک روپیہ بارہ آنہ) محصول ۶؍

ملنے کا پتہ:- منیجر کارخانہ احسان اینڈ کمپنی اہ لبنتی کوٹھی لودھیانہ

عیسوی ۱۵ شعبان المکرم سے یہ رعایتی سلسلہ جاری ہوتا ہے تاکہ خریدار یکم رمضان المبارک سے گھڑیاں کام میں لاسکیں فردی مسلسلہ

حق مضمون اشتہار محفوظ ہے۔ نقال اسے نقل کر کے فائدہ کی جگہ نقصان نہ اٹھائیں

شاندار موقعہ

رعایت مبارک مہینہ

جو سال میں ایک ہی بار آتا ہے اس سے ضرور فائدہ اٹھائیے

گیارہ ماہ گذر جانے کے بعد خدا کے فضل و کرم سے پھر ہم کو اور آپ کو رمضان المبارک کا مہینہ نصیب ہوتا ہے یہ بھلائیوں اور نیکیوں کا مہینہ ہے اسلئے ہم نے بھی یہی مہینہ اپنے خریداروں کو فائدہ پہنچانے کے لیے انتخاب کر رکھا ہے۔ لہذا حسب معمول اعلان کیا جاتا ہے کہ مندرجہ ذیل گھڑیوں اور ٹائم پیسوں کی قیمت میں بیحد رعایت کر دی گئی ہے اس رعایت سے برادران اسلام کو خصوصیت کے ساتھ مستفید ہونا چاہیے جلد سے جلد فرمایش بھیجئے ورنہ یہ زریں موقعہ زندہ رہے تو ایک سال بعد آئے گا۔ راقم منیجر

رولڈ گولڈ کیس کی لیور رسٹ واچ



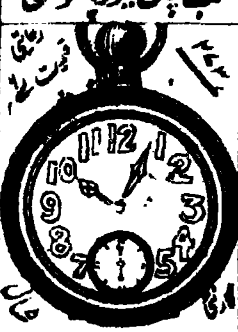
یہ گھڑی اعلیٰ رولڈ گولڈ کیس کی لیور ہے اور پکی مشین ہے۔ یاقوت ... دور دراز میں دور بھاگ میں بھی خراب نہیں ہوتی رعایتی قیمت معہ اسٹراپ تیرہ روپے بارہ آنہ

جاپانی کیس کی قسط بین رسٹ واچ



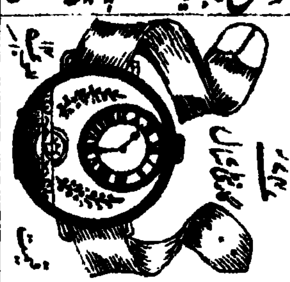
اس گھڑی کا ڈائل اور سوئیاں ریڈیم ہیں جن سے دن کے علاوہ رات کو اندھیرے میں بھی وقت معلوم ہوتا ہے۔ ٹائم کی پکی اور پائیدار ہے۔ رعایتی قیمت معہ اسٹراپ آٹھ روپے دو آنہ (۸/۲)

شب چراغ لیور پاکٹ واچ



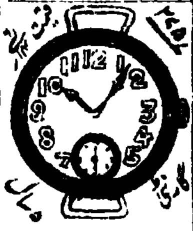
یہ گھڑی دن کے علاوہ رات کو بھی اندھیرے میں ٹائم بتاتی ہے پرزوں کی مضبوط اور ٹائم کی پکی ہے۔ رعایتی قیمت صرف چھ روپے۔

خوشوضع قابل دید آٹھ روزہ چابی کی رسٹ واچ



دیکھنے میں نہایت خوشنما ہے پرزوں کی مضبوط مشین لیور اور جگدار ہے چابی ایک ہفتہ روز میں ایکبار دیجاتی ہے ہر روز چابی دینے اور کلائی سے کھولنے باندھنے کی ضرورت نہیں ہوتی ٹائم صحیح بتاتی ہے۔ رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چودہ روپے دس آنہ

گیس والی کار آمد خوشنما رسٹ واچ



اس رسٹ واچ کا کیس نکل سلور کا ہے اس کا ڈائل اور سوئیاں ریڈیم ہیں جو شب کو اندھیرے میں بھی چمکتے اور وقت بتاتی ہیں ٹائم کی پکی اور پرزوں کی مضبوط ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چھ روپے چودہ آنہ

نیو فیشن گولڈن رسٹ واچ



یہ سنہری کیس کی رسٹ واچ مختلف خوشنما اور خوشنما ڈائل کی بنی ہوئی ہے جو محض خوبصورت ہی نہیں بلکہ پائیدار اور وقت صحیح بتانے والی بھی ہے پرزے اسکے بہت مضبوط ہیں رعایتی قیمت معہ اسٹراپ ۸ مہر

فینسی نقشدار گولڈن رسٹ واچ



اس گولڈن سنہری کیس رسٹ واچ کی پوری خوشنمائی یہ کاغذی نقشہ ظاہر نہیں کرسکتا بہت ہی خوشنما مختلف ڈیزائن میں بنی ہوئی ہے ٹائم کی پکی اور پرزوں کی مضبوطی ہے۔ رعایتی قیمت چھ روپے بارہ آنہ

اصلی ریگولیٹر لیور واچ



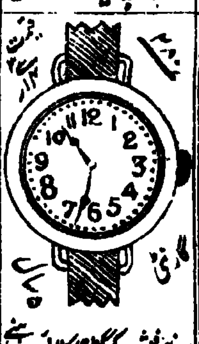
شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جو اس پائیدار اور سچا وقت بتانیوالی اصلی انجن مارکہ ریگولیٹر کے نام سے واقف نہ ہو اسکی یہی وجہ ہے کہ یہ پرزوں کی مضبوط ٹائم کی پکی ہے۔ رعایتی قیمت دو روپے چودہ آنہ

ڈبل الارم ٹائم پیس



نکل سلور کیس خوشنما پائدار ٹائم کا سچا دو گھنٹی کے باعث الارم بلند آواز سے بجا کر خواب سے بیدار کر کے ایک چوکیدار کا کام دیتا ہے۔ رعایتی قیمت تین روپے بارہ آنہ (۳/۱۲) محصولڈاک۔ پیکنگ منی آرڈر فیس کل ۱۳/

خوشنما و پائیدار رسٹ واچ



یہ نئے فیشن کی گھڑی کلائی پر باندھنے کی نہایت خوشوضع اور پائیدار بنی ہوئی ہے آجکل تمام تعلیم یافتہ صاحب و دیگر شائقین اس گھڑی کو پسند کرتے ہیں وقت بتانے کی پکی پرزوں کی مضبوط ہے رعایتی قیمت تین روپے چودہ آنہ

تمام فرمائشیں بنام منیجر ایس۔ ایم عثمان اینڈ کمپنی واچ کلاک مرچنٹس بازار چاندنی چوک ۹ دہلی آنی چاہئیں۔ تار کا پتہ "واچ" دہلی

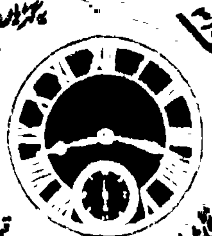

روزہ میں سب سے بڑی تسکین گھڑی سے حاصل ہوتی ہے
نمبر ۲۸۱
موٹے گلاس کی ابوکیس پاکٹ واچ
اس گھڑی کی مشین لیور اور جو ملدار یسی پائیدار اور پختہ ہے کہ بگڑنے کا نام تک نہیں لیتی گلاس بھی اس کا موٹے قسم کا ہے جو صدمہ سے بھی نہیں ٹوٹتا ٹایم کی سچی اور خوشنما ہے رعایتی قیمت نو روپے بارہ آنے
نمبر ۲۸۲
موٹے گلاس کی ریلوے واچ
یہ گھڑیاں اپنی خوبی کے باعث لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہیں مشین ایسی مضبوط ٹایم کی سچی خوشنما اور چھوٹے سائز کی ہے رعایتی قیمت پانچ روپے آٹھ آنہ
گارنٹی۔ ذمہ داری
ہر گھڑی کو ٹایم پیس کے ہمراہ مستقل گارنٹی بھیجی جاتی ہے جس کا مطلب کہ گھڑی اگر احتیاط سے رکھی جائے تو اتنی مدت چلیگی بلکہ بعض گھڑیاں تو مدت گارنٹی سے بھی زائد چلتی ہیں۔ مگر احتیاط لازمی ہے
نیو فیشن پائیدار الفنیس سٹواچ
یہ سٹواچ دیکھنے میں خوبصورت اور چال کی اچھی ہو پرزے اسکے پختہ پالشدار ہیں وقت ٹھیک صحیح بتاتی ہے اس میں سکنڈ کی سوئی بھی لگی ہوئی ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ چار روپے چودہ آنہ
نوابجاو بیحد خوبصورت نقشی رسٹواچ
اس رسٹواچ کی خوشنمائی یہ کاغذی نقشہ کسی طرح بھی ظاہر نہیں کر سکتا ایسی خوبصورت ہے کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہے اس کا کیس نہایت نقشی اور شاندار بہت ہی فینسی ہے دیکھنے میں یہ گھڑی ڈیڑھ دو سو روپے کی معلوم ہوتی ہے مشین پائیدار ہے اور وقت صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت آٹھ روپے بارہ آنے
خوبصورت مضبوط لیور پاکٹ واچ
یہ نکل سلور کیس کی گھڑی لیور مشین کی نہایت خوش وضع بنی ہوئی ہے۔ پرزوں کی مضبوط اور ٹایم کی سچی ہے رعایتی قیمت چار روپے بارہ آنے
ادکنگن خوشنما رسٹواچ
یہ گھڑی آٹھ پہل اور چھ پہل شیپ کی بہت خوشنما بنی ہوئی ہو اسکی مشین پالشدار اور پرزہ پختہ ہیں وقت سچا بتاتی ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ
کارآمد ریڈیم رسٹواچ
اس گھڑی کا ڈائل اور سوئیاں ریڈیم ہیں دن کے علاوہ شبکو اندھیرے میں بھی وقت بتاتی ہے پرزوں کی مضبوط ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ چھ روپے دو آنے
خوشنما سنہری کیس کی رسٹواچ
یہ گھڑی بیحد خوشنما فینسی ڈائل اور سنہری کیس کی ہے دیکھنے میں ساٹھ ستر روپے کی معلوم ہوتی ہے پرزوں کی پختہ ٹایم کی سچی اور مختلف ڈیزائن کی ہے۔ رعایتی قیمت مع اسٹراپ چھ روپے بارہ آنہ
الارم ٹایم پیس
یہ ٹایم پیس علاوہ دن کے رات کو اندھیرے میں بھی ٹایم بتاتا ہے اور اس کا الارم خوب زور اور دیر تک دونوں طرح سے بجتا ہے سوتے ہوئے شخص کو بیدار کرنے کے لئے ایک چوکیدار کا کام دیتا ہے پرزوں کا مضبوط ہے اور ٹایم کا سچا ہے۔ رعایتی قیمت صرف آٹھ روپے۔ علاوہ محصول ڈاک۔
بوقت فرمایش اپنا پتہ صاف خوشخط تحریر فرمایئے
اصلی ریگولیٹر لیور پاکٹ واچ
شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو جو اس پائیدار اور سچا وقت بتانے والی اصلی انجن مارک ریلوے ریگولیٹر کے نام سے واقف نہ ہو۔ نہایت پائیدار ٹایم کی سچی اور چھوٹے سائز کی ہے۔ رعایتی قیمت چار روپے آٹھ آنہ۔ محصول ڈاک وغیرہ بذمہ خریدار
جو ملدار ریڈیم رسٹواچ
اس کا ڈائل اور سوئیاں کیس والی ہیں جو اندھیرے میں مانند ستاروں کے چمکتی ہیں جن سے دن کے علاوہ رات کو اندھیرے میں بھی وقت معلوم ہو سکتا ہے مشین لیور اور دس جویل والی ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ
گولڈن کیس والی رسٹواچ
یہ گھڑی سنہری کیس خوشنما پائدار ٹایم کی سچی ہے ڈائل و سوئیاں بجلی والی ہیں جن سے دن کے علاوہ رات کو اندھیرے میں بھی وقت معلوم ہوتا ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ سات روپے چودہ آنے
گارنٹی ۵ سال

تھوڑے داموں میں ایک اچھی گھڑی حاصل کرنے کا یہ نادر و نایاب موقع ہے جو سال میں ایک بار آتا ہے

ایک گھڑی مفت

چھ گھڑیاں ایک قسم کی خواہ چھ قسم کی اگر آپ یکمشت طلب فرمائیں تو ساتویں گھڑی بجواب کر دیا بقیمت نہ سمجھی جائے گی مگر محصول ڈاک وغیرہ آپ کو ادا کرنا ہوگا۔

نہایت پائیدار جولدار لیور کیس پاکٹ واچ



یہ گھڑیاں خاص کر شہرہ آفاق کارخانہ سوئٹزرلینڈ کی تیار کردہ ہیں۔ یہ مشین گیارہ یاقوت دجول) مشین میں نصب کئے ہیں جنکے باعث مدتوں خرابی نہ ہوگی ٹائم کی نہایت سچی ہے رعایتی قیمت گیارہ روپے آٹھ آنے۔

نہایت خوشنما ہاف ہنٹنگ پاکٹ واچ



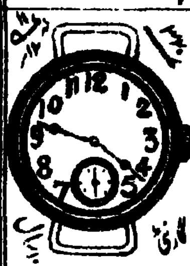
اس گھڑی کے ٹائم کی طرف بھی شیشہ کی حفاظت کے لئے ڈھکنا لگا ہوا ہے ڈھکنے پر اندر کے ڈائل کا بیل نقشہ بنا ہوا ہے نیز ڈھکنے کے بیچ میں ایک شیشہ اور لگا ہوا ہے کہ جس میں سے اندر کی سوئیاں ڈائل صاف نظر آنے کے باعث ٹائم صاف نظر آتا ہے وقت سچا بتاتی ہے رعایتی قیمت ...

خوشنما بجلی والی رسٹ واچ



اسکے ہندسے و سوئیاں شب کو مانند بجلی کے چمکتی ہیں جن سے رات کی اندھیری میں بھی وقت معلوم ہوتا ہے ٹائم کی بھی پرزوں کی مضبوط ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے چودہ آنہ

پندرہ جول والی لیور رسٹ واچ



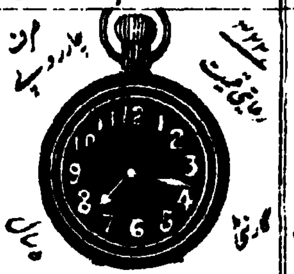
اس گھڑی کی مشین لیور اور پندرہ جولدار ایسی پائیدار ہے کہ سواری شکار اور دوڑ بھاگ میں خراب نہیں ہوتی ٹائم کی بھی بہت سچی ہو رعایتی قیمت معہ اسٹراپ گیارہ روپے ۸ آنہ

سونیکے ملمع کی خوشنما پاکٹ واچ



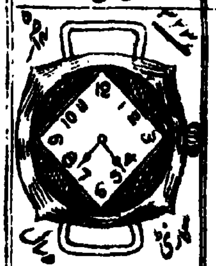
اس گھڑی کے ڈائل مختلف شکل کے بہت خوشنما اور فیشنی بنے ہوئے ہیں اور کیس سنہری عمدہ شیپ کا ہے پرزے مضبوط و پائیدار ہیں چال کی لیور اور ٹائم کی سچی ہے رعایتی قیمت پانچ روپے (ﻫـ)

شب بین لیور پاکٹ واچ



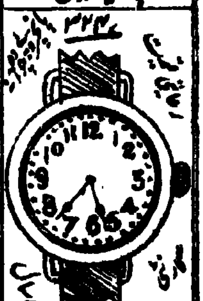
اس گھڑی کی سوئیاں و ہندسے اندھیرے میں مثل ستاروں کے چمکتے ہیں جن سے دن کے علاوہ رات کو اندھیرے میں بھی وقت معلوم ہو جاتا ہے۔ ٹائم کی سچی اور پرزوں کی مضبوط ہے رعایتی قیمت صرف چار روپے علاوہ محصول ڈاک۔

نیو ڈزائن کی گولڈن رسٹ واچ



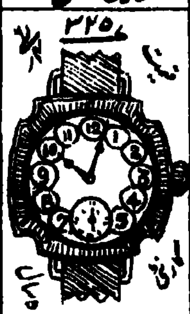
یہ رسٹ واچ مختلف ڈزائن کی ایسی خوشنما ہے کہ اسکی پوری خوشنمائی یہ کاغذی نقشہ ظاہر نہیں کر سکتا۔ پرزے مضبوط اور ٹائم کی سچی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے چودہ آنہ

خوشنما چاندی کے کیس کی رسٹ واچ



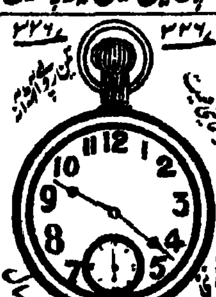
یہ رسٹ واچ چاندی کے کیس کی نہایت خوبصورت بنی ہوئی ہے پرزے اسکے پختہ و پالشدار ہیں وقت سچا بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے چودہ آنے (ﻫـ) علاوہ محصول ڈاک

گولڈن کیس کی فیشنی رسٹ واچ



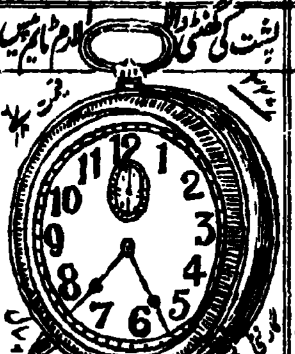
یہ گھڑی بہت ہی خوشنما ہے اس کی پوری خوشنمائی یہ کاغذی نقشہ ظاہر نہیں کر سکتا گھڑی کو دیکھنے سے معلوم ہوگی پرزوں کی مضبوط اور ٹائم کی سچی ہے قیمت معہ اسٹراپ چھ روپے چار آنے (ﻫـ)

اوپن فیس کیلیس لیور پاکٹ واچ



یہ گھڑی اگرچہ کم قیمت کی ہے مگر پائیداری اور درستی ٹائم میں چالیس پچاس روپے کی گھڑی کا مقابلہ کرتی ہے۔ اسی باعث لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہیں اور خوشنما بھی ہیں رعایتی قیمت تین روپے آٹھ آنہ (ﻫـ)

پشت کی گھنٹی والا الارم ٹائم پیس



اس ٹائم پیس میں الارم کی گھنٹی پشت پر بطور سائز کی لگی ہوئی ہے جسکی آواز اتنی بلند ہے کہ غافل سونے والا بھی اسکی آواز سے بیدار ہو جاتا ہے شب کو وقت یا ڈیوٹی پر جانیکے لئے یہ ایک چوکیدار کا کام دیتا ہے۔ وقت نہایت صحیح بتاتا ہے پرزے پختہ و پالشدار ہیں باوجود ان خوبیوں کے رعایتی قیمت چھ روپے آٹھ آنہ

سنہری کیس کی شب چراغ رسٹ واچ



اسکی سوئیاں اور ہندسے رات کو اندھیرے میں مثل ستاروں کے چمکتے ہیں جن سے مثل دن کے رات کو بھی ٹائم معلوم ہوتا ہے پرزوں کی مضبوط اور ٹائم کی سچی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ ...

تمام فرمائشیں بنام منیجر ایس۔ ایم عثمان اینڈ کمپنی واچ کلاک مرچنٹس بازار چاندنی چوک ۵۰ دہلی آنی چاہئیں۔ تار کا پتہ "واچ" دہلی



اگر ان گھڑیوں میں سے کوئی گھڑی آپ نے پسند کی ہے تو خریداری کے لئے اس سے بہتر کوئی موقع نہیں مل سکتا
ولیسٹ اینڈ واچ
اور نیز ہر قسم کی گھڑی و ٹایم پیس اور کلاک کی درستی ہمارے ہاں باقاعدہ اور کفایت کے ساتھ خاص نگرانی میں کرائی جاتی ہے
کم خرچ بالانشین لیور پاکٹ واچ
یہ گھڑی تمام کم قیمت گھڑیوں میں اعلیٰ ہے
قیمت دو روپے دس آنہ
حیرت انگیز کلنڈر سے جنتری واچ
دستی گھڑی کی فیشنی رسٹ واچ
خوشنما جالدار چوڑی کی سنہرے ملمع کی رسٹ واچ
دس جوئل والی لیور رسٹ واچ
نئے فیشن کی گولڈن رسٹ واچ
تاریکی میں وقت بتانے والی رسٹ واچ
۳ سال
یہ رسٹ واچ فیشنی ڈائل کی ہے نہایت خوشنما ہے رنگ کی مضبوط اور ٹایم کی سچی ہے کیس اس کا سنہری ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ پانچ روپے چودہ آنہ
اس گھڑی کی مشین لیور دس جوئل دار نہایت مضبوط ہے ٹینس وغیرہ میں خراب نہیں ہوتی ٹایم کی سچی اور خوبصورت ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ دس روپے بارہ آنہ۔
یہ سنہری کیس کی رسٹ واچ مختلف شیپ ڈائل کی بہت ہی خوشنما بنی ہوتی ہے پرزوں کی پایدار اور ٹایم کی سچی ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ چھ روپے چھ آنہ
اس گھڑی کے ہندسے و سوئیاں ریڈیم والی ہیں جن سے دن کے علاوہ رات کو اندھیرے میں بھی وقت معلوم ہوتا ہے کیس سنہری ٹایم کی سچی ہے رعایتی قیمت مع اسٹراپ
سنہری کیس کی ریڈیم رسٹ واچ
نہایت پایدار امریکن الارم ٹایم پیس
اصلی ریگولیٹر لیور پاکٹ واچ
شاندار سنہری کیس کی رسٹ واچ
بیحد نفیس سنہری رسٹ واچ
قیمت
پایداری اور وقت صحیح بتانے میں مشہور ہے اس لئے اس کی تعریف لکھنے کی ضرورت نہیں
یہ گھڑیاں لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہیں
یہ گھڑی بیحد خوبصورت مختلف وضع کی ہے
جلد فرمائشیں بنام منیجر الیس۔ ایم عثمان اینڈ کمپنی واچ کلاک مرچنٹس بازار چاندنی چوک ۶۰۵ دہلی آنی چاہئیں۔ تار کا پتہ واچ دہلی


بعض لوگ سوچتے رہ جاتے ہیں اور موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے
اسٹراپ مفت
ہر گھڑی کے ہمراہ جو بھیجا جاتا ہے وہ علیحدہ پیسہ کا ہوتا ہے اگر آپ کسی وجہ سے چمڑہ ناپسند فرمائیں تو ولایتی فیتہ کا آپکی طلب فرمانے پر بھیجا جاسکتا ہے
خوشنما سنہری لیور پیٹنٹ پاکٹ واچ
اس گھڑی کی خوشنمائی کو کاغذی نقشہ پوری طرح ظاہر نہیں کرسکتا اس کی خوبصورتی اسکے دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے مشین لیور اور پرزے پختہ ہیں وقت بالکل صحیح بتاتی ہے۔ رعایتی قیمت صرف پانچ روپے
خوشنما و پائیدار بند کیس کی پاکٹ واچ
اس گھڑی کے ٹایم کی طرف شیشے کی حفاظت کے لئے ڈھکنا لگا ہوا ہے جو ذرا سے اشارہ سے فوراً مثل نقشے کے کھل جاتا ہے۔ یہ گھڑی خوشنما بھی ہے اور مضبوط بھی ہے۔ وقت سچا بتاتی ہے۔ رعایتی قیمت صرف سات روپے علاوہ محصولڈاک
خوبصورت نِکلین رسٹ واچ
یہ رسٹ واچ نِکل سلور کیس کی نہایت خوشنما فینسی ڈائل کی بنی ہوئی ہے پرزوں کی مضبوطی اور ٹایم کی سچی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چار روپے بارہ آنے
فینسی گولڈن رسٹ واچ
یہ مختلف قسم کی رسٹ واچ اپنی طرز کی بنی ہوئی ہو کہ بار بار دیکھنے کو دل چاہتا ہو کیس سنہری اور پرزے پختہ و پالشدار ہیں وقت سچا بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ
راسکوپ پیٹنٹ سسٹم لیور واچ
یہ گھڑی اپنی مضبوطی اور صحیح وقت بتانے کے باعث نہایت مقبول ہوئی ہے ہر شخص اسکے نام سے واقف ہو چکا ہے ان پرزوں کی مضبوطی اور ٹایم کی سچی ہو رعایتی قیمت تین روپے نو آنے
خوشنما چاندی کے کیس کی آٹھ روزہ چابی کی رسٹ واچ
اس کلائی کی گھڑی میں خوبی یہ ہو کہ چابی بجائے روزانہ دینے کے آٹھ روز میں ایک بار دیجاتی ہے مشین لیور جوئل دار ہے پرزوں کی پختگی اور ٹایم کی سچی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ سترہ روپے دس آنے
پائیدار سنہری کیس کی رسٹ واچ
اس گھڑی کا کیس سنہری بہت خوشنما ہے اور پرزہ پختہ پائیدار ہیں اور مشین بھی پالشدار ہے ٹایم سچا بتاتی ہو رعایتی قیمت معہ اسٹراپ پانچ روپے چودہ آنہ
شب چراغ گولڈن رسٹ واچ
اس رسٹ واچ کا ڈائل اور سوئیاں ٹھیک مانند بجلی کے چمکتی ہیں جن سے مثل دن کے رات کو اندھیرے میں بھی وقت معلوم ہو جاتا ہو پرزوں کی مضبوطی اور ٹایم کی سچی ہو رعایتی قیمت معہ اسٹراپ سات روپے دو آنہ
ریڈیم لیور جوئلدار رسٹ واچ
یہ گھڑی بجلی والی ہے دن کے علاوہ رات کو اندھیرے میں بھی وقت بتاتی ہے مشین لیور دس جوئل اعلیٰ ہے پائیدار رہے وہ شب چراغ بھی خراب نہیں ہوتی ٹایم نہایت صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ
چھوٹے سائز کی ریگولیٹر واچ
یہ اعلیٰ ریلوے ریگولیٹر واچ چھوٹے سائز کی لیور مشین کی بہت مضبوط اور پائیدار بنی ہوئی ہو ٹایم بالکل صحیح بتاتی ہے یہ گھڑیاں مضبوطی اور سچا وقت بتانے کے باعث لاکھوں کی تعداد میں فروخت ہو چکی ہیں رعایتی قیمت پانچ روپے آٹھ آنے۔
رسٹ لانگ الارم ٹایم پیس
اسکے الارم کی گھنٹی بڑے سائز اور بلند آواز کی ہو گھنٹی پشت پر لگی ہوتی ہے اس کا الارم دو طرح سے بجتا ہے ٹھہر ٹھہر کر اور ایکدم۔ الارم کی آواز اس قدر بلند ہے کہ غفلت کی نیند والا بھی جلد ہوشیار ہو جاتا ہو پرزے نکل مضبوط ٹایم کا سچا رعایتی قیمت صرف سات روپے
بہت ہی خوشنما سنہری رسٹ واچ
یہ گھڑی ایسی خوبصورت ہو کہ اسکی خوبصورتی دیکھنے ہی سے معلوم ہوگی اس کاغذی نقشہ سے اسکی پوری خوبصورتی معلوم نہیں ہو سکتی ٹایم کی سچی پرزوں کی مضبوط رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چھ روپے بارہ آنہ۔
تمام ڈاکخانے منظم ہم ولیس۔ ایم عثمان اینڈ کمپنی واچ کلاک مرچنٹس بازار چاندنی چوک ۷۶۔ دہلی آنی چاہئیں۔ تار کا پتہ "واچ" دہلی


روزہ دار کے پاس ایک سچے ٹایم پیس کا ہونا ضروری ہے
خوشنما اٹھ روزہ چابی کی جیبی گھڑی
رعایتی قیمت
یہ گھڑی خوشنما اور پائیدار ہی نہیں۔ وقت بتانے کی بھی پکی ہے اسمیں ایک خوبی یہ ہے کہ چابی بجائے روزانہ کے ہفتہ میں ایکبار دیجاتی ہے
مکمل سلور کیس کی جیبی واچ
یہ گھڑی جرمنی مشین کی نہایت خوشنما اور موزوں سائز کی بنی ہوئی ہے پرزے پختہ پالشدار ہیں۔ ٹایم صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت صرف پانچ روپے
آپ فرمائش کرتے وقت
نئے طرز کی سنہری رسٹ واچ
یہ گھڑی نہایت خوشنما اور مختلف ڈیزائن کی ہے کیس گولڈن رنگ سنہری ہے اور پرزے پختہ پالشدار ہیں ٹایم سچا بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ
قابل دید جالدار چوڑی کی گولڈن بریسلیٹ واچ
رعایتی قیمت
۳ سال گارنٹی
یہ گھڑی سونیکے ملمع کی سکنڈدار بہت خوبصورت مضبوط ٹایم کی پکی خوشوضع چوڑی بھی آویزاں کی ہوئی ہے چوڑی میں یہ صفت ہے کہ ہر موٹی و پتلی کلائی پر بڑی طرح فٹ ہوجاتی ہے مستورات اسے بڑے شوق سے پہنتی ہیں قیمت
سنہری کیس کی لیور پاکٹ واچ
یہ گھڑی سنہرے کیس کی نہایت پائیدار اور خوبصورت بنی ہوئی ہے اسکی مشین بہت پختہ ہے وقت بالکل صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت تین روپے دس آنے
خوشوضع مینے کے کام کی رسٹ واچ
اس گھڑی کی چوڑی پر کاریگروں نے خوشنما مینے کا کام بنایا ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے خوشوضع ہونیکے علاوہ مضبوط اور وقت بتانے میں بھی پکی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ
چاندی کے کیس کی رسٹ واچ
یہ گھڑی خوشنما و پائیدار ہے اسکے ہندسے و سوئیاں ایسی ڈالی ہیں جن سے رات میں بھی وقت معلوم ہوتا ہے۔ رعایتی قیمت معہ اسٹراپ سات روپے چار آنہ
مکمل سلور کیس کی لیور رسٹ واچ
یہ گھڑی نہایت مضبوط و پائیدار بنی ہوئی ہے اسکی مشین لیور اور جوکی دار ہے نہیں ہوتی ٹایم کی نہایت پکی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ
شب بین الارم ٹایم پیس
اس ٹایم پیس کے ہندسے و سوئیاں شبکو اندھیرے میں مانند ستاروں کے چمکتے ہیں جن سے رات کو بھی مثل دن کے ٹایم معلوم ہوتا ہے اور پشت پر بھی الارم کی گھنٹی بڑے سائز کی لگی ہوئی ہے جسکے باعث الارم کی آواز بہت بلند ہے سونیوالوں کو جلد بیدار کر دیتا ہے۔ رعایتی قیمت سات روپے
اصلی ریگولیٹر لیور پاکٹ واچ
اسکی تعریف کی چنداں ضرورت نہیں ہر شخص اسکے نام سے واقف ہے پائیدار اور پکے ٹایم کے باعث مشہور ہے اسمیں سکنڈ کی سوئی بھی لگی ہوئی ہے رعایتی قیمت چار روپے آٹھ آنے۔
خوشنما نیو فیشن رسٹ واچ
یہ رسٹ واچ سنہری کیس کی نہایت خوبصورت اور باوضع بنی ہوئی ہے اسکا سائز بھی چھوٹا ہے اور اسکی چابی ۳۰ گھنٹہ کو ہے وقت سچا بتاتی ہے پرزے بھی مضبوط ہیں۔ رعایتی قیمت پانچ روپے چھ آنے
قابل دید رسٹ واچ
اس گھڑی کا کیس نہایت خوشوضع ہے۔ ڈیزائن اسکے مختلف اور بہت فیشن ہیں پرزے پختہ پالشدار ہیں وقت بھی صحیح بتاتی ہے رعایتی قیمت معہ اسٹراپ چند روپے۔
تمام فرمائشیں بنام منیجر ایس۔ ایم عثمان اینڈ کمپنی واچ کلاک مرچنٹس بازار چاندنی چوک دہلی آنی چاہئیں

نئی کتابیں مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری ظلہٗ کی نئی کتابیں نئی کتابیں

تمغۂ شیطانی

وہ معرکۃ الآرا بے مثل افسانہ جو جنوری ۱۹۳۸ء سے عصمت میں مسلسل نکل رہا تھا اب کتابی صورت میں چھاپا گیا ہے حضرت علامہ محترم نے اسلام کو جن سائنٹفک اصولوں پر پیش کیا ہے اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، جن لوگوں نے سمجھکر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام ان کے دلنشین ہوگیا اور ہزاروں گمراہی اور بربادی سے بچ گئے۔ تمغۂ شیطانی میں امت شیطانی کے آٹھ مثالی کیرکٹر ہیں اور ہر کیرکٹر موجودہ معاشرت کا ہوبہو فوٹو ہے۔ افسانہ کی دلچسپی کی یہ کیفیت ہے کہ شروع کرکے ختم کیے بغیر نہیں رہا جا سکتا۔ ناک والی بیوی، خانصاحب، حاجی وغیرہ کے حالات پڑھکر سارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں۔ اور درد و اثر ہر باب میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے ناممکن ہے کہ آنکھوں سے آنسو نہ نکل پڑیں یا شیرازی بیگم، رضیہ، شمس و مہرو کے واقعات اسقدر دردانگیز ہیں کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں۔ **تمغۂ شیطانی** بے انتہا دلچسپ ہونے کے علاوہ بے حد سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے ہر تعلیم یافتہ مسلمان کو مطالعہ کرنا چاہیے قیمت ۱۲ر

وداعِ خاتون

خاتونِ اکرم جن کی ادبی قابلیت پر بڑے بڑے مرد رشک کرتے تھے اور دوسری طرف بحیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیرکٹر کی بی بی تھیں کہ ان کے اعزا آج بھی ان کی یاد میں خون کے آنسو گرا رہے ہیں، حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ نے مرحومہ کے انتقال پر جو قیامت انگیز مضامین تحریر فرمائے تھے وہ **وداعِ خاتون** کے نام سے اب شائع ہوئے ہیں جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کا دل فتح کرسکتی ہے وداعِ خاتون کا ایک ایک فقرہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے ناممکن ہے کہ اسے پڑھکر آنسوؤں کی جھڑیاں شروع نہ ہوجائیں۔ کنواری لڑکیوں اور شادی شدہ مستورات کے لیے بے حد مفید کتاب ہے قیمت ۶ر

تفسیرِ عصمت

علامہ محترم کا وہ غیر فانی افسانہ جس نے عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دیئے۔ بے انتہا عبرت انگیز اور سبق آموز افسانہ ہے درد و اثر کی یہ کیفیت ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں اس پر لطف یہ کہ عبدل کا کیرکٹر سنجیدہ سے سنجیدہ انسان کو بھی ہنساتے ہنساتے لٹا دیتا ہے۔ خلع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ اردو زبان میں آج تک شائع نہیں ہوا قیمت صرف ۶ر علاوہ محصول

انگوٹھی کا راز مع جدید اضافہ

جدید ایڈیشن حضرت مصنف سے نظرثانی اور جدید اضافہ کرا کے عمدہ ولایتی کاغذ پر حال میں شائع کیا گیا ہے، یہ تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رابعہ کا عبرت انگیز انجام، اسلامی کی جگر خراش داستان، صفیہ کی شادی کی پُراسرار کہانی اور آخر انگوٹھی کا راز تمام مشکلات کو حل کرتا اس قدر دلچسپ واقعات ہیں کہ بار بار پڑھیے۔ درد و اثر کی یہ کیفیت کہ آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور ہنسی کا تو کیا کہنا جو علامہ محترم کی ہر تصنیف کی خصوصیت ہے قیمت صرف ۸ر

شہنشاہ کا فیصلہ

عہدِ عباسی کے بغداد کا دلاویز سبق آموز افسانہ۔ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں اپنے دوست سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس جرم میں واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور اسکی کیا کیفیت ہوتی ہے ملکہ اپنے مقصد کے حصول کے لیے کیا کوششیں کرتی ہے اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دیتا ہے ایسے ایسے باب ہیں جو صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں قیمت ۴ر

علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی کچھ اور تصانیف کا اشتہار ٹائٹل کے دوسرے صفحوں پر دیکھیے

تمام کتابیں ملنے کا پتہ: **مینیجر عصمت دہلی**

THE ISMAT DELHI
The Best Urdu Ladies Magazine

دِلی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد اُجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر ابتک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اسوقت بھی اپنے مہاروں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی۔ بادشاہ کا جلوس، قلعہ معلیٰ کی بہاریں۔ شاہی جھگڑے۔ میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شاہ بڑے اور کرٹلہ کے جشن۔ شہر آبادی کی چہل پہل، ہندو مسلمانوں کی معاشرت۔ رمضان، عید، سلونو، سالگرہ کے رنگ و احتشام، شادی بیاہ کی رسوم غرض دورِ گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی

معرکۃ الآرا تازہ تصنیف

نوبتِ پنج روزہ

یعنی وداعِ ظفر ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر دردانگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رُلوا دینگی۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو وداع کیا۔ غدر ۵۷ء کے واقعات، مخبروں کا ظلم۔ مظلوموں کی حالت زار، دلی کی بربادی، عورتوں کی تباہی، اور بادشاہ کے پیہم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں۔ بادشاہ کی تصویر اور تین نادر قلمی تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ نوبت پنج روزہ دورِ حاضرہ کے مایہ ناز اردو مصنف کی بہترین تصنیف ہے اور دھڑا دھڑ نکل رہی ہے اگر آپ نے منگانے میں جلدی نہ کی تو یقیناً دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ کاغذ لکھائی چھپائی ہر چیز نفیس قیمت صرف عہ؍

قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے قیمت عہ؍

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بیش بہا تصانیف

سلسلہ عصمت

کاغذ اعلیٰ سفید دبیز۔ لکھائی چھپائی عمدہ

(۱) شبِ زندگی حصہ اول اصلاح نسواں کے سلسلہ میں بہترین تصنیف قیمت عہ؍

(۲) شبِ زندگی حصہ دوم جو عورتیں زندگی کامیابی کے ساتھ بسر کرنی چاہیں جو مرد اپنے گھر جنت کا نمونہ بنانے کے متمنی ہوں وہ سب سے پہلے یہ مقبول و مشہور تصنیف مطالعہ کریں۔ قیمت عہ؍

(۳) روداد قفس حقوق نسواں کی حفاظت نہایت پُر درد انگیز نظمیں قیمت ۱۲؍

(۴) ستونتی سبق آموز افسانہ تعلیم یافتہ مسلمان بیوی دنیا کو کس طرح محو حیرت کر سکتی ہے ۸؍

(۵) منازل ترقی نتیجہ خیز افسانہ ترقی کی دھن لیکے نشہ میں انسان کیا کیا کر بیٹھتا ہے ۸؍

(۶) بچہ کا کرتہ ایک نہایت عبرت انگیز دردناک افسانہ ۴؍

(۷) امین کا دمِ واپسیں شہزادہ امین الرشید کا عبرت انگیز آخری وقت ۶؍

(۸) گلدستہ عید ۱۴ سبق آموز مضامین و افسانے جنکا مطالعہ ہر [illegible] ۱۲؍

(۹) جوہرِ عصمت ۱۳ معرکۃ الآرا بے انتہا دلچسپ سبق آموز افسانے [illegible]

(۱۰) وینڈیا کی سرگذشت ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی ۴؍

(۱۲) نانی عشو اسقدر پرلطف افسانے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں ۱۰؍

(۱۳) سیلابِ اشک، نہایت درد انگیز نتیجہ خیز افسانے باتصویر عہ؍

(۱۵) قلبِ حزیں نثر میں شاعری کا لطف چھوٹے چھوٹے لطیف [illegible]

(۱۶) نوبتِ پنج روزہ یا وداعِ ظفر آخری تاجدار مغلیہ کے پانچ جشن [illegible]

(۱۷) طوفانِ اشک درد آفریں ڈوبے ہوئے چند نتیجہ خیز افسانے عہ؍

(۱۸) شہیدِ مغرب وہ درد انگیز افسانے جو ہر مسلمان کو خون کے آنسو رلا دینگے عہ؍

(۱۹) تمغۂ شیطانی دنیا کے سات بدترین کیریکٹر۔ بے انتہا سبق آموز و پرلطف ۸؍

(۲۰) تفسیرِ عصمت مسلمان عورت کیا چیز ہے نہایت دلچسپ و دردانگیز پرلطف افسانہ ۸؍

(۲۱) جمالِ ہمنشیں جنت مکانی خاتون [illegible] مضامین [illegible]

(۲۲) پیکرِ وفا ایک سبق آموز دلچسپ افسانہ

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

THE ISMAT DELHI.

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

عصمت

مارچ ۱۹۳۰



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے

اُردو میں

پاکیزہ خیالات۔ علمی ادبی مضامین اور مفید معلومات کا ذخیرہ

جو

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

سرپرستی میں ہر انگریزی مہینہ میں ایک بار شائع ہوتا ہے

اور ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہل قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے طبع زاد

مضامین اور مشہور مقامات ناظرین کی [illegible]

SAMI. 28

ایڈیٹر [illegible]

Murari Art. Press, Delhi.

تمام عصمتی بہنیں

براہِ عنایت اپنی اور ہماری سہولت کے لیے ان امور کا خیال رکھیں

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۲۰ تاریخ کو شایع ہو کر دوسری تیسری تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہنچ جاتا ہے۔ اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو [illegible] کے بعد ۱۰ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالے سے دوبارہ پرچہ منگالیں۔ ورنہ ممکن ہے کہ پرچہ ختم ہو جائے اور قیمتاً بھی نہ مل سکے۔

(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام تبادلہ ہو جائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدی جائے۔ [illegible] بعد پتہ بدلوانا دفتر کو نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے۔ اکثر ہماری بہنوں کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۲۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔

(۳) ہمیں جب خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔

(۴) جواب طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

(۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ بھی درج فرمائیے۔

(۶) اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے اگر کسی بہن کو آیندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کردیں۔ اور اگر بدستور پرچہ جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آیندہ سال کا چندہ بھیجیں۔ جو بیبیاں اسکا کچھ جواب نہیں دیتیں انہیں وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی کی واپسی عصمت کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی وصول کر لینا چاہیے۔

(۷) عصمت کا سالانہ چندہ مع محصول ڈاک وغیرہ پانچ روپیہ ہے لیکن جو متمول ہمدرد بیبیاں عصمت کی مالی مدد کرتی ہیں انکے لیے قسم خاص ارٹ کاغذ پر چھاپا جاتا ہے جسکا عام چندہ عـ۵ ہے۔ کم استطاعت بیبیوں کے لیے قسم دوم معمولی ہلکے کاغذ پر چھاپا جاتا ہے اسکا چندہ سالانہ صرف [illegible] ہے۔ قیمت فی پرچہ قسم خاص ۸/ قسم اول ۸/ قسم دوم ۶/

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لیے مضامین بھیجنے سے قبل ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیے :—

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر۔ روشن سیاہی سے، نظرثانی، مناسب ترمیم، اصلاح و اضافہ کے لیے ایک سطر چھوڑ کر، خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پتہ درج ہونا ضروری ہے

(۳) مضمون جہاں تک ممکن مختصر رکھنا چاہیے لیکن بڑا مضمون بھی ہو تو مکمل بھیجا جائے نامکمل مضمون کسی حالت میں شایع نہیں کیا جاتا۔

(۴) مضمون میں کسی کتاب یا رسالے سے نقل ہو یا ترجمہ اخذ ہو تو اسکا حوالہ ضرور دیدیا جائے۔

(۵) عصمت کیلئے صرف وہی مضامین بھیجنے چاہئیں جو عصمت ہی کیلئے لکھے جائیں

(۶) عصمت کے مضامین کے لیے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شایع ہو چکے ہیں انتخاب نہیں کرنے چاہئیں، نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان، ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جاسکتے ہیں خوشی کے ساتھ شایع کیے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیے۔ جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے، ردی کر دیے جاتے ہیں عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑہ نہیں ہے عصمت کے لیے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو مسلمان عیسائی پارسی سب کے لیے مفید ہوں کیونکہ عصمت شریف ہندوستانی بیبیوں کا پرچہ ہے۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیے، رنگین بے معنی عبارت بہت ناپسند ہے، فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں تقریباً چار سو روپیہ کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے۔ نادار کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے۔ غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شایع کیے جاتے ہیں۔

عصمت میں اشتہارات

مسلسل شایع کراکے تاجر نہایت معقول نفع اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ عصمت ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ متمول طبقہ کا پرچہ ہے اور بفضلِ خدا ہندوستان بھر کے تمام زنانہ پرچوں میں **سب سے زیادہ اشاعت** رکھتا ہے۔

لیکن صرف ان ہی چیزوں کے اشتہار [illegible] شایع کیے جاتے ہیں جو شریف بہو بیٹیاں خرید سکیں اور اشتہار کی عبارت میں کوئی لفظ غیر مہذب ہو اور حیا اور شرافت سے گرا ہوا نہ ہو (۲) اجرت اشتہار [illegible] آنی لازمی ہے [illegible] جتنی مدت کا معاملہ کیا جائے اس کی اجرت یکمشت ادا کرنی ضروری ہے۔ اشتہار مسلسل شایع ہوگا۔ [illegible] تاریخ تک دوسرا اشت[illegible] رنگین [illegible] کے لیے اشتہار نہیں لیا جاتا۔

رعایتی اجرت اشتہار [illegible] صفحہ [illegible] یہ صرف ایک مرتبہ کی اجرت ہے اور رعایتی اجرت اس میں مطلق کمی نہ ہوگی۔ [illegible] زیادہ مرتبہ کے لیے اشتہار [illegible] نمبر سے [illegible]

تاجران کتب حضرت علامہ راشد الخیری کی کتابیں کمیشن پر منگا کر بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں علامہ محترم کی کتابیں ہندوستان بھر کے تمام اردو مصنفین میں سب سے زیادہ بکتی ہیں۔ کمیشن معقول دیا جاتا ہے اور قیمت نقد لی جاتی ہے۔

مینیجر عصمت دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی تصنیفات

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ کی بے مثل تصانیف نے شہرتِ دوام اور قبولیتِ عام کی بسند ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مذاق سلیم رکھنے والے طبقہ سے حاصل کی ہے اُردو زبان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اور یہ بھی واقعہ ہے کہ دورِ حاضرہ کے کسی اُردو مصنف کی کتابیں اس کثرت سے نہیں نکلتیں جتنی علامہ محترم کی۔ شام زندگی، شب زندگی جیسی ضخیم کتابیں آٹھ آٹھ دس دس سال میں پندرہ، پندرہ سترہ سترہ مرتبہ چھپ کے ہاتھوں ہاتھ نکل چکی ہیں اور کسی ایک کتاب کا نہیں قریب قریب سب ہی کتابوں کا یہ حال ہے خاک پاک دہلی میں کہ جس کی ڈھلی ہوئی قلعہ معلی کی ٹکسالی زبان جاننے اور لکھنے والا اب سوائے آپ کے کوئی نہیں رہا۔ جب کبھی آپ قلم اٹھاتے ہیں تو سدا بہار پھولوں کا مینہ برسا دیتے ہیں، وہ پھول جن کی عطر بیزی مشام جان کو معطر کرتی ہے۔ یوں تو اُردو نثر بحیثیت ہر صنف میں آپ کی تحریریں سلک مروارید اور جواہر پارے کہلانے کے مستحق ہیں جن کی آب و تاب ہمیشہ اسے منور رکھے گی لیکن مولانا کا امتیازِ خصوصی ٹریجڈی ہے اور جیسی داستانِ غم مولانا لکھتے ہیں ہماری زبان میں تو کیا ہندوستان کی بلکہ ایشیا کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹریجڈی کے مولانا بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ ہیں جنہوں نے شیکسپیر جیسے مصنفوں کو بھلا دیا۔ انکی تحریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان پڑھے اور متاثر نہ ہو۔ چھوٹے چھوٹے فقرے شیریں و خوشگوار بندشیں، غمگینی بے قراری اور تڑپ لیے ہوئے ہوتے ہیں جو دل میں تیر و نشتر کی طرح اتر جاتے ہیں۔ ذیل میں علامہ محترم کی تمام تصنیفات کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ مگر ان اشتہاروں میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا کیونکہ علامہ محترم کی تصنیفات ہماری تعریف سے بہت بالاتر ہیں۔

اصلاحی و معاشرتی کتابیں

صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی

اُردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ دس سال میں مقبول نہیں ہوئی اب تک پچاس ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے۔ جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا۔ اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیئے۔

(۱) **صبح زندگی** لڑکیوں کی تربیت پر اسقدر مؤثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب آج تک طبع نہیں ہوئی اس میں نسیمہ بیگم کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں چودہ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت عہ

(۲) **شام زندگی** نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لیے بے مثل چیز ہے یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصورِ غم کا خطاب دلوایا حال میں پندرہویں دفعہ چھپی ہے۔ قیمت عہ

(۳) **شب زندگی** علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے۔ اس میں نسیمہ کی موت کے بعد کا بیان ہے اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دنیا میں رہ کر نیک کام کیے تھے کہ حوریں اسکا استقبال کرتی ہیں عالم ارواح کی سیر اسقدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھیئے اور معلوم کیجئے کہ وہ کونسی دو عورتیں ہونگی جن میں ایک دوزخ میں بھی ہنس رہی ہے اور دوسری جنت میں بھی مغموم ہے۔ نسیمہ جیسی ہیرا ساس کی بہو وسیم دلہن ایسی چڑچڑی نکلتی ہے کہ الامان الحفیظ، اس کے ہاتھوں بچوں کی مٹی پلید اور گھر کی تباہی، بچوں کو دہر دیا اور اپنے اعمال کی سزا بھگتنا اور اس کے ساتھ نسترن کی سلیقہ شعاری اور انسانیت یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ ایک ایک سطر دل کے پار ہوتی ہے اور بے ساختہ آنسو نکل پڑتے ہیں۔ حال میں اسکا گیارھواں اڈیشن چھپا ہے کاغذ لکھائی چھپائی نفیس قیمت عہ

(۴) **شب زندگی حصہ دوم** بتائیگی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بچھڑے ہوئے لعل کس طرح اس سے ملتے ہیں کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ کم سے کم اُردو کی کسی کتاب میں تو ملنا ناممکن ہے یہی وہ بے مثل کتاب ہے جو علامہ محترم نے اپنی بہو خاتون اکرم کو رونمائی میں دی تھی۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت عہ اس کے بھی کئی کئی اڈیشن چھپ چکے ہیں۔ شب زندگی کی آنسو قیمت عہ

(۵) **صالحات** یعنی حیات صالحہ۔ علامہ محترم کی سب سے پہلی تصنیف جس نے آج سے تیس سال قبل شائع ہوتے ہی مصنف کے کمال انشاپردازی کی دھاک تمام ملک میں بٹھا دی تھی۔ ۲۰ سال سے یہ بے مثل کتاب ناپید تھی اور دس دس بیس بیس گنی قیمت پر بھی کہیں نہ ملتی

تھی۔ اب میں نے درکثیر خرچ کرکے اور بڑی کوششوں سے مردہ صالحہ کو زندہ کیا ہے۔ علامہ محترم کی دوسری تصانیف کی طرح یہ بھی معاشرتی ناول ہے اور ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ واقعات بیان کیے گئے ہیں جو اکثر گھرانوں میں پیش آتے ہیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بتایا گیا ہے کہ عاقبت نا اندیش باپ کس طرح اولاد کی جان کا دشمن اور جاہل سوتیلی ماں کیونکر سوتیلی اولاد کے خون کی پیاسی ہوتی ہے۔ خلیفہ شعار بیبیاں کس طرح شوہر کی لاج رکھتی اور سعادتمند بیبیاں کس طرح اپنے ایثار سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے کے مسلمان گھرانوں کی معاشرت کا فوٹو الفاظ میں اس خوبی سے کھینچا گیا ہے کہ انسان داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ وہی بے مثل کتاب ہے جس کے متعلق شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم نے کہا تھا کہ قصص میں صالحات پہلی کتاب ہے جسے میں نے شروع سے آخر تک پڑھا اور اگر مجھے یقین کامل نہ ہوتا تو کہہ دیتا صالحات میری لکھی ہوئی ہے اور مسودہ چوری ہوگیا۔ ملک کے مایہ ناز نقاد مولوی محمد لطف صاحب ایم اے کی رائے ہے کہ صالحہ کا مردہ جسم بھی جاتا اور یہ الاال ہے صالحات، قلعہ معلی کی بیگماتی زبان میں لکھی گئی ہے۔ طرز تحریر بے حد مؤثر درد میں ڈوبا ہوا!

ادب اردو اس کتاب پر جس قدر ناز کرے کم ہے۔ صالحات کے ختم ایک اعلان پر ہاتھوں ہاتھ اور پر مدیر اسٹیں آگئی تھیں۔ ہر مرد و عورت کو چاہیے علامہ محترم کی تصانیف پڑھیں فوراً ایک جلد صالحات کی منگالینی چاہیے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ضخامت پونے دو سو صفحے قیمت صرف عہ

(۶) **منازل السائرہ** صالحات کی طرح منازل السائرہ بھی وہ کتاب ہے جس پر آج سے پچیس سال پہلے کے اخبارات نے بڑے شاندار ریویو کیے تھے اس میں ایک لڑکی کی پیدائش سے موت کے تمام واقعات اسقدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے قیمت حصہ اول عہ، حصہ دوم عہ دونوں حصوں کی قیمت عہ چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے

(۷) **نوحۂ زندگی** بیوہ کے نکاح ثانی پر مصور غم مصنف کی معرکۃ الآرا تصنیف۔ یہاں آپ کو ایک ایسا قبرستان ملیگا جس میں عصمت کی لاج رکھنے والی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لیے گہری نیند سو رہی ہے نوحۂ زندگی بتائے گی کہ سنگدل ماں اور جفا شعار باپ کی بدولت ایک لڑکی نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبتیں بھگت رہی ہے نوحۂ زندگی کا ہر فقرہ درد و اثر سے لبریز ہے چھ دفعہ شائع ہو چکی ہے قیمت ۱۲

(۸) **جوہر قدامت** دو بہنوں کی پرلطف کہانی۔ دو بہنوں کی مفصل زندگی دو عورتوں کی جگر خراش داستان جن میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ ہے۔ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر

ہا تہا مسلمان گھرانوں میں اسراف کیسے پیدا ہو گئے اور مغربی تہذیب سمت انہیں لے جارہی ہے اس کتاب سے معلوم ہوگا قیمت عہ

(۹) **طوفان حیات** شرک، پیر پرستی، قبر پرستی وغیرہ وغیرہ قصہ کے پیرایہ میں درد انگیز افسانہ سے شرک سے توبہ کرتا ہے قیمت عہ

(۱۰) **سمرنا کا چاند** تربیت نسواں۔ دلچسپ معاشرتی ناول ہے قیمت عہ

ب اصلاحی معاشرتی افسانے

(۱۱) **تمغۂ شیطانی** حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جس سائنٹفک اصولوں پر بتایا ہے، اردو لٹریچر میں اسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ جن مسلمانوں نے یہ سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام انکے ذہن نشین ہوگیا اور ہزاروں گھر تباہی سے بچ گئے۔ تمغۂ شیطانی میں امت شیطانی کے ایڈیٹر کیرکٹر دکھائے گئے ہیں۔ ان لوگوں کو جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر انکے ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی ہے تمغا حلقہ شیطانی پر داخل ہوئے۔ جہاں ناگڑے والی بھری، حاجی، قاضی صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں وہاں شمس الہ پیر جی، شیرازی کے واقعات آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں بے حد مؤثر اور بہت مفید افسانہ ہے یہ وہی سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے جس کی رسالہ عصمت میں شائع ہوکر دھوم مچ گئی ہے قیمت صرف ۱۲

(۱۲) **سات روحوں کے اعمالنامے** تمغۂ شیطانی کا جوڑ کہا جاتا ہے دنیا کی سات عجیب غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ آخری روح کے کارنامے اسقدر درد انگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جائے (کنواری لڑکیاں نہ منگائیں) چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت عہ

(۱۳) **ستونتی** نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لیے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور شریف عورت شوہر کے لیے سب کچھ قربان کرکے اور وفاداری ایثار کے جوہر دکھاکے دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ دو سال میں چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت عہ

(۱۴) **تحفۂ عصمت** یہ وہی دلآویز افسانہ ہے جسنے رسالہ عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دیے تھے۔ جمیل کا کیرکٹر اسقدر پرلطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اسقدر درد انگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں

[illegible] اور [illegible] اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کی نظر سے گزرنا چاہیے قیمت ۸ آنے
[illegible] حضرت مصنف نے نظر ثانی
(۱۵) انگوٹھی کا راز نیا اور بہت کچھ اضافوں کے ساتھ شائع کیا گیا ہے
یہ ۳ مختلف اصلاحی افسانوں کا سبق آموز
افسانہ ہے زاہدہ کا عبرت انگیز انجام۔ اسلامی کی جگر خراش داستان اور
[illegible] کی مشکلات۔ انگوٹھی کا راز اس خوبی سے حل کرتا ہے کہ پڑھنے والے
[illegible] ہو جائے۔ قیمت ۸

(۱۶) ولایتی تنخی یا ٹھیکو ناول عشق کی بوڑھ کا نہایت پُر لطف افسانہ ہے جس کے ہر ہر فقرہ
پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بلی تنخی نے بڑا پاپ بیلا وہ سوانگ
بھرے کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ رسالہ عصمت میں اس کی
تین ہی قسطیں چھپی تھیں کہ چاروں طرف سے کتابی صورت میں شائع
کرنے کا اصرار ہونے لگا۔ ہاف ٹون بلاک کی تصویر بھی ہے۔
قیمت ۸

(۱۷) منازل ترقی اس عبرت انگیز فسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دُھن، لیڈری کے شوق اور دولت
کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں
پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ ملی اور بشیرن دو نو میاں بیوی کے کیریکٹر
نہایت دلچسپ ہیں۔ قیمت ۴

(۱۸) بچہ کا کرتہ ایک عاشق زار بد نصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ
کو آتا ہے دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب
دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بہت مؤثر افسانہ ہے اور
کئی بار چھپ چکا ہے قیمت ۴

(۱۹) ویدیا کی سرگذشت گو آج وہ ستی تو دنیا میں بھی نہ تھا فیشن کی اور جدت کی دلدادہ
ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی۔ مغربی معاشرت کا ایک
نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا [illegible]
فوٹو قیمت ۴

(۲۰) بنت الوقت ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع۔ وقت کا اندھا دھند
ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔
چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۸

(۲۱) سراب مغرب غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث
پر مشہور کتاب۔ تقلید مغربی کے دردناک نتائج اور غیر [illegible]
ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی بربادی۔ [illegible]
چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۸
(کمزور دل بچیاں نہ پڑھیں)

(۲۲) فسانہ سعید بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر جس قابلیت سے حضرت مصور غم نے
سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ مسلمان اس
کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی سوتیلے
رشتوں پر مؤثر کتاب ہے قیمت صرف ۸

(۲۳) موؤدہ ہندوستان کے کئی صوبوں میں رواج کو غالب کرتے زبردستی سے لڑکیوں کو محروم
کر رکھا ہے اس موضوع پر نہایت مؤثر کتاب ہے پڑھ کر آنکھیں
ڈبڈبا آتی ہیں۔ چوتھی بار چھپی ہے قیمت ۸

(۲۴) سنجوگ دولت پر بیٹی کی قربانی۔
قیمت ۸ چار دفعہ چھپ چکی ہے

(۲۵) سوکن کا جلاپا ناشاد و نامراد محمودہ کا افسانہ غم قیمت ۵

ج۔ مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر
میں ڈنکا بج رہا ہے علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے
اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا۔ جذبات نسوانی
کی دردناک دکھ بھری صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم
مصنف نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی نا ممکن ہے کہ
سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر
رہ سکے۔ شہنشاہ لٹریچر کے وہ معرکۃ الآرا افسانے جو لٹریچر میں
غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کیے
جا رہے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل مجموعے اس وقت تیار ہیں۔

(۲۶) جوہر عصمت ۱۳ سبق آموز فسانے بیان مظلوم بیوی کا پاک جذبہ۔
عرفان ایک شریف معزز خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک
کر کے جیل خانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی
حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ (۲) بھنوس کی دلہن۔ بلوچی
قوم کے مرد و عورت کے عمیق کیریکٹر، ازدواج ثانی پر نہایت مؤثر بحث،
محبت کا جواب اور انتقام بے انتہا دلآویز افسانہ (۳) اگلی محبتیں
ہزاروں برس پہلے کے تمدن کا ایک دلچسپ مرقع شجاعت جان نثاری، دوستی
وفاداری اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر (۴) فسانہ تنویر۔ ملکہ تنویر کی
درد و غم بھری کہانی (۵) بیگناہ کا قتل، محبت کی چوکھٹ پر کسان لڑکی کی
قربانی (۶) ہامیخ کا کینہ۔ دولت و عصمت کا مقابلہ (۷) نامور [illegible]
کا دربار اور ایک بیچی عورت (۸) عدل جہانگیری، شہنشاہ جہانگیر کا انصاف
(۹) [illegible] کی شجاعت (۱۰) ملکہ کی شہزادی شہزادی کا عصمت کا کسوٹی پر پورا اترنا
(۱۱) [illegible] کی [illegible] خدائی لاٹھی بے آواز ہے (۱۲) غلط فہمی (۱۳) [illegible]
قیمت [illegible]

(۲۷) سیلاب اشک باتصویر۔ درد انگیز فسانے

(۱) پرستار محبت۔ عورت کا دل کاد محبت کے خزائن سے مالا مال ہے یہ سبق آموز افسانہ جو کثرت سے قرآ انسان کی آنکھیں نمناک کر دے گی اسکا قیمت ہے اسے انتہا مقبول ہوا ہے (۲) بلبل چمن کے تین رنگ ایک خوددار لڑکی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر محو حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کو سفید بال۔ یہاں بیوی کے خطوط کیا چیز ہیں خودداری اور ایثار کسے کہتے ہیں۔ ضمیر و ایمان کیا کام کرتا ہے اس فلسفیانہ نہایت درد انگیز افسانہ سے معلوم ہوگا جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا ڈالے (۴) چچا اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کس قسم کی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں۔ (۵) قدل گلبدن۔ شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن بیگم کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے۔ (۶) بے نصیب بچی۔ بے انتہا موثر افسانہ (۷) ثریا کا تحمیل۔ ہر افسانے کے ساتھ زر کثیر صرف کر کے فرڈ بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ جو مشہور مسٹر سمیع نے تیار کی ہیں قیمت ۱۲/

(۲۸) طوفان اشک

یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں۔

۱۲ دل ہلا دینے والی کہانیاں

رواج کی بھینٹ	محروم وراثت	اس ہاتھ دے	بچے کیا دیکھا
کلنک کا ٹیکہ	سوتیلی ماں کا آخری تحفہ	تفسیر عبادت	شہید معاشرت
بیوی کی صحنک	تو سیف کا خواب	نئی دلہن	طوفان اشک

قیمت صرف ایک روپیہ دو علاوہ

(۲۹) قطرات اشک

عصمت و حسن۔ دریا کے مقصود جیبیا اندرا۔ ساون کی جھڑیاں۔ مظلوم بیوی کا خط، دار الغرور وغیرہ وہ درد انگیز افسانے اور مضامین جو کا مخزن، تمدن، عصمت وغیرہ میں شائع ہو کر ڈنکا بج چکا ہے قیمت ۱۲/

(۳۰) شہید مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمان اور عیسائیوں کے مقابلے۔ اسلام اور نصرانیت کے معرکے، مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب۔ شدھی اور تبلیغ کا اثر۔

۱۰ درد انگیز افسانے

دو آسمانی نشان	شہید مغرب	شہید طرابلس	طرابلس سے صدا
عرب سیدانی	سیاہ داغ	افراط تفریط	صدائے دلگداز
	کلو نیاں	سیمونہ	

اگر آپ کو سیاست سے شوق ہے تو شہید مغرب دیکھئے اگر جوش ایمان آپ کے دل میں ہے اور اسلامی خون رگوں میں دوڑ رہا ہے تو شہید مغرب کا مطالعہ کیجئے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں قیمت ۱۲/

(۳۱) نانی عشو

آپ کہتے ہیں سنجیدہ رہیں نہ ہوں نا ممکن ہے نانی عشو پڑھتے پڑھتے وقت آپ کے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں علامہ محترم نے ہنسی کے مضامین لکھے تو وہ جادو کیا کہ تمام ہندوستان میں ان کا ڈنکا بج گیا نانی عشو اور دوسرے ایسے ہی ظرافت آمیز گدگدی پیدا کرنے والے افسانے غیر معمولی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں۔ اب انہیں کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ عرب اور گلشن وفا۔ سچ ندامت پڑھ کر ایک مرتبہ آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں گے تو دوسرے موقعہ پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی ایک سال میں چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت صرف ۱۱/

ولایتی نمی، نانی عشو کے بڑھاپے کا افسانہ ہے قیمت ۱۲/ ...

(۳۲) روداد قفس

حضرت علامہ محترم کی درد انگیز دردناک مذہبی نظموں کا مجموعہ۔ مظلوم جہینہ روضہ اقدس پر۔ مسلم کا خط شوہر کے نام، ماں کا پیام۔ سر غلب کا دم واپسیں۔ یتیم کے قیصر۔ بیٹوں کی فریاد، بچپن کی یاد، عید کا کرتہ، سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ، وہ نظمیں ہیں جنکا ہر شعر کلیجہ کے پار ہوتا ہے یہ معمولی نظمیں نہیں بے کس و مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے ہیں مسلمانوں کے گھروں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ علامہ محترم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل ہے وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل درد مند تڑپ اٹھیں گے! یانچویں مرتبہ چھپی ہے قیمت ۱۲/

(۳۳) گلدستۂ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی، ام جعفر کی عید، ترکن ماما کی عید، پچاس سال پہلے کی عید کنواری بچی کی عید ایسے ایسے ۱۴ سبق آموز افسانے اور مضامین صرف عید کے متعلق ہیں۔ سچی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے رمضان شریف میں کیا کرنا چاہئے۔ عید کس طرح منانی چاہئے اسکا جواب گلدستۂ عید سے ملیگا جو بہترین علمی عیدی ہے اور ہر وقت پڑھنے کی چیز ہے، قیمت ۱۲/

(۳۴) گوہر مقصود

خیالستان کی پری اور لال کی تلاش دو دلچسپ قصے قیمت ۱۲/

(د) تاریخ و سیر۔ ادب و انشا

(۳۵) امت کی مائیں

رسول اکرم صلعم کی بیویوں کے حالات زندگی۔ کثرت ازدواج پر اسقدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے۔ قیمت ۱۲/

(۳۶) الزہرا

اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میاں

بیوی کو کس طرح رہنا چاہیئے بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہیئے۔ دنیا کے ساتھ دین کس طرح بہتر آتا ہے۔ ما قبات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بندھ جائے آخر میں واقعہ کربلا کا بیان اور مصنف قلم کا قلم! آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲

(۳۷) نوبت پنج روزہ

کہ جہاں آباد اجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر اب تک ملنے والوں کے کانا سے شستا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اب تک بھی اپنے جہانوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دلی کیا تھی بادشاہ کا جلوس قلعہ معلی کی بہاریں، شاہی جھگڑے، میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے، پھول والوں، شاہ پرشے اور کرشمے کے جشن، شہر آبادی کی چہل پہل، ہندو مسلمانوں کی معاشرت، رمضان، عید، سلونو، سالگرہ کے رنگ و انتظام شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گزشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر ملاحظہ فرمایئے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رلاتی ہیں۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلی نے بادشاہ کو رخصت کیا غدر کے واقعات، مخبروں کا ظلم، مظلوموں کی حالت زار مردوں کی بربادی عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب نا ممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں، بادشاہ کی تصویر اور تین نادر عکسی تحریریں بھی دی گئی ہیں، نوبت پنج روزہ دور حاضر کے مایہ ناز اردو مصنف کی بہترین تصنیف ہے اور دھڑا دھڑ نکل رہی ہے قیمت عہ

(۳۸) قلب حزیں

چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ۔ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی۔ ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ کتاب بہترین نمونہ ہے جو اردو میں پیش ہو سکتی ہے طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھئے پھر بھی جی نہ بھرے ایک ایک فقرہ خفا کرنے کو جی چاہتا ہے۔ قیمت صرف ۸

(۳۹) وداع خاتون

جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم اگر ایک طرف تمام ملک کی مایہ ناز انشا پرداز تھیں جن کی ادبی قابلیت پر بڑے بڑے مرد رشک کرتے تھے تو دوسری طرف بحیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیرکٹر کی بی بی تھیں کہ ان کے اعزا آج بھی ان کی یاد میں خون کے آنسو گرا رہے ہیں مرحومہ کے خسر حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے مرحومہ کے انتقال پر جو قیامت انگیز مضامین تحریر فرمائے تھے وداع خاتون کے نام سے شائع ہوئے ہیں جو بتائیں گے کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے۔ وداع خاتون کا ایک ایک فقرہ درد و اثر

میں ڈوبا ہوا ہے، نا ممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں۔ سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے سے کیونکہ یہ آپ بیتی ہے۔ قیمت صرف ۶

(۴۰) امین کا دم واپسین

شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل، اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک درد انگیز واقعہ ہے اس پر مصور غم کے قلم نے قیامت توڑ دی ہے۔ قصہ کے دلکش پیرایہ میں یہ عبرت انگیز واقعات بھرے گئے ہیں نا ممکن ہے کہ دل پر ان کا اثر نہ ہو قیمت ۸

(۴۱) لڑکیوں کی انشا

نہایت پیاری زبان بہترین خطوط نویسی قیمت ۱۲

(د) اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

اب تک حضرت علامہ محترم کی ان بے مثل تصانیف کا اشتہار تھا جو عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے یکساں مفید ہیں اور سوائے تین چار کتابوں (جن کے اشتہار کے ساتھ نوٹ دیدیا گیا ہے) تمام کتابیں کنواری لڑکیوں کو بھی آنکھ بند کر کے دی جا سکتی ہیں کیونکہ سب اصلاحی تصانیف ہیں اور ان میں مسلمان گھرانوں کی معاشرت دکھائی گئی ہے۔ اور عورت کو پیدائش سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان کو بیان کیا گیا اور ان پر بحث کی گئی ہے اور یہ سب مندرجہ بالا کتابیں عورتوں ہی کی ترقی و اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔

اب ان کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے جو مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں جنہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں۔ یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں اور ناول کی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں ہلال و صلیب کی لڑائیاں، اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں، ان کا جوش ایمانی، شجاعت اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ محبت کے دلآویز فسانے ہیں۔

(۴۲) منظر طرابلس

حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم کے عہد میں تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی۔ حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری کا ایثار و شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی

حسین بن کے ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی پیشواؤں کی سیہ کاریاں،
طلیعہ اور شہزادی بیو کی کہانی اور فتح عرابیں کا آخری منظر،
تاریخ اسلام کا یہ دلآویز افسانہ ۱۹۳۵ء کے خلیب میں چھپ کر
بہت مقبول ہو چکا ہے اب کتابی صورت میں شایع کیا گیا ہے
قیمت ۶/

(۴۳) **شہنشاہ کا فیصلہ** عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز سبق آموز افسانہ۔
ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک
دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ
کیوں وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی
ہے۔ ملکہ اپنے حصول مقصد کے لیے کیا کیا کوششیں کرتی ہے۔
اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی
الگ الگ کر دیتا ہے۔ یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے
تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۴/

(۴۴) **دُرِ شہوار** ایران، ماژندران، سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع، بہرام کے شجاعانہ کارنامے
اور ملکہ پر احسانات شہزادی سہلورہ کی فراست، اور بہادری نیز
کی مکاری اور فریب اسقدر دلچسپ کتاب ہے کہ شروع کرکے
ختم کیے بغیر نہ رہا جائے قیمت ۱۰/

(۴۵) **آفتابِ دمشق** حضرت ابوبکرؓ خلیفہ اول کے زمانہ کا اسلام سلمٰی کی دلگداز داستان قیمت ۱۲/

(۴۶) **ماہِ عجم** حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم کے زمانہ کا اسلام ایلیا کے درد انگیز افسانے قیمت ۱۲/

(۴۷) **محبوبۂ خداوند** حضرت عثمانؓ خلیفہ سوم کے زمانہ کا اسلام مذہبی پیشواؤں کی سیہ کاریاں۔ قیمت ۱۲/

(۴۸) **عروسِ کربلا** حضرت علیؓ خلیفہ چہارم کے زمانہ کا اسلام۔ کربلا کے جگر خراش واقعات قیمت ۱۲/

(۴۹) **یاسمینِ شام** حضرت عمرؓ کے زمانہ میں تسخیر شام کے لیے مسلمانوں کی قربانیاں قیمت ۱۲/

(۵۰) **تیغِ کمال** غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے حالات اور یورپ کی مکاریاں قیمت ۱۲/

(۵۱) **اندلس کی شہزادی** یا قائید عبشی مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا ایک افسانہ۔ ۸/

(۵۲) **شاہین و دراج** ایک درد انگیز افسانہ جو ۱۹۳۳ء کے عصمت میں چھپ کر بے انتہا مقبول ہوا تھا قیمت ۹/

مطبوعاتِ عصمت

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی نصف سے زیادہ تصانیف اور
صفحات ہزار کی کتابوں کے علاوہ جو شائع ہو چکی ہیں سلسلۂ عصمت کی مندرجہ
ذیل کتابیں عنقریب شائع ہونے والی ہیں لکھے تمام ابھی صندوق پر ہیں

(۱) حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی مجنوں اصلی جلد ضرب کی کتاب جس کے
لیے تعلیم یافتہ مسلمان عرصہ دراز سے منتظر تھے یہی وہ کتاب ہے جو علامہ ممدوح کا
اسلامی ہیں یعنی سب سے بہتر تصنیف کہی جائے گی قیمت غالباً عہ

(۲) جنت ملکانی محترمہ خاتون اکرم کے افسانوں کا مجموعہ " " عہ

(۳) " " " کے تاریخی مضامین " عہ

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام ارلے ایس

(۴) **تحریر النسا** عورتوں کو خلوت زیبی سکھانے کے علاوہ معاشرتی اخلاقی مذہبی
اور تعلیمی امور پر بے نظیر کتاب۔ قیمت صرف ۱۲/

(۵) **مشیر نسواں**۔ دلچسپ اخلاقی ناول لڑکیوں اور عورتوں کے لیے
جنہیں پیش قیمت باتیں قصہ ہی قصہ میں بتائی گئی ہیں اکابرین قوم نے پسند
کرکے مصنفہ کو تمغہ طلائی اسی کتاب پر دیا تھا۔ تیسری مرتبہ چھپ رہی
ہے قیمت ۱۲/

(۶) **سرگذشتِ ہاجرہ** سبق آموز مفید قصوں کے پیرایہ میں
اخلاقی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ۔ جس پر شاندار ریویو ہو چکے ہیں
دوسری مرتبہ زیر طبع قیمت عہ

(۷) **بچوں کی تربیت**۔ بچوں کی پرورش اور تربیت پر اسقدر
آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی پرانے
شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا
آج جن بیماریوں پر اشرفیاں خرچ کی جاتی ہیں اور اس وقت پیسوں میں کام
ہو جاتا تھا وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں پھر سائنس اور حفظانِ صحت کے
اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربہ بیان کیے گئے ہیں از مولوی محمد انتقا
صاحب الخیری سابق پروفیسر زوالوجی یونیورسٹی بیروت قیمت ۱۰/

(۸) **تندرستی ہزار نعمت**۔ صحت کے زریں اصول امریکہ
اور یورپ میں محترمہ زہرہ فیضی بیگم جیسی مشہور خاتون کے تجربات
قیمت صرف ۶/

(۹) مشہور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال کی نظموں کا مجموعہ قیمت عہ

یہ کتابیں دفترِ عصمت دہلی سے شایع ہونگی

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۴۴	بابت ماہ مارچ سنہ ۱۹۳۰ء	نمبر ۳

۱۴ تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ قسم **خاص** للعہ روساء سے للعہ والیان ریاست سے سو روپیہ۔ قسم اول پانچ روپیہ قسم دوم ساڑھے تین روپیہ۔ قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصویریں چھاپی جاتی ہیں۔ قسم اول میں چکنا ولایتی دبیز شاندار کاغذ لگتا ہے۔ قسم دوم کا کاغذ معمولی ہلکا دیسی ہوتا ہے۔

عصمت کی لاج

ذیل میں ان محترم بہنوں اور معزز بھائیوں کے نام دلی شکریہ کے ساتھ شایع کیے جاتے ہیں جنھوں نے اپنے حلقہ اثر میں رسالہ کے جدید خریدار پیدا کیے:-

بنت ڈاکٹر محمد خاں صاحب کمشنر فیروزپور	۴	خریدار
ہمشیرہ رحیم الدین صاحب ایٹہ	۲	"
سیدہ انیس فاطمہ صاحبہ کانپور	۲	"
رابعہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید عبدالمجید صاحب گیا	۲	"
مس ام اے رحیم صاحبہ رنگون	۲	"

ایک ایک خریدار دینے والوں کے نام

بنت ضمیرالدین صاحب مرحوم حیدرآباد دکن، اختر بیگم صاحبہ عمرزی پشاور، عبدالحمید صاحب لاہور، شیخ عبداللہ صاحب بمبئی۔ مس ڈی میجر مرزا محمد علی صاحب صفدرآباد دکن، سید سراج الحق صاحب قصری دکن، امتہ الغفور آرا بیگم صاحبہ سیالکوٹ پنجاب، سید کشفی شاہ نظامی صاحب رنگون، مسز ام مرتضیٰ علی صاحب کراچی، پرشو سوسائٹی لکھنؤ، بنت شاہ منصور احمد صاحب نرسنگھ پور، فرخندہ ناز بیگم صاحبہ میرٹھ، مسز نصرت حسین صاحب سب انسپکٹر خریدار ۲۲۲۳ ایس بی طاہرہ صاحبہ پشاور، مسز لیاقت حسین صاحب فیض آباد، بنت شیخ محمد شفیع صاحب لاہور، سعیدہ بیگم صاحبہ بنارس، ربیع الدین صاحب جیپور، قیصر بنت سید نظیر حسین صاحب فاضلکا فیروزپور، فاطمہ النسا صاحبہ کاچی گوڑہ حیدرآباد دکن، عبدالعزیز صاحب ٹھیکہ دار جونپور، فضل کریم صاحب مرد بھائے فیروزپور، محمد اعظم ابراری صاحب الہ آباد، سید امین الرحمن صاحب مرادنگر، بنت خواجہ عبدالہادی صاحب حیدرآباد دکن، حافظ مختار احمد صاحب انصاری شاہجہانپور، رضیہ امۃ صاحبہ لائل پور، ناظم النسا بیگم صاحبہ حیدرآباد دکن، کنیز محمد بیگم صاحبہ فنتی فاضل جہلم نوی، قاضی عبدالعزیز صاحب بمبئی، ریحان فاطمہ صاحبہ

دستِ کرم

خدا جزائے خیر دے ان سچے دردمند مسلمانوں کو جنھوں نے اس مہینہ میں تربیت گاہ یا نادار و یتیم بچیوں کی امداد کے لیے روپیہ بھیجا۔

مولوی رضی الدین صاحب دیوان نانڈگاؤں		صہ
ڈپٹی ممنون حسن صاحب شاہجہاں پور		صہ
میاں خوشی محمد صاحب منٹگمری پنجاب		صہ
صاحبزادی صاحب بادنی کدورہ		مصہ
سید رفیق احمد صاحب سب جج امرتسر		مصہ
بیگم مختار احمد صاحب صدیقی مہرونی جہانسی		عہ
بیگم سید بدیع الزماں صاحب ام اے پرواڈہ پونا		عہ
بیگم عبدالرحمن خاں صاحب اف کونڈہ میسور		مصہ
مولوی عبدالقیوم صاحب جموں توی		عہ
منظور علی صاحب ایس ڈی او بھوپال		عہ
ایک مسلمان خاتون دہلی		عہ
شجاع الرحمن صاحب کے بی محمد سعید دہلی		مصہ
ہمشیرہ ضیاء الدین صاحب بیرسٹر پشاور		عہ
اہلیہ محمد نعیم صاحب انصاری ملیح آباد		عہ
غوث محمد صاحب بارہ تہر بہرائچ		عہ
سید محمود علی صاحب سنگی دالان پٹنہ		عہ
مسز عطاء الرحمن صاحب پٹنہ		معہ/
آمنہ صاحبہ بنت مولوی عبدالرحیم	حیدرآباد	معہ/
مسز فخر عالم صاحب بادنی کدورہ		معہ/
بیگم سردار اکرم خانصاحب میانوالی		معہ/

(باقی آئندہ)

راشد الخیری

سوویٹ روس کے بے خانماں بچے



جو لاکھوں کی تعداد میں [illegible] شہروں میں مارے مارے پھرتے ہیں۔

[illegible] صدیوں کا [illegible]



[illegible] ایک سترہ سالہ لڑکی جسکا وزن ۳۰۰ پونڈ ہے۔ یہ لڑکی فلموں میں کام کرتی ہے ناچتی اور ورزشی کرتب کرتی ہے اور موسیقی میں بھی دسترس رکھتی ہے۔

THE ISMAT, DELHI. Vol XLIV No. 3 March 1930

[illegible]



[illegible]

[illegible]



[illegible]

[illegible]



روسی سفیر متعینہ انگلستان کی اہلیہ جو ایک
مشہور ناول نویس بھی ہیں۔

[illegible]



جو انڈین نیشنل ریکارڈ [illegible]
کی ممبر منتخب ہوئی ہیں

ہماری عید منوادو

حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ

ہوا جنگل کی ٹھنڈی تھی اندھیرا خوب چھایا تھا
اجالا تھا نہ تارے تھے کہ بادل گھر کر آیا تھا

کڑک تھی اس قیامت کی کہ پار ہوتی تھی کانوں کے
چمک نے ایک آفت کر رکھی تھی ہر طرف برپا

فلک پر تھیں مسلمانوں کی نظریں آج وہ دن تھا
ہلالِ عید کا مژدہ فضا میں دفعتاً گونجا

نگیں آنے صدائیں راحت و شادی کی گھر گھر سے
مسلمانوں کے در دیوار پر خوشیوں کا مینہ برسا

مجھے اس راحت و فرحت میں یادِ رفتگاں آئی
اُٹھا اور اُٹھ کے سیدھا گھر سے قبرستان جا پہنچا

کڑک کا شور دُگنا ہی چمک کا زور کچھ بڑھ کر
نہ آدم تھا نہ آدم زاد کھڑکا تھا نہ کھٹکا تھا

گرج ہوتی تھی رہ رہ کر چمک ہوتی تھی تھم تھم کر
کھڑے خاموش تھے طائر کہ تھا ہر سمت سناٹا

نظر بجلی میں آجاتے تھے ہر جا ڈھیر قبروں کے
نہ ہو ہو ہر کچھ بھی آلو کی، نہ جھینگا ورڑ کا زناٹا

یہ سونے والے متوالے کچھ ایسی نیند سوتے تھے
نہ بجلی کی خبر مطلق نہ تھا کچھ خوف بادل کا

میں اپنی کونپلوں پر رو رہا تھا خون کے آنسو
کہیں تھی بے خبر دُلہن[1] ! کہیں تھا سو رہا بچہ[2]

یکایک کان میں آواز ایک معصوم کی آئی
صدا جنگل میں یہ گونجی "میری اماں! میری اماں!"

اندھیرے گھپ میں یہ الفاظ کیا تھے ایک قیامت تھی
جدھر سے یہ صدا آتی تھی میں بھی اس طرف لپکا

کلیجہ کے اُڑے ٹکڑے دلِ مجروح تڑپ اُٹھا
چمک کر جب تماشا مجھکو بجلی نے یہ دکھلایا

برس چھ سات کی ایک بھولی بھالی بچی گوری سی
نہ اس کے پاؤں میں جوتی نہ سر پر تھا کوئی کپڑا

تڑپتی ہے چمٹتی ہے لپٹتی بلبلاتی ہے
یہ ہی کہہ کہہ کے "اُٹھئے اماں میری اماں"

گھسی جاتی تھی اندر قبر کے معصوم رو رو کر
کہ بادل زور سے کڑکا کڑک کر خوب سا چمکا

تو ہوں کیا دیکھتا، ہے چیز کچھ ننھے سے ہاتھوں میں
کوئی آدھی سی روٹی ہے اور ہے آلو کا ایک ٹکڑا

یہ ہی کہہ کہہ کے روتی ہے جگاتی ہے بلاتی ہے
"یہ سالن لائی ہوں اماں یہ روٹی کھا لیجے اماں"

"اُٹھاؤ منہ سے یہ چادر ہٹاؤ سر سے یہ مٹی
ذرا کھولو تو آنکھ اماں ذرا کروٹ تو لو اماں"

"بہت دن سے نہیں کھایا ہے بھوک اب تو لگی ہوگی
یہ لیجے تو لے آؤں کٹورا جا کے پانی کا"

[1] محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی۔

[2] اٹھارہ سال کا جوان بچہ عبدالخالق مرحوم

"کھلا دو ساتھ سے اپنے نوالہ آج مجھکو بھی یوں ہی کا یوں ہی لے آئی بڑی بیگم نے جو بھیجا"
"دستم کھاتی ہوں میں اماں نہ روؤنگی نہ مچلوں گی بس اب اٹھو میری اماں خدا کا واسطہ اماں"
میرے دل پر جو کچھ گذری کروں کیونکر بیاں اسکو نہ تھی تاب و تواں تن میں، حواس و ہوش رخصت تھا
بڑا روتا ہوا آگے، اٹھا یا گود میں اس کو گلے میں ڈال کر بانہیں لپٹ کر خوب چمٹایا
کہا" بیٹی یہ جنگل! یہ اندھیرا! اور یہ تنہائی!! کراک میں اور چمکیں کیونکر آئیں؟ کون ہے لایا؟"
لگی کہنے" میری اماں کو جب یہاں مردلائے تھے چلی آئی تھی میں بھی ساتھ مجھکو یاد ہے رستہ"
"کہا تھا مجھ سے یہ سب نے کہ تھوڑے دن میں آئیں گی، مگر دن ہوگئے اتنے! نہ خود آئیں نہ خط آیا"
"بلی تھی مجھکو یہ روٹی یہ آلو اور یہ بوٹی میں انکا لائی ہوں حصہ یہ میں نے خود نہیں کھایا"
"کھڑی ہوں دیر سے اتنی کھلاتی ہیں نہ کھاتی ہیں خفا مجھ سے ہوئیں شاید اسی کا ہے یہ سب غصہ"
"یہ حصہ میری اماں جان کو اب تم ہی پہنچا دو یہ کہدینا سلیمہ نے ہے کھانا آپ کو بھیجا"
"یہ کہنا منتیں کی ہیں بہت سے ہاتھ جوڑے ہیں، وہ جب لے لیں تو اس کے بعد اتنا اور کہدینا"
" ارے بی عید ہوگی کل! رہوگی کب تلک سوتی؟ بجا ہے شام ہی کو مسجدوں میں چاندکا دھونسا"
"جیبہ اور صفیہ کی نئی ہیں جوتیاں آئی چھپا چھپ ٹنک رہا ہے بی بی مغنی جان کا کرتہ"
"یہ میرے ہاتھ سونے ہیں نہ چوڑی ہے نہ مہندی ہے یہ میرا جسم ننگا ہے نہ پاجامہ ہے نے کرتہ"
" نہ جوتی پاؤں میں میرے نہ سر پر اوڑھنی میرے یہ دیکھو خون بہتا ہے، چبھا ہے پاؤں میں کانٹا"
"بتاؤ اب کہاں جاؤں؟ کدھر بیٹھوں؟ کہوں کس سے؟ کہ میری عید منوادے کوئی اللہ کا بندہ"
مجھے اندھیر تھی دنیا رواں آنکھوں سے آنسو تھے نہ تھی گو صبر کی طاقت نہ باقی ضبط کا یارا
گر سینہ سے چمٹا کر دیے رخسار کو بوسے کہا" قربان اے مینا تو میری گود میں آجا"
تجھے اماں سے بلوادوں میں تیری عید منوادوں چل آ تو ساتھ چل میرے مجھے ابا سمجھ اپنا
بہت مائیں تیری خدمت کو چھوڑی ہیں تیری ماں نے بہت سے باپ ہیں تیرے میری پیاری نہ رو اتنا"
یہ بن ماں باپ کی بچی اور اس کی بیسیوں بہنیں ہوئی ہیں راشد الخیری کے پاس آکر یہاں یکجا

دکھاتی ہے خدائی کے تماشے رات دن سب کو
یہاں کی تربیت گاہ بنات اور بورڈنگ اس کا

عید کی سچی خوشی

عید کا چاند دیکھکر

"میرے لئے تو کب سے رکھدی ہے لاکے ساری
اس وقت تک نہ آئی اچکن مگر تمھاری

وہ ہے کہاں جو دی تھی سینے کو شیروانی ؟
پہنو گے عید کو بھی اچکن پھٹی پرانی ؟

دامن جگہ جگہ سے اسکا کٹا ہوا ہے
کرتے میں دم کہاں ہے ؟ سارا پھٹا ہوا ہے

نکلیں گے سب گھروں سے جوڑا نیا پہنکر
تم عیدگاہ کو کل جاؤگے کیا پہنکر ؟

کپڑے تمھارے ابتک وہ سل کے کیوں نہ آئے ؟
درزی سے لڑتے ہیں تم رل کے کیوں نہ آئے ؟

مدت ہوئی جو کپڑا تم نے اسے دیا تھا
ابتک نہ سل چکا وہ ایسا بہت سا کیا تھا ؟

جانا کہاں تھا مجھکو، میں کوئی مر رہی تھی ؟
میرے لئے ضرورت ساری کی ایسی کیا تھی ؟

ہنس ہنس کے اب مزاجی تم کیوں جلا رہے ہو
کیوں آپ ہی آپ دل میں تم مسکرا رہے ہو ؟

رہنے دو ایسی باتیں مجھ سے نہ اب بناؤ
میں کچھ نہیں سنوں گی . تم کپڑے لیکے آؤ"

"کپڑے، میں پیاری سلمیٰ، اپنے کہاں سے لاؤں ؟
جب پیٹ سے بچے تو کپڑا بھی کچھ بناؤں

مردوں کا کیا ہے بیگم ! ان کا یہی ہے بانا
تن ڈھکنے سے غرض ہے کچھ ہو نیا پرانا

گٹھری میں میری کرتے رکھے ہیں اور بھی دو
اُن میں جو کم پھٹا ہو بس تم اسی کو سی دو

درزی کے پاس آخر میں کس غرض سے جاؤں ؟
کپڑے کبھی دیئے ہوں اسکو تو جاکے لاؤں ؟"

عید کی صبح کو

"سلمیٰ ! نیا یہ کرتا میرا کہاں سے آیا ؟
تم نے سیا ہے ! سچ ہے، کپڑا یہ کون لایا ؟"

تھے اور کون گھر میں بازار جانے والا ؟
کپڑا سوا تمھارے تھا کون لانے والا ؟

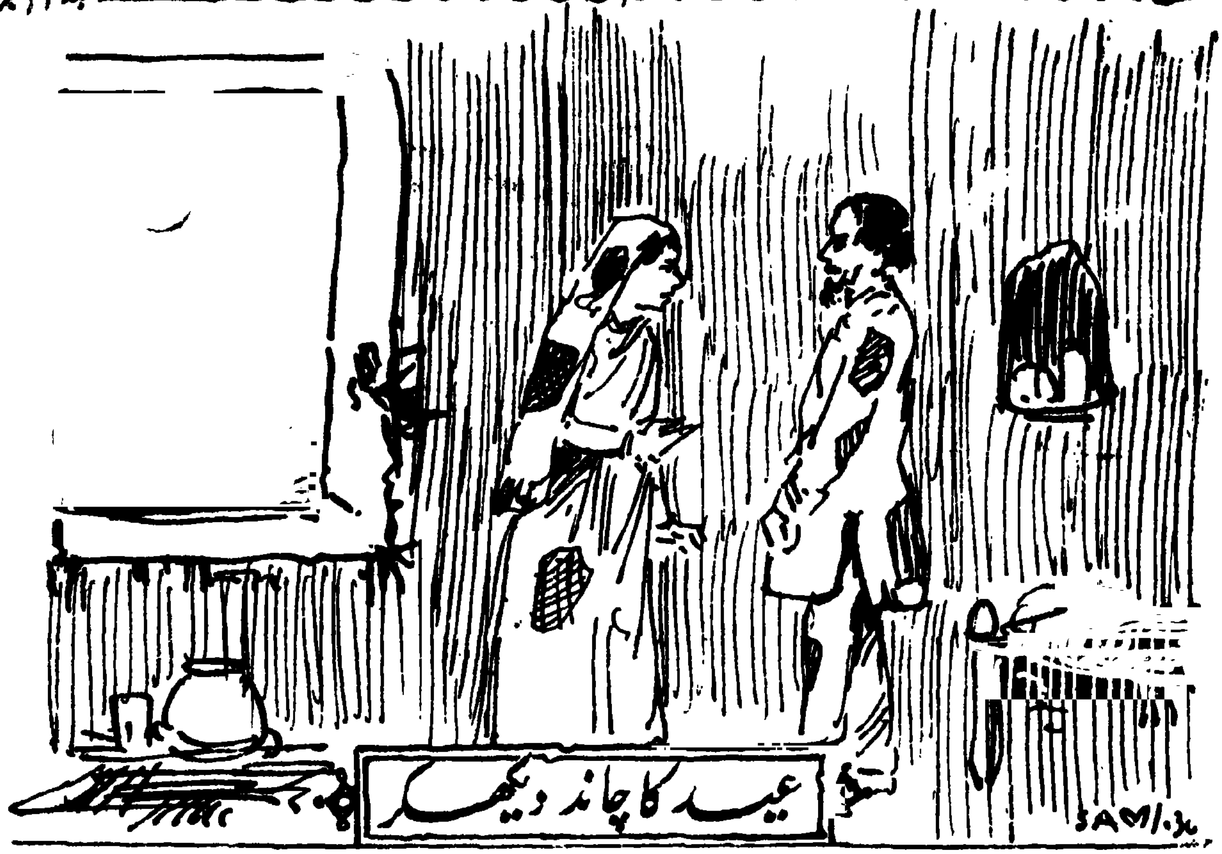
خود ہی تو لائے تھے تم، کیا یاد ہے تمھاری !
ایں ! سچ ! یہ کیا رہی ہے ؟ ہاں ہاں وہی ہے ساری"

ناحق ہی تمنے سلمیٰ ساری وہ پھاڑ ڈالی
کرتے کی خاطر اک چیز اچھی بگاڑ ڈالی

لیکن نہیں ! محبت ! ہاں زندگی یہی ہے
ہے عید نام اسی کا سچی خوشی یہی ہے

سعید بریلوی

اس نظم کے متعلق تصویریں صفحہ ۱۶۴ پر دیکھئے



عید کا چاند دیکھ کر

نظم عید کی سچی خوشی کے متعلق



عید کی صبح کو

یتیموں کی عید

سحر عید پھر ہے جلوہ فروش ذرہ ذرہ ہے آفتاب بدوش
صبح عشرت ہے پھر جہاں افروز اوج پر پھر ہے طالع فیروز
صادق الوعد صبح روشن ہے پھر ہوئی کائنات پر مائل
چرخ نیلی کی دیکھئے رنگت بدلی آبحیات سے ظلمت
نور آئینہ حیات ہے جو غازہ روئے کائنات ہے جو
قلب عارف ہو جس سے تابندہ خندہ حور جس سے شرمندہ
پھر پیام طرب فزا لایا پرچم صبح عید لہرایا
جلوہ روئے صبح قاقم پوش پھر ہوا آفتاب در آغوش
باد عنبر فروش و نافہ کشا کیا چمن آفریں ہے صل علےٰ
جلوہ گر ہر روش پہ صف در صف پھول گلزار کے ایاغ بکف
گو طرب خیز و پرفضا ہے بہار تختہ گل سے کیا ہمیں سروکار
ہم ہیں افسردگی کے شیدائی کیا غرض ہو گلوں میں رعنائی

بھولے بھالے یتیم دل افگار ختم ہے جن پہ زندگی کی بہار
ڈبڈبائے ہیں آنکھوں میں آنسو یاس سے دیکھتے ہیں یوں ہر سو
کسی کھوئے ہوئے کی جیسے تلاش راز دل کر رہا ہے چہرہ فاش
گل سے چہروں پہ مُنج زن حسرت تک رہے ہیں ہر ایک کی صورت
چشم تر خونفشان ہے دل تاراج باپ کو ڈھونڈھتے ہیں آنکھیں آج
دل ستمہائے دہر سے پُر خون دام صیاد میں ہے صید زبون
لب پہ سوز دروں سے ہیں نالے تپ غم سے جگر میں ہیں چھالے
ایک داغ جدید ان کے لئے شام غم صبح عید ان کے لئے
عشرت بیخودی کے متوالے! سُن ذرا بیکسوں کے بھی نالے
نامرادوں کے یہ بھی پیارے تھے یہ بھی ماں باپ کے دُلارے تھے
آج محتاج ہو گئے ایسے
کبھی آسودہ ہی نہ تھے جیسے

عزیز لکھنوی

صبح عید

نور سحر ہے جلوہ گر آیا پیام عید ناز
غنچے ہیں خندہ طراز گل خندۂ سرور ساز
باد صبا چمن نواز ہے بوئے گل خوشی کا راز
نور سحر ہے جلوہ گر، آیا پیام عید ناز

(۲)

کیف نشاط سے ہوا جنت نما ہر اک چمن
نرگس گلاب و نسترن سنبل و لالہ سمن
شمشاد و سرو و نارون شبنم خوشی میں موجزن
کیف نشاط سے ہوا جنت نما ہر اک چمن

(۳)

صبح نشاط و کیف ہے ہے قلب یعنی پر سرور
آنکھوں میں خرمی کا نور دل مست بادۂ طہور

سینہ میں جوش کا ولولہ نظروں میں ضوئے بام طور
صبح نشاط و کیف ہے، ہے قلب یعنی پر سرور

(۴)

ماہ صیام ختم ہے عید فطر ہے جلوہ زا
صائم کا دل کھلا ہوا مرجع ہے شوق و ناز کا
رنگ سرور دیکھنا ہے مفتخر ہر اک ادا
ماہ صیام ختم ہے عید فطر ہے جلوہ زا

(۵)

ہے مست شوق عید سے معصوم طفل خوش لقا
دل میں ہجوم شوق کا آنکھوں میں جوش کا نشہ

سینہ میں اضطراب سا ہے مضطرب ہر اک ادا
ہے مست شوق عید سے معصوم طفل خوش لقا

(۶)

عجلت ہے دل میں مضطرب ہو جائیں کام سب ابھی
پہنوں لباس جلد ہی لوں راہ عید گاہ کی
دل میں دھڑک لگی ہوئی ہے فرط شوق دید کی
عجلت ہے دل میں مضطرب ہو جائیں کام سب ابھی

(۷)

مسرور شوق عید سے ہے ہر عروس شرمگیں
لب پر ہنسی ہے دلنشین پُر نور چشم سرمگیں
دل ہے سرور آفریں غم کا خیال تک نہیں
مسرور شوق عید سے ہے ہر عروس شرمگیں

(۸)

ہیں شادیں جوش میں ہیں پُر نشاط بیبیاں
چہرہ سے خوش دلی عیاں آنکھوں میں خندہ ہے رواں
لب آج پھر ہیں ارغوان کتنا حسین ہے سماں
ہیں شادیں جوش میں ہیں پُر نشاط بیبیاں

(۹)

مرد آئے عید گاہ سے مسرور و مفتخر نظر
لب پر ہنسی ہے جلوہ گر گھر میں سبھی تھے منتظر
وقت آ گیا ہے کس قدر کھانا ہو اب تو جلد تر
مرد آئے عید گاہ سے مسرور و مفتخر نظر

(۱۰)

احباب آ رہے ہیں کچھ ملنے کو عید اب یہیں
ہوتی ہیں دعوتیں کہیں سفرہ تکلف آفریں
کھانے نفیس و بہتریں سرشار لذتیں ہوئیں
احباب آ رہے ہیں کچھ ملنے کو عید اب یہیں

(۱۱)

کیسی خوشی کی ہے گھڑی نازل ہیں کیسی رحمتیں
چکھی ہوں جس نے لذتیں روزہ کی ماہ پاک میں
اُس کو ملی ہیں عظمتیں اُس پر ہوئی ہیں برکتیں
کیسی خوشی کی ہے گھڑی نازل ہیں کیسی رحمتیں

(۱۲)

ہر سال دل میں ہو فزوں یارب ہمارے شوق عید
افضال اپنے ہوں سعید دکھلا ہمیں رہ رشید
رہبر ہو مصحف مجید پنہاں ہو کامگار دید
ہر سال دل میں ہو فزوں یارب ہمارے شوق عید

رابعہ پنہاں

عید رمضان

رمضان شریف کا پچھلا عشرہ بھی اپنے ساتھ رنج و خوشی کے عجیب ملے جلے جذبات لیکر آتا ہے کبھی اس متبرک زمانے کے ختم ہونے کا رنج اور یہ حسرت ہے کہ حسب دلخواہ عبادت نہ ہو سکی۔ کبھی عید کی آمد آمد کی خوشی ہے اور اس بات پر خدا کا شکر کہ اس نے خیریت کے ساتھ روزے پورے کروائے اور اپنے فضل و کرم کا اُمیدوار بنایا۔ اس حالت کو کسی فارسی شاعر نے خوب ادا کیا ہے۔

عید رمضان آمد و ماہِ رمضان رفت
صد شکر کہ این آمد و صد حیف کہ آن رفت

لیکن اگر ذرا غور سے دیکھئے تو یہ عید اور رمضان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں انسانیت کے ہر پہلو میں آپکو یہ جذبات جھلکتے نظر آئیں گے۔ ماں بچے کو پڑھنے بھیجتی ہے دن بھر اس کی جدائی سے افسردہ رہتی ہے ساتھ ہی ساتھ یہ مسرت آمیز خیال بھی دل میں موجود ہے کہ میرا بچہ علم حاصل کر کے دنیا میں کوئی چیز بنے گا۔ بچہ واپس آتا ہے اسکا کمھلایا ہوا چہرہ دیکھکر دل پر چوٹ لگتی ہے میرا بچہ تھک گیا۔ مگر اس کے دیکھنے کی خوشی اس پر غالب آجاتی ہے۔ آگے چلئے اس نے نہایت اعزاز کے ساتھ ہندوستان کی تعلیم ختم کر لی گھر میں مہمان جمع مبارکباد کے نعروں سے مکان گونج رہا ہے، در و دیوار سے مسرت کا مینہ برس رہا ہے مگر پرسوں ولایت کی روانگی کی تاریخ ہے ذرا پوچھئے تو ماں باپ کا دل کیا کہہ رہا ہے۔

بیٹی کی شادی کی ماں باپ کو کس قدر آرزو ہوتی ہے اکثر اس کی دعاؤں میں آنسو شامل ہوتے ہیں خدا خدا کر کے وہ مبارک گھڑی آتی ہے لڑکا بہمہ صفت موصوف ملتا ہے سمدھیانے والے قدردان ہیں غرض جیسی تمنا تھی اللہ نے ویسا ہی گھر دلوایا ہے روپے پیسے کی کمی نہیں۔ عزیز و سعادت مند بیٹی کے لئے عمدہ سے عمدہ چیزیں مہیا کی جا رہی ہیں نفیس سے نفیس کپڑا۔ اعلیٰ سے اعلیٰ زیور بہتر سے بہتر سامان تیار ہو رہا ہے زبان پر ہر وقت خدا کا شکر جاری ہے لیکن اس کے ساتھ ہی جوں جوں تاریخ نزدیک آتی ہے ماں کی نیند بھوک سب غایب ہوتی جاتی ہے بیٹی کی طرف دیکھتی ہے اور کلیجہ مسوس کر رہجاتی ہے۔ اسکی پیدائش کے دن سے آجتک کی اپنی ہر تنبیہ اور اسکی بے زبانی یاد آتی ہے اور نشتر بنکر دل کے پار ہو جاتی ہے آنسو نکلتے ہیں گھبرا کر انہیں پونچھتی ہے۔ اُے ہے میں کیوں بدشگونی کرتی ہوں خدا اسے اپنے گھر میں آباد رکھے اور میری بچی لالوں کی لال بنکر رہے کہیں دور تھوڑی جا رہی ہے جب چاہونگی بلاؤنگی غرض ہزار طرح دل کو سمجھاتی ہے پھر بھی راتیں اسی اُدھیڑ بن میں گزر جاتی ہیں۔ خیر اولاد تو ماں باپ کے لیے وہ نعمت خداداد ہے جس کی برابری دنیا کی کوئی چیز نہیں کر سکتی۔ یوں جہاں انسان رہتا سہتا ہے وہیں اسکے لیے ہزار باتیں ایسی نکل آتی ہیں کہ ہر وقت زندگی شادی و غم کا مجموعہ بنی رہتی ہے۔ ملازمت کے سبب آجکل پردیس وطن ہو رہے ہیں چار آدمی اکھٹے ہو کر بیٹھتے ہیں محبت ہو جاتی ہے اور اس جگہ سے رنج و خوشی کا سلسلہ چل جاتا ہے۔

ایک بہن کے میاں ترقی پا کر دوسرے شہر تبدیل ہوتے ہیں وہاں کی آب و ہوا بھی اچھی ہے وطن سے بھی قریب ہے غرض ہر طرح یہ تبادلہ خوش نصیبی کی نشانی ہے وہ خود بھی خوش ہیں اور جتنے دوست خیر خواہ ہیں سب اظہار مسرت کر رہے ہیں لیکن ساتھ ہر ایک دل میں جدائی کا رنج بھی موجود ہے۔ بلکہ بعض جگہ یہ رخصتی کا سماں بیٹی کی رخصت سے بھی زیادہ مؤثر ہوتا ہے کیونکہ بیٹی کے لیے اُمید ہے ہزار دفعہ ماں باپ کے گھر آئے گی مگر اس مجمع کا (جو اس وقت اپنے ایک عزیز دوست کو رخصت کرنے کے لیے جمع ہوا ہے) ہر فرد بجائے خود یہ ہی حیثیت رکھتا ہے کہ کیا معلوم کب اُسے یہاں سے کہیں اور جانا پڑے اور اس حالت میں کوئی اُمید نہیں کہ پھر سب یونہیں مل بیٹھیں۔ عورتوں کا دل چونکہ زیادہ نازک ہوتا ہے اور پھر ملنے جلنے کے موقع بھی مردوں کی نسبت انھیں کم ملتے ہیں وہ ایسے موقعوں پر زیادہ اثر لیتی ہیں انہیں اپنی عزیز بہن کی خوش اقبالی کی بھی مسرت بھی ویسی ہی زیادہ اور جدائی کا صدمہ بھی ویسا ہی تکلیف دہ۔ اور جانے والی بہن کے دل میں تو بعض دفعہ یہ جدائی ہمیشہ کے لیے ایک آہ بن کر رہ جاتی ہے نئی جگہ جا کر نئی نئی مصروفیتیں دلچسپیاں میل ملاقات تفریح کے سامان کیسے ہی عمدہ سے عمدہ کیوں نہ میسر آئیں اور وہ کچھ دیر کے لیے ان میں محو بھی ہو جائیں مگر پھر گزری ہوئی باتیں یاد آ کر دل پر چوٹ لگتی ہے اور گرد و پیش کی دلچسپیاں بیکار ہو جاتی ہیں۔ زندگی کیا چیز ہے؟ وہ اسی شادی و غم کی گرفتاری ہی کا تو نام ہے۔ موت کے بعد تو ایک ہی چیز رہ جاتی ہے۔ یا وہ۔ غالب مرحوم کہتے ہیں:۔ قیدِ حیات و بندِ غم اصل میں دونوں ایک ہیں ✦ موت سے پہلے آدمی غم سے نجات پائے کیوں

لیکن مجھے تو آفتاب عمر صاحب کا مقولہ زیادہ پسند آیا کہ شادی و غم زندگی تک تو تمام ہیں موت انہیں علیحدہ کرتی ہے۔ اس پار پہنچ کر اگر خوشی ہے تو دائمی اور بے داغ۔ اور اگر رنج ہے تو اس میں کہیں خوشی کا شائبہ نہیں خداوندا ہمیں اس سے اپنی پناہ میں رکھ اور جب ہم اپنی زندگی کا رمضان پورا کریں تو وہ عید نصیب کر جو کبھی ختم نہ ہو۔ آمین ثم آمین

و ۔ ا ۔

ہلالِ عید

ہمیشہ کے رہرواں، شام و سحر میں رہنما، اَے رونقِ بزمِ جہاں مہ نو۔ تیری انتظار میں، اسلامی دنیا شوقِ مجسم ہو کر، منتظر نوید اور چشم براہ کھڑی ہے!

امتحانِ صبر و استقلال۔ پر اشتیاق نگاہیں، اُفق لالہ گوں پر گڑی ہیں۔ بخدا کسی نہ معلوم گوشہ سے نمودار ہو کر ذرا سی جھلک دکھا دے.....

ولولۂ شوق، وہ کیف و سرور — ایک پیغام مسرت کن اور تخیلِ روح نواز — اے سہیلی! تیرا ہلالِ عید کو دیکھ کر طفلانہ انداز سے مسکرا دینا مجھے آج بھی یاد ہے — تیری زیبائش دلکش، تیرا تصورِ دلگداز...... مجھے آج بھی یاد ہے —!

ایس۔ بی طاہرہ پشاور

صحت اور قوت ارادی

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

قوت ارادی کا مفہوم بچوں کو ۵-۶ برس کے سن سے بتا دینا چاہئے۔ انکے دماغ کو اس فعل کی رغبت دینی چاہئے یہاں تک کہ وہ خود عادی ہو جائیں گے۔ اور کار آمد قوتوں کا استعمال سیکھ لیں گے۔ اسی عمر میں اپنے بزرگوں کی اچھی بُری باتیں نقش کرجاتی ہیں۔ اس لیے ان باتوں کو ماں کا فرض ہے کہ تربیت میں داخل کر دے تاکہ بچے بیماریوں سے محفوظ رہیں۔

ڈاکٹروں اور معالجوں کو اگر دُور رکھنا ہے تو سب سے بہتر مفید اور مؤثر طریقہ یہ ہے کہ بچہ کو یہ جملہ سکھایا جائے

EVERY DAY AND EVERY WAY I AM GETTING BETTER AND BETTER.

یعنی یہ کہ ہر روز ہر طرح سے میں بہتر اور بہتر اور بہتر ہو رہی ہوں۔

رات کو سوتے وقت چت لیٹ کر ہاتھوں پیروں کو ڈھیلا چھوڑ دیں اور قوت ارادی سے مندرجہ بالا جملہ دُہرائیں یا عربی میں یہ جملہ جو اُسی معنی کا ہے اَشْعُرُ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ بِاَنَّنِیْ اَنْتَقِلُ مِنْ حَسَنٍ اِلیٰ اَحْسَنَ مِنْ کُلِّ الْوُجُوْہِ۔ عجیب بات ہے کہ ایک جاننے والے سے انگریزی جملہ میں نے سیکھ لیا اور اسی سے میں اپنے کو تندرست رکھنے کی کوشش کرتی رہی اور کامیاب ہوئی۔ اسی زمانے میں ایک عزیز کو میں نے یہ جملہ اور اسکا عمل کرنا بتا دیا۔ تھوڑی مدت کے بعد پھر ملنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ واقعی اس انگریزی جملہ کے دوہرانے سے میری طبیعت بہتر ہو رہی ہے اور بیماری کا خیال بھی دُور ہو چلا ہے مگر عجیب اتفاق ہے کہ ان مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ کے بتلانے کے بعد میں نے مصر کے ایک اخبار میں یہ ہی بات بعینہٖ پڑھی اور مصریوں نے اسے عربی میں مرتب کر کے یہ کلمات درج کیے ہیں۔ اور یہ ہی تمام فوائد اخبار میں بیان کیے ہیں۔ عربی کلمہ بھی انسے میں نے حاصل کر لیا۔

چت لیٹ کر سونے کے وقت یہ جملہ دُہرائے اور پُوری توجہ سے اور جس بیماری کی تکلیف ہو اس کی طرف اپنا خیال منتقل کریں اور قوت ارادی کو دخل دیکر دل میں خیال کریں کہ اس تکلیف سے ہم بہت جلد رہائی پائیں گے اور بالکل تندرست ہو جائیں گے۔ پلنگ پر لیٹ کر بڑے اور چھوٹے سب ان کلمات کو خواہ

لے خواہ انگریزی جملہ ہو یا عربی جملہ مگر یہ خیال ضرور رکھیں پکار پکار کر دہرایا جائے تاکہ اپنی آواز خود سن سکیں۔

عربی میں یا انگریزی میں یا اپنی زبان میں ذرا زور سے دُہرائیں تاکہ آپ سُن سکیں اور اپنی بیماری کا خیال کرکے قوت ارادی سے بیماری کو دور کریں۔ گویا پُوری توجہ سے ۱۰ - ۱۲ دفعہ کہیں۔ اسی طرح ... بھی جب ہوسکے ان کلمات کو دُہرائیں۔ تاکہ خیال اور قوت ارادی سے بیماری پاس آنے نہ پائے۔ عادت سے سب کچھ حاصل ہوجاتا ہے۔ یہ یقینی بات ہے۔ اس میں ذرہ بھر بھی شک نہیں۔ دن بدن ان کلمات کے بار بار کہنے اور قوت ارادی سے اپنا دل اور طبیعت مضبوط اور مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جاتی اور بیماری دُور ہوتی جاتی ہے +

اگر کسی بچے کے پیر کمزور ہوں اور ۳ چار برس تک نہ چل سکتا ہو۔ تو اسکو چت لٹاکر صبح سویرے کھوپرے کے خالص تیل سے یا شیر کی چربی سے دونوں پیروں کو مناسب طریقہ پر دونوں ہاتھوں سے اچھی طرح مالش کریں کوئی پانچ منٹ کافی ہونگے۔ مالش کرنے کے بعد بچہ کے دونوں پیر اپنے دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر، الگ الگ اٹھاکر، رانوں سے موڑکر، پھر پھیلا دو۔ اس طرح ۲۵ دفعہ کرو۔ اور پیر کو ہاتھوں سے سیدھا رکھکر بچہ کو تھوڑی دیر اسی طرح چت پڑا رہنے دو۔ بعد اس کے پیروں کو پونچھ کر چکناہٹ دُور کردو گھنٹہ دو گھنٹہ بعد نہلاکر صاف کرڈالو۔ برابر چالیس دن مالش کرنے کے نتیجہ بہت ہی خاطر خواہ ہوگا۔ اور بچہ چلنے لگے گا اور کمزوری یقینی طور پر دُور ہوجائے گی یہ تجربہ جو بچے ۳ - ۴ برس تک پاؤں نہیں چلتے انکے لئے بیحد زود اثر و مفید ثابت ہوگا +

ہوک جس کو انگریزی میں STITCH. کہتے ہیں پسلی یا سینہ میں بعض دفعہ بہت سخت تکلیف دہ ثابت ہوتی ہے۔ یکایک ہو جاتی ہے کہ جس کی ایسی ستانے والی بلکہ ہوش اُڑا دینے والی زحمت ہوتی ہے کہ دم نہیں لے سکتے گویا اوپر کا دم اوپر رہتا ہے اور نیچے کا نیچے۔ کچھ عجیب قسم کی بے چینی ہوتی ہے کہ سانس خوب اچھی طرح نہیں لیا جاتا دوائیں لگاتا یا ملنا بے نتیجہ ہوتا ہے اور ایک خاص وقت تک آرام نہیں ہوتا اس حالت میں سب سے بہتر ترکیب جو مجھے معلوم ہوئی ہے وہ بہت ہی زود اثر اور مفید ہے اور اس سے فوراً آرام ہو جاتا ہے بلکہ یوں کہیئے کہ چٹکیوں میں۔ کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی اور بعد میں بھی تکلیف نہیں رہتی +

ترکیب۔ جس طرف ہوک آئی ہو اس طرف کا ہاتھ اٹھاکر لکڑی یا کسی ایسی چیز کو پکڑو جو اتنی اونچی ہو کہ آدمی بہ آسانی پکڑکر لٹک سکے اور پیروں کو زمین سے ذرا الگ کرکے پھر کھڑا رہ سکے اور اگر ایک ہاتھ سے دقت ہو تو دوسرا ہاتھ بھی صرف سہارے کیلئے استعمال کرو۔ اس طرح ۳ - ۴ دن کرکے کھڑا رہے اس عمل کے بعد بہتر اور بہتر ہوکر تکلیف کا نشان بھی باقی نہ رہے گا کہ ہوک کس جانب تھی۔ مگر اتنا خیال رہے جس طرف ہوک ہو اس طرف کے ہاتھ پر لٹکنا چاہیئے وہی فایدہ کرے گا۔

موچ آنا۔ پیر یا ہاتھ کی انگلیوں میں کبھی موچ آجائے تو اسی وقت بیٹھ کر ہاتھ سے موچ آئی ہوئی جگہ کو اوپر سے پکڑو اور دوسرے ہاتھ سے نچلے حصہ کو پکڑکر کھینچو۔ آہستہ آہستہ ۴ - ۵ دفعہ ایسا کرو۔

اس طرح سے ورم نہیں آتا۔ یا بہت سخت موچ ہو تو کچھ ورم آجاتا ہے مگر بہت کم اور درد کی ویسی تکلیف دوسرے دن نہیں ہوتی بلکہ کم ہوتا جاتا ہے اور بہت جلد ۸۔ ۴ روز میں اچھا ہو جاتا ہے مگر یہ ضروری ہے موچ آنے پر دیر نہ لگائی جائے موچ آتے ہی کیمپھو اسکا خیال رہے محض لاپرواہی کی وجہ سے بعض دفعہ موچ کہیں مہینوں میں جاکر اچھی ہوتی ہے۔ ترکیب مندرجہ بالا سے کام لیا جائے تو جھٹ آرام ہو جاتا ہے۔

زہرہ بیگم فیضی (بمبئی)

اندلس کی نامور مسلم خواتین

اندلس کی آٹھ سو سالہ درخشاں تابندہ سلطنت اسلامی کے دور میں جہاں مسلمان مردوں کی علم و ہنر اور فضل و کمال کی دھاک سارے یورپ پر بیٹھ گئی تھی وہاں مسلم خواتین بھی اس میدان افضلیت میں کل یورپ کے مردوں پر گوئے سبقت لے گئی تھیں +

زمانے حال کا یورپ علم و فضل کا ملجا، علم بردار تہذیب، حریت مساوات کا حامی، عورتوں کی آزادی و سرپرستی کا دعویدار ہے یورپ کی حالت وجہالت قرون متوسط میں کیا تھی اس کا صحیح جواب ہیں تاریخ دے سکتی ہے۔ جہاں بڑے بڑے امرا ذی شان وزرا صرف اپنا نام لکھ پڑھ سکتے تھے تو بیچاری عورتوں کی کیا عامت وحیثیت ہوگی اور وہ کس شمار و قطار میں ہونگی +

اسی زمانے کی مسلم خواتین یورپ (اندلس) کے حالات سنیئے موجودہ خواتین اسلام کی حالت دیکھئے اور سبق حاصل کیجئے۔ کونسا علم و ہنر تھا جس میں یہ معزز خواتین اعلیٰ پائے کی دستگاہ نہ رکھتی تھیں۔ یہ عالم و فاضل ہستیاں علما فضلا کی مجالس علمیہ میں مدعو ہوتی تھیں جہاں انکے پرمغز لکچر بے بدل اشعار پر تاثیر نظمیں اور عالمانہ تنقیدیں ایک عالم سے خراج تحسین و قبول کرتی تھیں +

شہزادے احمد کی قابل بیٹی **شہزادی عائشہ** کی علمیت اندلس بھر میں مشہور تھی۔ شہزادی مذکورہ کا ایک ذاتی کتب خانہ اتنا عظیم الشان تھا کہ سوائے چند امرا کے دوسرا کسی کا کتب خانہ اس کے برابر نہ تھا۔ انکی دلکش نظمیں پر تاثیر خطبات فصیح و بلیغ تقریریں، فلسفیانہ موشگافیاں قرطبہ اور سارے اندلس کے علماء و فلسفیوں کو مبہوت و متحیر بنا دیتی تھیں انکی پاکیزہ نظمیں ادھر زبان قلم سے نکلتیں ادھر ہر معلم و متعلم کے زبان پر چڑھ جاتیں +

المومدون کی حسین و نازنین **شہزادی ولیدہ** کی علمیت اتنی اعلیٰ پایہ کی تھی کہ معمولی آدمی انکی گفتگو کو سمجھ نہیں سکتا تھا۔ اس فصیحہ بلیغہ شہزادی کے تبحر علمی کی اتنی دھوم مچی ہوئی تھی کہ بڑے بڑے جلیل القدر رفیع الشان علما ان سے گفتگو کرنے کی آرزو رکھتے تھے۔ سلطنت کی طرف سے جو مجالس علمیہ و مذاکر سائنس و فلسفہ منعقد ہوتی تھیں جس میں اندلس اور ایشیا بھر کے علما جمع ہوتے تھے شہزادی ولیدہ بھی اس مجلس میں موجود ہوتی تھیں جن کے دلکش لطیف اشعار پرمغز خطبات دلچسپ تقاریر کے سامنے عظیم القدر علما سر تسلیم خم کرتے تھے ہر عالم و شاعر انکی لیاقت کا معترف تھا انکے مقابلہ میں آنے کی جرأت نہ پاتا تھا +

امیر عبدالرحمٰن الداخل امیر اندلس کی ملکہ حوارہ نہایت درجہ لایقہ خاتون تھیں گو کہ یہ افریقی نسل سے تھیں لیکن اپنے علم وکمال عقل و فراست کی بدولت امیر کی نہایت محبوب ملکہ بن گئیں اور امیر کو ہر سیاسی و تمدنی امر میں نہایت نیک و صائب مشورہ دیتی تھیں۔ امیر عبدالرحمٰن کے بڑے فرزند موجود تھے لیکن امیر نے اپنی نیک نفس ملکہ کے پیارے بیٹے ہشام کو اپنا ولی عہد مقرر کیا یہ انتخاب اتنا لاجواب تھا کہ امیر کی کل رعایا نے اسکو بخوشی تسلیم کرلیا ہشام جیسا متقی پرہیزگار اپنی رعایا پر مہربان امیر دوسرا کوئی نہ ہوا اس نیک امیر کو تاریک طوفانی راتوں میں اپنی رعایا کے گھروں پر جاکر انکی خبرگیری کرنے میں بہت مسرت حاصل ہوتی تھی۔ ہشام میں اپنی نیک طینت ماں کی بہت سی پسندیدہ صفات تھیں جن کی بدولت وہ اپنے سب بھائیوں پر فائق سمجھے جانے لگے ایک لائق نیک ملکہ کی وجہ سے اندلس کو اتنا بہتر امیر نصیب ہوا۔

الحکم اول جب امیر اندلس ہوئے تو انکے چچاؤں نے بغاوت کی حکم نے اس بغاوت کو نہایت عقلمندی سے فرو کیا۔ اور بڑے چچا کے بڑے بیٹے سے اپنی لائق بہن عصفہ کو بیاہ دیا یہ شہزادی نہایت لایق فایق عقلمند فاضلہ تھی۔ حکم نے اپنے بہنوئی کو شہر ماردہ کا گورنر مقرر کر دیا تھا۔ حکم کا ایک وزیر جس کو حکم کے بہنوئی کا عروج برا لگا بادشاہ سے شکایت کی کہ آپ کے بہنوئی بغاوت پر آمادہ ہیں انکی خبر لیجیے۔ امیر کے پاس سے گرفتاری کو فوج گئی گورنر نے اس بے بنیاد اتہام پر خفا ہوکر شہر کا دروازہ بند کرلیا۔ اس پر غضبناک ہوکر حکم نے بہنوئی کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کا ارادہ کرلیا۔ اس موقعہ پر شہزادی عصفہ نڈر ہوکر معاً بھائی کے پاس گئیں مکار وزیر کی کارستانی بھائی کو سنائی۔ عصفہ کی تقریر ایسی فصیح و بلیغ پر تاثیر تھی کہ حکم نے خوش ہوکر اپنے بہنوئی کو بلوایا اور گلے لگاکر نمک حرام وزیر کو سزائے عبرت انگیز دی۔ جس طرح عصفہ کو سیاست میں درک تھا اسی طرح اسکو نظم و نثر میں ملکہ حاصل تھا +

حکم ثانی کی محبوب ملکہ **رضیہ** گو حسین و جمیل تھی مگر بادشاہ رضیہ کو اس کے علم و فضل کی وجہ سے عزیز رکھتا تھا اندلس بھر میں رضیہ کی علمیت کی دھوم مچی ہوئی تھی بادشاہ کی نگاہ میں رضیہ کی عزت و وقعت عظمت اس کی علوئے علمی کے سبب اتنی تھی کہ اسکو نہایت محبت سے "نجم السرور" کا لقب دیا تھا۔ اس علم دوست بادشاہ کے جتنے علمی مشغلے تھے سب میں ملکہ رضیہ شریک رہتی تھیں +

خلیفہ عبدالرحمٰن ثالث اپنے شیفتۂ علم بیٹے حکم کی ہر طرح قدر افزائی کرتے رہتے ایک دفعہ خلیفہ کے پاس ایک لڑکی تحفہ کے طور پر آئی جو نہایت درجہ عالمہ فاضلہ شاعرہ مورخہ ادیبہ تھی اس کی علمیت کی بادشاہ نے یہ قدر کی کہ اسکو اپنے بیٹے حکم کو بخشدیا حکم نے اس فاضلہ کو ایک شہزادی کی طرح رکھا اور "نجم العادت" کے باوقعت لقب سے سرفراز فرمایا حکم کے لیئے اس رضیہ نے بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن میں زیادہ تعداد تاریخ کی

تھی۔ لطیف اشعار پاکیزہ رباعیات زیب قرطاس کیں جو سب کی سب کتب خانہ الحکم کی زینت بن کر اپنے گلہائے رنگین کی خوشبو سے ایک عالم کو معطر کرنے لگے۔ کل سلطنت اندلس میں حکم کی اس فاضلہ رضیہ کی شہرت ہو گئی حکم کی وفات پر غم غلط کرنے کی خاطر رضیہ نے اندلس کی سیاحت کی تو اس سے پہلے ہر شہر و قصبہ میں اس کی شہرت پہنچ چکی تھی جلیل القدر علما فضلا اس کی شہرت کو رشک کی نگاہ سے دیکھتے تھے ۔

امیر عبدالرحمن اوسط کی چار حریں ایسی تھیں جو حسن و جمال لیاقت و کمال میں ایک دوسرے پر سبقت لیجانے کی کوشش کرتی تھیں عبدالرحمن چاروں کو انکی بے مثال خوبیوں کی وجہ سے عزیز و محبوب رکھتے تھے۔ چاروں کے اولاد تھی اور وہ چاہتی تھیں تخت امیری اپنے اپنے بیٹوں کو ملے جس میں سب سے پیش پیش طروب تھی اس کے درجہ پر قلم نامی تھی جو بادشاہ کو طروب کے بعد ہی عزیز تھی طروب کی طبیعت میں حسد و رشک تھا تو قلم کے مزاج میں ہوشیاری چالاکی تدبر تھا لیکن کسی کے بخت نے یاوری نہ کی ثمینہ کی قسمت جاگ اُس کا فرزند محمد تخت نشین ہو گیا۔ تاریخ ان چاروں محترم خاتونوں کو اچھے لایق سیاست دانوں میں شمار کرتی ہے جن کے نام یہ ہیں، شفا، ثمینہ، طروب، قلم،

عبدالرحمن الناصر ثالث کو یورپ کا اعظم ترین اسلامی شہنشاہ کہا جائے تو بالکل بجا ہوگا انھیں خوشنما، حسین خوبصورت شاندار عمارات بنانے کا شوق تھا تو انکی محبوب حرم زہرہ کو اس کا جنون تھا بادشاہ کو ان امور میں مشورہ دیتی تھیں بلکہ تحریک بھی خود ہی کرتی تھیں انہیں کوششوں کا نتیجہ مدینۃ الزہرہ جیسی خوبصورت بے نظیر چیز صفحۂ دُنیا پر نمودار ہوئی (جس کی تفصیل میں عصمت کے کسی پرچہ میں کر چکی ہوں) ۔

امیر حکم ثانی کی ایک کنیز فاطمہ ایسی باتمیز تھی جس کو امیر ہمیشہ اپنے ساتھ رکھتے خواہ سفر ہو یا حضر یہ ایسی فصیح بلیغہ فاضلہ عالمہ تھی کہ امیر کی جانب سے خطوط فرامین احکامات اپنے علم سے لکھتی تھی امیر کی دستخط کے بعد جاری ہوتے تھے امیر کی سکریٹری خاص تھی علما و کتاب اس کی تحریر، اور فصاحت، روانی، مضمون آفرینی کے مداح تھے اسکی خوشخط تحریروں کے دیکھنے کے متمنی رہتے تھے اور اسکی کتابت سارے اندلس میں یکتا مانی جاتی تھی ۔

المستکفی اموی شاہ اندلس کی لایق حسین بیٹی ولادہ کے حسن و لیاقت کی شہرت دور دور پہنچ گئی تھی گو کہ المستکفی نہایت نالائق بادشاہ ثابت ہوا لیکن شہزادی ولادہ کی ناموری شہرت نے اس نالایق بادشاہ کو بھی مشہور کرا دیا دو نہایت لایق فاضل وزیر شہزادی سے شادی کرنے کے بے حد خواہشمند تھے وزیر ابن زیدون کے اشعار قصائد تو شہزادی مذکورہ کو بھی بہت پسند تھے لیکن شہزادی نے شادی کسی سے نہ کی جب مستکفی بادشاہت سے برطرف کیے گئے تو ولادہ نے بھی پردہ ترک کر دیا بڑے بڑے عظیم الشان علما کے مجمع میں جاتیں اپنے ادیبانہ تقاریر دلفریب اشعار سناتیں لیکن کبھی اپنے شاہی وقار و نسائیت میں کسی طرح فرق نہ آنے دیا ولادہ کو

سب سے زیادہ شاعری پسند تھی اسی میں اپنے سہیلیوں کے ساتھ طبع آزمائی کرتی تھیں ۔

خاندان عبادی لخمی کے آخری بادشاہ معتمد عبادی پر جب ادبار کی مصیبت آئی تو انکی لائق فاضل نیک طینت بیٹی بثینہ کسی معمولی شخص کے ہاتھ لگی اس نے شہزادی بثینہ کو ایک امیر کی خدمت میں پیش کر دیا جو شہزادی کی شخصیت سے ناواقف تھا۔ جب شہزادی کے علم و ہنر لیاقت و پاکیزگی طہارت نے اس پر بہت اثر کیا تو شہزادی کو آزاد کر کے اپنے بیٹے سے بیاہنا چاہا شہزادی نے کہا میں اپنے والدین کے بغیر اجازت نہیں کر سکتی اتنا کہہ کر ایک پُر معنی طویل نظم لکھ کر والدین کی خدمت میں روانہ کی یہ فصیح و بلیغ نظم اتنی پُرلطف معنی خیز ہے کہ تواریخ میں تمام و کمال مذکور ہے والدین نے سعادت مند بیٹی کو بخوشی عقد کی اجازت دیتے ہوئے ایک پر نصائح نظم جہیز کے عوض روانہ کی ۔

امیر محمد والی اندلس کی ملکہ اطہرہ نہایت درجہ فاضلہ نیک مخیر خاتون تھی امیر محمد اپنی ملکہ کو بے حد محبوب رکھتے تھے بہت قدر کرتے تھے محمد کے بعد ان کا بیٹا عبداللہ تخت نشین ہوا تو اپنی محترم لایق ماں کا ادب بہت کرتا تھا۔ عبداللہ جو کچھ رعایا کی فلاح و بہبودی کے لیے کرتا تھا سب اپنی ماں ملکہ اطہرہ کے مشورہ وحکم سے کرتا تھا عبداللہ اپنی ماں کا فدائی بیٹا تھا۔ جب اس فاضلہ کا انتقال ہوا تو رعایا بہت غمگین ہوئی عبداللہ تو اپنی زندگی سے بیزار نظر آنے لگا آخر ایک سال بعد اسی غم میں ماں کے شفقت بھرے پہلو میں جا سویا ۔

اشبیلیہ کے بادشاہ معتمد جیسے فاضل شاعر ادیب رنگین مزاج بذلہ سنج بادشاہ تھے اسی طرح ملکہ اعتماد رمیکیہ بھی سب اوصاف میں اپنے بادشاہ شوہر کے ہم پلہ تھیں انکی نظم ونثر کی اعلیٰ قابلیت شعراء وادباء اندلس میں مستحسن قرار پائی تھی۔ ملکہ اپنے سہیلیوں شوہر اولاد سب کو منظوم خطوط لکھا کرتی تھیں انکی شاعری نہایت رنگین بے حد لطافت لیے ہوتی تھی۔ بادشاہ ملکہ رمیکیہ کو بے چاہتے تھے۔ انہیں رمیکیہ کا ایک دلچسپ واقعہ مشہور ہے۔ ایک دفعہ ملکہ اپنے محل کی کھڑکی سے باہر کا نظارہ کر رہی تھیں دفعتاً بہت لطیف تھی ابھی بارش ہو کر تھمی تھی سڑک پر بچے کیچڑ میں کھیل رہے تھے اس سماں سے ملکہ کے دل میں گدگدی پیدا ہوئی بادشاہ حرم سرا میں بلائے گئے فرمائش ہوئی کہ اسی طرح ہم کیچڑ میں چل پھر کر دل بہلائیں گے۔ خواہش کی دیر تھی صحن محل میں صندل کا برادہ بچھا دیا گیا اس پر گلاب چنبیلی خوشبودار عرقیات کو بہا دیا گیا جو مثل کیچڑ کے ہو گیا ملکہ مع سہیلیوں کے تھوڑی دیر اٹکھیلیاں کر کے نکل آئیں بادشاہ ملکہ کی خواہش پوری کر کے بے حد محظوظ ہوئے ۔

اندلس کے مشہور مریہ کے بادشاہ متصم سمادی کی حسین وجمیل بیٹی ام اکرام کا حسن وجمال کا علم وکمال

دور دور مشہور ہوگیا تھا کئی اُمرا شہزادگان شہزادی سے عقد کے خواستگار تھے لیکن شہزادی نے کسی کی درخواست منظور نہ کی۔ شہزادی مذکورہ کے چند لطیف دلچسپ اشعار سے پایا جاتا ہے کہ وہ کسی اور شخص سے شادی کرنا چاہتی تھیں جو شہر دانیہ کا باشندہ تھا جس کی تعریف شہزادی نے اپنے اشعار میں نہایت مہذبانہ طریقہ سے کی تھی اور اپنے رتبے و وقار کی وجہ سے شادی نہ کرسکتی تھیں ؛

امیر حکم ثانی جیسے عالی شان پُر شوکت عالم بادشاہ کا ذکر تاریخ فخر سے کرتی ہے وہاں انکی ملکہ نہایت چاہیتی ملکہ اُنکے اکلوتے فرزند ہشام ثانی کی ماں عُزعُزیا صبیحہ کا ذکر ضرور ہوتا ہے کیونکہ امیر نے اپنے انتقال کے وقت اپنے کم سن بچے ہشام کا ولی انہیں ملکہ صبیحہ کو بنایا تھا۔ ملکہ صبیحہ نہایت درجہ حسین جمیل عقیل و فہیم تھیں ملکی سیاسی امور میں بادشاہ کو اچھے بہترین مشورے دیتی تھیں مگر افسوس اُن کا تدبر سیاست دانی سب انکے بیٹے کے حق میں کچھ مفید نہ ثابت ہوئی بلکہ بنی بنائی سلطنت تباہ و برباد ہوگئی اسی وجہ سے تاریخ میں ایک بدنما داغ ملکہ صبیحہ کے نام کو لگ گیا ؛

ملکہ صبیحہ کو اپنے پیش رو ملکاؤں کی طرح تعمیرات کا شوق بے حد تھا ایک عالی شان نہر عوام کے فائدہ کے لیئے تعمیر کرائی تھی اور ایک خوبصورت مسجد خاص دارالحکومت قرطبہ میں نہایت ذوق و شوق سے تعمیر کرائی تاکہ اپنی مذہبی حمیت دینی جوش بھی رعایا پر ظاہر ہوجائے ؛

مہرالنساء والطر

سفرنامہ کشمیر کا ایک ورق

(گذشتہ اشاعت سے آگے)

سیر گلمرگ۔ بعض ہندوستانی معززین ان کھیلوں کے شوقین اسی میدان میں گالف ہاکی کھیلتے ہیں۔ ڈبل ٹینس کورٹ کئی ہیں، رزیڈنٹ صاحب تین ماہ گرما کے یہیں گزارتے ہیں انکی کوٹھی وہ بھی چوبی مگر ذرا وسیع ہے ہم لوگ ایک سایہ دار مقام پر جہاں نہر بہ رہی تھی اور پر فضا ہوا چل رہی تھی ٹھہر گئے۔

ہمارے آدمی نے بچھونے بچھا دئے بیرسٹر صاحب ترلیٹ گئے۔ کھانا ساتھ تھا سالن وغیرہ گرم کیا گیا ساڑھے بارہ بجے کھانا کھایا تھوڑی دیر استراحت کے بعد ہوا خوری کر اور یہاں کی چیزوں کو دیکھنے نکلے۔ یہاں ایک طرف چھوٹا سا نالا ہے جہاں کل ضرورت کی چیزیں مل جاتی ہیں۔ اس طرف نام کو کچھ سڑکیں ہیں مگر تنگ، یہ دوکانیں ہی سب لکڑی کی ہیں چونکہ جنگل بکثرت ہے یہاں لکڑی کی کیا کمی پہاڑ رصحرا سب ہی جنگل سے پٹے پڑے ہیں ایک طرف ایک پہاڑی پر جو گلمرگ کی سطح سے کوئی چھ سات سو فیٹ بلند ہے ایک مندر ہے۔ اس پہاڑی پر چڑھکر مندر کے اندر گئے یہ شوالا بہت چھوٹا سا ہے نیڈو کا ہوٹل بلحاظ وسعت مکانیت بڑا نہیں ہے۔ سیاحوں کی زیادتی کی وجہ سے بہت سے خیمے استادہ کر دئے ہیں جن میں زیادہ تر یورپین رہتے ہیں۔ اور خوش باشوں کے لیے یہاں خیمے اور پلنگ بکرایہ مل جاتے ہیں۔ یہاں کے چوبی مکانات جنھیں ہٹ کہتے ہیں تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے بعض وقت کرایہ پر نہیں ملتے جسکو کوئی ہٹ کرایہ پر لینا ہو اس کو چاہیئے کہ اپریل یا مئی میں لیلے لیکن پورے موسم کا کرایہ دینا پڑتا ہے جیسا تمام پہاڑی شہروں کا قاعدہ ہے خواہ رہے ایک ہی دن۔ اس لیے جو لوگ گلمرگ دیر سے پہنچتے ہیں اور نیڈو ہوٹل میں جگہ پاتے ہیں یا ہوٹل کے کثیر اخراجات دینا پسند نہیں کرتے وہ اپنے ساتھ چھولداریاں خیمے لیجاتے ہیں یا وہیں کرایہ پر لے لیتے ہیں گر وہ گراں پڑتا ہے ایک روپے سے چار روپے روز تک کا خیمہ مل جاتا ہے چھوٹے بڑے ملاکر چار سو ہٹ ہونگے۔ سب سے بڑا رزیڈنٹ کا ہٹ ہے۔ یہاں کا سیزن جون سے ستمبر تک ہے اس کے بعد برف باری شروع ہو جاتی ہے لوگ مکانوں میں قفل ڈالکر یا چوکیدار مقرر کر کے نیچے اتر آتے ہیں جاڑوں میں ہر شخص یہاں نہیں رہ سکتا ہے البتہ یہاں کے غریب پہاڑی رہتے ہیں انھیں میں سے بعض چوکیداری کی نوکری کر لیتے ہیں۔ ایک شخص جس کو ٹھیکہ دار کہتے ہیں منجانب اسٹیٹ سالانہ کچھ دیکر لائسنس لیتا ہے وہی

خیمے دریاں پلنگ وغیرہ بکرایہ دینے کا مجاز ہے۔ گالف کے میدان میں گھوڑ دوڑ بھی ہوتی ہے۔ گلمرگ کے شمالی جانب دو میل کی چڑھائی چڑھنے کے بعد ایک اور پہاڑ ہے جو گلمرگ سے اور دو ہزار فیٹ بلند ہے اوپر تھوڑی سطح ہے جس پر دوازدہ ماہ برف جمی رہتی ہے اس مقام کا نام کلن مرگ ہے یہاں بستی نہیں اس کی برف پگھل کر اور بہ کر گلمرگ میں آتی ہے صرف برف دیکھنے کے لیے گلمرگ سے کلن مرگ ٹٹوؤں پر جاتے ہیں اور یہاں پہاڑی باشندے پیدل جاتے ہیں ٹٹو کا کرایہ ایک روپیہ ہے دوسری جانب ایک اور پہاڑ ہے جس کا نام بابا رشی ہے کبھی کوئی ہندو فقیر یہاں رہتا تھا اس مقام کو ہندو متبرک سمجھتے ہیں۔ ہندوؤں کے پرستش کے مقامات بے گنتی ہیں کشمیر کے چپہ چپہ میں ہے اسی طرح مسلمانوں کے متبرک مقامات بزرگانِ دین کے مزارات جن کو زیارت کہتے ہیں یعنی زیارت گاہ سمجھنا چاہیے بے گنتی ہیں۔ گلمرگ سے بلند تر دوسری جانب ایک مقام ہے اس کو اپا تھری کہتے ہیں یہ گلمرگ کی سب سے اونچی چوٹی ہے سطح سمندر سے تیرہ ہزار فیٹ بلند ہے یہاں بھی دوازدہ ماہ برف جمی رہتی ہے چونکہ ہم ایک ہی دن کے لئے گئے تھے اس لیے اونچی چوٹیوں پر جانے کا وقت نہیں ملا۔ چار بجے واپس آئے چائے کا سامان ساتھ تھا، چائے بنوائی چائے پیکر گلمرگ کو خدا حافظ کہا چونکہ اترائی آسان ہوتی ہے ایک گھنٹہ میں اتر آئے پانچ بجے ٹھیک مرگ پہنچے حیدر علی مرزا نے ٹٹو ٹٹو والے کے حوالہ کر دیا تھا اور تمام راستہ پیدل چلے جا بجا خوشنما منظر کا فوٹو لیتے رہے کیمرہ ساتھ تھا۔ ٹھیک مرگ جب پہنچے تو بڑی گڑبڑ دیکھی اہلیان پولیس وہاں جمع تھے معلوم ہوا کہ ایک پولیس والے کانسٹبل کو کسی کے موٹر ڈرایور نے خوب پیٹا تھا وہ بیہوش ہو گیا تھا اسکو گلمرگ کے ہسپتال میں اوپر بھیجدیا گیا موٹر والا سکھ تھا اور مضبوط تھا باتوں باتوں میں لڑائی ہوئی یہاں تک کہ مارپیٹ کی نوبت آئی بیچارہ پولیس کا جوان دُبلا پتلا ایک مسلمان تھا بہت زخمی ہوا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ شاید مر جائے گا چونکہ مسلمان تھا کشمیر میں کون پوچھتا ہے مسلمانوں کی حالت باوجودیکہ مسلمان وہاں ستانوے فی صدی ہیں بیحد ناگفتہ بہ اور کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ جب ہم موٹر پر سوار ہو چکے تو مسٹر ویکفیلڈ جو حیدر آباد میں مدتوں صدر ناظم مال رہ چکے ہیں اور اب کشمیر میں یکے از وزرا منسٹر کے درجہ پر ہیں وہ ٹنگ مرگ میں ٹھہرے ہوئے ہیں وہ ہماری موٹر کے پاس آ کر بیرسٹر صاحب سے باتیں کرنے لگے اور اس مارپیٹ کے واقعہ کی نسبت افسوس ظاہر کیا۔ چھ بجے ٹنگ مرگ سے روانہ ہوئے اور سرینگر ہوتے ہوئے اپنے جائے قیام گاندربل میں شب کے آٹھ بجے پہنچے ۔

صغرا ہمایوں میرزا

صالحات

دُنیا کی بلند تریں اور خوبصورت عمارتیں جو بے مثل اور بے نظیر سمجھی جاتی اور عجائبات عالم میں شمار ہوتی ہیں، صدیاں گذر جانے پر بھی آج اسی طرح کھڑی ہیں۔ سخت سے سخت طوفان اور تند سے تند آندھیاں جو ان کو نقصان نہ پہنچا سکیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انکی بُنیادیں نہایت مضبوط ڈالی گئی تھیں۔ اسی طرح دُنیا کے بڑے بڑے ادیبوں، انشاپردازوں اور شاعروں نے جن کی تصانیف نے، بگڑی ہوئی قوموں کو بنا اور گرے ہوئے افراد کو اُبھارا، اپنے خیالات کی سنگین عمارتوں کی بُنیاد رکھنے میں کچھ ایسی محنت اور جانکاہی سے کام لیا تھا کہ زمین و آسمان بدل گئے مگر انکا درد جو کلیجہ سے اُٹھکر زبان پر آیا تھا اس وقت بھی دوسروں کے آنسو گرا دیتا ہے۔ اسی اُصول کے زیر تحت میدان اُردو میں حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کا قصر ادب جس پر بقائے دوام کا جھنڈا لہلہا رہا ہے اس لیے رفیع الشان ہے کہ اس کی بُنیاد صالحات اور منازل السائرہ جیسی اپنے رنگ کی بے مثل تصانیف پر ڈالی گئی تھی +

قوم کی ترقی کا دارومدار عورتوں پر ہے۔ جس قوم کی عورتوں پر جہالت کے تاریک سیاہ بادل چھائے ہوئے ہیں وہ بالآخر مٹ جائے گی اور جن قسموں میں عورتیں اپنے بُرے بھلے کا امتیاز کر سکتی ہیں، اپنے فرائض سے باخبر ہیں، اور تعلیم یافتہ ہیں وہ بام ترقی پر پہنچیں گی اور پہنچ کر رہیں گی، یہ تھی قوم کی وہ تشخیص جس پر علامہ راشد الخیری قبلہ کی آج سے قریباً ۳۵ سال قبل نظر پہونچی اور تمام عمر اسی اور صرف اسی چیز کو اپنے سامنے رکھا، اصلاح نسواں، ترقی نسواں، تعلیم نسواں، تربیت نسواں اور حقوق نسواں کے جو جو نسخے اس عرصہ میں قوم بیمار کے سامنے پیش کیے گئے کون انکار کر سکتا ہے کہ انہوں نے آب حیات کا کام نہ کیا۔ ایک دو نہیں۔ دس بیس نہیں سو دو سو نہیں ہزاروں گھر تباہی اور بربادی سے بچ گئے، عورتوں کو اپنے فرائض معلوم ہونے لگے اور مردوں کو عورتوں کے حقوق کا احساس ہونے لگا۔ اصلاح نسواں کا پہلا نسخہ، حقوق نسواں پر پہلا آنسو، قصر ادب کا بُنیادی پتھر یعنی کتاب صالحات کا شائع ہونا تھا کہ مصنف کی درد و اثر سے ڈوبی ہوئی طرز تحریر کا سکّہ بیٹھ گیا۔ مگر کتاب پھر ایسی ناپید ہوئی کہ کہیں ڈھونڈے بھی نہ ملتی تھی اور شائقین ادب

گئی گئی قیمت پر خریدنے کے لیئے بے تاب تھے۔ دو سال ہوئے عصمت کے مخصوص نامہ نگار مولوی محمد ظفر صاحب ام اے نے جن کی وسعت نظری قابل رشک ہے اور جن کا قلم تنقید کا بادشاہ ہے صالحات کی موت کو مسلمان لڑکیوں کے ناقابل تلافی نقصان سے تعبیر فرمایا انکے ان الفاظ نے کہ مولانا کی بیش بہا تصانیف میں صالحات کا مردہ جسم بھی حیات ابدی سے مالا مال ہے۔ میرے دل پر بہت اثر کیا۔ اور میں نے کتاب کو شایع کرنے کا عزم مصمم کر لیا۔ زر کثیر کے صرف سے حق تصنیف واپس لیا، بڑی کوششوں سے پہلے ایڈیشن کا ایک نسخہ حاصل کیا اور حضرت مصنف سے نظر ثانی کرانے کے بعد آج میں نہایت فخر سے اعلان کرتا ہوں کہ صالحات یعنی حیات صالحہ پھر چھپ کر طیار ہے +

صالحات وہی کتاب ہے جس پر شمس العلماء ڈاکٹر مولوی نذیر احمد مرحوم نے فرمایا تھا۔

"اپنی کتابوں کے علاوہ قصص میں یہ پہلی کتاب ہے جو میں نے شروع سے آخر تک پڑھی۔ اور اگر مجھکو یقین کامل نہ ہوتا تو کہہ دیتا کہ صالحات میری لکھی ہوئی ہے اور مسودہ چوری گیا"

شام زندگی شب زندگی کی طرح صالحات بھی معاشرتی اصلاحی ناول ہے جس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے حالات لکھے گئے ہیں۔ اور اتلاف حقوق العباد سے بحث کی گئی ہے اور دکھایا گیا ہے کہ وہی باپ جو اولاد کا عاشق زار ہے کس طرح بیوی کے مرنے کے بعد جان کا دشمن ہو جاتا ہے اور جاہل سوتیلی ماں، کس طرح سوکن کے بچوں کی مٹی پلید کرتی ہے۔ قصہ کے ضمن میں آج سے چالیس سال پہلے کے مسلمان گھرانوں کی معاشرت، رسم و رواج وغیرہ نہایت دلچسپ طریقہ سے بیان کیے گئے ہیں طرز تحریر سبحان اللہ، زبان وہی قلعہ کی بیگماتی، کوثر سے دُھلی ہوئی، واقعات اس قدر مؤثر ہیں کہ کلیجہ کے پار ہوتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر میں ایک ٹکڑا عصمتی بہنوں کی دلچسپی کے لیے نقل کر دیتا ہوں وہ خود بھی اندازہ کریں گی کہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ ضخامت پونے دو سو صفحے، کاغذ لکھائی چھپائی نفیس

قیمت عہ/ علاوہ محصول ــــــ ملنے کا پتہ:۔ دفتر عصمت دہلی

راز ق الخیری

مینہ کی جھڑی لگی ہوئی تھی اور صالحہ بیہوش پڑی تھی۔ دس بجے رات کے آنکھ کھولی تو دیکھا بھائی بیٹھا رو رہا ہے اکروٹ لینی چاہی۔ نہ لی گئی ا پانی مانگا۔ اُٹھا نہ گیا۔ لیٹے ہی لیٹے تھوڑا سا پیا ا رات کا سناٹا، مینہ کا زور

ہوا کا فراٹا، سب کے دِل دہل رہے تھے! بڑے بڑے عالیشان مکان، چونہ گچی کی عمارتیں، گرتی چلی جاتی تھیں اور مینہ نہ تھمتا تھا! ذرا کم ہوا اور ہوا ہوا پکھہ کم، اور پھر اندھیری دیکر آیا! بارش کیا تھی خدا تہا سینکڑوں مکان ڈہے گئے اور بیسیوں دب کر مر گئے تمام حسنپور میدان حشر بنا ہوا تہا! ایک نفسی نفسی کا عالم تہا! عورتیں اور مرد سڑکوں پر پھر رہے تھے، پردہ نشین عورتیں مال و اسباب چھوڑ چھاڑ نکل کھڑی ہوئیں کہ مسجدوں میں جاکر پناہ لیں۔ چاروں طرف سے دُھواں دھوں مکانوں کی آواز چلی آرہی تھی۔ کس غضب کا مینہہ تہا معاذ اللہ۔ مینہ کیا ایک طوفان تھا جس نے صالحہ مصیبت زدہ کی درد انگیز داستان کو ختم کر دیا۔ شیش محل جس میں سید کاظم تہا زیادہ قابل اعتبار تھا۔ محلہ والے وہیں آگئے تھے۔ دو بجے کے بعد خدا خدا کر کے ذرا مینہ کم ہوا تو دِل ٹھکانے ہوئے۔ تین بجے ہونگے کہ صالحہ نے آنکھ کھولی چراغ جل رہا تھا۔ ناظم کو بُلا کر گلے لگایا۔ بخار تمیزا کے ماں سے لیکر آئی تھی۔ اُس میں پڑی چوٹ بالکل لوٹ پوٹ ہوگئی۔ بھائی کو پیار کیا، رونے لگی، بات کرنا چاہتی تھی، مگر بولا نہ جاتا تہا، کراہتی۔ مگر آواز نہ نکلتی تھی آہستہ سے کہا۔ "جاکر ابا کو بُلالا۔ میری حالت زیادہ خراب ہے۔ وہ مجھ سے ناراض ہیں۔ قصور معاف کروالوں ایسا نہ ہو میں اُنکے گناہ میں پکڑی جاؤں۔ ناظم۔ سر میں بہت تکلیف ہے بھیجا نکلا پڑتا ہے میری طرف سے ہاتھ جوڑ کر کہدے میرا جی ابا کے دیکھنے کو تڑپ رہا ہے۔"

ناظم روتا ہوا باپ کے پاس گیا وہ پڑا سوتا تہا تمیزا جاگ رہی تھی۔ مارنے اُٹھی، چُپکا چلا آیا۔ آکر دیکھا تو بہن بالکل بیہوش پڑی تھی۔ صالحہ کی وہ گفتگو آخری گفتگو تھی پھر ناظم کو اُس سے بات کرنی نصیب نہ ہوئی +

سید کاظم نے اوپر جاکر دیکھا کہ ایک عالیشان محل ہے۔ جا بجا نہریں جاری ہیں فوارے اُچھل رہے ہیں چاروں طرف ایک خوشنما باغ ہے۔ طرح طرح کے درخت لگے ہوئے ہیں۔ شاخیں میووں سے لدی ہوئی جھوم رہی ہیں۔ رنگ برنگ کے پھول کھلے ہوئے ہیں۔ طائرانِ خوش الحان ڈالیوں پر بیٹھے تسبیح و تہلیل کر رہے ہیں۔ کیسی کیسی خوبصورت عورتیں جو آجتک سنگاہ سے نہ گذری تھیں۔ آراستہ پیراستہ۔ اِدھر اُدھر پھر رہی ہیں۔ یہاں کے رہنے والے عجیب آزاد و بے باکانہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کسی قسم کا کھٹکا ہے نہ کسی طرح کا فکر، کھانے کی تلاش ہے نہ کپڑے کی جستجو۔ ہر قسم کی نعمت آنکھوں کے سامنے موجود ہے۔ شربت اور دودھ کی نہریں لہریں لے رہی ہیں۔ جس چیز کی طرف نظر اُٹھا کر دیکھا خود بخود مُنہ میں آپڑی۔ محل کے دروازہ پر جو زمرد و جواہر سے مزین ہے چند خوبصورت دربان کھڑے ہیں۔ جب کوئی نیا شخص داخل ہوتا ہے۔ تو

اُسکو نہایت عزت و احترام سے اندر لیجاتے ہیں۔ اوپر نگاہ اُٹھاکر دیکھا تو لکھا تھا تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُورِثْتُمُوهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ سوچنے لگا کہ الٰہی یہ کیا مقام ہے اور یہ کون لوگ ہیں۔ اگر یہ جنت ہے تو میں بے مرے جنت میں کہاں سے آگیا۔ ہائے مجکو موت منظور مگر یہاں سے جانا منظور نہیں۔ سوچ ہی رہا تھا کہ ایک شخص نے اس کا ہاتھ پکڑا محل سے باہر لایا اور پہاڑ کی دوسری طرف پہونچا گیا۔ یہاں آکر دیکھا تو کچھ اور ہی سماں نظر آیا۔ یہ ایک چٹیل میدان تھا۔ ہرطرف ٹیلے تھے اور جا بجا نشیب و فراز بیچ میں ایک کنواں بنا ہوا تھا جو کوسوں دُور چلا گیا تھا۔ هٰذِهٖ جَهَنَّمُ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ آگ بھری ہوئی تھی اور شعلے نکل رہے تھے۔ آدمیوں کے چیخنے چلانے کی آواز آرہی تھی۔ بڑے بڑے اژدہے اور دو دو تین تین گز کے بچھو ہرطرف پھر رہے تھے۔ یہاں کے رہنے والوں پر سخت عذاب ہو رہا تھا۔ مگریوں سے سر کرتے جاتے تھے۔ قینچیوں سے زبانیں کتری جاتی تھیں۔ کھانے کو آگ پہننے کو آگ اوڑھنے کو آگ بچھانے کو آگ ہرطرف آگ ہی آگ تھی۔ پیاس لگتی تھی تو اُن ہی کے جسموں کا خون اور اُن ہی کے زخموں کی پیپ پلادی جاتی تھی۔ یہ حالت دیکھکر سید کاظم کی روح فنا ہوگئی ایسا خوف چھایا کہ اُلٹے پاؤں بھاگا پھر اُسی پہاڑ پر چڑھا مگر اب دربانوں نے اندر نہ جانے دیا۔ مجبور ایک درخت کے نیچے کھڑا ہوگیا سامنے سے ایک پالکی آتی دکھائی دی۔ چار آدمی کندھوں پر لیے ہوئے تھے اور خوشی کے نعرے بلند کر رہے تھے۔ جب یہ پالکی قریب پہونچی تو آمنہ سید کاظم کی پہلی بیوی عالمہ کو گود میں لیے محل سے باہر نکلی۔ پالکی کا پردہ اُٹھایا تو صالحہ نہایت زرق برق پوشاک پہنے بیٹھی تھی۔ باہر نکالا گلے لگایا۔ بہت دیر تک لگائے رہی۔ اندر لیجانے لگی۔ صالحہ کی نظر باپ پر پڑی۔ اسی طرف بڑھی کہ باپ سے ملے۔ مگر آمنہ نے ہاتھ پکڑ لیا۔ سید کاظم کو اشارے سے اپنے پاس بلایا۔ اور کہنے لگی۔

"تم نے میرے بچوں کی جیسی مٹی پلید کری خدا نہ کرے کہ دشمن کی بھی ہو۔ جیسا تم نے میری اولاد کو غارت کیا انشاء اللہ تم خود برباد ہوگے۔ صالحہ عالمہ تمہارے پاس چند روز کی مہمان تھیں۔ تم نے ایسا پریشان کیا کہ خدا کسی مسلمان کو نہ کرے۔ تم نے میرے بچے سوتیلی ماں کے ہاتھ میں ڈال دئے یہ بچے میری آنکھ کے تارے میرا خون، میرے جگر، میرے پیارے اس قابل نہ تھے کہ انکی حالت نوکروں سے بدتر ہوجائے۔ صالحہ میری پیاری، فاقوں کی ماری۔ کیا اسی لایق تھی کہ اس پر چار چوٹ کی مار پڑے اور تم کو خبر نہ ہو؟ تمیزا اور تم آرام کرو اور میرے بچے غلام بنے پھریں؟ تم بیٹھ کر ناشتے اُڑاؤ، نعمتیں کھاؤ اور میرے بچے تمہارا منہ دیکھیں؟ تم چھپر کھٹ میں آرام کرو اور صالحہ تین بجے سے تمہارے پانی کا انتظام کرے؟ تمیزا صبح شام کمرے سے باہر نہ نکلے اور میرے بچوں کے نام کا پھٹا ہوا رضائی کا چیتھڑا نہ ہو؟ میرے بچے

اسی قابل تھے کہ چلتے کے جاڑے میں سوں سوں کرتے پھریں؟ کیا خدا کی شان ہے! ناظم میرا بچہ میری جان میرا ایمان بے سبب بے قصور تم اُس سردی میں ایسی بیدردی سے مارو کہ بیہوش ہو جائے اور کوئی آہ نہ کرے!! عالمہ تین برس کی بچی اس قابل تھی کہ تمیزا کے حکم سے ڈبیا اٹھا کر لائے! صالحہ میری مظلوم بچی میری معصوم بیٹی، تمہارے ظلم سہتے ہوئے آئی اور اُف نہ کی! یہ اسی لایق تھی کہ تمیزا بھرے مہانوں میں چوری کا الزام لگا کر بدنام کرے؟ صالحہ اس ماں کی بیٹی تھی جس نے بیس برس تک تمہاری خدمت کی دن رات تمہاری اطاعت کی اور کبھی تمہاری بات کا اُلٹ کر جواب نہ دیا! تم نے کیونکر یقین کر لیا کہ صالحہ کو تمہارے مرجانے سے چین ہو جائے گا؟ رات رات بھر میں تمہاری خدمت کی اُس محنت کا یہ نتیجہ ملا کہ چور بنی مکار بنی! کام کسی کا اور نام کسی کا! مال جلال آباد جائے اور مٹی صالحہ کی برباد ہو۔ اب بچتانے سے کیا فائدہ سر اُٹھاؤ آنکھ ملاؤ۔ صالحہ اسی قابل تھی کہ آخر وقت تمہاری صورت کو ترسے اور تڑپتی ہوئی مر جائے؟ غضب خدا کا یہ بارش اور یہ طوفان کہ تمام دُنیا الامان اور الحفیظ پکارے! سارا شہر تمہارے ہاں آکر ٹھہرے اور میری بچی ایک ٹوٹے ہوئے گھر میں پڑی رہے! کیا صالحہ اسی لایق تھی کہ مرتے دفعہ کوئی حلق میں پانی ٹپکانے والا میسر نہ یٰسین سُننی نصیب؟ آپ پلنگ پر پڑی ہوا موت سرہانے کھڑی ہو اور ناظم پائینتی بیٹھا ہو جان کندنی کی حالت ہو اور تم چین سے سوتے ہو؟ وہ زمانہ ناپائدار تھا اب گذر گیا تم نے جو کچھ مصیبت پہونچائی خوب کیا، جو کچھ اذیت پہونچائی، اچھا کیا! تمہارے بنانے سے صالحہ بدنصیب نہیں ہو گئی۔ اس صابر شاکر مظلوم معصوم سیدانی کا آج تین دن سے جنت میں انتظار ہو رہا ہے! ایک خاص مکان اُس کے رہنے کو بنایا گیا ہے! اور وہ دیکھو ہزاروں آدمی اُسکو لینے آرہے ہیں"

خیال

نظم نما نثر

کبھی وہ آسمانی گہرائیوں کے پوشیدہ پتے لگاتا ہے
مگر بعض وقت وہ زمین کی ادنیٰ باتیں سمجھنے سے بھی قاصر رہتا ہے!
وہ کبھی کوہ ایورسٹ پر بہ آسانی چڑھ جاتا ہے۔
مگر اکثر صورتوں میں وہ اک معمولی دیوار بھی بہ مشکل پھاند نہیں سکتا!
جب ہماری خلوت پسند روح! سر جھکائے پرسکون
ویرانوں میں بیٹھتی ہے،
تو یہ اس کے آگے میدان جنگ کے شورش انگیز مناظر
پیش کرکے اسے بے چین کر دیتا ہے!
مگر جب ہمارے جسم غنیم کے تیر و تلوار سے چھلنی ہوتے
ہیں، تو یہ شورش میدان سے دور دور، کھلے ہوئے پرسکون
شاہراہوں پر کھڑا قہقہے لگاتا ہوتا ہے!
کبھی اس کی فتنہ زا آنکھیں سونے کے چھپے ہوئے کانوں
کی جگمگاہٹ کو جھانک آتی ہیں،
مگر اکثر اوقات اس کی اندھی آنکھیں شفاف سطح آب
پر تیرنے والے موتی کو بھی نہیں دیکھ سکتیں!

مس حجاب اسمٰعیل

نثر میں شاعری علامہ راشد الخیری مدظلہٗ نے قلب حزیں کے دردواثر سے
لبریز لطیف مضامین میں کی ہے ایک ایک جملہ بار بار پڑھنے کو
جی چاہتا ہے قیمت ۸ر **منیجر عصمت دہلی**

تبسم

عزیزی مس حجاب سلمہٗ کا شمار ان خاص لڑکیوں میں ہے جن پر
ہماری قوم فخر کرسکتی ہے کہ ایسی لڑکیاں بار بار آنے والی
نہیں۔ اس عمر میں مضمون نگاری پر انہیں کافی عبور حاصل
ہے اور خیالات میں نہایت وسعت ہے۔ جنوری ۳۰ء
کے 'عصمت' میں اونکی ایک نظم نما نثر شائع ہوئی ہو
انہیں خیالات کو میں نے نظم کا جامہ پہنایا ہے کہ یہ نغمہ
اور سحر انگیز ہو جائے۔ نبیل

زرد اور پژمردہ چہرہ دیکھ کر میں نے کہا — اے سہیلی، مری پیاری فائدہ پھر اس سے کیا
زرد روئی زندگی کا ہے حقیقت میں مآل — تو محبت ہی کو دنیا کے دل سے دے نکال
آج ملک نسائی آبادی میں اس سے فائدہ — خوبروئی میں اضافہ کیا ہوا کچھ تو بتا
ہے فساد و فتنہ برپا ایک دو ہم ہی سہی — قلب انسان کو ملی ہو اس سے راحت ہی کبھی
پھینک دو اے دوست شاعری سے پھینک دو — پڑھ رہے ہو غور سے بیٹھے ہوئے کیا شعر کو
رزش الفت کا کچھ بھی گر تمہیں احساس ہے — تم فنا کر دو اسے یہ مرجب یاس ہے
سن کے میری گفتگو وہ بے طرح تھی کانپتی — یعنی وہ اک روح ہے جو شب کو آتی ہے
اس بیابان غار میں پھر زندہ ہم کیونکر رہیں — مدعا یہ ہو نہیں سکتا کہ مر مر کر جئیں
ہر شب تاریک اک گھر میں روشن شمع ہو — تم گذارے جاؤ گی کب تک یونہی تنہا رہو
مانا یہ بے شمع کے بھی گر بسر ہو جائیگی — کیا کتابوں کی روش بھی کچھ نظر میں آئیگی
پڑھ سکو گی کس طرح سے وہ کتابیں خوشنما — ہیں نئے گیت ازبر جو رکھی ہوئی ہو دربدر
مسکرا کر آسمانی وہ جو چادر ریشمی — تھی منقش پہنے شانوں پہ اسے برابر ڈالی

نور سے تشبیہ الفت کی تھی اچھی بے مثال
شک نہیں اس میں کہ ہے اک لطیف اسکا خیال

حجاب

تعلیم میں فرق

اشرف المخلوقات کے معزز لقب سے مرد و عورت یکساں طور پر مخاطب کیے گئے ہیں اسی طرح لفظ انسان بھی دونوں کے لیے یکساں استعمال ہوتا ہے اور اسی طرح لفظ آدمی بھی۔ دو ہاتھ، دو پاؤں، دو کان۔ دو آنکھ وغیرہ۔ جس طرح خدا نے مرد کو عطا فرمائے اسی طرح عورت کو۔ معمولی سے معمولی سمجھ والا آدمی بخوبی جان سکتا اور اندازہ کر سکتا ہے۔ کہ ایک صحت مند و مکمل انسان کے لیے ان تمام چیزوں کی کیسی ضرورت ہے۔ اگر ایک تندرست چاق و چوبند آدمی کا ایک پاؤں یا ہاتھ نہ ہو یا بیکار ہو گیا ہو تو وہ تندرست کہلائے جانے کا قطعی مستحق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ایک اچھا طاقتور انسان جس کی کوئی آنکھ یا کان بیکار ہو گیا ہو۔ بے عیب کہلائے جانے کا مستحق نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مرد و عورت بھی حضرت انسان کے دو مشترکہ عضو ہیں۔ اور ایک کی مدد و ہمدردی کے بغیر دوسرے کی ضرورتوں کا بہ آسانی پورا ہونا۔ اور میدان ترقی میں برابر دوڑ سکنا ناممکن ہے ✦

آپ قیاس کیجئے کہ مرد جسم انسانی کا دایاں بازو ہیں۔ تو عورتیں بایاں بازو۔ بیشک دائیں بازو کو بائیں پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ جو کام دایاں ہاتھ بآسانی کر سکتا ہے وہ بایاں ہاتھ اُس آسانی سے نہیں کر سکتا۔ مگر جہاں دایاں ہاتھ کسی کام کو کر سکتا ہے۔ وہیں بائیں ہاتھ کے مدد کے بغیر وہی کام اس آسانی سے انجام نہیں دے سکتا۔ جو بائیں ہاتھ کی مدد سے ممکن ہے۔ بعینہٖ یہی حالت و کیفیت نظام دنیا میں مرد و عورت سے متعلق ہے۔ ہاں فرایض میں نمایاں فرق ہے ✦

غرض جس طرح مردوں کا تعلیم یافتہ ہونا ضروری مانا گیا ہے۔ اسی طرح عورتوں کی تعلیم بھی تسلیم کر لی گئی ہے۔ مگر افسوس ابھی تک یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ کیسی تعلیم ہو کیا نصاب ہو۔ وغیرہ وغیرہ دونوں کی تعلیم دونوں کا نصاب بالکل یکساں ہونا ہی ضروری و مفید ہے۔ ہاں جنسی فرایض و ضروریات کے متعلق خاص کورس دونوں کے لیے الگ الگ ہوں۔ تاکہ وہ اپنی اپنی ذمہ داریوں کا اندازہ کرتے ہوئے بحسن و خوبی اپنی آیندہ زندگی انجام دے سکیں اور دوسرے کو راحت و آرام پہنچائیں ✦

جہاں مردوں کے لیے متفرق علوم مثلاً زوآلوجی۔ باٹنی۔ جیالوجی۔ فزیالوجی۔ سیکالوجی۔ کیمسٹری وغیرہ و نیز علوم

لٹریچر مثلاً تاریخ جغرافیہ۔ اکنامکس وغیرہ کا حاصل کرنا ضروری ولازمی مانا گیا ہے۔ اسی طرح عورتوں کو بھی ان مفید و دلچسپ معلوماتی علوم سے قطعی محروم نہ رکھنا چاہیئے بہت نہ سہی۔ مگر ایک حد تک واقفیت حاصل کرانا ضروری ہے۔ ہمارے تجربہ کار بزرگ کہتے ہیں کہ بھلا اس قسم کے علوم کے حصول سے فایدہ؟ انکی رائے ہے کہ لڑکیوں کو وہی علوم پڑھائے جائیں۔ جن سے انکی آیندہ زندگیاں ہنسی خوشی آرام واطمینان سے بسر ہوسکیں یہ خیال بڑی حد تک صحیح ضرور ہے۔ مگر کون کہہ سکتا ہے کہ لڑکیوں کی آیندہ زندگی کس قسم کی ہوگی؟ اور کیسے مذاق کے لوگوں کے ساتھہ گزرے گی۔ ایسی ہی حالت اور کیفیت لڑکوں کی بھی تو ہے۔ آجکل کالجوں میں دو قسم کی تعلیم دی جاتی ہے۔ ایک تو سائینس کی دوسری لٹریچر کی۔ لڑکے اپنے حسب مذاق چاہے سائنس کی ڈگری حاصل کریں یا لٹریچر کی۔ مگر جب کالج سے ڈگری لیکر نکلتے ہیں تو شاذ ہی انکے اختیاری علوم حصول ملازمت کے معاملے میں کار آمد ہوتے ہیں۔ یہی حالت لڑکیوں کی بھی ہے +

ہمارے اسلاف کے سوانح عمریوں کے مطالعہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانے میں عورتوں مردوں کے نصاب طریق تعلیم وغیرہ میں کچھ ایسا اختلاف نہ ہوا کرتا تھا۔ دیکھیئے ان میں کیسی کیسی خواتین تھیں۔ وہ جنگوں میں شریک ہوتی تھیں۔ مردوں کو جوش دلاتی تھیں۔ خود بھی تلوار چلاتی تھیں۔ خندقیں بھی کھودتی تھیں۔ زخمیوں کو پانی پلاتیں اور تیمار داری کرتی تھیں۔ غرض وہ کسی بات میں مردوں سے پیچھے نہ رہتی تھیں +

اُم امارہ کو ہی دیکھیے کس طرح زخمیوں کو پانی پلاتی پلاتی بوقت ضرورت آنحضرت صلعم کی حفاظت کے لیے شمشیر بکف کھڑی ہوگئیں۔ انطاکیہ کی لڑائی میں **حضرت خولہ** اپنے بھائی ضرار کے پہلو بہ پہلو کس بہادری سے لڑی تھیں۔ **حضرت خنسا** عرب کی مشہور شاعرہ نے کیسے جوش خروش سے اپنے دلبند فرزندوں کو جہاد پر روانہ کیا۔ **حضرت اسماء** کیسی ہمت سے اپنے فرزند کو راہِ خدا میں بھیجا۔ مگر ہم ہیں کہ تلوار کے نام ہی سے روح فنا ہوکر رہ جاتی ہے ایک وہ تھیں کہ خونریز لڑائیوں میں موجود رہ کر کارہائے نمایاں انجام دیتی تھیں۔ شجاعت و جوانمردی کے علاوہ علوم وفنون میں بھی یکتائے روزگار تھیں۔ **حضرت عائیشہؓ** کے فہم وادراک کا خیال فرمایئے۔ بڑے بڑے لایق صحابہ ان سے جاکر مسائل دریافت کیا کرتے تھے +

بنی اُمیہ کے زمانے میں بھی ایک خاتون ام المویدزینب ہوگزری ہیں۔ جنھیں اس زمانے کے جید فقہا نے لیاقت کی سند دی تھی۔ عہد سلطان صلاح الدین میں ایک خاتون تقیہ علم حدیث پر لکچر دیا کرتی تھیں۔ جس وقت مسلمان اسپین پر حاکم تھے اسوقت بھی انکی خواتین کی علمی لیاقت اپنے زمانے کے مردوں کے برابر ہوتی تھی۔ **حسانہ** بنت ابوالحسین اور ام العلی۔ **امۃ العزیز** وغیرہ خواتین مشہور عالموں میں شمار ہوتی تھیں۔ مریم بنت ابویعقوب

قاضی بن الحنا ام-تھیں کرتی دیا تعلیم کی نظم و نثر لٹریچر فصاحت۔ تھیں جاتی مانی عالم بڑی تھیں باشندہ کی سیول
بن محمد عبدالحق بڑی شاعرہ و زبردست فقیہہ سمجھی جاتی تھیں۔ العروضیہ جو ویلینا میں رہتی تھیں صرف و نحو کی ماہر و فصاحت کی ملکہ سمجھی جاتی تھیں +

میں یہ تو نہیں کہتی کہ ہمیں اپنے زندگی کا کوئی نصب العین مدنظر نہ رکھنا چاہیے۔ رکھیں اور ضرور رکھیں۔ مگر وہ ایسا یقینی نہ ہو۔ جس کے بدلے پر ہمیں تکلیف رنج و مشکلات کا سامنا کرنا پڑے اور ہم کڑھنے لگیں۔ لہٰذا ضروریاتِ زمانہ و روش زندگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے نہایت ضروری ہے کہ لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کا بھی حسب ضرورت زمانہ پورا پورا خیال رکھا جائے۔ غور تو کیجئے کہ کسان کی بیوی اپنے شوہر کی کس حد تک ممد و معاون ہوتی ہے۔ زراعت کے ہر ہر کام میں برابر اپنے شریک حیات کا ہاتھ بٹاتی رہتی ہے۔ اسی طرح مزدور سخت محنت میں مصروف ہوتا ہے تو اسکی بیوی بھی آرام سے نہیں بیٹھی ہوتی۔ وہ مٹی کھودتا ہے تو وہ سر پر مٹی کے ٹوکرے اٹھاتی ہے۔ وہ پتھر پھوڑتا ہے تو یہ پتھر ڈھوتی ہے پھر برابر برابر مدد پہنچانے کے باوجود فرائض نسوانی سے بھی کوتاہی نہیں کرتی۔ جب ایک جاہل بیوی اپنے جاہل میاں کو ہر طرح آرام و راحت پہنچا سکتی اور مدد دے سکتی ہے۔ تو کیا سچ مچ ایک مہذب بیوی اپنے مہذب رفیق حیات کو ہر طرح کی امداد و راحت تسکین کے سامان اپنی رجہ سے بہم نہیں کر سکتی ؟ بیشک بآسانی پہنچا سکتی ہے۔ یہ فرق۔ یہ شکایت اتنا اختلاف صرف تعلیم و تربیت کے اختلاف کا ہے۔ دیکھئے قرن اولیٰ کی خواتین کی مثالیں ابھی آپ کی نظر سے گزر چکی ہیں جن کی تعلیم و تربیت اور انکے مردوں کے نصاب میں کچھ فرق نہوتا تھا۔ اس لیے انکے کارناموں میں کچھ زیادہ فرق نہوا کرتا تھا۔ کوئی قوم جب ہی ترقی کر سکتی ہے جب انکی عورتوں کی حالت بلحاظ علمیت تمدن و معاشرت اچھی ہو۔ اور مائیں اپنے بچوں کے دلوں میں حریت شجاعت اور عالی حوصلگی کا بیج بوئیں۔ اور بہادری مردانگی سچائی و انصاف سکھائیں۔ تاکہ وہ کارآمد انسان بنیں۔ قوم و وطن کے کام آئیں۔ مگر یہ سب جب ہی ممکن ہے۔ جب کہ انکی تعلیم و تربیت کی طرف خاص توجہ کی جائے۔ اور معلومات میں اضافہ ہو +

خصوصاً ہم ہندوستانی مسلمان خواتین کے لیے آجکل ترقی کا واحد ذریعہ صرف اخبار و رسائل ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ اچھی اچھی شریف بیبیاں اور صاحب استطاعت بہنیں باہمی لڑائی جھگڑے تکرار وغیرہ میں اپنے زندگی کے قیمتی لمحے کھونے کے عوض۔ فرصت کے لمحوں میں مفید و سود مند رسائل و اخبارات کا مطالعہ جاری رکھیں، علمی لیاقت و معلومات بہم پہنچائیں۔ مفید ضروری و دلکش دستکاریوں سے اپنی آمدنی میں اضافہ و خرچ میں کفایت کیا کریں۔ اور آپس میں انجمنیں بنا کر مفید خیالات و اصلاح معاشرت کے معاملات پر بحث مباحثہ کیا کریں تو بہت جلد ہم ہندوستانی خواتین بھی تہذیب و شائستگی کے اعلیٰ مدارج پر پہنچ جائیں گی۔ الغرض ہمیں چاہیئے کہ علم کو ایک گم شدہ لعل سمجھیں اور ہر وقت اس کی جستجو اور حصول میں سرگرم رہیں +

مس فاطمہ محمد حسین صدیقی (بنگلور سٹی)

محبّت اور وفا کی دیوی

انسان ہونے کی حیثیت سے مرد اور عورت دونوں برابر ہیں اشرف المخلوقات کا اطلاق دونوں پر ہوتا ہے۔ کسی جنس کی تحدید نہیں، لیکن مرد کتنے خودغرض ہیں کہ ہم کو دودھ کی مکھی کی طرح نکال پھینکا اور کل کائنات پر مالک ہونے کا حق صرف اپنا ہی سمجھا، انسان کی بڑائی جو خدا نے انکو دی کی صرف اپنی طرف منسوب کی اور "نصف بہتر" کو بھولکر صرف آدھے کو سارا سمجھنے لگے، وہ دن بھول گئے جب خدا نے آدم کو پیدا کیا اور تنہائی میں انکا دل گھبرایا تو باوجود ساری کائنات کے پیش کرنے کے انکو کسی چیز سے تشفی اور دلبستگی نہ ہوئی بالآخر وہ ہستی جس پر مردوں کو فخر کرنا چاہئے تھا انکے لیے پیدا کی گئی اور انکو اطمینان ہوگیا اور انکی تنہائی کی ہمدم انکے رنج و راحت کی مونس و غمخوار بنی۔ لفظ انسان کا اطلاق اس پر بھی ہوا اور وہ صفات جو انسان کو عطا کی گئیں اس کی حصہ دار یہ وفا کی دیوی بھی تھی جو مردوں کی آسایش اور آرام کے لیے اپنے تن، من اور دھن کو قربان کرنے کے لیے تیار تھی اور کرتی رہی لیکن اسکا صلہ کیا ملا؟ یہ کہ بالآخر ذلیل و خوار سمجھی گئیں، ہم انتہائی وفا کے باوجود "بے وفا" خدمت گذاری کے عوض "کاہل و سست" اور باحیا کی جگہ "بے حیا" ٹھہرائے گئے۔ یہ تھا صلہ جو فرزند آدم نے ہمکو دیا۔ کیا ہم صرف وہی ہیں جسکو مردانگی کا حصہ غالب ابتک سمجھتا رہا اور کیا اسی کا نام مردانگی ہے؟ اگر دُنیا میں انصاف کوئی چیز ہے تو کیا انصاف کے یہ ہی معنی ہیں؟ کیا ہم صفات انسانی سے بالکل معرا ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! گو خودستائی بُری ہوتی ہے لیکن میں بطور امر واقعہ مجبوراً اسکو ظاہر کرنا بُرا نہیں سمجھتی کہ ہم میں بھی وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو انسانی فخر کا باعث ہو سکتی ہیں گو ہمارے اوصاف پر خاک ڈالی گئی اور ڈالنے کی کوشش کی گئی بلکہ ابتک اس روشن زمانہ میں بھی کچھ نہ کچھ جاری ہے پھر بھی کہیں ان باتوں سے اصلی حقیقت روپوش رہ سکتی ہے، تاریخ شاہد ہے اور واقعات موجود کہ ہمنے اطاعت، رحم، حیا، عصمت، محبت اور وفاداری کے جو جوہر دکھائے اور دکھا رہے ہیں مرد اس کی مثال پیش نہیں کر سکتے۔ بیوی، ماں اور بہن کی حیثیتوں میں ہماری اطاعت کسی سے پوشیدہ نہیں۔ عصمت کے لیے ہمیں جان قربان کرنے میں کبھی عذر نہ ہوا، حیا ہمارا جزو ایمان ہے۔ اور دہکتی آگ میں کود کر وفاداری کا جوہر لاکھوں دفعہ دنیا کو دکھا چکے ہیں مرد لاکھ انکار کریں لیکن ان کو ماننا پڑے گا کہ حضرت ایوب علیہ السلام کا جسم زخموں کی کثرت سے سڑ گیا، اس میں کیڑے پڑ گئے، اس میں ایسی عفونت ہوئی کہ کوئی پاس پھٹکنا تو کجا دُور سے دیکھنا تک گوارا نہ کرتا جب ہر شخص نے ان کا ساتھ چھوڑ دیا

اور عزیز بیگانے ہو گئے اسوقت انکا ساتھ کس نے دیا؟ کس نے انکی خدمت کی؟ اور کس نے انکے زخم دھوئے؟ اور کس نے انکی دوا و آرام کی خاطر اپنا عیش و آرام ترک کیا، محنت مزدوری کی حتٰی کہ ان ہی کی خدمت کے لیے اپنے سر کے بال تک منڈا دئے؟ یہ عورت نہیں تو کون تھا کیا اس کی وفا کو مہرا تو بی سے کم کہا جا سکتا ہے۔

دُنیا بھر میں یہ مقولہ مشہور ہے کہ "جان ہے تو جہان" اور "اپنی جان سے زیادہ کوئی شے عزیز نہیں"۔ ان مقولوں میں بہت بڑی سچائی پنہاں ہے اور ظاہرا انکی تردید کی کوئی شخص جرأت نہیں کر سکتا۔ لیکن یہ ہمت ہم ہی کو ہے کہ ہم اس کے خلاف کھڑے ہو سکتے ہیں۔ اپنا آرام جو ہر شخص کو عزیز ہے اسکو ہم نے شوہروں اور بچوں کے پیچھے تباہ کیا، شوہروں کے جائز و ناجائز احکام کی تعمیل کی، نو مہینے بچے کو پیٹ میں رکھا ہر قسم کی تکلیف برداشت کی کھانے اور پان کا مزہ گیا پھر اگر قسمت سے دوبارہ زندگی نصیب ہوئی اور اس سے نجات ملی تو راتوں کی نیند حرام ہو گئی اور پہنے اوڑہنے کا لطف باقی نہ رہا۔ غرض یہ ہی سلسلہ تقریباً تمام زندگی چلتا رہا۔ گو اولاد کی پرورش ہمارا مذہبی فرض نہیں لیکن بپاس خاطر اسکو برداشت کیا۔ کیا یہ سچی وفاداری نہیں؟ اور کیا اسکا شائبہ بھی دوسری طرف سے نظر آسکتا ہے، تمام زندگی تو یوں گزری تمام آرام خاک میں ملا اور پھر جب شوہر راہی ملک عدم ہوئے تو ہم نے پاس وفاداری یہاں تک ادا کیا کہ انکے ساتھ زندہ ایک بار جل گئے ورنہ عمر بھر کے لیے جلن نصیب ہوتی ہے کوئی ایسی مثال جو اس محبت وفا کی دیوی کے مقابلہ میں پیش کی جا سکے؟ کتنے مرد ہیں جنہوں نے اپنی بیویوں کے ساتھ جان دی؟ افسوس! اس وفا کا پھل نہ ملا اور ہم بے وفا ہی گردانے گئے اور وہی مرد جنکو ہم نے اپنے خون جگر سے سینچا، جن کے لیے زندگی برباد کی اور آخر میں جان تک دی ہمارے دشمن اور جان لیوا نکلے۔

کباب کی طرح آپکو سوخت غیر کو لذت۔ ہمیشہ ہمارا اُصول رہا۔ اپنے تئیں برباد کر کے دوسرے کو آرام پہونچانا کوئی ہم سے سیکھے۔ کوارپتے میں بھائی بہنوں کی خدمت کی، اور ماں باپ کی جھاڑو جوتیاں کھائیں۔ بیاہے گئے تو دوسری مصیبت میں پھنسے جو پہلے سے کہیں زیادہ تھی سارا وقت انکی خدمت اور آرام کے خیال میں صرف ہوا۔ اور بوڑھے ہوئے تو کونے میں بیٹھ کر گھر کی نگرانی کی۔ غرض شروع سے آخر تک سب کے آرام کا خیال رہا۔

اگر بچپنے سے بھائی اور بہنوں کی خدمت ہمارے ذمہ تھی تو جوانی میں سب سے پہلے شوہر اور پھر سسرال والوں کا خیال ہمارا فرض تھا اسکی ادائیگی میں جو دقتیں پیش آتی ہیں! انسے ہر شخص جو کسی خاندان کا فرد ہے ضرور واقف ہوگا اسلئے انکو دوہرانے یا انکی مثالوں کی ضرورت نہیں۔ اولاد کی پرورش میں جس بلا کا سامنا کرنا پڑا اور انکو جن مصیبتوں سے پال پوس کر بڑا کیا اور مذہب و ملت کی خدمت کے قابل بنایا ان تمام آلام کا جھیلنا مردوں ہی کی خاطر تھا۔

مسز ابو المنصور حبیبی۔ اے۔ بستحن منزل اورنگ آباد دکن

خیالات

آہ! دنیا والے کس قدر بیوقوف ہیں، اپنے اعزا، رفقا، ملنے والوں کی موت پر آٹھ آٹھ آنسو روتے ہیں، انکی یاد کبھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتی، انکی صورتیں نہ دیکھنے کا خیال، تعلقات کے منقطع ہونے کا تصور انھیں خون کے آنسو بہانے پر مجبور کرتا ہے اور انکے دماغ کو ہر وقت اندوہ وغم میں سرگرداں و پریشان رکھتا ہے۔

لیکن جب "جدائی" انھیں الوداع کہہ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رخصت ہوتی ہے اسوقت انکی آنکھیں آنسوؤں میں تیرنے کے لیے کیوں تیار نہیں ہوتیں۔

اے حسین و خوبصورت کلیوں! کھل کھلا کر ہنسو، تمہاری ہر جنبش لب سربستہ راز موت و حیات ہے، تمہارا ہر تار نفس مسرت زیر کرنوں کی ضیا پاشی کر رہا ہے۔ ... .

افسوس! دنیا فطرت تمھیں اس لیے اس فانی دنیا میں لائی ہے کہ تم دنیا والوں پر ہنسو اور وہ تمہارے حال زار پر بے ساختہ آنسو بہائیں۔

اے خوبصورت کلیوں! کسی حسین کے گلے کا ہار بنا ضرور باعث عزت ہے۔ کسی مہ جبین کی کروٹوں میں پس کر مسٹ جانا یقینی قابل فخر بات ہے ...... مگر ایک پرانی قبر کسی حسرت زدہ کی میت پر تمہارا لاپروائی کے ساتھ پڑا رہنا یہ ثابت کرتا ہے کہ قدرت نے تمہیں دنیا والوں پر ہنسنے اور انھیں تم پر آنسو بہانے کے لیے پیدا کیا ہے۔

اے خوبصورت و دلکش پھولو! تم دنیا کو اسقدر جلد رخصتی سلام کہنے پر کیوں تیار ہوگئے، کیا تمہاری زندگی صرف انہیں چند لمحوں کے لیے بنائی گئی تھی۔

سچ ہے "ہر وہ چیز جو خوبصورت اور دلکش ہوگی جسقدر بڑھی ہوئی ہوگی اتنے ہی جلدی اپنے آخری سانس ختم کرے گی"

جب میں پھول دیکھتی ہوں تو بے اختیار آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا

اُمیّد

آسمان کے دھندلے ورق پر ——— سنہری سطریں کھنچ جاتی ہیں۔ تو اس گلابی روشنی میں کسانوں کے گرد آلودہ چہرے بھی چمکنے لگتے ہیں۔

ان ——— بھورے ذروں میں ——— کونسی ——— پوشیدہ چیز نظر آجاتی ہے۔ جو انکی محنت و دلسوزی کے ساتھ ہمدردی کا اظہار کرتی ہوئی ——— کامیابی کا یقین دلا رہی ہو!

قسمت خوابیدہ کو جگانے کی سعی میں ——— عقل کے ویران اور پرخطر جنگلوں میں۔ اک بھولے بھٹکے مسافر کی طرح جب مبہوت ہوکر ——— دیکھنے لگتی ہوں۔

ان سیاہ گھنے درختوں کے سایوں میں۔ کونسی طاقت مسکراتی ہوئی۔ میری رہنمائی کرنے لگتی ہے۔ جو تصور ماضی کے دھندلے پردوں سے ہوتی ہوئی ——— شاداب خطوں سے گزرتی ہے۔ یہاں نت نئے پھول کھلتے ہیں اور آسمانی پرندوں کی دلکش راگنیاں ——— فضا میں پیوست ہوتی ہیں ——— سازِ ہستی چھیڑتے ہیں۔ میں انجام کے لیے شوق مجسم ہوکر کشمکش حیات کا مطالعہ کرنے لگتی ہوں۔

ایس۔ بی طاہرہ

عصمت

اس سوال کا جواب کہ عصمت کیا چیز ہے؟ اعتبار لغت تو صرف پاکی ہے۔ لیکن باعتبار عرف عام اس خیالی طاقت کا نام ہے جو عورت کی ذات کو گناہوں سے بچاتی رہے۔ اس اعتبار سے گویا یہ ایک عورت کے لیئے قدرتی زیور ہے جو محض خیالی قوت وطاقت سے مزین ومکمل ہوا کرتا ہے۔ یہ وہ نعمت ہے جو بارگاہِ ایزدی سے بطور خاص طبقۂ اناث کو عطا فرمائی گئی ہے۔ یہ ایک خدائی علیہ جو تمام دنیا کے مرصع زیورات وآرائشات سے بڑھکر عورت کے لیئے باعث فخر وعزت اور موجب تزئین ہے۔ عورت کے لیئے دُنیا میں بڑی سے بڑی اور سب سے اعلیٰ توقیر اس کی عصمت ہے جو بغیر کسی قسم کے خرچ وزحمت کے صرف خیالات کی پاکیزگی وپختگی اور آراستگی سے حاصل ہوتی ہے۔ جس کا نشوونما والدین کی گود اور اردگرد کی صحبت سے شروع ہوتا ہے اور عملی آغاز زمانۂ تعلیم وتدریس اور اس کے ماحول کی فضاؤں سے +

اگر ایک عورت اس قدرتی زیور سے مزین ہے تو اس کی قیمت تمام دُنیا کے مساوی سمجھنا چاہیئے۔ اور ایسی باعصمت بی بی خدا کی خدائی میں اعلیٰ وافضل درجہ رکھتی ہے کہ اس کی پاکبازی نے اسے خدا اور رسول کے مقبولیت کا مستحق ٹھیرا دیا ہے +

خدا بچائے جو عورت عصمت جیسی نعمت سے محروم ہے۔ تو وہ خواہ کتنی ہی حسین وبنی سنوری کتنی ہی دولتمند وبا اقتدار۔ کتنی ہی صاحب فہم وفراست اور کیسی ہی تعلیم یافتہ وفیشن ایبل کیوں نہو ہرگز وہ عزت واحترام کی نظر سے دیکھی نہ جائے گی۔ بلکہ وہ دنیا اور اہل دُنیا کی نظروں میں حقارت و ذلت کی آماجگاہ ہے۔ اور ہر مہذب انسان ایسی عورت کو سخت لعنت وملامت کرتا ہے جو بڑے بڑے عتاب خداوندی کی موردہے +

حکیم سقراط سے کسی نے پوچھا۔ کہ عورت کن اوصاف کے ماتحت احترام کے قابل متصور ہوسکتی ہے۔ اور اس کی قیمت کیا ہے؟"

سقراط نے جواب دیا۔ کہ عام اور خام طبیعت کے لوگ عورت کا وصف حسن ونزاکت، دولت وثروت اور حکومت قرار دیتے ہیں۔ اور سب میں زیادہ حسن، ذہانت، خوش اخلاقی اور عقل وفراست

گردانتے ہیں۔ مگر میری رائے تو یہ ہے کہ یہ سب چیزیں ہوں اور عصمت نہ ہو۔ تو یہ تمام چیزیں ایک ہیچ ہیں،
اور اگر ایک عصمت ہے اور دوسرے سب اوصاف کی کمی ہے تو بھی وہ عورت قیمتی اور عدیم المثل ہے"
اور اسی قول اور رائے پر تمام حکما اور مصلحان قوم متفق ہیں۔ پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ حسن۔ نزاکت، عقل،
ذہانت، دولت، حکومت، تعلیم، سلیقہ، شائستگی اور ہنر غرض کوئی خوبی بھی عصمت کی کمی کو ہرگز ہرگز
پورا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ عورت کے لئے پاکبازی اور شرم وحیا دیگر تمام خوبیوں اور دلفریبیوں پر تفوق
رکھتی ہے۔ اس لیے ہر عورت کا فرض اولین یہی ہونا چاہیئے کہ اس لاثانی اور بے مثل نعمت کی حفاظت
و احترام کو جان سے بھی زیادہ ملحوظ رکھے۔ خصوصاً حصول تعلیم کے زمانہ میں ترقیٔ تعلیم کے ساتھ ساتھ اس
جنسی جوہر کے نکھارنے کا خیال رہے تاکہ تعلیم سے عزت ونیک نامی میں چار چاند لگ جائیں۔ اور علم جیسی
مفید شے سے تنفر پیدا نہ کردے۔ جو برائیوں سے متنبہ کرکے بھلائیوں کی طرف رغبت دلاتی ہے۔ اور برے
بھلے میں تمیز کرا دینے والی اصل کسوٹی ہے۔ جس کے لیے ہمارے مذہب نے بھی حصول تعلیم کی مرد اور عورت دونوں
کو یکساں تاکید فرمائی ہے ؎

خدا بھلا کرے آجکل کی فرنگی مآبی اور فیشن پرستی میں رنگی ہوئی نمائشی تعلیم کے حیاسوز کرشموں
نے علم جیسے مفید شے کو بدنامی کا دھبہ لگا دیا ہے جیسا کرنی زمانہ تعلیم یافتہ فرقۂ اناث کو ہر طرف سے مطعون کیا
جا رہا ہے۔ جو صرف جوہر عصمت سے بے پروائی اور بے قدری کا ثمرہ ہے ؎

پس لڑکیوں کے نصاب تعلیم میں "عصمت مآبی" بھی ایک مضمون رہے۔ اور مثالوں سے اس کے
گر کو اچھی طرح لڑکیوں کے ذہن نشین کر دیا جائے۔ تاکہ یورپ کی حیاسوز فضائیں جو آئے دن ہندوستان میں
انفلوئنزا کی طرح پھیل رہی ہیں رک جائیں ؎

جو لڑکیاں یا عورتیں اس مضمون میں کامیاب ہونگی وہی ملک اور قوم کے احترام اور فخر کا موجب
ہیں۔ اور اصل تعلیم کا گر یہی ہے۔ باقی محض نمائش۔ جسے ہر انجام بیں نگاہ تذلیل کی نظر سے دیکھکر افسوس
ونفرت کا اظہار کر رہی ہے ؎

سردار محمدی بیگم بنت مرحوم نواب آف وائی

کلکتہ میں خواتین کی ہاکی ٹیم



جو وانڈرز میں ہاکی ٹیم کے نام سے مشہور ہے - اور ہاکی کھیلنے میں خوب مشاق ہے۔

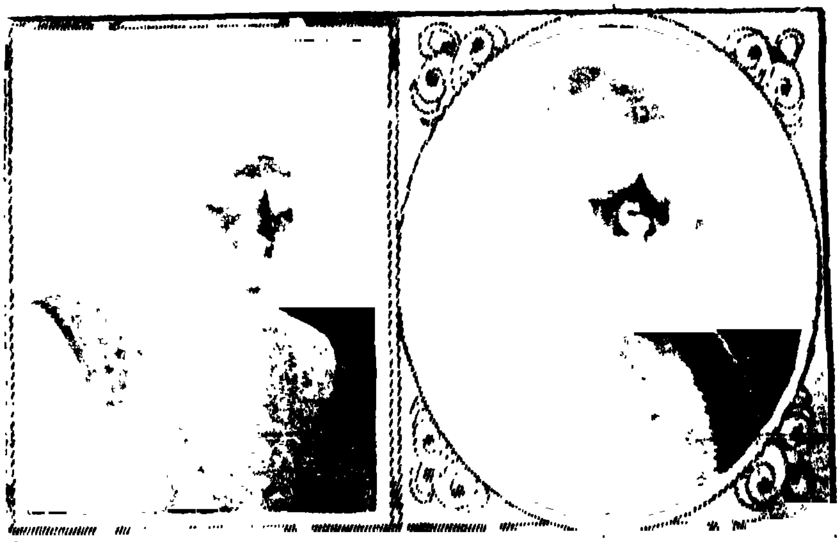
مسز ی ڈوای



سویڈن میں خواتین کی ایک انجمن قائم ہے جسکا مقصد یہ خانماں اور مصیبت زدہ بچوں کی (خواہ وہ کسی قوم یا کسی مذہب کے ہوں) امداد اور پرورش ہے بائیں ہاتھ کی تصویر اس انجمن کی پریزیڈنٹ کی اور دائیں ہاتھ کی ایک ڈائرکٹر کی ہے۔

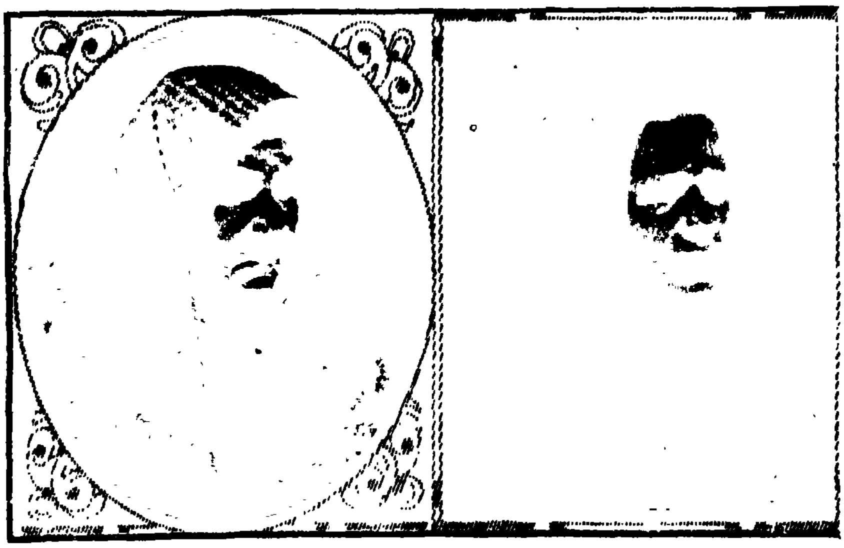
مسز رابرٹ ای سیز





"مہذب" ممالک کے "مہذب" جرائم

حال ہی میں ہنگری کے ایک قصبہ ہنرو لموک میں ایک عجیب و غریب مقدمہ کا
فیصلہ ہوا ہے جسمیں عورتوں پر یہ جرم عائد ہوا ہے کہ انہوں نے اپنے شوہروں کو سنکھیا
دیکر ہلاک کر ڈالا۔ پچاس سے زیادہ مقدمات ابھی زیر سماعت ہیں۔ اوپر کی
تصاویر دائیں طرف سے بالترتیب ۷۱ - ۴۴ اور نیچے کی ۵۰ اور ۶۶-
برس کی عورتوں کی ہے۔ پہلی تینوں کو عمر قید اور آخری کو
اپنے ماموں - بہن - خاوند - اور بھائی کو زہر دیکر ہلاک کرنے
کے جرم میں پھانسی کی سزا ہوئی ہے۔



تجلیٔ اسلام

ایک شب تھی چاندنی شفاف مثلِ شامِ طور
جھلملاتی رات تھی، شفاف تھے ذراتِ خاک
خواب فرماتے عمرؓ زیرِ درختِ سایہ دار
تھی جبینِ نور کی تابش قمر پہ خندہ زن
فاتح میں لگی ہوئی تھی سیفِ عزت درکنار
پیچھے پیچھے اک طرف کھٹکا سا کچھ ہونے لگا
چاند سے چھپتا ہوا پتھروں سے کتراتا ہوا
آیا باآہستگی یعنی وہ بابنِ عمر
دیکھ کر یہ شانِ بے خوفی و آنِ بے پناہ
اللہ اللہ شیرِ ملت تیری شانِ زندگی
دِل کیا مضبوط ڈالی سیف، کچھ ہو کر نڈر
کانپ کر وہ شخص فرشِ خاک افزا پر گرا
ہو گیا بیدار اتنے میں دلِ شیرِ ببر
اٹھ کے بیٹھا باتعجب، شخص پر ڈالی نظر
باہزاراں شفقتِ دِل آپ فرمانے لگے
رات کی سنسانیوں میں کیوں یہاں آیا ہے تو؟
راہ جو درکار ہو تجھ کو بتا دوں میں ابھی
ہو اگر کچھ اشتہا حاضر کھجوریں ہیں یہاں
ہو اگر کچھ خستگی کچھ دیر تو آرام کر

کھیلتی پھرتی تھی صحرا کی فضا میں موجِ نور
جگمگاتی ریت تھی، آئینہ تھے جذباتِ خاک
سو رہے تھے اک چٹائی پر بصد حسن وقار
روشنیٔ چشمِ انور چاندنی پر ضوفگن
ایک بجلی تھی نہاں زیرِ درختِ سایہ دار
سایۂ انسان خاموشی میں تنہا چھپتا ہوا
عزم قلبِ منفعل سے دل میں گھبراتا ہوا
شیرِ ملت سو رہا تھا خاک پر بالکل نڈر
کانپ اٹھی ہستیٔ خاموش مثلِ بالِ کاہ
تھرتھراتا تھا سرِ بالیں نصیبِ دشمنی
ہاتھ لرزا، چھوٹ پڑی تلوار اک دم کانپ کر
دابِ فاروقی سے ماتھے پر پسینہ آگیا
صولتِ چتون سے کانپ اٹھی فضائے بحر و بر
با نوازش ہاتھ سے اس کو اٹھاتے ہیں عمرؓ
"اے شکستہ قلب انسان آخرش تو کون ہے
اے مسافر راہ سے اپنی کہیں بھٹکا ہے تو!
جس طرف جانا ہو رخ اس کا دکھا دوں میں ابھی
پیاس ہو تو ہے یہاں سرچشمۂ آبِ رواں
جاگتا ہوں میں محافظ ہے خدائے بحر و بر"

ہو گیا ششدر یہ حسنِ خلق دشمن دیکھ کر
آنکھ میں آنسو کا اک قطرہ ستارا بن گیا
آپ نے شانوں پہ رکھا ہاتھ بے حد پیار سے
آہ کھینچی اس نے اور باصد پشیمانی کہا
میرے آنے کی غرض ہے صرف اک خونِ عمرؓ
عزمِ قتلِ بادشاہ المومنین لایا ہے مجھے
ہنس کے فرمایا کہ میں فاروق حاضر ہوں یہاں

منفعل ہو کر بصد حسرت جھکایا اپنا سر
سر خجل انداز سے زانو سے اس کا جا لگا
اور سببِ گریہ کا پھر دریافت فرمانے لگے
"یہ گنہگارِ جہاں ہے ایک دشمن آپ کا
کھینچ لائی یہ تمنا اس طرف بارِ دگر
حضرتِ فاروقؓ کا سر کاٹنا مقصود ہے"
ہو اثر کچھ عزم تیرا مطلع کر بے گماں"

گر پڑا قدموں پہ اور یہ عرض کی با اشکِ خوں
"تا ابد میں اک غلامِ حضرتِ فاروقؓ ہوں"

بلقیس جمال

شاہدرہ بل

ایک تفریحی کہانی

زولفو بھنگڑ ایک ٹین گلے میں ڈالے زور زور سے پیٹ کر شاہدرہ بل شاہدرہ بل کے نعرے لگا رہے تھے ان کے پیچھے لڑکوں کی فوج تھی جس وقت بھائی بھنگڑ نعرہ لگا چکتے تھے تو لڑکے بالے بھی اور بڑے بوڑھے جو ان بھی بآواز بلند کہتے تھے۔

"جیو جیو بھائی بھنگڑ جیو"

میاں زولفو کے پانچ سات نعروں تک تو ساتھی تھوڑے ہی تھے مگر اب جو انکی سواری آگے بڑھی تو ہر جگہ سے خلقت ساتھ ہونی شروع ہوئی گھنٹہ گھر کے نیچے پہونچ کر دو چار آدمیوں نے کہا "بھائی زولفو کچھ کہوگے بھی یا شاہدرہ بل شاہدرہ بل ہی رٹتے جاؤگے؟"

اب بھائی بھنگڑ ذرا چونکے اور دونو کلوں پر ہولے ہولے تھپڑ مار کر سیدھے کان کی لو پکڑی اور کہنے لگے۔ "پیر مرشد بڑا غضب ہوگیا۔ کیا میں نے اور کچھ نہیں کہا؟ یہ سارا ڈھنڈورہ ہی اکارت گیا چلو پھر وہیں سے شروع کرو۔"

ٹین کی تین آوازیں ایک دو تین! اکبر بادشاہ نے خدا انکو بخشے دِلّی اور لاہور کے شاہدرہ میں رانڈوں کے لیئے بڑے بڑے بل بنوادئے تھے امیر ہو یا غریب اور ہندو ہو یا مسلمان جہاں عورت رانڈ ہوئی اور گھربار چھوڑ بل میں پہونچی اور وہیں رہنا سہنا شروع کردیا۔ نیتوں کے پھل تھے کہ چالیسویں دن عورت آدھی چوہا ہوجاتی تھی۔ اس زمانہ کی دو ایک عورتیں اب بھی موجود ہیں ہمارے بڑے پیر بھنگڑ کی سگی بہن کچھ اوپر پانسو کی ہیں مین میں چوہیا دیکھو۔ نواب بادشاہوں کی دیکھا دیکھی اور سنی سنائی ان انگریزوں نے بھی شاہدرہ بل بنادیا اور حکم دیدیا کہ ہر گھر میں جہاں کواری لڑکی اکیس برس کی ہو۔ بل بنواؤ، اور وہ اس میں رہے، ہمارے مولوی اس بات پر اڑگئے اور کہدیا کہ بھلی چنگی لڑکی کو بل میں کیوں رکھیں جگہ جگہ جلسے ہو رہے ہیں آج سب مسلمانوں سے رو رو کر کہتا ہوں کہ مغرب کی بھنگ توبہ توبہ مسلمانوں سے نہیں بھنگڑ بھائیوں سے کہ شام کی بھنگ استاد جیمو کے تکیے میں نوش کریں +

جلسے کے واسطے جمعہ کا دن اور دوپہر کا وقت مقرر تھا جیا بھنگڑ کا تکیہ صبح ہی سے آراستہ ہونا شروع ہوا افیون کے ڈوڈوں اور بھنگ کے پھولوں کے ہار تیار کیے گئے کونڈیاں اور سونٹیاں لال سبز رنگی گئیں جیانے

جماع مولوی عظیم بخش کے نام اور عالم البھنگ ڈون کے نعت سے نمودار ہو رہے تھے اپنے دو نوکروں پر مخملت کے تنگ کے بیل بوٹے بنارسی سے باندھ دیا۔ حضرت آدم کے زمانہ کا ایک مٹکا تازے پانی سے بھرا گیا۔ جس کے آبخورے کی صحیح تاریخ نہ معلوم ہو سکی مگر قیاس کہتا ہے کہ مٹکے اور آبخورے کی تعمیر میں ایک آدھ صدی سے زیادہ کا فرق نہ تھا۔ کاہی کی خوش رنگ لعاب نے دونوں کے خوشنما چہرے چھپا رکھے تھے۔ البتہ آبخورے کی بھینی بھینی خوشبو شباب کا پتہ دے رہی تھی۔ اگر اور لوبان کی بجائے ایک کڑہل میں جس کا سینہ اٹھائے راکھ سے لبریز تھا، کرسیاں سلگ رہی تھیں۔ دو گھر ٹوٹی بدھنیوں میں گملوں کے بدلے گھاس رکھدی گئی تھی۔ دیوار کے سامنے ایک ٹوٹا ہوا بوریہ بچھا تھا۔ جس پر مٹی کا ایک دقیانوسی حقہ حق حق کر رہا تھا۔

بارہ بجے جلسے کا ڈھول پٹنا شروع ہوا۔ ایک سے ایک اعلیٰ بھنگڑ آرہا تھا تکیہ کی کوٹھڑی میں حضرت مولوی محمد عظیم (جیا بھنگڑ) آرائش میں مصروف تھے اونچی مسجد کے امام سے دو آنہ روز کرایہ پر چغہ اور عمامہ منگوالیا تھا۔ کھلی ہوئی ہوا کا جلسہ تھا، تکیہ کے آگے ٹوٹی ہوئی اینٹوں کی چبوتری پر ایک جھلنگا چارپائی بچھا کر سٹیج تیار کیا گیا تھا۔ جس پر پھٹی ہوئی رضائی کی بسیریاں جھوم رہی تھیں جب مجمع اچھا ہوگیا تو خلیفہ ڈھنڈورچے سامنے آئے اور منہ اونچا کرکے ایک آنکھ سے آفتاب کو دیکھا اور چھوٹے خلیفہ کو جن کے ہاتھ میں کھیچی اور گلے میں کنستر تھا دیکھ کر کہا" ہوں" کنستر پر دو بجے اور مولوی عظیم صاحب کی آمد کا غلغلہ بلند ہوا۔ اور آناً فاناً ایک چارپائی پر جس کو چار آدمی کندھے پر لیے تھے نمودار ہوئی۔ مولٰنا کا منہ ڈھکا ہوا تھا۔ مگر دو نو ہاتھ باہر تھے جن میں تسبیح گردش کر رہی تھی چارپائی کے اوپر چارپائی رکھدی گئی اور اس نعرے سے تکیہ گونج اٹھا،

"بھنگ کا پیالہ، ہو متوالا، دل سے نکلے اللہ ہو"

مولٰنا نے چہرہ اقدس سے نقاب اٹھادی اور لبادے میں سے کنگھا نکالکر مونچھوں اور ڈاڑھی میں کیا اس کے بعد دوسری جیب میں سے سرمہ دانی نکال کر سرمہ لگایا اور زور سے کھنکارے تو خلیفہ جی نے کنستر بجا کر فرمایا "بس چپکے ہو جاؤ اور سنو مولانا کیا فرماتے ہیں"

حضرت مولانا نے سب سے پہلے الحمد تلاوت فرمانا شروع کی مگر لفظ الحمد کے آگے نہ چل سکے بہتیرا کھنکارے اور سر کھجایا مگر آگے آیت ہی رہی بیک کر کلمہ شروع کر دیا اور تین دفعہ فرمایا۔

محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ محمد رسول اللہ

حاضرین غل مچا رہے تھے ان پر بگڑنے لگے اور کہا" مردود کافروں خاموش رہو بے وعظ کی یہ قدر بے ایمانوں خدا اور اس کے رسولؐ کی یہ عزت! پڑھو لاحول نہیں کلمہ اور درود" مولوی صاحب یہیں تک پہونچے تھے کہ دو نو کتوں نے بھونکنا شروع کیا اب مولانا ادھر متوجہ ہوئے اور کہا" دیکھو ان ...

کو شیطان بہکا کر اللہ کے کاموں میں رخنہ ڈلوا رہا ہے اب پڑھو لاحول زور سے زور زور سے چیخ چیخ کر خوب چیخ چیخ کر لاحول کے نعروں پر کتے اور بھونکے مگر مولانا نے یہ فیصلہ کیا کہ شیطان سے دبنا نہیں حاضرین کتوں میں جا پہونچے اور لاحول ایسی گونجی کہ کتے بھی بھونکتے بھونکتے پریشان ہو گئے۔ بڑے کتے نے جو زور کیا تو رسی ٹوٹ گئی اور اوس نے لپک کر ایک لاحولیئے کی ٹانگ پکڑی، لوگ بھاگے مگر مولانا نے روکا کتے کو باندھا اور فرمایا "ٹھہرو ٹھہرو ادھر آؤ اللہ کے کاموں میں پتے سے ڈر گئے۔ لعنت ہے بے لعنت ہے تم سب پر" جب سب بیٹھ گئے اور کتا بھی بندھ گیا تو ارشاد ہوا "تھو کر و شاہدرہ بل پہ تھو تھو تھو ہے۔ بل ول نہیں بنتے، ہماری لنڈیاں اور بلوں میں رہیں؟ شاہدرہ بل پہ ایک تھو دوسری تھو اور تیسری تھو۔

دیکھو میری جو عزت ہے وہ اللہ کی دین ہے مجھے اصل میں کچھ نہیں آتا مگر اللہ کی کتاب میں جہاں دیکھو اس عاجز کا ذکر موجود ہے ہر جگہ میرا نام ہے۔ بجھا بجھا بجھا اور پھر اور لو میرا نام جنت کے ساتھ ہے میں تم سب کو لیکر جنت میں جاؤں گا اور جتنے میرے مرید ہونگے سب جنتی ہیں۔ ہم سب اسلام کے دین پر قربان ہو جائیں گے مگر گھروں میں بل نہیں بنائیں گے انگریز ہم کو توپ کے منہ اڑا دیں مگر یہ چاہیں کہ ہم دین سے ہٹ جائیں یہ نہیں ہو سکتا، ہمارے شہر میں اللہ کے فضل سے ہزار سے زیادہ بھنگڑ ہیں اور پچیس تکیے اگر ہم ایکا کر کے ایک ایک پتھر پھینکیں تو ساری فوج دب جائے گی اب چپکے کیوں بیٹھے ہو بولتے کیوں نہیں کہ ہم حاضر ہیں۔ آج ہم لنڈیوں کو بلوں میں بند کریں کل کہیں گے لنڈوں کو ڈربوں میں بند کر دو بس تو بادشاہ کیا ہمیشے خدا ہو گئے۔ قرآن میں لکھا ہو تو دکھا دو بل کیا ہم تو گھروں میں غار بنائیں گے مگر اسلام کے دین سے الگ نہیں ہونگے۔ سمجھے بادشاہ یا نہیں سمجھے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ بھنگ حرام ہے انسے پوچھو کہ بے اللہ کو کیا منہ دکھاؤ گے وہ تو فرماتا ہے جنت میں شراب بھی لو اور بھنگ بھی اور تم کہتے ہو کہ حرام لگاؤ لعنت کے نعرے ایک دو تین۔

بھنگ کا پیالہ، ہو متوالا، دل سے نکلے اللہ ہو،

پڑھو کلمہ اور قسم کھاؤ، حلف اٹھالو اور میرے سر پر ہاتھ رکھ کے کہو کہ جنت حرام اگر ہم گھروں میں بل بنائیں ایسے کوئی ہم چوہے کی اولاد ہیں جو لنڈیوں کو بلوں میں رکھیں؟

مجھ سے بڑا مولوی اسوقت شہر میں نہیں ہے۔ بڑے بڑے مولوی میرا نام سنکر کان پکڑتے ہیں پرسوں فوجی کے تکیہ میں بھنگ گھٹ رہی تھی اوپر سے ابابیل بھنگ میں گر پڑی۔ سب نے ہاتھ روک لیا کہ بھنگ حرام ہو گئی سارے شہر میں پوچھتے پھرے کہ بھنگ حرام رہی یا حلال پئیں یا نہ پئیں؟ مگر ایک نہ بتا سکا ہر پھر کر میرے قدموں میں آئے۔ ابے یارو دیکھو مولوی اسکو کہتے ہیں پانی کی طرح مسلا حل کر دیا، میں نے

پوچھا کہ "ابابیل گر کر مرگئی یا تیر کر اُڑ گئی" انہوں نے کہا "اُڑ گئی" میں نے کہا "یہ پوچھنے کی کیا بات ہے بھنگ پاک رہی خدا فرمارہا ہے "طیراً ابابیل" جب تیر گئی تو پاک رہی" اسکو کہتے ہیں فتوا سارے مولوی بھی مان گئے۔

اب ہماری وہ طاقت ہے کہ چاہیں تو دم بھر میں چیل جہاز کے پرنچے اُڑا دیں یہ انگریز سمجھے کیا ہیں ایک ایک بھنگڑ بیس بیس گوروں کو بہت ہے"

مولوی صاحب یہ فقرہ کہہ ہی رہے تھے کہ بندوق کے فیر کی آواز کان میں آئی اور درخت پر سے ایک جنگلی کبوتر تڑپتا ہوا حضرت کے سر پر۔ سامنے دیکھتے ہیں تو دو گورے بندوق لیے جھپٹے چلے آرہے ہیں بھنگڑ تو سر پہ پاؤں رکھ کر ایسے بھاگے کہ پھر پلٹ کر نہ دیکھا اور مولانا ہاتھ جوڑ کر کہنے لگے۔

"حضرت ہم تو گھروں میں بل چھوڑ قبروں بنالیں گے میں تو حضور کے ساتھ ہوں"

"س ش"

ساس بہو کے تعلقات

ساس اور بہو کے تعلقات بہت کم گھرانے نکلیں گے، جہاں حقیقتاً خوشگوار ہوں شاید کوئی ساس ہو جس کو بہو سے بغض نہ ہو اب ایسی ساس کا ملنا جو بہو کو بیٹیوں کے برابر چاہنے والی اور بہو کے نادانستہ قصور غلطیوں کو نظر انداز کرنے والی ہو بہت مشکل ہے بہو خواہ کیسی ہی محنت وجفاکشی کا کام کرے ساس اُس کے ہر کام پر اعتراض اور ہر بات پر نکتہ چینی کیے بغیر نہیں رہ سکتی، مگر اپنے پیٹ کی لڑکیوں سے خواہ کیسے سے کیسا ہی قصور ہو جائے نظر انداز کر دیا جاتا ہے لیکن یہ نہیں سمجھتے کہ اپنی لڑکی بھی کسی اور کی بہو بنے گی اور جس طرح آج وہ اپنی بہو پر حکمران ہے اس طرح کل کوئی اور ہستی بھی انکی بیٹی پر حکومت کرے گی۔ بیٹے کا بیاہ بڑے آرزو ارمان اور دھوم دھام سے کیا جاتا ہے۔ بیاہ کے شروع شروع میں بہو کے چاؤ چوچلے اور آؤ بھگت خوب ہوتی ہے۔ مگر یہ کب تک۔ صرف چند دن تک۔ اس کے بعد اس محبت و مروت کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ وہی ساس جو کبھی بہو پر نثار ہوتی تھی اب اس کے ہر کام میں عیب نکالتی ہے اور اپنے بیٹے پر ایک غیر ہستی کا اثر دیکھ کر اسے ناگوار گزرتا ہے۔ صرف شرکت محبت اِن فسادکی جڑ ہے۔ کاش کہ ہر ساس اپنی بہو کو بیٹیوں کے مانند چاہے اور ہر بہو اپنی ساس کو اپنے شفیق بزرگ ماں کے برابر سمجھے! الٰہی سب بہنوں کو توفیق دے کہ تعلقات کو جہاں تک ہو ہمیشہ خوشگوار بنائیں +

ع-ب

تصویر کے دو رُخ

مشرقی اضلاع ہند میں جونپور ایک قدیم اسلامی شہر ہے۔ عرصہ تک سلاطین شرقیہ کا دارالسلطنت رہ چکا ہے۔ اسلامی تہذیب و شائستگی کے آثار آج بھی در و دیوار سے نمایاں ہیں۔ کسی زمانہ میں علم و عمل کا گھر گھر چرچا تھا۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ علوم مشرقیہ کا ہندوستان میں جونپور مرکز تھا۔ سات سو علماء کی پالکیاں جمعہ کو جامع مسجد جاتی تھیں۔ ایران۔ عراق و بخارہ سے تشنگان علم آکر سیراب ہوتے تھے۔ اسلامی سلطنت کی بربادی کے بعد کچھ ایسا زمانہ پلٹا کہ سب محفل درہم برہم ہوگئی آج چند سر بفلک مسجدیں اور چند شرفاء کے پریشان حال خاندان دور ماضی کی یاد کو تازہ کرتے ہیں۔ دریائے گومتی نے شہر کو دو حصوں میں منقسم کر دیا ہے۔ دریا کے بائیں طرف پرانا شہر آباد ہے۔ دائیں طرف موجودہ حکومت کے دفاتر اور باہر سے آئے ہوئے لوگ آباد ہیں داہنی طرف آباد ہونے والی بستی کے اخلاق۔ آداب و معاشرت میں دریا کی دوسری سمت آباد ہونے والوں کے مقابلہ میں بالکل مختلف ہے۔

(۱)

شہر کے جدید آباد حصہ میں ایک خوش مزاج اور نیک سیرت سید صاحب فروکش ہیں۔ آپ کی کوٹھی کے ارد گرد ایک خاصی مسلمانوں کی آبادی ہے بیشتر حصہ لوگ کاروباری اور تجارت پیشہ ہیں سید صاحب انگریزی دفتر میں ایک بڑے عہدہ پر ہیں صبح ہی سے لوگوں کی آمد آپ کی کوٹھی پر شروع ہو جاتی ہے شروع مئی کا مہینہ ہے سید صاحب نماز فجر ادا کرنے کے بعد صبح ۶ بجے سے دفتر میں بیٹھے کاغذات لکھ رہے ہیں۔
سعید الدین صاحب وکیل اور چند دیگر احباب ملنے کی غرض سے تشریف لائے سید صاحب نے بہت تپاک سے خیر مقدم کیا اور رحمت نامی ملازم کو حکم دیا کہ گھر میں سے چاء اور پان منگاؤ۔ ڈیوڑھی پر جاکر رحمت نے متعدد بار آواز دی پر کوئی جواب نہ آنے پر وہ خاموش بیٹھ رہا۔ سید صاحب انتظار کی گھڑیاں احباب سے گفتگو میں ٹال رہے ہیں اور وہاں گھر کے اندر ایک نئی دُنیا ہے۔ بیگم صاحبہ بستر استراحت آرام فرما رہی ہیں اور خادمائیں ہاتھ پر ہاتھ دھرے خاموش بیٹھی ہیں کسی کو جرأت نہیں ہوتی ہے کہ بیگم صاحبہ کو بیدار کرے نصف گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد سخت ندامت کی حالت میں سید صاحب نے احباب کو رخصت کیا اور کام میں مشغول ہوگئے۔ دو گھڑی کے بعد صاحبزادی صاحبہ نے آنکھ جنبش دی اور حکم دیا کہ دسترخوان کھانا جلد تیار کروایا جائے

کے گھر ہی جانے کا وقت قریب آرہا ہے۔

وزیرن۔ کیا بیٹیا۔ تم تو ہاتھ پر دہی جاتی ہو۔ صبح ہی سے پانی کی ترہ ترہ پڑ رہی ہے۔ تمام برتن ناصاف ہیں لکڑی نام کو بھی نہیں کیا اپنے ہاتھ سیر لگا کر کھانا تیار کروں۔

ملازمہ کی تیز گفتگو سنکر صاحبزادی خاموش ہوگئیں۔ دھوپ بیگم صاحبہ کے نصف حصہ جسم پر آگئی۔ ایک لڑکی کھڑی پنکھا جھل رہی ہے پھر بھی مئی جون کی گرمی کب برداشت ہوسکتی تھی بالآخر پریشان ہوکر بیگم صاحبہ بیدار ہوئیں۔ چہرہ سے ظاہر ہوتا تھا کہ از حد غصہ میں ہیں قدرت ہو تو آفتاب کا بھی منہ نوچ لیں۔ ہر شخص منہ تک رہا ہے کہ کس پر برسیں گی۔ پلنگ دالان میں کیا گیا اور پاندان کھولکر بیگم صاحبہ بیٹھ گئیں، منہ کی غلاظت بغیر صاف کیئے پان کھانا شروع کر دیا۔ نعمت خانہ کی کنجی بیگم صاحبہ کے پاس تھی اس وجہ سے ضروری چیزیں نہ مل سکیں اور کھانا تیار نہ ہوسکا۔ ۹ بجے راحت نے آواز دی کہ صاحب کا کھانا نکالو۔ دفتر کی دیر ہو رہی ہے۔ وزیرن نے جواب دیا کہ تیار نہیں ہے۔ دس بج گئے اور بچارے سید صاحب دفتر کو روانہ ہوگئے۔ دفتر میں جاکر کچھ ناشتہ کرلیا اور کام میں مشغول ہوگئے۔

ابھی بیگم صاحبہ پلنگ پر بیٹھی ہی تھیں کہ پڑوس کی ایک عورت نذیرن نامی گود میں چھوٹا بچہ لیے گھر میں داخل ہوئی اور بیگم صاحبہ کے پلنگ کے قریب بیٹھ گئی اور بات کرنے لگی۔

بیگم صاحبہ۔ کہو نذیرن تم تو جھانکتی بھی نہیں ہو۔ کچھ معلوم نہ ہوا کہ رحیمن کے لڑکے کی شادی ہوئی۔ کیا ملا اور بہو کیسی ہے؟

نذیرن۔ کیا کہوں بی بی صاحبہ مجھ سے تو برادری اسی وقت سے نہیں ہے کہ اس نے میری بیٹی کو عیب لگایا اور کہا کہ آنکھوں سے کم دیکھتی اور کچھ لنگڑاتی ہے۔ سنا ہے کہ شادی میں بڑا ناد ہوا جہیز وغیرہ ملنا تو درکنار باراتیوں کو کھانا سڑا ہوا ملا اور بہو بھی ایک آنکھ کی کانی ہے۔ میرے دل کو تو ٹھنڈک ہوئی رحیمن اسی قابل تھی۔

بیگم صاحبہ۔ اچھا ہوا۔ وہ کٹنیا اسی قابل تھی۔ غضب خدا کا آئی تھی تو کہتی تھی کہ نذیرن نے میرے بیٹے کی نسبت ترک کراکے اپنے بدمعاش لڑکے سے کرانا چاہتی ہے۔

اس طرف بیگم صاحبہ اور نذیرن میں گفتگو ہو رہی تھی اور نذیرن کے بچہ نے تمام جسم ناپاک کر رکھا تھا جب اس نے بچہ کی طرف نظر کی تو یہ کیفیت دیکھی اور گھر جانے کے لیئے اٹھ کھڑی ہوئی۔ نذیرن کے چلے جانے کے بعد بیگم صاحبہ نے منہ ہاتھ دھوکر کچھ ناشتہ کیا اور پلنگ پر لیٹ رہیں اور حکم دیا کہ کھانا تقسیم کر دیا جائے اس طرح پر دو بج گئے۔ آفت کی ماری پھمن ترکاری فروخت کرنے والی مکان میں داخل ہوئی۔

بغیر نرخ دریافت کیے کئی ایک چیزیں وزن کرا کے لیلیں۔ جب قیمت مانگی تو فرمایا کہ لے لے گی کہیں میں مری جاتی ہوں یا تو۔ پٹھن کی زبان سے نکل گیا کہ دو سال ہو گئے چار روپیہ خربوزہ کی قیمت باقی ہے غریبوں کا لوگ یوں ہی مار لیتے ہیں۔ ان الفاظ کے سنتے ہی بیگم صاحبہ کو غصہ آگیا اور جوتی ہاتھ میں لیکر کھڑی ہو گئیں اور زبان قینچی کی طرح چلنے لگی ایک منہ ستو سلواتیں سنا ڈالیں بھاگتے بھاگتے بھی پٹھن پر بیسیوں جوتیاں پڑ گئیں۔ یکایک مکان کے پشت سے شور و غل اور گالی گلوج کی آوازیں آنے لگیں دریافت سے معلوم ہوا کہ رحیمن اور نذیرن میں جھگڑا شروع ہوا آخر کار انکے شوہروں کے درمیان لاٹھی چلی اور کوتوالی جانے کی نوبت پہونچی۔ رحیمن اور نذیرن چلاتی ہوئی سید صاحب کے مکان میں داخل ہوئیں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ بیگم صاحبہ کو دونوں نے سخت سست سنایا اور بیگم صاحبہ نے بھی ایک نہ اٹھا رکھی۔ راحت نے آکر آواز دی کہ سید صاحب آگئے۔ خدا خدا کر کے ہنگامہ رفع ہوا۔ بیگم صاحبہ خاموش پلنگ پر بیٹھ گئیں اور نذیرن وغیرہ اپنے گھروں کو چلی گئیں۔ حسب دستور سید صاحب اندرون خانہ تشریف لے گئے۔ صاحبزادی سے انکے پڑھنے کے متعلق کچھ دریافت کرنے کے بعد چھوٹے بچہ کو گود میں لیکر پیار کیا۔ بعد ازاں بیگم صاحبہ کے قریب جاکر فرمایا کہ اس وقت چند احباب کو میں نے مدعو کیا ہے چاء اور ناشتہ جلد تیار کر کے باہر بھیجئے بیگم صاحبہ غصہ میں تو بھری ہی تھیں یکایک برس پڑیں۔

”ایسی زندگی سے تو توبہ بھلی۔ بات بات پر زبان پکڑی جاتی ہے۔ مرغی اپنی جان سے گئی کھانے والوں کو سواد ہی نہ ملی۔ لوگوں کو اپنے چاء ناشتہ کی پڑی رہتی یہاں نہیں معلوم کیسے دن کٹتے ہیں“

سید صاحب۔ کچھ کہو بھی تو کیا ہوا۔ جب مکان میں داخل ہو ایک نہ ایک جھگڑا آئے دن کھڑا رہتا ہے۔

بیگم صاحبہ۔ تم کو اپنے دفتر اور احباب سے کب فرصت کہ کسی کی طرف نظر کرو۔ رحیمن کہاں اور کہاں میں سینکڑوں باتیں کہہ گئی۔ کمینوں کا تو اب راج ہے ابا میاں فوت کر گئے ورنہ زبان کھنچوا لیتی“

سید صاحب بہت ہی سنجیدہ اور سمجھدار انسان ہیں یہ کہہ کر باہر چلے گئے کہ ہر ایک کی خبر لوں گا آپ اطمینان رکھئے۔ صاحبزادی نے چاء تیار کی اور بازار سے شیرینی منگا کر سید صاحب نے احباب کو ناشتہ کرایا۔ آیندہ کے لیے یہ انتظام ہو گیا کہ ایک باورچی نوکر رکھا گیا۔ چاء وغیرہ کا انتظام سب باہر ہو گیا اب خدا خدا کر کے کچھ اطمینان نصیب ہوا۔ بیگم صاحبہ کی بد اخلاقی اور سخت کلامی سے تمام اہل محلہ نالاں تھے یہ سید صاحب کا اخلاق تھا کہ کوئی ایک حرف زبان پر نہیں لاتا تھا۔

(۲)

تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ ہو۔ جامع مسجد کے اطراف اور کچھ فصل پر چند قدیم شرفاء کے خاندان آباد ہیں۔ مسلمان بادشاہوں کے زمانہ میں انکے آبا و اجداد قاضی و مفتی کے عہدوں پر ممتاز تھے۔ آج بھی علم و فضل۔

خوش اخلاقی اور مہانداری ان خاندانوں کی ضرب المثل ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ نیک صحبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ ان شرفاء کے دامن سے وابستہ جو غرباء اور کاروباری مسلمان آباد ہیں ان کے گھروں میں بھی علم کا چرچہ ہے لڑکیاں تعلیم یافتہ اور خوش سلیقہ ہیں۔ قدم قدم پر مسجدیں نظر آتی ہیں جن میں دیندار مسلمانوں کا ہر وقت مجمع علوم اسلامیہ کے حصول میں مشغول نظر آتا ہے۔ شارع عام سے چند قدموں کے فاصلہ پر قاضی صاحب کی اونچی مشہور ڈیوڑھی ہے۔ دروازہ پر ایک معمر پہرہ دار کھڑا ہوا ہے۔ خدا کے فضل سے خاندان بہت وسیع ہے صرف ایک ہی گھر سے پورا محلہ آباد نظر آتا ہے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ مشہور قانون داں ہیں لوگ عام طور پر قاضی صاحب یا مولوی صاحب کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ قاضی صاحب بہت ہی خوش مزاج ہیں آپ کا دسترخوان بہت ہی وسیع ہے اس لیے احباب کا آپ کے گرد ہر وقت ایک جھرمٹ لگا رہتا ہے۔

مئی کا مہینہ ہے صبح کے چار بجے ہیں مختلف مساجد سے اللہ اکبر کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں سینکڑوں مسلمان مساجد کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ قاضی صاحب ابھی آرام فرما رہے ہیں۔ بیگم صاحبہ نے اٹھکر نماز ادا کی۔ آفتابہ میں پانی۔ جائے نماز۔ صابن و دیگر ضروری چیزیں قاضی صاحب کے واسطے رکھکر بالاخانہ نیچے تشریف لائیں۔ خادمہ نے باورچی خانہ کی صفائی کر کے آگ روشن کر دی۔ بیگم صاحبہ چار و ناشتہ کی تیاری میں مشغول ہوگئیں۔ مولوی صاحب ضروریات سے فارغ ہو کر طلوع آفتاب سے قبل آکر دفتر میں اپنے کام میں مشغول ہوگئے آفتاب نکلتے نکلتے ملازم نے چار اور ناشتہ جس میں مختلف قسم کے حلوے۔ انڈا اور گھر کی بنی ہوئی جیلی و مربہ و بسکٹ تھے لا کر میز پر سجا دیا۔ احباب حسب معمول پابندی وقت کے ساتھ پہونچکر قاضی صاحب کے ساتھ شریک ناشتہ ہوئے باہر ناشتہ بھیجنے کے بعد بیگم صاحبہ نے بزرگوں۔ لڑکوں و دیگر متعلقین کو ناشتہ دیا۔ بعد ازاں خادمہ کو کھانا تیار کرنے کے متعلق ضروری ہدایات دے کر خود کلام مجید لیکر بیٹھ گئیں اور گھر کی چھوٹی بڑی سب بچیاں تلاوت قرآن میں مشغول ہوگئیں۔ ایک گھنٹہ کے بعد غفور ملازم نے آواز دی کہ دو صاحب آئے ہیں ناشتہ بھیجئے۔ چونکہ پیشتر سے گھر کی تیار کردہ جیلی۔ مربہ۔ حلوے اور مٹھائیاں الماری میں رکھی ہوئی ہیں بیگم صاحبہ کا حکم پاتے ہی خادمہ نے کشتی میں چیزیں سجا کر باہر بھیجدیں۔ ۹ بجنے کے بعد بیگم صاحبہ پھر باورچی خانہ میں تشریف لے گئیں۔ آپ نے کباب اپنے ہاتھ سے تیار کیا اور چیزوں کا نمک پانی دیکھا نصف گھنٹہ کے بعد کھانا باہر روانہ کیا گیا اور ملازم نے میز پر لگا کر صاحب کو اطلاع دی۔ کھانا نوش فرمانے کے بعد مولوی صاحب کچہری تشریف لے گئے۔ گیارہ بجے کے اندر اندر لوگوں کو کھانا تقسیم کر کے بیگم صاحبہ فارغ ہوگئیں۔

مکان کے دوسرے حصوں میں رہنے والے عزیزوں کی مزاج پرسی اور بیماروں کی کیفیت دریافت کرنے

کی غرض سے روانہ ہوئیں۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ بعد واپس تشریف لائیں۔ قلم دوات اور رجسٹر روزمرہ کے اخراجات کا لیکر تخت پر بیٹھ گئیں یکایک چند برقعہ پوش عورتیں مکان میں داخل ہوئیں۔ بیگم صاحبہ نے ان کو بیٹھنے کا اشارہ کیا چند منٹ لکھنے کے بعد ان عورتوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ یہ پڑوس کی رہنے والی کاروباری مسلمانوں کی عورتیں تھیں۔ کسی نے مذہبی مسایل دریافت کیے۔ ایک بچہ سخت علیل تھا بیگم صاحبہ نے گود میں لیکر بغور دیکھا اور ایک دوا بتادی ان کے جانے کے بعد محلہ کے حافظ رحمت اللہ کی بی بی آئیں اور عرض کیا کہ لڑکی کی شادی کرنا چاہتی ہوں آج کل ہاتھ بالکل خالی ہے حافظ صاحب کا روزگار بھی مندہ ہے امداد کی طالب ہوں۔ بیگم صاحبہ چونکہ حقیقت سے واقف تھیں لہذا بکس منگاکر ایک کافی رقم پوشیدہ طور پر ان کو دےدی اور ہدایت کردی کہ رسول اللہ صلعم کی بیٹی حضرت فاطمہ کی شادی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اسراف سے کام نہ لیجئے گا۔ چونکہ شروع مہینہ تھا اس لیے اندر باہر سب لوگوں کی تنخواہیں تقسیم کرکے درج رجسٹر کرلیا اور زکوٰۃ کی مد سے پڑوس کی دو بیواؤں کو کچھ بھجوا دیا۔ سائیس کو تاکید کردی کہ تم گھوڑے کی نگہداشت اچھی طرح رکھے۔ بعد نماز ظہر مشین لیکر کپڑا سینے بیٹھ گئیں چھوٹی بچیاں قریب ہی بیٹھ کشیدہ کاری کا کام بیگم صاحبہ کی ہدایت کے بموجب کرنے لگیں۔ ڈیوڑھی پر خیاط آیا اسکو مولوی صاحب اور بچوں کی شیروانی تیار کرنے کا کپڑا دے دیا گیا۔ قاضی صاحب کے کچہری سے واپس آنے کے بعد حسب دستور چاء وغیرہ بھیجی گئی۔ دس بجے رات کو سب کاموں سے فرصت پاکر بستر استراحت پر لیٹ کر "عصمت" و دیگر زنانہ رسالوں کا مطالعہ کرتی ہیں۔ اندرون خانہ اور باہر بنگلہ کے جملہ خانگی امور بیگم صاحبہ کی ہدایت کے بموجب انجام پاتے ہیں کسی نے سچ کہا ہے کہ سلیقہ شعار بی بی گھر کو بہشت بنا دیتی ہے۔ مکان ہر وقت صاف رہتا ہے چیزیں مناسب جگہوں پر رہتی ہیں۔ بیگم صاحبہ ہر ایک کے حقوق و مراتب کا خیال رکھتی ہیں بچوں اور بچیوں کی تعلیم کا مسئلہ ہر وقت آپ کے پیش نظر رہتا ہے قاضی صاحب کا کام روپیہ کمانا ہے امور خانہ داری سے وہ بالکل بے نیاز ہیں عصمتی بہنوں کو سبق حاصل کرنا چاہئے۔ گھر کی ملکہ کے یہی جوہر ہیں +

عبدالحیٔ عباسی بی اے

ریویو کائنات ادب محمد عبدالمجید صاحب میرٹھی سابق اڈیٹر نظارہ نے انٹرنس کے طلبا کے لیے یہ اُردو کورس بہت محنت سے مرتب کیا ہے زمانہ گذشتہ اور دور حاضرہ کے اکثر مشہور مشہور ادیبوں انشاپردازوں اور شاعروں کا منتخب کلام سلیقہ اور قابلیت سے جمع کیا گیا ہے کتاب قابل مطالعہ ہے اور طلبا کے لیے کچھ شک نہیں بہت مفید ایجوکیشنل بک ہاؤس سول لائن علی گڈھ سے ملتی ہے قیمت کتاب پر درج نہیں کم و بیش عہ/ ہوگی۔

فطرت کی کتاب

پنڈت جواہر لال نہرو پریسیڈنٹ نیشنل کانگریس نے ۱۹۲۸ء کے موسم گرما میں الہ آباد سے مسوری اپنی دس سالہ بیٹی اندرا کے نام چند خطوط انگریزی زبان میں لکھ کر بھیجے تھے جو کتابی صورت میں بھی شایع ہوئے ہیں پہلے خط کا ترجمہ عصمتی بہنوں کے لیے بھیجتا ہوں۔ بظاہر یہ خطوط بچوں کے لیے ہیں مگر بڑوں کے واسطے بھی ان میں بہت کچھ دلچسپی ہے۔ عبدالعزیز

پیاری اِندرا!

جب تم اور میں ساتھ رہتے ہیں تو تم بسا اوقات مجھ سے بہت سی چیزوں کے متعلق سوالات پوچھتی ہو اور میں انکے جواب دینے کی کوشش کرتا ہوں۔ اب جبکہ تم مسوری میں ہو اور میں الہ آباد میں ہم ایسی باتیں نہیں کر سکتے۔ لہٰذا میں تم کو وقتاً فوقتاً ہماری دنیا اور ان چھوٹے بڑے ملکوں کی، جن میں وہ تقسیم ہوئی ہے۔ کہانی کے مختصر حالات لکھتا رہونگا۔ تم نے انگلستان کی تواریخ اور ہندوستان کی تواریخ کچھ کچھ پڑھی ہے۔ لیکن انگلستان محض ایک چھوٹا جزیرہ ہے اور ہندوستان گرچہ ایک بڑا ملک ہے تاہم سطح زمین کا ایک چھوٹا حصہ ہے۔ اگر ہم اس دُنیا کی کہانی کے متعلق کچھ جاننا چاہتے ہیں تو ہمیں تمام ملکوں اور ان میں بسنے والے تمام لوگوں کا خیال کرنا چاہیئے نہ کہ محض ایک چھوٹے ملک کا جہاں ہم پیدا ہوئے ہوں۔

مجھے ڈر ہے کہ میں اپنے ان خطوط میں محض بہت تھوڑی باتیں تمہیں بتا سکوں۔ لیکن میں اُمید کرتا ہوں کہ یہ چند باتیں تمہارے لئے باعث دلچسپی ہونگیں اور ان کے مطالعہ کے بعد تم اس دنیا کو ایک خاندان اور اس کے باشندوں کو اپنے بھائی بہن سمجھوگی۔ جب تم بڑی ہو جاؤگی تو زمین اور اس کے باشندوں کی کہانی ضخیم کتابوں میں پڑھوگی اور وہ کہانی تمہاری پڑھی ہوئی دوسری کسی کہانی یا ناول سے کہیں زیادہ دلچسپ اور پُرلطف معلوم ہوگی۔

تم البتہ جانتی ہو کہ ہماری زمین بہت بہت پُرانی ہے، کروڑوں سال پُرانی۔ اور ایک عرصہ دراز تک اس پر کوئی مرد یا عورت نہیں رہتا تھا، اِنسان کے آنے سے قبل ایک وقت تھا جب اس زمین پر کوئی جاندار چیز نہیں رہتی تھی۔ ہماری اس دُنیا کو، جو آج ہر قسم کے حیوانوں اور انسانوں سے بھری پڑی ہے، اسکے بغیر تصور کرنا مشکل ہے۔ لیکن سائنس داں اور وہ لوگ جنھوں نے ان باتوں کے متعلق تحقیقات اور غور و

غرض کیا ہے ہمیں بتلاتے ہیں کہ ایک زمانہ ایسا تھا جب زمین اتنی گرم تھی کہ کوئی جاندار چیز اس پر زندہ رہ نہیں سکتی تھی۔ اور اگر ہم ان لوگوں کی کتابیں پڑھیں اور چٹانوں اور معدنی اشیاء (قدیم جانوروں کے آثار) کا خود مطالعہ کریں تو ہم خود معلوم کر سکتے ہیں کہ ایسا ضرور ہوا ہوگا،

تم کتابوں میں تاریخ پڑھتی ہو۔ لیکن عہد قدیم میں جب انسان نہ تھے یقیناً کوئی کتاب لکھی نہیں جا سکتی تھی۔ پھر بھلا ہم کیسے معلوم کر سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں کیا ہوا؟ ہم محض بیٹھ کر ہر چیز تصور نہیں کر سکتے۔ اس طرح تصور کرنا نہایت دلچسپ ہوگا کیونکہ ہم جو چاہیں تصور کر سکتے ہیں اور اسطرح ہم سب سے زیادہ دلچسپ۔ پریوں کی کہانی، تیار کر سکتے ہیں لیکن اسکا صحیح ہونا لازمی نہیں ہے۔ کیونکہ اس قسم کی کہانی چشم دید واقعات پر مبنی نہیں ہوگی۔ لیکن اگرچہ ان ایام گذشتہ میں لکھی ہوئی کتابیں ہمارے پاس نہیں ہیں تاہم خوش قسمتی سے ہمارے نزدیک چند ایسی چیزیں ہیں جو ہمیں قریب قریب اتنا ہی بتاتی ہیں جو ایک کتاب بتا سکتی ہے ہماری آنکھوں کے سامنے چٹان، پہاڑ، سمندر، ستارے، ندیاں، بیابان اور قدیم جانوروں کے آثار ہیں۔ یہ اور اس قسم کی دوسری چیزیں آغاز زمین کی کہانی بیان کرنے میں ہمیں کتابوں کا کام دیتی ہیں۔ اور یہ کہانی معلوم کرنے کا درست طریقہ محض دوسروں کی کتابیں پڑھنا نہیں ہے بلکہ خود فطرت کی ضخیم کتاب کا مطالعہ کرنا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم جلد ہی یہ کہانی چٹانوں اور پہاڑوں سے پڑھنا سیکھو گی۔ خیال کرو کہ یہ کہانی کیسی پُرلطف اور دلچسپ ہے۔ ہر وہ چھوٹا پتھر جو راستہ میں یا پہاڑ کے دامن میں پڑا ہوا تمہیں نظر آتا ہے، فطرت کی کتاب کا ایک چھوٹا ورق ہے۔ اور تم اگر اسے پڑھنا جانتی ہو تو وہ تمہیں کچھ نہ کچھ بتا سکے گا۔ کسی زبان آیا ہندی، اردو یا انگریزی کے جاننے کے لئے پہلے تمہیں اس کے حروفِ تہجی سیکھنا پڑتے ہیں۔ اسی طرح فطرت کی کہانی کا مطالعہ اس کے پتھروں اور چٹانوں کی کتابوں میں کرنے سے پہلے تمہیں اس کے حروف تہجی سیکھنا چاہئے۔ شاید اس وقت بھی تم اسے ذرا سا پڑھنا جانتی ہو۔ جب تم ایک چھوٹا، گول، چمکدار کنکر، دیکھتی ہو تو کیا وہ تمہیں کچھ بھی نہیں بتاتا ہے؟ وہ کس طرح گول، ہموار اور چمکدار ہوا؟ اسکو کونے اور کھُردرے کنارے کیوں نہیں ہیں؟ اگر تم بڑے پتھر کے باریک ٹکڑے کرو تو ہر ٹکڑا کھُردرا ہوتا ہے اور اس کے کونے اور کھردرے کنارے ہوتے ہیں۔ وہ ہرگز ایک گول ہموار کنکر کے مانند نہیں ہوتا۔ تو پھر یہ کنکر، کیونکر ایسا گول، ہموار اور چمکدار ہوا؟ اگر تم دیکھنے لیے اچھی آنکھیں اور سننے کے لیے اچھے کان رکھتی ہو تو یہ تمہیں اپنی کہانی کہے گا۔ وہ کہتا ہے کہ ایک زمانہ میں، ممکن ہے کہ بہت پیشتر، وہ ایک چٹان کا ایک ٹکڑا تھا اس ٹکڑے کی طرح جسے تم نے ایک بڑے چٹان یا پتھر سے توڑ کر نکالا ہو۔ اور جس کو کئی کنارے اور کونے ہوں، غالباً وہ کسی پہاڑ کے دامن میں آرام کر رہا تھا۔ پھر مینہ آیا اور وہ اسے

ارہا ہے بڑے ورہ میں بہا لے گیا، وہاں ایک پہاڑی چشمہ اسے ملا جس نے اسے آگے آگے دھکیلا حتیٰ
رہا ۔ چھوٹی ندی میں جا پہنچا۔ اور یہ چھوٹی ندی اسے ایک بڑی ندی میں لے گئی۔ اور اس سارے
ایسے وہ ندی کی تہ میں گھومتا رہا اور اس کے کنارے رفتہ رفتہ گِھس گئے اور اس کی سطح ہموار اور
ویسی ہو گئی۔ اس طریقے سے وہ یہ کنکر، بنا جسے تم اب دیکھ رہی ہو۔ کسی طرح ندی اسے پیچھے چھوڑ گئی
اور یہ تمہارے ہاتھ آیا۔ اگر ندی اسے بہا لے گئی ہوتی تو وہ روز بروز زیادہ زیادہ چھوٹا ہوتا حتیٰ کہ آخرکار
وہ ریت کا ایک ذرہ بنکر ساحلِ سمندر پر اپنے بہنوں سے ملکر ایک خوبصورت ٹیلا بنجاتا تاکہ ننھے ننھے بچے وہاں
کھیل سکیں اور ریت کے قلعے باندھ سکیں۔

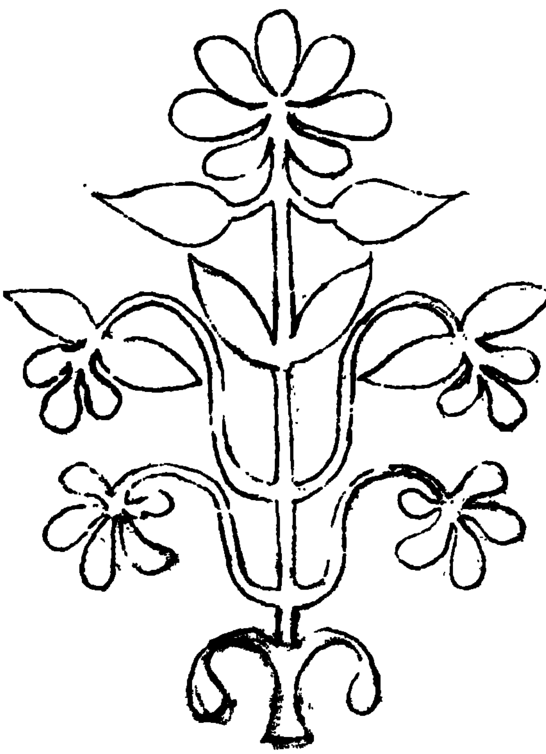
اگر ایک چھوٹا کنکر، تمہیں اتنی باتیں بتا سکتا ہے تو پھر تمام چٹانوں اور پہاڑوں اور دوسری بے شمار چیزوں سے، جو ہم اپنے اردگرد دیکھتے ہیں، کتنا زیادہ سیکھ سکتے ہیں؟

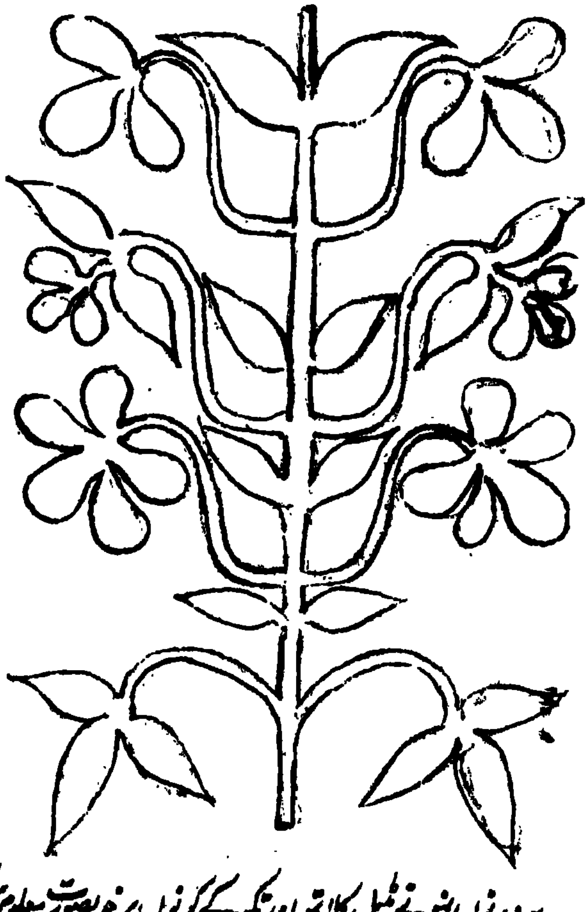
(ترجمہ)

قاضی عبدالعزیز بی۔اے المبسیٰ

کشیدہ کاری کے لیئے دو نمونے

از افسر جہاں صالح پور





یہ دونوں نمونے ٹیبل کلاتھ اور تکیے کے کپڑوں پر خوبصورت معلوم ہونگے

تحریک مسلم گرلز کلب لاہور

جو کچھ پست حالت آجکل مسلمانوں کی ہو رہی ہے ہر مسلم بہن بھائی پر عیاں ہے ہر قوم کی تعلیم یافتہ مستورات اپنی اپنی قوم کی بہترین اصلاح کے لیئے مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں۔ تعلیم یافتہ نوجوان لڑکیاں بھی قومی کاموں میں مردوں کا ہاتھ بٹا رہی ہیں۔ مگر مسلمانوں میں تعلیم نسواں کا چرچہ ابھی چند سال سے ہوا ہے۔ موجودہ زمانے میں اکثر خاندانوں میں پڑھی لکھی لڑکیاں نظر آرہی ہیں گر وہ تعلیم یافتہ کہلانے کی مستحق نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں میں لڑکیاں اکثر ادھوری تعلیم پر بیاہ دی جاتی ہیں اور اس قابل نہیں ہوتیں کہ تعلیم یافتہ کہلائیں۔ اس ادھوری تعلیم پر فیشن پرستی، انگریزی تقلید، بے جا آزادی نے انکو نہ دُنیاوی کاموں کا رکھا نہ دینی احکام کی پابند۔ مسلمانوں میں جو تھوڑی بہت تعلیم یافتہ لڑکیاں ہیں وہ قومی کاموں میں بہت تھوڑا حصہ لیتی ہیں۔ اور جو لیتی بھی ہیں وہ صرف نام و نمود کی خاطر۔ جن کے کاموں سے قوم کو بجائے فایدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ کام کرنیوالی صرف چند ہمدرد قوم معمر مسلم خواتین ہیں۔ جو بوجہ تعلیم کی کمی ناتجربہ کاری قومی کاموں کو پورے طور پر نہیں نبھا سکتیں۔

اس صورت میں ناچیز کی رائے ہے کہ ایک مسلم گرلز کلب قایم کیا جائے اور اس کے ذریعہ نوجوان تعلیم یافتہ لڑکیوں کی قومی کاموں کے کرنے کی رہبری کی جائے۔ اور ایک ایسا گروہ پیدا کیا جائے جو خوش اخلاق ہو اور باپردہ قومی کاموں کو ہاتھوں ہاتھ کریں۔ مسلم گرلز کلب کا جلسہ ہر ماہ ہوا کرے۔ اس جلسہ میں مندرجہ ذیل عنوان پر تقریریں۔ بحث مباحثہ تقریر یا نصائح کر لڑکیاں عملی جامہ پہنائیں۔

درستی اخلاق۔ پردہ، احکام اسلام کی پابندی، انگریزی تقلید، فضول خرچی، فیشن پرستی، فرمانبرداری والدین تابعداری شوہر، امورخانہ داری، امداد غربا، امداد غربا لڑکیوں کی قومی ہمدردی۔ قوم کا کام کرنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ تاکہ لڑکیوں کے دلوں میں قومی ہمدردی و قومی کاموں کے کرنے کا جوش پیدا ہو۔ اور قومی کاموں کو اپنی معاشرت کا ایک پہلو قرار دیں۔ تاکہ ہماری آیندہ نسلوں کی لڑکیاں قومی کاموں کو اپنے ہاتھوں کرنا عار نہ سمجھیں، غریب خانوں، یتیم خانوں بیواؤں کی امداد، قدمے، درمے، سخنے کریں۔ لاہور میں مینے یہ تحریک کی ہے اور بہت سی تعلیم یافتہ ہمدرد قوم بہنیں اس رائے سے متفق ہیں۔ اور کئی لڑکیوں نے داخلہ ممبری کلب کے لیئے درخواستیں بھیجدی ہیں۔ اس کے مقاصد یہ ہیں:

(۱) مسلم لڑکیوں میں اتحاد پیدا کرنا (۲) مسلم لڑکیوں کا ایک ایسا گروہ پیدا کیا جائے جو قومی کاموں کو درمے، قدمے، سخنے امداد دیا

(۳) مسلم لڑکیاں قوم کی بہترین اصلاح کر عملی جامہ پہنائیں (۴) مسلم گرلز کلب فنڈ سے نادار لڑکیوں کو وظایف دیکر ایسے درسگاہوں صنعتی سکولوں میں داخل کیا جائے۔ جن میں وہ ایسے ایسے ہنر سیکھیں جو انکی آیندہ زندگی کا بہترین وسیلہ ہو سکیں۔

مجھے اُمید ہے اور بہنیں بھی اس پر اپنے خیالات ظاہر کرینگی اور اپنے اپنے شہروں میں ایسی کلب بنائیں گی لاہور کی جو بیبیاں میری رائے سے اتفاق کریں اور انتظامیہ کمیٹی کلب میں داخل ہونا چاہیں۔ یا مقاصد وغیرہ کی مناسب ترمیم خیال کریں مطلع فرمائیں۔

بیگم غلام رسول خاں بیت الرسول لاہور

نئی کتابیں

علاج بالاکسیر۔ سید محمد احمد مشہدی صاحب وفابی اے اکبر آبادی ڈپٹی کلکٹر آگرہ نے ایک انگریزی کتاب کا ترجمہ کیا ہے اور اکسیر نام کی دواؤں سے علاج کرنے کا طریقہ نہایت سادہ اور سلیس الفاظ میں لکھا ہے جس کو پڑھکر اُردو داں خواتین اپنا اور بچوں کا علاج کر سکتی ہیں۔ مترجم صاحب نے بہت محنت اور خلوص کے ساتھ نہ صرف اپنا قیمتی تجربہ قلمبند فرمایا ہے بلکہ ایک ہزار جلد اس کتاب کی شایع کرا کر بالکل مُفت تقسیم کی ہے اور اب اسکا حق تالیف ایک وقف کو دیدیا ہے جہاں سے کتاب مذکورہ کو منگالیں۔ پتہ۔ جناب آغا سید ابوالقاسم صاحب رئیس شاہ گنج آگرہ ہے۔

زاد السبیل یا رحلتہ الرحیل یہ کتاب راحیل شروانیہ صاحبہ بنت جناب حاجی محمد موسیٰ خانصاحب رئیس دتاولی کا سفرنامہ ہے جو انھوں نے اپنے سفرحج کے زمانہ میں لکھا ہے عبارت اتنی آسان و آدب آموز ہے کہ جہاں سے کھولکر دیکھئے بند کرنے کو جی نہیں چاہتا۔ میں چاہتی ہوں کہ دس پانچ جگہ سے اُلٹ پلٹ کر دیکھوں پھر اسکی تعریف لکھوں لیکن جو صفحہ نکلتا ہے وہیں نظر اٹک کر رہ جاتی ہے اور جی چاہتا ہے کہ سب کام چھوڑ کر پہلے اسے پُورا پڑھ ڈالوں۔ میں نے اس سے پہلے ان بہن کی تحریر نہیں دیکھی تھی تعریف سُنکر مشتاق تھی الحمدللہ کہ آج یہ آرزو پوری ہوئی اور دیکھ کر دل خوش ہوا، خدا کرے بہن صاحبہ اپنی تصنیف و تالیف کے شغل کو جاری رکھیں۔ قیمت ۱۲؍ سیمع منزل علی گڈہ سے ملتی ہے۔

گلدستہ کشیدہ کاری جیساکہ نام سے ظاہر ہے قریباً سو پھول پتیوں کے نمونے اس کتاب میں کشیدہ کاری کے دئے گئے ہیں۔ مفید ہدایتیں بھی کام کے لئے لکھی گئی ہیں۔ جن لڑکیوں کو کشیدہ کاری کا شوق ہو وہ ضرور یہ کتاب منگائیں قیمت قسم اول ۱۰؍ قسم دوم ۸؍ ملنے کا پتہ:۔ کشیدہ ڈپو شملہ

(و-۱)

خواتین ہند کی کانفرنس

جنوری میں خواتین ہند کی جو کانفرنس بمبئی میں زیر صدارت مسز سروجنی نائیڈو ہوئی تھی اسکی تفصیلی کارروائی بہنوں نے روزانہ اخبارات میں پڑھی ہوگی مجھے اس کانفرنس سے دو شکائتیں ہیں اول تو یہ کہ تقریریں وغیرہ انگریزی زبان میں ہوتی ہیں حالانکہ جیساکہ نام ہے ہندوستانی یعنی اُردو زبان میں ہونی چاہئیں دوسرے یہ کہ مسلمان عورتوں کو برائے نام تقریر وغیرہ کرنے اور اس کانفرنس میں حصہ لینے کا موقع دیا جاتا ہے صرف دو تین مسلمان عورتیں بطور نمایندہ کے بلائی جاتی ہیں بس۔ جو تجویزیں اس کانفرنس نے پاس کیں وہ تعداد میں سولہ ہیں۔ ان میں سے اہم تجاویز کا خلاصہ عصمتی بہنوں کے لئے لکھتی ہوں۔

(۱) شارداابل کی موافقت یہ کانفرنس بہت زور سے کرتی ہے ہندو بہنوں کے علاوہ مسلمان بہنوں نے بھی اس تجویز کی تائید کی اور کمسنی کی شادی کے برے نتائج بیان کئے۔ (۲) مسٹر جیکر نے پنج قوموں کے لوگوں کی اصلاح کے واسطے جو بل پیش کر رکھا ہے اسکی تائید (۳) اس کانفرنس کی رائے میں ابتدائی تعلیم جبریہ اور مفت کر دی جائے۔ (۴) پردہ ترک کر دیا جائے۔ اس تجویز پر بہت سی تقریریں ہوئیں۔ مروجہ پردہ کی مخالفت میں بہن فاطمہ بیگم صاحبہ منشی فاضل اور بہن خدیجہ بیگم صاحبہ ام اے نے بھی تقریریں کیں (۵) لڑکیوں کو باپ کا ترکہ جہاں جہاں نہیں ملتا وہاں بھی ملے۔ (۶) مزدور عورتوں کی دیکھ بھال کے لیئے انسپکٹر عورتیں ہی ہونی چاہئیں۔ (۷) جس شخص کی بیوی موجود ہو اس سے کسی لڑکی کی شادی نہ کی جائے۔ لڑکوں کی طرح لڑکیوں کی شادی بھی انکی مرضی سے کی جائے (۸) شادی کے معاملہ میں جس طرح مرد ولی ہے اسیطرح عورت بھی ہو (۹) ہندوستان کی قومی انجمنوں میں عورتیں بھی بطور نمایندہ شریک کی جائیں (۱۰) بچوں کی حفاظت کے لیئے گورنمنٹ قانون بنائے (۱۱) بے جوڑ شادیاں یعنی بڈھے شخص سے کم عمر لڑکیوں کی شادی بند کر دی جائے (۱۲) ۱۸۷۲ء کا جو قانون شادی کے متعلق ہے اور اسکی جو ترمیم اسمبلی میں پیش کی گئی ہے اس کی تائید۔

اس کانفرنس میں جن عورتوں نے بہت دلچسپی لی ان میں مسز سروجنی نائیڈو۔ مسز کملا دیوی چٹوپادھیا۔ لیڈی ٹاٹا۔ مسز حامد علی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ہندوستان کے تمام بڑے بڑے شہروں سے ڈیلیگیٹ عورتوں نے شرکت کی جن کی تعداد ۳۰۰ کے قریب ہے۔

ذکیہ بانو (بمبئی)

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے ورنہ تعمیل نہیں ہو سکتی۔

منیجر

خواتین امراؤتی کا جلسہ

زنانہ جلسوں کی کارروائیاں خوشی کے ساتھ عصمت میں شایع کی جاتی ہیں بشرطیکہ کسی پر غیر معقول اعتراضات کرکے یا کسی کی تعریف میں سطروں کی سطریں لکھ کر طول نہ دیا گیا ہو۔ (اڈیٹر)

۲۸ جنوری ۱۹۳۰ء کو مسلم خواتین امراؤتی کا ایک جلسہ عبدالحی بل کی تائید میں بر بنگلہ جناب قاضی محمد قیام الدین صاحب زیر صدارت مسز خواجہ لطیف احمد صاحب منعقد ہوا۔ جس میں امراؤتی کی جملہ معزز خواتین شریک تھیں۔ جلسہ ۴ بجے تلاوت قرآن سے شروع ہوکر ۵ بجے نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔ اس جلسے کی روح رواں عزیزہ خورشید آرا بیگم دختر قاضی محمد قیام الدین صاحب تھیں، جنکی سعی بلیغ نے برار جیسے تاریک خطے میں بھی کچھ بیداری پیدا کرکے اس جلسے کا انعقاد کروایا۔ ہم خورشید آرا بیگم صاحبہ کو انکی اس اولوالعزمی اور ہمت پر تہ دل سے مبارکباد دیتے ہیں۔ کیونکہ یہ اپنی نوعیت کا پہلا جلسہ امراؤتی کی مسلم خواتین میں ہوا۔ ہم محترمہ بغدادی بیگم صاحبہ ایلچپور کے بھی دل سے ممنون ہیں کہ انھوں نے باوجود ناسازیٔ مزاج جلسے میں شرکت کی۔

مسئلہ وراثت و حقوق نسوان پر حسب ذیل خواتین نے پُر زور تقاریر کیں۔ محترمات خورشید آرا بیگم، بغدادی بیگم ایلچپور، مسز صوفی، مسز سید مظفر حسین، مس امین اللہ، مس خواجہ لطیف احمد اور خاکسار۔ نظمیں از محترمات عابدہ بیگم، رعنا اور خورشید آرا بیگم۔

مندرجہ ذیل تجاویز بہ اتفاق آرا پاس ہوئیں :۔

(۱) امراؤتی کی مستورات کا یہ جلسہ عبدالحی بل کی تائید کرتا ہے اور حضور وائسرائے سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنے اختیارات خصوصی کے زیر تحت اسمبلی کے اجلاس حال میں اسکو پیش کرنے اور شملی گزٹ میں چھپنے کی اجازت فرمائیں۔ محرک بغدادی بیگم صاحبہ، مؤیدہ محترمات مسز الیاس، مسز حسنین، مسز سید مظفر حسین، مسز صوفی۔

(۲) ہم امراؤتی کی مسلم خواتین زیر تعلیمات متوسط برار سے درخواست کرتی ہیں کہ مسلمان لڑکیوں کی ضرورت تعلیم کا خیال کرتے ہوئے۔ وہ امراؤتی میں اس سال انگریزی کی پانچویں کلاس کھولنے کا حکم صادر فرمائیں۔ محرکہ کیہ خاتون مس خواجہ لطیف، مؤیدہ عابدہ بیگم صاحبہ رعنا

(۳) ہمارے شہر کی مسلم خواتین کی ایک انجمن قایم کیجائے، جسکا نام "انجمن خواتین امراؤتی" ہو۔ اور جس کے اغراض مقاصد حسب ذیل ہوں:۔ حفاظت حقوق نسواں، اصلاح رسوم، مذہبی امور کی پابندی، اسلامی اخلاق و تہذیب کی ترویج، جدید طرز معاشرت جو اسراف کا موجب ہو رہا ہے اس سے اجتناب کی کوشش، توسیع تعلیم نسواں، سلائی دستکاری اور خانہ داری، تربیت اطفال پر ہر ماہ لکچر وغیرہ وغیرہ۔ محرک مسز الیاس۔ مؤیدہ محترمات بغدادی بیگم و مسز حسنین۔

(۴) مستورات کا نام تمام رقعوں، تحریروں میں ہونے چاہیے نہ کہ مسز فلاں، مس فلاں، یا اہلیہ فلاں یا بنت فلاں، عورتوں کیلیے اپنے نام لکھنا شرعاً ممنوع نہیں۔ تحریک لطیف جمال بیگم، مؤیدہ رابعہ نازلی۔ اسیوقت یہ انجمن قایم کردی گئی صدر مسز خواجہ لطیف احمد اور سکرٹری عزیزہ خورشید آرا بیگم منتخب کی گئیں۔ چودہ ۱۴ خواتین اس انجمن کی ممبری میں شامل ہوئیں۔ جلسہ بخیر و خوبی انجام کو پہونچا۔ اور وائسرائے بہادر کو تار دیدیا گیا۔

ایک تجویز

جناب بھائی قبلہ   سلام علیکم

بہت عرصہ سے یہ خیال میرے دماغ میں موجزن تھا کہ ہندوستانی مسلمان خواتین میں تعلیم نسواں کے فقدان کے باوجود بہت سی ایسی ہستیاں دور گذشتہ و دور موجودہ میں نظر آئیں گی جو علم کی نورانی کرنوں سے اُفق ہستی پر چودھویں کا چاند بن کر چمکیں۔ جنہوں نے اپنی ضیاباریوں سے اپنی ہم جنسوں کو حتی الامکان مستفید کیا۔ جن کی زندہ مثالوں کی برکت سے اور دوسری بہنوں کو بھی اس چمن زندگی سے گل چینی کی ہمت و حوصلہ ہوا اور جن کے ادبی کارنامے اُن کو زندۂ جاوید بنا سکتے ہیں۔

لیکن صد افسوس دنیا میں بہت کم ہستیاں (اور دنیا میں کیا خود ہندوستان میں) ایسی ہونگی جو ان قابل تقلید و قابل تحسین خواتین کے دماغی کاوشوں سے بخوبی واقف ہوں۔ مردوں کے نام اور اُن کی خدمات کا بچہ بچہ مداح ہے اُن کا تو ہر لفظ اور ہر قدر دانی کی ریتوں میں تول کر ثنا و مدح کی لڑی میں گوندھ دیا جاتا ہے۔ لیکن اُس غریب طبقہ کے نہ صحیح طور پر کوئی تالیق ہے نہ راہنما۔ دماغ سوزیاں اور جانفشانیاں گوہر شبنم کی مانند خاک ناقدر دی و کس مپرسی میں مل کر فنا ہو جاتی ہیں تو کیا اس امر کی ضرورت نہیں کہ اُن کے جواہر ریزوں کو بھی سلک یادداشت میں منسلک کیا جائے اور یہ نظر فریب موتی بھی مالا کی صورت حاصل کر سکیں جس سے قوم اور دوسری بہنیں بھی اُن کے محنت و کاوش کی داد دے سکیں اور اُن کی جرأت و ہمت میں اضافہ ہو؟

الحمدللہ کہ میرے اس خیال کی عملی تصویر۔ تصویر خانۂ دکن سے طلوع ہوئی اور تذکرۂ جمیل کے وجود رنگیں سے بہت کچھ اس قلبی تکلیف کو تسکین ہوئی میں اپنی اور دوسری بہنوں کی جانب سے مولانا عبدالرزاق صاحب بسمل کی خدمت میں انتہائے خلوص سے ہدیۂ تشکر پیش کرتی ہوں۔ جن کی بے انتہا کد و کاوش اور خلوص شوق سے یہ تذکرہ ترتیب پا سکا۔ باوجود صدہا رکاوٹوں اور حوصلہ شکن ناموافقتوں کے مولانا کا استقلال قابل ستائش ہے اگرچہ چھوٹا منہ بڑی بات اور بے حد ناشکری ہوگی تاہم ایک پُر خلوص خیال اور ایک بے لوث اظہار۔ اُمید کہ ناگوار خاطر نہ گذرے گا۔

یہی تذکرہ متذکرہ ابھی بڑی حد تک تشنۂ کوشش ہے۔ ترتیب اگرچہ لاجواب ہے تاہم بہنوں کی تعداد بہت ناکافی۔ اور بہت سی اُن بہنوں کے اسمائے عالی سے جو اپنے وقت کا بڑا حصہ

ادبی خدمات میں وقف کیے ہوئے ہیں محروم۔ نیز جن خواتین کے حالات لکھے گئے ہیں وہ صرف ایک معلومات کا سا درجہ رکھتے ہیں، تبصرہ اور تنقید کی کوشش نہیں کی گئی۔ علاوہ ازیں خواتین دور گذشتہ کے حالات بھی ضبط تحریر میں آنا ضروری ہیں اُن کی اولاد اور اُن کی خدمات اور کوششوں سے واقفیت ہو سکے، یہ بالکل صحیح ہے کہ یہ جو کچھ ہوا موجودہ فضائے ناموافق میں اُمید سے بہت زیادہ ہے۔ نیز ایجاد و اوّل ہونے کی وجہ سے کمزوریاں ضروری۔ لیکن مشورہ اور صلاح بھی ایسے ہی موقعوں پر ہوتی ہے۔

چونکہ آپ خود کئی سال سے عصمت کے سالگرہ نمبر میں مضمون نگار بہنوں کی سال بھر کی علمی حالت پر مفید تبصرہ لکھتے ہیں اس لیئے اُمید ہے کہ میری ہم نوائی فرمائیں گے۔ میرے نزدیک ایک اور ایسے تذکرہ کی ضرورت ہے جس میں کم ازکم عصمت کی گذشتہ اور موجودہ مضمون نگار بہنوں کے حالات اور مُفید تبصرہ لکھا جائے۔ غالباً چند ہی تعلیم یافتہ اور ادیب بہنیں ایسی باقی بچیں گی جنہیں عصمت سے کوئی تعلق نہ رہا ہو۔ اگر ممکن ہو سکے تو اُن کے حالات بھی شامل کر لیئے ہیں۔

لہٰذا میں درخواست کرتی ہوں کہ اس تذکرہ کی ترتیب آپ اپنے ذمہ لیجئے۔ اگرچہ سالانہ تبصرہ ہوتا رہتا ہے لیکن اگر کتابی صورت بن جائے تو ایک مستقل حیثیت قایم ہو سکے گی۔

ناچیز رابعہ پنہاں

محترمہ رابعہ پنہاں کی یہ تجویز سب بہنوں کی طرف سے دلی شکریہ کی مستحق ہے اور مجھ سے جو خدمت وہ لینی چاہتی ہیں اس کے لیئے میں ان کا ممنون ہوں اور خوشی سے انجام دونگا بشرطیکہ عصمتی بہنوں کو بھی اس تجویز سے اتفاق ہوا۔ اس ضرورت کو میں نے ۱۹۱۶ء میں محسوس کیا تھا جب نامہ نگاران عصمت کے مضامین پر تبصرہ شروع کیا ہے مگر جو بہنیں ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۵ء سے پہلے کی خریدار ہیں وہ اندازہ کر سکتی ہیں کہ اس وقت عصمت کا کس قدر کام میرے سامنے تھا لیکن اب سالگرہ نمبر مرتب کرتے ہی میں وقت نکال سکتا ہوں بہنیں براہ کرم اپنی اپنی رائے سے جلد مطلع فرمائیں ✦

رازق الخیری

تربیت گاہ بنات دہلی

میں ۱۱ سال کی عمر تک کی خوشحال بچیوں کے علاوہ نادار، یتیم اور لاوارث بچیاں بھی تعلیم و تربیت حاصل کرتی ہیں اور زکوٰۃ و خیرات کی بہترین مستحق ہیں اور انکے تمام مصارف عصمت و بنات کی دردمند بہنوں کی توجہ سے پورے ہوتے ہیں۔

عصمتی دستر خوان

عصمتی دستر خوان کے لیے بہنوں نے جو عمدہ عمدہ ترکیبیں بھیجی ہیں انھیں دیکھکر یقین سے کہا جاسکتا ہے کہ یہ کتاب اردو کی کھانا پکانے کی سب کتابوں پر فوقیت لیجائے گی۔ اگلے زمانے میں پکانے کا ہنر عام تھا اور تقریباً سب شریف بیویاں اِس ہنر کی ماہر ہوا کرتی تھیں لیکن وہ چند کھانے ہر گھر کے مخصوص ہوتے تھے جن میں خاص خاص بیویوں کی شہرت ہوتی تھی اور باقی پلاؤ زردہ قورمہ دو تین طرح کے کباب دو چٹنی اچار وغیرہ عام چیزیں تھیں جو سب جگہ یکساں ترکیبوں سے پکتی اور بنتی تھیں صرف بعض بعض گھروں کا کھانا خصوصیت سے زیادہ مزیدار ہوتا تھا اور وہاں کی معمولی چیزوں میں بھی ایک عجیب لطافت ونفاست ہوتی تھی۔ لیکن آجکل ہر ایک ہنر ترقی پر ہے اور اس کے حساب سے کھانے پر بہت کم توجہ کی جاتی ہے اور اس کی وجہ چاہے کچھ بھی ہو یہ کمی لڑکیوں کے لیے یہ شرم کی بات ہے۔ اور ضرورت ہے کہ ہر ایک لڑکی اپنے گھریلو کھانوں کے علاوہ چند ترکیبیں آسان آسان انگریزی اور دوسری قسم کے کھانوں کی بھی جانتی ہو اور جب ضرورت ہو انہیں بغیر کسی دِقت کے تیار کر سکے۔ اپنی حیثیت کے اندر اندر جو لاگت کھانے پر لگائی جاتی ہے ہر خانہ دار بیوی کا فرض ہے کہ اسکو اپنے سلیقے کی مدد سے بہترین ذایقے کا تیار کرے اسکے ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صحت کیلئے مفید ہو اگر صرف مزے کا خیال کیا گیا اور کھانا مضر صحت تیار ہوا تو گویا روپیہ اور محنت ووقت سب ضایع گیا۔ یہ کتاب اسی اُصول پر تیار کی گئی ہے اور مختلف صوبوں اور ملکوں کے کھانوں کے علاوہ بعض چیزیں بعض سلیقہ مند اور نفیس مزاج بہنوں کی اپنی ایجادیں ہیں جو کسی وقت بیکاری کا مشغلہ ہیں تو کبھی دستر خوان کے مہانوں کے لیے ایک پُرلطف معمہ اور میزبان کے سلیقے کی حیرت انگیز مثال۔ کیونکہ اس کتاب کی مدد سے ہندوستان کے ہر حصہ کے مہانوں کے کھانے انھیں کے مذاق اور انھیں کی پسند کے مطابق بآسانی تیار کیے جا سکتے ہیں۔ بیماروں اور بچوں کی غذائیں بھی اِس کتاب میں درج کی گئی ہیں اور کھانے پکانے کی بعض ایسی ایسی مفید ہدایتیں لکھی گئی ہیں جو یقیناً کسی اور کتاب میں نہ ملیں گی اسی طرح باورچیخانہ کے متعلق بھی کئی مضامین بے اِنتہا کارآمد اور مفید ہیں اور اس اعتبار سے بھی یہ کتاب خانہ داری کی ضروریات کا ایک جزو ہے چونکہ ہر ترکیب کے لیے ضروری تھا کہ تجربہ کر کے لکھی جائے اس لیے کچھ شک نہیں کہ عصمتی دستر خوان کی تیاری پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوا ہے مگر قیمت صرف عہ۱۲ رکھی گئی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ بہنیں عصمتی دستر خوان منگا کر بہت خوش ہونگی اور عزیزہ آمنہ نازلی صاحبہ کی اس محنت کی قدر کرینگی

(و۔ ا) بلقیس

بیگم صاحب کی روانگی

ایک ایکٹ میں تفریحی ڈراما

(منظر:۔ دروازہ۔ ڈولی دروازہ پر رکھی ہے۔ کہار منہ پھیرے کھڑے ہیں)

ایک کہار:۔ (دوسرے کہار سے) کیوں یار اگر دو تین اپنے بھاگوان گھر دن بھر میں مل جائیں تو کیسے ہو؟"

دوسرا:۔" بال بچے تو فاقے سے مریں اور ہم کو آدمی کی بھی چرس نہ ملے۔"

پہلا:۔ (با آواز بلند) اجی سوار ہو جاؤ ...... ڈولی رکھی ہے۔"

دوسرا۔ ارے یار کاہے کو کراری آواز کو جھرجھرا کرتا ہے۔ آجائیں گی۔ اُترتے وقت جھگڑا کرینگے۔ جب حلق سے کام لیجو"

پہلا:" یہ بھی دور کی کہی تو نے۔ آ۔ تو پھر کوئی چیز چھیڑ دیں۔ اچھا تو پہلے تو ہی شروع کر۔ کوئی چلتی ہوئی سنا دے وہ کیسے ہے" میرے مولا" ؟"

دوسرا:۔ (گنگناتا ہے) میرے مولا بُلا لے مدینے مجھے۔" (دروازہ کھلتا ہے۔ خادمہ نصیبن آتی ہے)

نصیبن:۔ ارے بھئی کہارو منہ پھیرلو۔ بیگم آرہی ہیں۔" پہلا:" اچھا جی۔ پھیرے لیتے ہیں)

دوسرا:۔ پھر کس طرف؟ منہ تو اب بھی پھیر رکھا ہے۔ کیا اب کے ڈولی کی طرف منہ کریں۔"

نصیبن:۔ چل رے۔ موا ملنگ۔ اس طاق کے اندر اپنی گردن گھسا۔"

دوسرا:" بہت اچھا۔ خفا تو نہ ہو چھوٹی بیگم صاحب۔"

نصیبن:۔" موئے آخر کیا بھنگ پی ہے؟" (کہار طاق کے اندر گردن ڈالتا ہے)

دوسرا:۔ مٹی کے تیل کی بدبو ...... بڑی تیز ہے۔" پہلا:۔ روجی اب سرکار کو جلدی بلوا لو۔"

نصیبن:۔ جلدی کیا ہے۔ آتے آتے آئیں گی۔ گھر چھوڑنا ہنسی ٹھٹھہ ہے۔"

دوسرا:۔ کیا تمام عمر کو گھر چھوڑ رہی ہے؟ بھائی بدبو بڑی زہر ہے۔ ارے توبہ"

نصیبن:۔ ناک میں لے گھر چھوڑ رہے تو۔ وہ تو پرلے محلے میں جا رہی ہیں۔" (چلی جاتی ہے)

پہلا۔ ارے رام۔ پرلے محلے کا جانا اور اتنی دیری۔ یونہی سہی۔ اب جب پھنس گئے تو ......" (نصیبن داخل ہوتی ہے)

نصیبن:" پردہ ہے؟" ـــ آئیے بیگم صاحب ـــ موئے اسی طرف کو منہ رکھیو ـــ آئیے سرکار" (ایک لڑکی دروازہ اٹھاتی ہے۔ (کئی بچوں کی ماں) کسنا، پٹاری ہاتھ میں لیے باہر نکلتی ہیں ـــ پیچھے انکی لڑکی نوشابہ اور چھوٹا لڑکا

بیگم:۔ تو بیٹی خدا حافظ۔ خدا کے لیے میرے آنے تک کوئی اور قصہ نہ لے بیٹھنا۔ ہوشیار رہنا۔ بارہ بجے جب تمہارے باپ آئیں تو انکو کھانا اچھی طرح کھلوا دینا۔ نصیبن سے سالن گرم کروا لینا اگر ٹھنڈے ہو گئے ہوں۔ سمجھیں؟"

نوشابہ:۔ جی ہاں سمجھ گئی۔"

دوسرا کہار:۔ (طاق میں سے) کیوں جی بارہ بجنے میں اب کتنی دیر ہے؟"

نصیبن:۔ کیسا بکواسی کہار ہے۔ ارے تو تجھے کیا۔"

کہار:۔ جی میرا خیال ہے بارہ بجنے والے ہی ہونگے۔"

کہار:۔ تو سرکار دفتر سے آنے ہی والے ہونگے۔"

نصیبن:۔ اچھا پھر؟"

بیگم:۔ ارے کمبخت کب سے چلنے کا ارادہ کر رہی تھی۔ دیر لگ گئی (بیٹی سے) ہاں تو بیٹی سمجھ گئیں نا؟ جب تمہارے باپ کھانا کھا چکیں تو ایک دو گلوریاں پان کی بنا دینا۔ کلوا حقہ تو خیر بھر ہی دے گا۔"

بیٹی نوشابہ۔ سب کچھ ہو جائے گا۔ یہ ایسے کونسے مشکل کام ہیں۔"

بیگم:۔ (لڑکے سے) سلیم! بیٹا میرے پیچھے بہن سے لڑنا جھگڑنا نہیں۔ اور ہاں مجھے اس پر ایک بات یاد آ گئی۔ بیٹی اپنے باپ کو کھانے کے وقت ہمسائی کا بھیجا ہوا حلوا سوہن بھی دسترخوان پر دے دینا۔"

سلیم:۔ مگر اماں جان۔ یہ تو بتلائیے کہ میرے لڑائی جھگڑے پر آپ کو حلوا سوہن کیسے یاد آ گیا؟"

نصیبن:۔ بیگم سوار ہو جائیے۔"

(بیگم ایک قدم آگے بڑھاتی ہیں)

بیگم:۔ اگر مجھے نوشابہ آنے میں دیر لگے تو بلوا لینا۔ دیکھنا گنجینے کا قفل میں کھولے جا رہی ہوں اُسکا خیال رکھنا کوئی بلی نہ گھس جائے۔"

سلیم:۔ تو اس کے اندر ہے کیا؟ کوئی کھانے کی چیز تو ہے نہیں۔"

بیگم: بیٹا بلی تمہاری طرح عقلمند نہیں ہوتی کہ صرف کھانے کی چیز پر جائے۔ وہ خالی گھس کر برتن ہی توڑ دیا کرتی ہے

سلیم:۔ اماں جان تانبے کے برتن تو شاید بھیڑیا بھی نہیں توڑ سکتا۔"

(نوشابہ اندر چلی جاتی ہے)

نصیبن:۔ بیگم صاحب سوار ہوئیے۔"

دوسرا کہار:۔ نہیں جی۔ ایسی کیا جلدی ہے۔ مگر اس طاق میں بدبو البتہ زیادہ ہے۔" (بیگم ڈولی کے اندر بیٹھتی ہیں)

بیگم:۔ مہترانی کو ذرا نصیبن اچھی طرح جھاڑ دے۔"

دوسرا کہار:۔ جی ہاں یہ کام یہ اچھا کریں گی۔"

نصیبن:۔ آہی مردوے تیری زبان ہی جھڑ جائے۔"

سلیم:۔ اور وہ تمہارے لگ جائے۔"

نصیبن:۔ بیگم کہاروں کو بلواؤں نا؟"

بیگم:۔ ذرا سن تو سہی۔ کریم درزی کے ہاں کلوا کو بھیج کر بچے کی واسکٹ تو منگوا۔"

نصیبن:۔ ابھی؟"

کہار:۔ (طاق میں سے) ہاں ابھی۔"

بیگم:۔ نہیں ری۔ میرے جانے کے بعد۔ سلیم تمہارے استاد تو آج نہیں آئیں گے نا؟"

سلیم:- "خدا کرے نہ آئیں۔ مگر آپ جائیں گی کب؟" کہار (آہستہ سے) ٹھہر کر۔ "بارہ کے بعد"

بیگم:- "سُنا تھا کہ وہ بیمار ہیں۔ اس لیئے میں نے کہا"

سلیم:- "جی ہاں سُنا تو میں نے بھی ہے۔ مگر اُن کی پرانی بیماری یہ ہے کہ وہ ہر حال میں آتے ہیں"

نصیبن:- "بیگم میرے تو پاؤں درد سے پھٹے جا رہے ہیں" کہار:- "اور بدبو سے میرا سر"

نصیبن:- بولے جا (بیگم سے) "بس پردہ ڈالے لیئے میں بلاتی ہوں ...... آ ڈرے"

کہار:- "اجی ایسی کیا جلدی ہے" نصیبن:- "سُن لو۔ کمبخت کیسا مذاق کرتا ہے۔"

سلیم:- "تو وہ اب مذاق سے بھی جائے" نصیبن:- "صاحبزادہ اسطرح تو ان چھوٹے لوگوں کے دماغ بگڑتے ہیں"

کہار:- "ہاں جی سچ کہا۔ آپ اپنے ہی کو دیکھ لیجیے"

بیگم:- "میرے آنے تک گوشت بھگار کر رکھ لینا۔ اور نصیبن یاد رکھ گو بھی کتری کترائی لے"

کہار:- (آہستہ سے) بچاری کو پہلے تو مہترانی کو ڈانٹنا ہے پھر واسکٹ کا تقاضا۔ اتنے کام اور ایک جان۔ بدبو دماغ میں بس گئی۔ اب بھینی بھینی خوشبو آ رہی ہے"

نصیبن:- "میں تو سب کام کر لونگی۔ مگر آپ جائیں تو سہی" بیگم:- "میرے جانے میں کتنی دیر ہے۔ اب چلی"

کہار:- (آہستہ سے) "میرا دماغ تو بدبو سے جیت ہی گیا اب کوئی جائے یا نہ جائے"

نصیبن:- "کہارو آؤ" دوسرا کہار:- "پہلے بیگم صاحب سے تو پوچھ لو"

بیگم:- "ہاں ہاں آجاؤ۔ نصیبن نوشابہ سے کہدیجو کہ چھالیا بس جو کٹنے میں ہے وہی ہے ضرور میرے پیچھے کتریں"

دوسرا:- "اور کچھ یاد کر لیجیے" بیگم:- "نہیں رے۔ میں امل تو آتی ابھی ہوں۔ کوئی دو گھنٹے میں"

کہار:- (آہستہ سے) "چلنے ہی میں دو گھنٹے لگا دیے" پہلا کہار:- "آئیں جی؟"

نصیبن:- "آؤ نا۔ کہہ تو رہے ہیں" (کہار ڈولی کے قریب آتے ہیں)

بیگم:- "نوشابہ سے سلیم کہدینا کہ آج کا خط اپنے باپ کو دکھا دیں"

سلیم:- "کونسا اماں جان" بیگم:- "بیٹا وہ لفافہ آیا ہے نا!"

سلیم:- "جی ہاں آیا تو ہے مگر تین اُسی قسم کے لفافے ہیں"

بیگم:- "تمہاری خالہ کا۔ دریاباد سے۔ آؤ رے کہارو جلدی کرو۔ کمبختوں نے کتنی دیر لگا دی۔ نصیبن بولتی نہیں کہ ٹھاؤ۔ نصیبن نصیبن۔ تسلے میں پانوں پر پانی کا چھینٹا ضرور دے دیجو نہیں تو مُرجھا جائیں گے" (ڈولی اُٹھتی ہے)

دوسرا کہار:- "آج بڑا نصیبن کا نصیبہ پھوٹ گیا۔ یہ کیا کیا کام کریگی" (روانہ ہوتے ہیں)

(پردہ)

ابو تمیم فرید آبادی

نالۂ درد

یہ کس کے غم میں بے سر و ساماں ہوئی ہوں میں   یہ کس کے غم میں تار گریباں ہوئی ہوں میں
مانندِ موج بحر پریشاں ہوئی ہوں میں   بس مبتلائے حسرت و حرماں ہوئی ہوں میں

اب بوئے گل کی طرح نہاں ہے مکاں مرا
دوشِ صبا پہ رہتا ہے بس آشیاں مرا

سوز دروں سے اور نہ فرصت ہو آہ سے   ہے تلخ زندگی مری بختِ سیاہ سے
ہیں تنگ ہمنشیں یہ مرے حالِ تباہ سے   نکلوں گی کس طرح غم و حرماں کی چاہ سے

سیلاب حیرتی ہے مرے سیلِ اشک پر
طوفاں پہ طعنہ زن ہیں مری ہر دو چشمِ تر

دستِ خزانِ غم سے ہے تاراج باغِ عیش   گل کے فراق میں دلِ بلبل ہے ریش ریش
نیشِ غم و الم بھی ہوا نوکِ سناں کا نیش   غمگیں ہیں سب مرے حال پہ بیگانہ اور خویش

شبنم ہے صرفِ گریہ مرے حالِ زار پر
روتا ہے ابر میرے دلِ بے قرار پر

ڈھونڈوں کہاں میں تجھ کو عبدالرشید جاں   کس سے پتا میں پوچھوں ترا اب بتا کہاں
نانا کے ساتھ گھر کو بھی آتا نہیں یہاں   آخر کہاں کو چل دیا تو ہم سے ناگہاں

اماں سے روٹھ نانی کے دامن میں جا چھپے
جناتِ عدن کے کسی گلشن میں جا چھپے

اب زندگی عیش مری ہو چکی تمام   جز آہ و نالہ اور نہیں مجھ کو کوئی کام
مہمان مرے گھر میں ہے غم جو صبح و شام   آرام کی امید مجھے ہے خیالِ خام

ہونا تھا جو نصیب میں اے دل وہ ہو چکا
تو اپنے عیش اور مسرت کو کھو چکا

بے فائدہ ہے شاخِ گلِ سبز پہ آشیاں   مطلب ہی کیا بہار سے اب مجھ کو باغباں
میری نظروں میں خار ہیں گلہائے گلستاں   رہتا ہے کتنے دن کے لیے مجھ کو اب یہاں

اب انتظارِ موت مجھے صبح و شام ہے
آغوشِ قبر میرے لیے وا مدام ہے

مانا چمن ہے صیقلِ آئینۂ قلوب   گلہائے نو شگفتہ بھی ہیں دلفریب و خوب
اس کی نظر میں ایک ہیں یہ سب حسن و عیوب   جس کا کہ آفتابِ تمنا ہوا غروب

اس کی نگہ میں دشت میں ہیں جتنی خوبیاں
گلگشتِ باغ و سیرِ گلستاں میں وہ کہاں

ہاں آسمان ستم تری دیرینہ خو سہی   غارتگرِ خزینۂ صد آرزو سہی
مکار کار تشنۂ خوں جنگجو سہی   کم بخت تیری مشقِ ستم سو بسو سہی

تیرِ ستم کی ایک غلط افگنی کو دیکھ
روئے رشید دیکھ کے ناکردنی کو دیکھ

دل نے بھی شانے کا سبق اب یاد کر لیا   ہے چاک چاک صدمۂ ہجراں سے بے نوا
ہستی کو اپنی صدق سے کر دے کوئی فنا   حاصل ہو تب کہیں اسے کچھ رتبۂ وفا

گرداب بحرِ زخم جگر کی مثال ہے
موجوں کا اضطراب مرے دل کا حال ہے

مجروح دل ہے اور جگر چاک چاک ہے   یہ حال ہمنشیں مرا دردناک ہے
اب ہے ت کا نہ گردشِ قسمت کا باک ہے   سارا جہاں نگاہ میں اب میری خاک ہے

رہتا ہے روزِ حشر نہاں دل میں روز و شب
ہے کس بلا کا شور و فغاں دل میں روز و شب

(سارہ بیگم کرنول مدراس)

سیرِ جہان

یکجائی تعلیم۔ رومتہ الکبریٰ کے روحانی حاکم پوپ کو حال ہی میں دُنیاوی اقتدار حاصل ہوا ہے۔ پہلے تمام رومن کیتھلک (عیسائی) دنیا پر پوپ کو اختیار حاصل تھا۔ بڑے سے بڑا بادشاہ اس کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا تھا لیکن پراٹسٹنٹ فرقہ کے نکلتے ہی پوپ کا اقتدار بھی کم ہوگیا حتےٰ کہ اٹلی میں بھی اس کی دُنیاوی حکومت سلب کرلی گئی۔ اسوقت سے برابر ہر پوپ اس بے انصافی کے جواب میں اپنے کلیسا میں گوشہ نشین رہتا اور باہر نہ نکلتا۔ اب مسولینی نے جس کی اٹلی میں باقاعدہ حکومت ہے اور اس کے سامنے وہاں کا بادشاہ ہیچ ہے پوپ کو ایک خاص علاقہ میں اختیارات دے کے عہدنامہ مرتب کردیا ہے۔ چنانچہ پوپ کلیسا سے باہر نکلنے لگا ہے۔

یورپ میں عورتیں نہایت آزاد ہوتی جارہی ہیں اور مرد و عورت میں اب کوئی امتیاز نہیں نظر آتا۔ لڑکا لڑکی ایک جگہ تعلیم پاتے ہیں۔ پوپ نے ایک اعلان شائع کرکے لڑکا لڑکی کی اس یکجائی تعلیم کو بُرا بتاکے اس کی سخت مخالفت کی ہے +

وحشیانہ رسم۔ انگلستان کے دارالعوام میں ایک امیر بی بی نے افریقہ کے بعض حصص کی ایک وحشیانہ رسم پر تقریر کرکے حکومت کو اس کے انسداد کی طرف توجہ دلائی۔ اس نے بتایا کہ میں اس رسم کو عورتوں کا ختنہ کہا جانا کہتی ہوں لیکن یہ لفظ اس رسم کو بخوبی ظاہر کرنے کے لئے کافی نہیں۔ شفاخانہ میں ایسی لڑکیاں جب لائی گئیں تو ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ یہ اعضا کے قطع و برید سے کم نہیں۔ یہ رسم اس طرح اَدا کی جاتی ہے کہ ایک دو ہزار آدمی جمع ہوتے ہیں اُنکے سامنے ایک بڑھیا لوہے کا ایک چاقو لیئے آتی ہے۔ کنواریاں لٹادی جاتی ہیں اور اُنھیں کوئی دارو بیہوشی نہیں دیجاتی اور نہ بعد میں زخم بھرنے کی کوئی دوا لگائی جاتی ہے۔ لڑکیوں کے منہ میں ایک ایک رسی ٹھونس دی جاتی ہے تاکہ چیخ نہ نکلے۔ بڑھیا ایک لڑکی سے دوسری لڑکی کے پاس جا جاکے یہ عمل کرتی ہے کہ اپنے نشانۂ ظلم کے پیٹ میں ایک یا دو دفعہ چاقو گھماتی ہے اور اندر سے ناف کے نیچے سے کل کھال کاٹ کے نکال لیتی ہے۔ ایک طبی مبصر نے رائے دی ہے کہ اس سے عورت کو بعد میں بڑا نقصان پہنچتا ہے۔ کھال پر داغ کے نشان رہ جاتے ہیں۔ بہت سی لڑکیاں بعد میں زہرباد ہوجانے سے مرجاتی ہیں اور جو زندہ رہتی ہیں اُنکے خون کی اسوقت کی خرابی بچہ ہونے کے وقت سخت تکلیف دیتی ہے۔

پہلا بچہ شاذ و نادر ہی زندہ پیدا ہوتا ہے۔ دس میں سے چھ لڑکیاں مرجاتی ہیں۔ بعد میں چاقو کا ذرا سا بھی زخم لگ جاتا ہے تو خون میں سمیت کے اثر سے ہیجان پیدا ہوجاتا ہے اور اکثر اس معمولی سی بات سے موت واقع ہوجاتی ہے۔ حکومت نے وعدہ کیا کہ رسم بند تو نہیں کی جاسکتی لیکن اس کی سختی کے کم کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

ہندو عورت کی وراثت۔ ہندوؤں میں جہاں اور مذہبی و معاشری اصلاحیں ہو رہی ہیں وہاں یہ کوششیں بھی جاری ہیں کہ عورتوں کو وراثت ملنی چاہئے چنانچہ ریاست بڑودہ نے اس غرض کے لئے ایک کمیٹی بنائی ہے۔ اس نے عوام سے رائے لینے کے لئے ایک سوال پیش کیا ہے۔ ایک جلسہ میں اس مسئلہ پر تقریریں کی گئیں جس میں اس امر پر زور دیا گیا کہ عورتوں کو مساوات ملنی چاہئے۔ ایک صاحب نے کہا کہ ہندو قانون بنانے والوں کا عورتوں کو وراثت سے محروم کرنے کا کچھ ہی منشا ہو لیکن اس زمانہ میں اس دلیل کو پیش کرنا کام نہ دے گا۔ ہر طرف ہر معاملہ میں ایک قسم کی بغاوت جاری ہے۔ مردوں کو زمانہ کے حالات پر غور کرکے کمزور جنس کو اس کے حقوق دیدینے چاہئیں۔

جانوروں کی عمریں۔ بعض تیتریاں ایک ہی دن زندہ رہتی ہیں بعض ایک ماہ۔ مچھروں پسوؤں کی بعض قسمیں صرف ایک ہی دن زندہ رہتی ہیں۔ گدھا بیس سال کی عمر سے بڑھ کے ۴۰۔ ۵۰ سال تک جیتا دیکھا گیا ہے۔ کچھ عرصہ ہوا ایک ۸۱ سالہ خچر مرا۔ اس نے ۴۸ برس تک ایک ہی خاندان میں مسلسل ایک دن کی بیماری کے بغیر کام کیا۔ ایک گھوڑی کی بابت کہا گیا کہ اس نے ۴۵ سال تک کام دیا۔ ایک گھوڑی ۴۲ سال کی عمر میں مری جو مرنے سے چند ماہ پہلے تک کھیت پر کام کرتی رہی۔ پچھلے سال ایک ۴۴ سالہ گھوڑے نے ۱۴۴ میل کا سفر ۲۸ دن میں طے کیا۔ ایک ٹٹو نے ۵۵ سال کی عمر پائی۔ بعض ٹٹو ۶۰ سال کی عمر میں مرتے دیکھے گئے۔ بڑی قسم کا کچھوا ۱۵۰ سے ۲۰۰ برس تک زندہ رہتا ہے۔ گھڑیال ایک صدی سے زیادہ زندہ رہتے ہیں۔ طوطے اور گدھ بڑی عمر تک زندہ رہتے دیکھے گئے ہیں۔

شہزادی کی غریبی۔ قیصر سابق کی بہن نے ۶۳ سال کی عمر میں ایک ۲۸ سالہ روسی سے دو سال ہوئے شادی کی تھی دنیا حیران رہ گئی اور خود قیصر بھی اس بے جوڑ شادی پر راضی نہ تھا۔ شہزادی بہت مالدار تھی اور روسی پہلے جہاز میں ایک ادنیٰ ملازم تھا پھر کسی ہوٹل میں برتن دھونے پر نوکر ہوگیا۔ اور پھر سیاح بنا اور اس کے بعد ملاح۔ بیہودہ طبیعت کا آدمی تھا۔ اس کے خراب حالات اخبارات میں نکلتے رہے اور وہ جرمن بلجیم پیرس اور ہالینڈ سے نکالا جاتا رہا۔ اسکی فضول خرچیوں سے شہزادی کا دیوالہ نکل گیا۔ شہزادی نے طلاق کی درخواست عدالت میں پیش کی لیکن اس کے خاتمہ سے پہلے ہی وہ نمونیہ میں مبتلا ہوئی اور جانبر نہ ہوسکی۔ اس کی آخری عسرت کی حالت بڑی عبرت ناک تھی۔ فدودی

حمل کے بعد وہ ۴۰ برس کی معلوم ہونے لگی تھی اور اپنے شوہر پر فریفتہ تھی لیکن شوہر کی بے اعتدالیوں سے وہ بھی مجبور ہوگئی۔

گھمنڈ سے برباد۔ یورپ میں حسن کا مقابلہ ہوا کرتا ہے۔ ایک لڑکی حسن و جمال کے مقابلہ میں پچاس ہزار لڑکیوں میں اول آئی۔ اس کے بعد فطرۃً بیشمار خطوط لوگوں کے آئے۔ بڑے بڑے امیروں نے اس سے شادی کی درخواست کی۔ ہندوستانی شہزادوں نے اسے زیورات و جواہرات پیش کرنے چاہے فلم کی کمپنیوں نے اسے زبردست تنخواہیں دینی چاہیں کامیابی کے اس نشہ نے اسکا دماغ پھیر دیا۔ وہ ایک سوداگر کے ہاں نوکر تھی۔ اس نے وہاں سے عمدہ عمدہ پوشاکیں چرانی شروع کیں۔ وہ گھر پر ان کو دیکھ دیکھ کے خوش ہوا کرتی۔ ادنٰے ملازمت میں اسے انکو پہننے کا موقع نہ تھا۔ آخر ایک دن پکڑی گئی۔ چھ پوشاکیں شام کے وقت دُکان سے لئے جا رہی تھی۔ تلاشی پر ۱۱۲ نفیس اور قیمتی پوشاکیں اس کے مکان سے نکلیں۔ چال چلن اسکا بہت اچھا تھا اور اس مقدمہ سے اس کی زندگی خراب ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ وکیل نے تو بہت کوشش اس کے بچانے کی کی لیکن عدالت نے اسے تین مہینے کی سزا دے ہی دی تاکہ آیندہ کو اسے نصیحت ہو۔ حسن کے مقابلوں اور بے جا خوشامد کے خطوں سے ایک حسین اور نیک چلن لڑکی کی زندگی یوں خراب ہوئی۔

حسین عورت کی موت۔ جنگ عظیم میں جرمن کی ایک جاسوس عورت ماتاہری نامی پکڑی گئی۔ یہ بڑی حسین تھی۔ فرانس کی عدالت نے اس پر موت کا فتوےٰ صادر کیا۔ اسکا بڈھا وکیل اس کے حسن خداداد سے متاثر ہوکے بڑی دوڑ دھوپ کرتا رہا کہ کسی طرح اس کی جان بخشی ہوجائے۔ وہ الائسی گیا اور فرانس کے صدر کے قدموں میں روتا ہوا گر پڑا۔ کہ ماتاہری جیسی حسین عورت قتل کیے جانے کے قابل نہیں۔ صدر نے وکیل کی تعظیم و تکریم کی اور وہ اس کے معروضات کو غور سے سنتا رہا لیکن اس نے کسی جاسوس پر رحم کھانا ملکی مفاد کے قطعی خلاف سمجھا اور اس نے وکیل کی التجا سننے سے صاف انکار کر دیا۔

بڈھا بیرسٹر رنج و الم سے چور واپس آیا۔ ماتاہری نے اپنے مقدمہ سننے والے سات ججوں کے سامنے بھی ناز و غمزہ کا کوئی کرشمہ باقی نہیں چھوڑا۔ قتل کی صبح کو اس نے اپنا سب سے اچھی جوتیوں کا جوڑا ہلکے رنگ کی پوشاک اور پوستین کا کوٹ منگایا اور انھیں پہن کے اس نے اپنے سر پر ایک خوبصورت ٹوپی رکھی اور ہاتھوں میں دستانے پہن لئے یہ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۷ء کی دردناک ذکر ہے۔ اس نے اپنی آنکھوں پر پٹی نہیں بندھوائی۔ فرانسیسی سپاہیوں نے بندوقوں کی باڑ مار کے اُسے ہلاک کر دیا۔ جب وہ بے جان ہوکے گر پڑی تو اسکا وکیل اس کی لاش پر رو رو کے کہنے لگا۔ یہ شکل و صورت ایسی موت کے قابل نہ تھی۔ اُف ایک ظلم ہے!

ہمت ... بے حس وحرکت زندگی جسم کو اکڑا کے بیکار کر دیتی ہے۔ ہماری بیبیوں کو ورزش میسر نہیں۔ رات کو اور صبح کے وقت وہ جسم کو پانچ منٹ تک اوپر سے نیچے کی طرف مل لیا کریں۔ اس سے جسم اور دل دونوں پر خوشگوار اثر پڑتا ہے۔ پٹھے رگڑ کے جواب میں لچکدار بن جاتے ہیں جس سے تمام نظام جسمانی پر طاقت بخش اثر پڑتا ہے۔ رات کو بستر پر لیٹنے سے قبل جلد جلد جسم دبا دبا کے ملنے سے بے خوابی دور ہو جاتی ہے۔ نیند خوب آتی ہے۔ کھال متواتر خشک ذرے نکالتی رہتی ہے۔ نہانے سے وہ دور ہو جاتے ہیں۔ رگڑنے اور دبا کے ملنے سے مسام بالکل صاف ہو جاتے ہیں۔ رنگت بھی نکھر جاتی ہے کیونکہ ہاتھ اور تولیہ کے بار بار جلد پر حرکت کرنے سے بڑے اور بدشکل مسام میل کچیل سے بالکل پاک ہو جاتے ہیں۔

صبح کو کمزوری اور سستی معلوم ہونے کا سبب جسم میں طاقت اور تازگی پیدا کرنے کے ذرائع کی غیر موجودگی ہے۔ بے حس وحرکت زندگی سے دائمی قبض پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک طریقہ اس کے دفعیہ کا یہ ہے کہ معدہ کے پٹھوں کو ہر روز ملا دلا جائے۔ بھوک نہ لگنا معدہ کی خرابی کا ثبوت ہے۔ ہر روز صبح اور رات کے وقت معمولی سی ورزش کرنا اور جسم کو زور زور سے ملنا اس خرابی کو دور کرتا ہے۔ ملنے دلنے وقت موٹے جسم والوں کو پٹھے اکڑا لینے چاہئے۔ پتلے جسم والے پٹھے ڈھیلے چھوڑ دیں۔ ملنے دلنے سے وزن بھی کم ہو جاتا ہے۔

اس سب ملنے دلنے میں ہلکا سا دابنا بھی شامل ہے۔ اس سے بڑا آرام معلوم ہوتا ہے۔

سیاہ چیونٹی۔ اگر پودوں میں کالی چیونٹیاں زیادہ جمع رہتی ہوں تو ان کے دفعیہ کے تین طریقے ہیں۔ (۱) تمباکو کے پتوں کو ہلکا سا ابال دے کے چھڑک دیں (۲) بے بجھا چونہ لے کے نم دار ہوا میں چند روز پڑا رہنے دیں یا پانی کے چند قطروں سے اس میں نمی دیدیں حتے کہ چونہ باریک ریت کی طرح بکھر جائے۔ اس کے وزن سے بیس گنے زیادہ پانی میں اسے ملا کے کام میں لائیں (۳) دو حصہ مٹی کے تیل میں ایک حصہ قدرے میٹھا ہوا دودھ ملائیں۔ اسے ہلاتے جائیں حتے کہ مرکب خمیر سا معلوم دینے لگے۔ ۲۰ حصہ پانی ملا کے اسے پتلا کر کے پچکاری کے ذریعہ چھڑک دیں۔

گاجر سے نکھار۔ گاجروں میں صاف کرنے اور جلد کو سرخی مائل کرنے کی خاص صفت ہے۔ رنگ روپ میں نکھار پیدا کرنے کے لیے اس سبزی کا پورا پورا استعمال کرنا مناسب ہے۔ بھاپ سے یا پانی میں ابال کے یا تل کے گاجر کا استعمال کرنا کھال میں رفتہ رفتہ ایسی خوشنمائی پیدا کر دیگی کہ حیرت ہوگی۔ جلد اثر پیدا کرنے کے لئے کچی گاجر کا عرق روزانہ پینا چاہئے درمیانی درجہ کی گاجر عرق نکالنے کی

دستی مشین میں رکھ کے عرق نکالیں اور اس عرق کو ایسے کپڑے میں نچوڑیں جس میں پنیر بنا ہو۔ عرق کا ذائقہ نہایت عمدہ ہو جائے گا۔ اس عرق کو پی کے اوپر سے تھوڑا سا تازہ دودھ پی لینا چاہیئے یا ملائی کھانی چاہیئے۔ عرق اور دودھ دونوں مل کے معدہ جگر اور آنتوں کو بے حد فائدہ پہنچاتے ہیں ۔

شلغم کے بیج کے ایک دو چھے تولے صبح کے وقت کھا کے ذرا سا گڑ کھانا بھی یہی اثر رکھتا ہے۔

گاجر اختلاج قلب کو دور کرتی ہے اور مفرح ہے۔ سردیوں میں اسکا حلوہ بنا کے روزانہ کھانا بہت طاقت بخشتا ہے ۔

استری کی چند ہدایات۔ بہت سے گھروں میں استری رہتی ہے۔ کپڑوں پر استری کرنے سے کپڑے خوشنما رہتے ہیں۔ استری کپڑوں کی قسم کو دیکھ کے گرم رکھنی چاہیئے ۔

کپڑوں پر استری اسوقت کرنی چاہیئے جب سب جگہ سے برابر نمدار ہوں۔ چھینٹے دے دے کے گیلا کرکے استری کرنے سے کپڑے کو نقصان پہنچنے کے علاوہ ہمواری پیدا نہیں ہوتی۔

جب کپڑا سکڑنے والا ہو تو کپڑا سب جگہ سے برابر گیلا ہونا چاہیئے جو کپڑے دھلنے کے بعد سکڑ جائیں اُنہیں گیلا کرکے استری کو دباتے ہوئے اس طرف کو لے جائیں جدھر سے کپڑا سکڑ گیا ہے۔ کپڑا بہت کچھ ڈھیلا ہو کے پھیل جائے گا۔ یہ خرابیاں کپڑوں کی ساخت کی ہیں۔ بنے جاتے وقت ایسا کپڑا کچھ کھینچ دیا جاتا ہے جو دھونے پر سکڑ کے اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اور بعض کپڑے بنتے وقت ارادۃً بہت زیادہ کھینچ دیئے جاتے ہیں ایسے دُھلتے وقت اتنے ہی زیادہ سکڑ جاتے ہیں۔ ایسے کپڑے بہت بُرے ہیں۔

اگر کپڑا برابر گیلا ہو تو ہاتھ سے صاف کرنے سے بڑھ جائے گا۔ ایسا نہ ہو تو کپڑے کو نمی کی حالت میں کھینچا جائے اور پھر کھینچنے کی حالت میں مطلوبہ رُخ کی طرف استری کر دی جائے تو کام ٹھیک ہو جاتا ہے۔

سفید ریشم کے کپڑے پر استری بہت گرم نہیں ہونی چاہیئے۔ معمولی گرم استری سے سفید ریشم زرد پڑ جاتا ہے اس لیئے حرارت معتدل ہونی چاہیئے۔ رنگین کپڑوں پر ضرورت سے زیادہ گرم استری نہیں پھیرنی چاہیئے۔

کیلا۔ کیلا نہایت عمدہ خوراک ہے۔ اسے میوہ کے طور پر نہیں بلکہ مقوی غذا سمجھ کے کھانا چاہیئے۔ اس میں جزو بدن ہونے والے اجزا بہت زیادہ ہیں۔ جب کیلا درخت سے توڑا جائے تو چاقو سے کاٹ کے اُتارنا چاہیئے کیونکہ جب تک چھلکا اپنی حالت پر قایم ہے میوہ جراثیم سے پاک رہتا ہے۔ اس میں نشاستہ اتنا کافی ہے کہ یہ آلو کی بجائے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیلا جب پک جاتا ہے اس کی چھال پر بھورے دھبے نظر آنے لگتے ہیں اور اس میں حلاوت آجاتی ہے جس سے وہ قابل ہضم ہو جاتا ہے۔ کچا کیلا پیلے رنگ کا ہوتا ہے اور ناقابل ہضم ہوتا ہے اس لیے ایسا کیلا نہیں کھانا چاہیئے۔ اندر کے گودے پر تار کے حلقے سے رہ جاتے ہیں اُنہیں اُتار دینا چاہیئے خاصکر

جب بچے کھائیں کیونکہ یہ ناقابل ہضم ہیں۔

خانگی ٹوٹکے۔ سنہرے کام کے چینی کے برتنوں کو ایسے پانی سے ہرگز نہ دھوئیں جس میں سوڈا ملا ہو۔

چھریوں کانٹوں اور چمچوں کو ایک گہرے برتن میں دھونا چاہئے۔ جس چھری سے مچھلی کاٹی ہو اُسے پہلے ٹھنڈے پانی میں ڈبوئے رکھنا چاہیے تاکہ مچھلی کی بو نہ باقی رہے۔

کسی نقرئی چیز سے چکنائی دور کرنے کے لیے کپڑا بہت گرم صابن کے پانی میں ڈبو کے ملنا چاہیئے۔

کانچ کے برتنوں کو دھوتے وقت اگر کبھی کبھی پانی میں تھوڑا سا سرکہ ملالیں تو ان میں صفائی اور چمک آجائے گی۔

لیمپوں کے گلوب دھونے کے بعد کپڑے سے خشک نہیں کرنے چاہئے۔ بلکہ انہیں رکھدینا چاہیئے تاکہ خود ہی سوکھ جائیں۔

مخمل کے ٹکڑے سے پالش دار میز یا اسی قسم کی کوئی چیز خوب صاف ہوتی ہے۔

اگر کوئی پیچ بوتل کے منہ سے ہلنے کا نام نہ لے تو چمٹا گرم انگارہ کرکے اس کے اوپر رکھدیا جائے پھر اسے تھوڑی دیر بعد ہٹا کے پیچ کھولو کھل جائے گا۔

اگر مکھن سردی کی وجہ سے توس پر چپڑا نہ جا سکے تو ایک یا دو چمچے دودھ خوب گرم کرکے اس میں سخت مکھن ڈال کے کانٹے سے خوب متھیں۔ اب یہ بڑے مزے سے پھیلایا جا سکے گا۔

اُونی جرابوں کی نئی اُون سے کبھی مرمت نہ کریں کیونکہ جب جرابوں کو دھویا جائے تو وہ نئی اُون سکڑ جائے گی اور گھسی ہوئی جگہ سے اس کے ٹانکے نکل جائیں گے۔ نئی اُون کو کھولتے پانی کے برتن پر تھامے رکھیں جب یہ خوب نم دار ہو جائے اسے سوکھنے کے لیے لٹکا دیں۔ اس طرح یہ سکڑ جائے گا۔ پھر اس سے پرانی اونی جراب کی مرمت کی جا سکتی ہے۔

آلو پہلے گرم پانی میں پاؤ گھنٹہ میں ڈبائے رکھیں۔ پھر نکال کے ان پر پگھلا ہوا مکھن یوں ہی سا چپڑیں۔ اس طرح تنور میں رکھ کے انہیں پکانے سے ان میں خوشنا زردی اور ایک خاص خستگی آجائے گی۔

محمد ظفر

عید کے دن سہیلیوں کی ملاقات



یہ نقشہ بٹے ہوئے ریشم سے میز پوش بنا لیجیے اور عید کے دن کام میں لائیے۔ یا بطور تحفہ دیجیے۔

یہ دلکش نقشہ دروازے کے پردوں پر، میز پوش پر، تکیہ کے غلاف پر، رومال پر کام آسکتا ہے۔ میں نے یہ نقشہ چائے کی میز پوش پر بنایا ہے اور مجھے بہت پسند آیا۔

مس فاطمہ محمد حسین بنگلور



تکیوں کا پھول

یہ پھول تکیوں کے کونوں پر سفید ریشم یا مختلف رنگوں کے ریشم سے نکالیں بہت خوبصورت معلوم ہوتا ہے۔

بنت خاں ڈاکٹر محمد خاں صاحب لیکچرر

سلمہ کا یا محمدؐ



اسکو گول کرہ میں سجائیں بہت خوشنما معلوم ہوگا۔ اُمید ہے کہ پیاری عصمتی بہنیں پسند فرمائینگی، اس کے تیار کرنے میں حسب ذیل اشیا کی ضرورت ہوگی، سلمان سلمہ سچا گجائی بیچی، ستارے بیچے، سوت کچا، سوئی باریک، ترکیب۔ جس رنگ کے مخمل پہ بنانا مقصود ہو کاربن پیپر سے نقشہ اُتار لیجئے۔ پھر کچے سوت سے پورے یا محمدؐ کو کاڑھ لیں۔ بعد ازاں حرفوں کے چاروں طرف گجائی ٹانک دیں اس کے بعد نقشہ کی لکیریں پر پھر سلمہ ٹانکیں اور ستارے تھوڑی تھوڑی دور پر پورے نکڑے پر ٹانکدیں اس کے بعد شیشہ لگوا کر فریم در چوکٹا میں کھوالیں حمیدہ خاتون بنت اسلام مانجد فضا دہلی گلکر



ماں۔ ننھے میں نے سُنا ہے تم آج مدرسہ نہیں گئے فٹ بال کھیل رہے تھے۔

بیٹا۔ نہیں امی جان غلط ہے کہ میں فٹ بال کھیل رہا تھا چاہے مچھلی کی ڈور دیکھ لیجے ابھی تو خشک بھی نہیں ہوئی۔

بزمِ عصمت

خدا کا شکر ہے میری والدہ صاحبہ نے چار ماہ کی طویل علالت کے بعد صحت یابی حاصل کی اس خوشی میں پیارے عصمت کے پتے دو بہنوں کے نام لکھتی ہوں انہیں وی پی بھجوا دیں نیز پندرہ روپیہ کا منی آڈر علیحدہ بھیج رہی ہوں دس روپیہ تربیت گاہ میں دیدیں اور سال بھر کے لیئے ۵ روپیہ میں کسی نادار بہن کے نام میری طرف سے رسالہ جاری کر دیں۔

سیدہ احمد حسین بنارس

اکتوبر میں جو پچاس روپیہ میں نے بھجوائے تھے وہ تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کے لیئے تھے پچیس روپیہ آج بھیجتی ہوں نادار بچیوں کے لیئے یہ روپیہ تربیت گاہ میں دیدیجے۔ نیز ایک قرآن مجید پانچ روپیہ کا کسی لڑکی کو دیدیجے ممنون ہونگی۔

صاحبزادی ریاست بادن کدورہ

رتلام ایسی جگہ ہے جہاں تعلیم یافتہ عورتیں برائے نام نکلینگی مگر الحمد للہ میں ان کوششوں میں کامیاب ہو رہی ہوں ایک خریدار دیتی ہوں ان بہن کو وی پی بھیجدیجے ضرور وصول کرینگی انشاء اللہ جلد اور خریدار پیارے عصمت کو دونگی۔

مس انصاری رتلام

کتاب بیاری تیمارداری چھپ گئی ہے یا نہیں اگر چھپ گئی ہے تو کہاں سے اور کس قیمت پر دستیاب ہو سکتی ہے۔

(ابھی یہ کتاب نہیں چھپی۔ منیجر) نیز میں نہایت خوشی سے لکھتی ہوں کہ میرے بھائی جان میاں جبار الدین لفٹنی کے امتحان میں کامیاب ہو گئے ہیں۔ اور ستمبر میں مزید تعلیم کے لیئے انگلستان جائیں گے۔ اس خوشی میں دس روپے کی حقیر رقم ارسال خدمت ہے۔

عابدہ بیگم پشاور چھاؤنی

میں نہایت خوشی سے اطلاع دیتی ہوں کہ میرے چھوٹے دادا جان جناب امیر اللہ خانصاحب کو دسمبر ۲۹ء میں خاندانی نوابی خطاب ملا ہے۔

حمیدہ خاتون بارہ بنکی

میں نہایت حزن و ملال کے ساتھ اس امر کی اطلاع دیتی ہوں کہ میری پھوپی صاحبہ نے ۲۱ اور ۲۲ جنوری ۳۰ء کی درمیانی شب کو انتقال فرمایا مرحومہ نے اسی سال کا سن پایا نواسیاں اور پڑنواسیاں تک دیکھیں مرحومہ کو تعلیم نسواں سے بڑی دلچسپی تھی۔ مگر خاندان سے ایک مقدس بزرگ اور محترم ہستی کا اٹھ جانا کچھ کم باعث ملال نہیں۔ ایک ضعیف العمر اور تقدس مآب سرپرست چاہے وہ عملاً اور کسی طریقہ سے کارآمد نہ ہو افراد خاندان کی شیرازہ بندی کے لیئے بہت ضروری ہے۔ اُمید کہ عصمتی بہنیں میرے شریکِ اَلم ہو کر مرحومہ کے لیئے دُعائے مغفرت فرمائیں گی۔

بیگم مسعود علی۔ بی اے۔ منصف (بیہر) دکن

میں نہایت افسوس و قلق کے ساتھ عصمتی بہنوں کو یہ اطلاع دیتا ہوں کہ میری ایک عزیزہ دختر ابو محمد صفی صاحب

گارڈنے ۳ ر اکتوبر کو انتقال کیا۔ مرحومہ کی عمر بیس سال تھی۔ نہایت خلیق اور ملنسار ہونے کے علاوہ بڑی قابل خاتون تھیں۔ کتب بینی کا خاص شوق تھا عصمت کی خریدار تھیں۔ مرحومہ کے عزیز و اقارب کو خداوند عالم صبر جمیل عطا فرمائے۔ جوار رحمت کو کھلا ہوا ہے۔ کوئی عصمتی بہن قطعہ وفات لکھدیں تو بڑی عنایت ہو۔ مرحومہ کو بی بی بیگم صاحبہ کہتے تھے۔

اعجاز حارجوی

بہن مسز مطیع الرسول حیدرآباد دکن نے ستمبر کے پرچہ میں اختلاج قلب کی دوا پوچھی ہے میری والدہ ماجدہ کو دو تین مرتبہ یہ دورہ پڑا اس ہی دوا سے انکو ہر مرتبہ آرام آیا ہے قوی اُمید کرتی ہوں کہ آپ کو بھی اس ہی دوا سے صحت ہو جاوے گی۔ جس وقت آپ کو یہ دورہ پڑے اس ہی وقت یہ دوائیاں استعمال کریں۔ جواہر مہرا جو ہر ایک شہر میں بڑھیا دیسی دوائیں کی دوکانوں پر ملتا ہے بڑھیا جواہر مہرہ دیکھ کر لیں۔ ایک چاول کے برابر جواہر مہرہ لیں اور ایک چمچہ میں گلاب کا عرق لیکر اس جواہر مہرے کو گھول کر پئیں اگر ایک بار پینے سے فائدہ نہ ہو تو پھر اسی طرح کرکے پی لیں۔ جس وقت پیاس غلبہ کرے ایک آدھی چھٹانک گلاب کا عرق نیم گرم کرکے پی لیں انار دانہ کا عرق اور انگوروں کا عرق گھر پر نکالیں بازار سے نہ منگائیں اور اس میں گلاب کا عرق ملا کر بوتل میں بھر کر رکھ لیں جب پیاس ہو تو اُسے ہی پئیں۔ اور ساتھ ہی پیروں پر رائی پسی ہوئی سی مالش کریں۔ ہاتھوں کی ہتھیلیوں پر، اور پیروں کے تلوؤں پر۔ چار پٹی باندھ لیں باریک کپڑے میں باندھیں اسکی شیشی دوکانوں پر ملتی ہے بنگلور میں مارٹن مسٹرڈ کہتے ہیں یہ شیشی چودہ آنے کو آتی ہے [illegible] ابورن وغیرہ بھی کھاتے رہیں انشاء اللہ اس سے صحت ہو جاوے گی۔ اگر آپ کو صحت ہو جائے تو بزم عصمت میں تحریر کریں۔

مس سیدہ محمد رضا حسین سپرنڈنٹ متھرا

میری چھوٹی بہن کے سر کے درمیانی بال قریب ایک عرصہ سے بالکل سخت اور چھوٹے ہوگئے ہیں۔ سر میں کنگھی کرتے وقت کسی وقت درد بھی محسوس ہوتا ہے۔ لہٰذا کوئی بہن یا بھائی بذریعہ عصمت کسی مفید و آزمودہ دوا سے آگاہ فرمائیں، بے حد ممنون رہونگی۔

بلقیس بیگم ہمشیر محمد دبیر صدیقی جبل پور

مجھے بریلی کے گوٹے کی ضرورت ہے کوئی بریلی کی بہن براہ مہربانی بذریعہ عصمت وہاں کے کسی ایسی دوکان کا پتہ دیں جہاں سے مال ایمانداری سے ملتا ہو اور ہر قسم کا سامان مل سکتا ہو۔

بیگم حشمت علی چرکھاری

محترمہ بہن رقیہ خانم بنت ایس اف ام ایوب خاں صاحب نے تحریر کیا تھا کہ کاغذی بادام رات کو بھگو دیا کریں اور صبح کو پیس کر مصری اور مکھن ملا کر کھایا کریں؟ دماغ میں چکر آنا اور آنکھوں کے سامنے اندھیرا آنا تو نہیں رہا لیکن دس بیس قدم پر آدمی ہو تو اچھی طرح نہیں دکھائی دیتا۔ انھیں یا کسی اور بہن کو اگر کوئی اور دوا معلوم ہو تو تحریر کریں، نیز بالوں میں اسپین باندھنے کے نمونے بھی درکار ہیں۔

مس تاج سلطان

میرے سر کے بال کچھ عرصہ سے یکایک جھڑنے

گئے ہیں جس کی وجہ سے بہ نسبت سابق بال بہت کم رہ گئے ہیں۔ اگر کوئی بہن اپنا آزمودہ نسخہ بذریعہ رسالہ عصمت عنایت فرمائیں تو بے حد مشکور ہونگی۔

رفیق از دکن

والدہ صاحبہ کے جسم پر بہت ورم ہے رات کو زیادہ ہوجاتا ہے دن میں ذرا کم اور رات کو کمر میں درد بھی ہوتا ہے دن کو اُٹھتے بیٹھتے ہوتا ہے سر میں بھی اکثر درد رہتا ہے آنکھوں میں دھندلاپن رہتا ہے برائے مہربانی کوئی عصمتی بہن اس کا کوئی آزمایا ہوا نسخہ بتائیں ہیں بہت ممنون ہونگی۔ خریدار ۱۲۶۴۱ ۳

کسی بہن صاحبہ کو اگر برص سفید کی دوا معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع کریں میں بہت شکریہ ادا کروں گی۔ کیونکہ میرے بچے کو جس کی عمر ۸ سال کی ہے عرصہ دو سال سے یہ موذی مرض ہوگیا ہے۔

عایشہ بی بی۔ بیگم خریدار ۲۶ ساکن سرائے بھنولی فیض آباد

معمے

جنوری کے پرچے میں جو معمے چھپے تھے اُنکی طرز پر ۵ معمے اور لکھتی ہوں جن بہن کے جوابات سب سے زیادہ صحیح ہونگے اِنھیں پانچ روپیہ کی کتابیں بطور اِنعام دی جائیں گی۔

(۱) اونکے برتھ ڈے میں کسی بے نوش نے کہا کہ آج ہر گلاس میں اِنقلاب ہونا چاہیئے۔

(۲) شراب میں اونٹ کو ڈالو تو آسمان کا ستارہ ہوجائے۔

(۳) نیک دام نے پلٹ کر کپڑا دیا۔

(۴) کافر با شکستہ کا غذ لگاؤ تو پیالہ ہوجائے۔

(۵) عکس زلف بُت نے گنگا کو ملائی کر دیا۔

مس مصفی عشرت ہردوئی

جنوری نمبر میں لسان العصر حضرت اکبر الہ آبادی کے جو معمے اُنکی پوتی محترمہ مصفی عشرت نے شائع کرائے تھے اُنکے صحیح جوابات یہ ہیں۔

(۱) کتاب (۲) گندم (۳) پارک (۴) درخت (۵) گولر (۶) چمن۔

جوابات بھیجنے والی بیبیوں میں صرف محترمہ نوری بیگم سوداگر محلہ گورکھپور خریدار ۳۵۲ نے بالکل صحیح جوابات لکھے ہیں اس لیے وہی اِنعام کی مستحق ہے

محترمات مہ جمال بیگم قدوائی بنت صفدر علی صاحب انجنیر۔ صغیر بیگم عثمان آباد، المیہ نذیر احمد خاں گورداسپور۔ صفیہ بیگم کلکتہ۔ اور امتہ القدیر قاسم اکرلہر۔ کا صرف ایک ایک جواب غلط ہے باقی جن خواتین کی طرف سے جوابات آئے ہیں ان میں کے دو دو تین تین یا اس سے بھی زیادہ غلط ہیں۔

باہتمام ابو الامین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپا

کامل دائی یا لیڈی ڈاکٹر باتصویر ١٢/

پہلا اڈیشن ختم ہو چکا دوسرا تیار ہے

ہر پڑھی لکھی خاتون کے لئے اس کا مطالعہ نہایت ضروری ہے کیونکہ اس لاجواب کتاب میں مستورات کی خاص بیماریوں کی تشریح اور مجرب علاج درج ہیں۔

ضروری پرہیز اور ہدایات برائے حفاظت دائی جنائی کا مفصل کام معہ تصاویر زچہ بچہ کی حفاظت ان کی بیماریاں اور علاج ہدایات متعلقہ پرورش، بچوں کی بیماریاں اور ان کے علاج اور عورتوں کے خاص امراض۔

مثلاً ہسٹریا، باؤگولہ وغیرہ وغیرہ کے جادو اثر مجرب نسخہ جات اس کتاب میں درج ہیں، خوبی یہ کہ زبان نہایت سادہ سہل اور طرز تحریر بالکل مہذب لیکن بالکل واضح اور عام فہم جسے معمولی لکھی پڑھی عورت بھی پڑھکر خود فائدہ اٹھا سکتی ہے اور اپنی بے علم بہنوں کا علاج بخوبی کر سکتی ہے قیمت ١٢/ محصول ٣/

آرائشی نسخہ جات مثلاً بالوں کے متعلق تیل، پوڈر، خضاب، حسن افزا ابٹنا، خوشبودار منجن، مسی کاجل وغیرہ وغیرہ بھی آخر میں درج ہیں

ملنے کا پتہ: مینیجر کارخانہ احسان اینڈ کمپنی اہلسنتی کوٹھی لودہیانہ



عطر تیل عطر

تیل

۲/۱

ہر ماہ میں دس روپے کا عطر بطور تحفہ

اگر آپ کو ایسے عطروں کی خواہش ہے جو آپکے دماغ کو تر و تازہ کر دیں اور جن کے لگانے سے آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ پھولوں کی کیاری میں بیٹھے ہیں تو آپ ہمارے نئے طریق سے تیار کردہ عطروں کا استعمال کریں ۔ جو میسور گورنمنٹ کے کارخانہ کے خالص صندل کے تیل میں تیار کئے جاتے ہیں گو ہمارے پاس ہر قسم کے قیمتی سے قیمتی عطر موجود ہیں لیکن مندرجہ ذیل سستے عطروں کے نمونے کے لئے ہم سفارش کرتے ہیں ۔

عطر چنبیلی، عطر گلاب، عطر سوسن، عطر عباسی، عطر تبریزی، عطر سنگترہ، عطر کرنا، عطر نرگس، عطر خس، ہر ایک عہ ۱۲/ (ایک روپیہ بارہ آنہ) فی تولہ) ان کے علاوہ چنبیلی ۔ گلاب، سوسن، تبریزی، سنگترہ اور نرگس کے عطر تین پانچ، آٹھ روپے تولہ اور اس سے زیادہ کے مل سکتے ہیں ۔

ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہر ماہ میں قرعہ ڈال کر اپنے گاہکوں میں سے پہلے تین نمبر پر رہنے والوں کو پانچ روپے، تین روپے اور دو روپے کے عطر بطور تحفہ بھیجا کریں گے اگر آپ مارچ کے انعام میں حصہ لینا چاہتے ہیں تو فوراً اپنی درخواست بھجوا دیں ۔

ہمارا دلکشا ہیر آئیل بادام روغن، زیتون اور تلوں کے تیل سے مرکب مفید ادویہ سے تیار کردہ خوشبودار تیل فی سیر عنہ/ (دس روپیہ) فی پاؤ بوتل ۸/۲ بالوں کے لئے بہترین تیل ہے ۔ فوراً منگوا کر دیکھیں ۔

(درخواست دیتے وقت عصمت کا حوالہ ضرور دیں)

ملنے کا پتہ

دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

اپنے نامہ نگار کی ہمت بڑھایئے

ذیل کی کتابیں عصمت و بنات کے مشہور اور قدیم نامہ نگار مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی گوڑ گانوہ کی تصنیف و تالیف ہیں۔ آپ انکو بڑھا کر انکی ہمت بڑھائینگی اور خود بھی ان سے فائدہ اٹھائینگی۔

ماں بچہ کی نگہداشت

زچگی اور اس سے قبل زمانہ کے لئے عمل ہدایات جس پیرایہ میں دی گئی ہیں بچہ کی پرورش اور تربیت پر تجربات درج ہیں یہ رسالہ اس قدر مقبول ہوا ہے کہ دوسرا ایڈیشن ختم ہونیوالا ہے۔ قیمت چھ آنہ (۶؍)

رُوح القرآن

قرآن پر ہمارا ایمان ہے قرآن پاک کے مضامین کی نہایت ہی جامع فہرست مشکل الفاظ مع معانی ہر سورۃ کے خلاصے اور عملی خواص اور شان نزول نہایت ہی سلیقہ سے دیئے گئے ہیں اسکو پاس رکھنے سے آپ سچی مسلمان بنجائینگی۔ بڑے بڑے علما اور فضلا نے اسے پسند کیا ہدیہ دو روپے (عہ)

رُوحوں کے کرشمے

جن دلوں پر مرنے والوں کے صدمے ہیں وہی ایسی کتابیں پڑھتے ہیں مرنے کے بعد روحیں کیا کرتی ہیں اس دنیا سے کیا تعلق رہتا ہے اس کے متعلق متعدد دلچسپ اور سچے واقعات بیان کئے گئے ہیں کتاب ختم کئے بغیر ہاتھ سے نہیں رکھی جاتی لیکن اسے تنہائی میں رات کے وقت نہ پڑھنا۔ قیمت ایک روپیہ چار آنہ عہ

کتابوں کا محصول ڈاک بذمہ خریدار فرمائش کے وقت رسالہ کا حوالہ دیجئے۔

ملنے کا پتہ

مولوی محمد قمر پبلشر سلسلہ سرمایہ اطفال گوڑ گانوہ پنجاب

کایا پلٹ ہیر آئل رجسٹرڈ

کوئی مرد اور مخصوص عورت ایسی نہیں ہے کہ اس نایاب تیل کی قدر نہ کرے یہ بالکل ایک نئی ایجاد ہے جس کا مثل اسوقت تک بازار میں نہیں ہے اسکی یہ خصوصیت ہے کہ

گرے ہوئے بال نئے سرے سے دوبارہ اگاتا ہے اور جو نئے بال پیدا کرتا ہے وہ سیاہ ہوتے ہیں، بال گرنا بند ہو جاتے ہیں اور بالوں کو سرعت کے ساتھ بڑھاتا ہے اور فاسد رطوبات کو بخارات اور پسینہ کے ذریعہ باہر پھینک کر سر اور بالوں میں ایک نئی جان ڈالدیتا ہے علاوہ بالوں کے اکثیر کا حکم رکھنے کے دائمی نزلہ، درد سر اور تمام جلدی امراض مثلاً بالخورہ، گنج، خشکی، اور بجاگرمی دانہ اور کھجلی وغیرہ کو ایک قلم روکتا ہے اور اگر نہیں تو رفع کر دیتا ہے اور بیحد مقوی دماغ اور بصارت ہے۔

ایک دفعہ کا تجربہ آپ کو خود ان سب خوبیوں کی تصدیق کرادیگا اگر بال اور دماغ کی کچھ بھی آپ کو قدر ہے تو اس میں کلام نہیں ہے کہ آئندہ آپ اور دوسرا تیل نہ استعمال کرینگی۔

(ملاحظہ ہو ایک تازہ سارٹیفکٹ)

آپ کا عنایت کردہ تیل بہت مفید ثابت ہوا ہے، ابھی ایک شیشی ختم نہیں ہوئی ہے اور سر کی خشکی جاتی رہی ہے بال گرنا بند ہوگئے ہیں اور نئے بال نکلنا شروع ہو گئے ہیں۔ براہ کرم حکم دیدیجئے کہ ایک شیشی اور بھیجی جاوے اور آئندہ بغیر میری استدعا کے ایک شیشی ہر ماہ کے شروع میں بذریعہ وی پی روانہ ہوا کرے

جعفر علی خان (ڈپٹی کلکٹر درائے بریلی)

وزن ۴ اونس قیمت مع محصول وغیرہ ۳؍ بیجے

ملنے کا پتہ

مینجر کایا پلٹ ہیر آئل رجسٹرڈ لکھنو

صاحبزادی کے جہیز میں

بہتر سے بہتر کپڑا آپ دیدیجئے مگر کامدانی کی چیزوں کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا عصمتی بہنوں کے لئے ہم نے اعلیٰ قسم کی کامدانی کام کے دوپٹے ساڑھیاں وغیرہ فراہم کرنے کا انتظام کیا ہے جن کے آگے تلنی چوگنی قیمت کا کپڑا بھی ماند ہے۔ کام تمام کپڑے پر صفائی اور خوبصورتی سے کیا جاتا ہے کرنوں پر دلفریب ترنج اور کناروں پر نفیس چوڑی بیل۔

قسم اوّل کی کامدانی نہایت اعلیٰ درجہ کی اصلی ہیجی کامدانی ہے جو کبھی سیاہ یا ماند نہیں ہوتی۔

قسم دوم چترے کی کامدانی بھی خوب شاندار اور چمکیلی ہے اور تعلیمیافتہ بیبیوں میں مقبول ہے

قسم سوم یعنی جھوٹی کامدانی کا کام ہمارے ہاں نہیں ہوتا کامدانی کے علاوہ سلمہ ستارے وغیرہ کے کام کی ضرورت ہو یا دلی کی کوئی اور چیز شالی ہو تو بھی ہمیں لکھئے بہت کفایت سے ساتھ آپکو بھیجی جائینگی،

ساڑھیاں (طول ۵½ گز)

ساڑی نمبر ۳ ۔ نہایت اعلیٰ قسم کے خوبصورت پائیدار ریشمی کپڑے پر کامدانی نمبر اوّل کا کام قیمت صرف للعہ چالیس روپے

نمبر ۴ ۔ کپڑا وہی کامدانی قسم دوم قیمت ۳۵ روپے

نمبر ۵ ۔ کامدانی قسم دوم کپڑا ساڑی نمبر ۲ سے کم قیمت مگر پائیدار اور خوبصورت ریشم قیمت ۲۵ روپے

نمبر ۶ ۔ نفیس ململ، کامدانی قسم دوم قیمت ۲۰ روپے

دوپٹے طول ۳ گز

دوپٹہ نمبر ۷ ۔ کپڑا ساڑی نمبر ۳ کا کامدانی قسم اوّل قیمت ۲۵ روپے
دوپٹہ نمبر ۸ ۔ کپڑا ساڑی نمبر ۳ کا کامدانی قسم دوم " ۱۹ روپے
دوپٹہ نمبر ۹ ۔ کپڑا ساڑی نمبر ۵ کا " " ۱۴ روپے
دوپٹہ نمبر ۱۰ ۔ ریشمی ململ معمولی " " ۱۳ روپے
دوپٹہ نمبر ۱۱ جالی دار اس کی قیمت ۱۲ روپے دوپٹہ نمبر ۱۲ بڑھیا ململ پر ۱۱ روپے

تعریفی خطوط

سہیلیوں کے اسٹور دہلی کا اشتہار مسلسل دو سال سے عصمت میں نکل رہا ہے مگر آج تک نہ کسی صاحب نے مرنبزم عصمت، میں شکایت لکھی نہ مال واپس کیا بلکہ جب جس نے منگایا نہ صرف پسند کیا بلکہ پھر فرمائش بھیجی۔

جرمنی سے پروفیسر ستار خیری ایم اے جرمنی سے تحریر فرماتے ہیں۔ ساڑھی پہنچ گئی دیکھکر جی خوش ہوا للعہ قیمت کچھ زیادہ نہیں ہے میری بیوی نے بہت ہی پسند کی ایک اور ساڑھی اس قیمت کی فیروزی رنگ کی بھیجئے۔

برار سے مس ش، ن، بیگم صاحبہ دلیل گھاٹ ضلع ملڈانہ لکھتی ہیں آپکے اسٹور کی ساڑھی پہنچی اور بہت ہی پسند آئی واقعی آپکے اسٹور کی ساڑھیاں بہت ہی اچھی بنتی ہیں لہذا اور دو ساڑھیاں جلد روانہ فرمائیے۔

ریاست بھاری سنگھ (بڑودہ) سے جناب منور خانصاحب جمعدار ڈیوڑھی خاص پر حضور سرکار ریاست [illegible] میں دوپٹہ وصول ہوگیا اور میں نے تعریف کے قابل پایا جس کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور آپ کو دس روپیہ قیمت کے چھ دوپٹوں کا آڈر اور دیا جاتا ہے۔ ۳۲ روپیہ رقم پیشگی بھیجی جاتی ہے۔

آج نہیں کل کل نہیں پرسوں کبھی نہ کبھی آپ کو کامدانی کام کے دوپٹہ یا ساڑی کی ضرورت پڑیگی مگر کم داموں میں اتنا اچھا کام شاید کہیں نہ ملیگا اور پھر اس شرط کے ساتھ کہ ناپسند ہو تو دام واپس

شکایت ہو تو رسالہ عصمت میں چھپوائیے

فرمائش کے ساتھ ایک چوتھائی رقم پیشگی بھیجے اور اپنی پسند کے کپڑے کا رنگ لکھیئے ان کے علاوہ سلمہ ستارے کے کام کی دوسری چیزیں بھی فراہم کر سکتے ہیں۔
پتہ ہو ۔ سہیلیوں کا اسٹور دہلی

THE ISMAT DELHI

The Best Urdu Ladies Magazine

دِلّی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہان آباد اُجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر ابتک بسنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اسوقت بھی اپنے بسنے والوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستّر سال پہلے دلّی کیا تھی۔ بادشاہ کا حال، قلعہ معلّی کی بہاریں۔ شاہی بیگمات۔ میلے تماشوں کے رنگ۔ دربار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے۔ پیر غیب۔ شاہ بڑے اور کرتل کے جشن۔ شہر آبادی کی چہل پہل، ہندو مسلمانوں کی معاشرت، رمضان، عید، سلونو، سالگرہ کے تزک و احتشام، شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو مصوّرِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلّہٗ کی

معرکۃ الآرا کتاب

نوبتِ پنج روزہ

یعنی وداعِ ظفر ملاحظہ فرمایئے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں ایسے [illegible] انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رُلا دینگی۔ پانچویں نوبت وہ ہے جب دلّی [illegible] بادشاہ کو وداع کیا غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات، مخبروں کا ظلم، مظلوموں کی حالت زار، دلّی کی بربادی، عورتوں کی تباہی، اور بادشاہ کے پیہم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں! بادشاہ کی تصویر اور تین نادر قلمی تحریریں بھی دی گئی ہیں۔ نوبت پنج روزہ دورِ حاضرہ کے مایہ ناز اُردو مصنّف کی بہترین تصنیف ہے اور دھڑا دھڑ نکل رہی ہے اگر آپ نے منگانے میں جلدی نہ کی تو یقیناً دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑے گا۔ کاغذ لکھائی چھپائی ہر چیز نفیس قیمت صرف عہ/

قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے قیمت عہ

ملنے کا پتہ: مینجر عصمت دہلی

مصوّرِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلّہٗ کی بیش بہا تصانیف

سلسلہ عصمت

کاغذ اعلیٰ سفید دبیز۔ لکھائی چھپائی عمدہ

(۱) زندگی [illegible] منزل اصلاح نسواں کے سلسلہ میں بہترین تصنیف قیمت عہ/

(۲) شبِ زندگی حصہ اوّل جو عورتیں زندگی کامیابی کے ساتھ بسر کرنی چاہیں جو مرد اپنے گھر جنت کا نمونہ بنا دینے کے متمنی ہوں وہ سب سے پہلے مصنف کی مشہور تصنیف مطالعہ کریں۔ قیمت عہ/

(۳) روداد قفس [illegible] نسواں کی خلاف حمایت میں درد انگیز نظمیں قیمت ۱۲/

(۴) ستونتی سبق آموز افسانہ تعلیم یافتہ مسلمان بیوی کس طرح گھر کی [illegible] کر سکتی ہے ۴/

(۵) منازل ترقی نتیجہ خیز افسانہ ترقی کی دھن اور دولت کے نشہ میں انسان کیا کیا کر بیٹھتا ہے ۴/

(۶) بچہ کا کرتہ ایک نہایت عبرت انگیز دردناک افسانہ ۴/

(۷) امین کا دم واپسیں شہزادہ امین ابن ہارون رشید کا عبرت انگیز آخری وقت ۶/

(۸) گلدستۂ عید ۱۴ سبق آموز مضامین و افسانے جنکا مطالعہ ہر قت مفید ہے ۱۲/

(۹) جوہرِ عصمت ۱۴ معرکۃ الآرا بے انتہا دلچسپ سبق آموز افسانے ۱۲/

(۱۰) ویڈیا کی سرگذشت ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی ۴/

(۱۱) نانی عشو انسقدر پُر لطف افسانے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں ۱۰/

(۱۲) سیلاب اشک، نہایت دردانگیز نتیجہ خیز افسانے [illegible] ۴/

(۱۵) قلبِ حزیں نثر میں شاعری کا لطف چھوٹے چھوٹے لطیف ادبی مضامین ۸/

(۱۶) نوبت پنج روزہ یا وداعِ ظفر آخری تاجدار مغلیہ پانچ جشن غدر دلّی کے واقعات ۶/

(۱۷) طوفانِ اشک درد اثر میں ڈوبے ہوئے چند نتیجہ خیز افسانے عہ/

(۱۸) شہیدِ مغرب وہ دردناک انگیز افسانے جو ہر مسلمان کو خون کے آنسو رلا دینگے عہ/

(۱۹) تمغۂ شیطانی دنیا کے سات بدترین کیرکٹر۔ بے انتہا سبق آموز و پُرلطف ناول ۱۲/

(۲۰) تفسیرِ عصمت مسلمان عورت کیا چیز ہے نہایت دلچسپ دردانگیز مگر پُرلطف افسانہ ۸/

(۲۱) جمالِ ہمنشیں جنت مکانی خاتون اکرم کے بہترین ادبی مضامین آرٹ کاغذ عہ/

(۲۲) پیکرِ وفا کا ایک سبق آموز دلچسپ ناول ۸/

ملنے کا پتہ: مینجر عصمت دہلی

THE ISMAT DELHI.

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۸۷۲

عصمت

اپریل ۱۹۳۰

یعنی

شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیئے

اُردو میں

پاکیزہ خیالات۔ علمی ادبی مضامین اور مُفید معلومات کا ذخیرہ

جو

مصورِ غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

سرپرستی میں ہر انگریزی مہینہ میں ایک بار شائع ہوتا ہے
اور ہر پرچہ ملک کے ممتاز اہلِ قلم کے مضامین کے علاوہ معزز خواتین کے طبع زاد
مضامین اور مشہور مقامات مناظر کی تصاویر سے بھی مزین ہوتا ہے۔



ایڈیٹر۔ رازق الخیری

Murari Art Press. Delhi.

تمام عصمتی بہنیں

براہ عنایت اپنی اور ہماری سہولت کے لیے ان امور کا خیال رکھیں

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۲۰ تاریخ کو شایع ہو کر دوسری تیسری تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہنچ جاتا ہے۔ اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد ۱۰ تاریخ تک کارڈ لکھ کر نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگالیں۔ ورنہ ممکن ہے پرچہ ختم ہو جائے اور قیمتاً بھی نہ مل سکے۔

(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام تبادلہ ہو جائے تو خریداری نمبر کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدی جائے۔ کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلوانا دفتر کو نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے۔ اور خریدار بہنوں کو شکایت رہتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۲۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔

(۳) ہمیں جب خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھدیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائینگے

(۴) جواب طلب امور کے لئے جوابی پوسٹ کارڈ یا ۱ر کا ٹکٹ بھیجئے۔

(۵) منی آرڈر کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ بھی درج فرمائیے۔

(۶) اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے اگر کسی بہن کو آیندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کر دیں۔ اور اگر بدستور پرچہ جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آیندہ سال کا چندہ بھیجیں۔ جو بیبیاں اسکا کچھ جواب نہیں دیتیں انہیں وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی کی واپسی عصمت کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی وصول کر لینا چاہئے۔

(۷) عصمت کا سالانہ چندہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ پانچ روپیہ ہے لیکن جو متمول ہمدرد بیبیاں عصمت کی مالی مدد کرتی ہیں انکے لیے قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھاپا جاتا ہے جسکا عام چندہ ۵ ہے۔ کم استطاعت بیبیوں کے لیے قسم دوم معمولی کاغذ پر چھاپا جاتا ہے اسکا چندہ سالانہ صرف ۳ روپے ۸ آنے ہے۔ قیمت فی پرچہ قسم خاص ۱۰/ قسم اول ۸/ قسم دوم ۶/

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لیے مضامین بھیجنے سے قبل ان باتوں کا ضرور خیال رکھنا چاہیئے:—

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رخ پر، روشن سیاہی سے، نظر ثانی، مناسب ترمیم، اصلاح و اضافہ کے لیے ایک سطر چھوڑ کر، خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) اڈیٹر کے نام کے خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا ضروری ہے

(۳) مضمون جہاں تک ممکن ہو مختصر لکھنا چاہیئے لیکن بڑا مضمون بھی ہو تو مکمل بھیجا جائے نامکمل مضمون کسی حالت میں شایع نہیں کیا جاتا۔

(۴) مضمون میں کسی کتاب یا رسالے سے نقل ہو یا ترجمہ اخذ ہو تو اسکا حوالہ ضرور دیدیا جائے۔

(۵) عصمت کیلئے صرف وہی مضامین بھیجنے چاہئیں جو عصمت ہی کیلئے لکھے جائیں

(۶) عصمت کے مضامین کے لیے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شایع ہو چکے ہیں انتخاب نہیں کرنے چاہئیں، نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان، ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شایع کیے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیے، جو مضامین ذاتیات سے آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے، ردی کر دیے جاتے ہیں عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑہ نہیں ہے عصمت کے لیے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو مسلمان عیسائی پارسی سب کے لیے مفید ہوں کیونکہ عصمت شریف ہندوستانی بیبیوں "کا پرچہ ہے۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیئے، رنگین بے معنی عبارت جس میں فارسی عربی انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہو عصمت کو سخت ناپسند ہے، سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپیہ کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے۔ نادار کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے۔ غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے شایع کیے جاتے ہیں۔

عصمت میں اشتہارات مسلسل شائع کرا کے تاجر نہایت معقول منافع اٹھا سکتے ہیں۔ کیونکہ عصمت ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ متمول طبقہ کا پرچہ ہے اور بفضل خدا ہندوستان بھر کے تمام زنانہ پرچوں میں سب سے زیادہ اشاعت رکھتا ہے۔ لیکن صرف ان ہی چیزوں کے اشتہارات شایع کیے جاتے ہیں جو شریف بہو بیٹیاں خرید سکیں اور اشتہار کی عبارت میں کوئی لفظ غیر مہذب اور حیا اور غیرت سے گرا ہوا نہ ہو (۲) اجرت اشتہار پیشگی بذریعہ منی آرڈر آنی لازمی ہے۔ اور جتنی مدت کا معاملہ کیا جائے اس کی اجرت یکمشت ادا کرنی ضروری ہے۔ اشتہار مسلسل شائع ہوگا۔ ۲۰ تاریخ تک دوسرا اشتہار بدلا جا سکتا ہے۔ ریڈنگ میٹر کے لیے اشتہار نہیں لیا جاتا۔ ماہانہ اجرت اشتہار پورا صفحہ ۱۲ روپیہ نصف صفحہ ۷ روپیہ چوتھائی صفحہ ۴ روپیہ۔ یہ صرف ایک مرتبہ کی اجرت ہے اور رعایتی اجرت اس میں مطلق کمی نہ ہوگی۔ البتہ زیادہ مدت کے لیے اشتہار دینا ہے تو منیجر سے نرخ نامہ منگائیے +

تاجران کتب حضرت علامہ راشد الخیری کی کتابیں کمیشن پر منگا کر بہت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ علامہ محترم کی کتابیں ہندوستان بھر کے تمام اردو مصنفین میں سب سے زیادہ بکتی ہیں۔ کمیشن معقول دیا جاتا ہے اور قیمت نقد لی جاتی ہے +

منیجر عصمت دہلی

مستقل الٰہی کا پتہ خریدار ـــــــ ۱ ـــــــ ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت کرم جیلانی دہلی

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تصنیفات

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بے مثل تصانیف نے شہرتِ دوام اور قبولیتِ عام کی بسند ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مذاقِ سلیم رکھنے والے طبقہ سے حاصل کی ہے اُردو زبان میں اس کی نظیر نہیں نکل سکتی اور یہ بھی واقعہ ہے کہ دورِ حاضرہ کے کسی اُردو مصنف کی کتابیں اس کثرت سے نہیں نکلتیں جتنی علامہ محترم کی شام زندگی، شب زندگی جیسی ضخیم کتابیں آٹھ آٹھ دس دس سال میں پندرہ پندرہ سترہ سترہ مرتبہ چھپ کے ہاتھوں ہاتھ نکل چکی ہیں اور کسی ایک کتاب کا نہیں قریب قریب سب ہی کتابوں کا یہ حال ہے خاک پاک دہلی میں کوڑی کی ڈھلی ہوئی قلعہ معلیٰ کی ٹکسالی زبان جاننے اور لکھنے والا اب سوائے آپ کے کوئی نہیں رہا۔ جب کبھی آپ قلم اُٹھاتے ہیں تو سدا بہار پھولوں کا مینہ برسا دیتے ہیں۔ وہ پھول جن کی عطر بیزی مشام جان کو معطر کرتی ہے۔ یوں تو اُردو لٹریچر کی ہر صنف میں آپ کی تحریریں سلک مروارید اور جواہر پارے کہلانے کے مستحق ہیں جن کی آب و تاب ہمیشہ اسے منور رکھے گی لیکن مولانا کا امتیاز خصوصی ٹریجڈی ہے اور جیسی داستانِ غم مولانا لکھتے ہیں ہماری زبان میں تو کیا ہندوستان کی بلکہ ایشیا کی کسی زبان میں اس کی نظیر نہیں نکل سکتی۔ حقیقت یہ ہے کہ ٹریجڈی کے مولانا بادشاہ ہی نہیں شہنشاہ ہیں جنہوں نے شیکسپیر جیسے مصنفوں کو بھلا دیا۔ انکی تحریر کا ایک ایک لفظ درد و اثر اور سوز و گداز میں ڈوبا ہوا ہوتا ہے۔ ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان پڑھے اور متاثر نہ ہو۔ چھوٹے چھوٹے فقرے، شیریں و خوشگوار بندشیں، نگینی سے قراری اور تڑپ لیے ہوئے ہوتے ہیں جو دل میں تیر و نشتر کی طرح اُتر جاتے ہیں۔ ذیل میں علامہ محترم کی تمام تصنیفات کا اشتہار دیا جاتا ہے۔ مگر ان اشتہاروں میں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا کیونکہ علامہ محترم کی تصنیفات ہماری تعریف سے بہت بالاتر ہیں۔

اصلاحی و معاشرتی کتابیں

صبح زندگی، شام زندگی، شب زندگی اُردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ دس سال میں مقبول نہیں ہوئی اب تک پچاس ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے۔ جو شروع میں تھا یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا۔ اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیئے۔

(۱) **صبح زندگی** لڑکیوں کی تربیت پر اسقدر مؤثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب آج تک شائع نہیں ہوئی اس میں نسیمہ بیگم کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں چودہ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت عمہ

(۲) **شام زندگی** نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لیے بے مثل چیز ہے یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصورِ غم کا خطاب دلوایا حال میں پندرہویں دفعہ چھپی ہے۔ قیمت عہ

(۳) **شب زندگی** یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے۔ اس میں نسیمہ کی موت کے بعد کا بیان ہے اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دُنیا میں وہ کونسے کام کیے تھے کہ حوریں اسکا استقبال کرتی ہیں عالم ارواح کی سیر اسقدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھیے اور معلوم کیجیے کہ وہ کونسی دو عورتیں ہونگی جن میں ایک دوزخ میں بھی جنس رہی ہے اور دوسری جنت میں بھی مقہور ہے۔ نسیمہ جیسی ہیرا ساس کی بہو وسیم دُلہن ایسی پتھر نکلتی ہے کہ الامان الحفیظ، اس کے ہاتھوں بچوں کی بربادی، پلید اور گھر کی تباہی، بچوں کو زہر دینا اور اپنے اعمال کی سزا بھگتنا اور اس کے ساتھ نسترن کی سلیقہ شعاری اور انسانیت یہ ایسے باب ہیں کہ ایک ایک سطر دل کے پار ہوتی ہے اور بے ساختہ آنسو نکل پڑتے ہیں۔ حال میں اسکا گیارھواں اڈیشن چھپا ہے کاغذ لکھائی چھپائی نفیس قیمت عہ

(۴) **شب زندگی حصہ دوم** بتائے گی کہ دُنیا کی بدترین مخلوق وسیم دُلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بچھڑے ہوئے لعل کس طرح اس سے ملتے ہیں کتاب کی ہیروین فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے۔ اتنا دلکش پلاٹ ہے کہ کم سے کم اُردو کی کسی کتاب میں تو ملنا ناممکن ہے یہی وہ بے مثل کتاب ہے جو علامہ محترم نے اپنی بہو خاتون اکرم کو رونمائی میں دی تھی۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت عمہ اس کے بھی کئی کئی اڈیشن چھپ چکے ہیں۔ شب زندگی کی مکمل قیمت عہ

(۵) **صالحات** یعنی حیات صالحہ۔ علامہ محترم کی سب سے پہلی تصنیف جس نے آج سے تیس سال قبل شائع ہوتے ہی مصنف کے کمال انشاپردازی کی دھاک تمام ملک میں بٹھا دی تھی۔ ۲۰ سال سے یہ بے مثل کتاب ناپید تھی اور دس دس بیس بیس گنی قیمت پر بھی کہیں نہ ملتی

تھی۔ اب میں نے زرِ کثیر خرچ کرکے اور بڑی کوششوں سے مُردہ صالحہ کو زندہ کیا ہے۔ علامہ محترم کی دوسری تصانیف کی طرح یہ بھی معاشرتی ناول ہے اور ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ واقعات بیان کیے گئے ہیں جو اکثر گھرانوں میں پیش آتے ہیں نہایت مؤثر پیرایہ میں بتایا گیا ہے کہ عاشق زار باپ کس طرح اولاد کی جان کا دشمن اور جاہل سوتیلی ماں کیونکر سوتیلی اولاد کے خون کی پیاسی ہوجاتی ہے۔ سلیقہ شعار بیبیاں کس طرح شوہر کی لاج رکھتی اور سعادتمند بیبیاں کیونکر اپنے ایثار سے دنیا کو حیرت میں ڈال دیتی ہیں۔ آج سے چالیس سال پہلے کے مسلمان گھرانوں کی معاشرت کا نقشہ ان الفاظ میں اس خوبی سے کھینچا گیا ہے کہ انسان داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہ وہی بے مثل کتاب ہے جس کے متعلق شمس العلماء ڈاکٹر نذیر احمد مرحوم نے کہا تھا کہ قصص میں صالحات پہلی کتاب ہے جسے میں نے شروع سے آخر تک پڑھا اور اگر مجھے یقین کامل نہ ہوتا تو کہہ دیتا صالحات میری لکھی ہوئی ہے اور مسودہ چوری ہوگیا۔ ملک کے مایہ ناز نقاد مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے کی رائے ہے کہ صالحہ کا مردہ جسم بھی حیات ابدی سے مالامال ہے صالحات۔ قلعہ معلیٰ کی بیگماتی زبان میں لکھی گئی ہے۔ طرزِ تحریر بے حد مؤثر و رومیں ڈوبا ہوا!

ادب اردو اس کتاب پر جس قدر ناز کرے کم ہے۔ صالحات کے ختم ایک اعلان پر ہاتھوں ہاتھ ... جلدیں نکل گئی تھیں۔ ہر مرد و عورت کو جنھوں نے علامہ محترم کی تصانیف پڑھیں فوراً ایک جلد صالحات کی منگالینی چاہئے کاغذ لکھائی چھپائی نہایت اعلیٰ ضخامت پونے دو سو صفحے قیمت صرف ؏ ۱۲/

(۶) **منازل السائرہ** صالحات کی طرح منازل السائرہ بھی وہ کتاب ہے جس پر آج سے پچیس سال پہلے کے اخبارات نے بڑے شاندار ریویو کیے تھے اس میں ایک لڑکی کی پیدائش سے موت کے تمام واقعات اسقدر دلچسپ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے یہ وہی کتاب ہے جو یونیورسٹیوں کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے قیمت حصہ اول ۱۰/ حصہ دوم ۱۰/ دونوں حصوں کی قیمت ۱/۴ چھ دفعہ شائع ہوچکی ہے

(۷) **نوحۂ زندگی** بیوہ کے نکاح ثانی پر مصور غم مصنف کی معرکۃ الآرا تصنیف۔ یہاں آپ کو ایک ایسا قبرستان ملیگا جس میں عصمت کی لاج رکھنے والی اور غیرت پر قربان ہونے والی ماں اپنے دو معصوم بچوں کو دائیں بائیں لیے گہری نیند سو رہی ہے نوحۂ زندگی بتائے گی کہ سنگدل ماں اور جفاشعار باپ کی بدولت ایک لڑکی نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبتیں بھگت رہی ہے۔ نوحہ زندگی کا ہر فقرہ درد و اثر سے لبریز ہے چھ دفعہ شائع ہوچکی ہے قیمت ۱۲/

(۸) **جوہر قدامت** دو بہنوں کی پُرلطف کہانی۔ دو لڑکیوں کی مفصل زندگی دو عورتوں کی جگرخراش داستان جن میں ایک دورِ قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرزِ جدید کی دلدادہ ہے۔ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا۔ مسلمان گھرانوں میں اسوقت کیسے لعل گودڑوں میں چھپتے ہیں اور مغربی زندگی کس سمت انہیں لے جارہی ہے اس کتاب سے معلوم ہوگا قیمت ؏ ۱۲/

(۹) **طوفانِ حیات** شرک، پیر پرستی، قبر پرستی وغیرہ پر قصہ کے پیرایہ میں دردانگیز افسانہ جسے پڑھ کر انسان شرک سے توبہ کرلیتا ہے قیمت ۱۰/

(۱۰) **سمرنا کا چاند** یا تربیت نسواں۔ دلچسپ معاشرتی ناول ہے قیمت ؏ ۱۲/

ب اِصلاحی معاشرتی افسانے

(۱۱) **تمغۂ شیطانی** حضرت علامہ راشد الخیری نے اسلام کو جن سائنٹفک اصولوں پر بتایا ہے، اردو لٹریچر میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ جن مسلمانوں نے سمجھ کر علامہ محترم کی تصانیف کو پڑھ لیا صحیح اسلام انکے ذہن نشین ہوگیا اور ہزاروں گھر تباہی سے بچ گئے۔ تمغۂ شیطانی میں اُسی شیطانی کے آٹھ کیریکٹر دکھائے گئے ہیں۔ ان لوگوں کو جو نیک انسان سمجھے جاتے تھے مگر انکے ایک فعل سے جو بظاہر بہت معمولی بات تھا حلقہ شیطانی میں داخل ہوئے۔ جہاں ناکڑے، والی بھری، لاجی، قاضی صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں میاں قمس، پیر جی، شیرانی کے واقعات آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں بے حد مؤثر اور بہت مفید افسانہ ہے یہ وہی سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے جو کہ رسالہ عصمت میں شائع ہوکر دھوم مچا چکی ہے قیمت صرف ۱۲/

(۱۲) **سات روحوں کے اعمالنامے** جسے تمغۂ شیطانی کا جوڑ کہا جاتا ہے دنیا کی سات عجیب غریب روحیں ایک شیطان کی مغفرت کے لیے پیش کی جاتی ہیں۔ آخری روح کے کارنامے اسقدر دردانگیز ہیں کہ ہچکی بندھ جائے (کنواری لڑکیاں نہ منگائیں) چھ دفعہ چھپی ہے قیمت ۸/

(۱۳) **ستونتی** نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور شریف عورت شوہر کے لیے سب کچھ قربان کرکے اور وفاداری ایثار کے جوہر دکھاکے دنیا کو محو حیرت کردیتی ہے۔ اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ اس سے کیجیے کہ دو سال میں چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۸/

(۱۴) **تحفۂ عصمت** یہ وہی دلآویز افسانہ ہے جسنے رسالہ عصمت کے مشہور جوبلی نمبر میں چار چاند لگا دیئے تھے۔ عبدل کا کیریکٹر اسقدر پُرلطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اسقدر دردانگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں۔

قطع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شایع نہیں ہوا ہر مسلمان مرد اور ہر مسلمان عورت کی نظر سے گزرنا چاہئے قیمت ۸ر

(۱۵) **انگوٹھی کا راز** جدید اڈیشن حضرت مصنف نے نظر ثانی اور بہت کچھ اضافہ کرا کے شایع کیا گیا ہے یہ ۳ مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے رابعہ کا عبرت انگیز انجام۔ اسلامی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات۔ انگوٹھی کا راز اس خوبی سے حل کرتا کہ پڑھنے والے محو حیرت ہو جاتے۔ قیمت ۸ر

(۱۶) **ولایتی ننھی باتصویر** نانی عشو کی جوڑ کا نہایت پُر لطف افسانہ ہے جس کے ہر ہر فقرہ پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے ہیں کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ رسالہ عصمت میں اس کی تین ہی قسطیں چھپی تھیں کہ چاروں طرف سے کتابی صورت میں شایع کرنے کا اصرار ہونے لگا۔ ہاف ٹون بلاک کی تصویر بھی ہے۔ قیمت ۸ر

(۱۷) **منازل ترقی** اس عبرت انگیز فسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دُھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پہ کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ علی اور بشیرن دو تو میاں بیوی کے کیرکٹر نہایت دلچسپ ہیں۔ قیمت ۴ر

(۱۸) **بچہ کا کرتہ** ایک عاشق زار بد نصیب ماں اپنے جوان بچہ کی بدولت وہ وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے دُنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں بہت مؤثر افسانہ ہے اور کئی بار چھپ چکا ہے قیمت ۴ر

(۱۹) **وِیڈیا کی سرگذشت** گو آدھ وہ موتی تو وہاں بھی نہ تھا! فیشن کی اور جدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی۔ مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو قیمت ۴ر

(۲۰) **بنت الوقت** ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع۔ وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام۔ چھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۸ر

(۲۱) **سراب مغرب** غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور کتاب۔ تقلید مغربی کے دردناک نتایج یا رشید کا حشر ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی۔ یہ بھی چھ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۸ر
(کنواری بچیاں نہ منگائیں)

(۲۲) **فسانہ سعید** بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر جس قابلیت سے حضرت مصنف نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ مسلمان اس کتاب کو پڑھے۔ سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی۔ سوتیلے رشتوں پر مؤثر کتاب ہے قیمت صرف ۸ر

(۲۳) **موؤدہ** ہندوستان کے کئی صوبوں میں رواج کو غالب کر کے دُختر پدری سے لڑکیوں کو محروم کر رکھا ہے اس موضوع پر نہایت مؤثر کتاب ہے پڑھ کر آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں۔ چوتھی بار چھپی ہے قیمت ۸ر

(۲۴) **سنجوگ** ۸ دولت پر بیٹی کی قربانی۔ قیمت ۸ر چار دفعہ چھپ چکی ہے

(۲۵) **سوگن کا جلاپا** ناشاد و نامراد محمودہ کا افسانہ غم قیمت ۵

ج۔ مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو معراج کمال پر پہنچایا۔ جذبات نسوانی کی درد و ماتم میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم مصنف نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کرے گی ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے۔ شہنشاہ لٹریچر ہی کے وہ معرکۃ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شایع کیے جا رہے ہیں چنانچہ حسب ذیل مجموعے اس وقت تیار ہیں۔

(۲۶) **جوہر عصمت ۱۳ سبق آموز فسانے** (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ۔ عرفان ایک شریف معزز خاندان کا شخص بری صحبتوں کی وجہ سے لاکھ کا گھر خاک کر کے جیل خانہ پہنچنے والا ہوتا ہے کہ مظلوم بیوی کی کوششوں سے اس طرح رہائی حاصل کرتا ہے کہ پڑھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں۔ (۲) بھنّوسکی دُلہن۔ بلوچی قوم کے مرد و عورت کے عمیق کیرکٹر، ازدواج ثانی پر نہایت مؤثر بحث، محبت کا جواب اور انتقام بے انتہا دلاویز افسانہ (۳) اگلی محبتیں ہزاروں برس پہلے کے تمدن کا ایک دلچسپ مرقع شجاعت جان نثاری، وفاداری اور سچی محبت کے حیرت انگیز مناظر (۴) فسانہ تنویر۔ ملکہ تنویر کی درد و غم بھری کہانی (۵) بیگناہ کا قتل، محبت کی چوٹ پر کسان لڑکی کی قربانی (۶) بہادر کا کینہ۔ دولت و عصمت کا مقابلہ (۷) ماموں رشید کا دربار اور ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری۔ شہنشاہ جہانگیر کا انصاف (۹) بیکس کی شہادت (۱۰) ملکہ شہرزاد۔ شہزادی کا عصمت کی کسوٹی پر پورا اترنا (۱۱) بد قسمتی کی متن۔ خدا کی لاٹھی بے آواز ہے (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ بالخیر قیمت ڈیڑھ روپے (عہ)

(۲۷) سیلاب اشک باتصویر۔ درد انگیز فسانے

(۱) پرستار محبت۔ عورت کا دل وفا و محبت کے خزائن سے مالا مال ہے یہ سبق آموز افسانہ جو کثرت سے کڑا انسان کی آنکھیں نم کر دے گی اسکا ثبوت ہے اور بے انتہا مقبول ہوا ہے۔ (۲) بلبلوں کے تین رنگ ایک اردو دار لڑکی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر محو حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں خودداری اور ایثار کسے کہتے ہیں۔ ضمیر و ایمان کیا کام کرتا ہے اس فلسفیانہ نہایت درد انگیز افسانہ سے معلوم ہوگا جس نے کتنے ہی گھر تباہی سے بچا ڈالے (۴) حج اکبر جس سے معلوم ہوگا کہ ماں کا دل کس قسم کی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں۔ (۵) عدل گلبدن۔ شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن بیگم کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے۔ (۶) بے قصور بچی۔ بے انتہا موثر افسانہ (۷) ثریا کا تخیل۔ ہر افسانے کے ساتھ زر کثیر صرف کرکے فوٹو بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ جو مشہور مصور مسٹر سمیع نے تیار کی ہیں قیمت

(۲۸) طوفان اشک

یعنی رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں۔

۱۲ دل ہلا دینے والی کہانیاں

رواج کی بھینٹ	محروم وراثت	اس ہاتھ دے	بیٹے کیا دیکھا
کلنک کا ٹیکہ	سوتیلی ماں کا آخری وقت	تقسیم عبادت	شہید معاشرت
بیوی کی سوکن	توصیف کا خواب	نئی دلہن	طوفان اشک

قیمت صرف ایک روپیہ ۸ آنہ

(۲۹) قطرات اشک

عصمت و جشن۔ رویائے مقصود جیسا اندرا۔ ساون کی چٹھیاں۔ مظلوم بیوی کا خط، دار الغرور وغیرہ وہ درد انگیز افسانے اور مضامین جنکا مخزن، تمدن، عصمت وغیرہ میں شائع ہوکر ڈنکا بج چکا ہے قیمت

(۳۰) شہید مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمان اور عیسائیوں کے مقابلے۔ اسلام اور نصرانیت کے معرکے، مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں۔ مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب۔ شدھی اور تبلیغ کا اثر۔

۱۰ درد انگیز افسانے

دو آسمانی مسافر	شہید مغرب	شہید طرابلس	طرابلس سے صدا
عرب سیدانی	سیاہ داغ	افراط تفریط	صدائے دلگداز
	کلو نتیاں	سیہ رنہ	

اگر آپ کو سیاست سے شوق ہے تو شہید مغرب دیکھئے اگر جوش ایمان آپ کے دل میں ہے اور اسلامی خون رگوں میں دوڑ رہا ہے تو شہید مغرب کا مطالعہ کیجئے۔ کنواری لڑکیاں نہ منگائیں قیمت ۱۲؍

(۳۱) نانی عشو

آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ناممکن ہے نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپکے پیٹ میں مارے ہنسی کے بل نہ پڑ جائیں علامہ محترم نے ہنسی کے مضامین بھی لکھے تو وہ جادو کیا کہ تمام ہندوستان میں ان کا ڈنکا بج گیا نانی عشو اور دوسرے ایسے ہی ظرافت آمیز مگر نتیجہ خیز افسانے غیر معمولی مقبولیت حاصل کر چکے ہیں، اب انہیں کتابی صورت میں شائع کیا گیا ہے، عرب اور گلشن۔ ا۔ قاصی۔ سجدہ ندامت پڑھ کر ایک موقعہ پر آپ کی آنکھوں سے آنسو نکلنے لگیں گے تو دوسرے موقعہ پر ہنسی ضبط نہ ہو سکے گی ڈیڑھ سال میں چار دفعہ چھپ چکی ہے قیمت صرف ۱۰؍

ولایتی ننھی، نانی عشو کے جوڑ کا افسانہ ہے قیمت ۸؍ اسکا اشتہار مختصر افسانوں [illegible]

(۳۲) روداد قفس

حضرت علامہ محترم کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی نظموں کا مجموعہ۔ مظلوم حسینہ روضہ اقدس پر۔ مسلم کا خط شوہر کے نام، ماں کا پیام۔ سرخاب کا دم واپسیں۔ التجائے قیصرا بیٹوں کی فریاد، بچپن کی یاد، عید کا کرتہ، سہیلی کا خط وغیرہ وغیرہ، وہ نظمیں ہیں جنکا ہر شعر کلیجہ کے پار ہوتا ہے یہ معمولی نظمیں نہیں بے کس و مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے ہیں مسلمانوں کے گھروں کے عبرت انگیز معاشرتی مناظر ہیں۔ علامہ محترم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل ہے وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے یہی وہ نظمیں ہیں جنہیں پڑھ کر دل درد مند تڑپ اٹھیں گے! پانچویں مرتبہ چھپی ہے قیمت ۱۲؍

(۳۳) گلدستۂ عید

عید کی دعا۔ عید کی خوشی، ام جعفر کی عید، ترکن ماما کی عید، پچاس سال پہلے کی عید، کنواری بچی کی عید ایسے ایسے ۱۴ سبق آموز افسانے اور مضامین صرف عید کے متعلق ہیں۔ سچی خوشی کس طرح میسر ہوتی ہے رمضان شریف میں کیا کرنا چاہئے، عید کس طرح منانی چاہئے اسکا جواب گلدستۂ عید سے ملیگا جو بہترین علمی عیدی ہے اور ہر وقت پڑھنے کی چیز ہے، قیمت ۱۲؍

(۳۴) گوہر مقصود

خیالستان کی پری اور لال کی تلاش دلچسپ قصے قیمت ۵؍

(د) تاریخ و سیر۔ ادب و انشا

(۳۵) اُمت کی مائیں

رسول اکرم صلعم کی بیویوں کے حالات زندگی۔ کثرت ازدواج پر اسقدر معقول بحث کہ غیر مسلم بھی تسلیم کئے بغیر نہ رہیں یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے۔ قیمت ۱۲؍

(۳۶) الزہرا

اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ کی بہترین سوانح عمری جو بتاتی ہے کہ میاں

[redacted] کو کس طرح رہنا چاہیئے، بچوں کی پرورش کس طرح کرنی چاہیئے۔ دنیا کے ساتھ دین کس طرح میسر آتا ہے۔ واقعات اس قدر درد انگیز کہ ہچکی بند جائے آخر میں واقعہ کربلا کا بیان اور مصور غم کا قلم! آٹھ دفعہ چھپ چکی ہے قیمت ۱۲/

(۳۷) **نوبت پنج روزہ** شاہجہاں آباد اُجڑ چکا مگر اس کے کھنڈر اب تک مٹنے والوں کے کارنامے سنا رہے ہیں اور شہر کے در و دیوار اب تک بھی اپنے جانے والوں کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔ آج سے ستر سال پہلے دِلّی کیا تھی بادشاہ کا جلوس قلعہ معلیٰ کی بہاریں، شاہی جھگڑے، میلے تماشوں کے رنگ دربار کی کیفیت قطب صاحب کے مقبرے، پیر غیب، شاہ بڑے اور کوٹلہ کے جشن، شہر آبادی کی چہل پہل، ہندو مسلمانوں کی معاشرت، رمضان، عید، سلونو، سالگرہ کے تزک و اہتمام شادی بیاہ کی رسوم غرض دور گذشتہ کی بہار اگر دیکھنی ہو تو نوبت پنج روزہ یعنی وداع ظفر ملاحظہ فرمائیے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو رُلا دیتی ہیں پانچویں نوبت وہ ہے جب دِلّی نے بادشاہ کو وداع کیا غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات، مخبروں کا ظلم، مظلوموں کی حالت زار مردوں کی بربادی عورتوں کی تباہی اور بادشاہ کے پیہم مصائب ناممکن ہے کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں، بادشاہ کی تصویر اور تین نادر عکسی تحریریں بھی دی گئی ہیں، نوبت پنج روزہ دور حاضرہ کے مایہ ناز اردو مصنف کی بہترین تصنیف ہے اور دہرا دہڑ نکل رہی ہے قیمت ۱۲/

(۳۸) **قلب حزیں** چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ۔ جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی۔ اِن مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی ہے اور نظم نما نثر کی یہ کتاب بہترین نمونہ ہے جو اُردو میں پیش ہو سکتی ہے طرز تحریر اتنا پیارا کہ بار بار پڑھنے پھر بھی جی نہ بھرے ایک ایک فقرہ حفظ کرنے کو جی چاہتا ہے۔ قیمت صرف ۸/

(۳۹) **وداع خاتون** جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم اگر ایک طرف تمام ملک کی مایہ ناز انشا پرداز تھیں جن کی ادبی قابلیت پر بڑے بڑے مرد رشک کرتے تھے تو دوسری طرف بہ حیثیت عورت کے اس قدر اعلیٰ کیرکٹر کی بی بی تھیں کہ ان کے اعزا آج بھی ان کی یاد میں خون کے آنسو گرا رہے ہیں مرحومہ کے خسر حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے مرحومہ کے انتقال پر جو قیامت انگیز مضامین تحریر فرمائے تھے وداع خاتون کے نام سے شائع ہوئے ہیں جو بتائیں گے کہ بہوئیں کیسے ہوتی ہیں اور لڑکی شادی کے بعد کس طرح سسرال والوں کے دل فتح کر سکتی ہے۔ وداع خاتون کا ایک ایک فقرہ درد و اثر میں ڈوبا ہوا ہے، ناممکن ہے کہ اسے پڑھ کر آنسوؤں کی جھڑیاں نہ شروع ہو جائیں۔ سو کتابوں کے پڑھنے کا وہ اثر دل پر نہیں ہو سکتا جو صرف اس کتاب کے پڑھنے سے کیونکہ یہ آپ بیتی ہے۔ قیمت صرف ۶/

(۴۰) **امین کا دم واپسین** شہنشاہ ہارون الرشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل، اسلامی تاریخ کا یوں ہی ایک درد انگیز واقعہ ہے اس پر مصور غم کے قلم نے قیامت توڑ دی ہے۔ قصہ کے دلکش پیرایہ میں یہ عبرت انگیز واقعات لکھے گئے ہیں ناممکن ہے کہ دل پر انکا اثر نہ ہو قیمت ۶/

(۴۱) **لڑکیوں کی انشا** نہایت پیاری زبان بہترین خطوط نویسی قیمت ۱۲/

(د) اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

اب تک حضرت علامہ محترم کی ان بے مثل تصانیف کا اشتہار رہا جو عورتوں اور مردوں دونوں کے لیے یکساں مفید ہیں اور سوائے تین چار کتابوں (جن کے اشتہار کے ساتھ نوٹ دیدیا گیا ہے) تمام کتابیں کنواری لڑکیوں کو بھی آنکھ بند کر کے دی جا سکتی ہیں کیونکہ سب اصلاحی تصانیف ہیں اور ان میں مسلمان گھرانوں کی معاشرت دکھائی گئی ہے۔ اور عورت کو پیدائش سے موت تک جو جو واقعات پیش آتے ہیں ان کو بیان کیا گیا اور ان پر بحث کی گئی ہے اور یہ سب مندرجہ بالا کتابیں عورتوں ہی کی ترقی و اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہیں۔

اب ان کتابوں کا اشتہار دیا جاتا ہے جو مردوں کے لیے لکھی گئی ہیں جنہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں۔ البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں۔ یہ اسلامی تاریخ کے افسانے ہیں اور ناول کی طرز پر لکھے گئے ہیں۔ ان کتابوں میں ہلال و صلیب کی لڑائیاں، اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں، ان کا جوش ایمانی، شجاعت اور ایثار کے دل ہلا دینے والے مناظر دکھائے گئے ہیں، ساتھ ہی ساتھ محبت کے دلآویز فسانے ہیں۔

(۴۲) **منظر طرابلس** حضرت عثمان غنی خلیفہ سوم کے عہد میں تسخیر طرابلس کے لیے مسلمانوں کا جوش ایمانی۔ حضرت زبیر بن عوام کی بے مثل بہادری ایثار و شجاعت، محبت کے آتشکدہ میں بے گناہ لڑکی کی قربانی،

حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل، مذہبی پیشوائی سیہ کاریاں؛ علقیہ اور شہزادی بیو کی کہانی اور فتح ہرابس کا آخری منظر! تاریخ اسلام کا یہ دلآویز افسانہ سنہ کے خطیب میں چھپ کر بہت مقبول ہو چکا ہے اب کتابی صورت میں شایع کیا گیا ہے قیمت ۶ر

(۴۳) **شہنشاہ کا فیصلہ** عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز سبق آموز افسانہ۔ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیٹا بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھیرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ملکہ اپنے حصول مقصد کے لیے کیا کیا کوششیں کرتی ہے۔ اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ الگ کر دیتا ہے۔ یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت ۴ر

(۴۴) **دُرِّ شہوار** ایران، ماژندران، سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع، بہرام کے شجاعانہ کارنامے اور ملکہ پر احسانات شہزادی سطورہ کی فراست، اور بہادری زیر کی مکاری اور فریب اسقدر دلچسپ کتاب ہے کہ شروع کرکے ختم کیے بغیر نہ رہا جائے قیمت ۱۰ر

(۴۵) **آفتابِ دمشق** حضرت ابوبکر خلیفہ اول کے زمانہ کا اسلام سلوینہ کی دلگداز داستان قیمت ۸ر

(۴۶) **ماہِ عجم** حضرت عمر فاروق خلیفہ دوم کے زمانہ کا اسلام ایلا کے دردانگیز افسانہ قیمت ۸ر

(۴۷) **محبوبۂ خداوند** حضرت عثمان خلیفہ سوم کے زمانہ کا اسلام مذہبی پیشوائی سیہ کاریاں۔ قیمت ۱۲ر

(۴۸) **عروسِ کربلا** حضرت علیؓ خلیفہ چہارم کے زمانہ کا اسلام۔ کربلا کے جگرخراش واقعات قیمت ۸ر

(۴۹) **یاسمینِ شام** حضرت عمر کے زمانہ میں تسخیر شام کے لیے مسلمانوں کی قربانیاں قیمت ۸ر

(۵۰) **تیغِ کمال** غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے حالات اور یورپ کی مکاریاں قیمت ۸ر

(۵۱) **اندلس کی شہزادی** یا قائید غبی مسلمانوں کے زمانہ کے اسپین کا ایک افسانہ - ۸ر

(۵۲) **شاہین و دراج** ایک دردانگیز افسانہ جو عصمت کے مخزن میں چھپ کر بے انتہا مقبول ہوا تھا قیمت ۸ر

مطبوعاتِ عصمت

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی نصف سے زیادہ تصانیف اور صفحات، وہ کی کتابوں کے علاوہ جو شائع ہو چکی ہیں سلسلہ عصمت کی مندرجہ ذیل کتابیں عنقریب شائع ہونے والی ہیں۔ انکے لیے نام ابھی سے درج رجسٹر کرا لیجیے۔

(۱) حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی لکھی ہوئی مولود شریف کی کتاب جس کے لیے تعلیم یافتہ مسلمان عرصہ دراز سے منتظر تھے، یہی وہ کتاب ہے جو علامہ محترم کا ماسٹرپیس یعنی سب سے بہتر تصنیف کی جائے گی قیمت غالباً عہ

(۲) جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کے افسانوں کا مجموعہ " عہ

(۳) " " " کے تاریخی مضامین " عہ

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام ار اے ایس

(۴) **تحریر النسا** عورتوں کو خطوط نویسی سکھانے کے علاوہ معاشرتی اخلاقی مذہبی اور تعلیمی امور پر بے نظیر کتاب قیمت صرف ۱۲ر

(۵) **مشیرِ نسواں**۔ دلچسپ اخلاقی ناول لڑکیوں اور عورتوں کے لیے جنہیں بیش قیمت باتیں قصہ ہی قصہ میں بتائی گئی ہیں اکابرین قوم نے پسند کرکے مصنفہ کو تمغہ طلائی اسی کتاب پر دیا تھا۔ تیسری مرتبہ چھپ رہی ہے قیمت ۸ر

(۶) **سرگذشتِ ہاجرہ** سبق آموز مفید قصوں کے پیرایہ میں اخلاقی جواہرات کا بے بہا ذخیرہ۔ جس پر شاندار ریویو ہو چکے ہیں دوسری مرتبہ زیر طبع قیمت عہ

(۷) **بچوں کی تربیت**۔ بچوں کی پرورش اور تربیت پر اسقدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی دلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن بیماریوں پر اشرفیاں خرچ کی جاتی ہیں اور اسوقت پیسوں میں کام ہو جاتا تھا وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں پھر سائنس اور حفظانِ صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربہ بیان کیے گئے ہیں از مولوی حمید النصار صاحب انصاری سابق پروفیسر ٹرکش یونیورسٹی بیروت قیمت ۱۰ر

(۸) **تندرستی ہزار نعمت**۔ صحت کے زریں اصول امریکہ اور یورپ میں محترمہ زہرہ فیضی بمبئی جیسی مشہور خاتون کے تجربات، قیمت صرف ۶ر

(۹) مشہور شاعرہ محترمہ بلقیس جمال کی نظموں کا مجموعہ قیمت عہ

یہ کتابیں **دفترِ عصمت دہلی** سے شایع ہونگی

محصول ڈاک بذمہ خریدار — ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

تصنیفات فخرِ نسوانِ ہند محترمہ خاتونِ اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین انشا پرداز تھیں جن کی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے درد و اثر میں ڈوبے ہوئے طرزِ تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراجِ تحسین وصول کیا تھا اور جن کی تحریریں دیکھ کر مشہور مصنفین بھی عش عش کرتے تھے۔ مشہور انگریزی روزنامہ "پانیر" کی رائے ہے "مرحومہ خاتون اکرم نہایت اعلیٰ درجہ کا ادبی مذاق رکھتی تھیں اور اپنے عمیق و گہرے خیالات و جذبات کو نہایت سادہ مگر پُرزور انداز اور مختصر الفاظ میں ادا کرنے کی قدرت رکھتی تھیں۔" علی گڈھ میگزین لکھتا ہے "ان کا طرزِ بیان پُر اثر اور دلنشین ہوتا ہے اور وہ نہایت خوبی کے ساتھ اپنے احساسات کو الفاظ کی صورت میں پیش کر سکتی تھیں۔" رسالہ نورجہاں نے لکھا تھا "مرحومہ خاتون اکرم چھوٹی سی عمر میں نہایت دانشمند اور وسیع تجربہ رکھنے والی خاتون تھیں۔ علمی ادبی قابلیت کے ساتھ خدا نے انکو در دل سے بھی دولت سے مالا مال کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اپنی پُرزور تحریر میں انسانی جذبات کی تصویر نہایت ہی خوبی و خوش اسلوبی سے کھینچتی تھیں۔

جمالِ ہمنشین

خاتون اکرم مرحومہ کے بے مثل ادبی مضامین کا شاندار مجموعہ فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگیٔ زمانہ، عبرت گاہِ دنیا، موسمِ بہار، فلسفۂ غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ وہ دلآویز اور مؤثر مضامین ہیں جن کی عصمت، تہذیب، استانی، شباب اُردو وغیرہ میں شایع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ جمالِ ہمنشین کے متعلق اخبار ہمدم لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے "ان مضامین کی اُردو صاف و رواں ہے۔" زنانہ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بہ لحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور انکی اشاعت اُردو زبان پر بڑا احسان ہے۔" انجمن ترقی اُردو کا مشہور سہ ماہی اُردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح اور برجستہ ہے" اخبار وکیل "جمالِ ہمنشین بلاشبہ نسوانی دنیا کے لیے سبق آموز کتاب ہے۔" اخبار مدینہ کی رائے "یہ مضامین نہایت بلند پایہ ہیں۔" حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ لکھا ہے تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں آرٹ کاغذ پر نہایت نفیس چھپی ہے۔ قیمت عه/

پیکرِ وفا

ایک دلآویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کے لیئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دُنیا حیرت میں رہ جائے۔ جمالِ ہمنشین کو دیکھ کر مشاہیر قوم اور ملک کے تمام مشہور اخبارات نے لکھا تھا کہ خاتون اکرم مرحومہ اردو کی زبردست انشا پرداز تھیں پیکرِ وفا پڑھ کر تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ وہ نہایت کامیاب افسانہ نگار بھی تھیں۔ چنانچہ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے۔" "انداز بیان درد انگیز عبارت سادہ و شگفتہ" اخبار ریاست لکھتا ہے "طرزِ بیان اس قدر صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی۔" اخبار کشمیر لکھتا ہے "پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے ہے "کہ پلاٹ اور کیرکٹر دونوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ!" یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے۔ قیمت ۸/

بچھڑی بیٹی

نہایت دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شایع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے۔ اس کی جدائی میں ماں کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے۔ بے حد دلچسپ قصہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶/

تینوں کتابیں آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں ایسی خوبصورت کتابیں اُردو میں آجتک نہیں چھپیں

منیجر رسالہ عصمت کوچہ چیلاں دہلی

عصمتی دسترخوان

عالم نسواں کو جس کتاب کی عرصہ دراز سے ضرورت تھی، کھانے پکانے کی یوں تو کتنی ہی کتابیں شایع ہو چکی ہیں مگر کسی میں وزن درست نہیں تو کسی میں ترکیبیں غلط، محترمہ آمنہ نازلی نے اسکو محسوس کر کے عصمتی دسترخوان مرتب فرمائی ہے جس میں ساتھ تجربہ کر کے ہندوستان کے ہر حصہ کی عصمتی بہنوں نے انگریزی اور ہندوستانی گجراتی اور کشمیری بنگالی اور مدراسی افغانی اور ایرانی اور دلی و لکھنؤ کے کھانوں کے اور بیماروں اور بچوں کی غذاؤں کی صحیح ترکیبیں لکھی ہیں ایک بڑی خوبی یہ ہے کہ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانا کھلانے کے اہتمام وغیرہ پر بھی نہایت کار آمد اور مفید مضامین اور ہدایتیں ہیں۔ اس کتاب کی تیاری پر ہزاروں روپیہ خرچ ہوا ہے اور یہ واقعہ ہے کہ اس سے بہتر کتاب اس موضوع پر آج تک ہندوستان میں شایع نہیں ہوئی فوراً ایک جلد منگا لیجئے اس لیے کہ بہت قیمت بھی صرف ۱۲ر رکھی گئی ہے

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لیے نہایت کار آمد تحفہ، ۲۵ عصمتی بہنوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنت قاضی محمد حسین صاحب بنگلور نے مفید ہدایتیں لکھ کر کتاب تیار کی ہے۔

مختصر فہرست

۱۱ وناآویزجالریں ۶ خوبصورت نفیس سرشن ایسے ایسے ۸۵ دلکش نمونے ہیں۔

فارم ہاؤس	خوش آمدید	گڈ نائٹ
پرواز گھوڑے	شیر ببر	تاج محل آگرہ
بچہ تیر و کمان	جامع مسجد دہلی	ڈاک بنگلہ
تولیے	بچے دہرن	کلمہ طیبہ

قیمت صرف ۸ر عہ

بالشیوں کی دنیا

انگریز سیاح گلیور صاحب بالشیوں کی دنیا میں چلے گئے تھے جنہیں بالشتیے در یہ سمجھتے تھے سیاح کبھی درجنوں بالشیوں کو ہتھیلی پر اٹھا لیتا تھا کبھی کسی کسی کو جیب میں ڈال لیتا تھا اور سینکڑوں بالشتیوں کا جو کھانا اہتمام سے تیار ہوتا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا ہے بڑے مزیدار کہانی ہے لڑکے اور لڑکیاں پڑھیں گے تو خوب ہنسیں گے صاحبزادہ ولی احمد خاں صاحب بی اے نے ترجمہ کیا ہے کتاب کا نام ہے "مختصر دنیا" قیمت صرف ۵ر

موہنی

ملک کی مشہور انشاپرداز محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام اے ایس کا لکھا ہوا ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھربار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے، ایران کی معاشرت، مہمان داری، زچہ خانہ، شادی بیاہ رسوم و رواج پر ایسی مفید معلومات اور کسی کتاب میں نہ ملیں گی۔ بہت دلچسپ اور سبق آموز قصہ ہے، مصنفہ کی تصویر بھی ہے۔

قیمت ۱۲ر

شمع خاموش

اردو کی نامور شاعرہ مرحومہ منہو بیگم لکھنوی کی درد انگیز اور مؤثر نظموں کا مجموعہ مسٹر رازق الخیری اڈیٹر عصمت و بنات نے دیباچہ لکھ کر مرتب کیا ہے۔ یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہے، اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں۔

قیمت صرف ۸ر

منیجر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

شاردا ایکٹ سے پہلے



[illegible] جون شاردا ایکٹ کے نفاذ کا [illegible]

بچوں کی شادیوں [illegible]

دلہن کی [illegible] جسکی شادی [illegible] پچیس سال کے [illegible]

ٹکسال کی غلطی



امیر انک روپیہ کے دونوں رخوں کی تصویر دیکھئیے یہ روپیہ ... ٹکسال میں بنا اور دونوں طرف کنگ جارج کے سر کی الٹی اور سیدھی تصویر دیکھی تھی -

جمنی [illegible] کی یاد



حال ہی میں سراجیوو میں آسٹرین کو ہیڈ ڈیوک کے قاتل گیبریل پرنسپ کی یادگار نصب ہوئی ادہر کی تصویر مرحوم کی والدہ اور بہنوں کی ہے

روسی خواتین کو فنون جنگ کا سبق



یہ سوویت کی جوان خواتین کو بندوق اور مشین گن چلانے کی مشق کرائی جارہی ہے تاکہ وہ بوقت ضرورت لڑیں اور اپنے ملک کی حفاظت کرسکیں -

تمام حقوق محفوظ

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۴۴ | بابت ماہ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء | نمبر ۴

۱۴ تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ قسم خاص لعہ روپیہ سالانہ سے والیانِ ریاست سے سو روپیہ۔ قسم اول صہ قسم دوم ساڑھے تین روپیہ۔ قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصویریں چھاپی جاتی ہیں قسم اول میں چکنا ولایتی دبیز شاندار کاغذ لگتا ہے۔ قسم دوم کا کاغذ معمولی ہلکا ہوتا ہے۔

بیلہ میں میلہ

غدر کی ماری شہزادیاں

شہزادی قمر آرا بیگم کی آپ بیتی

از مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

میں منّھا اور روٹی لیکر مدرسہ آئی تو چھوٹا بچہ اور بڑا بیٹا میری راہ دیکھ رہا تھا ایک روٹی تو میں نے بڑے کو دی اور ایک آپ کہائی اتنے میں چھوٹا بھی آ کر بیٹھا اس کے آگے رکھدی ہم کہانا کھا رہے تھے دیکھتے کیا ہیں کہ خالہ ورد کی بیٹی بی خیرن لڑکتی پڑکتی چلی آرہی ہیں میری تو جان میں جان آگئی کہ پردیس میں خدا نے فرشتہ بھیجدیا خیرن عورت کیا آفت کا پرکالا تھی آتے ہی مارے ہنسی کے پیٹ میں بل ڈالدئے میں بھی ساری بپتا بھول گئی ایک روٹی اسکو دی روٹیاں موٹی موٹی تھیں اور ایک بہت تھی وہ تو بچوں نے تو اس میں سے بھی ٹکڑا چھوڑ دیا کہا پی چکے تو بھلا خیرن کیا نچلی بیٹھنے والی تھی میں نے بہتیرا کہا کہ بچکی بیٹھ جا مگر وہ کیا ماننے والی تھی کہنے لگی میں تو سارے رستے ہی اچھلتی کودتی آئی ہوں میرے ساتھ تو چار دو ہوتے تو پیٹ بھر دیتی چل تو کھڑی ہو میرے ساتھ چل" میں اس کے ساتھ ہولی وہ ایک ایک گھر میں سنگنیاں لیتی تھی ایک گھر میں سے کسی بیمار کے کراہنے کی آواز آئی وہاں کان لگا کر دیر تک سنتی رہی اور پھر اس زور سے کنڈی بجائی کہ میں ڈر گئی ایک بڈھا اندر سے نکلا تو کڑک کر کہنے لگی۔

"بیمار کا کیا حال ہے ابتک آرام نہیں ہوا" وہ آدمی ہکا بکا ہو کر رہ گیا اور کہنے لگا "تم کون ہو گھر مسلمان کا تھا بی خیرن نے زور سے کلمہ پڑھا اور کہا "ہم کو کیوں پوچھتا ہے فقیر ہیں حکم ہوا آگئے صبح آگے بڑھ جائیں گے جلدی بتا کیا حال ہے"

بڈھے نے غور سے صورت دیکھی تو بی خیرن نے زور زور سے الحمد پڑھنی شروع کی اور کہا "لیٹا کیا ہے ورا بھی لے دعا بھی لے۔ دور دور بیماری دور" بول کیا حال ہے اور دیکھ سات دن میں تیرے گھر پر بلا نازل ہونے والی ہے آگ لگے ہر دہ نکلے ڈھور مرے شستا ونی آئے، بیمار کو دم کا پانی دے۔ جا جا دور دور بلا دور)

بڈھا سوچتا ہی رہا کہ کیا کرے اتنے میں اندر سے ایک ادھیڑ عمر کی عورت دروازہ میں آئی اور کہنے لگی کیا ہے بڈھے نے جواب دیا "ہے کون اللہ نے اپنے مہمان بھیجے ہیں آجا کوئی مرد نہیں ہے" میں ابتک تو سہم رہی تھی مگر اب مجھے بھی ہنسی آنے لگی خیرن نے عورت کی صورت دیکھتے ہی کہا "بیمار کا یہ حال کر دیا اچھا اب بھی ہشیار ہو مسجد میں چراغ جلا دور دور بلا دور۔

خیرن نے اتنا ہی کہا تھا کہ عورت قدموں میں گر پڑی اور کہنے لگی "میرا لڑکا بخار میں لوتھ پڑا ہے اندر چلکر دیکھ لو" مرد بولا "مائی جی کہتی ہیں بلا نازل ہونے والی ہے" عورت تو اتنا سنتے ہی خیرن کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہوگئی کہ رحم کرو۔

میرے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے اور خیرن اکڑ رہی تھی "دور دور دور" کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی عورت اور مرد دونو سامنے آ کھڑے ہوئے ایک نے ہاتھ جوڑے ایک نے پاؤں پکڑے اسکے کہتے سننے اور منت خوشامد سے

خوبن کلمہ ورد پڑھتی ہوئی لوٹیں مجھے انھوں نے ہدایت کر دی تھی کہ پیچھے پیچھے رہوں اور ہاتھ جوڑے رہوں۔وہ دونوں میاں بیوی بھی اپنے دو قدم پیچھے میرے ساتھ تھے خوبن گھر میں داخل ہوئیں تو عورت لپک کر آگے بڑھی اور چراغ دکھایا باہر کے چبوترہ پر بیمار پڑا ہائے ہائے کر رہا تھا یہ ایک جوان لڑکا تھا اور بخار چڑھا ہوا تھا خوبن نے جھوٹ موٹ نبض دیکھی اور زور سے قہقہہ لگا کر کہا۔

"ڈھائی سیر خشکہ ڈھائی سیر گھی ڈھائی سیر دہی ڈھائی سیر کھانڈ ابھی تیار کرو اسکا بخار میں لے لیتی ہوں" اتنا سنتے ہی دونوں باپ کی جان میں جان آگئی یہ ترکیب خوبن نے اسوقت کی جب دیکھ لیا کہ ہنڈا پسیج رہا ہے اور بخار اترنے والا ہے گاؤں میں کیا کمی تھی سب چیزیں گھر میں موجود تھیں گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ میں خشکہ اور سب سامان آگیا خوبن نے اس میں سے دو نوالے کھائے اور آواز لگائی۔

"دور دور دور بابا دور بخار دور چل چل چل اس کے پاس سے چل آآ آ میرے پاس آ"

مریض کا بخار اترنا ہی تھا بچی خوبن خشکہ لے وہیں مدرسہ میں آئیں اور ہم سب نے ملکر کھایا اور پڑ رہے۔صبح ہوتے ہی عورتوں اور مردوں کا ٹھٹ موجود تھے کہ پیرانی جی کہاں ہیں۔میرے فرشتوں نے بھی یہ سوانگ نہ دیکھے تھے میں نے تو کہدیا کہ خوبن میرے بس کا روگ نہیں ہے مگر بڑا تنہا اس نے ڈھب پر چڑھ گیا ایک لکڑی لیکر باہر بیٹھ جاتا اور جہاں لوگ آئے آواز سے کہدیا ٹھہر جاؤ پیرانی جی نماز پڑھ رہی ہیں، چار پانچ دن میں تو سارا گاؤں ہی خوبن کے قدموں میں تھا جھگڑا تو ایسے کھانے لے کر میں قلعہ بھی بھول گئی روز مرغ پکتے تھے کیونکہ خوبن جو تعویذ لکھتی تھیں وہ مرغ کے خون سے۔دور دور کے لوگ آنے لگے اور بلی خوبن کی وہ پوجا ہوئی کہ خدا کی پناہ مدرسہ میں تو ہم کوئی آٹھ دس ہی دن رہے اس کے بعد ایک بہت بڑا مکان جو بارہ دری کے نام سے مشہور تھا ہمکو مل گیا کھانا تو ہمکو کبھی پکانا پڑا نہیں اور چاروں طرف سے اتنا آتا تھا کہ ہم جیسے بیس آدمیوں کو کافی ہوتا دونو وقت دو مٹکے دودھ کے آتے تھے خوبن کے صدقہ میں ہماری بھی عزت ہوگئی پیرانی جی تو ایسی ہیں کہ آس پاس کے گاؤں بھی انکے قدموں میں آگرے ہر وقت ایک میلہ سا لگا رہتا تھا۔میرا بڑا تنہا اب مگن تھا جو کچھ آتا تھا اسی کے ہاتھ میں اور جس کا کام اٹکتا تھا وہ اسی کی خوشامد کرتا تھا کہ پیرانی جی دعا کریں تو کام ہو جائے۔

ہمکو یہاں رہتے ہوئے خاصے دو ڈھائی مہینے ہوگئے کوئی دن ایسا نہ جاتا تھا کہ خوبن کے پاس دو ڈھائی روپیہ کے پیسے نقد نہ آجاتے ہوں بڑا تنہا تیسرے چوتھے روز روپیہ بندھوا لیتا تھا خوبن کا تو کام چل رہا تھا وہ کیوں گھبراتی مگر اب میرا دل اکھڑ گیا اور میں نے اس سے کہا کہ اب گھر چلنا چاہیئے وہ بڑی مشکل سے راضی ہوئی اس خبر سے لوگ اور بھی زیادہ اس کے گرویدہ ہو گئے غرض خدا خدا کر کے بڑی مشکل سے تین مہینے کے اقرار پہ اجازت ملی عورتیں اور مرد اس طرح رو رہے تھے جیسے کوئی اپنا عزیز جاتا ہے۔صبح کی نماز کے وقت ہم گاڑی میں بیٹھے اور شہر کی طرف روانہ ہوئے دوپہر کو ایک گاؤں میں جسکا نام گرت تھا ہم لوگ ٹھہرے کھانا بہت کافی تھا اچھی طرح پیٹ بھر کر کھایا کنوئیں کا ٹھنڈا پانی پیا اور درختوں کی چھاؤں میں تھوڑی دیر لیٹے گاڑیبان نے بیلوں کے آگے کٹی ڈالی پانی پلایا وہ بھی سستا لیے تو کوئی تین بجے کے قریب ہم آگے بڑھے مگر ایک بات سے میں کھٹک رہی تھی کہ گوجر گاڑیبان رستے بھر اکڑ اکڑ کر اور اکھڑ اکھڑ کر باتیں کر رہا تھا ہمنے کہا بھی کہ ذرا آہستہ بول پیرانی جی سو گئی ہیں" تو اسنے جواب دیا کہ "ایسی ایسی پیرانیاں بہت سی دیکھی ہیں" ہم سمجھ رہے تھے کہ پانچ چھ بجے تک شہر پہونچ جائینگے اور چلتے وقت بھی یہی سب نے کہا تھا کہ بیل موٹے اور جوان ہیں یہ بچھڑے دوہری منزل طے کرینگے دلی پہنچتے روند داخل ہوگی مگر اب اس کمبخت نے کہا کہ "تو سرے پندرہ روز لگیں گے دلی یہاں کہی ہے اتنی کوس جگہ کیا منہ کا نوالہ ہے" میں نے دیکھا کہ اسکے تیور بگڑے ہیں اور وہ رستہ میں فساد کرنا چاہتا ہے اسلئے رات تو ہمنے خیر جوں توں ایک گاؤں میں گذاری خوبن اور بچے پڑے سوتے رہے اور میں رات بھر

جاگتی رہی گو جو کمبخت بھی رات بھر جاگتا ہی رہا اور جب وہ اُٹھا میں کھنکاری آخر اسنے کہہ ہی دیا تجھے نیند نہیں آتی صبح ہوتے ہی میں نے خوبن سے کہا اُلٹی لوٹ چل یا تو ایک آدھ آدمی ساتھ لے یا گاڑی والا بدل مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا اور ہم سب پھر شہر کی طرف چلے دوپہر کو کنوئیں کے پاس وہاں دو گھنٹے سستا کر آگے بڑھے رات ہمکو میناپورے میں ہوئی یہ میٹوں کا گاؤں تھا میرا ماتھا نام سنتے ہی ٹھنکا مگر خوبن کا دل شیر تھا دو گھڑی رات ہم سب چوپال کے پاس اُترے گو جو ہمکو چھوڑ غایب ہو گیا اور دس بجے رات کے آیا۔ تو بی خوبن اور دونوں بچے کھا پی کر سو گئے تھے گو جو نے مجھسے کہا تیری نیند کون لیگیا کل بھی تو رات بھر جاگی اور آج بھی نہیں مرتی۔ ہمارے پاس سے بہت کچھ کما کر لائی ہے وہ سب اُگلنا پڑے گا میں نے جلدی سے خوبن کو جگایا اور اب جو دیکھتی ہوں تو چار آدمی موٹے موٹے لٹھ لیے سر پر کھڑے ہیں ان میں سے ایک نے کہا اگر آواز نکالی تو ابھی مغز پھاڑ ڈالیں گے جو کچھ پاس ہو سب رکھدو۔ بیرانی جی ذرا پھولی تھیں اور اتنا ہی کہنے پائی تھیں کہ تم ... روں کے پاس کیا خاک رکھا ہے کہ ایک شخص نے اس کے منہ پر زور سے تھپڑ دیا اور کہا "آپ اور بولی" اس کے بعد تلاشی ہوئی جو کچھ پاس تھا سب چھین لیا۔ یہ خدا کا شکر ہے کہ موسم گرم تھا ورنہ اور مصیبت آتی اس میلے کچیلے جوڑے کے سوا جو بدن پر تھا دانت کریدنے کو تنکا تک نہ رہا ہمارے ساتھ آٹا اور گھی بہت تھا اور ہم سمجھتے تھے گھر پہونچکر بھی کھائیں گے مگر وہ بھی چھین لیا اور اس کے بعد انہوں نے دیاسلائیاں جلا کر میری اور خوبن کی صورتیں دیکھیں۔ ہماری بھی تقسیم ہوئی اور اسی طرح دونوں بچوں کی بھی باری آئی وہ بھی بٹے میں نے کہا کہ چھوٹا بچہ میرے ساتھ رہے تو اچھا ہے نہیں تو مر جائے گا لیکن کسی نے نہ مانا اور ہم جس جس کے حصے میں آئے تھے اس کے ساتھ چلنے پر مجبور ہوئے۔

میں نے ایک ایک کے آگے منت خوشامد کی، قدموں پر سر رکھا لیکن وہ ظالم کیا مانتے خدا کا یہی شکر ہے کہ میں جس کے پلے پڑی وہ بدمعاش نہ تھا اس کی گھر والی نے مجھے لونڈیوں کی طرح رکھا میری اصلی مصیبت کا آغاز اسی جگہ سے ہوتا ہے۔

میں صبح چار بجے سے اُٹھا دی جاتی تھی اور ڈھوروں کا گوبر جمع کرکے اوپلے تھاپتی تھی اس کے بعد ان ڈنگروں کی سانی اور کٹی کرتی جب دوپہر ہو جاتی تو انکو لیکر جنگل نکل جاتی چلتے وقت گھر والی دو سوکھی موٹی روٹیاں مجھے دیدیتی میں جنگل ہی میں مولیاں توڑ کر روٹی کھاتی شام کو چاروں بھینسیں اور تین گائیں لیکر آتی تو پھر انکے دھندوں میں لگ جاتی اگر کام سے ذرا غفلت کرتی یا کرنے کا ارادہ بھی کرتی تو میسنا کہتا "مارے لکڑیوں کے سر پھاڑ ڈالوں گا"

کوئی دن اور کوئی رات ایسی نہ جاتی تھی کہ میں اپنے بچوں کی یاد میں آنسو نہ بہاتی ہوں میں نے ایک دفعہ دل کڑا کرکے اس میسنے سے پوچھا تو اس نے کہا "تیرے دونو بچے اچھے ہیں بڑا تو ذرا دور ہے مگر چھوٹا پاس ہی کے گاؤں میں ہے اب وہ بھی کام کاج خاصا کرتا ہے میں پچھلی سوموار کو گیا تھا اگر تو کام اچھا کرے گی تو تجھکو اس چھوٹے سے ملوادوں گا" میں اس کے قدموں میں گر پڑی کچھ اسکو مجھپر رحم بھی آگیا اور کہنے لگا "اچھا آج دوپہر کو یہ جو سامنے جھنڈ ہے اس کے نیچے پربت نگر میں آجائیو میں بھی وہیں جا رہا ہوں تیرا چھوٹا بھی وہیں ہے" میں نے اسکو ہزاروں دعائیں دیں اور دوپہر سے پہلے ہی پہونچ گئی تو دیکھا کہ پربت میں وہ بھی ایک چھوٹا سا سرکنڈا لیے بھینس چرا رہا ہے میری جان میں جان آگئی اسکو کلیجہ سے لگا کر دیر تک روتی رہی آخر میسنے کے کہنے سے اسکو چھوڑ اپنے گاؤں آگئی۔

سات مہینے اسی طرح گذر گئے ایک دن کا ذکر ہے کہ میں ندی پر ڈھوروں کو پانی پلا رہی تھی کہ دوسری طرف میں نے ایک لڑکے کو دیکھا کہ وہ بھی پانی پلا رہا ہے مجھے اپنے بڑے کا شبہ ہوا آواز دی مگر اس تک نہ پہونچیں تو جانور چھوڑ کر آگے بڑھی پاس پہونچی تو وہ میرا بڑا بچہ ہی تھا اور سنتے ہی تڑپ اُٹھا دوڑ کر آیا اور کلیجہ سے چمٹ گیا ہم دونو اسی طرح چمٹے ہوئے رو رہے تھے کہ ایک شخص چیختا ہوا آیا اور بچے کا ہاتھ پکڑ کر الگ گھسیٹ لیا۔

راشد الخیری

نانی عشو کے پہلے شوہر

دادا لال بجھکڑ

نانا لال بیگ جنکی بھنگیوں میں پرستش ہوتی ہے اور دادا لال بجھکڑ جن کو عوام میں ایک خاص درجہ حاصل ہے حقیقی بھائی تھے نانی عشو کی زندگی کے نمایاں کام دادا کی فیض صحبت ہی کا نتیجہ تھے محلہ یا برادری ہی نہیں شہر بھر انکے آگے کان پکڑتا تھا اور جب پیچیدہ سے پیچیدہ معاملہ کسی طرح نہ سلجھتا تھا تو خلقت انکی طرف رجوع کرتی تھی انکی شہرت مولویت علمیت اور پیریت ہی پر ختم نہ ہوتی تھی بلکہ انکی روحانیت کا بھی چار دانگ عالم میں ڈنکا بج رہا تھا شاید یہ ہی وجہ تھی دُکھ بیماری میں جہاں ڈاکٹر اور حکیم جواب دیتے تھے انکی رائے پر عمل ہوتا تھا۔

دادا لال بجھکڑ کے اسم گرامی کا کوئی لفظ اس کے سوا کہ انکی ڈاڑھی اور پٹے سُرخ تھے انکی ہیئت سے مناسبت نہ رکھتا تھا۔ انکے لڑکے بھائی نیلے کی ابھی شادی بھی نہ ہوئی تھی اس لیے یہ بھی معلوم نہیں کہ انکے دادا مشہور ہونے میں اس کے سوا کہ انکی عقلمندی نے بزرگ بنا دیا اور کس چیز کو دخل ہے۔

انکی زندگی غدر ۵۷ء سے کچھ پیشتر شروع ہوتی ہے اور یہ معاشرت اسلامی کا وہ دَور ہے کہ بچوں کی عقلمندی اور فراست کا معیار پہیلیوں کی بوجھ تھی۔ دادا کا بچپن اس فن میں کامل تھا اور جب لڑکوں میں کوئی پہیلی اٹک جاتی تھی تو سب ملکران ہی خدمت میں حاضر ہوتے اور وہ بوجھتے ہمارے خیال میں ممکن ہے بجھکڑ کی وجہ تسمیہ یہ ہی ہو۔

دادا لال بجھکڑ اور نانی عشو کے ہاں بچے تو کئی ہوئے مگر جان صرف ایک ہی لڑکا ہوا جو اپنی نیلی آنکھوں کی وجہ سے بھائی نیلی مشہور ہوا معلوم ایسا ہوتا ہے کہ نیلی دادا کا آخری بچہ تھا کیونکہ شادی کے وقت نیلی کی عمر زیادہ سے زیادہ بیس سال کی ہوگی اور دادا ساٹھ کے لگ بھگ تھے اور یہ وہ وقت تھا کہ انکے رعب سے اچھے اچھوں کی سِٹی گم ہوتی تھی، وہ گھر کے منڈہ ہی نہیں محلہ کے میر محلہ برادری کے چودھری اور شہر کی ناک تھے شام کو مغرب کے بعد جب وہ اپنی چارپائی گلی کے نکڑ پر بچھا کر بیٹھتے تو محلہ کے جھگڑے، شہر کے ٹنٹے، اِدھر اُدھر کے اختلافات سب انکے سامنے پیش ہوتے دُنیا کا کوئی کام اور زندگی کی کوئی ضرورت ایسی نہ تھی دادا جس کے ماہر نہ ہوں مسجد کی تعمیر انکے ہاتھوں ہوتی تو جوتے کا نال انکی معرفت تقسیم ہوتا۔

دادا کے گلے میں گھنڈی دار لٹے کا کرتہ ٹانگوں میں نیلا تہمد جاڑوں میں کنٹوپ گرمی میں بورئیے کی ٹوپی، ہاتھ میں موٹی سی لمبی لکڑی آنکھوں پر کمانی ٹوٹی ڈورے سے بندھی عینک کرتہ کی ایک جیب میں تسبیح اور دوسری میں تاش۔ آنکھیں چھوٹی مگر سرمہ میں بھری، ڈاڑھی لمبی لیکن لال، دہانہ بڑا اور پان میں سرخ۔

دادا اس حلیہ کا انسان تھا اس مزاج میں تانا شاہی بھی دو گز آگے بات کا بتنگڑ بنانا اور سیل کا بیل کرنا اسکی خصوصیت تھی۔

بڑے آدمی اسکو منہ نہ لگاتے تھے مگر آدمیوں میں اسکا سکہ کچھ ایسا بیٹھا تھا کہ باوجود اسکی بدمزاجی سستی اور خودرائی کے جو مشکل آتی اس سے مشورہ ضرور ہوتا ایک سب سے بڑا عیب جسکو وہ اور اس کے ساتھ بہت سے ہنر سمجھتے تھے وہ یہ تھا کہ ایک معمولی معاملہ کے صرف سمجھنے میں دو دو دن گذار دیتا تھا تک سے سکھ اور الف سے ے تک سننا سننے کی اسے پروا نہ تھی کھانے کا اسکو خیال نہ تھا صبح سے رات اور رات سے صبح ایک ہی نشست میں ہو جائے مگر اپنی عقل کے موافق جب تک معاملہ ذہن نشین نہ ہو اللہ کا بندہ خود کسمساتا نہ اور کو سکنے دیتا ہم تو اس کی زندگی پر نظر ڈالکر یہ کہیں گے کہ وقت کی جتنی قدر دادا نے کی شاید وقت کے والد ماجد بھی اتنی نہ کرتے۔

دادا کی صفات عالیہ میں ایک چیز مقدمہ بازی بھی تھی جہاں کسی نے بل کیا اور دادا نے جھوٹا مقدمہ دایر کیا غالباً یہ ہی وجہ تھی کہ لوگ انکی افسری یا برتری کے معترف یا خائف تھے اور کسی کی ہمت نہ پڑتی تھی کہ انکے خلاف کچھ کہہ سکے یا کچھ کر سکے جس سنگلاخ زمین میں جونک تک نہ لگے دادا کا وہم وہاں عالیشان محل تیار کر لیتا دن رات دادا کی نگاہ میں ایک تھے۔ اکثر ایسا ہوتا کہ وہ شام سے معاملہ سمجھنے بیٹھے تو سمجھانے والے اور اس کے ساتھیوں کو صبح ہو گئی۔ یہ بھی بسا غنیمت تھا لطف آمیز حقیقت یہ ہے کہ سڑک پر کھڑے کھڑے باتیں کرتے صبح سے شام ہو گئی اور بات ختم نہ ہوئی۔ دادا سے اگر کوئی پوچھتا کہ "یہ آپکے کرتہ کا کپڑا کیا بھاؤ ہے" تو وہ اسکا جواب، یوں مرحمت فرماتے۔

"جلاہے کو اس کپڑے کے تیار کرنے میں بڑی دقت پیش آئی برسات کا موسم تھا زمین گیلی تھی بکر گا سیل رہا تھا۔ وہ تو یوں کہو کہ تجربہ کار آدمی تھا روئی پہلے ہی سے کات رکھی تھی۔ پھر بھی سوت میں نمی پہونچ گئی بدقت تمام اگ پر سینک سانک بننے کے لایق ہوا تو ابھی تانا بانا ہی کر رہا تھا کہ پروا چھوٹ گئی تار ٹوٹ ٹوٹ کر ٹکڑے ہو گئے۔ تین دن اور تین رات بیچارے کے اسی ادھیڑ بن میں گذرے کہیں چوتھے دن جا کر پھر کام لگایا۔" دادا کی گفتگو کا یہ ایک ٹکڑا ہے شاید چار یا پانچ گھنٹہ میں جواب ختم ہوتا اور پھر بھی یہ نہ معلوم ہوتا کہ کپڑا کس قیمت کا ہے۔

نانی عشو کی زندگی کے کارنمایاں دادالال بجگڑ ہی کی فیض صحبت کے ممنون ہیں تعجب صرف اسقدر ہے کہ وہ عورت جو گائے کی طرح جکڑی ہوئی تھی رانڈ ہوتے ہی کس طرح سانڈ ہوگئی دادا کی زندگی میں نانی کی حیثیت زنڈی سے زیادہ نہ تھی لالٹین میں بتی نہیں تو نانی پٹ رہی ہیں، سالن میں کھٹائی نہیں تو نانی کا کچومر نکل رہا ہے کرتہ میں بیل اودھڑ گئی تو نانی کی کندی ہوئی۔ ٹوپی کا ٹانکا ٹوٹا ہے تو نانی ادھڑ رہی ہیں المختصر کوئی بات دادا کے خلاف مزاج ہوئی اور گھر میں قیامت آئی۔

تعجب ہم کو بھی ہوتا ہے اور سب کو ہوگا کہ ایسا مریل اتنا سست اور اسقدر اجھڑ آدمی اپنا یا کسی کا کوئی کام کیونکر بنا سکتا ہوگا مگر ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ دادا کا نام ہی نکل گیا تھا اور نیم حکیم کی طرح ایک آدہ کام بن ہی جاتا تھا۔

(۱)

گرمی کے موسم میں دو بجے کے وقت دادا کوٹھری میں چارپائی پر لیٹے نقش سلیمانی پڑھ رہے تھے۔ شاگرد کھڑا پنکھا جھل رہا تھا، تہمد باندھے تھے اور کبھی کبھی توند پر بھی ہاتھ پھیر لیتے تھے پائنتی کے نیچے گلاٹی صراحی پر مٹی کا آبخورا رکھا تھا سامنے نانی بیٹھی بونٹ چھیل رہی تھیں۔ دادا کو پیاس لگی جھک کر صراحی اٹھائی تو خالی تھی جل گئے اور نانی سے کہا کیا خاک پیوں۔ غضب خدا کا پانی کی بوند نہیں اب پیاسا مروں یا مٹکے کا ادھن پیوں تم نے پانی کیوں نہ بھرا۔" نانی دادا کا رنگ دیکھ سٹ پٹا گئیں بونٹ چھوڑے اور کہنے لگیں" اپنے ایمان کی قسم میں تو صراحی بھر کے بیٹھی ہوں خبر نہیں پانی کیا ہوا" اور دادا غصہ سے مسکرائے اور کہا کیا ہوا؟ جوتی خوری کیا ہوا؟ جن پی گئے یا دیو پی گئے تو بھرتی تو غارت کہاں ہوتا جھوٹی مکار اور اوپر سے کہتی ہے، صراحی بھر کے بیٹھی ہوں"۔ نانی کو یہ تو یقین ہوگیا کہ پٹی مگر کوشش کرتی رہی کہ شاید بچ جاؤں کہنے لگی "کلام اللہ کی قسم میں نے اپنے ہاتھ سے بھرا ہے" دادا کا چہرہ تمتا گیا مگر بھاری بھرکم بنکر تکیہ کے نیچے سے پانوں کی ڈبیا نکالکر پان کھایا۔ بٹوا کھولکر دیکھا تو چھالیہ ندارد سنجیدگی سے فرمایا "چھالیہ بھی جن کھا گئے"؟ نانی پر یہ دوسری مصیبت آئی فرمانے لگیں "میں تو بٹوے کے پاس بھی نہیں گئی" اب دادا سے ضبط نہ ہوا کہنے لگے "گدھی بکے چلی جارہی ہے تیرا کام یہ نہیں تھا کہ بٹوے میں چھالیہ دیکھتی نکھرا اٹم نانی پیچھے تھیں دادا آگے اور پنکھے والا کروٹ میں اب اتفاق یہ ہوا کہ غصہ سے بے قابو ہوکر دادا نے بٹوا اور ڈبیا یہ کہہ کر پھینکی۔

"تو عورت نہیں جانور ہے کہ گھر کو آگ لگا رکھی ہے"

فقرہ پورا نہ ہوا تھا کہ ایک برقع والی دالان میں داخل ہوئی ڈبیا تو تڑسے اس کے منہ پر لگی، ادھر سے لڑکے نے جو زور زور سے پنکھا جھلا تو وہ دادا کی آنکھ میں گھسا ادھر بٹوا سر پر جو پھینکا تھا اس سے ٹکرایا

باوا آدم کے زمانہ کی رتی آٹا ہو رہی تھی چھینکا اور سالن کی رکابی سر پر آئی اڈا اڑہی نے کلوں سے خوب ہولی کھیلی اور مرچیں آنکھوں میں پہونچیں ادہر گہستا پنکھا ادھر داخل ہوئی مرچیں اور سر پہ پڑی رکابی ادا دا بجھے منہ ہی ہوئی چندیا پہ نانی نے تھپڑ دیا آؤ دیکھا نہ تاؤ بند آنکھیں کیئے ہاتھ بڑہا ایک تھپڑ لگا ہی دیا وہ نکلی بیچاری برقع والی "ہائے مری" کہہ کر وہ بھاگی تو لونڈا سمجھا کہ اب میں پٹا وہ تیری ہوا دادا آنکھیں بند ہاتھ سے ٹٹولتے مٹکوں تک پہونچے کہ منہ دہوئیں۔ مٹکے کو ٹٹولا وہ پہلے ہی ٹیڑھا رکھا تھا ہاتھ پڑتے ہی شہید ہوا دوسرے میں ہاتھ ڈالا تو پانی کی بوند نہیں۔ دانت چبا کے چیخے "اری نامراد پانی تو دے" نانی پانی کا لوٹا لائیں تو دادا نے اپنے ہاتھ سے لوٹا لیا اور رسید ہے ہاتھ سے نانی کی گردن پکڑ گھڑوں ہی پاس گھڑنا شروع کیا نانی پیٹ کر رہ گئیں پیٹیں تو دادا نے منہ دہویا باہر نکلے تو برقع والی ناک سہلا رہی تھی اور لڑکا گھڑا گانٹھیں چوس رہا تھا۔ برقع والی نے کہا "دادا میں تو اپنی بپتا سنانے گئی تھی ڈبیا ایسی پڑی کہ دانت ٹوٹ گیا"

(باقی)

راشد الخیری

چند باتیں

اسوقت تک جن مضامین کا انتخاب ہو چکا ہے اور جن تصاویر کے بلاک بن چکے ہیں انسے اندازہ ہوتا ہے کہ سالگرہ نمبر غالباً جوبلی نمبر سے بھی بڑہ جائے گا۔ ہوائی جہاز کے متعلق جنوری کے پرچہ میں مولوی عبدالغنی صاحب عباسی کا ایک مضمون شائع ہوا ہے اسی موضوع پر ایک نہایت قیمتی مضمون پروفیسر ستار خیری ایم اے کا لکھا ہوا سالگرہ نمبر میں شائع ہوگا اور ان دونوں مضمونوں سے عصمتی بہنوں کو ہوائی جہاز کے متعلق اسقدر معلومات حاصل ہو جائیں گی جو اچھے اچھے تعلیم یافتہ مردوں کو بھی نہیں ہیں۔ پروفیسر صاحب کے مضمون کے متعلق ۱۰ بلاک جو زر کثیر کے خرچ سے جرمنی میں بنے ہیں موصول ہو چکے ہیں۔ ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے خاتمہ اور مغلیہ خاندان کی تباہی و بربادی کے حالات دردمندوں کو آج بھی تڑپا دیتے ہیں۔ سالگرہ نمبر میں مغلیہ خاندان شاہی کے چراغ سحری بادشاہ ظفر کی پوتی اور شاہ ظفر کے مزار کی تصاویر کے علاوہ ۶ اور نہایت عبرت انگیز تصویریں شائع ہونگی جو خاص طور پر عصمتی بہنوں کے لیے رنگوں میں کھینچی گئی ہیں۔

سالگرہ نمبر کے لیے اور جو جو بہنیں مضامین و تصاویر بھیجنی چاہیں ۱۵ اپریل تک بھیجدیں اس کے بعد کوئی مضمون یا تصویر سالگرہ نمبر میں نہ چھپ سکے گی۔

صالحات اور عصمتی دسترخوان دونوں کتابیں مارچ میں شائع ہو چکی ہیں۔ صالحات کی اشاعت پر جن بہنوں نے اپنے خطوط میں اظہار مسرت کیا اور ہمیں مبارکباد دی ہے وہ ہمارا دلی شکریہ قبول فرمائیں اس بے مثل معاشرتی اصلاحی ناول کا جو ۲ سال سے ناپید تھی دفتر عصمت سے شائع ہونا محض خداتعالیٰ کی عنایت ہے۔ عصمتی دسترخوان کی قیمت کا اعلان عمر ہوا تھا مگر ضخامت چونکہ اندازہ سے بہت زیادہ بڑہ گئی ۱؎ اس لیئے عہ رکھی گئی ہے۔ لیکن جو عصمتی بہنیں ۱۵ اپریل تک منگالیں گی ان سے عمر ہی لیے جائیں گے + محصولڈاک ۵

ایڈیٹر

شادیِ بیاہ کی بُری رسمیں اور تباہ کُن اخراجات

اکثر سُننے میں آتا ہے کہ ہماری پُرانی رسمیں شادی بیاہ کی مہانداری طوفان بے تمیزی سانچق، برات، مُنہ دکھائی، جوتی چُھپائی، چوتھی، چالے، پیدایش، سُنّت، بسم اللہ وغیرہ وغیرہ کی رسموں سے مسلمان تباہ ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ان کے ترک پر زور دیا جاتا ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ بہتر ہے کہ بجائے ہزارہا روپے کے صرف کرنے کے اسلامی کاموں میں مَدد دی جاوے۔ بعض لوگ پیدایش بیاہ وغیرہ کے موقعوں پر اسلامی کاموں میں دس پانچ سو دو سو روپے کبھی کبھار بھیج بھی دیتے ہیں تو اونکی تعریف سے اخبارات اور رسالے پُر ہوتے ہیں اور دوسروں کے لیئے وہ نمونے پیش کیئے جاتے ہیں۔

جو کچھ بھی ہو حقیقت یہ ہے کہ ہماری تمام پُرانی رسمیں اچھی بُری سبھی اُڑتی چلی جاتی ہیں۔ سچ ہے نیم مُلا خطرہ ایمان اور نیم حکیم خطرہ جان۔ اسی طرح نیم رہبرانِ قوم خطرۂ موجودیت قوم۔ جو لوگ علم الاجتماع واجتماعیات (SOCIOLOGY.) اور اقتصادیات (ECONOMICS.) اور نفسیات (PSYCHOLOGY) سے کچھ بھی واقفیت رکھتے ہیں وہ اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ اس قسم کے رسم ورواج ہمارے قومی شیرازے کو مضبوط رکھنے کے لیئے کیسے ضروری ہیں۔ ایک رسم جب ہی قایم ہو سکتی ہے جب وہ ہماری کسی اہم ضرورت کو پُورا کرے۔ ہماری اہم ضرورتوں میں وہ ضرورتیں بھی ہیں جو ہماری زندہ دلی کو قایم رکھتی ہیں۔ پُرانی رسم اگر ضایع ہو جائے تو اوس کی جگہ کوئی دوسری رسم یا عادت ضرور آوے گی جو ممکن ہے کہ پہلی سے بہت زیادہ بری ہو۔ اچھا ہونا بھی ممکن ہے۔ جو روپیہ شادی بیاہ میں خرچ نہ ہوگا وہ اکثر ناچ رنگ اور عیاشی میں صرف ہوگا۔ یہ ضروری نہیں کہ قومی کاموں ہی میں جا دے۔ کہتے ہیں کہ بچہ جو کھیلتا ہے وہ اس لیے کہ اوس میں جو فاضل مادۂ نشاط (ENERGY.) ہوتا ہے وہ راستہ ڈھونڈھتا ہے اور کھیل کود کی شکل میں نمودار ہوتا ہے۔ ہماری مستورات میں بھی ہماری طرح یہ مادہ نشاط موجود ہے جو اکثر شادی بیاہ پیدایش وغیرہ وغیرہ کی رسموں باغوں وغیرہ کی سیروں میں نکل جاتا ہے اب جوں جوں یہ رسمیں کم ہوتی جاوینگی ہماری بیگمات دوسرے راستے مشغولیت کے ڈھونڈینگی اور اگر خدا نخواستہ وہ راستے ناشائستہ ہوئے تو ان کا قصور نہ ہوگا۔ اِنسان کی طبیعت بھی آخر کوئی چیز ہے۔ طبیعت کے خلاف انسان دائمی بغیر تندرستی بگاڑے نہیں جا سکتا۔ بہت کچھ اِنسان تربیت اور مشق وغیرہ کی مَدد سے ضبط کر سکتا ہے مگر سب کی ایک حد ہوتی ہے — کمان ایک حد تک موڑی جا سکتی ہے اس کے بعد ٹوٹ جاتی ہے۔ اور پھر اوس اثنا میں جب کہ کمان

مڑی ہوئی ہے اگر دباؤ ہٹا دیا جائے تو ایسا چراغا بھرتی ہے کہ اللہ کی پناہ۔ اسکو عکس العمل کہتے ہیں۔ اسی لیئے وہ لوگ جو بچپن میں ماں باپ کے دباؤ کی وجہ سے کچھ نہ کر سکتے تھے اور ایسے نیک با تربیت بچے معلوم ہوتے تھے۔ دباؤ کے ہٹتے ہی تباہ ہو جاتے ہیں یعنی ماں باپ یا باپ کے انتقال کے بعد ہی باپ دادا کی کمائی ہوئی دولت عیاشی میں چند ہی سال میں اُڑا ڈالتے ہیں اور پھر تندرستی ضایع کر کے زندہ درگور ہو جاتے ہیں۔

ماں تو کہنا یہ ہے کہ ہمارے پُرانے رسم و رواج بالکل نکمے نہیں تھے۔ علاوہ اخلاقی اور اجتماعی اقتصادی فائدوں کے اون سے دوسرے نہایت ضروری فائدے بھی ہوتے تھے۔

اخلاقی فائدوں کی مثال یہ ہے کہ شادی بیاہ میں سارے عزیز و اقربا جمع ہوتے تھے برسوں کے جھگڑے دور ہو جاتے تھے اگر ایک رشتہ دار نہ آیا تو خاندان کی ناک کٹ جاتی تھی۔ میں نے دیکھا ہے کہ ایک غریب بیوی رشتہ کی بچی عرصہ سے بگڑی ہوئی تھیں اور جو ایک امیر دولتمند کے لڑکے کی شادی کا وقت آیا تو ان بچی کا آنا ہی ضروری ہوا۔ لڑکے کی ماں گئیں، ہاتھ پاؤں جوڑے مگر یہ بچی جان نہ آئیں لڑکے کے باپ، رتبے کے ڈپٹی صاحب شہر کے معزز ترین رئیس آخر گئے ان بچی جان کے قدموں پر ٹوپی رکھدی، ہاتھ پاؤں جوڑ کر منالیا سب کے۔ اکھٹے ہونے سے اجتماعی فوائد بھی بہت ہوتے ہیں۔ ایک دوسرے سے ملنا باتیں کرنا نئی معلومات کا بڑھنا آیندہ کے لیے اپنے بچوں کے لیئے منگیتر کو ڈھونڈھنا اور اوس منگیتر کے آداب و اخلاق سلیقہ کی ایک طرح سے جانچ ہو جانا۔ اقتصادی فائدے یہ کہ شادی بیاہوں میں روپیہ صرف ہوتا ہے ہزاروں کے پیٹ پلتے ہیں وطنی صنعت کو ترقی ہوتی ہے۔ اور دوسرے جو فوائد ہیں وہ ان سب سے زیادہ مفید ہیں۔ وہ یہ کہ ان رسم و رواج سے قوم میں ایک طرح کی زندہ دلی قایم رہتی ہے۔ قوم سے زندہ دلی اُٹھ جاوے تو پھر قوم کے فنا ہونے میں زیادہ دن باقی نہیں رہتے اور اگر زندہ دلی برے راستے اختیار کرے تو بھی قوم کی تباہی دور نہیں ہو سکتی۔ زندہ دلی ٹھیک راستہ پر چل رہی ہے تو قوم ترقی کی راہ پر تیزی سے جاوے گی ورنہ برعکس

زندہ دلی کا ہونا نہایت ضروری ہے اگر زندہ دلی نہیں ہے تو سارے کام خراب۔ نہ میاں بیوی میں محبت ہوگی نہ گھر میں مزا ہوگا نہ کام میں دلچسپی ہوگی نہ کھیل میں لذت ہوگی غرض زندگی بے لطف ہو جاوے گی۔

اب آدمی سوچے تو ہماری شادیاں اور بیاہ کس خوبی سے اس زندہ دلی کو قایم رکھتے تھے۔ **مولانا راشد الخیری** صاحب اپنی جادو بیانی سے ہماری دِلّی کی ابٹنا کھیلنے، چوتھی کھیلنے اور جوتی چھپائی۔ اور بہنوں اور پھوپھیوں کے حقوق مانگنے، بہنوئیوں کی پگڑی بندھوائی اور تکرار کی رسموں کو اگر بیان کریں تو قارئین کو معلوم ہو جاوے کہ ان رسموں میں کیسی زندہ دلی بھری ہوئی تھی اور جو نقصانات ان میں ہوتے تھے

وہ کس قدر جزوی تھے۔

یورپ نے اپنی بہت سی پرانی رسموں کو ضایع کردیا مگر وہ برائیاں جو اون رسموں میں وابستہ تھیں وہ سوگنی بڑھ گئیں۔ انسان تو زندہ دلی، لطف، کیف، لذت، مزہ ڈھونڈھتا ہے طبعی طریقے سے حاصل نہ کرسکے تو غیر طبعی طریقوں سے حاصل کرتا ہے۔ اگر ہم یورپ والوں کی زندہ دلی اور اوس کے مصارف پر غور کریں اور بقولہ تعالیٰ "قل سیروا فی الارض فانظروا ۔ ۔ ۔ ۔" پر عمل کریں تو ہم کو معلوم ہوجاوے گا کہ کس قدر بے غل و غش روپیہ یہاں لطف اڑانے میں صرف ہوتا ہے۔ یہ درست ہے کہ شادی بیاہ یہاں اب عام طور پر نہایت سادگی سے ہوجاتے ہیں۔ مگر ناچ رنگ تھیٹر وغیرہ میں جو کچھ ہوتا ہے بیان سے باہر ہے۔ مثلاً میں یہاں کی رسم "سلوسٹر" یعنی اوس رات کی بے اعتدالیاں جو سال ماضی اور سال آیندہ کے درمیان ہوتی ہے بیان کرتا ہوں۔ یہ جو میں بیان کرتا ہوں برلن کے متعلق ہے پیرس اور نیویورک میں سُنا ہے کہ یہاں سے بہت ہی زیادہ ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس لندن میں بھی۔

پچیس دسمبر کے بعد سے تمام دوکانوں میں اور سڑکوں کی پٹڑیوں پر، ٹھیلوں میں غرض ہر جگہ اس رات کی تیاریاں ہونی شروع ہوجاتی ہیں۔ طرح طرح کے سوانگ بھرنے کے چہرے، کاغذ کے کپڑے ٹوپیاں چھڑیاں نقلی کھانے، سیٹیاں، بگل، غرض ہر قسم کی دِلّگی کے سامان، مذاق کی چیزیں، دھوکہ دینے کی اشیاء، کاغذ کی گولیاں گولے، چھڑیاں، کاغذی رسیاں، آتشبازی کی چیزیں، پھر طرح طرح کی شرابیں، سُنا ہے کہ بعض دوکانیں سال بھر میں اتنی شراب نہیں بیچتیں جتنی اس رات کے لیے، یہ کاغذی ٹوپیاں وغیرہ بھی سستی نہیں ہوتیں سستی سے سستی ٹوپی بھی بارہ آنے کی آتی ہے اور یوں یہ کاغذی ٹوپیاں پندرہ پندرہ بیس بیس روپیہ تک بھی ہوتی ہیں۔ اس حساب سے اور چیزوں کا بھی اندازہ ہوسکتا ہے۔ برلن میں بلا مبالغہ کئی ہزار ناچ گھر اور اتنی ہی دوسری ناچ رنگ اور تفریح کی جگہیں ہونگی اور پھر کھانے کی دُکانیں بھی اس رات کو لطف اُٹھانے کے لیے کھلی رہتی ہیں عام طور پر ہر روز ایک بجے اور ہفتہ اور اتوار کو تین بجے تمام ناچ گھر اور چار گھر اور شراب خانے اور کھانے کی دوکانیں بند ہوجانے چاہئے مگر سلوسٹر کی رات کو رات بھر یہ سب جگہیں کھلی رہتی ہیں۔ بہت سی دوکانوں میں اس رات کو قیمتیں دوگنی تگنی ہوتی ہیں اور پھر بہت سے ناچ گھروں اور عیش گھروں میں پانچ روپے سے بیس روپے تک داخلہ بھی ہوتا ہے۔ افسوس میں خود گو دس سال سے جرمنی میں ہوں مگر کبھی سلوسٹر کو باہر نہیں گیا گو میں معلومات کے لیئے دیکھنا ضروری سمجھتا ہوں۔ مگر بات یہ ہے کہ یہ چیز آدمی بغیر حصہ لیئے ہوئے دیکھ نہیں سکتا کیونکہ ایسا طوفان بے تمیزی ہوتا ہے کہ ایک دوسرے پر ہر طرح کی زیادتی کرتا ہے مثلاً اگر میں جاؤں اور شراب نہ پیوں تو یقیناً اور لوگ زبردستی پلا دینگے اور اگر میں نہ پیونگا تو شاید پستول بھی چھوٹ

جاوے اور خون ہو جانا کوئی بڑی بات نہیں۔ اس لیے افسوس میں خود نہیں دیکھ سکا۔ مگر تمام ہندوستانی طلبا ہر سال یہ رات مناتے ہیں اور میں نے ہمیشہ ہر ایک سے اور جرمنوں سے بھی اس کے متعلق پوری معلومات دریافت کرلی ہے۔ چنانچہ اس دفعہ ایک صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہ دس روپیہ کا ٹکٹ لیکر ایک ایسے ہی عیش گھر یا ناچ گھر میں گئے۔ گھٹیا سے گھٹیا شراب کی بوتل پندرہ روپے میں خریدی۔ چونکہ بھوکے تھے نہایت ہی معمولی کھانا دس روپیہ میں کھایا ایک گلاس پانی بارہ آنے میں پیا۔ یہ سب ملکر ۳۵ روپیہ اور بارہ آنے ہوئے دس پانچ صدی دیکر کل قریب چالیس روپے ہوئے۔ علاوہ اس کے اور جو کچھ انہوں نے مذاق اور ڈنگی یا کسی مہ جبین کی ضیافت میں خرچ کیا اوسکا ذکر مجھ سے نہیں کیا۔ اس رات کو متوسط الحال لوگ دو دو تین تین سو روپے صرف کر دیتے ہیں۔ بھلا لوگ ایک بوتل پر اکتفا تھوڑی ہی کرتے ہیں اور پھر اکیلا کون جاتا ہے۔ امیر لوگ تو ہزاروں خرچ کرتے ہیں وہ نیک خاندان جو باہر نہیں جاتے اور گھر ہی میں سلوسٹر مناتے ہیں وہ بھی خاص قسم کے کیک اور بکثرت شراب پیتے ہیں اور گھر ہی میں خوب ناچ رنگ ڈنگی کرتے ہیں ہر متوسط درجے کے گھر میں دو تین سو روپے اس رات کو خرچ ہو جاتے ہیں۔ عیش گھروں میں بارہ بجے تک تو ناچ رنگ اور شراب خواری ہوتی ہے۔ ٹھیک بارہ بجے ایک دوسرے کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہے اور اس وقت سے صبح تک ہر ایک ایک دوسرے سے ڈنگی کرنے کا مجاز ہو جاتا ہے۔ چاہے پہلے سے جانتا ہو یا نہیں۔ عورتوں اور مردوں میں جو بے حیائیاں ہوتی ہیں وہ اللہ ہم کو نہ دکھائے مگر اگر یہی رفتار رہے گی تو یہ سب آکر رہے گا۔ ایک دوسرے پر کاغذی گولیاں پھینکتے ہیں کاغذی رسیوں سے جکڑتے ہیں کاغذی چھڑیوں سے مارتے ہیں بس یہ سمجھ لیجیے کہ سوگنا ہماری چوتھی کی رسم کا۔ مگر چوتھی میں فقط عورتیں ہی عورتیں ہوتی ہیں یہاں مرد اور عورت سب۔ اکثر کوئی ایسا مذاق ہو جاتا ہے جو دوسرے کو ناگوار ہو تو پئے ہوئے تو ہوتے ہی ہیں بس مار کٹائی شروع ہو جاتی ہے پستول اور چاقو چھری تک کی نوبت آجاتی ہے اس رات لندن پیرس نیویارک برلن وغیرہ میں سینکڑوں نہیں ہزارہا آدمی گرفتار ہوتے ہیں۔ خوش پوش لوگ سڑک پر نشے میں پڑے ملتے ہیں۔ بچا کھچا جیب میں جو ہوتا ہے وہ بھی غائب ہو جاتا ہے۔ یہ سارا حال دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔ حکومتیں اس کے مانع نہیں کیونکہ اس سے اجتماعی، اقتصادی فائدہ ہوتے ہیں ہزاروں صنعتیں اس کی بدولت قایم ہیں لاکھوں کروڑوں آدمیوں کے پیٹ پلتے ہیں اور پھر زندہ دلی قایم رہتی ہے مگر ہزاروں گھرانے تباہ بھی ہو جاتے ہیں مگر یہاں کے لوگ کامی اور محنتی ہیں پھر جلدی بہت کچھ کما لیتے ہیں۔ تاہم عیش پسندی بڑھتی جاتی ہے لوگ شادیاں کم کرتے ہیں تو اولاد کے خواہاں نہیں، ہر طرح کی روک تھام کرتے ہیں اور پھر بھی اگر امید ہو تو جرم ہے مگر ایسی تدابیر کرتے ہیں کہ بچہ پیدا نہ ہو۔

یہ سلوسٹر کی رسم تو ایک ہے اس کے بعد سے ایسٹر (مارچ کے آخر تک) تک پھر طرح طرح کے وضع وضع کے کپڑوں کے اور چہرہ پوش ناچ شروع ہوتے ہیں۔ آج پریس کا ناچ ہے تو کل اوڑ موبیل کلب کا ناچ ہے اور پرسوں فلانی انجمن کا ناچ ہے اور اترسوں فلانی۔ آج ترکوں کا ناچ زیر حمایت سفیر جمہوریت ترکی اور کل مصریوں کی طرف سے ناچ ہے۔ ان ناچوں میں ہر ایک آسکتا ہے جو فیس داخلہ پانچ روپے سے بیس روپے تک داخل کرے۔ ہر ایک ناچ میں پانچ سے لیکر دس ہزار تک مرد اور عورتیں ہوتی ہیں۔ ہر ایک عورت کا جوڑا کئی کئی سو روپے کا ہوتا ہے ایک بڑھیا عورت سال میں کم از کم آٹھ دس بڑے بڑے ناچوں میں شامل ہوتی ہے اور ہر دفعہ نیا جوڑا ہونا چاہیے۔ علاوہ اخراجات کے جو جو بے حیائیاں ظہور میں آتی ہیں اونسے میں پھر یہی کہوں گا کہ اللہ ہمکو بچائے مگر میں کہے دیتا ہوں کہ ہمارے اصلاح پسند رہبران قوم ہماری پرانی زندہ دلی پیدا کرنے والی رسموں کو تو کمو دینگے اور پھر یہ یورپ کی رسمیں آکر رہیں گی کیونکہ یہ انسان کی فطرت میں ہے کہ انسان لطف اور مزہ تلاش کرے۔ ہم مجبور ہو کر یورپی تقلید کرینگے اور جو بعض رکاوٹیں اور قیود یورپ میں ہیں وہ ہم میں نہ ہونے کی وجہ سے بد اخلاقی اور رذالت ہم میں یورپ سے ہزار درجے بڑھ جاوے گی۔ یورپ میں قریب قریب ہر ایک ہی شراب پیتا ہے مگر بہت سے اعتدال کے ساتھ ہی۔ جب ایک مشرقی یا مسلمان شراب پیتا ہے تو وہ فقط بدمستی کے لیئے ہی اسی لیئے یورپ میں یورپی عادتوں سے اتنی زیادہ برائیاں نہیں جتنی کہ اگر ہم نے یہ عادتیں اختیار کیں ہم میں ہو جاوینگے۔ ٹرکی کا حال دیکھیئے افسوس ہندوستانی لوگ تو ظاہر پرست ہیں اونکو معلوم نہیں وہاں سے اسلام بکوشش غارت کیا جا رہا ہے۔ اللہ نے فی الحال افغانستان کو بچا لیا۔ ایران ٹرکی کے قدم بقدم چل رہا ہے۔ اگر اسلام کھو کر ٹرکی اور ایران نے ترقی کی تو ہمارے لئے ٹرکی اور یونان یکساں۔

میری ہندوستانی مسلمان بہنوں سے التجا ہے کہ سوائے اُن بُری رسموں کے جو سراسر کفر و شرک ہیں اور رسموں کو بغیر اس کے کہ حقیقت میں اون سے بہتر اختیار کریں ہرگز ہرگز ترک نہ کریں ورنہ ہماری جماعت کا شیرازہ اور بھی بکھر جاوے گا اور جو روپیہ شادی بیاہ میں خرچ ہوتا ہے وہ ناچ گھروں اور قمار خانوں وغیرہ میں ہمارے رہے سہے خاندانوں کے تباہ و برباد کرنے میں خرچ ہوگا۔ اس میں شک نہیں ہمیں ہزاروں اصلاحوں کی ضرورت ہے مگر ہم کو بہت سوچ کر اپنی رسم و رواج کو ترک کرنا چاہیئے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے ترک کرنے میں ہم بالکل برباد ہی نہ ہو جاویں۔ وما علینا الا البلاغ

ستار خیری از برلن

قانونِ وراثت اور مُسلم خواتین

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ آخر پنجاب کے مُسلمانوں نے کروٹ لی اور اُس غلطی اور حق تلفی کو محسوس کرکے آخر مسودہ قانون وراثت کونسل واضع قوانین میں پیش کر دیا گیا۔ مُسلمان عورتوں کے حقوق جس قدر پنجاب میں مارے گئے ہیں اور جتنی اِس بے زبان مظلوم فرقہ کے ساتھ ظلم و ستم کیا گیا ہے اُس کی مثالیں یاد کرکے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ زر کے لالچ میں باپ نے اپنی آخر عمر میں کوشش کرکے اور اپنے آپ کو زمیندار بناکر کاغذات مال میں درج کرا دیا ہے کہ باپ کے مرنے پر لڑکی کو حصہ نہ ملے اور صرف لڑکے ہی جائداد کے وارث ہو سکیں۔ چنانچہ مجھے ایک نہایت دولتمند گھرانہ کا مقدمہ اَب تک یاد ہے کہ جو شخص لاکھوں روپیہ نقد اور جائداد کی شکل میں چھوڑ مرا تھا اور چونکہ خاندان رسم و رواج ہنود کا پابند تھا۔ دونوں لڑکیوں نے مقدمہ کیا اور مقدمہ پر اپنے اپنے خاوندوں کے عمر بھر کی کمائی ضایع کر دی مگر ظالم بھائی نے مقدمہ پر لاکھوں روپیہ خرچ کر دیا اور بیرسٹروں کی جیبوں میں ہزاروں بھر دیا مگر اپنی بہنوں کو ایک ہبہ بھی نہ دیا۔ اور دونوں مقدمہ ہار کر صبر و شکر کرکے بیٹھ رہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ اب ایک نیک دِل مُسلمان نے پنجاب میں اِس طرف توجہ کی ہے۔ اور آجکل یہ مسودہ اسمبلی میں پیش ہونے والا ہے۔ اگر یہ مسودہ پاس ہوگیا تو پنجاب میں ہزاروں گھرانوں کی عورتیں لاکھوں روپیہ نقد اور جائداد کی مالک ہو جاوینگی۔ اِس مقام پر مستورات کو ہر جگہ ایک ایک جلسہ کرکے وائسرائے بہادر کے حضور میں اپنی کمزور آواز کو پہنچانا چاہیئے اور اپنی رضامندی اور خوشنودی کا اظہار کرنا چاہیئے۔ بلکہ سب بیبیوں کو بلکہ ایک دن مقرر کرکے بھائی عبدالحی صاحب کی کامیابی کے لیئے دُعا بھی کرنی چاہیئے۔ جب خدائے پاک نے ایک حق ہمکو دیا ہے تو کیا وجہ ہے کہ رسم و رواج پر اُس حق کو قربان کر دیا جائے۔ یہ دولت دنیا تو فانی ہے۔ اور چند روزہ ہے مگر احکام قرآن سے خلاف ورزی کرکے جو سزا اِنسان کو بھگتنی ہوگی۔ اور جس معصیت میں گرفتار ہوگا وہ توابدی ہے اور اُس سزا سے چھٹکارا مشکل۔ میں اپنے بھائی عبدالحی صاحب سے اتنی درخواست اور کرتی ہوں کہ جہاں انہوں نے اِسقدر مہربانی کی ہے کہ وہ اپنے بے زبان بہنوں کے لیئے اُن کے چھینے ہوئے جائز حقوق دِلوانے کی کوشش کر رہے ہیں وہاں یہ بھی خیال کریں کہ اگر

جائداد یا نقدی کسی بے زبان بی بی کو مل گئی تو ایسا نہ ہو کہ یہ نقدی اور جائداد اُس مظلوم کے لئے اور بھی مصیبت کا باعث ہو جائے۔ کیونکہ آجکل کے نوجوانوں کی حالت جو کچھ ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اسّی فی صدی پیشتر سے ہی بی بی کے جہیز پر یا اُس کے باپ کی دولت پر اُدھار کھائے بیٹھے ہوتے ہیں۔ اور ساس نندیا علیحدہ دانت رکھے بیٹھی ہوتی ہیں۔ اگر کسی موقعہ پر ذرہ بھر کسی رسم و رواج میں کمی ہو جائے تو بچاری لڑکی کو دم لینا مشکل ہو جاتا ہے۔ اور بات بات پر ماں باپ کی کنجوسی اور بدسلیقگی کے طعنے دئے جاتے ہیں۔ کیا جو جائداد بے زبان لڑکی ازروئے شریعت اپنے ہمراہ شوہر کے گھر میں لائے گی وہ اُسکو سنبھال کر رکھ سکے گی۔ اور شوہر اُس جائداد پر بیوی کا قبضہ پسند کرے گا؟

ہندوستان کے مردوں کو ایسی عادت پڑی ہے کہ وہ کوئی شئے عورت کی ملکیت میں دیکھنا پسند ہی نہیں کرتے۔ ضرور بہلا پھسلا کر نقدی ہو گی تو آسانی سے اپنے قبضہ میں کرنے کی کوشش کرے گا اور اگر جنس ہو گی تو بیوی صاحبہ سے بشرط رضا و رغبت بقائمی ہوش و حواس اپنے نام لکھوائے گا۔ اور دوسرے دن کوڑے کر کے بچاری بے زبان بی بی کو ویسے کا ویسا ہی کر دے گا۔ بچاری ہندوستانی عورت دادخواہی سے ناواقف طرز فریاد سے نابلد زبان گنگ، آنکھ بند انگشت کرمرنے کے سوائے کچھ جانتی ہی نہیں۔ کچہری دربار سے محض ناواقف ہے وہ بھلا کیا کر سکے گی۔ اس لئے بہت بہتر ہو اور بہت افضل ہو کہ کوئی ایسا طریقہ سونچا جا سکے اور قانون میں کوئی ایسی بات آجائے کہ لڑکی کی وراثت کو جو ماں باپ کی طرف سے اُسے ملے وہ شوہر اپنے قبضہ میں کر کے لڑکی کو کھلونا نہ بنا سکے۔ اور اس جائداد کا منافع وہ اور اُس کی اولاد استعمال کر سکے سوائے اشد ضرورت کے لڑکی فروخت نہ کر سکے۔ ہمارے ملک کی عام عورتوں کی حالت ایسی نہیں ہے کہ وہ کسی حقیر سے حقیر شئے کو بھی جرأت کر کے شوہر سے علیحدہ رکھ سکیں چہ جائیکہ جائداد۔ پاکیزہ جرأت اور بجا دلیری بھی ہم لوگوں سے مفقود ہو گئی ہے اور عرصہ تک واپس آنے کی اُمید نہیں ہے، بہو بیٹیوں کے سر پر آرہ چل جائے مگر اُن کا بولنا گناہ ہے۔ اور سر اُٹھا کر اظہار تکالیف کرنا ایک بھاری عیب ہے میں اُمید کرتی ہوں کہ اِس بارے میں ضرور غور کیا جائے گا۔ کہ جائداد بھائیوں کے ہاتھ سے نکل کر پھر بآسانی بے احساس اور غیر لوگ نہ اُڑا جائیں۔ ایسا بندوبست ہو کہ لڑکی کے لئے ایک طاقت اور امداد کا ذریعہ بنی رہے۔

فاطمہ بیگم (منشی فاضل) از بمبئی

خونابۂ دل

خوں کی نہریں داستانِ دل کا عنواں ہو گئیں
آبلہ سائی سے آنکھیں گل بداماں ہو گئیں
ہائے اُنے ہمدم میری افسردہ سامانی نہ پوچھ
دل کی حسرت زائیاں وحشت کا ساماں ہو گئیں
شام غم تاریکیاں خاموشیاں بڑھنے لگیں
میری آنکھیں خود بہ خود شبنم بداماں ہو گئیں
ہیں کنارے میری آنکھوں کے چھلکنے کے قریب
سیلِ آب اشک سے پلکیں جو لرزاں ہو گئیں
نغمۂ محفل ہیں میں ہوں یعنی اِک تصویرِ یاس
شمع کی خاموشیاں بھی مجھ پہ قرباں ہو گئیں
ٹمٹماتا سا چراغِ آرزو سینہ میں ہے
دل کی ظلمت زائیاں جس کے درخشاں ہو گئیں
اُنے جمالِ مضطرب خاموش اَب بہرِ خدا
تیری نغمہ زائیاں حسرت کا طوفان ہو گئیں

بلقیس جمال خاتون

اس پرچہ کے ٹائٹل کا دوسرا صفحہ

براہِ عنایت ملاحظہ فرمایئے تاکہ عصمت کے انتظامی امور کے متعلق آپ کو کبھی شکایت نہ ہو اور اگر آپ مضمون نگار ہیں تو آپ کی محنت اور ہمارا وقت ضایع نہ ہو۔

آرزو

یہ نظم نما نثر عزیزی مس حجاب سلطانہ کی تہذیب نسواں میں شائع ہوئی تھی میں نے اسکو بھی نظم کا جامہ پہنایا ہے اگر بہنیں اس رنگ کو پسند کریں تو میں آیندہ اور بھی بھیج سکوں گا۔ مقصد یہ ہے کہ اس طرح کا نیچرل ذوق اور بہنوں میں بھی پیدا ہو جائے۔ **لبمل**

صبح کو تازہ کھلا ہے گرم موسم میں گلاب
پتیاں ہیں خوبصورت۔ جوش پر رنگ شباب
زندگی شاداب ہو جس سے وہ جھونکے آ گئے
شکر نے آنکھیں میری پھر آنسوؤں سے بھر دئے
دلربا گیتوں کے نغمے زیست سے ٹکراتے ہیں
مرتعش باجے کے تاروں کی طرف لوٹ آتے ہیں
نفس میرا دب رہا ہے آرزو کے بوجھ سے
صبح کو ہو کر جدا مشرق سے قرص آفتاب
شام کو پھر چوم لیتا ہے کناروں کو شتاب
کیوں قفس میں آرزو کے میری جاں تڑپا کرے
بات پھر تو کچھ نہیں قانون قدرت کے خلاف
جائے گی جو چیز واپس آئے گی ہے بات صاف
جستجو میں کسی کے بھونرے جب جاتے ہیں دور
شام ہونے سے وہ پہلے لوٹ آتے ہیں ضرور
پھر تو میری آرزو کچھ ایسی یہ بے جا نہیں
آہ اِروح آئے تمہاری لطف سابق سے کہیں
صرف "دو لمحے ہی مجھ سے کر سکو تم گفتگو"

لبمل حیدر آبادی

خلع کی بحث

میں نے اکتوبر کے "عصمت" میں خلع کے اخلاقی اور معاشرتی پہلو پر مکالمہ کے پیرایہ میں ایک مضمون لکھا تھا۔ جسکا یہ پیرایہ میں نے اس لیے اختیار کیا تھا کہ اس سے کسی تلخ مباحثہ کی شکل نہ پیدا ہو، مگر افسوس ہے کہ باوجود اس پیرایہ بیان کے اور باوجود اس کے کہ خود اس مضمون میں ہر خیال کی وضاحت کردی گئی ہے پھر بھی اس سے غلط فہمیاں پیدا ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ اور ایک فضول مباحثہ کا دروازہ کھل گیا جس میں "عصمت" کے ہمعصر اخبار تہذیب نسواں نے بھی نمایاں حصہ لیا اس مضمون کے شایع ہونے کے بعد پطرس صاحب کا مضمون اس کے خلاف میری نظر پڑا۔

مضمون کا ماحصل وہی مردوں کے ظلم وستم کی فرضی داستانیں اور اشتعال انگیزی، میں نے اسی اخبار میں اس مضمون کی تردید ضروری سمجھی۔ اس کے بعد دوسرا مضمون ڈاکٹر بشارت اللہ صاحب کا شایع ہوا جس کے جواب میں بھی مجھے قلم اٹھانے کی ضرورت پڑی، اس مضمون میں میں نے ڈاکٹر بشارت اللہ صاحب کے استدلال کی تردید اور اپنے خیالات کی وضاحت کی تھی۔ لیکن افسوس ہے مینجر صاحب تہذیب نسواں کی درمیانی مداخلت اور کہیں کہیں ضروری وضاحت کو حذف کرلینے سے اس مضمون کا خاطر خواہ اثر غالباً ناظرین پر نہیں پڑا۔

بہرکیف! میں "تہذیب" میں اپنا آخری مضمون دیکر اس بحث کو تو ختم کر چکا ہوں، لیکن چونکہ "عصمت" میں بھی میری محترم بہنوں ر، آ صاحبہ اور ظفر جہاں بیگم صاحبہ کو بھی اس مضمون سے اختلاف پیدا ہوا ہے اس لیے اپنے خیالات کی وضاحت کے طور پر کچھ اور لکھنا چاہتا ہوں۔

مضمون کی تحریک صرف دو خیالوں سے ہوئی تھی اول یہ کہ ہندوستان میں مسلمان خواتین کے لیے موجودہ معاشرتی حالت کے لحاظ سے خلع کے متعلق "ایجیٹیشن" مفید نہیں۔ کیونکہ واقعات بتا رہے ہیں کہ مسلمان عورت کے لئے خلع کے بعد بھی خوشگوار زندگی کا پیدا ہوجانا تقریباً ناممکن ہے کیونکہ ایک طرف تو رسمی تعصب اس کے نکاح ثانی میں مارج ہوگا دوسری طرف چونکہ وہ اقتصادی حیثیت سے آزاد زندگی بسر کرنے کے قابل

نہیں ہے اس لیے اس کی گذران مشکل ہو جائے گی۔ یہ صورت اسوقت تک رہے گی تاوقتیکہ عورتوں میں کافی تعلیم اور بیداری پیدا ہو جائے اور وہ اپنے کسب معاش کے قابل ہو جائیں۔ دوسری طرف لوگوں میں وہ تعصب نہ رہے اور وہ کسی مطلقہ یا مخلوعہ عورت سے نکاح ثانی میں کوئی رکاوٹ نہ محسوس کریں۔ اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب طلاق اور خلع کا اثر یکساں ہے تو میں محض خلع سے اختلاف کیوں کر رہا ہوں یہیں پر مجھے یہ افسوس ظاہر کر دینے کی ضرورت ہے کہ طلاق میں جیسا کہ سمجھا جا رہا ہے مرد آزاد نہیں ہے بلکہ مہر نے اسکو پابند کر دیا ہے۔ اور مہر عموماً عورتوں کے بہت سے حقوق کا تحفظ کر لیتا ہے۔ میرے خیال میں بہت سی ایسی مثالیں ہیں جہاں خود عورتوں کو اندیشہ ہے کہ انکے خاوند انکو طلاق نہ دیدیں لیکن مہر کے دباؤ کی وجہ سے وہ طلاق سے مجبور ہیں۔ خلع کی حالت میں عورت کو مہر نہیں ملتا۔ اولاد طلاق کی حالت میں بھی اس سے چھنتی ہے اور خلع کی بھی۔ لیکن بعض اوقات مہر کا مطالبہ شوہر کو اس پر مجبور کر دیتا ہے کہ وہ مطلقہ سے اولاد کو طلب نہ کرے اور اس طرح کچھ سہارا غریب عورت کے لیے باقی رہتا ہے۔ دوسرا فرق خلع اور طلاق میں یہ ہے کہ طلاق چونکہ مرد کی مرضی پر منحصر ہے اس کے حصول میں زیادہ فضیحت اور رسوائی نہیں ہوتی۔ اور بعض اوقات نہایت خاموشی کے ساتھ زوجین کی علیحدگی ہو جاتی ہے اور لوگوں کو اسباب علیحدگی کا پتہ بھی نہیں چلتا، لیکن خلع کی حالت میں چونکہ مقدمہ کھلی ہوئی عدالت میں ہوتا ہے اس لیے اسکا چرچہ شہر کی ہر گلی اور کوچہ میں ہو جاتا ہے۔ میرے علیگڈھ کے قیام کے زمانہ میں خلع کا ایک مقدمہ وہاں کی ججی سے طے ہو کر ہائیکورٹ تک گیا تھا۔ لیکن اس کی رسوائیاں تمام شہر میں تھیں یہ محض اسوجہ سے ہے کہ عدالتیں اسلامی نہیں۔ وہاں کا آئین بھی یہی ہے۔ لیکن اگر قضاء کی عدالت میں افتراق کے معاملات طے ہوں تو نہایت خاموشی سے طے ہو سکتے ہیں۔

بہرکیف! مطلقہ سے مخلوعہ عورت زیادہ بدنام ہوتی ہے اور اس کے لیے آیندہ زندگی میں زیادہ دشواریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اگر نکاح ثانی نہ ہو سکے اور وہ خود بھی کسب معاش کی اہل نہ ہو تو لا محالہ اسکو کسی عزیز قریب کے یہاں پناہ لیکر زندگی گذارنا پڑے گی اور وہ زندگی جتنی ذلیل اور تکلیف دہ ہوگی وہ ظاہر ہے۔

دوسرا خیال میرا یہ تھا کہ موجودہ انگریزی عدالتیں اس کی اہل نہیں ہیں کہ وہ خلع وغیرہ کے نازک مسائل کا تصفیہ فقہی اصول سے کریں۔ اس لیے ہمارا مطالبہ اس وقت یہ ہونا چاہیئے کہ ہمارے تمام معاشرتی معاملات نکاح، طلاق، مہر، وصیت، وراثت، وغیرہ کے مسائل کے تصفیہ کے لیے اسلامی قضاء کی عدالتیں قایم ہونی چاہئیں جن اسلامی ریاستوں میں خلع وغیرہ کا تصفیہ فقہی اصول سے ہوتا ہے وہاں قضاء ہی عدالتوں سے ہوتا ہے۔ جہاں کے حاکم کو ایک عالم اور متشرع مسلمان ہونا لازمی ہے۔ ان دونوں خیالوں کی وضاحت کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ نہ تو میں اس حق کو جو شریعت نے مسلمان عورتوں کو دیا غصب کرنیکا مشورہ دیتا ہوں اور نہ طلاق کو

اچھا سمجھکر یکطرفہ طور پر خلع کا مخالف ہوں۔ بلکہ میرا تو یہ خیال ہے کہ اگر یہ شریعت کے حدود سے تجاوز نہ کر جائے تو یہ مطالبہ ہونا چاہئے کہ شوہر کا محض طلاق کو تین بار کہدینا یا لکھدینا ہی کافی نہیں بلکہ اسکو عدالت قضاء میں وجوہات طلاق بیان کر کے وہاں سے طلاق کی تصدیق حاصل کرنی چاہیئے۔ مصر اور ترکی کے جدید قانون میں تو یہی صورت رکھی گئی ہے۔ لیکن ہندوستان میں نہیں کہہ سکتا کہ فرسودہ خیال علماء کہاں تک اسکو جائز رکھیں گے۔

میں اس امر کو واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ خلع پر اظہار خیال کرنے سے یہ مقصود نہیں کہ مجھے عورتوں سے (خدانخواستہ) کوئی کاوش اور مردوں کی بیجا تائید مدنظر ہے۔ اس مسئلہ کو صنفی مسئلہ بنالینا اور اسکو محض عورتوں سے متعلق سمجھنا بڑی سخت غلطی ہے۔ اسکا تعلق مرد اور عورت دونوں سے یکساں ہے اگر عورت مرد کے ساتھ زندگی بسر کرنا نہیں چاہتی تو یقیناً مرد کے لیئے بھی اس سے علیحدہ ہوجانا اتنی ہی عافیت کا باعث ہے جتنا مرد کے بیزار ہوجانے کی حالت میں علیحدگی عورت کے لیئے سمجھی جاتی ہے۔

ازدواجی زندگی کی بنیاد محبت اور اخلاص کے ایک نازک "ریشمی" رشتہ پر ہے جو اگر ٹوٹ جائے تو دونوں کے لیئے تکلیف اور مصیبت کا باعث ہے اور اگر قایم رہے تو انبساط اور مسرت کا ایک خزانہ ہے۔

خلع کی بحث کو عام حیثیت سے ایک صنفی بحث بنالینا اور اس بحث کی بنیاد مردوں کے فرضی مظالم پر رکھنا اُن بے شمار مردوں کی توہین ہے جو اپنی شرکاء حیات کے ساتھ پُر مسرت زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس مسئلہ میں دو گروہ بنالینا جو ایک مردوں کا حامی ہو اور دوسرا عورتوں کا ایک نہایت عصبیت خیز تفرقہ ہے۔ حاشا! مجھے خلع کے خلاف مضمون لکھکر اپنی قومی اور ملکی بہنوں کی مخالفت مقصود نہیں بلکہ محض انکی خیرخواہی کا جذبہ اور انکی خدمت کا ولولہ جو میرے قلب میں موجزن ہے مجھے اس پر آمادہ کرتا ہے کہ میں اس موضوع پر قلم اُٹھاؤں اور اس سلسلہ میں صنف لطیف کی افراد کو جو نقصانات پہونچنے کا احتمال ہے انکی وضاحت کر دوں۔

ہندوستان کی عدالتوں میں اس وقت جو قانون رائج ہے وہ تمام احکامات شریعت کا حامل نہیں ہے بلکہ وہ ماخوذ ہے اسلامی فقہ کی کتابوں سے، اس میں خلع کے لیئے صرف دو شرائط پر اکتفا کیا گیا ہے۔ پہلی شرط یہ ہے کہ بیوی کو اپنے شوہر کے ساتھ رہنے میں اپنی جان، کا خطرہ ہو، دوسرے یہ کہ شوہر تعلق زنانہ شوی کا اہل نہ ہو ان دونوں حالتوں میں خلع دیوانی کی عدالتوں سے ممکن ہے۔ اور انکے تحت میں مقدمات

ہوتے رہتے ہیں۔ یو۔پی میں مجھے پورے طور پر علم ہے ان دفعات کے تحت میں مقدمات کی سماعت ہوتی ہے۔ لیکن پنجاب کا مجھے علم نہیں۔ ممکن ہے کہ وہاں رسم و رواج کا خیال کیا جاتا ہو اور وراثت کی طرح خلع کی دفعات بھی نہ جاری ہوں۔

اگر ایسا ہے تو پھر یہ تحریک اُس صوبہ کی ایک مخصوص قانونی تحریک ہے۔ لیکن یو۔پی اور دوسرے صوبوں میں جہاں خلع کے مقدمات کی سماعت محمڈن لا کی دفعات کے تحت میں ہو سکتی ہے۔ یہ مطالبہ صحیح نہیں۔ ہاں یہ مطالبہ ہو سکتا ہے کہ خلع کا تصفیہ فقہ کی تفصیلی شرائط کے لحاظ سے کیا جائے۔ ایسی صورت میں پھر وہی قضاء کی عدالتوں کے قیام کی ضرورت کا سوال معرض بحث میں آتا ہے مجھے اس فصاحت کی اس لئے ضرورت ہے کہ یہ بحث اس کے بغیر بالکل مبہم رہتی ہے۔ ہم کو پہلے یقین کر لینا چاہئے کہ مروجہ قانون میں اس وقت خلع کے لیے کیا شرائط ہیں اور اگر ہم اُن میں کوئی اضافہ یا ترمیم چاہتے ہیں تو کیا۔ اُس کے بغیر یہ بحث بالکل نامکمل ہے۔

اس سلسلہ میں جنگ آزمائی اور خواہ مخواہ کی ضد بالکل فضول ہے۔ اگر میں عورتوں کی زیادتیاں گناتا رہوں اور اس کی مخالفت میں آپ مردوں کے مظالم سنایا کریں تو بحث کسی طرح ختم نہ ہوگی اور اس کی تلخیاں بڑھتی جائیں گی۔ اس لئے میری گذارش ہے کہ جو بہنیں اس موضوع پر کچھ لکھنا چاہیں وہ پہلے کسی قانون داں سے اس مسئلہ کے متعلق واقفیت حاصل کریں اس کے بعد اظہار خیال کریں۔

مَیں جو کچھ ذاتی طور پر خیال رکھتا ہوں اسکا میں نے اظہار کر دیا۔ اور یہاں پر میرا فرض ختم ہو گیا۔
" وَمَا علینا اِلّا البلاغ "

محمود الحسن صدیقی۔ بی۔ اے۔

جوبلی پر وصیّت

اگیت پوری ریلوے سٹیشن کے قریب ایک چھوٹے سے خوبصورت بنگلہ میں ایک معمّر پارسن بنام اِلّابائی رہتی تھی۔ وہ ایک فرم کی مینیجریس تھی۔ اور نہایت درجہ متموّل لیکن اُس کے کوئی اولاد نہیں تھی۔ اُسکا خاوند بھی مدت ہوئی اِنتقال کر چکا تھا۔ گھر کے انتظام اور دیکھ بھال کے لیئے ایک نوجوان پارسی لڑکی مس ہیرا بائی جو یتیم خانہ سے اُس کے ہاتھ لگی تھی مُلازم تھی۔

اِلّابائی پرلے درجہ کی کنجوس اور بخیل تھی۔ اُس کے دسترخوان پر سے بلّی یا کتے کو کبھی ہڈی یا روٹی کا ٹکڑا میسّر نہیں ہوا تھا۔ فقیر گھنٹوں اُس کے در پر چلایا اور سر پٹخا کیئے لیکن ہمیشہ بے نیل مرام ہی جاتے رہے۔ کئی دفعہ خیراتی فنڈ کے سکرٹری نے آکر خیرات کی خوبیاں ظاہر کیں خوب سر کھپایا اور مغز خوری کی لیکن اِلّابائی نے خیرات کے لیئے پائی تک جیب میں سے نہیں نکالی۔

بچاری ہیرا بائی کو آئے دن بکنے جھکنے پڑتے رہتے تھے۔ کہ کھانا کیوں زیادہ پکا لیا گیا؛ تولیہ کیوں اس قدر جلدی میلا ہو گیا۔ بوٹ ابھی پرسوں پالش کیا تھا آج اتنی جلدی کیوں پھر پالش کیا گیا۔ بغیر ضرورت لمپ کیوں جلایا گیا وغیرہ وغیرہ۔

آج آسمان پر اودی اودی کالی گھٹائیں چھا رہی ہیں۔ موسم میں غیر معمولی طور پر خنکی آگئی ہے۔ یہاں تک کہ گرم کپڑا پہنے بغیر باہر نکلنا دشوار ہو رہا ہے۔ اِلّابائی دفتر میں ہے۔ ہیرا بائی گھر پر کام میں مشغول ہے۔ جبکہ وہ کھڑکی پر چک لگا رہی تھی اُسے ایک عمر رسیدہ عورت جو میلے کچیلے پھٹے پُرانے کپڑے پہنے ہوئے تھی باہر آہ وزاری کرتی دکھائی دی۔ ہیرا بائی نے غور سے دیکھا کہ وہ بوڑھی عورت سردی سے لرز رہی ہے۔ بُھوک کے مارے اُسکا چہرہ زرد پڑ رہا ہے۔ ضعف اور نقاہت کی وجہ سے بالکل بے حال ہو رہا ہے۔ اتنے میں کیا دیکھا کہ اُس کے پیر لڑکھڑا گئے اور وہ زمین پر گر پڑی۔ کچھ دیر مانند تختہ بے حس وحرکت پڑی رہنے کے بعد اُس نے آنکھیں کھولیں اور گویا ہوئی "میں مری جا رہی ہوں۔ مجھے کچھ کھانے کو دو۔ ہائے میرا جسم سرد ہو گیا ہے خدا کے واسطے میرے اوپر کپڑا ڈالو" یہ دیکھ کر ہیرا بائی کا دِل بھر آیا۔ آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ دِل تڑپ اُٹھا۔ اُس کی امداد کو جانے کو ہی تھی کہ اُسے خیال آیا کہ مینیجریس کے آنے کا وقت یہی ہے۔ اگر میں نے کھانا کپڑا اس عورت کو دیا اور مینیجریس نے دیکھ لیا تو وہ مجھے کھڑے کھڑے نکلوا دے گی اور میں کہیں کی نہ ہوں گی۔ وہ

مجھ پر ہرگز ہرگز رحم نہ کرے گی بلکہ یہی اور الزام عائد کرکے پکڑوا دے گی۔ ابھی وہ یہ سوچ رہی تھی کہ عورت نے پھر آواز لگائی " خدا کے بندوں خدا کے واسطے میری مَدَد کرو۔ مری! ہائے! میں مری۔ مدد! مدد!"

ہیرا بائی سے اب رہا نہ گیا۔ اُس کی انسانیت اور جوہرِ شرافت۔ جوش میں آگئے۔ اُس نے کہا خواہ کچھ ہو نوکری جائے عزت جائے جان تک جائے میں ضرور بہ ضرور کھانا لیکر جاؤں گی۔ اور بیچ کمبل بھی دے جاؤں گی۔ ہزار دفعہ میری مُلازمت جائے کوئی پرواہ نہیں ہے۔ خدا مسبب الاسباب ہے۔ جس نے پیدا کیا ہے وہ سب کچھ دے گا۔ چنانچہ وہ جھٹ اُٹھی۔ اپنا بستر کھولا۔ کمبل نکالا۔ مکان سے باہر گئی اور کمبل اُس ضعیفہ کو اُڑھا دیا پھر وہ دوڑی دوڑی آئی کچھ روٹی گوشت اور پلاؤ جو اُس کے اپنے حصہ کا تھا مریضہ کے سامنے رکھدیا۔ ابھی وہ پانی لینے کو جا رہی تھی کہ اِلّا بائی یعنی منیجریس یا مالکہ اُس کے پاس ہی کھڑی دکھائی دی۔ دیکھتے ہی ہیرا بائی کی آنکھوں تلے اندھیرا آگیا۔ سکتہ کا عالم طاری ہوگیا۔ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں۔ جہاں تھی وہیں بصورت دیوار کھڑی رہ گئی۔

مالکہ۔ کیا یہ تمام چیزیں تمہارے اس طرح لٹانے کی خاطر رکھ چھوڑی ہیں۔ اور یہ قیمتی کمبل کیا تمہیں اس طرح دے ڈالنے کے لیئے دے رکھا تھا۔ شرم اور افسوس کی بات ہے کہ تم نے میرا گھر لٹا دیا۔ مجھے تباہ کر دیا۔ تم ڈاکوؤں سے سازش رکھتی ہو۔ یہ مکار بڑھیا عورت ضرور ڈاکوؤں کے گروہ کی سرغنہ ہے۔ (ضعیفہ کو ٹھوکر مار کر) اُٹھ کتیا۔ نکل یہاں سے۔ ورنہ میں ابھی پولیس کے حوالہ کرتی ہوں (ہیرا بائی کو مخاطب کرکے) خیر اسی میں ہے کہ تم میرا مکان فوراً خالی کر دو۔ جدھر سینگ سمائیں جاؤ۔ ورنہ تمہیں بڑا گھر دیکھنا پڑے گا۔

غیرت اور شرم نے بڑھیا میں طاقت پیدا کر دی اور وہ کمبل کو چھوڑ ایک طرف کو چلی گئی۔ حرمانِ نصیب ہیرا بائی نے اپنا معمولی سا سامان ایک بقچہ میں باندھا اور بصد حسرت و یاس اُس بنگلہ سے جس میں اُس نے اپنی عمر کے دس سال گذارے تھے نکلی اور سٹیشن کی راہ لی۔ وہاں پہونچ کر معلوم ہوا کہ ریل نکل چکی ہے۔ اور بمبئی کے لیئے دوسری گاڑی چار گھنٹہ بعد ملے گی۔ مجبوراً اُسے سٹیشن پر انتظار کرنا پڑا۔ اکیلی بیٹھی بیٹھی بحرِ خیالات میں مستغرق ہوگئی۔ اور خداوند تعالیٰ سے یوں کہنے لگی ۔" اے خدائے عزّوجل تو جو سب اعلےٰ و ادنےٰ پر حاوی ہے۔ دانا بینا ہے۔ منصف و رحیم ہے۔ تو ہی بتا کہ میں نے کیا گناہ کیا ہے جس کی پاداش میں میں اس طرح خانہ بدر کی گئی اور ذلیل و خوار ہو رہی ہوں۔ مجھے تجھ ہی سے اُمید ہے اور تجھ ہی پر میرا بھروسہ ہے۔ تو جو کہ جن انس پرند چرند اور حیوان کو یہاں تک کہ پتھر میں کیڑے کو روزی پہونچاتا ہے

مجھے بھی اپنی مہربانیوں اور الطاف سے محروم نہیں رکھے گا۔ میری عزت و ناموس کو حفاظت میں رکھے گا۔ میں اپنے آپ کو تیرے سپرد کرتی ہوں۔ کیونکہ تو قادرِ مطلق۔ نگہبان اور پاسبان ہے۔"

ریل کی گھڑگھڑاہٹ نے ہیرا بائی کے خیالات کے سلسلہ کو منقطع کر دیا۔ اُس نے اپنا مختصر سا بقچہ سنبھالا۔ اُٹھی۔ اور ریل کے ایک درجہ میں جا بیٹھی۔ ریل چل پڑی . . . . . .

ریل بوقت سورج غروب بمبئی کے عالیشان وکٹوریا ٹرمینس سٹیشن پر جا لگی۔ ہیرا بائی بقچہ اُٹھا۔ ٹکٹ دے۔ سٹیشن کے باہر آ کھڑی ہوئی۔ دیکھا کہ ہزاروں کی تعداد میں موٹریں سجی سجائی قطاریں کھڑی ہیں۔ دوسری طرف سینکڑوں کی تعداد میں زرق برق گھوڑے زرق البھڑک پوشاک زیب تن کیے استادہ ہیں۔ بیچ میں تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر ارگن باجہ، بینڈ باجہ، فرانسیسی باجہ، انگریزی باجہ، ہندوستانی باجہ باری باری سے میٹھے سریلے سروں میں خوشی کے راگ الاپ رہے ہیں۔ یہ سب کچھ دیکھکر ہیرا بائی نے نتیجہ نکالا کہ کسی بہت بڑے بادشاہ کا جلوس نکلے گا۔ کیونکہ موٹروں میں بڑے بڑے عمائدین معزز لوگ اور افسران سرکاری بیٹھے معلوم ہوتے تھے۔ ہیرا بائی ابھی اِنہی خیالات میں غلطاں و پیچاں تھی کہ ایک ضعیف عورت نے جو نہایت بھڑکدار پوشاک میں ملبوس تھی اُسکا بازو پکڑ کہا "میری معزز خاتون آپ کو واضح ہو کہ یہ تمام جلوس آپ ہی کی عزت اور شان میں نکالا جا رہا ہے۔ یہ تمام عمائدین شہر اور بڑے بڑے ذی وقار سیٹھ اور سرکاری افسران آپ ہی کے استقبال کے لیئے حاضر ہوئے ہیں۔ برائے مہربانی میرے ہمراہ تشریف لانے کی زحمت گوارہ فرما دیں۔"

ہیرا بائی یہ سُنکر ہکا بکا ہو گئی۔ سمجھی کہ خواب دیکھ رہی ہوں یا عالم بالا کی سیر کر رہی ہوں۔ قصہ کوتاہ مس ہیرا بائی کو سب سے اول نمبر کی موٹر میں جو لاکھوں روپوں کے ہیرے جواہرات سے سجائی گئی تھی بڑی عزت سے بٹھایا گیا۔ باجہ نے سلامی لی۔ اور بڑے تزک و احتشام کے ساتھ جلوس روانہ ہوا۔ کچھ عرصہ کے بعد جلوس ایک نہایت عالیشان اور رفیع منزلت محل کے سامنے جو بجلی کے قمقموں سے بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ جا رُکا۔ محل دُلہن کی طرح آراستہ و پیراستہ تھا۔ محل کے دیواروں بُرجوں مِیناروں پر جگہ بجگہ بجلی کے قمقمے لگائے ہوئے تھے دیکھنے والے کو یہی گمان ہوتا تھا کہ محل زمرد کا بنا ہوا ہے۔

مس ہیرا بائی کو موٹر سے اُتارا گیا اُس شاندار محل میں لیجا کر ایک بہت بڑی زریں کرسی پر بٹھایا گیا جو ہیرے اور جواہرات سے جڑاؤ تھی۔ تمام مہمان حسب مراتب اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے۔ وہی بوڑھی عورت جس نے ہیرا بائی کو سٹیشن پر بازو سے پکڑ کر موٹر میں بٹھایا تھا اُٹھی اور اس طرح گویا ہوئی۔

" معزز مہمانوں یہ آپ سب پر اظہر من الشمس ہے کہ آپ میری جوبلی کے موقعہ پر مدعو کیے گئے ہیں جن کے

لیئے یہ سب خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ اب میں ایک نہایت ضروری اور اہم اعلان یا وصیت کرنے کو کھڑی ہوئی ہوں۔ آج میری عمر کا اسی واں سال ختم ہو رہا ہے۔ میں نے اس سے قبل یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ آج سے میں اپنا تمام کار و بار کسی ایسے متنفس کے سپرد کر دونگی جو نہایت رحمدل ہمدرد منصف مزاج اور صاحب فراست ہوگا۔ ایسے شخص کی تلاش میں میں ایک ہفتہ سے سرگرداں تھی میں نے سارا ملک چھان مارا کوئی خاطر خواہ شخص نہیں ملا۔ لیکن کل جبکہ میں اگست پوری میں اپنے آپ کو ایک ضعیفہ بیمار معذور اور فقیر ظاہر کرتے ہوئے ایک جگہ پڑی ہوئی آہ و بکا کر رہی تھی تو اس خاتون نے (ہیرا بائی کی طرف اشارہ کرکے) میرے ساتھ خلوص دل سے سچی ہمدردی کی۔ آنسو بہائے جو اسکے دل کے ترجمان تھے۔ یہ خاتون ازحد رحمدل اور نیک نہاد ثابت ہوئی۔ اس نے اپنے روزگار کو ملازمت کو ٹھوکر مار کر ایثار رحمدلی اور ہمدردی کا سب سے بڑا ثبوت دیا۔ چونکہ میرے کوئی اولاد نہیں ہے۔ یا کوئی ایسا رشتہ دار نہیں ہے جس کے حوالہ میں اپنی جائداد کر سکوں۔ اس لئے میں اعلان کرتی ہوں کہ یہ خاتون یعنی مس ہیرا بائی میری جائداد جو پانچ کروڑ ملکیت کی ہے جائز مالک اور وارث ہوگی۔ امپیریل بنک بمبئی میں ۳ کروڑ روپیہ میرے نام جمع ہے یہ تمام کی تمام رقم بھی ہیرا بائی کے نام منتقل کر دی جائے گی۔ اس کے علاوہ اسوقت میرے پانچ کارخانہ چل رہے ہیں جن کی سالانہ مجموعی آمدنی پانچ لاکھ روپیہ سے کم نہیں ہے ان تمام کارخانوں کی مالک بھی یہی خاتون یعنی مس ہیرا بائی ہوگی۔ وصیت نامہ ابھی ابھی احاطہ تحریر میں لایا جائے گا اور ابھی سب کچھ پایۂ تکمیل کو پہونچایا جائے گا۔ معزز مہمانو اب میں اپنی جانشین یعنی مس ہیرا بائی کو اپنے کارخانوں کے منیجروں سے تعارف کراتی ہوں جن سے انکو اکثر واسطہ رہا کرے گا۔ خاتون ممدوحہ کو اختیار ہوگا خواہ وہ کسی منیجر کو برطرف کر دے ترقی دے یا ڈگریڈ کر دے۔ مجھے کسی سے واسطہ نہیں ہوگا کیونکہ میں اپنی بقیہ عمر یاد الٰہی میں بسر کرونگی۔ مادی دُنیا سے کوئی تعلق نہیں رکھوں گی +

چنانچہ منیجران یکے بعد دیگرے سامنے آئے خاتون موصوف (ہیرا بائی) کو ہر ایک نے جُھک کر فرشی سلام کیا اور اشرفیاں بطور نذرانہ پیش کیں۔ سب سے آخر میں اگست پوری کے منیجر کی باری آئی۔ یہ ایک معمر عورت تھی اس کی جب ہیرا بائی سے آنکھیں چار ہوئیں تو منیجرس کے ہوش اُڑ گئے۔ اُس پر دہشت خوف وہراس نے مکمل غلبہ پا لیا۔ اور یہ دھم سے زمین پر آگری۔ پیشتر اس کے کہ کوئی اسکو سنبھالتا ہیرا بائی اپنی کرسی پر سے لپکی اور اس نے معمر عورت کو اپنے زانوؤں پر لے لیا کہ اُسکو ہوش میں لانے کی تدابیر

شروع کردیں۔ ہیرا بائی اُسکو NURSING نرسنگ کر رہی ہے۔ اُس کی آنکھوں میں سے آنسوؤں کے قطرے نکل کر اُس کے گلابی رخساروں پہ بہتے ہوئے اُس کے دامن میں گر رہے ہیں گویا کہ اُسکا دامن گوہر مقصود سے بھر رہے ہیں۔ ناظرین یہ مینیجریس وہی انگست پوری والی اِلّا بائی ہیں۔ جس کے پاس مس ہیرا بائی ۱۰ سال ملازم رہ چکی ہے۔ کون ہیرا بائی؟ وہی بچاری مظلومہ کل جسکو انہوں نے مکار و دغا باز چور کہہ کر کھڑے کھڑے گھر سے نکلوا دیا تھا۔ اب وہی ہیرا بائی ہے جسکو کلی اختیارات ہیں کہ وہ ایک قلم کے اشارہ سے اِلّا بائی کو معطل یا برطرف کر سکتی ہے۔ لیکن نہیں ہیرا بائی اسوقت زار و قطار رو رہی ہے۔ الا بائی کی ناساز طبیعت ہونے کی وجہ سے نہایت مضطرب و بے چین ہے۔ تڑپ اور کرب محسوس کر رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد الا بائی ہوش میں آتی ہے۔ اپنے آپ کو ہیرا بائی کے زانوؤں پر دیکھتی ہے۔ اُس کے دل میں اُس کی عزت اور وقعت کا بیج بویا جاتا ہے۔ پھر دیکھتی ہے کہ اُس کی ناساز طبیعت کی وجہ سے ہیرا بائی کے دل پر سخت صدمہ گذرا ہے جس کی وجہ سے وہ زار و قطار روتی دکھائی دیتی ہے۔ اب اُس کے دل میں ہیرا بائی کی سچی محبت اور موانست کا پودا لگ جاتا ہے وہ اٹھتی ہے اور وصیت نامہ تیار کرتی ہے کہ

"میری تمام جائیداد اور روپیہ جو بنک میں جمع ہے اُس کی مالک ہیرا بائی ہوگی"

اُسی وقت متذکرہ بالا دونوں بوڑھی عورتیں (الا بائی اور مالکہ کارخانجات) محل سے نکلتی ہیں۔ ایک گرجہ میں بقیہ زندگی یادِ الٰہی میں گذارنے کی خاطر جاگزیں ہوتی ہیں۔ ہیرا بائی وصیت کی رو سے بیشمار دولت ہیرے جواہرات محلات کی واحد مالک بنجاتی ہے۔

بہنو۔ اگر ہم ایک نیکی کرتے ہیں تو خدا ہمیں اُسکا سو گنا بلکہ ہزار گنا عوض دیتا ہے۔

بنت محمد یوسف (بمبئی)

بیٹی سے غلط توقع

شادی کے بعد لڑکی سے والدین کی یہ توقع رکھنی کہ ہمیں مالی مدد دیگی انتہائی بے غیرتی اور داماد پر اپنی مفلسی کا بار بار اظہار کرنا نہ صرف اپنی ہی وقعت خاک میں ملانا ہے بلکہ لڑکی کی مٹی بھی پلید اور اس کی زندگی تباہ و برباد کرنا ہے پہلے زمانہ کے غیرتدار باوضع لوگ لڑکی کے گھر کا پان بھی نہ کھاتے تھے اور اگر مہمان بھی گئے تو اسکا بڑا خیال رکھتے تھے کہ انکی مہمانداری کا بار داماد پر نہ پڑے۔ مگر اس زمانہ میں تو خاصے اچھے پڑھے لکھے بھی بہت سے لوگ ایسے ڈھونڈنے سے مل ہی جائیں گے کہ اگر انکا بس چلے تو داماد کے کپڑے تک بکوا دیں۔ والدین کی داماد سے یہ خواہش کہ لڑکی کے پاس زیور اچھا نہیں ہے بنوا دو۔ یا فلاں فلاں کپڑے کی ضرورت ہے لادو۔ یا بچوں کو سیر تماشہ کے لیئے سکھا سکھا کر بھیجنا غرض کسی نہ کسی ڈھب سے اسکا روپیہ اٹھوانا ایسا رکیک فعل ہے جس سے داماد کو سسرال والوں سے ہی نہیں بلکہ ناکردہ گنہگار بیچاری غریب لڑکی سے بھی نفرت ہوجاتی ہے۔

میں ایک بی بی کو جانتی ہوں۔ صورت شکل کی اچھی، سگھڑ، پڑھی لکھی اور بڑی نیک طبیعت ہیں۔ انکی شادی ایک رئیس سے ہوئی ابھی سال بھر بھی نہ ہوا تھا کہ سسر صاحب کے داماد کے نام خط جا رہے ہیں کہ میرے واسطے لکھنؤ سے ایک عمدہ اچکن کا کپڑا لیتے آنا اور ساس کے لیے چکن کا تھان۔ سالی نے لکھا کہ میرے لیئے گھڑی لائیے گا تو سالے کیوں چوکتے انھوں نے برقی منگائی۔ داماد غریب ان فرمائشوں سے گھبرا گیا۔ مگر بیوی کے منہ سے سب کچھ لانا پڑا۔ جب سسرال پہنچا تو سب کو شادی کرنے کا جرمانہ ادا کیا ساس نے قرضداروں کو داماد کے پیچھے لگا دیا کہ دولہا میاں سے مانگو۔ غریب کا کھانا پینا، سوتا باہر نکلنا سب چھوٹ گیا سخت حیران و پریشان تھا کہ کس مصیبت میں پھنسا اور کیسے غریب ذلیل لوگوں سے سابقہ پڑا۔ ادھر سالوں نے بہنوئی کے بکس کھول کر جو جی میں آیا مزے سے نکالا۔ ایک مہینہ کی چھٹی لے کر آیا تھا۔ مگر اس قدر پریشان ہوا کہ تین روز بعد ہی پیچھا چھڑا کر واپس گیا۔ اور بیوی کو بھی ساتھ لیا۔ اب اسے گئے ہوئے چھ سال کے قریب ہوئے خود تو ایسا بے غیرت سسرال میں کیا قدم دھرتا بیوی کو بھی نہ بھیجا، ساس نندوں نے لڑکی غریب کو طعنے دے دے کر اسکا کلیجہ چھلنی کر رکھا ہے اس کے میکہ والوں کے رویہ سے اسکی طرف سے شوہر کا دل بھی کھٹا ہو گیا۔ لڑکی کی ماں اپنے کرتوتوں پر شرمندہ ہے اور زار و قطار روتی ہے +

آمنہ نازلی

خدا کا جلوہ

(خاص عصمت کیلئے)

(۱) محاسن وصفات میں
حیات میں ممات میں
جماد میں نبات میں
جہانِ بے ثبات میں
تیرا جمال ضوفگن نظامِ کائنات میں

(۲) دُر و گہر معادن عدن
شمیم گل چمن چمن
یہ ارغوان و یاسمن
گل شقیق و نسترن
تیرا جمال ضوفگن نظام کائنات میں

(۳) دماغ میں ہے دل میں تو
نگاہ میں ہے تل میں تو
ہے آفتاب و ظل میں تو
طلسم آب و گل میں تو
تیرا جمال ضوفگن نظام کائنات میں

(۴) نسیم فترہ تاب کیا
شمیم مشک ناب کیا
فروغ ماہتاب کیا
حضور کیا غیاب کیا
تیرا جمال ضوفگن نظام کائنات میں

(۵) طلوع آفتاب میں
ترا وشِ سحاب میں
نزاکت حباب میں
جلاجلِ ورباب میں
ترا جمال ضوفگن نظام کائنات میں

(۶) زمین سے جبال تک
جنوب سے شمال تک
طلوع سے زوال تک
ہلال سے کمال تک
ترا جمال ضوفگن نظام کائنات میں

(۷) بہار رنگ و بو ہے کیا
یہ جلوہ نمو ہے کیا
یہ نغمہ آبجو ہے کیا
یہ حسن گفتگو ہے کیا
ترا جمال ضوفگن نظام کائنات میں

(۸) یہ گنبدِ مشعبدی
یہ کاسہ زبرجدی
یہ حسن صورت سرمدی
یہ جلوۂ محمدی
ترا جمال ضوفگن نظام کائنات میں

(۹) امامت و پیمبری
فصاحت و سخنوری
جلالت و سکندری
ریاضت و قلندری
ترا جمال ضو فگن نظام کائنات میں

(۱۰) مجرمین تو مخبر میں تو
حضر میں تو سفر میں تو
شکست میں ظفر میں تو
منازل ممتہ میں تو
ترا جمال ضو فگن نظام کائنات میں

(۱۱) گنہ کا پردہ پوش ہے
سر دل میں عقل و ہوش ہے
بحار میں خروش ہے
کلی کے دل میں جوش ہے
ترا جمال ضو فگن نظام کائنات میں

(۱۲) یہ حتم کیا یہ جزم کیا
یہ ہمت اور عزم کیا
دلاوروں کی رزم کیا
سخنوروں کی بزم کیا
ترا جمال ضو فگن نظام کائنات میں

عزیز لکھنوی

درس عبرت

سب عیش و طرب کے ہیں ساتھی۔ جب وقت پڑا تو کوئی نہیں
سب دوست ہیں اپنے مطلب کے۔ دنیا میں کسی کا کوئی نہیں
جو باغ تھا کل پھولوں سے بھرا۔ اٹھکیلیوں سے چلتی تھی صبا
اب بلبل و گل کا ذکر تو کیا۔ خاک اڑتی ہے اس جا کوئی نہیں
دنیا کی نمائش کو دیکھا۔ جھپکی جو پلک کچھ بھی تو نہ تھا
ہستی ہے حباب بحرِ فنا۔ اس دم کا بھروسہ کوئی نہیں
کل جنکو اندھیرے سے تھا حذر۔ رہتی تھی الیکٹری پیشِ نظر
ایک شمع جلا دے تربت پر۔ پس مردن اب اتنا کوئی نہیں
سوتے ہیں کہاں اہل مسند۔ آغاز وہ نیک انجام یہ بد
یا بزم طرب۔ یا کنج لحد۔ یا وہ مجمع یا کوئی نہیں
قتال جہاں محبوب جو تھے۔ سوتے ہیں پڑے مرقد انکے
یا مرنے والے لاکھوں تھے۔ یا رونے بھی والا کوئی نہیں
بس رنگ جہاں ہے یہی عظمت۔ دنیا کی نمایش کی ہے یہ گت
چند روزہ یہاں کی ہے سب عشرت۔ پھر جز اپنے مولا کوئی نہیں

سردار محمدی بنت نواب فدائی از لونی

تصویر کے دو رخ

عنوان بالا کے تحت میں جو مضمون ماہ مارچ میں شایع ہوا ہے اسمیں دو فرضی اور خیالی رخ تصویر کے پیش کیے گئے ہیں اس میں غلطی سے ایک خاص شہر کا ذکر آگیا ہے اس لیے چند حضرات کو شکایت پیدا ہوگئی ہے۔ کسی خاص ذات یا طبقہ کی توہین مقصود نہیں ہے مضمون نگار کو افسوس و ندامت ہے۔ اصل غرض سلیقہ شعاری و بدسلیقگی کی دو خیالی تصویریں پیش کرنا تھا۔ جو جملے ناگوار ہیں انکو مضمون نگار [illegible] ۔ ا[illegible]

صفحہ ۲۲۴ کے بعد کے صفحات پر ہندسے غلطی سے **مارچ نمبر میں** پڑ گئے ہیں۔ بہنیں براہِ کرم ۳۱۷ تا ۳۲۲ کو ۲۲۵ تا ۲۳۰ کریں۔ اور فہرست مضامین اور اس کے بعد کے صفحہ کا نمبر ۳۳۱ اور ۳۳۲ کریں۔
منیجر

زندگی کا بیمہ

سعیدہ۔ میری ننھی سعیدہ ابھی تین یوم ہی کی تھی کہ میری حالت دفعتہً خراب ہوگئی۔ اتنی خراب کہ مرض کے مہلک ثابت ہونے اور جان کے جانے کا احتمال ہوگیا۔ لیڈی ڈاکٹر نے مشورہ دیا۔ کہ سعیدہ کے والد کو جو بسبب اپنے تجارتی کاروبار کے بغداد میں تھے۔ میری حالت کی اطلاع دیدی جائے اور انکو بغداد سے بلا لیا جائے تار دیا گیا۔ سعیدہ کے والد تار ملنے پر فوراً بغداد سے روانہ ہوگئے۔ اور اپنی روانگی کی خبر بذریعہ تار دیدی بلکہ جہاز پر سوار ہونے کے بعد بھی بذریعہ وائرلیس۔ میری حالت دریافت کرتے رہے۔ ان کے گھر پہنچنے تک میری حالت کافی روبہ صحت ہوگئی۔ اور چند یوم کے بعد بالکل تندرست ہوگئی۔

سعیدہ ایک ماہ کی ہوگئی۔ یہ میری گود ہی میں تھی۔ میری آنکھوں میں اپنا مرض۔ اور موت، سعیدہ کی یتیمی کا نقشہ کھنچ گیا۔ زبان سے بے اختیار نکل گیا کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ آخر مرنا ہے۔ اب نہ مری تو چند یوم کے بعد مر جاؤں گی۔ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ۔ ہر انسان کے لئے موت ہے۔ ہر شے کے لئے فنا۔ بہرحال مرنا ہے۔ اگر اس مرض سے مر جاتی تو سعیدہ کا کیا حال ہوتا۔ اس کی پرورش۔ اس کی تعلیم۔ اس کی شادی وغیرہ کون کرتا۔ کس طرح سے ہوتی۔ موت کے بعد میرا اپنا کیا حشر ہوتا۔ میں نے اپنے فرائض زندگی کہاں تک ادا کیے۔ "زندگی کا بیمہ" جو اس عہد پر کیا تھا۔ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ کس حد تک پورا کیا۔ اپنی انیس سالہ زندگی اس بیمہ کی کتنی اقساط ادا کیں ان خیالات نے ایک حقیقت کا انکشاف کر دیا جو یہ تھی کہ میری زندگی کے لمحوں میں اس لیے اضافہ کیا گیا ہے کہ میں کچھ فرائض ادا کر سکوں۔ اگر کوئی نیک عمل ہو سکے اس کے کرنے کی کوشش کروں۔ اور اپنے معصوم بچے۔ اور بچی کی پرورش کا انتظام کروں۔ گو اسوقت میں موت سے بچ گئی اور پھر چند یوم کے بعد اچانک مر گئی۔ تو میں اپنے ننھے بچے کے لیے کیا چھوڑ کر مرونگی۔ ان خیالات نے دل پر گہرا اثر کیا۔ اور مجھے اس امر پر آمادہ کر دیا کہ میں اپنی زندگی کا بیمہ۔ یعنے لائف انشور کرادوں۔ جسکا مفاد، میری موت۔ یا زندگی ہر دو حالتوں میں "اشفاق" اور سعیدہ کو ملے۔ میں نے پندرہ سال کے لئے اپنی زندگی کا بیمہ دس ہزار روپیہ میں۔ ایک مشہور بیمہ کمپنی سے کرا دیا۔ اور اس میں یہ شرط لکھوادی کہ بعد اختتام مدت "یا بصورت موت" یہ رقم اشفاق اور سعیدہ کو نصفا نصف ملے۔

بیمہ سے مسلمانوں کی غفلت۔ مسلمان بیمہ سے اتنے غافل ہیں کہ عام۔ بے علم جاہل طبقہ کو چھوڑ کر تعلیم یافتہ متوسط اور اعلیٰ طبقہ میں بھی اسکا رواج نہیں۔ مسلمان خواتین تو کیا۔ مرد بھی اپنی زندگیوں کا بیمہ کرانے سے مستغنی اور بے نیاز ہیں۔

مسلمان ملازمت پیشہ جسٹس۔ جج، منصف، کلکٹر، کمشنر، پولیس سپرنٹنڈنٹ۔ جیلر، انجنیر، ڈاکٹر۔ ملازمین، محکمہ آبکاری۔ ملازمین محکمہ تعلیم وغیرہ وغیرہ۔ مسلمان آزاد پیشہ۔ بیرسٹر، وکلا، حکما، ڈاکٹر، تجار، زمیندار، جاگیردار وغیرہ وغیرہ، مسلمان کارگیر، خیاط، حداد، نجار، زرگر، کارخانہ دار، وغیرہ وغیرہ سب کے سب بیمہ زندگی یا بیمہ جائداد، کارخانہ جات مکانات، اجناس۔ بالکل لاپرواہ ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اچانک حادثات سے جائداد تلف ہو جاتی ہے اور خاندان تباہ ہو جاتا ہے۔

مسلمان جو کماتا ہے سب کا سب خرچ کر دیتا ہے۔ جو حال مردوں کا ہے وہی عورتوں کا۔ بہت ہی تھوڑے لوگ ایسے ہیں جو کچھ رقم بنکوں میں جمع کرتے ہوں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے۔ تنخواہ تمام کی تمام ماہ بماہ خرچ ہوتی رہتی ہے، بونس گریجوئٹی پنشن وغیرہ جو مل گئی اسی کو غنیمت سمجھا۔ اگر ایک مسلمان ڈپٹی کلکٹر یا اسی حیثیت کا اور کوئی ملازم جسکو تین سو روپے ماہوار سے ایک ہزار روپے ماہوار تک کی آمد ہو۔ اچانک فوت ہو جائے۔ تو نہ تو بنک میں کچھ جمع ہوگا نہ زندگی کے بیمہ کی پالیسی ہوگی زیادہ سے زیادہ بیوی کا معمولی سا زیور، بیوی، بچے، اور لواحقین دوسروں کے دست نگر۔ زمانہ کے رحم کے محتاج۔

حادثات کا ہونا، قدرتی، فطرتی، اور یقینی ہے، قانون قدرت اس امر کا مقتضی ہے کہ حادثات ہوں۔ مگر اُنکے دماغ کی تدابیر سوچنا، اُنکے ہلاکت اثرات سے بچنا، یہی فرض انسانی ہے۔ دُنیا کے تمام متمدن ممالک میں۔ بیمہ کا عام رواج ہے۔ یورپ اور امریکہ میں مرد و زن سب کے سب زندگی کا بیمہ کراتے ہیں۔ ہندوستان میں بھی ہندو، عیسائی، پارسی اور دوسری اقوام میں بیمہ کا عام رواج ہے۔

بیمہ کی ابتدا۔ بیمہ کے آغاز کے متعلق مختلف روایات ہیں، قدیم اقوام میں بھی۔ بیمہ مختلف طریقوں پر رائج تھا۔ بعض اقوام کے پیشوا، گرو، پروہت، مذہبی اور مقدس لوگ جو روحانی علم کے دعویدار تھے اور مختلف امراض کو جسمانی کو اپنے اپنے جادو افسوں وغیرہ سے دور کیا کرتے تھے۔ اگر انکا کوئی پیرو مر جاتا تھا۔ تو یہ پیشوا اس کے کنبہ کی پرورش کیا کرتے تھے۔ یا اگر کوئی شخص کسی امیر، سردار، حاکم وغیرہ کے پاس ملازم ہوتا تھا، تو یہ سردار بھی اکثر اچانک موت کی صورت میں۔ متوفی کے لواحقین کی امداد کیا کرتے تھے۔ ہندوستان کی دیسی ریاستوں، دیسی سرکاروں میں بھی عام رواج تھا۔ کہ ملازمین کی اولاد کی پرورش کی جاتی تھی، اور وظائف مقرر کر دئے جاتے تھے۔ تواریخ سے پتہ چلتا ہے۔ موجودہ طریق بیمہ، انگلستان میں سترہویں صدی میں رائج ہے ۱۶۶۶ء میں لندن شہر ایک زبردست آتش زدگی کی نذر ہوا۔ شہر لندن کے

خاکستر ہونے کے بعد ۱۶۸۱ء میں بیمہ کمپنی قایم ہوئی۔ جس نے عمارات کا بیمہ کرنا شروع کیا۔ ایک اور کمپنی قایم ہوئی جو ریل میں سفر کرنیوالوں کا بیمہ کیا کرتی تھی۔ پھر ۱۸۰۱ء میں یونین کمپنی قایم ہوئی جس کی دیکھا دیکھی بہت سی کمپنیاں قایم ہو گئیں۔ جرمنی میں پہلی بیمہ کمپنی ۱۸۵۵ء میں قایم ہوئی۔ امریکہ میں ۱۷۵۲ء، فرانس اور روس میں ۱۸۱۶ء اب مغربی ممالک میں ہزارہا کمپنی بیمہ کا کاروبار کرتی ہیں۔

بیمہ کا مفہوم انشورنس یا بیمہ کا ایک ایسا مشترکہ طریق عمل ایک ایسی تجویز۔ ایک ایسی اسکیم ہے۔ کہ جس کے ذریعے اُن تمام مالی نقصانات کی تلافی ہو سکے جو بعض اچانک اور ناگہانی۔ حوادث کے باعث کسی انسان کو برداشت کرنے پڑتے ہیں مثلاً آتش زدگی کے باعث مال و جائداد کا تلف ہو جانا۔ سمندر میں کسی تجارتی جہاز کی غرقابی۔ ایک کمانے والے کا کسی حادثہ کے باعث ناکارہ اور اپاہج ہو کر زندگی بھر اپنی کوشش سے کچھ نہ کما سکنا۔ موت کے باعث کمانے والے کے حصہ آمدنی سے۔ مالی نقصانات کا بچنا وغیرہ۔ بیمہ سے نہ تو یہ حوادث روک سکتے ہیں۔ نہ بیمہ کا یہ مقصد ہے کہ حوادث کے روکنے کے لئے قانون قدرت۔ یا مشیت ایزدی کا سد راہ ہو۔ اور نہ بیمہ سے فانی انسان کی موت رک سکتی ہے۔ اور نہ بیمہ موت سے کسی کو بچا سکتا ہے حوادث قانون قدرت کے ماتحت ہوتے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ مرنے والوں کو مرنا ہے اور مرتے رہینگے۔ بیمہ انکو نہیں روک سکتا۔ مگر بیمہ کا تعلق صرف اُن نقصانات کی تلافی تک محدود ہے۔ جو ایسے حوادث کا نتائج ہیں ایک شخص یا اس کے کنبہ کو برداشت کرنے پڑتے ہیں۔ بیمہ کا مفہوم یہ ہے کہ بیمہ سے وہ مالی نقصانات بقدر حصہ اُن تمام نفوس پر تقسیم ہو جاتے ہیں۔ جو بہ حیثیت رکن بیمہ کمپنی ایک دوسرے سے وابستہ ہو چکے ہیں اور بیمہ کے رشتہ دار یا بیمہ کی برادری۔ یا بیمہ کا حلقہ بن چکے ہیں۔ دراصل بیمہ کمپنی ایک منظم طریق پر، حکومت کے زیر نگرانی۔ ملکی قوانین کے ماتحت رہی کام کرتی ہے۔ جو بہت سی مسلمان برادریاں کرتی ہیں یعنے شادی، غمی، موت و پیدایش کے موقعوں پر لینے دینے، نیوتہ، یا قرض حسنہ یا امداد حسنہ کا جو دستور بعض برادریوں میں ہے۔ اِنہی اُصولوں پر بیمہ کمپنی لین دین کرتی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ بیمہ کمپنی کا رکن سالانہ بقدر حصہ اپنی رقم اقساط کی صورت میں معینہ وقت تک ادا کرتا رہتا ہے اور برادری والوں کو شادی غمی کے موقعوں پر نیوتہ دینا پڑتا ہے۔ جتنی رقومات کسی شخص نے بطور نیوتہ کے اہل برادری کو دے رکھی ہیں وہ تمام بچہ کی پیدایش۔ ختنہ، شادی کی تقاریب یا کسی عزیز کے انتقال پر معہ منافع کے واپس مل جاتی ہیں۔ اسی طرح سے زندگی کا بیمہ کرنے کے بعد جس قدر رقم سالانہ جمع کرائی جاتی ہے وہ وقت مقررہ یا موت کے بعد برادری کے اُن لوگوں سے جو برادری بیمہ کمپنی کے رکن ہونے کی حیثیت سے بنائی گئی ہے۔ خواہ اس کے اراکین دُنیا کے کسی ہی حصہ کے باشندے اور کسی ہی مذہب کے پیرو کیوں نہ ہوں۔ متوفی کے لواحقین کو معہ منافع مل جاتی ہے۔ سویم۔ اور چالیسویں کے موقعہ پر نہ سہی۔ میونسپل سے موت کے سرٹیفکٹ حاصل کرنے پر سہی۔

بیمہ کی یہ تعریف بھی ہو سکتی ہے کہ بیمہ زندگی کچھ رقم کے بچانے، پس انداز کرنے کا، ایک منظم اور جبریہ طریق ہے۔ جس میں ایک خاص رقم مدت معینہ اور مقررہ تک بعض قواعد وضوابط کے ماتحت ایک شخص کو جمع کرنی پڑتی ہے۔ اور وہ تمام رقم مع منافع کے جو بیمہ کمپنی کو اُن کاروبار سے حاصل ہوتا ہے جو وہ کرتی ہے۔ بیمہ شدہ شخص کو مدت مقررہ کے بعد مل جاتی ہے۔

اقسام بیمہ۔ مغربی ممالک میں صدہا طرح سے بیمہ کیا جاتا ہے (۱) انسانی زندگی کا۔ مختلف اوقات کے لیئے بیمہ۔ (۲) تمام عمر کا بیمہ۔ آتش زدگی کا بیمہ (۳) اتفاقی کا بیمہ (۴) سفر کا بیمہ (۵) شادی کا بیمہ (۶) خوبصورتی کا بیمہ (۷) سرقہ کا بیمہ (۸) موٹر کار، مشینوں، کلوں، کا بیمہ (۹) جہازوں اور ہوائی جہازوں کا بیمہ (۱۰) تعلیم کا بیمہ (۱۱) اعضائے جسمانی کا بیمہ (۱۲) ملازمت سے بیکار ہونے کا بیمہ (۱۳) قیمتی اشیا کا ایک مقام سے دوسرے مقام تک ترسیل کا بیمہ (۱۴) پالتو جانوروں، گھوڑوں، کتوں وغیرہ کا بیمہ (۱۵) قدرتی حوادث، طوفان، بجلی، طغیانی سے تباہ ہونے کا بیمہ۔ غرضکہ مغرب میں ہر انسان اور اس کی کل کائنات بیمہ شدہ ہوتی ہے۔

زندگی کا بیمہ۔ زندگی کے بیمہ کی بہت سی اقسام ہیں۔ مگر دو بڑی اقسام کے ماتحت جملہ اقسام آسکتی ہیں۔ (۱) پہلا طریق اور پہلی قسم تو یہ ہے کہ جس میں رقم بیمہ اگر پالیسی جاری رہے یقینی ہو کر ملے (۲) دوسرا طریق یہ ہے جس میں عارضی اور وقتی بیمہ ہوتا ہے۔ رقم ملے یا نہ ملے، مثلاً ایک صاحب بغداد کا بحری سفر اختیار کرتے ہیں۔ اس سفر کے لیے بیمہ کرائے گا سفر خیریت سے طے ہوگا کچھ رقم ہی ملی۔ پہلی صورت میں رقم کا ملنا ضروری ہے۔ اور طریق اول ہی کے ماتحت زیادہ تر انسانی زندگیوں کا بیمہ ہوتا ہے۔ بیمہ کس طرح سے ہوتا ہے اس کے کیا شرایط ہیں یہ تمام حالات بہت سی کمپنیوں کے پراسپکٹس چھوٹے چھوٹے رسائل سے جو بیمہ کمپنیوں کے دفتروں سے مفت ملتے ہیں نہایت آسانی سے معلوم ہو سکتے ہیں۔

بیمہ کی ضرورت۔ مسلم خواتین کو شادی کے بعد زندگی کا بیمہ کرا لینا کئی ایک وجوہ سے نہایت ضروری ہے (۱) پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ مصیبت اور ناگہانی افتاد کی تیاری دوسرے۔ مسلمان عورت ہندو عورت کی طرح سے۔ جب بچوں کی ماں بنتی ہے تو بچے کی تعلیم اور بیٹی کی شادی کے لیئے کچھ جمع نہیں کرتی۔ اور بہت سے مسلمان تو بیٹی کو شرعی ورثہ سے بھی محروم رکھتے ہیں۔ ہندو ماں کو بیٹی کا بہت فکر ہوتا ہے اور یہ عادت ہندوؤں میں صدیوں سے چلی آتی ہے۔ مگر مسلمان ماں اس فکر سے بے نیاز ہوتی ہے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بیٹی شادی کی عمر کی ہو گئی، میاں کو پنشن ہو گئی۔ اچھے وقت میں کچھ جمع نہ کیا۔ مکان گرو رکھ کر گھر سے بیٹی کو اٹھایا۔ اگر زندگی کا بیمہ ہوتا تو دس پندرہ سال کے بعد معقول رقم مل جاتی اور وقت پر کام آتی۔ زچگی میں اکثر جانیں ضایع ہو جاتی ہیں۔ اس لیے بھی بیمہ کرا لینا اچھا ہے۔

بیمہ کے نقصان۔ اگر بیمہ کی اقساط باقاعدہ نہ دی جائیں تو پالیسی ضایع ہو جاتی (۲) اگر تین سال کے بعد جمع شدہ رقم میں سے واپس طلب کیا جائے تو پوری رقم نہیں ملتی ۔

والدہ سعیدہ (مسز مریم حافظ شریف حسین کراچی)

اندلس کی نامور مُسلم خواتین

امیر حکم ثانی کے زمانے میں ایک خاتون **فضل** نامی گذری ہیں بڑی دانشمند لایق بیوی تھیں ان کی شب و روز یہی کوشش رہتی تھی کہ بہترین اور عمدہ ترین علم حاصل کریں اور پاکیزہ اعلیٰ کتب سے اپنے کتب خانہ کو مزین کریں۔ انکے والد عفار بن نصر تیمی اپنی پیاری بیٹی کے اس شوق کو پورا کر کے بے حد خوش ہوتے تھے کیونکہ انکی چہیتی لاڈلی بیٹی کی فضیلت علمی کی دھاک سارے اندلس میں بیٹھی ہوئی تھی یہاں تک کہ امیر وقت تک اس کی قدر کرتے تھے۔ ایسی بیٹی پر باپ بجا طور پر فخر و ناز کر سکتا تھا۔

امیر حکم ثانی کا ایک درباری خادم تھا اس کی شہرت تاریخ میں اس کی بیٹی **فاطمہ** کی وجہ سے ہوئی۔ یہ فاضل لڑکی نہایت لایق استانیوں سے تعلیم پائی ہوئی تھی خوشخط ایسی تھی کہ حکم کے فرمان سے خاص بادشاہ کے کتب خانہ کے لیے کتابوں کی نقل و کتابت یہی فاطمہ کرتی تھی جس کے صلہ میں انعام و اکرام مراتب عالیہ سے مالامال ہوتی تھی۔ اس کے ساتھ ہی اس کی معاشرت اور صحبت بہت اعلیٰ خواتین کے ساتھ تھی شہزادیاں محلسرا کی بیگمات اس کی بہت قدر کرتی تھیں ۔

غایتہ۔ ایک کنیز تھی مگر شاعری میں اعلیٰ درجہ رکھتی تھی ایک امیر نے بادشاہ معتصم سماوی کے دربار میں بادشاہ کی خدمت میں اسکو پیش کیا بادشاہ نے امتحان کے طور پر کہا تیرے نام کی تضمین کر فی الفور چند اشعار میں اپنے نام کی تضمین اس خوبی سے کی کہ جس سے بادشاہ شعراء دربار بہت محظوظ ہوئے۔

مریم اشبیلی ایک لایق فاضل خاتون تھیں انکی ہر ایک علم میں دسترس تھی۔ اپنے وطن اشبیلیہ میں ایک مدرسہ بہت بڑا جاری کر کے تعلیم دینے لگی تھیں۔ اس مدرسہ نے رفتہ رفتہ ایک کالج کی صورت اختیار کر لی تھی۔ شہزادیاں۔ رئیسوں کی بیٹیاں، شریفوں کی لڑکیاں تعلیم حاصل کرنے کے لیئے یہیں آتی تھیں۔ یہ دیندار محترم خاتون نہایت وقار کے ساتھ انھیں تعلیم دینے میں مشغول رہتی فقہ، حدیث، ادب، تاریخ، جغرافیہ کی تعلیم نہایت سلجھے ہوئے طریقے عمدہ پیرایہ میں دیتی تھیں۔ اکثر بیشتر امیرزادیاں مریم کی دست بوسی کی آرزو رکھتی تھیں اور نہایت عقیدت سے اسکا ہاتھ چومتی تھیں۔

یہاں کی فارغ التحصیل طالبات کو بڑے امرا و سلطنت شہزادگان فضلاء ملک اپنے عقد میں لاتے تھے۔ اور موقع موقع سے انھیں عمدہ جگھوں پر تعینات کرتے تھے۔ مریم کی فضیلت علمی اس سے ظاہر ہوتی ہے کہ بادشاہ وقت تک

مریم کو نذر و نیاز پیش کرتے تھے۔ مریم نے عمر طبعی کو پہنچکر انتقال کیا۔ تا دم مرگ درس تدریس کے دلچسپ شغل میں مصروف رہی۔

اسماء اشبیلیہ کی ایک تعلیم یافتہ خاتون تھیں یہ بنو عامر کے معزز قبیلہ سے تعلق رکھتی تھیں مگر الموحدون کے زمانہ تک بنو عامر کا جاہ و جلال رخصت ہو چکا تھا فلاکت وادبار کی سیاہ گھٹا میں یہ معزز خاندان پھنس گیا تھا۔ جس کی ایک معزز فرد اسما بھی تھیں جو زمانے کے ہاتھوں بہت تکلیفیں اٹھا رہی تھیں۔ لیکن تھیں نہایت عالمہ فاضلہ، عقیل و فہیم، جب عبدالمومن بن علی کا زمانہ عروج پر آیا تو اسما نے اپنے افلاس سے تنگ آکر ایک درد بھرا قصیدہ بادشاہ کی خدمت میں لکھ بھیجا۔ جس سے بادشاہ بہت متاثر ہوئے اور اسما کی تازیست معقول پنشن مقرر کر دی +

بنو امیہ کے حاجب مظفر ابن حاجب ابی عامر کے زمانے میں عائشہ بنت احمد کے کمال کی دھوم سارے اندلس میں پہنچ گئی تھی۔ اس نے فضل و کمال کے سامنے کسی کی کوئی ہستی نہ تھی۔ عالم فاضل ہونے کے علاوہ نہایت اعلیٰ پایہ کی شاعرہ تھی۔ نیز فن خطاطی میں بے نظیر مانی جاتی تھیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ نہایت درجہ حسین اور بہت ہی پاکیزہ اخلاق آزاد خیالات رکھتی تھیں۔ انہیں فخر تھا بجا فخر تھا کہ ہر امیر ہر عالم یہاں تک کہ بادشاہ کے کتب خانہ میں انہیں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتابیں زینت بنی تھیں۔ بادشاہوں کے دربار علما شعرا کی خدمت میں بے جھجک بے دھڑک جاتی تھیں اپنے مضامین قصائد اشعار فن خطاطی کے بہترین نمونہ پیش کر کے خراج تحسین وصول کرتی تھیں معقول انعام اکرام سے سرفراز ہوتی تھیں۔ انہیں اپنے ترقی علم کا اتنا شوق تھا کہ شادی کو حارج علم تصور کر کے مدت العمر شادی نہ کی۔ یوں دنیا کو اپنے پر تحسین و آفریں کرتی ہوئی دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ نہ کبھی اپنے حسین خوبصورت چہرے کو نقاب سے چھپانے کا خیال کیا +

احمد بن قاسم قرطبہ کے ایک معزز خاندان کے عالم شخص تھے انہیں اپنی عزیز لاڈلی بیٹی **عایذہ** سے بے حد محبت تھی۔ عایذہ اچھی شاعرہ تھی نہایت پابند مذہب زاہدہ تھی حسین و جمیل بھی تھی عایذہ کے چند اشعار اتنے لطیف و پیارے تھے کہ خلیفہ عبدالرحمٰن ناصر کو اتنے پسند آئے بر سر دربار خلیفہ نے بہت تعریف کی +

اندلس کی دو خاتونیں ایک ہی نام **صفیہ** سے مشہور تھیں ایک کا وطن قرطبہ دوسری کا اشبیلیہ دونوں باعلم، باجمال، باکمال، شاعری اور خطاطی کی دونوں ماہر تھیں ایک تو خلیفہ الناصر کی خاص خوش نویس شاعرہ تھی جس کی زمزمہ سنجی، خوش گلوئی سے خلیفہ بہت مسرور ہوتے تھے۔ دوسری نہایت فصیح، بلیغ مقررہ شاعرہ تھی +

ابوالحسن شاعر کی محبوب بیٹی حسانہ ابھی کنواری تھی کہ یتیم ہوگئی باپ نے اپنی زندگی میں علوم مروجہ کی نہایت مکمل تعلیم دی تھی شاعری میں بھی ملکہ رکھتی تھی لیکن باپ کے بعد زمانے کے ہاتوں بہت تنگ ہوگئی یہاں تک کہ لوگ اسکو یتیمہ ہی کہنے لگے۔ آخر حکم اول کا زمانہ آیا اس نے چند اشعار اپنے حسب حال لکھ کر امیر کی خدمت میں روانہ کیے۔ امیر نے ایک نامہ روانہ کیا کہ اسکو دکھاکر میرے عامل کے پاس سے ماہ بماہ وظیفہ وصول کرلو۔ اس کے چند ہی ماہ بعد حکم کا انتقال ہوگیا۔ گورنر نمک حرام نے وظیفہ مقررہ بند کردیا بیچاری حسانہ پھر بڑی تکلیف کی حالت میں زندگی بسر کرنے لگی آخر مجبور ہوکر اپنے وطن وادالحجارا سے دارالخلافہ قرطبہ کو روانہ ہوئی۔ اور خلیفہ کی ایک حرم کی بدولت خلیفہ کے حضور باریاب ہوئی چند موزوں فی البدیہہ اشعار سنائے اور مرحوم خلیفہ کی تحریر بھی دکھائی جس کو دیکھکر خلیفہ بہت متاثر ہوئے اور حسانہ کی بہت تعریف وعزت کی گورنر کو معزول کرکے حسانہ کو انعام اکرام سے سرفراز کیا اور معقول وظیفہ بھی مقرر کردیا۔

عصمتی بہنیں ان معزز محترم خواتین کے مختصر حالات پڑھ کے محظوظ ہوئی ہونگی۔ یہ مقتدر ہستیاں ایسی جگہ پیدا ہوئی تھیں جس جگہ سے ہندوستانی مستورات بہت کم واقف ہیں۔ اب اندلس میں ان خواتین کا نام تو نام قبروں تک کا نشان باقی نہیں۔ ظالم بے درد نصارا کے تعصب نے جہاں ان خواتین کی معنوی اولاد (تالیف وتصانیف) کو نذر آتش کردیا وہیں انکی قبروں کو بھی مسمار کرکے سطح زمین کے برابر کردیا لیکن یہ ایسی ہستیاں تھیں کہ باوجود نیست ونابود ہوجانے کے تاریخ میں آج تک زندہ ہیں بقائے دوام کے پھولوں سے آراستہ۔

خداوند عالم ہمیں بھی توفیق دے کہ ہمارے خاکی جسم خاک میں مل جائیں روح اپنے مقام مقصود پر چلی جائے قبریں تک بھی نہ رہیں لیکن ہمارے کام ہمارے نام اُس کے بندوں کی رہبری کے لیئے باقی رہ جائیں۔ آمین ثم آمین۔

گو کہ یہ درخواست بے موقع ہے یہ توقع بے جا ہے مگر بہنوں سے بصد عرض کرونگی کہ ان خواتین کی روح کو خوش کرنے کے لیئے ہاتھ اُٹھائے۔ دوگرم گرم آنسو انکی یاد میں گرائے زبان سے انکی روح پر درود پڑھ کر بخشے اس سے ان کی ارواح طیبات خوش ہونگی اور آپ کے حق میں دُعاگو۔ مہرالنساء

صندل چراغاں

عصمت بابتہ ماہ دسمبر ۱۹۲۹ء میں فاطمہ بیگم صاحبہ نے بمبئی میں صندل دیکھ کر اظہار تعجب کیا ہے اور اس کے استعمال کے متعلق بھی کچھ لکھا ہے، اس کے بارے میں چند باتیں اور بھی سن لیجئے۔ دکن میں عرس کے لوازمات میں صندل چراغاں اور باسی چراغاں شریک ہیں بعض بعض درگاہوں پر ان دو تین رسوات کے علاوہ اور رسومات بھی ادا کی جاتی ہیں مگر صندل اور چراغاں تا وقتیکہ نہ ہوں عرس ہی نہیں ہوتا۔

دکن میں جس قدر درگاہیں چلے وغیرہ ہیں ان سب پر صندل مالی لازمی ہے، اس کی تاریخ سے بحث نہیں فی الحال میں یہ نہیں بتلا سکتا کہ یہ رسم کب سے رائج ہے مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ تقریباً تین سو سال سے اس رسم کا وجود ہے، ہر ایک درگاہ کا عرس صندل سے شروع ہوکر چراغاں پر ختم ہوتا ہے پہلے روز عموماً بعد مغرب صندل لیجاتے ہیں اور اسے درگاہ کے پاس رکھکر رات بھر قوالی وغیرہ میں گذار کر صبح قبل نماز فجر یا بعد نماز فجر صندل مالی ہوتی ہے اور پھر دن میں ختم قرآن وغیرہ کیا جاتا ہے اور رات میں چراغاں کیے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ قوالی بھی اسی طرح اس کے دوسرے روز باسی چراغاں ہوتے ہیں اور عرس ختم ہو جاتا ہے عموماً صندل کا جلوس شاندار ہوتا ہے اور چراغاں کے روز درگاہ پر خاصا میلا ہوتا ہے، باسی چراغاں بھی خالی نہیں جاتے، صندل عموماً کسی ایک مقرر کردہ جگہ سے مقرر کردہ وقت پر لیجایا جاتا ہے ہر بزرگ کے مزار کا صندل کسی نہ کسی مناسبت سے کسی خاص جگہ سے نکالتے ہیں یہاں پر یہ طریقہ ہے کہ صندل کی لکڑی کو صندلا سے پر پانی ڈال کر گھستے ہیں اور اسکا صندل نکال کر جمع کرتے جاتے ہیں اس میں عموماً گلاب کی پتیاں ملائی جاتی ہیں بعض بزرگوں کے لیئے جو صندل تیار کیا جاتا ہے اس میں پانی کے ساتھ ساتھ گلاب اور کیوڑہ ملاکر صندل گھسا جاتا ہے اور بعضوں کے لیے صرف گلاب اور کیوڑے میں بلا پانی ملائے۔ اس صندل کی کوئی مقدار مقرر نہیں ہوتی بڑے بڑے بزرگوں کے لیے حسب مراتب زیادہ، اور چھوٹوں کے لیئے کم ہوتا ہے مگر چھوٹے سے چھوٹے بزرگ بھی سیر بھر سے کم صندل کے مستحق نہیں ہوتے۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسو دراز گلبرگہ شریف، دکن کے لیۓ جو صندل تیار کیا جاتا ہے وہ گلاب کی پتیوں کو ملاکر تولا جائے تو کسی حال میں دس بارہ سیر سے کم نہیں ہوتا چونکہ دکن کے سب سے بڑے بزرگ ہیں اور خواجہ غریب نوازؒ کے بعد آپ ہی کا نمبر ہے اس لیۓ ایسا ہونا ہی چاہیے۔ عموماً دن میں صندل گھس گھسا کر تیار

کر دیا جاتا ہے اور کسی کشتی وغیرہ میں جاکر ایک لکڑی کی مخمل منڈھی ہوئی بڑی سی کشتی میں رکھ دیتے ہیں اور اس کے اوپر مخمل کا کامدار غلاف اڑھا دیتے ہیں جسے "طرہ پوشش" یا "طورہ (توڑہ) پوش" کہتے ہیں جب لے چلتے ہیں تو اس کشتی کو کسی مرید یا مرید سلسلہ کے با اخلاص سر پر رکھ دیتے ہیں اور کشتی شامیانے کے سائے میں لے لی جاتی ہے شامیانہ عموماً مخملی ہوتا ہے جس کی چوبیں نقرئی ہوتی ہیں اور ان چاروں چوبوں کو مزدور اٹھائے چلتے ہیں۔ آگے باجہ ہوتا ہے، عموماً سپاہی وغیرہ بھی ہوتے ہیں اور پھر صندل کی کشتی معہ شامیانہ اس کے سامنے یا پیچھے مولود کی جماعت صندل کے متعلق قصیدہ پڑھتے ہوئے یا قوالوں کی چوکی صندل ہی سے متعلق کوئی ٹھمری یا غزل گاتے ہوئے چلتی ہے اس کے پیچھے مریدان با اخلاص اور معتقدین تماشائی وغیرہ ہوتے ہیں۔ بعض بزرگوں کا صندل گھوڑے اور اونٹ وغیرہ پر بھی جاتا ہے، جلوس کی زیادتی بھی بلحاظ مراتب ہوتی ہے، حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے صندل میں تقریباً پانچ چھ فرلانگ کا جلوس ہوتا ہے آگے آگے سوارہ پولیس پھر پیدل پولیس اس کے بعد اونٹوں کی قطاریں اور انکے بعد مختلف ورزش گاہوں کی ٹکڑیاں ایک نیڈی پر ستوں باندھے ہوئے جسے "ملکھم" کہتے ہیں اس پر چڑھتے اترتے مختلف کمال کرتے ہوئے انکے بعد بے قاعدہ فوج، عرب، سندھی، یمن وغیرہ کے جوان رجز پڑھتے اور بندوقیں سر کرتے ہوئے انکے آگے پیچھے سینکڑوں بجلی کے ہنڈے جھاڑ فانوس وغیرہ مزدوروں کے سر پر صندل شریف کے شامیانے کے آگے مولود کی کئی ایک جماعتیں گلے بازیاں کرتی رہتی ہیں۔ کوئی جماعت

ہے یہ بندہ نواز کا صندل

گاتی ہے تو کوئی ؏ صندل ہے آج خواجۂ گیسو دراز کا

پڑھتی ہے اس کے بعد ایک بہت بڑی کشتی صندل سے بھری ہوئی شامیانے کے درمیان ہوتی ہے ایک آدمی اسکو تھاما ہوا رہتا ہے مگر معتقدین بھی ہاتھ لگا کر وزن بٹا لیتے ہیں مستقر صوبہ کے کل عہدہ دار صوبہ دار (کمشنر) تعلقدار (کلکٹر) دوم تعلقدار (ڈپٹی کلکٹر) مہتمم کوتوالی، تحصیلدار، ڈاکٹر سے لیکر پوسٹ ماسٹر تک سب صندل کے ساتھ ہوتے ہیں یہ صندل گورنمنٹ (وزارت یا ایوان صوبہ داری) سے یا محبوب گلشن (پبلک گارڈن) سے نکلتا ہے کئی سو روپے سرکار عالی کی طرف سے سالانہ صندل کے لیئے مرحمت ہوتے ہیں اور عموماً اعلحضرت حضور بندگان عالی شہریار دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ بھی عرس میں تشریف فرما ہو کر صندل میں شرکت فرماتے ہیں۔ عموماً صندل سر مغرب نکل کر دس ساڑھے دس بجے درگاہ کو پہونچتا ہے۔ گویا تین ساڑھے تین میل کا رستہ چار ساڑھے چار گھنٹے میں طے ہوتا ہے، یہ تھا گلبرگہ کے صندل کا حال حیدر آباد کے صندلوں میں ایسا کوئی زبردست صندل نہیں مگر مجمع یہاں بھی خاصا ہوتا ہے گو فوج وغیرہ نہیں ہوتی مگر پبلک رہتی ہے،

چار چھ سال سے بعض ہمدردانِ قوم نے یتیم خانے وغیرہ کھول دیئے ہیں زینت صندل بنا کر یتیم خانے کے لڑکوں کو بھی بھیج دیتے ہیں ایک لمبے بانس پر ایک مقوی کا ٹکڑا لگا ہوا اس پر جلی حرفوں میں انجمن یا یتیم خانہ کا نام لکھا ہوا ہوتا ہے اور ان کے ساتھ ساتھ ایک ہی وضع قطع اور رنگ کا لباس پہنے ہوئے لڑکے ہوتے ہیں چونکہ کئی ایک یتیم خانے اور انجمنیں ہیں اس لیے ہر ایک نے اپنی وردی الگ الگ مقرر کرلی ہے ان بچوں سے بھی صندل میں خاص شان پیدا ہوجاتی ہے۔

حیدرآباد میں شاہان جنت نشین کے اعراس بھی ہوتے ہیں اور ان کے صندلوں میں فوج وغیرہ بھی ہوتی ہے اور پورے جلوس کے لوازمات ہوتے ہیں اور اُمرار پائگاہ کے صندلوں میں اسی طرح!

جیسا کہ میں نے قبل ازیں لکھا ہے کہ صندل مزار پر لیجاکر رات میں رکھ دیا جاتا ہے نماز فجر سے پہلے یا نماز فجر کے بعد عموماً صندل مالی ہوتی ہے چنانچہ گلبرگہ شریف کی صندل مالی کا حال سن لیجئے،

پہلے مزار پر کے تمام غلاف (جو چار چھ کی تعداد میں ہوتے ہیں) اُتار دیئے جاتے ہیں اس کے بعد مزار کو گلاب اور کیوڑے کے پانی سے دھویا جاتا ہے پھر صندل مالی ہوتی ہے چونکہ مزار بہت اونچا اور لانبا ہے اور تقریباً پورا مزار صندل کا ہے (اصلی مزار نیچے واقع ہے) اس لیے اس میں بعض سفید بڑے بڑے چوہوں نے اپنے بڑے بڑے نشیمن بنالیے ہیں پہلے تو ان چوہوں کے سوراخوں میں صندل کو مٹی کی طرح تھوپ دیتے ہیں پھر سارے مزار کو صندل سے ملتے ہیں اس صندل مالی میں صرف خاص خاص خدام اور مشائخین عظام اور اعلےٰ طبقے کے لوگ ہوتے ہیں۔ عام لوگ جانے نہیں پاتے مزار شریف دھونے کے بعد اس کا پانی تبرکاً حاضرین منہ پر ملتے اور بعض لوگ تھوڑا سا پی بھی لیتے ہیں۔ علیٰ ہذا بچا کھچا صندل بھی۔ خوش نصیبی سے دو تین دفعہ مجھے بھی اس متبرک منظر کے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی ہے۔

مذہبی اور اخلاقی نقطۂ نظر سے ہٹ کر " تماشائی نقطۂ نظر سے" صندل بڑی دلچسپ چیز ہوتی ہے میری دانست میں ہر ایک مشائخ اس کا آرزومند ہوگا کہ مرنے کے بعد اسکا صندل بڑی شان و شوکت سے نکلے،

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

سید تمکین الکاظمی

جن "مریخ" کے باشندے ہیں

جنوں کے وجود کے متعلق علمار مشرق ومغرب کے مختلف خیالات ہیں۔ اہل اسلام قوم جن کے وجود کو سورۂ جن کی بنا پر تسلیم کرتے ہیں۔ یورپ والے اس مسئلہ میں مختلف الخیال ہیں۔ بعض تو سرے ہی سے اس کے منکر ہیں اور بعض اس کی مختلف صورتیں بتاتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ کے رسایل میں اکثر اس عنوان کے ماتحت مباحث ہوتے رہتے ہیں اور بعض علمار نے اپنے نظریہ شرح وبسط کے ساتھ مستقل تصانیف کی صورت میں پیش کیے ہیں۔

سورۂ جن کے مطالعہ سے صرف اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ جن بھی منجملہ دیگر مخلوقات کے ہیں لیکن تفاسیر احادیث اور اقوال سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جنوں کی قوم آتشی ہے اور ان سے انسانوں کی بہ نسبت زیادہ خرق عادت باتیں رونما ہوتی رہتی ہیں وغیرہ۔

مَیں نے مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا ہے اور علمائے مغرب کے خیالات کے روبرو اسلامی نقطۂ نظر پر غور کیا ہے اور میری سمجھ میں جو بات آئی وہ عصمتی بہنوں کے سامنے پیش کرتی ہوں۔ اس مضمون سے ہرگز میرا یہ مطلب نہیں کہ میں قرآن واحادیث کے خلاف کوئی بات کہوں اور نہ میرے مضمون میں کوئی ایسی بات نظر آسے گی۔ مذہب نے ہمیں غور وفکر کی اجازت دی ہے اور ہر صاحب فکر کو لازم ہے کہ بغیر غور کے وہ کوئی بات قبول نہ کرے سوائے ان مسائل کے جن میں اپنا علم محدود ہو مثلاً مسائل شرعی وغیرہ۔ مسئلہ زیر غور کوئی شرعی مسئلہ نہیں چنانچہ میرے اس مضمون کو کسی دوسری روشنی میں دیکھنا میرے ساتھ ظلم ہوگا۔

آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ سے واضح ہے کہ انس وجن کا مقصد تخلیق ایک ہے اور اسی آیت سے اس قوم کے وجود کا مسئلہ بھی طے ہو جاتا ہے۔ دونوں کے مقصد تخلیق کے ایک ہونے اور دونوں میں قومیت کے عناصر کی موجودگی سے کہا جا سکتا ہے کہ جنوں میں بہت سی باتیں انسانوں کی سی پائی جاتی ہوں گی۔ سورۂ جن میں کوئی بات ایسی نہیں پائی جاتی ہے جس سے ظاہری طور پر جنوں کی زندگی، انکے خمیر یا انکے متعلق کوئی اور بات معلوم ہو جو ہمیں "جن" کی صورت بتانے میں مدد دے، لیکن مفسرین نے اپنے وسیع علم کی مدد سے ایک خیال قایم کیا ہے اور ہم لوگ اس خیال کے پابند ہیں۔

میں کہتی ہوں کہ قوم جن کا مسکن مریخ ہے اور جیسے ہم دُنیا میں رہتے ہیں اسی طرح یہ کرۂ مریخ میں رہتے ہیں۔ کچھ دنوں سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی ہے کہ کرۂ ارض کی طرح یہ سیارہ بھی آباد ہے اور وہاں کے باشندے سائنس میں ہم لوگوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں۔ کرہ مریخ کی ہوا کا وزن یہاں کی ہوا سے کم ہے اور اسی بنا پر یہ قیاس کیا جاتا ہے کہ وہاں کے آلات نقل و حرکت بہ نسبت دنیا کے زیادہ تیز رفتار اور عمدہ ہونگے۔ چند سالوں کی بات ہے کہ ایک بہت زور دار اور تاریک آندھی آئی تھی۔ اسی آندھی کے دوران میں لاسلکی (وائرلیس) کے اسٹیشنوں پر بعض ایسے الفاظ سنے گئے تھے جو انسانی زبان سے مختلف تھے اور ان کو کوئی سمجھ نہ سکا۔ علمار نے اس خیال کے ماتحت کہ یہ الفاظ اہل مریخ کے پیغامات ہیں اپنی طرف سے پیغامات بھیجے تھے لیکن چونکہ ہمارے آلات صوت اُس حد تک مکمل نہیں ہیں اس لیے یہ تجربہ کامیاب نہیں ہوا۔

کرۂ مریخ کی حرارت دُنیا کی حرارت سے نسبتاً بہت زیادہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہاں کی ہوا کا وزن بہ نسبت یہاں کی ہوا کے ہلکا ہے۔

اَب ان باتوں کے بالمقابل اسلامی روایات پر غور کیجئے۔ جنوں کا وجود مسلم ہے۔ انکی قومیت مانی ہوئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان سے ایسی باتیں ظہور میں آتی جو ہمیں خرق عادت معلوم ہوتی ہیں۔ اہل مریخ کی سائنس انسانوں سے کتنی زیادہ ہے چنانچہ انکے کرشمہائے سائنس انسانی فہم سے بالاتر ہوا کرتے ہیں اور انسان انہیں خرق عادت کہتا ہے۔ کرۂ مریخ کی حرارت دنیا کی حرارت سے کہیں زیادہ ہے چنانچہ وہاں کے باشندوں کا مزاج بہ نسبت انسانوں کے بہت زیادہ گرم ہوتا ہوگا اور ان کو آتشی مخلوق کہا جاسکتا ہے۔

اب ان صورتوں پر غور کرنے کے بعد اگر مریخ کی آبادی کو "جن" کے نام سے موسوم کیا جائے تو اس میں کونسا امر مانع ہے۔ یہ بات دیگر ہے کہ ہمارے خیالات عام روایات کی بنا پر اس نوکی تحریک کو قبول نہ کریں اور آئے دن کے واقعات، جو اکثر گھروں میں سُننے میں آتے ہیں ایک مختلف الخلقت قوم کا خوف جو عرصے سے ہمارے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے زایل نہ ہونے دیں۔ لیکن مندرجہ بالا صورتوں پر غور کرنے کے بعد مجھے اس انوکھے خیال کو قبول کر لینے پر تامل نہیں معلوم ہوتا اور بہرحال یہ ہماری مذہبی روایات کے مطابق معلوم ہوتا ہے اور انکی بنیاد کو اور زیادہ قوی کرتا ہے۔

شہر بانو بنت محمد امیر صاحب مظفر

بچہ کو پہلا سبق

اے میرے لخت جگر! اگر تو ابھی بچہ ہے۔ لیکن سنتی ہوں۔ بچہ کی پہلی کتب ماں کی گود ہے۔ یاد رکھ اور اچھی طرح یاد رکھ کہ جب تو جوان ہو تو ان ظالم مردوں کا ساتھ نہ دے جن کے سر پر نفسانیت کا بھوت سوار ہے اور جو عورتوں کو اپنی ملکیت سمجھتے ہیں میری جان عورتوں کے حقوق کو جان۔ انکو ظالم مردوں کے پنجے سے آزاد کرا اور ایک ایسی مثال قایم کر کہ ظالم مرد تجھ سے عبرت حاصل کریں۔ دنیا کو بتا دے کہ عورت عزت و عصمت کی پتلی۔ محبت و وفا کی دیوی ہے۔

میرے پیارے! تو دلہن بیاہ کر لائے گا۔ لا۔ مگر اسکو لونڈی نہ بنا۔ باندی نہ سمجھ۔ رواج کے چوکھٹ پر قربان نہ کر۔ اور پھر دیکھ وہ کیسی وفادار ہے تجھے خدا لڑکیاں دے گا۔ مگر ان کو بلا نہ سمجھ۔ آفت نہ جان۔ ان کو تعلیم دے۔ ہنر سکھا۔ اور دنیا کے لئے نمونہ بنا۔ وہ بیاہی جائیں گی۔ کیا اچھا دن ہو گا۔ مگر دولت کے لالچ پر قربان نہ کر . . . . .

بچہ مسکراتا ہے اور ماں سے چمٹ جاتا ہے

محمد اسد حسین مدراس

ہر شخص کا علاج

بلا سوچے سمجھے ہر شخص کی بتائی ہوئی دوا کا استعمال ہرگز نہ کرنا چاہیئے بعض بہنوں کی عادت ہوتی ہے کہ جہاں کسی اناڑی سے اناڑی نے بھی کسی مرض کا کوئی علاج بتلایا بس آپ جھٹ اسے کرنے لگیں خواہ اس نا عاقبت اندیشی کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، افسوس ہے بعض دفعہ سمجھدار بہنیں بھی اس کوتاہ اندیشی کے بھینٹ چڑھتی ہیں اور ذرا سی غفلت کے پیچھے عمر بھر پچھتاتی ہیں کچھ روز کا واقعہ ہے ضلع چاندا میں ایک زمیندار صاحب رہتے تھے انکی پندرہ سولہ سالہ لڑکی کے کان میں درد شدید اٹھا کئی ایک دواؤں کا استعمال کیا ہنوز کوئی فایدہ نظر نہ آیا تھا کہ اتنے میں کسی صاحب نے صلاح دی کہ کان میں پیٹرول ڈالدو اس سے درد دور ہو جائے گا پیٹرول کا پڑنا تھا کہ دونوں آنکھوں کی بینائی جاتی رہی اور ذرا سی غفلت کے پیچھے بیچاری لڑکی آنکھوں جیسی نعمت سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے محروم ہو کر بیٹھ گئی۔ کاش کہ نا عاقبت اندیش والدین نے دور اندیشی سے کام لیا ہوتا کہ اتنی تیز چیز ایسی نازک جگہ پر ڈالنے کا کیا انجام ہوگا اور بلا سوچے سمجھے نہ ڈالدیا ہوتا تو آج کیوں تمام عمر کا پچھتاوا ہوتا۔ میری بہنو! ہر شخص کی بتائی ہوئی دوا کا ہرگز ہرگز استعمال نہ کرو، خواہ امرت ہی کیوں نہ ہو اور بغیر تحقیقات کے اسے زہر جانو۔

فہیمہ بنت منصور احمد صاحب بھار نگر پوری

جھوٹی شرم بے شرمی ہے

تین دلچسپ اور سبق آموز واقعے

انسان یعنی اشرف المخلوقات کی فطرت میں شرم و حیا کا ہونا لازمی ہے جو اس جوہر سے محروم ہے وہ کسی طرح اشرف المخلوقات کے معزز لقب سے یاد کیا جانے کا مستحق نہیں ہے لیکن افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں آجکل مرد بہت سی اخلاقی و مذہبی باتوں سے اپنے کو بری کر چکے ہیں وہاں حیا و شرم کا جوہر بھی صرف عورتوں تک محدود رہ گیا ہے اور مرد ایک بڑی حد تک اس سے آزاد ہو گئے ہیں اور انکے لیے شرم و حیا ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ وہ بڑے افعال کے مرتکب ہوتے ہیں مگر کوئی انہیں مطعون کرتا ہے نہ خدا کا خوف دلاتا ہے۔ حالانکہ شارع نے حیا کی تاکید مرد و عورت دونوں کو برابر کی ہے مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ اگر غریب عورت ذرا کھڑکی سے بھی جھانک لے تو سخت سے سخت سزا کی مستوجب ٹھیرائی جاتی ہے لیکن اس کے خلاف مردوں کی انتہائی بے حیائی و بے شرمی سے بھی چشم پوشی کی جاتی ہے گو اس کے ذمہ دار بھی خود عورتیں ہیں شروع سے مائیں لڑکوں اور لڑکیوں میں امتیاز کرنے لگتی ہیں لڑکیوں پر جا و بے جا ہر بات پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ عورت ذات کو شرم و حیا سے رہنا چاہیئے اور لڑکوں کو "مرد بچہ" کہکر بے حیائی پر دلیر بنایا جاتا ہے اسی طرح رفتہ رفتہ لڑکوں کے دل میں یہ بات بیٹھ جاتی ہے کہ شرم و حیا صرف عورتوں کی صفت ہے۔ بعض مائیں یہاں تک کرتی ہیں کہ بچوں کو پردہ دار لباس پہنانے کی پرواہ نہیں کرتیں۔ شارع علیہ السلام نے مرد و عورت دونوں کے لیئے یکساں حکم دیا ہے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ لڑکوں کو بے حیائی کی تعلیم دی جائے اور ان کو اخلاق کی اس بڑی اور ضروری صفت سے آراستہ نہ کیا جائے۔

شارع نے شادی بیاہ کے متعلق لڑکوں کو پوری آزادی دی ہے مگر لڑکیاں غریب بر کے انتخاب میں اپنی رضامندی یا نارضامندی ظاہر کرنے کی مجاز نہیں اگر وہ اس کی جرأت کریں تو ہر شخص ان پر نام دھرتا ہے اور "بے حیا" "بے غیرت" "بیسم" کے نامناسب الفاظ سے انکے جذبات کو مجروح کیا جاتا ہے۔ ناک کٹ جانے کا خوف، رسوائی کا اندیشہ ہوتا ہے، طرح طرح کے الزام اُن بے زبانوں پر لگائے جاتے ہیں حالانکہ شرع کی رو سے دونوں کی رضامندی حاصل کرنی ضروری ہے۔ افسوس ہمارے پاک مذہب نے ہمیں جتنے حقوق عطا کیے ہیں خود ہمنے اپنے

ہاتھوں گنوا دئے کیونکہ رسم ورواج پر بیشتر حصہ عورتوں کا ہے اگر وہ خود اپنے حقوق کی حفاظت کریں اور لڑکوں اور لڑکیوں میں اتنا فرق روا نہ رکھیں تو آج ہرگز ہم ایسی ذلیل حالت میں نہ ہوتے اگر مائیں اپنی بچیوں کے جذبات کا لحاظ رکھیں اور شادی میں انکی بھی رضامندی ضروری خیال کریں تو ہندوستانی خواتین کے لئے شادی بربادی نہ ثابت ہو۔

شرم و حیا کی تعلیم لڑکوں اور لڑکیوں دونوں کو ملنی چاہیئے لیکن ساتھ ہی اس کے مفہوم کو بھی سمجھنے کی کوشش کیجئے۔ اور شرم و حیا میں افراط و تفریط سے کام نہ لیجئے ہر چیز اعتدال کی حالت میں بہتر ہے جہاں افراط و تفریط سے کام لیا گیا وہ بگڑ گیا۔

بعض خواتین کسی موقع پر نامحرم مرد سے سابقہ پڑ جانے پر شرما کر منہ چھپا لیتی ہیں یہ نہایت بری حرکت ہے ہرگز کسی نامحرم مرد پر اپنے شرم و حیا کی کیفیت ظاہر نہ کرنی چاہیئے اور اگر ان سے بات کرنے کا موقع پڑ جائے تو لجاتی و شرماتی ہوئی آواز سے کبھی گفتگو نہ کریں، بلکہ حتی الامکان صاف اور سیدھے الفاظ میں گفتگو کی جائے کیونکہ قرآن مجید میں بھی اس کی تاکید ہے کہ اگر تم پرہیزگار ہو تو مرد سے دب کر بات نہ کیا کرو کہ انکے دل میں طمع پیدا ہو جائے اور کہا کرو معقول یعنی بے لاگ ولپیٹ بات۔

رواجی پردہ کی پابند بیبیوں کو میں نے دیکھا ہے کہ مردوں سے سابقہ پڑ جانے پر نہایت متوحش ہو جاتی ہیں اور انکے کسی سوال کا جواب صاف نہیں دے سکتیں اور لطف یہ ہے کہ اس شرم پر نازاں ہیں اور جو بیبیاں ایسے موقعوں پر مردوں سے بے جھجک بات کرتی ہیں انھیں برا بھلا کہتی ہیں بے حیا و بے شرم کے لقب سے یاد کرتی ہیں حالانکہ یہ صرف آجکل کا رواج ہے ورنہ اسلام میں آواز کا کہیں پردہ نہیں ہے یا در کھئے کہ نامحرم مرد کے سامنے انتہائی شرم و حیا کی کیفیت ظاہر کرنے سے بڑھکر کوئی دوسری بے حیائی نہیں ہے کیونکہ مرد عورتوں کو ایسی حالت میں دیکھکر مضحکہ اڑاتے ہیں اور اکثر کم ظرفوں کی جرأت بڑھ جاتی ہے۔ اس پر مجھے دو دلچسپ واقعے یاد آگئے۔

ایک برقع پوش بیگم صاحبہ اپنے بھائی و شوہر کے ساتھ سفر کر رہی تھیں۔ مردوں نے انکو مع اسباب کے زنانہ ڈبے میں سوار کرا دیا اور اپنی جگہ کے تلاش میں دوسرے کمپارٹمنٹ کے طرف چلے گئے۔ اتنے میں چند اوباش پنجابی مرد اندر داخل ہو کر اپنی اپنی عورتوں کو سوار کرانے لگے۔ ایک برقع پوش عورت کو دیکھکر انہوں نے گستاخی شروع کی کسی نے کہا "بیگم صاحبہ کا برقع تو نہایت عمدہ ہے ذرا دیکھوں تو سہی" اور قریب آکر گھورنے لگے۔ بیگم صاحبہ تھیں رواجی شرم و حیا کی پابند مارے حیا و خوف کے دبکی بیٹھی رہیں اگر ذرا ہمت

سے کام لیتیں دو چیختیں یا انہیں ڈانٹ دیتیں تو ضرور وہ خائف ہو جاتے۔ انکی ہمت بڑھ گئی وہ ٹھٹھہ مارنے لگے۔ اب سُنیئے یہی لوگ سکنڈ کلاس میں سوار ہوئے اس میں ایک نوجوان برقعہ پوش خاتون اکیلی سفر کر رہی تھیں ان کم ظرفوں کی ہمت اول الذکر خاتون کو چھیڑ کر بڑھ چکی تھی انہوں نے اس خاتون سے بھی کچھ ایسے ہی گستاخی کے کلمات کہے۔ خاتون نے طیش میں آکر جوتی انکے رسید کی۔ خاتون کی جرأت دیکھکر ایک شریف معزز شخص نے جو اسی کمپارٹمنٹ میں تھے انکی حمایت کی۔ آپ جانتے ایسے لوگ ہمیشہ بزدل ہوا کرتے ہیں عورت کی دلیری انکے دل پر ہیبت بٹھا دیتی ہے۔ وہ بے حیا بزدل اپنا سامنہ لیکر خاموش ہو گئے۔ ایسی ہی ہمت و جرأت حقیقت میں سچی غیرت و شرم ہے۔ حالانکہ آخر الذکر خاتون اکیلی تھیں مگر انکی دلیری نے بدمعاشوں کی ہمت پست کر دی۔

اسی طرح کا دوسرا واقعہ ہے ایک مرتبہ ہم ایک باغ سے واپس ہو رہے تھے ہم ٹیکسی پر سوار ہو گئے مگر ہمارا ملازم نہیں آیا تھا کہ ڈرائیور نے گاڑی چلا دی۔ ہم بہت پریشان ہوئے کیونکہ اسی زمانے میں ٹیکسی کا ایک واقعہ ہو چکا تھا۔ میں نے ڈرائیور سے گاڑی روکنے کو کہا غالباً اس نے سنا نہیں آخر میں نے ذرا ڈانٹ کر کہا تب اس نے موٹر روکی۔ اتنے میں ہمارا ملازم آگیا۔ ہمارے ساتھ گاڑی میں ایک رواجی پردہ کی پابند بی بی تھیں انہوں نے ڈرائیور کے ساتھ میرے بات کرنے کو بے حیائی پر محمول کیا کہنے لگیں "اے ہے تم نے کس طرح نامحرم سے بات کی گئی میرے تو منہ سے آواز نہ نکلے۔" میں نے کہا "شرع میں تو آواز کا پردہ نہیں ہے" تو آپ نے فرمایا "لیکن شرم تو آتی ہے۔" میں نے کہا "سبحان اللہ" آپ کی شرم بھی کیسی انوکھی ہے نامحرم آپ کو کہیں لیجائے مگر آپ کے منہ سے آواز نہ نکلے اور اسے شرم و حیا سے منسوب کریں۔ ایسی شرم و حیا آپ کو مبارک رہے ہمیں اس سے معاف رکھیں اور اگر میں نے رواج کی پرواہ کرتے ہوئے اس سے بات ہی کر لی تو بے شرمی ہو گئی اگر آپ اسی کو بے حیائی کہتی ہیں تو اسلام نے ایسی بے حیائی ہمارے لیے جائز رکھی ہے۔"

انھیں بیگم صاحبہ کا دوسرا واقعہ سُنیئے وہ اپنے ایک عزیز کے ہاں جا رہی تھیں راستے میں انہوں نے نئی ملازمہ کو جو انکے ساتھ تھی دس روپیہ کا نوٹ کچھ خریدنے کو دیا ملازمہ راستے ہی سے نوٹ لیکر چمپت ہو گئی۔ بہن صاحبہ سخت مصیبت میں گرفتار ہوئیں۔ کوچوان نے گھر کا راستہ دریافت کیا چار سال لڑکا انکے ساتھ تھا بہن صاحبہ نے پتہ اسے سکھایا مگر لڑکے کی بات اس کے سمجھ میں نہیں آئی اس کے بار بار دریافت کرنے پر بھی بہن صاحبہ صاحبہ خاموشی کا مہر لگائے رہیں اتنے میں کوچوان کے شور و غل کی آواز سُنکر چند آوارہ گرد راہ گیر جمع ہو گئے انہوں نے موقع پاکر از راہِ ہمدردی گاڑی کا پٹ کھول کر پتہ دریافت کرنا شروع کیا مگر بہن صاحبہ تھیں اپنی بات کی پکی ان کا مارے حیا کے بُرا حال خاموش کونے میں بیٹھی رہیں۔ آخر جب

بیگم صاحبہ کو رنگ دیکھ چکے تب کسی کے سمجھ میں لڑکے کی بات آئی مگر اس شرم و حیا کی دیوی کے منہ سے بات نہ نکلی۔ اور گاڑی خدا خدا کر کے گھر روانہ ہوئی۔

ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ کیوں بہن صاحبہ آپ نے اصلی پردے کو جھوٹی شرم و حیا پر قربان کر دیا!! وہ بہت جھینپ گئیں۔

لہٰذا ہمیں کبھی نا محرم مرد کو دیکھکر شرم سے خاموش رہ جانا نہیں چاہیئے ہمت و دلیری سے بات کرنی چاہیئے۔ جتنی شرم وحیا کی کیفیت ظاہر کی جائے گی اتنا ہی برا ہوگا۔ آپ نے حضرت صفیہؓ کی بہادری نہیں سُنی، غزوہ احزاب میں حسان بن ثابتؓ لڑائی میں شریک نہ ہو سکے تھے کیونکہ انکو ایک ایسا عارضہ تھا کہ جس کے سبب وہ لڑائی کی طرف دیکھ نہ سکتے تھے وہ خیمہ میں رہے۔ چند یہودی موقع سمجھکر خیمہ کی طرف بڑھے۔ ایک یہودی خیمہ کے قریب پہنچ گیا حضرت صفیہؓ نے حسانؓ سے کہا اسے قتل کریں انہوں نے اپنی معذوری ظاہر کی چنانچہ حضرت صفیہ نے خود خیمہ کی ایک چوب اکھاڑ کر سر دے ماری وہ وہیں ختم ہوگیا اور ہماری بہادر خاتون نے خود جاکر اس کا سر اتار لیا۔ یہ دیکھکر باقی یہودی سمجھے کہ خیمہ میں بھی فوج موجود ہے اور وہ جان لیکر بھاگے اگر وہ ہماری ہندوستانی بہنوں کی طرح جھوٹی شرم وحیا میں گڑ کر رہ جاتیں تو دشمن خیمہ کے اندر پہنچ جاتے اور انکی عزت خطرے میں پڑ جاتی۔

ہم بہنوں کو چاہیئے کہ اسلامی رواج پر چلیں دنیاوی شرم وحیا اُٹھادیں اور اصلی وحقیقی شرم وغیرت وخودداری اور بہادری کا جذبہ اپنے میں اور قوم کے افراد میں پیدا کریں۔

عطیہ نصرت خانم

نہایت دلچسپ معلومات

ایڈنبرا (اسکاٹ لینڈ) کے عجائب خانے میں چار سینگ رکھے ہوئے ہیں جو کہ چار عورتوں کے سر سے کاٹے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک سات انچ لنبا اور انگلی کے برابر موٹا ہے اس پر کاغذ کی لگی ہوئی چٹ پر لکھا ہے کہ سنہ ۱۶۷۱ء میں ڈاکٹر آرتھر ٹیل نے ینگ البرتھہ نامی ایک عورت کے سر پر سے کاٹا تھا جس کے باعث ڈاکٹر موصوف سات برس تک تکلیف اُٹھاتا رہا۔

برٹش میوزیم لائبریری میں اسقدر کتابیں ہیں کہ اگر کتابوں کی الماری کو ایک قطار کی صورت میں رکھا جائے تو اسکی لنبائی تقریباً ۴۲ میل ہوگی۔ جرمنی کے شہر ریسٹ کی کیمیکل لیبورٹری میں ایک سترہ سالہ بچے کی لاش محفوظ رکھی ہے۔ جسکا قد صرف چھ انچ ہے۔ اس کے چھوٹے پن نے کمال کر دیا۔ امریکہ کی عورتوں کا خرچ افزایش حسن میں تین کروڑ پچیس لاکھ پونڈ خرچ ہوتا ہے۔ اس میں تقریباً تیس لاکھ پونڈ کریموں پر اور تیس لاکھ پونڈ خوشبوؤں پر اور اتنی ہی رقم صرف صابون پر صرف ہوتی ہے۔

بنت سید مقبول حسین انجنیر (کانپور)

غذائیات

پکانے کے اصول

جیسا کہ میں لکھ چکی ہوں یورپ میں ہر چیز کا علم فن بن گیا ہے۔ علم غذا پر بھی رات دن تجربے ہوتے رہتے ہیں نئی نئی تحقیقات کے نتیجے شائع ہوتے رہتے ہیں آئے دن نئی نئی فنی کتابیں چھپتی رہتی ہیں۔ میں اپنے پچھلے دو مضمونوں میں یہ بتا چکی ہوں کہ انسان کے جسم کو کن کن مادوں کی اور کتنی کتنی مقدار کی ضرورت ہے اور کن کن چیزوں میں یہ ضروری مادے کتنی کتنی مقدار میں موجود ہیں۔ اس تمام معلومات کا یہ خلاصہ اور نتیجہ ہے کہ ہماری غذا کسی ایک یا دو چیزوں پر منحصر نہ ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ روز بلاناغہ دوپہر کو دال اور قورمہ اور شام کو کھچڑی۔ بلکہ جہاں تک ممکن ہو مختلف قسم کے کھانے کھانے چاہیں، گوشت ترکاری دالیں چاول اور پھل وغیرہ باری باری سے استعمال کرنے چاہیں۔ کبھی آلو کا سالن ہے تو کبھی اروی کا کبھی گوبھی ہے تو کبھی کرم کلہ کبھی سیم کے بیج ہیں تو کبھی پالک کا ساگ کبھی بھنڈیاں ہیں تو کبھی توریاں، کبھی یہ ترکاریاں گوشت کے ساتھ ہیں تو کبھی بغیر گوشت کے۔ دالوں کا استعمال بھی ضروری ہے۔ دہی دودھ انڈے وغیرہ بھی خوب استعمال کرنے چاہیئے۔ مہینے میں کم از کم ایک مرتبہ مچھلی بھی کھانی چاہیئے۔ پھلوں کا کھانا حسب موسم نہایت لازمی ہے۔ کھانوں کی ترتیب اس طرح دی جا سکتی ہے کہ غریب امیر سب ہی مفید صحت کھانا کھا سکیں۔ میرے شوہر کہتے ہیں کہ شام و عراق و حجاز میں عرب لوگ انجیروں، انگوروں، زردآلوؤں، تربوز و خربوزہ وغیرہ کے ساتھ روٹی کھاتے ہیں۔ اگر ہندوستان میں بھی پھلوں کے ساتھ روٹی کھانے کا رواج ہو جاوے تو بہت اچھا ہے۔

خیر اس بات کے بعد کہ مختلف اور طرح طرح کے کھانے کھانا ضروری ہے اب یہ بات از حد ضروری ہے کہ یہ چیزیں کس حالت میں کھائی جاویں۔ بہت سے علمائے فن غذا اس کے طرفدار ہیں کہ کچا کھانا کھایا جاوے یعنی ترکاری وغیرہ بغیر پکائے کھانی چاہیئے دودھ بھی کچا ہی پینا چاہیئے اور گوشت تو بالکل کھانا ہی نہ چاہیئے۔ یہ لوگ اپنی بات میں حد سے گذر گئے ہیں میانہ روی سب سے اچھی بات ہے۔ ہم مسلمانوں کا شعار بھی یہی ہے ہم کو اللہ تعالیٰ نے اُمت وسطیٰ کے نام سے ملقب کیا ہے۔ ہمارا رویّہ بھی

میانہ روی کا ہونا چاہیئے۔ میانہ روی ہی میں ہماری نجات ہے افراط تفریط سے پرہیز کرنا ہمارا شیوہ ہونا چاہیئے۔

اس میں شک نہیں کہ پکانے میں بعض ضروری اور مفید مواد ضایع ہو جاتے ہیں یا ان کی خواص میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ مثلاً دودھ میں جو مادہ حیویہ VITAMIN. ہے وہ اگر دودھ کو زیادہ جوش دیا جاوے تو بالکل ضایع ہو جاتا ہے۔ لہٰذا دودھ کا اُبالنا تو ضروری ہے تاکہ بعض بیماریوں کے جراثیم جن کا ہونا دودھ میں بعض اوقات پایا جاتا ہے مرجائیں مگر زیادہ دیر تک اُبالنا اور پھر اُٹھا کر دن بھر پتیلی چولھے پر رہے یا جیسا دوکانوں میں کڑھائی چڑھا رہتا ہے مضر ہے۔ اسی طرح ترکاریوں کو گھنٹوں پکانے سے بھی وٹامین یعنی مادہ حیویہ VITAMIN. بالکل غایب ہو جاتا ہے۔ لہٰذا یہاں یورپ میں علمار فن غذائیات آئے دن تجربہ کرتے رہتے ہیں اور اونھوں نے تحقیقات سے معلوم کر لیا ہے کہ کھانے پکانے کے کون کون سے اُصول مفید ہیں اور کون کون سے مضر۔ علاوہ اس کے حال میں ایک مشہور ڈاکٹر گرسن نے اپنے شفا خانے میں طرح طرح کے مریضوں پر چند تجربے کیے ہیں جن کی رو سے اونھوں نے ثابت کر دیا ہے کہ نمک کا زیادہ استعمال بہت ہی مضر ہے۔ اونکے اعلان کے بعد برلن کے مشہور شفاخانے میں بے نمک کے کھانوں کا استعمال کیا گیا اور نہایت تسلی بخش نتیجہ نکلا۔ جن مریضوں کو بے نمک کا کھانا دیا گیا اونکی صحت میں بہت ترقی ہوئی ہندوستان میں تو سُنا ہے کہ مصالحوں کا بہت ہی استعمال ہوتا ہے۔ مگر حقیقت میں محض صرف عادت ہے۔ ہم نے بھی اپنے گھر میں نمک کا استعمال بہت ہی کم کر دیا ہے شروع شروع میں کھانا کھایا نہیں جاتا تھا مگر اب عادت پڑ گئی ہے اور کھانے ایسے ہی مزیدار معلوم ہوتے ہیں۔ رفتہ رفتہ نمک کا استعمال بھی بہت کم کیا جا سکتا ہے۔ اور مرچیں وغیرہ تو ہندوستان میں بھی بچوں اور مریضوں کو کم یا بالکل نہیں دیجاتیں۔ میرے شوہر کہتے ہیں کہ علیگڈھ کالج میں پرہیزی کھانے کے معنی بے مرچ کے کھانے کے تھے۔

کھانا کھانے کی پہلی غرض صحت اور طاقت کو قایم رکھنا ہے اور دوسری غرض کھانے کا مزیدار ہونا ہے۔ پس ہم کو یہاں بھی میانہ روی اختیار کرنی چاہیئے فقط مزے کے لیے کھانا نہ کھانا چاہیئے ہاں اگر کھانا مزیدار اور لذیذ ہو تو بہت اچھا ہے۔ ماہرانِ فن طباخت جب کھانا پکانے کے نئے اصولوں سے واقف ہو جاوینگے تو وہ نئے اُصول کی بنا پر بھی مزیدار اور لذیذ کھانا پکا سکیں گے۔ مثلاً ہندوستان میں گاجر کا حلوہ بنتا ہے یہاں کوئی نہیں جانتا۔ میرے شوہر کو گاجر کا حلوہ بہت پسند ہے وہ ہر سال ایک دفعہ ضرور پکاتے یا پکواتے ہیں۔ گاجروں کو کدوکش پر رگڑ کر اور پھر گھنٹوں دودھ میں اُبالا جاتا ہے

جب تک کہ دودھ جذب ہو جاوے اور گاجریں بالکل گل جاویں اور پھر اونکو مکھن میں بھونا جاتا ہے اور آخر میں شکر ڈالی جاتی ہے اور بادام وکشمش وغیرہ میوہ جات یہ گاجر کا حلوہ ہونا بہت لذیذ ہے مگر مفید مادیں سے آدھے سے زیادہ ضایع ہو جاتے ہیں۔ میں نے بہت سوچا اور آخر ایک دن اس طرح بنایا۔ گاجروں کو کدوکش میں رگڑا اور پھر دودھ جسکا پانی اڑ چکا ہے یعنی ایک قسم کی ملائی یا بڑی یہاں اوسکو کریم ... کہتے ہیں ان گاجروں کو اوس میں ملا دیا اور پھر اس میں شکر اور میوہ جات ملادئے گاجر کا حلوہ چند منٹ میں طیار ہو گیا۔ میرے شوہر کو بھی مزیدار معلوم ہوا، بچوں نے بھی خوشی خوشی کھایا اور جرمنوں نے بھی حیرت اور مزے سے کھایا۔ اس حلوہ میں دودھ کی وٹامین تو بیشک ضایع ہو گئی مگر گاجروں کی وٹامین برقرار رہی۔ حلوہ نہایت مزیدار اور مفید بن گیا۔ اگر عصمتی بہنیں بھی تجربہ کریں تو غالباً اگر پہلی دفعہ نہیں تو دو ایک دفعہ کے بعد لذیذ اور مزیدار پاوینگی اگر یہ حلوہ اون کے محبوب حلوہ کی جگہ نہ لے سکے گا تاہم ایک دوسرائی طرح کا حلوہ بنکر اونکے کھانوں کی تعداد میں اضافہ تو ضرور ہو گا۔

کھانا پکانے کا اہم ترین اصول یہ ہے کہ کھانا بہت دیر تک نہ پکایا جاوے۔ یہاں جرمنی میں بھی نوے فی صدی گھرانے لکیر کے فقیر ہیں پرانے اصولوں کو آسانی سے نہیں چھوڑتے خود میری ماں کے اور میرے ترکاری کے پکانے کے اصول میں اختلاف ہے نیا اصول یہ ہے کہ ترکاری بھاپ میں پکائی جائے اوس میں زیادہ پانی نہ ڈالا جاوے اور اگر ممکن ہو تو بالکل بھی نہیں۔ دو ایک مثالوں کے دینے سے یہ طریقہ پوری طرح واضح ہو جاوے گا۔ اور اگر عصمتی بہنیں تجربہ کرینگی تو وہ نتیجہ بھی دیکھ لیں گی۔ (باقی)

فاطمہ ستار خیری (برلن)

کپڑے دھونا

عصمت میں گذشتہ سال کپڑے دھونے کے سلسلہ میں کئی مفید مضامین شایع ہوئے تھے جن میں بھائی ستار خیری صاحب کا مضمون معہ تصاویر اس سلسلہ کا محرک تھا۔ انہوں نے بتایا تھا کہ جرمنی میں کس طرح مشین کے ذریعہ کپڑے دھوئے نچوڑے جاتے ہیں پھر ایک مضمون میں مشین کی قیمت اور آمد کے اخراجات بھی لکھے تھے جو اندازاً ہزار کے قریب ہوتے تھے۔

اسوقت سے میرے ذہن میں یہ بات آرہی تھی کہ میں پشاور میں کپڑے دھونے کے رواج پر کچھ لکھوں۔ جس سے اگر کوئی بہن فائدہ اٹھانا چاہیں تو مشق ہونے پر مشینوں سے ہزار گنا زیادہ نفع اٹھا سکیں گی۔

یہاں کپڑے گھر میں دھونے کا عام رواج ہے۔ نہ صرف یہاں بلکہ ایران کابل وغیرہ میں بھی گھر پر ہی کپڑے دھوئے جاتے ہیں۔ نہ صرف پہننے کے بلکہ بستر کی دری برنج چادر وغیرہ ہر ایک چیز۔ اور یہ فن خانہ داری کے جملہ فرائض میں شامل ہے۔ پرانے زمانے میں بلکہ اب بھی پرانے خیال کی بیبیاں اپنے کپڑے باہر دھلوانے عیب خیال کرتی ہیں خصوصاً ہندو دھوبی کے دھوئے ہوئے کپڑے وہ پاک نہیں سمجھتیں جن سے نماز پڑھی جاسکے۔

اوسط درجہ کی بیبیاں خود دھوتی ہیں۔ امیر گھرانے کی غریب غربا عورتوں سے دھلواتی ہیں۔ بلکہ جس طرح دہلی وغیرہ کی طرف غریب بیوہ عورتیں سلائی پر گزر اوقات کرتی ہیں اس ہی طرح یہاں اپنے گھر پر یا لوگوں کے گھروں پر جاکر کپڑے دھو آتی ہیں۔ ان کپڑوں کے ساتھ اپنے کپڑے بھی دھوکر ہمیشہ صاف ستھری نظر آتی ہیں۔ اور ہمیشہ جب لڑکی چار پانچ سال کی ہوتی ہے۔ عموماً اسکو کھیل کھیل میں گڑیوں کے کپڑے دھلواکر یا وہ خود بڑوں کی ریس میں کپڑے دھونے کی مشق کرتی ہے۔ میرے ہاں بھی ایک نوکرانی کپڑے دھونے کے لیئے مقرر ہے۔ جو تیس چالیس چھوٹے بڑے کپڑے دو تین گھنٹہ میں دھو ڈالتی ہے۔ اسکو دیکھ دیکھ کر جس طریق پر کپڑے دھوتی ہے میں نے بھی کئی بار آزمائش کی ہے۔ سب سے بڑی بات مشق کی ہے۔ جب کافی مشق ہوجاتی ہے۔ تو نہ وقت معلوم ہوتی ہے اور نہ تکلیف ہوتی ہے۔

یہاں عام طور پر مٹی کے بڑے بڑے لگن بازار میں مل جاتے ہیں جو کپڑے دھونے کے خاص برتن ہیں۔ اس میں جو ذرا اُجلے کپڑے ہوں پہلے انہیں لگن میں ڈالا جائے۔ دو چار کپڑے جو اچھی طرح دھوئے جاسکتے ہوں۔

ان پر اسقدر پانی ڈالو کہ وہ اچھی طرح ڈوب جائیں۔ اس کے بعد ان پر خوب دیسی صابون ملا جائے۔ پھر انھیں دونوں ہاتھوں سے تسلے میں پھیلاؤ پھر سمیٹو اور دباؤ پھیر لو پھر دباؤ پانی ڈالو دباؤ اُلٹ لو پھیلاؤ۔ اسے خوب دبا دبا کر اور الٹ پھیر کر دیکھو کہ کالا میل نکل کر پانی میں ملنے۔ انھیں نچوڑ کر علیحدہ صاف جگہ پر رکھ لو۔ اس کے بعد پھر دو چار بڑے یا سات آٹھ چھوٹے کپڑے اس ہی صابن کے پانی میں ڈالو اور اس ہی طرح الٹ پھیر کر دبا نچوڑ کر نکال لو۔ ان کے بعد اور کپڑے اس ہی طرح مل ملا کر نچوڑ کر علیحدہ رکھ دو۔ پھر دوسری مرتبہ پہلے کپڑوں کو لگن میں ڈالکر خوب پانی ڈالکر کپڑے اچھی طرح ڈوب جائیں اور صابون لگاؤ پھر اس ہی طرح بہ ترتیب باری باری کپڑے ملتی جاؤ۔ یہاں تک کہ آخر میں اور چھانٹی صافی رکھ لو انھیں بھی صاف کرتی جاؤ۔

تین مرتبہ صابون لگانے کے بعد اکثر کپڑا سفید ہو جاتا ہے۔ چوتھی مرتبہ تھوڑا سا نیل جو پڑیا میں بندھا ہوتا ہے پانی میں ملالو۔ بس اسقدر جس قدر کہ آسمان کا رنگ ہے۔ اور پھر صابون لگاؤ۔ اور ملتی جاؤ۔ پھر بہ ترتیب دوسرے بھگوئے کپڑے اس صابون والے پانی میں دبا دبا کر صاف کرو۔ بلکہ اس مرتبہ دوسرے نمبر کے کپڑوں پر بھی صابون لگاؤ۔ لیکن دوسرے نمبر کے کپڑوں پر دو تین بار صابون لگاؤ اس ہی ترتیب سے اور کپڑوں پر صابون لگے گا۔ جب پہلے نمبر کے کپڑے صاف ہو جائیں تو انکے سفید ہونے کی علامت انکا نکالا ہوا پانی ہے۔ جو تقریباً بالکل صاف ہوتا ہے دھلے ہوئے کپڑوں میں اگر ذرا بھی زیادہ نیل ہو تو انہیں دو ایک بار صابون اور پانی سے نکال کر صاف کر لینا چاہیئے۔

جب سب دُھل جائیں تو انھیں حسب ضرورت نشاستہ پکا کر دیا جائے۔ وہ اس طرح، اول دیگچی میں پانی حسب ضرورت اُبلنے کے لیے رکھدیا جائے۔ ایک علیحدہ پیالے میں تھوڑا پانی بقدر ایک گلاس میں نشاستہ جتنی ضرورت ہو ڈال کر اچھی طرح ہاتھوں سے گھول لینا چاہیئے اور اُبلتے ہوئے پانی میں ڈال دو چمچہ سے ہلاتی جاؤ۔ جوش آنے اور گاڑھا ہونے کے بعد اتار لو۔ اب اس ہی لگن میں ایک آدھا لوٹا پانی ڈالو اور نشاستہ حسب ضرورت ڈالکر خوب ہلالو۔ اور پھر دو دو چار چار کپڑے ڈالکر خوب مل ملا کر نچوڑ لو۔ اور خوب اچھی طرح جھاڑ کر رسیوں پر دھوپ میں پھیلا دو۔ نشاستہ صابون کی طرح نہیں دیا جاتا۔ بلکہ ہر بار کپڑوں کے لیے تھوڑا تھوڑا پانی میں ڈالتی جاؤ۔ اور کپڑوں کو خوب اچھی طرح مل کر نچوڑتی جاؤ۔ جب ان کپڑوں میں ذرا نمی باقی ہو تو تب ہی ان پر ایک معتدل گرم استری کرو۔ ورنہ اگر سوکھ گئی ہو تو دوسرے روز سب کپڑوں پر تھوڑا تھوڑا پانی کا چھینٹا دیکر انہیں سمیٹ کر رکھ لو۔ اور باری باری استری کرتی جاؤ۔

اندازاً سو ڈیڑھ سو کپڑوں پر ایک روپیہ کا صابون لگتا ہے جو تین ساڑھے تین سیر ملتا ہے اور دو تین پیسہ کا نیل۔ نشاستہ اپنی مرضی پر منحصر ہے نیل دینے کے بعد کپڑا ہمیشہ اُلٹا کر کے سکھایا جائے۔ ورنہ نیل کے

دھبے پڑ جائیں گے۔

رنگین کپڑے کو ہمیشہ سایہ میں سکھانا چاہیئے۔ ورنہ رنگ اُڑ جائے گا۔ ریشمی کپڑے کو صابون سے دھویا جائے تو اچھا صاف ہو جاتا ہے۔ رنگین اور ریشمی کپڑے کو نیل دینے کی ضرورت نہیں۔

گرم کپڑے ریٹھوں کو توڑ کر اور پانی میں اُبال کر لگن میں تھوڑے ڈالو اور پانی کافی ڈالو اور پھر انھیں بھی صابون کی طرح دھونا چاہیئے۔ صابون سے گرم کپڑا بدرنگ ہوتا ہے اور سکڑ جاتا ہے۔ زیادہ گرم پانی میں دھونے سے بھی سکڑ جاتا ہے۔ ہمیشہ ایسا پانی ہونا چاہیئے۔ جیسے سے کہ تم غسل کرتی ہو۔ سفید اونی اور ریشمی کپڑا سایہ میں سکھانا چاہیئے ورنہ چند بار کے بعد زرد ہو جائے گا۔ دس چھوٹے بڑے کپڑوں کے لیئے آدھ سیر ریٹھے کافی ہوتے ہیں۔

استری کا اندازہ دیکھنے کے لیے کہ زیادہ گرم نہ ہو ہمیشہ کسی ردی یا سوتی کپڑے پر آزمایش کرنی چاہیئے جب زرد رنگ کا داغ لگے تو زیادہ گرم ہوگی۔ بغیر داغ کے ٹھیک ہوگی۔ ریشمی اور گرم کپڑے پر سوتی کی نسبت زیادہ کم گرم استری استعمال کرنی چاہیئے۔

کپڑے ہمیشہ رسیوں پر پھیلانے چاہئیں۔ دیوار یا کسی اور چیز پر ڈالنے سے صاف نہیں رہیں گے۔ اور پھر دھونے کی ضرورت ہوگی۔

گرمی میں معمولی مٹکے کا پانی ہونا چاہیے۔ لیکن سردی میں بغیر گرم پانی کے کپڑے دھونے ناممکن ہیں۔ دو تین رنگ کے کپڑے ایک ہی بار تسلے میں نہیں ڈالنے چاہئیں۔ ورنہ ایک دوسرے کو رنگ لگ کر بدرنگ ہو جائیں گے۔ دری وغیرہ کے لیئے ایک آدھ گز کا کرکٹ کے بیٹ جیسا لکڑی کا بنا ہوتا ہے۔ اس سے کپڑے کو کوٹتی ہیں۔ جراب اور رومال میں نیل نہیں دینا چاہیئے۔

بلقیس صمد بیگم (پشاور)

دانت

دانت بھی اس معبودِ حقیقی کے عطا کردہ نہایت مفید کار آمد عضو میں سے ہیں۔ مگر جہاں ہم نے سارے قویٰ بیکار، خراب اور غیر مفید کاموں میں لگا دیئے ہیں وہیں دانت بھی اور دانت کا سب سے بہتر کام آجکل ہم بہنوں کا صرف پان چبانا رہ گیا ہے اور یہ عادت ایسی راسخ ہو گئی ہے کہ کھانا چھوٹ جائے تو برداشت کر سکتی ہیں مگر پان کا چھوٹنا گوارا نہیں۔

پان کے کثرت استعمال سے دانتوں کی وہ بری طرح مٹی پلید کی جاتی ہے کہ توبہ بھلی۔ زیادہ پان کھانے والی بہنوں کے دانت اکثر میں نے دیکھے ہیں کہ پیک کی رنگت کے سوا دانتوں کی رنگت تو نظر ہی نہیں آتی۔ علاوہ خوبصورتی کے ہماری صحت پر اسکا بہت خراب اثر پڑتا ہے۔ چونے اور کتھے کی زیادتی اور پھر وہ ہمیشہ دانتوں پر جمی رہنے سے بہت سی بہنیں پائریا جیسے موذی مرض میں مبتلا ہو جاتی ہیں۔ مسوڑوں سے خون پیپ نکلنا اسکا معدہ میں جانا بہت مضر ہے۔ معدہ پر اسکا خراب اثر پڑ کر کئی خطرناک امراض کا باعث ہوتا ہے۔ کھانا ٹھیک طرح ہضم نہیں ہوتا۔ بھوک کھل کر نہیں لگتی اور طرح طرح کے امراض ہوتے ہیں جیسے ڈاکٹری یا طب سے واقفیت رکھنے والی بہنیں خوب جان سکتی ہیں مگر اتنا تو ہم اناڑی بھی سمجھتے ہیں ذرا سوچئے کتنی ایسی پان کی عادی بہنیں دیکھی ہونگی جو دائم المریض ہیں۔ پان ہندوستانی بہنوں کا جزو زندگی بنگیا ہے۔ میں یہ نہیں کہتی کہ بالکل پان کھانا ترک کر دیا جائے اور سب با بند منہ رکھے بتائیاں بیبی بیٹھی رہا کریں۔ مگر اتنا تو کرم اپنی حالت پر ضرور کریں کہ اتنی زیادتی کو کم کریں۔ بہت کافی ہوتا ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ایک دو پان اور درمیان میں اور ایک دو کھا لیا کریں۔ صفائی کا پورے طور سے خیال رکھیں۔ بدصورتوں کی تو شان گندے دانتوں سے اور دوبالا ہو جاتی ہے۔ مگر حسین لوگوں کے حسن میں بھی بہت بدنمائی آجاتی ہے۔ دانت بھی سفید چمکدار ہوں تو حسن دوبالا ہو جاتا ہے۔

سرخ سفید رنگت، گلابی ہونٹوں میں موتیوں کی لڑی سے دانت ہنستے وقت کس قدر دلفریب معلوم ہوتے ہیں۔ اگر تھوڑا سا طبیعت پر جبر کریں تو رفتہ رفتہ کمی ضرور ہوتی جائے گی۔ علاوہ خرابی کے پانوں پر صرف بھی کافی ہو جاتا ہے۔ اور ہر گھر چار چھ پیسے روز ضرور صرف پان کی نذر ہوتے ہونگے۔

غوثیہ بیگم امراؤتی

عقد ثانی

موضوع بالا پر ایک مضمون جو عصمت کی کسی قریبی اشاعت میں شایع ہوا تھا جب میری نظر سے گذرا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کیونکہ اس مختصر سے مضمون میں فاضل راقمہ نے جن اچھوتے خیالات کا اظہار فرمایا ہے وہ نہ صرف خدا کے احکام اور رسول کی سنت کے خلاف ہیں بلکہ انسے صاف ظاہر ہے کہ راقمہ مضمون کو یہ بھی خبر نہیں کہ عقد کی علت غائی کیا ہے اور دنیا میں کیا ہو رہا ہے اور تمام اقوام کے بزرگ اور رہنما اس بارہ میں کس تگ و دو میں مصروف ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوتا اگر ایسے اہم مضمون پر قلم اُٹھانے سے پیشتر محترمہ صاحبہ پانچ سات نوجوان بیوگان سے بے تکلف رابطہ پیدا کرکے تبادلہ خیالات کرتیں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہونچ جاتیں کہ انکی تجویز پر عمل پیرا ہونے سے کیسے کیسے ناقابل برداشت نتائج کی توقع ہو سکتی ہے۔ کیا وہ اس امر سے ناواقف ہیں کہ لڑکی کے سن بلوغت پر پہونچتے ہی ماں باپ غریب ہوں یا امیر رات دن اسی فکر میں گھلے جاتے ہیں کہ وہ دن کب نصیب ہوگا جو ہم بچی کے ہاتھ لال پیلے کرکے اور اسکو ٹھکانے لگا کر چین کا سانس لیں گے۔ آخر کوئی تو ایسی بات ہے جو ایک بڑے سے بڑے امیر والدین کے دماغ میں بھی یہ خیال پیدا کر دیتی ہے کہ بالغ ہونے کے بعد لڑکی کا اصلی ٹھکانا والدین کا گھر نہیں ہے بلکہ کوئی دوسری جگہ ہے جس کی تلاش میں وہ رات دن سرگرداں رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اگر کوئی ایسی اٹل بات ہے جو بناوٹی نہیں بلکہ اصلی اور نہایت اہم ہے تو قابل غور ہے کہ کیا وہ بات لڑکی کے بیوہ ہو جانے کے بعد ایسی مفقود ہو جاتی ہے کہ اسکو یا اس کے لواحقین کو عقد ثانی کی ضرورت کا احساس تک نہیں ہونا چاہیئے۔ راقمہ مضمون کا یہ خیال کہ بیوہ عقد ثانی کے بعد اپنے بچوں کی جو پہلے خاوند سے ہوتے ہیں پرورش نہیں کر سکتی صحیح نہیں صدہا ایسی مثالیں موجود ہیں کہ بچے بالکل یتیم رہ گئے ہیں لیکن انکے دادا، تایا، چچا، پھوپھا یا خالو نے انکو اپنے بچوں کی طرح پالا ہی نہیں بلکہ دنیا میں انکو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کے قابل بنانے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا۔ بالفرض اگر شومئ قسمت سے ایسے بچوں کا کوئی ہمدرد رشتہ دار نہ ہو تو ایسی صورت میں بیسیوں کیا ہزاروں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ مصیبت کی ماری بیوہ کو محض اپنے بچوں کی بہبودی کے خیال سے ہی عقد ثانی کی ضرورت محسوس ہوتی ہی نہیں بلکہ وہ ایسا کرنے پر مجبور ہو گئیں اور بالآخر اپنے ارادہ میں کامیاب ثابت ہوئیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرتیں تو خدا جانے اسکا اور اس کے نادار بچوں کا کیا حال ہوتا۔ ذرا غور تو فرمایئے کہ فی زمانہ ایک اوسط درجہ کے گھرانے کی پردہ نشین بیوہ کونسا ایسا کام کر سکتی ہے جس کی آمدنی سے وہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ بھی پالے اور انکی آیندہ بہبودی کے لیئے ایک کثیر رقم کے خرچ کی کفیل بھی ہو سکے۔ یہ سب خیالی ڈھکوسلے ہیں کہ ایک تربیت یافتہ بیوہ یہ کر سکتی ہے اور وہ کر سکتی ہے۔ غرض جس پہلو سے بھی دیکھا

اس کے پاس زر و سامان نہ تھا۔ طبقہ نسواں کے لئے یہ امر موجب مسرت ہے کہ اس مشکل کو ایک خاتون مسمی مس ہبرڈ نے حل کیا۔ مس ہبرڈ کی شادی بیل سے عنقریب ہونے والی تھی اس لئے اس کے والدین کو بیل کی تحقیقات سے خاص دلچسپی تھی۔ فلیڈلفیا کے مقام پر نمائش منعقد ہوئی تھی بیل اپنے ایجاد آلہ کو لیکر وہاں جانا چاہتا تھا مگر جیب خالی تھی۔ مس ہبرڈ اور اس کے والد کو خیر باد کہنے کے لئے اسٹیشن پر گیا مس ہبرڈ نے اپنے ہمراہ لے لیا اور انکی کوشش سے اسکا آلہ بھی نمائش میں رکھا گیا۔

• جب جج صاحبان تمام چیزوں کا معاینہ کرتے ہوئے ٹیلیفون کے پاس آئے تو وہ تھک گئے تھے اور بھوکے تھے ایک کھلونا سمجھ کر انہوں نے نظر انداز کر دینا چاہا مگر حسن اتفاق سے شہنشاہ برازیل جنہوں نے بیل کے اسکول واقع بوسٹن کا معاینہ کیا تھا ٹہلتے ہوئے اس طرف آ نکلے۔ موجد کی ہمت افزائی کی اور ٹیلیفون پر سننے کی خواہش ظاہر کی۔ بیل کی ہدایت کے بعد جب اس کے ساتھی نے دوسرے سرے پر سے گفتگو شروع کی۔ شہنشاہ بہت مسرور ہوئے اور بڑی تعریف کی آپ کے ہمراہ لارڈ کیلون تھے انہوں نے ٹیلیفون کو ایک عجیب شے سے تعبیر کیا۔ ان تمام ممتاز حضرات کی قدردانی کی وجہ سے ٹیلیفون نمائش میں ایک خاص دلچسپی کی چیز بنگیا۔ چونکہ موجد ایک غریب آدمی تھا اس لئے اس نے اخبارات میں اعلان کیا اور شہر بہ شہر دورہ کرکے تقریریں اپنی ایجاد کے متعلق کرنی شروع کیں۔ مئی ۱۸۷۷ء میں دو آلات فروخت ہوئے اور اگست میں تقریباً سات ہزار ٹیلیفون کے آلات سے ایک دوکان قایم ہوئی۔ بعد ازاں ۱۸۸۰ء میں چھ لاکھ ڈالر (ڈالر امریکہ کا سکہ ہے ایک ڈالر تین روپیہ کے برابر ہوتا ہے) کے سرمایہ سے بیل ٹیلیفون کمپنی BELL TELEPHONE COMPANY. قایم کی گئی۔

آج یہ حالت ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے شہروں میں تار و خطوط سے زیادہ ٹیلیفون سے کام لیا جاتا ہے۔ تاجروں، ساہوکاروں اور دفاتر کے لئے ٹیلیفون ایک ضروری شے ہے۔ آج ہم اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے ڈاکٹر سے حال بیان کر سکتے ہیں اور دوستوں سے گفتگو کرتے ہیں حالانکہ وہ ہم سے سینکڑوں میل کے فاصلہ پر ہیں ٹیلیفون آجکل اس قدر عام ہے کہ ہم اس کے جاننے کی طرف متوجہ بھی نہیں ہوتے کہ یہ کیونکر کام کرتا ہے۔ جب ہم آواز کے بھیجنے والے آلہ TRANSMITTER. میں بولتے ہیں تو ہماری آواز لوہے کی ایک ہلکی چادر کی پلیٹ سے جاکر ٹکراتی ہے۔ پلیٹ میں حرکت پیدا ہوتی ہے تار برقی کے ذریعہ یہ حرکت منتقل ہوتی اور دوسری پلیٹ میں جاکر حرکت پیدا کر دیتی ہے۔ اس طرح پر ہماری گفتگو ایک مقام سے دوسری جگہ منتقل ہو جاتی ہے۔ چند سالوں میں اس قدر اسکو ترقی دے دی گئی ہے کہ درمیانی تاروں کی بھی حاجت باقی نہیں رہی بلکہ لاسلکی ٹیلیفون ایجاد ہو گئے ہیں۔ آیندہ صحبت میں WIRELESS. یعنی لاسلکی کے متعلق عرض کروں گا۔

عبدالحئی عباسی

مستقل عنوان
جملہ حقوق محفوظ

خانہ داری

جس میں
سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

بالوں میں کنگھی سر میں کنگھی کرنا جہاں بالوں کے لئے مفید ہے وہاں چہرہ کی زیبائش میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ بچوں کے بالوں میں کنگھی کر کے انہیں گوندھنا یا باندھنا انکے چہروں کو خوشنما بنا دیتا ہے۔ بچہ تندرست ہو تو بالوں میں چمک ہوتی ہے۔ بچے چونکہ کھلے سر پھرتے ہیں اس لئے ہوا اور دھوپ لگتے رہنے سے ان کے بال چمکدار رہتے ہیں۔ ان میں برش اور کنگھی کرنے سے چھلے اور گھونگر پیدا ہو جاتے ہیں۔
کنگھی سر میں آگے سے پیچھے کو دائرہ کی شکل میں کرنی چاہیئے۔ بچے اپنے بالوں کو میلے ہاتھ بار بار لگانے سے گندہ کر لیتے ہیں چونکہ بالوں کی درستی کے لیئے سر کی کھال صاف ستھری رکھنی نہایت ضروری ہے اس لئے ہفتہ میں کم ازکم ایک مرتبہ ضرور بال دھو دینے چاہیئے۔

بچہ کے چہرہ مہرہ کو دیکھ کے بالوں کو سنوارنا چاہیئے۔ لڑکوں کے بالوں میں چھلے اور گھونگر و بنانے کا ماؤں کو شوق ہوا کرتا ہے لیکن یہ بُرا شوق ہے۔ اسے ترک کرنا چاہیئے۔ لڑکوں کے بال سیدھے اور چھوٹے کترنے چاہیئے۔
لڑکیوں کے بالوں میں بیچ میں یا سیدھی یا اُلٹی طرف مانگ نکالنی چاہیئے۔ انگریزوں میں دونوں پہلوں کے بیچ میں کچھ بال جھالر کی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔ یہ بعضوں کے چہرے پر زیب دیتے ہیں۔
انو کھی صورت کے لڑکوں کے بال کنگھی کر کے پیچھے کی طرف اُلٹ دینے چاہئیں اور ایک باریک فیتہ کا ایک سرا سر کے پیچھے بالوں کے نیچے باندھ کے دوسرا سرا پیشانی سے اُوپر تھوڑے سے بال جھالر کے طور پر چھوڑ کے خوبصورت گرہ دے کے باندھ دینا چاہیے اور کانوں کے پاس بال کو خم دیدینا چاہیے۔ لڑکیوں کے بال دو لٹوں کی صورت میں چہرہ کے دونوں طرف گوندھ کے لٹکانا بھی خوشنما معلوم ہوتے ہیں۔
اوپر کی تصویروں میں بالوں کے سنوارنے کی مختلف شکلیں دی گئی ہیں۔ ان میں سے ہر ایک صورت آسانی سے اختیار کی جا سکتی ہے۔

ہاتھوں کی حفاظت۔ چہرہ کے بناؤ سنگھار کی طرح ہاتھوں کی حفاظت کے بھی متعدد طریقے ہیں۔ ایک ماہر فن نے ذیل کے چند طریقے بتائے ہیں:۔

(۱) ہاتھوں کو گرم پانی سے دھونا چاہیئے اور پھر ان پر ٹھنڈا پانی بہا دینا چاہیئے تاکہ مسام بند ہو جائیں۔ ہاتھوں کے استعمال والی کریم سے کھال سے کھردرا پن جاتا رہتا ہے۔

(۲) ہاتھوں کے جوڑوں کی ورزش کی غرض سے دونوں ہاتھ سر سے اوپر اُٹھا کے ہلاؤ اور کلائی سے ہاتھوں کو

عورتوں کا جزیرہ۔ جنوبی بحر الکاہل میں چھوٹے بڑے بہت سے ایسے جزیرے ہیں جہاں کی طرز زندگی عجیب و غریب ہے بعض ایسے جزیرے ہیں جہاں کے باشندے ایک دوسرے کے سر کا شکار محض اپنے ہنر کا اظہار کرنے کے لیئے کیا کرتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جہاں دیوتاؤں پر انسان کو قربان کیا جاتا ہے لیکن ایک جزیرہ ذرا سی ہوا تو عجیب ہی ہے۔ یہ ملیشہ کے قریب مجمع سلیمان میں واقع ہے۔ اس جزیرہ کے جنگلوں میں جو بستیاں آباد ہو گئی ہیں ان میں مرد کا نام و نشان ہی نہیں۔ یہاں کی عورتوں کو مردوں سے نہایت ہی سخت نفرت ہے۔ دیکھتے ہی وہ ان کو نہایت سفاکی سے مار ڈالتی ہیں۔ بہت کم مردوں کو اس جزیرہ پر اترنے کی جرأت ہوئی ہے۔

حال میں سر کا شکار کھیلنے والے جزیروں کے تین آدمی اپنے بڑے بوڑھوں کی ممانعت کے باوجود اس جزیرہ میں اُترے۔ اُن کا وہاں قدم دھرنا تھا کہ آبنوسی عورتوں نے گھات میں سے نکل کے ان پر تیروں اور برچھیوں سے حملہ کیا اور انہیں گھسیٹ کے ایک بستی میں لے گئیں۔

دوسری بستیوں میں پیادے دوڑا دیے گئے۔ ڈھول کے شور اور عجیب غریب طرح سے منقش جسم کی ناچنے والیوں کے غل غپاڑہ میں ان مردوں کا گوشت بھونا گیا۔ عورتوں نے ایک بڑی ضیافت کی جو دو دن تک رہی۔ ضیافت ختم ہونے پر تین ڈھانچ ساحل پر گھسیٹ کے لاڈالے گئے تاکہ انکی ہڈیاں دھوپ میں چمک کے دوسرے مردوں کو ساحل پر اترنے سے ڈرائیں کہ یہ جزیرہ صرف عورتوں کے لیئے ہے۔

گذشتہ سالوں میں کئی مرتبہ آس پاس کے جزیروں کے جنگجوؤں نے اس جزیرہ پر یہ دیکھنے کے لیئے یورش کی کہ وہ عورتیں کس طرح رہتی ہیں اور ممکن ہو تو کچھ عورتیں دولہن بنانے کے لیئے لے آئیں لیکن سب کا انجام ہمیشہ فوری اور یکساں ہوا۔ جزیرہ والیاں اپنے عجیب ملک کے ساحل کا سخت پہرہ دیتی ہیں اور کوئی ناخواندہ مہمان آئے تو اسے گھات میں لینے سے ذرا نہیں چوکتیں۔

یہ عجیب بات ہے کہ گورے رنگ کی مغربی مشنری عورتوں کو انہوں نے خوشی سے آنے دیا ہے اور انکی بدولت انہوں نے بہت سے مہذب طریقے سکھلائے ہیں۔ انہوں نے ننگا پھرنا چھوڑ دیا ہے اور ہر وقت اب کپڑے پہنے رہتی ہیں۔ بہت سی عیسائی ہو گئی ہیں اور انہوں نے دیوتاؤں کے پوجنے کی عجیب عجیب رسمیں ترک کر دی ہیں۔ انہوں نے سینا اور اپنے گھروں کو خوب سجانا بھی سیکھ لیا ہے لیکن ان مشنری عورتوں کے سمجھانے بجھانے کے باوجود وہ جزیرہ کو صرف اپنے لیے ہی مخصوص رکھنے کے خیال سے باز نہیں آتیں۔ وہ مردوں کے آنے کی صورت میں مردم خوری سے بہت ہی خوش ہوتی ہیں۔ اب تک یہ پتہ نہیں چلا کہ یہ بستی کس طرح آباد ہوئی اور مردوں سے اسقدر نفرت کیوں پیدا ہوئی۔ لیکن یہ مشنریاں اُمید کرتی ہیں کہ انکی یہ نفرت آخر کار دُور ہو جائے گی وہ مردوں کے بغیر خوب مزے سے زندگی بسر کر رہی ہیں۔

جب تک مسلح مردوں کی فوج اس جزیرہ پر قابض ہو کے ان عورتوں کو مغلوب کرے اسوقت تک اس جزیرہ پر مردوں کو جانے کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے۔

چہرہ پر جراحی۔ مغرب میں جراح چہروں پر جراحی کر کے بڑی دولت کما رہے ہیں۔ جن عورتوں کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں۔ جراحی کے بعد وہ بڑی بڑی ہو جاتی ہیں۔ ادھیڑ عمر کی عورتیں جنکے چہروں پر کچھ جھریاں پڑنی شروع ہو جاتی ہیں اپنی پیشانی پر جراحی کراتی ہیں۔ جراح چہرے کی کھال کو کھینچ کے تان دیتا ہے اور نہایت باریک ٹانکے لگا دیتا ہے ۴۰ سالہ عورتیں ۱۷ سالہ لڑکیاں معلوم ہونے لگتی ہیں۔

ایک امریکن رقاصہ کو اپنی قدرتی ناک بھدی معلوم ہوئی۔ اس نے جراحی کرا کے ناک نہایت ستواں کرالی۔

ایک کبہ باز کا ناک مکہ لگنے سے بیٹھ گیا تھا۔ جراح نے اسے بیہوش کر کے انکے کان کے پیچھے سے ایک ہڈی کا ٹکڑا کاٹا اور ناک کی ہڈی پر اسے لگا کے ایک نئی ناک بنا دی جو زخم بھرنے کے بعد نہایت خوبصورت ہو گئی۔

سانپ کے بوٹ۔ پیرس کی عورتوں کو آج کل سانپ کے چمڑے کے بوٹوں کا شوق ہوا ہے جو دن بدن بڑھتا جا رہا ہے۔ افریقہ میں یوا ایک بڑے قد کا سانپ ہوتا ہے اس کے چمڑے کے چند بوٹ چند سیاح شوقیہ طور پر فرانس میں لائے۔ ان کا چمڑا دھاریدار ہونے کی وجہ سے خوبصورت معلوم ہوا۔ چاروں طرف سے بوٹ بنانے والوں پر انکی مانگ بڑھنے لگی۔ مشکل یہ ہے کہ یہ سانپ افریقہ میں کثرت سے نہیں ملتا اس لیے پیرس کی عورتوں کا شوق کامل طور سے پورا ہوتا نظر نہیں آتا۔

بجلی کی عورت۔ آج کل نوکر کیاب ہیں اور ہماری بیچاری عورتیں ضعف کی وجہ سے گھر کے معمولی کاموں سے بھی تھک جاتی ہیں۔ گھر کا دھندا بیلنے کے لیئے ایک مصنوعی عورت ایجاد ہوئی ہے جو بجلی کی طاقت سے گھر کے مختلف کام انجام دیتی ہے۔ یہ بے جان لیکن متحرک عورت بیلے کپڑے دھو کے سکھاتی ہے زنگ آلود چھریوں کو ذراسی دیر میں تیز کر کے چمکدار کر دیتی ہے۔ بالائی کے حلوے اور کھانے کی دیگر مزیدار چیزیں بنا دیتی ہے۔ ابھی اس عورت سے اور کام لینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ اس کا موجد کہتا ہے کہ ان سب امتحانوں میں پوری اترنے کے بعد یہ بجلی کی خادمہ انسانی ماماؤں سے ہمیں بے پروا کر دے گی۔

لڑکی کا چوروں سے مقابلہ۔ لندن کے ایک بنک میں ایک لڑکی نوکر ہے۔ وہ ایک روز ملازموں کی تنخواہ تقسیم کرنے کے لیئے تھیلی میں سو پونڈ لے کے چلی۔ جب وہ ایک گلی میں پہنچی وہاں ایک موٹر دیر سے اس کے انتظار میں کھڑی تھی۔ موٹر اس کے قریب آ گئی اور اس میں سے ایک آدمی نے کود کے اس کی تھیلی پر جھپٹا مارا لیکن لڑکی نے تھیلی کو زور سے پکڑ لیا۔ دونوں میں دیر تک بڑے زور کی کشمکش ہوتی رہی تھیلی چھٹ گئی لیکن لڑکی نے ہاتھ سے نہ دی۔ پونڈ تھیلی میں ہی رہے گرے نہیں۔ آخر آدمی اسے کھینچتا ہوا موٹر کے پاس لے جا کے اس کے پائدان پر چڑھ گیا۔ لڑکی نے پھر بھی

پانی میں نمک گھول کے اس میں گلدستہ رکھیں تو اس کے پھول کئی کئی دن تک تازہ رہتے ہیں۔ نمک کی ہلاس لینے سے بخار اور زکام کو فائدہ ہوتا ہے۔ نیم گرم پانی میں تھوڑا سا نمک ملا کے آنکھوں کو دھوئیں تو ان کا میل کچیل دور ہو جاتا ہے۔ کوئی آگ سے جل جائے تو منہ میں نمک گھول کے اس کا لعاب زخم پر لگانے سے آرام ہو جاتا ہے۔

محنت کے بعد آرام۔ گھر کے دھندوں میں جلدی بیبیاں تھک جاتی ہیں۔ بچوں کی چیخ پکار انکے حواس مختل کر دیتی ہے۔ اس وقت وہ جھنجھلاتی اور بچوں کو کوسا کرتی ہیں۔

جسمانی طاقت سمندر کے مد و جزر کی طرح ہے۔ کبھی زیادہ ہے کبھی کم۔ کبھی ہمت بڑھی ہوئی ہے کبھی دل گرا جاتا ہے۔ ایک وقت میں آدمی پہاڑ بھی گرا دے۔ دوسرے وقت میں گردن کے نیچے تکیہ رکھنے میں آلکس آئے۔ باقاعدہ اور کل کے ذریعہ کام کرنے والوں کا تجربہ کیا گیا۔ ہفتہ میں ہر دن میں کام مختلف دیکھا گیا۔ مثلاً پیر کے دن کام کم ہوتا دیکھا گیا۔ بدھ کے روز سب سے زیادہ ہوا اور بعد میں انکے تھکنے کے ساتھ ساتھ دن بدن کم ہوتا چلا گیا۔ جب باقاعدہ اور کلوں کے کام والوں کا یہ حال ہو تو خانہ داری وغیرہ میں اسکا اثر زیادہ ہی نظر آئے گا۔

مختلف اوقات میں جوش و ہمت کی کمی بیشی کی کچھ پروا نہ کرنی چاہیئے۔ دستور العمل کی سخت پابندی نامناسب اور مضر ہے۔ جب ہمت کم ہوتی جا رہی ہو تو اس کے قیام کے لیئے فوری کوشش ضروری ہے۔ خوراک نیند تازہ ہوا یا دلی تفریح کی ایسے موقع پر ضرورت ہوا کرتی ہے۔

آرام لینے کو برا نہ سمجھو۔ جب تھکن معلوم ہو تو وقتاً فوقتاً پانچ منٹ کے لیئے ہی لیٹ ضرور جاؤ اس طرح دیکھنا دماغ کس قدر صحیح رہتا ہے۔

کان میں تکلیف۔ کان کا باہر کا حصہ زیبائشی ہے۔ اصلی چیز تو اور ہے۔ اندر ۱½ انچ کے فاصلہ پر ایک جھلی ہے اس کے آگے ایک چھوٹا سا سوراخ ہے۔ اس کے آس پاس باریک ہڈیوں کی گلچھٹ ہے اصلی کان یہ ہے۔ جھلی سے آوازیں ٹکرا کے یہاں آ کے پھیلتی ہیں۔ یہ جگہ خود قدرتی طور سے صاف ہوتی رہتی ہے۔ درمیانی حصہ جو جھلی کے قریب ہے درست رکھنا ہمارا فرض ہے۔ اس کے لیئے تین ہدایتیں ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیئے ورنہ ذرا سی غفلت سے بہرہ پن پیدا ہو جاتا ہے۔

(۱) نتھنوں کو بند کر کے ناک میں ہوا ہرگز نہ بھرو۔ اس سے جراثیم یا زہریلا مادہ کان میں پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔

(۲) ناک اور گلے میں سوزش نہ رہنے دو اس سے کان میں سوزش پہنچ جانے کا ڈر ہے۔

(۳) اگر بچہ منہ سے سانس لے فوراً اس کی طرف توجہ کرو گلے کے قریب گانٹھیں پڑ جانے سے کان اور گلے میں رکاوٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اس سے سماعت میں فرق پڑ جاتا ہے۔ گلا اور ناک ہمیشہ صاف رکھنے چاہئیں۔

محمد ظفر

سیر بین

حسن کا مقابلہ مغرب میں حسن کے مقابلے اخلاقی اور معاشری زندگیوں کو تباہ کر ہی رہے تھے لیکن یہ وباب وہاں کی دوسری متعدی بیماریوں کے ساتھ ترکی میں بھی بڑھی چلی آرہی ہے۔ ترکی اخبار جمہوریت نے پچھلے سال سے حسن کے سالانہ مقابلہ کی بنیاد ڈالی ہے۔ پچھلے سال فرحہ توفیق مقابلہ میں شریک ہونے والیوں میں سب سے زیادہ حسین قرار پائی۔ یہ اخبار اس مقابلہ کو جاری رکھنا چاہتا ہے۔ اس نے پیرس کے حسن کے مقابلہ کرنے والوں سے انتظام کرلیا ہے کہ سب سے زیادہ حسین ترکی لڑکی پیرس میں یورپی حسینوں سے مقابلہ آرا ہونے کے لئے بھیجی جاتی رہے گی اور جب وہ وہاں بھی اول آئے تو وہ کورن ڈی گرسو میں بھیجدی جایا کرے جہاں تمام دنیا میں حسین ترین لڑکی منتخب کی جاتی ہے۔ اس مقابلہ کی ایجاد نے ترکی چلبلی طبیعت والیوں میں ایک شوق کی کھلبلی ڈال دی ہے۔ اس سال نامق بے کی لڑکی مَتب جل د؟) نامق سب سے زیادہ حسین ترکی عورت قرار پائی ہے۔ وہ عنقریب اپنے باپ سمیت پیرس جارہی ہے اور اگر وہ وہاں یورپ کے حسینوں میں اول آئی تو اگست میں دنیا کے حسن کے مقابلہ میں کورن ڈی گرسو کے مقام پر شریک ہوگی ✣

زن مریدوں کی انجمن۔ زنانہ آزادی نے مغرب میں ایک ہیجان پیدا کردیا ہے۔ عورتیں اپنی نام نہاد آزادی کے لیے طرح طرح کے جتن کرتی ہیں۔ مردوں کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں۔ اب لورپول میں زن مرید شوہروں کی ایک انجمن قایم ہوئی ہے لیکن اسکا ابتدائی جلسہ حوصلہ شکن ثابت ہوا کیونکہ اس کے تین سو سے زیادہ ممبروں کو انکی بیویوں نے جلسہ میں شریک ہونے سے روک دیا۔ صرف ۴۰ حاضر ہوئے۔ مسٹر ولیم میک الوری نے کرسی صدارت پر بیٹھتے ہوئے ابتدا ہوئی، تقریر استقلال اور قایم مزاجی کے لہجہ میں شروع کی کہ آپ کو مجھے ضرور صدر مقرر کرنا ہے کیونکہ اگر آپ ایسا نہ کرینگے تو میں گھر جانے کی جرأت نہ کرونگا۔ میری بیوی نے کہا تھا کہ اگر تم اس احمقانہ خفیہ انجمن میں شریک ہوناہی چاہتے ہو تو تم اس کے سرگروہ بن جانا ورنہ گھر آنے کی ضرورت نہیں۔

دو اور "بھائی" جو صدارت کے لیے نامزد کیے گئے تھے ہٹ گئے اور مسٹر میک الوری تالیوں کے شور میں صدارت کے لیے منتخب کرلیے گئے۔ اسوقت یہ گیت گایا جارہا تھا کہ ہم عورتوں کو بتا دینگے کہ ہم کیا کچھ کرسکتے ہیں۔ اب یہ تجویز ہے کہ ان بیویوں کو جو اپنے شوہروں کے اس انجمن میں شریک ہونے پر معترض ہوتی ہیں باہر کی سیروں کے انتظامات کرکے رام کیا جائے گا۔

ٹھوکا دیتے جاؤ اور انگلیوں کو اس طرح ہلاؤ جیسے کہ پیانو بجایا جا رہا ہے اور انگلیاں آہستہ سے پیچھے کی طرف کو موڑ دو۔

(۳) ہر ایک رات کو انگلیوں کے پوروں سے ۳۔۴ منٹ تک اوپر کی طرف لمبائی میں ٹھوکا لگاتے پھیرو۔ پھر کوئی کریم منگاؤ اور انگلیوں کو کھینچ کھینچ کے موتا کہ انکی بناوٹ میں خوشنمائی آجائے۔

(۴) ہاتھ دھونے کے بعد تولیہ سے ہاتھ کی کھال پر دباؤ ڈالنا چاہیئے۔ ناخنوں کو دبایا نہ جائے اس سے ان میں سفید دھبے آجاتے ہیں ؞

دھبے دور کرنا۔ دھبے دور کرتے وقت کپڑے کی قسم اور رنگ اور دھبہ کی کیفیت کا خود لحاظ رکھنا چاہیئے۔ پہلے مصالحہ کا ہلکا عرق استعمال کرنا چاہیے۔ اسے بعد میں تیز کیا جاسکتا ہے۔ تیزاب استعمال کرتے وقت کپڑے کے نیچے کوئی گدی یا جاذب کا ٹکڑا رکھ لینا چاہیئے تاکہ مائع اس میں جذب ہوتا رہے۔ کپڑے پر نمی کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیئے صابن کے کونے کو گیلا کرکے دھبہ کے گرد حلقہ بنادیں۔ دھبہ دور ہو جانے کے بعد صابن کا نشان دور کیا جاسکتا ہے۔ یہ طریقہ آسانی سے دھل جانے والے کپڑوں کے لیئے ہے۔

اگر موم کی بتی کا نشان پڑگیا ہے تو کپڑے کے اوپر اور نیچے جاذب کا ٹکڑا رکھ کے گرم استری کریں اور وقتاً فوقتاً جاذب سرکاتے رہیں۔ اگر رنگین موم کا نشان ہو تو چکنائی دور کرنے کے بعد سپنج میں الکحل لگا کے پھیریں۔

قہوہ اور کوکو کے دھبہ پر سہاگہ چھڑک دیں اور پھر ٹھنڈے پانی سے دھوڈالیں۔ اگر دھبہ دور نہ ہوتا ہو تو جے ویل واٹر آخری تدبیر کے طور پر استعمال کریں۔

اگر کسی میوہ کا دھبہ پڑگیا ہو تو ایک پیالہ کے اوپر کپڑے کے اس حصہ کو رکھیں اور کھولتا ہوا پانی اونچائی سے ڈالیں تاکہ پانی دھبہ پر پڑ کے پیالہ میں گرے، سہاگہ چھڑک کے پھر کھولتے ہوئے پانی کی دھار ڈالیں۔ اگر دھبہ دور نہ ہو تو جے ویل واٹر یا لیموں کا نمک لگائیں۔

اگر سریش یا چپکنے والی چیز لگ گئی ہے تو دھلنے والے کپڑے پر گرم پانی سے سپنج کر دیں۔ اگر کپڑا دھلنے والا نہیں تو سرکہ میں ڈبوئیں۔

چکنائی کو دور کرنے کے لیے جاذب رکھ کے گرم استری کریں تاکہ چکنائی پگھل جائے پھر گیسولین یا الکحل کسی ملائم کپڑے سے لگائیں۔ اس مقام پر پھر فلرس ارتھ یا فرنچ چاک چھڑک دیں اور چند گھنٹے پڑا رہنے دیں۔ بعد ازاں برش کردیں۔ دھلنے کے قابل کپڑوں پر مٹی کا تیل لگائیں اور گرم پانی میں صابن حل کرکے اس سے دھوڈالیں۔ مٹی کا تیل اچھی سفید کرنے والی چیز ہے۔

سیاہی کا داغ دور کرنے کے متعدد طریقے ہیں۔ دودھ، لیموں کے نمک یا لیموں کے عرق اور نمک میں ڈبو کے گرم پانی سے دھو دیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ خشک رائی اور پانی کی لئی بنالیں۔ اسے دھبہ پر ۵ منٹ کے لیئے پھیلائیں۔ پھر دھو

ڈالیں۔ دھبہ دُور ہو جائے گا۔ سرکہ اور کلورائڈ آف لائم سے پکے سے پکا سیاہی کا دھبہ دور کیا جا سکتا ہے۔ آدھ گھنٹہ تک سرکہ میں ڈبوئیں پھر کلورائڈ آف لائم میں ڈبوئیں اور بعد ازاں دھو ڈالیں۔ سُرخ سیاہی کے دھبوں کے لیے ہیڈروجن پر وکسائڈ اور ٹھنڈا پانی استعمال کریں۔ آیوڈین کا دھبہ پڑ جائے تو امونیہ لگا کے اِسفنج پھیرا جائے۔

چیپہ کپڑے کے نشان پر عرق لیموں یا کھٹا دودھ لگا کے دھوپ میں سکھائیں۔ دھونے کی ضرورت نہیں۔ اس کے پرانے داغ کے لیے جے ویل واٹر استعمال کریں۔

پسینہ کے داغ دُور کرنے کے لیے پہلے کلورافارم لگائیں تاکہ بدبو جاتی رہے پھر سرکہ ہلکا کرکے اِسفنج سے لگائیں۔ دھبے دُور ہو جائیں گے۔ پسینہ میں تیزابیت ہونے کی وجہ سے کپڑے کا رنگ اُڑ جایا کرتا ہے۔ اسکا کوئی علاج نہیں۔

تارکول کے دھبہ دُور کرنے کے لیے تارپین لگا کے برش کر دیں۔ چائے کے دھبہ پر سُہاگہ بُرک کے کھولتا پانی ڈالیں یا عرق لیموں ڈال کے دھوپ میں رکھدیں۔ آخری تدبیر یہی جے ویل واٹر ہے۔

خانگی ٹوٹکے۔ چاندی نکھارنے کے لیے کسی تام چینی کے برتن میں بھر پانی اسے کھولائیں۔ اس میں مٹھی بھر سوڈا ڈالیں۔ جب وہ گھل جائے اس میں الومنیم کا ڈھکنا ڈالدیں۔ اس پر چاندی رکھدیں۔ جب پانی ٹھنڈا ہو جائے تو چاندی نکال کے کسی ملائم کپڑے سے پونچھ ڈالیں۔

جن انڈوں میں درز آئی ہوئی ہو اُن کو اُبالنے سے پہلے کسی باریک روغنی کاغذ میں لپیٹ دیں۔ اُبالتے وقت سفیدی پھوٹ کر باہر نہ آنے پائے گی۔

اگر کوئی ربڑ والا کپڑا (جیسے برساتی یا کھانا پکانے کے وقت آگے کی طرف ڈال جانے والا ربڑ کا کپڑا) اس قدر خراب ہو جائے کہ استعمال کرنا بھدا معلوم ہو تو معمولی سی ترکیب سے یہ کپڑا کچھ دن اور کام دے سکتا ہے۔ کھولتے ہوئے پانی میں صابن گھول دیں اور وہ کپڑا اس میں ڈال دیں۔ ربڑ پگھل کے پانی میں مل جائے گا اور خالی کپڑا رہ جائیگا جو کام آسکتا ہے اور میلا ہونے پر معمولی کپڑے کی طرح دھویا جا سکتا ہے۔

ٹھنڈی چا کا پانی چھان کے اس میں کلپ کا اتنا پانی ملایا جائے جتنا گہرا عنابی رنگ آپ کو پسند ہو۔ اسے اتنا ہلایا جائے کہ سفیدی کی دھاریں نہ نظر آئیں۔ کھڑکیوں اور دروازوں کے پردے اس میں بیس منٹ کے لیے ڈبو دیں اور وقتاً فوقتاً اس عرصہ میں اسے اُٹھا اُٹھا کے پھر ڈال ڈال دیں۔ بعد میں دبا کے نچوڑ لیں۔ مروڑی نہ دیں پھر لٹکا کے خشک کرلیں۔ یہ رنگ دیرپا ہوگا۔

نمک کے فوائد۔ سر میں درد ہو تو نمک کی ایک چٹکی زبان پر رکھ کے دس منٹ بعد ٹھنڈے پانی کا ایک گلاس پی لیں۔ درد دُور ہو جاتا ہے۔ نمک دانتوں پر ملنے سے انکو صاف کرتا ہے اور مسوڑوں کو مضبوط بنا دیتا ہے۔

تھیلی نہ چھوڑی۔ موٹر میں بیٹھے ہوئے ایک اور آدمی نے جس کے ہاتھ میں گھومنے والا طمنچہ (ریوالور) تھا لڑکی کو دھکا دیدیا اور موٹر چلتی کر دی۔ ایک نوجوان نے دور سے یہ لڑائی دیکھی۔ اُس نے اپنے ہاتھ سے اپنی گٹھڑی پھینک موٹر کا پیچھا کیا۔ وہ موٹر کے پائدان پر جا چڑھا۔ موٹر والوں نے مار مار کے اسے اُترکر دیا لیکن وہ موٹر سے چمٹا رہا۔ آخر کار وہ اسے زمین پر گرانے میں کامیاب ہوئے اور وہ لڑھکتا ہوا سڑک پر جا پڑا۔ پولیس میں اطلاع دی گئی۔ لڑکی نے موٹر کا نمبر دیکھ لیا تھا۔ پولیس کو اس نمبر کی موٹر کی اُسی روز صبح کو چوری جانے کی اطلاع ملی تھی۔ سب نے لڑکی کی بہادری کی تعریف کی۔ بھی چور پکڑے نہیں گئے ہیں۔ ایک اور لڑکی اپنی نقدی کی تھیلی لیے جا رہی تھی کہ ایک چور نے گھات سے نکل کے اسکی آنکھوں میں مرچیں جھونک دیں اور اس کی تھیلی لے کے چلتا بنا۔ آنکھیں سوج گئیں اور بڑی مشکل سے اچھی ہوئیں۔

زہر خورانی کے ذریعہ شادی۔ ۱۹۱۸ء میں ایک خوبصورت نرس نے جو ہنگری کی رہنے والی تھی حکام سے اطالوی محاذ پر جانے کی درخواست کی۔ جب وہ وہاں پہنچی تو فوج کے ڈاکٹر کی غیر حاضری میں ایک اطالوی قیدی نے اسکا خیر مقدم ادا کیا۔ وہ اسے دیکھتے ہی اس سے محبت کرنے لگا اور اس سے شادی کرنے کی فکر میں مُبتلا ہو گیا مگر اسے معلوم ہوا کہ ہنگری کے قانون کے مطابق اس خوبصورت نرس کی ہنگری کے کسی باشندے سے ہی شادی ہو سکتی ہے۔ غیر باشندے سے صرف ایک صورت سے شادی کی اجازت ہے کہ دولہا بستر مرگ پر لیٹا ہو۔ چند روز کے بعد اس قیدی نے زہر کھا لیا اور اس کی حالت خراب ہو گئی۔ اس کے منہ میں جھاگ آ گئے۔ لیکن طبی امداد اسقدر جلد پہنچ گئی کہ وہ اپنی شادی کی خواہش ظاہر نہ کر سکا حتے کہ ڈاکٹر نے اسکی حالت خطرہ سے محفوظ بتا دی۔ دوسری مرتبہ بھی اسنے بستر مرگ پر پہنچنے کی ناکام کوشش کی۔ سپہ سالار نے جسے اس داستان محبت سے پوری دلچسپی پیدا ہو گئی تھی اسے بیکار قرار دے کے دوسری جگہ بھجوا دیا۔ چند روز کے بعد اسکی طرف سے تار ملا کہ فوراً چلی آؤ۔ شرط پوری ہو گئی ہے۔ لڑکی کو اس سے پوری محبت تھی وہ پہنچ گئی اور صلح جنگ ہونے سے سات دن پہلے انکی شادی بھی ہو گئی لیکن سفر میں ہوا لگنے کی وجہ سے قیدی جانبر نہ ہو سکا۔ اسکی موت کے بعد قیدی کی ماں نے خط بھیج کے اپنی بہو کو بُلانا چاہا کہ وہ گھر اور جائداد پر قابض ہو جائے جو قانوناً اب اسکی ہی تھی لیکن لڑکی جان کے خوف سے نہ گئی آخر اب تک افلاس اور سختی کے دن گذارنے کے بعد وہ اب اپنی سسرال جا رہی ہے تاکہ اپنے حقوق حاصل کرے۔

وکیل عورتیں۔ انگلستان میں عورتیں بیرسٹر بن رہی ہیں اور اب ہندوستان میں بھی کئی وکیل بن چکی ہیں۔ یہاں کا حال تو معلوم نہیں لیکن وہاں عورتیں بحیثیت وکیل کے ناکام ثابت ہو رہی ہیں۔ عدالتوں میں کم نظر آتی ہیں جب ان سے پوچھا جاتا ہے کہ اسکی کیا وجہ ہے تو یہی جواب ملتا ہے کہ اسکا ذمہ دار جنسی تعصب ہے۔ مرد عورتوں کو وکیل نہیں کرتے۔ سالسٹر مقدمات میں وکیلوں بیرسٹروں کو کھڑا کرتے ہیں لیکن سالسٹر زیادہ تر وہی ہیں۔ ہر ہزار میں ایک عورت سالسٹر ہے۔ اس لیے وہ اپنے ہم جنسوں ہی کے پاس مقدمات لے جاتے ہیں۔ لیکن ایک اور بھی ہے ان عورت وکیلوں میں ایک بڑا نقص بتایا جاتا ہے کہ وہ بحث کرتے ہوئے رنگین مرصع فقرے استعمال کر کے فصاحت کی داد دیا کرتی ہیں۔ اور اب زمانہ مقدمات میں ایسی تقریریں کرنیکا نہیں۔

محمد ظفر

شکریہ

حسب اعلان عصمت بابت اکتوبر ۲۹ء ان محترم بہنوں کے نام دلی شکریہ کے ساتھ درج کرتی ہیں جنہوں نے عصمتی دسترخوان کی تیاری میں حصہ لیا۔ ان سب بہنوں کو کتابیں بھیجی جا چکی ہیں۔

پنجاب، کشمیر، سرحد

اہلیہ پروفیسر محمد طلحہ صاحب ام اے لاہور ۵
ب اس بنت سید محمد حسین صاحب لاہور ۴
مس تاج سلطان بنت راجہ غلام مہدی صاحب راولپنڈی ۲
ک ن بنت ڈاکٹر ابوالفضل صاحب کپورتھلہ ۴
بیگم مولانا محمد علی صاحب ایم اے احمدیہ بلڈنگ لاہور ۴
صفیہ خانم صاحبہ لودھی بنت مرحوم تحصیلدار صاحب فضلا گرکی ۳
بیگم مولوی ضیاء الدین احمد صاحب کمشنر پولیس بہاولپور ۲
زینب بائی صاحبہ باتھ کیمپل پور پنجاب ۲
فرخندہ اختر صاحبہ بنت ڈاکٹر محمد خاں صاحب کمشنر فیروزپور ۱
مسز احمد شفیع صاحبہ انارکلی لاہور ۱
حمید النسا صاحبہ کنجاہ ۱
فاطمہ بیگم صاحبہ لاہور ۱

آگرہ اودھ

مسز عبدالوحید خاں صاحب ملیح آباد ۲۰
بیگم خان صاحب حکیم الحق صاحب مجسٹریٹ گورکھپور ۲
بی بی بیگم صاحبہ بنت لالہ دیا نرائن صاحب نگم بی اے اڈیٹر زمانہ ۸
غ ف صاحبہ بنت سید محمد علی صاحب منصرم آگرہ ۵
ا ف صاحبہ " " " ۵
نعیمہ خاتون صاحبہ بنت ڈاکٹر احمد اللہ خاں صاحب جالون ۵
مسز سید الطاف حسین صاحب پولیس انسپکٹر میرٹھ ۵
ص بیگم صاحبہ قریشی آگرہ ۵
مسز مرزا مرتضیٰ بیگ صاحب وکیل اعظم گڈھ ۳
اہلیہ مشرف حسین صاحب وکیل گھیم پور کھیری ۴
اشفاق جہاں بیگم صاحبہ بنت تحصیلدار صاحب ... ۳

اصغری بیگم صاحبہ کانپور ۹
ب ا ب بنت میر سجاد حسین صاحب مجسٹریٹ بجنور ۲
بیگم احمد عمر صاحب فتح آباد ۲
مسز عبدالغنی صاحبہ کانپور ۲
خورشید اشفاق صاحبہ بنت خان بہادر اشفاق حسین صاحب ۲
عائشہ حبیب صاحبہ غازی پور ۲
نعیمہ بیگم صاحبہ دختر سیٹھ جبار صاحب میرٹھ ۲
اختر فاطمہ صاحبہ سیدپور ۲
دختر سید اکبر علی صاحب رڑکی ۲
کشور جہاں صاحبہ لکھنؤ ۱
محبوب بیگم صاحبہ مارہرہ ۱
ش غ بی بی صاحبہ دختر خان صاحب مولوی محمد نظیر صاحب غازی پور ۲
ہمشیرہ محمد ادریس صاحب پرتاب گڈھ ۱

مالوہ وسط ہند راجپوتانہ

نواب زادی رضیہ سلطان جہاں بیگم صاحبہ اف پھلرہ ۲
بنت بلدیو پرشاد صاحب بھوپال ۱۳
بنت نعمت الٰہی صاحب بیری تحصیلدار ریاست بھوپال ۱۴
آرا ایس صاحبہ بھوپال ۹
ذکیہ سلطانہ بیگم صاحبہ دختر قاضی محمد عمر صاحب وکیل بھوپال ۴
محبوب جہاں بیگم صاحبہ بھوپال ۵
احمدی بیگم صاحبہ بنت سردار جاورہ ۱

بہار بنگال

ح م ب ہمشیرہ سید حسن عسکری صاحب ایم اے گیا ۹
پروین جہاں بیگم صاحبہ باری سال ۷
مس عزیز الفاطمہ صاحبہ آرہ ۵
مس حسن احمد صاحب پٹنہ ۵
مسز ظہور عالم صاحب حسین آباد مونگیر ۳
ایس کے صغرا بیگم صاحبہ سبزی باغ کلکتہ ۲
رقیہ خاتون صاحبہ پٹنہ سٹی ۱

آمنہ نازلی

مدراس میسور

فاطمہ بیگم صاحبہ بنت قاضی محمد حسین صدیقی بنگلور ۲۰
مہر النساء صاحبہ ہمشیرہ غلام دستگیر صاحب ایجوکیشنل افسر ۴

حیدرآباد دکن برار سی پی

خیر النسا صاحبہ حیدرآباد دکن ۲۶
مسز سمیع اللہ شاہ صاحب نامپلی حیدرآباد دکن ۸
بنت عبدالحفیظ صاحب بالاسپور ۸
بنت مولوی واجد حسین صاحب نیندا ضلع ایرتل ۶
مسز عبدالحمید صاحب ہنکنڈہ دکن ۶
آمنہ صاحبہ بنت مولوی عبدالرحیم صاحب حیدرآباد ۴
اہلیہ کپتان علی رضا صاحب محبوب نگر دکن ۲
عظیم النسا صاحبہ بنت مرحوم اصغر علی صاحب وکیل رائے پور ۲
عزیز بانو صاحبہ بنت محمد خیر خاں صاحب ڈپٹی انسپکٹر مدارس ارکی ۲
صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام ار اے ایس حیدرآباد امراؤتی ۴
سیدہ اشرف صاحبہ ناگپور ۳
نسرورہ خاتون صاحبہ ناگپور ۱
اہلیہ عبدالغفور خاں صاحب ایلچ پور ۱

بمبئی گجرات

مس معطی بائی طیب علی صاحب بصری سورت ۴
مسز حاجی عبدالخالق صاحب بمبئی ۲

جرمنی

فاطمہ ستار صاحبہ اہلیہ پروفیسر ستار خیری ام اے ۲

عراق

زبیدہ الغنی خانم صاحبہ بصرہ

دہلی

بلقیس بیگم (د-ا) صاحبہ ۷

ایچ ایس محبوب صاحبہ — حمیدہ خاتون صاحبہ
دختر عبدالصادق صاحب — اہلیہ عبدالعزیز صاحب
دختر ... صاحبہ — ایچ ایس بی بی گل صاحبہ
... آرا صاحبہ

سفید داغ یا برص کا علاج

مارچ کے پرچے میں ایک بہن صاحبہ نے اپنے بچے کے لیے برص کی دوا دریافت فرمائی ہے۔ چنانچہ میں اس مرض کا ایک بہت ہی مجرب علاج لکھتی ہوں۔ جو تجربہ سے نہایت مفید ثابت ہوچکا ہے۔ اُمید ہے انشاءاللہ بہن صاحبہ کے بچے کو بھی اس سے آرام ہوجائے گا۔ ہاں اس میں صبر کی ضرورت ہوگی۔ کیونکہ بہن موصوفہ مرض دو سال کا پُرانا لکھ رہی ہیں۔ اس لیے بہت آہستہ آہستہ رفع ہوگا۔

باپچی اور گیرو ان ہر دو چیزوں کو منگوا کر دونو کو الگ الگ کوٹ اور خوب اچھی طرح چھان کر رکھ لیا جائے۔ اور رات کو سوتے وقت قریباً دو ماشے باپچی اور چٹکی ڈیڑھ چٹکی بھر گیرو (بڑے آدمی کے لیئے فی خوراک چار ماشے باپچی اور ایک ماشہ بھر گیرو ہونی چاہیئے۔ مگر چونکہ یہ دوائی بہت گرم۔ خشک ہوتی ہے۔ اس لیے بچے کے لیئے نصف مقدار کافی ہوگی۔ ہاں اگر بچہ کچھ زیادہ گرمی نہ محسوس کرے تو پھر دوائی کی مقدار کسی قدر زیادہ کی جاسکتی ہے) لیکر اچھی پاؤ۔ ڈیڑھ پاؤ پانی میں یا جتنا پانی بچہ آسانی سے پی سکے۔ اتنے میں بھگو دیں۔ بھگوتے وقت دوائی کو پانی میں خوب ہلا دیا جائے تاکہ دونو چیزیں اس میں اچھی طرح مل جائیں۔

رات بھر اسے اسی طرح پڑا رہنے دیں۔ دوائی برتن کی تہ میں بیٹھ جائے گی۔ اور پانی اوپر آجائے گا۔ صبح اُٹھکر اس پانی کو آہستگی کے ساتھ نتھار کر نہار منہ بچے کو پلا دیا جائے۔ اگر اس طرح نہ پیا جاسکے۔ تو تھوڑی سی مصری اس میں ملا لیا کریں۔

برتن کی تہ میں بیٹھی ہوئی دوائی کو نکال کر اور ذرا اور پیس کر ان تمام داغوں پر لگا دیا کریں۔ جو بہت سفید ہوں۔ مگر وہ داغ جو ابھی۔ نئے نئے نکلے ہوں اور دُھندلے سے ہوں۔ ان پر لگانے کی ضرورت نہیں۔ وہ دوا کے پینے سے خود بخود جاتے رہیں گے نیز دوائی صرف ایک مرتبہ دن میں داغوں پر دوا لگائی جائے۔ یہ اپنی مرضی پر ہے۔ کہ چاہے دن بھر لگی رہنے دیں یا پانچ سات گھنٹے بعد اُتار دیں۔ جن داغوں پر دوائی لگائی جائے گی۔ ان پر سے جھلی کی طرح سے کھال سی اُتر جائے گی۔ اور رفتہ رفتہ اس کے اُترنے کے بعد جلد کی اصلی رنگت نکل آئے گی۔

اگر بیماری نئی نئی ہو تو جلد رفع ہو جاتی ہے مگر بہن صاحبہ کے بچے کا مرض چونکہ دیرینہ ہے۔ اسے زیادہ عرصہ تک دوائی استعمال کرنی پڑے گی تاہم دوائی کا فائدہ بھی موصوفہ کر دو۔ ڈھائی ہفتے کے استعمال کے بعد یا شاید اس سے بھی بیشتر ظاہر ہونے لگے گا۔ یعنی وہ دُھندلے دُھندلے سے داغ جن پر دوائی نہ لگانی چاہیئے۔ اس عرصہ

میں ہی دن بدن مدھم پڑ کر غائب ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اور آگے کو اور نکلنے بھی قریباً بند ہو جائیں گے۔

جب دیکھئے کہ اور داغ نمودار ہونے بالکل بند ہو گئے ہیں۔ اور پہلوں کے نشان بھی غائب ہو چکے تو اس کے دو تین ہفتے بعد تک بھی دوائی کا استعمال احتیاطاً جاری رکھیں۔ تاکہ بیماری کی جڑ تک جاتی رہے۔ اور دوبارہ عود کرنے کا اندیشہ نہ رہے۔

پرہیز۔ اس بیماری میں سب سے زیادہ پرہیز دودھ اور نمک کا ہے۔ اس لیے حتی المقدور اس کا بہت خیال رکھیں۔ اس کے سوا ترش پھل۔ مثلاً مالٹا۔ نارنگی۔ آم وغیرہ۔ اسی طرح زیادہ گرم ترکاریاں جیسے بینگن وغیرہ اور دیگر ترشی، بادی۔ نمکین چیزیں بھی بچے کو کھانے کو نہ دیں، مثلاً دودھ، چائے، دہی، ملائی، اچار، دال ماش، مسور وغیرہ، وغیرہ چاولوں سے بھی پرہیز ہی بہتر ہو گا۔ تاہم اگر بچہ خواہش کرے تو بغیر نمک کا پلاؤ دیا جا سکتا ہے۔

گھی جتنا بھی کھا سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔ کھانے کے ساتھ شہد خالص کا استعمال بھی بہت مفید ہو گا۔ جو ترکاری پسند ہو سوائے بہت گرم کے بیشک کھائیں مگر جہاں تک ہو سکے۔ اس میں سیاہ مرچ ڈلوائیں۔ ہاں ذائقہ بدلنے کو مریض کو کبھی کبھی دوسرا سالن بھی دے دیا جائے۔ تاکہ وہ بہت جلد اتنا پرہیز کرنے سے اکتا نہ جائے دودھ کے لئے اگر بہت دل چاہے تو دار فلفل کے دو تین دانے گوندھے ہوئے آٹے میں لپیٹ کر چولھے میں بھون لیں جب آٹا اوپر سے سرخ ہو جائے تو چولھے سے نکال کر آٹا ان پر سے اتار ڈالیں اب ان دونوں کو دودھ میں ڈال کر اسے کاڑھیں۔ بس اس طرح سے کڑھا ہوا دودھ نقصان دہ نہ ہو گا۔

انشاء اللہ دوائی کے استعمال اور پرہیز کرنے سے بالکل آرام ہو جائے گا۔

لطیف بیگم۔ لاہور

عصمتی کروشیا

زنانہ دستکاری کی اقسام میں کروشیا کا کام غالباً سب سے زیادہ عام فہم۔ سادہ اور آسان لیکن ساتھ ہی بہت کارآمد و خوبصورت کام ہے۔ اس کے سوا اس کام کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے۔ کہ ایسا تھوڑی بہت مہارت رکھنے والی لڑکیاں بچیاں صرف نمونے دیکھ دیکھ کر ہی بہت کچھ سیکھ لیتیں۔ اور نئے نئے نمونے بنا سکتی ہیں۔ چنانچہ فن کروشیا کی انہی خوبیوں کی وجہ سے اسے ہندوستانی گھروں میں بہت قبولیت حاصل ہو رہی ہے۔ اور آج کل اکثر لڑکیاں خصوصاً شہروں میں رہنے والی تو مشکل سے ہی کوئی ایسی لڑکی ہوگی۔ جو اس کام میں کچھ نہ کچھ واقفیت رکھتی ہو۔

ادھر انگریزی زبان میں دیکھئے۔ تو اس مفید کام کے متعلق سینکڑوں کتابیں بھری پڑی ہیں۔ جن میں کئی کئی قسم کا کروشیا کا کام اور نئی نئی قسم کے نمونے ہوتے ہیں۔ مگر افسوس کہ اردو میں اس کام کے متعلق آج سے چند سال قبل کوئی کتاب نہ تھی جس سے اس دستکاری کی شوقین بہنیں مدد لے سکتیں۔ چنانچہ ان بہنوں کی دوڑ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتی تھی۔ کہ بوقت ضرورت ادھر ادھر آپس میں ایک دوسرے سے نمونہ مانگ مانگ کر اپنا یہ شوق پورا کریں مگر اب یہ دیکھکر بہت خوشی ہوتی ہے کہ کروشیا کے کام میں ماہر بہنوں نے اس طرف توجہ کرنی شروع کر دی ہے۔ اور اس کام کے متعلق کتابیں تصنیف و مرتب ہونے لگی ہیں۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا۔ اس موضوع پر محترمہ بلقیس حمید بیگم صاحبہ کی ایک مفید کتاب "کروشیا کا کام" شایع ہو چکی ہے۔ اور اس کے بعد اب محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ (بنگلور) اس کام کی طرف متوجہ ہو رہی ہیں۔ اور اس وقت ان ہی بہن کی مرتب کردہ ایک کتاب "عصمتی کروشیا" بھائی رازق الخیری صاحب کی مہربانی سے میرے ہاتھ میں ہے۔ جو فن کروشیا کے متعلق محترمہ موصوفہ اور متعدد عصمتی بہنوں کی متفقہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔

کتاب عصمتی کروشیا قریباً سوا سو صفحہ کی کتاب ہے۔ اور اس میں ۵۸ کروشیا کے نمونے یا نقشے ہیں۔ کتاب کے شروع میں کام کے متعلق کچھ مختصر سی ہدایات بھی درج تھیں۔ نمونوں کے ساتھ ان کے بنانے کی ترکیب نہیں لکھی گئیں۔ انکی چنداں ضرورت بھی نہیں۔ کیونکہ تمام نمونے یوں ہی اسی قدر صاف واضح اور آسان ہیں کہ سمجھنے میں بالکل دقت نہیں ہوتی۔ اور نقشہ دیکھ کر ہی خود بخود سمجھ میں آجاتے ہیں ہاں ویسے اکثر نمونوں کے ساتھ انکے حسب ضرورت کچھ تھوڑی سی تشریح کر دی گئی ہے اور ہر نمونہ کے ساتھ نمونہ بھیجنے والی بہن کا نام بھی لکھ دیا گیا ہے۔

کتاب مذکور پانچ حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے باب میں زیادہ تر قسم قسم کے جالیوں اور طرح طرح کے پھولوں کے نقشے ہیں۔ اور ان کے سوا مسجد کا دروازہ، چوکور۔ پھولدار تولیہ، ٹیکوزی۔ کلمہ طیبہ، انگریزی، حروف تہجی وغیرہ اور کئی چیزوں کے بھی خوبصورت نمونے موجود ہیں۔

دوسرے باب میں بیلوں وانسرشن کے پانچ نقشے اور تیسرے باب میں میزپوش، پلنگ کی چادر، اور تکیے کے غلافوں وغیرہ کے لیے ۱۶ اچھے، اچھے خوشنما نمونے ہیں۔

چوتھے باب میں گیارہ خوبصورت و نفیس لیسوں یا جھالروں کے نقشے دیے گئے ہیں۔

پانچواں باب کئی متفرق چیزوں مثلاً تاج محل آگرہ، جامع مسجد دہلی، کسی کا تولیہ، ٹیکوزی وغیرہ، وغیرہ کے خوبصورت نمونوں پر مشتمل ہے۔

غرض کتاب دیکھنے میں قسم قسم کے نقشوں کا گلدستہ معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ اردو زبان میں ابھی اس کام کی ابتدا ہے۔ اس لیئے بعض امور اصلاح طلب بھی ہیں۔ تاہم مجموعی طور پر کتاب اچھی ہے اور امید ہے کہ کروشیا کی شوقین بہنوں کے لیئے بہت مفید ثابت ہوگی اور وہ اس سے خاطر خواہ فائدہ اٹھائیں گی۔ قیمت عہ ہے

لطیف بیگم لاہور

بزمِ عصمت

ہمیں یہ معلوم ہو کر بہت افسوس ہوا کہ مرزا علی محمد خاں صاحب وائس چانسلر بمبئی یونیورسٹی کا انتقال ہو گیا۔ مرحوم مرزا صاحب اپنی قابلیت کی وجہ سے صوبہ بمبئی کے تعلیم یافتہ مسلمانوں میں ایک خاص امتیاز رکھتے تھے۔ مرحوم عصمت کے قدیمی محسن تھے اور ۱۹۳۰ء میں جب ہم بمبئی گئے ہیں تو بڑے تپاک اور خلوص سے ملے تھے۔ تعلیم نسواں سے انھیں بہت دلچسپی تھی اور حقوق نسواں کے بڑے حامی تھے۔ انکی صاحبزادیاں محترمہ شمع مس نور جہاں ناز اور مس ملک سلطانہ رعنا جن کے مضامین عصمت میں چھپتے رہتے ہیں انگریزی فارسی اردو میں بہت اچھی قابلیت رکھتی ہیں۔ خدا مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے متعلقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

ایڈیٹر

میرے والد صاحب قبلہ (جسٹس سید وزیر حسن) کو اللہ نے ۱۰ء وہ چیف کورٹ کی چیف ججی کا عہدہ عطا کیا ہے۔ یہ پہلے ہندوستانی اور مسلمان ہیں جو کہ اس عہدے پر فائز ہوئے۔ اس خوشی میں مبلغ ۵ر ”تربیت گاہ بنات“ کو ارسال ہیں۔ بیگم نذیر حسین بلہرہ (بارہ بنکی)

میں نہایت مسرت کے ساتھ مطلع کرتی ہوں کہ میری ہمشیرہ زبیدہ بیگم صاحبہ کو یکم رمضان المبارک نیک ساعت بروز شنبہ صبح سات بجے دختر نیک اختر تولد ہوئی خداوند کریم سے دعا ہے کہ بچی کو زیور علم سے آراستہ کرے مہربانی فرما کر کوئی عصمتی بہن بچی کا تاریخی نام اور قطعہ تاریخ ولادت لکھ کر ممنون فرمائیں۔

اس خوشی میں دو روپیہ کی ناچیز رقم تربیت گاہ کی بچیوں کے لیئے بذریعہ منی آڈر بھیجتی ہوں۔

مس محمد عبدالوہاب صاحب بلیڈر سنگن گھاٹ

آج انیس دن ہوئے کہ میری محترمہ چھوٹی پھپی صاحبہ اہلیہ خانصاحب تاج محمد خاں رئیس کوئٹہ بلوچستان نے مقام بریلی انتقال فرمایا۔ اور اپنی یادگار دو چھوٹی چھوٹی بچیاں چھوڑی ہیں۔ ان پے در پے صدمات سے والد صاحب قبلہ کی طبیعت درست نہیں رہتی۔ ڈاکٹر دل پر زیادہ اثر ہونا بتلاتے ہیں۔ بہن انکی صحت کاملہ کے لیئے درازیئے عمر کی دعا فرمائیں۔ دس روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ کے لیئے ارسال ہے۔

ح ج بنت خانصاحب حاجی غلام حسن خاں داناپور

میں نہایت رنج وقلق کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری ماموں زاد بہن حمیدہ بیگم بعمر ۱۲ سال بتاریخ ۲ جنوری ۱۹۳۰ء بروز جمعرات بوقت دو بجے دن کے تقریباً دو سال کی علالت کے بعد اس دنیائے فانی سے عالم جاودانی کو سدھاری۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نہایت سمجھدار بچی تھی۔ خدا مرحومہ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ اور عزیزوں خصوصاً والدین کو صبر وجمیل کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین

پانچ روپیہ کی حقیر رقم بغرض ایصال ثواب بذریعہ منی آرڈر مرسل خدمت ہوں۔ کسی کار خیر میں صرف کر دیجیئے۔

ازراہِ عنایت کوئی عصمتی بہن یا بھائی قطعہ تاریخ وفات لکھدیں تو نہایت ممنون احسان ہونگی +

راقمہ کلثوم سعید خانم بصرہ (عراق)

کایا پلٹ ہیر آئل لکھنؤ کا خود میں نے استعمال کیا اور اپنے بعض احباب کو بھی دیا اور میرا تجربہ یہ ہے کہ بالوں کے اگانے، دماغ وبصارت کو تقویت پہنچانے درد سر زائل کرنے اور سر کے امراض نزلی کے دور کرنے میں

عجیب وغریب چیز ہے۔ خوشبو بھی بہت لطیف ہے۔ گنج اور بالخورہ میں بھی اس کا استعمال بہت کارآمد ثابت ہوا۔ سر کے پرانے اور کمزور بال گر کر جو نئے بال پیدا ہوتے ہیں وہ مضبوط سیاہ اور چمکدار ہوتے ہیں۔

نیاز فتح پوری

بہن رفیق صاحبہ کو سر کے بال جھڑنے کی شکایت ہے۔ انکو ایک بہل سی آزمودہ دوا بذریعہ عصمت مطلع کرتی ہوں۔ خشخاش۔ برگ حنا سبز باریک پیس کر بالوں کی جڑوں میں خوب ملیے اس کے بعد آدھ گھنٹہ تک لگا رہنے دیجئے۔ آدھ گھنٹہ ٹھہرنے کے بعد بیضۂ مرغ۔ عرق لیموں میں خوب حل کریئے پھر سر میں ڈال کر اچھی طرح ملیے جس طرح بیسن یا کھلی وغیرہ سر میں ڈال کر خوب ملکر سر دھوتی ہیں اسی طریقہ پر انڈہ اور عرق لیموں بھی استعمال کریئے پھر غسل کر کے بالوں کو خوب خشک کریجئے اس کے بعد کلکتہ کا بنا ہوا کیسٹر آئل جو آپ کو ہر ایک انگریزی دواخانہ سے مل سکے گا۔ برابر استعمال کریئے جو بالوں کے لیئے نہایت بہتر ہے۔ انشاء اللہ آپ کی یہ شکایت جلد رفع ہو جائے گی۔ پورے طور پر جب فائدہ ہو جائے تو رسالہ عصمت میں تحریر فرمائیں۔

(نوٹ) جس کنگھی کے باریک دانے ہوں اسے بال ہرگز نہ صاف کرنا چاہئے

اہلیہ محمود حسن الہ آباد

اکثر عصمتی بہنیں بال گرنے کی بالوں کی شکایت لکھتی ہیں کوئی مفید تیل یا کوئی مجرب نسخہ دریافت کرتی ہیں۔ میری رائے میں ان بہنوں کو "دکن ہیر آئل" استعمال کرنے سے یقین ہے بہت فائدہ ہوگا۔ "دکن ہیر آئل" بہت قابل تعریف ہے خوشبو تو غضب کی ہے تیل کا رنگ سبز ہے۔ "امتحان گاہ دار التجربہ سرکار عالی حیدر آباد دکن" بوتل کی پشت پر مہر ثابت کر رہی ہے۔ قیمت فی شیشی ایک روپیہ ہے، مندرجہ ذیل پتہ سے منگوا لیجئے۔ یہ تیل میرا آزمودہ ہے۔

"دکن ہیر آئل کمپنی حیدر آباد دکن"

سارہ بیگم دختر پرنسپل مولانا محمد نور صاحب کرنول

عائشہ بیگم صاحبہ خریدارہ نمبر ۴۲۶ کی خدمت میں علاج برص کے متعلق یہ جواب ہے حکیم حاجی سید عبدالقادر صاحب مہتمم شفا خانہ ہری باولی حیدر آباد دکن برص کے علاج میں کمال رکھتے ہیں۔ ان سے خط و کتابت کی جائے یا مزید حالات معلوم کرنے ہوں تو مجھ سے دریافت کریں میرے بھی دو ایک عزیز حکیم صاحب کے علاج سے صحت یاب ہو چکے ہیں۔

تمکین کاظمی حیدر آباد دکن

میں نے ایس احمد کمپنی لاہور سے کشیدہ کاری کی مشین منگائی تھی پرچہ استعمال کھو گیا ہے براہ مہربانی کوئی بہن صاحبہ مشین چلانے کی ترکیب بزم عصمت میں شایع کرا دیں ممنون ہونگی۔

خاکسار ص۔ ب بنت خانصاحب منشی فضل حسین صاحب تہرا

عصمت میں جو اشتہار خورشید لقا ابٹن کا چھپا ہے کہ اگر چیچک کے داغ اور کیل وغیرہ منہ پر ہوں تو ابٹن ملنے سے دور ہو جاتے ہیں وہ غلط ہے وہ ہم نے بھی استعمال کیا مگر چہرہ خوبصورت ہونے کے بجائے الٹا بدصورت ہو جاتا ہے ہلدی کا سا رنگ نکل آتا ہے۔

۳۵۶۳

بنت ستیا محمد خریدار

میرے ایک عزیز کے ہاتھ کی پشت پر پہلے چھوٹے چھوٹے مسّے تھے۔ کسی نے مشورہ دیا۔ گلاس پر تیزاب لگاؤ۔ تیزاب لگانے سے یہ مسّے بڑے اور سرخ ہو گئے ہیں۔ عصمتی بہنوں میں سے کوئی مہربان بہن کوئی مجرب دوا بتائیں۔ بالخصوص کوئی ڈاکٹر بھائی یا بہن زیادہ توجہ فرمائیں میں نہایت شکرگزار ہونگی۔

رفا بیگم گورداسپور

عصمتی بہنوں سے باادب عرض ہے کہ وہ سنگار کی بابت جو ہم عورتوں کے لیے نہایت ضروری ہے عصمت میں کیوں کچھ نہیں لکھتیں۔ علاوہ سنگار کے ہر وقت وہر موسم اور چائے دکھانے کے وقت جیسا لباس وغیرہ ہونا چاہیئے نہایت تشریح مع قطع وضع کے لکھنا چاہیئے اور ساتھ ہی لڑکی و لڑکے کے لباس وضع کی بھی تشریح یعنی چائے کے وقت بڑوں کا کیسا اور کس طریقہ اور کس وضع کا لباس رہنا چاہیئے اور بچے ساتھ ہوں تو ان کا لباس کس طرح کا اور گھر پر رہیں تو صبح

باقی کالم ۲ پر

کیسا۔ دوپہر کو کس طرح کا۔ ہوا خوری کا کیسا اور شام کا کس طرح پہننا چاہیئے امیر ہو یا غریب اگر پوری طرح سے واقفیت ہو تو کتنا اچھا ہے اور پھر دوسرے لوگوں کا ہنسی مذاق۔ ناواقفیت کی وجہ سے سہنا پڑتا ہے ہمارے عصمت میں نوع تصویر کے بتایا جاسکتا ہے۔ بہنیں ضرور اس پر کچھ لکھیں۔

راقمہ خریدار نمبر ۴۰۴۴ از جگدیپور ریاست

میری خالہ صاحبہ کی ایک سہیلی ہیں۔ ان کی اولاد صرف ایک لڑکی ہے۔ اور ان کے شوہر کی پہلی بیوی کے دو لڑکے و ایک لڑکی ہے۔ چنانچہ اب ان سہیلی صاحبہ کا ارادہ ہے کہ اپنی لڑکی کی شادی اپنے سوتیلے لڑکے کے ساتھ کر دیں۔ لہٰذا کوئی بہن یا بھائی بتائیں کہ ایسا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ بے حد مشکور ہوں گی۔

بلقیس بیگم ہمشیرہ محمد دبیر صدیقی جبل پور

میں نہایت رنج و غم کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے والد نواب محمود علی خانصاحب بی۔ اے۔ ایل۔ ایل۔ بی ممبرہ حافظ الملک حافظ رحمت خانصاحب مرحوم کے گلے میں عرصے سے ورم ہو گیا تھا ڈیڑھ ماہ ایکس ریز کے ذریعہ علاج کرنیکے بعد اپریشن کے دوسرے روز ۲ جنوری کو کلکتہ میں انتقال فرما گئے۔ اس اچانک موت سے ہم پر کوہ الم ٹوٹ پڑا زیادہ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم لوگوں کو آخری دیدار بھی نصیب نہ ہوا مرحوم مغفور نہایت خلیق ہر دلعزیز اور شاعر بھی تھے اکثر انکے اشعار اخباروں میں بھی چھپتے تھے اور اردو فرانسیس زبان میں بھی کافی مہارت رکھتے تھے۔ عصمتی بہنوں سے گذارش ہے کہ دعا مغفرت کریں اور براہ مہربانی کوئی بہن قطعہ تاریخ وفات لکھدیں جو ان کے مرقد پر کندہ کر دیا جائے

دس روپے کی حقیر رقم ایصال ثواب کیلئے تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کو بھیجتی ہوں۔ ایچ۔ ایس۔ بی بی گل خریدار ۴۲۲۲ از میرٹھ۔

برائے مہربان کوئی عصمتی بہن کشمیر کے عمدہ ریشم اور اس کی قیمت سے مطلع فرمائیں۔ جنوری کے بزم عصمت میں بہن بنت اسلام نبی صاحب ڈپٹی کلکٹر کانپور نے ایس احمد کمپنی کشیدہ کاری کی مشین کی تعریف کی ہے۔ براے عنایت مطلع فرمائیں کہ آیا ترکیب پڑھکر بغیر استاد مشین پر کام کر سکتے ہیں یا نہیں۔

بی بی دختر سید اکبر علیصاحب رڑکی

اپنی صاحبزادی کے جہیز کیلئے اپنی تلاوت یا حصول برکات کیلئے

محسن سید ماں باپ و بزرگوں کو تحفہ پیش کرنیکے لیئے غرض دین و دنیا کی ہر مراد اور مقصد کیلئے

قرآن شریف پانچ ترجمے اور کامل احسن التفاسیر والا

ایک جلد ضرور منگائیے

یہ قرآن شریف بڑے بڑے علماء کرام کی خواہش اور مشورہ کے مطابق سالہا سال کی لگاتار کوششوں اور نہایت جانفشانیوں کے بعد تقریباً پچاس ہزار روپے صرف کر کے نیز بہت سے جید عالم و فاضل حافظوں سے صحت کرا کے بہترین لکھائی چھپائی کے ساتھ شایع کیا ہے

تمام علماء کرام نے تسلیم کر لیا ہے روئے زمین کے کسی حصہ میں بھی آجتک ایسا شاندار، اسقدر خوبیوں والا، اور اتنی جامع خصوصیات کیساتھ جو اسمیں موجود ہیں کہیں نہیں چھپا اس میں پانچ بڑے بڑے جید عالموں کے مستند ترجمے ہیں:- (۱) حضرت مولانا مصلح الدین سعدی شیرازی (۲) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی (۳) حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب محدث دہلوی (۴) حضرت مولانا عبدالقادر صاحب محدث دہلوی (۵) حضرت مولانا شاہ اشرف علی صاحب تھانوی- حاشیہ پر اردو کی سب سے بہتر اور آسان عام فہم تفسیر احسن التفاسیر درج ہے- اس کے پڑھنے سے کلام الٰہی کے تمام مضامین اور مطالب نہایت آسانی سے سمجھ میں آجاتے ہیں- عبارت اتنی دلچسپ ہے کہ ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد ختم کیئے بغیر چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا زبان نہایت سلیس اور آسان ہے- عورتیں اور بچے بے تکان پڑھ لیتے ہیں- اس قرآن شریف کے مقبول اور عام پسند ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ یہ قرآن مجید

اعلیٰ حضرت حضور **نظام** کا خاص اپنی تلاوت کیلئے منتخب کردہ اور نہایت پسندیدہ قرآن شریف ہے

اسی طرح بیگم **بھوپال** نے بھی اسکو بہت پسند کیا اور بھی بڑے بڑے رئیس اور نواب اسکو شوق سے منگاتے ہیں اور اسی میں تلاوت کرتے ہیں اس قرآن شریف میں ایسی ہزاروں خوبیاں موجود ہیں- جو اور کسی مترجم یا بے ترجمہ قرآن میں نہیں پائی جاتیں- اس کی تمام خوبیاں معلوم کرنی ہوں تو پتہ ذیل سے مفصل اشتہار منگوائیے یا ماہ فروری کے عصمت کے پرچہ میں صفحہ ۳ اور ۴ پر ملاحظہ فرمائیے۔

صرف عصمتی بہنوں کیلئے آخری عظیم الشان رعایت

جو فرمائش ۳۰ اپریل سنہ ۱۹۳۰ء تک میرے پاس پہنچ جائے گی اسکو تیس روپے کے بجائے صرف دس روپے میں دیا جائیگا اصلی ہدیہ تیس روپیہ رعایتی دس روپیہ (بغیر جلد علاوہ محصولڈاک) اجرت جلد چرمی منقش نقرئی نہایت خوشنما اور مضبوط ۲ محصولڈاک مجلد پر عہ/ اور بغیر جلد پر عہ/ لگتا ہے- ہر فرمائش کے ساتھ پانچ روپیہ پیشگی ضرور آنے چاہئیں اور عصمت کا حوالہ ضرور دیں۔

المشتہر سید محمد شفیع الدین مالک اقبال پرنٹنگ ورکس حویلی اعظم خاں دھلی

یہ قرآن مجید دفتر عصمت دہلی سے بھی مل سکتا ہے

نامور مصنفین کی بہترین کتابیں

محصول ڈاک بذمہ خریدار

تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہٗ اور عصمت کی دوسری مطبوعات کے علاوہ دوسرے پبلشرز کی بھی مندرجہ ذیل کتب جو مشہور مصنفین کی لکھی ہوئی ہیں اور شریف بیگمات کے مطالعہ سے گزر سکتی ہیں۔ دفتر عصمت دہلی سے بھیجی جا سکتی ہیں۔

ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

عورتوں کے لیے اصلاحی افسانے

- مراۃ العروس ۱۲/
- بنات النعش ۱۲/
- توبۃ النصوح ۱۲/
- ایامیٰ
- فسانہ مبتلا

مذہبی و ادبی تصانیف

- الحقوق والفرائض کمل
- اسلام کے تمام مسائل اردو زبان میں بہترین کتاب ہے
- لکچروں کا مجموعہ
- رویائے صادقہ
- ابن الوقت
- ادعیۃ القرآن ۱۰/
- نظم بے نظیر
- مواعظ حسنہ (خطوط)

بچوں کے لیے

- منتخب الحکایات
- چند پند

مولوی بشیر الدین احمد مرحوم

عورتوں کے لیے اصلاحی افسانے

- اقبال دلہن
- حسن معاشرت
- اصلاح معیشت
- نغمان اشرف

عورتوں کے لیے مفید کتابیں

- لخت جگر مکمل
- بچیوں سے باتیں
- انشائے بشیر
- شمع ہدایت
- ڈاکٹر شال کے ترجمے
- حرز الطفلات
- نشاط عمر
- مصائب پیری

مولانا شبلی مرحوم

سوانح عمریاں سیرۃ سفرنامے

- آغاز اسلام
- الفاروق
- المامون
- الغزالی
- سیرۃ النعمان
- سوانح عمری مولانا روم
- حیات سعدی
- حیات حافظ
- حیات امیر خسرو
- سفرنامہ روم و مصر و شام
- مضامین نظمیں
- مقالات شبلی
- مجموعہ نظم شبلی

مولانا شرر لکھنوی

خیالی و ادبی مضامین

- مقالات شرر
- سفرنامہ ہستی

سوانح عمریاں سیرۃ

- اسلامی سوانح عمریاں
- تذکرہ مشاہیر عالم
- مخدرات و بیگمات عالم
- پردہ اور پردہ شرعی

مولانا حالی مرحوم

- دیوان حالی مکمل جدید
- بیوہ کی مناجات ۴/
- چار گزار حالی ۴/
- شکوہ ہند ۲/
- مسدس حالی ۱۲/
- یادگار غالب

مولانا محمد حسین آزاد مرحوم

- نیرنگ خیال مکمل
- دربار اکبری
- سیر ایران
- آب حیات
- نصیحت کا کرن پھول
- مکتوبات آزاد

ڈاکٹر سعید احمد بریلوی

- اسلام اور عورت ۱۰/
- پتھر سے ہیرا (افسانہ) ۱۲/
- اسلام اور عبادت
- اسلام اور مدنیت
- عورت کے سو کام
- شادی سے پہلے
- شادی کے بعد

متفرق کتابیں

- بیگمات تیموریہ
- مثنوی سلطان رضیہ بیگم
- دہلی کا باورچی خانہ
- عالم خیال (نظم شوق)
- فلسفیانہ مضامین
- واقعات کربلا (انیس)
- حلیمہ دلچسپ کہانی
- تسخیر کابل با تصویر
- میاں بیوی کے لطیفے
- اولاد کی تربیت
- بیوی کے فرائض
- اسرار صنعت
- صحت النساء
- محافظ الصبیان

خواجہ حسن نظامی

اسلامی تاریخی کتابیں

- میلاد نامہ
- محرم نامہ
- یزید نامہ

عورتوں کے لیے

- بیوی کی تعلیم
- بیوی کی تربیت
- اولاد کی شادی
- آئین خطوط نویسی

بچوں کے لیے

- بچوں کی کہانیاں ۱۰/
- اردو سبق
- قرآن آسان قاعدہ
- اولاد کے کان میں کنکی تیاہ
- غدر دہلی کے افسانے
- بیگمات کے آنسو
- غالب کا روزنامچہ ۱۲/
- انگریزوں کی بپتا
- محاصرہ غدر کے خطوط
- غدر دہلی کے اخبار
- بہادر شاہ کا مقدمہ
- گرفتار شدہ خطوط
- دہلی کی جانکنی
- دہلی کا آخری سانس
- غدر کی صبح شام
- دہلی کی آخری شمع

ادبی کتابیں

- سی پارہ دل (مجموعہ مضامین)
- مرگ نامہ
- چٹکیاں گدگدیاں ۱۲/
- اردو دعائیں جگنو کی کہانیاں

ترجموں والے قرآن مجید

- بڑا قرآن مجید مجلد (ڈپٹی نذیر احمد)
- متوسط قرآن مجید مجلد (مولوی اشرف علی)
- نئی شان کا قرآن مجید مجلد
- پانچ ترجموں والا قرآن مجید مع حسن التفاسیر
- رعایتی قیمت ـ قیمت جلد چرمی مع محصول ڈاک
- شاہانہ قرآن مجید مجلد دو رنگ کے فاصلے پر

بہترین چھپائی کے قرآن مجید بلا ترجمہ

- فوٹو عکسی قرآن فرشتہ بادشاہ اورنگ زیب مجلد نہایت بہترین چھپائی
- جرمنی کا چھپا ہوا قرآن مجید مجلد بے نظیر چھپائی اور کاغذ

قرآن مجید کے مجرب اعمال جو ہمارے چھپے ہیں

سورہ فاتحہ	۴/	سورہ مزمل	۶/
سورہ قل ہو اللہ	۴/	سورہ یٰسین	۶/
آیۃ الکرسی	۵/	سورہ والشمس	۵/

مذہبی اسلامی تاریخی کتابیں

قرآنی دعائیں	۸/	اسلامی زندگی	
پیغمبری دعائیں	۸/	اسلام اور عورت	۱۰/
علمائے قدسی		حسین بن علی	۸/
اردو دعائیں	۱۰/	کربلا نامہ	۱۲/
ذکر جمیل	۸/	عورتوں کی حدیثیں	۶/

- خلافت راشدہ ـ خلافت صدیقی ـ خلافت فاروقی ـ خلافت عثمان ـ خلافت حیدری ـ مکمل سٹ
- فرحانہ حال کی الف لیلا، سبق آموز معاشرتی اصلاحی افسانے ـ درس عبرت ـ معاشرت ـ زندگی کی صبح شام ـ عورت کی زندگی ـ رہبر زندگی ـ افسانے قیمت مکمل سٹ

تالیق النسواں عورتوں کو انتظام خانہ داری سکھانے کا عملی کام بتانے کی بے نظیر کتاب کھانے پکانے سینے پرونے وضع قطع کی دستکاریاں، مضمون نگاری وغیرہ وغیرہ پر ۱۰ حصوں میں ۱۳۰۰ صفحے اور ۱۲۰۰ شکلیں قیمت بہت کم صرف

- عصمت کا جوبلی نمبر رعایتی قیمت
- عصمت کا سالنامہ ۱۹

مینیجر عصمت کوچہ چیلاں دہلی

THE ISMAT DELHI

The Best Urdu Ladies Magazine

دِلّی کے کھنڈروں سے ایک صدا

شاہجہاں آباد جڑ چکا اور اس کے کھنڈر دیکھ... والوں کو رونے
سنا رہے ہیں اور سمجھ کے در و دیوار ... وقت بھی اپنے بہاؤں کا ماتم کر رہے
رہے ہیں آج سے ستّر سال پہلے دلّی بیاہی تھی بادشاہ جلوس تخت معلیٰ کی
بہار ... شاہی جشن ... شاہزادوں کے ... بازار ... کے
کے مقبرے ... شاہ بڑے اور کوٹھے ... ان کی چہل
پہل ہند و مسلمانوں کی معاشرت . رمضان ، عید ... کے
رنگ و احتشام ، شادی بیاہ کی رسوم غرض ... گزشتہ کی بہار کر دی ہے
مورخ مصور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی

معرکۃ الآرا تازہ تصنیف

نوبت پنج روزہ

یعنی **وداعِ ظفر** ملاحظہ فرمایئے جس میں آخری تاجدار مغلیہ کی
پانچ نوبتیں اس قدر درد انگیز پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ خون کے آنسو
رُلوا دینگی ، پانچویں نوبت وہ ہے جب دلّی نے بادشاہ کو وداع کیا
غدر ۱۸۵۷ء کے واقعات ، مخبروں کا ظلم ، مظلوموں کی حالت ... دلّی
کی بربادی ، عورتوں کی تباہی ، اور بادشاہ کے پیہم مصائب ناممکن ہے
کہ آپ آنسو بہائے بغیر پڑھ سکیں ! بادشاہ کی تصویر اور تین نادر
قلمی تحریریں بھی دی گئی ہیں - نوبت پنج روزہ دور حاضرہ کے
مایہ ناز اُردو مصنف کی بہترین تصنیف ہے دھڑا دھڑ نکل رہی
ہے اگر آپ نے منگانے میں جلدی نہ کی تو یقیناً دوسرے ایڈیشن کا انتظار
کرنا پڑے گا - کاغذ لکھائی چھپائی ہر چیز نفیس قیمت صرف ۱۲؎

قسم خاص نہایت اعلیٰ درجہ کے چکنے ولایتی آرٹ کاغذ پر چھپی ہے

قیمت عہ

ملنے کا پتہ : مینیجر عصمت دہلی

صور غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بیش بہا تصانیف

سلسلۂ عصمت

کاغذ اعلیٰ سفید ، بہتر لکھائی چھپائی عمدہ

(۱) شب زندگی حصہ اول اصلاح نسواں کے سلسلہ میں بہترین تصنیف قیمت عہ

(۲) شب زندگی حصہ دوم جو عورتیں زندگی کامیابی کے ساتھ بسر کرنی چاہیں
جو مرد اپنے گھر جنت بنانا چاہتے ہیں وہ
سب سے پہلے یہ مقبول و مشہور تصنیف مطالعہ کریں - قیمت عہ

(۳) روداد قفس ... کی حفاظت ... گلیز ... قیمت ۲

(۴) منزل ترقی سبق آموز افسانہ تعلیم یافتہ مسلمان بیوی دنیا کو کس طرح ... بنا سکتی ہے

(۵) منازل ترقی نتیجہ خیز افسانہ ... کیا کیا کرشمے ہیں

(۶) بچے کا کرتہ ایک نہایت عبرت انگیز دردناک افسانہ ۴

(۷) امین کا دم واپسیں شہزادہ امین الرشید کا عبرت انگیز آخری وقت ۶

(۸) گلدستہ عید ۱۲ سبق آموز مضامین و افسانے جن کا مطالعہ ... ۱۲

(۹) جوہر عصمت ۱۲ معرکۃ الآرا بے انتہا دلچسپ سبق آموز افسانے ۸

(۱۰) وینڈیا کی سرگزشت ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی ۴

(۱۲) نانی عشو ... لطف افسانے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں ۱۰

(۱۳) سیلاب اشک ، نہایت درد انگیز نتیجہ خیز افسانے باتصویر عہ

(۱۵) قلب حزیں نثر میں شاعری کا لطف چھوٹے چھوٹے لطیف ... ۸

(۱۶) نوبت پنج روزہ یا وداعِ ظفر آخری تاجدار مغلیہ کے پانچ جشن ... عہ

(۱۷) طوفان اشک دردناک ... نتیجہ خیز افسانے عہ

(۱۸) شہید مغرب دردناک افسانہ جو ہر مسلمان کو خون کے آنسو رلوا دینگے عہ

(۱۹) تمغۂ شیطانی دنیا کے سب سے بدترین ... بے انتہا سبق آموز پر لطف ۸

(۲۰) تفسیر عصمت مسلمان عورت کیا چیز ہے نہایت دلچسپ درد انگیز ... ۸

(۲۱) جمال ہمنشیں جنت کی خاتون اکرم کے ... مضامین آرٹ کاغذ عہ

(۲۲) پیکر وفا کا ایک سبق آموز دلچسپ افسانہ

ملنے کا پتہ : مینیجر عصمت دہلی

جملہ حقوق محفوظ

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۴۴ | بابت ماہ جون سنہ ۱۹۳۰ عیسوی | نمبر (۵)

۱۱ تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ قسم خاص ۸؍ روپیہ سالانہ سے ۲۵؍ والیان ریاست سے سو روپیہ۔ قسم اول ۵؍ قسم دوم ساڑھے تین روپیہ قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصویریں چھاپی جاتی ہیں قسم اول میں چکنا ولایتی دبیز شاندار کاغذ لگتا ہے۔ قسم دوم کا کاغذ معمولی ہلکا ہوتا ہے۔

سالگرہ نمبر کے مضامین

۴ مضامین حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کے ہیں جنہوں نے سالگرہ نمبر میں چار چاند لگا دئے ہیں۔ چند صفحات جمیلہ اس بے نظیر مولود شریف کے بھی شائع ہونگے جسکا کئی ماہ سے ہزاروں عصمتی بہنیں انتظار کر رہی تھیں۔

پروفیسر ستار خیری ایم اے برلن کا ایک نہایت ہی دلچسپ اور معلومات میں غیر معمولی اضافہ کرنیوالا مضمون "فن پرواز اور طیارہ" شائع ہوگا جس کے ساتھ ۱۰ بلاک کی تصویریں ہیں۔ مسٹر ڈاکٹر نصیر الدین احمد میڈیکل افسر نے مغلیہ خاندان کی تباہی اور بہادر شاہ بادشاہ اور انکی اولاد کے قیام رنگون کے متعلق ایک عبرت انگیز مضمون لکھا ہے جسکو پڑھکر آنسو نکل پڑتے ہیں اور دنیا کی بے ثباتی آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے اس مضمون کے ساتھ وہ تصویریں ہیں جو خاص طور پر عصمتی بہنوں کے لیے رنگون میں لی گئیں۔

مذہبی، اخلاقی، معاشرتی مضامین میں کیا حضرت حوا نے حضرت آدم کو جنت سے نکلوایا (از محترمہ عطیہ نصرت خانم) میرا خیال (از صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ حیدرآباد دکن) جن پیکر انسانی میں (از شہر بانو) تہذیب جدید میں تباہی (از محترمہ مہر تیغی) اور کرگنگوں کی رسوم نتھ کی رسم بچپن کی شادیاں وغیرہ ایسے مضامین ہیں جو دلچسپی کے ساتھ بار بار پڑھے جائیں گے ... ... لندن و پیرس کے عجائب خانے میرے ابا جی کا خط، امریکہ کی کامیاب خواتین (با تصویر) تاریخ و سیاحت سے دلچسپی رکھنے والی بہنیں بہت شوق سے مطالعہ کرینگی۔ نصف سے زیادہ افسانے با تصویر ہیں، بنگالی ہندی انگریزی کے کامیاب افسانوں کے ترجموں کے علاوہ دھوکا (از مہر النسا صاحبہ) چچا بھتیجیاں (از محترمہ مس حجاب اسمعیل) آن کی محبت (از محترمہ مسز یوسف الزماں) جیسے زاد فہ(؟) ہیں جو عام طور پر پسند کیے جائینگے۔ دلآویز و مفید سبق آموز نظموں کے ۱۶ صفحے ہیں صنعت و حرفت، خانہ داری، پرورش اطفال وغیرہ میں پردہ نشین خواتین کی دستکاریاں (از محترمہ فاطمہ بیگم منشی فاضل) بچوں کی پرورش (از محترمہ بلقیس صدیقہ بیگم) نہایت مفید مضامین ہیں زنانہ دستکاری کے ایک درجن سے زیادہ خوبصورت نمونے ہیں مفید معلومات کے تحت میں

سالگرہ نمبر کی تصاویر

عصمتی بہنوں نے محترمہ عطیہ فیضی کے نامور شوہر مسٹر فیضی رحمین کا نام ضرور سنا ہوگا جن کی مصوری کی یورپ و امریکہ میں بھی دھاک بندھی ہوئی ہے اور جو مشرق و مغرب کے باکمال مصوروں میں نہایت بلند و ممتاز درجہ رکھتے ہیں۔ نئی دہلی کے سکریٹریٹ میں انہوں نے جو بے نظیر کام کیا ہے اس کے فوٹو جب لندن کی مشہور نمائش میں بھیجے گئے تو دھوم مچ گئی اور ملکہ میری کو پچکاری کا کام اسقدر پسند آیا کہ یہ تصویر خرید لی۔ عصمتی بہنوں کو یہ معلوم ہو کر بہت مسرت ہوگی کہ عصمت سالگرہ نمبر فیضی رحمین صاحب کے اس بے مثل کام کی ۴ نہایت خوبصورت تصویریں شایع کرنے کا فخر حاصل کر رہا ہے۔

۲ رنگین تصویریں جن میں نسوانی زندگی کے دلآویز مرقعے دکھائے گئے ہیں مسٹر چغتائی(؟) نے تیار کی ہیں۔

زیب النسا بیگم کی پھلجھڑی اور جہاں آرا بیگم کا جھولا جبلی نمبر کی ان دو تصویروں کی طرز کی ایک خوبصورت تصویر دہلی کے ایک باکمال مصور محمد اسمٰعیل صاحب نے عصمت سالگرہ نمبر کے لیے بنائی ہے۔

خاندان مغلیہ کے آخری تاجدار بہادر شاہ ظفر کی پوتی شہزادی رونق زمانی بیگم کو سی کے پہلے ہفتہ میں انتقال ہوا انکی اور بہادر شاہ کے مزار کے علاوہ ۶ اور عبرت انگیز تصویریں ہونگی جو رنگون میں کھینچی گئی ہیں انکے ساتھ ساتھ ۲۲ تصویریں دہلی کے قلعہ کی بیگماتی عمارتوں کی ہونگی۔

فن پرواز اور طیارہ کے متعلق ۱۰ تصویریں ہونگی جن کے بلاک جرمنی سے منگائے گئے ہیں۔

قریباً ۱۵ تصویریں ان مشرقی و مغربی بیگمات کی ہونگی جنہوں نے کسی اعتبار سے قابل ذکر ترقی کی ہے قریباً ۸ تصویریں عصمتی بہنوں کے تندرست بچوں کی ہونگی جو انعامی مقابلہ کے لیے آئی گئی ہیں۔

بلاک کی ۵۰ سے اوپر رنگین و سادہ تصاویر کے

علاوہ کئی درجن قلمی تصویریں ہونگی اور نصف سے زیادہ افسانے باتصویر ہونگے

ہی دل گر وہ تہا کہ میں نے جلتی آگ میں بچہ کو ڈال دیا مگر خدا ساتھ تھا کام بن گیا اور بی خوبن آگئیں اس وقت ہمارے چودھری نے تھوڑا سا آٹا اور پیاز کی گٹھیاں ساتھ کیں اور کہا جاؤ بھاگ جاؤ۔

ایک یا دو بجے ہونگے کہ ہم چاروں وہاں سے نکلے خدا کی قدرت کے قربان جایئے رات چاندنی تھی صبح ہوتے ہم کسی گاؤں میں پہونچے اور لوگوں کی آنکھ بچاکر ایک باغ میں گھس گئے۔ خوبن نے کہا باغ میں ٹھہرنا ٹھیک نہیں یہاں لوگ آئیں گے الگ چلی چلو ہم نے کنواں تو بھانپ لیا اور آگے بڑھ کر ایک بڑ کے نیچے ڈیرا جمایا آٹا ہمارے ساتھ تھا پانی ایک تسلے میں بھر لیا تھا چکنے پتھر پر آٹا گوندھا اور دیا سلائی سے آگ سلگا کر موٹے موٹے روٹ ڈالے دوپہر سے پہلے ہی پہلے روٹیاں تیار ہوگئیں اور کھانے بیٹھے۔

اب ایک مزے کی بات سنو ایک جگہ دری بندر خدا معلوم کب سے بیٹھا تاک لگا رہا تھا میری آنکھ ادھر ہوتے ہی روٹیوں کی تھئی کی تھئی لے چلا میں اور خوبن بڑا اور چھوٹا بہتیرا چیخے اور چلائے مگر وہ کمبخت کیا چھوڑنے والا تھا درخت پر چڑھ گیا۔ میں نے سوچا کہ چٹیل میدان میں صرف یہ ایک درخت ہے باقی آس پاس کوئی درخت نہیں کب تک نہ اُترے گا اور کتنی کھائے گا ہم چاروں نے اسکو پتھر مارنے شروع کیے مگر وہ بھی ایسا چمچڑ ہو کر بیٹھا اور روٹیاں چھاتی سے لگائیں کہ پتھر پہ پتھر پڑ رہے تھے لیکن روٹی نہ چھوڑتا تھا خوبن کا ایک پتھر کھوپڑی پر ایسا لگا کہ جھنا گیا اور سر سہلانے لگا روٹیاں نیچے گریں تو ہم نے اٹھالیں اور کھانے بیٹھے دن اسی طرح ہم نے گذارا شام کو تھوڑی سی روٹیاں اور پکائیں اور آگے بڑھے۔

سڑک پر پہونچے تو بہت نگر کی ایک بڑھیا کبڑی چلی جا رہی تھی ہم کو دیکھ کر بہت چیخی اور کہنے لگی ابھی گاؤں کے لوگوں کو بلاکر تم کو پکڑواتی ہوں مینوں کی چوری کی اور یہاں بھاگ کر آئے میں نے جتنی اس کی خوشامد کی نامراد اتنی ہی سر پہ چڑھی اور لگی تل پچانے آخر خوبن نے سر کے بال پکڑ کر کہا آواز نکالی تو جان سے مار ڈالوں گی یہ کہہ دو تو ہاتھ تو خوبن نے پکڑے اور ایک پاؤں بڑے نے اور ایک چھوٹے نے ڈنڈا ڈولی بناکر خوبن اسکو جنگل میں لے چلیں مجھے تو خبر بھی نہ تھی چار پانچ گز گہری ایک کھو یہاں بی خوبن نے دیکھ لی تھی وہاں پہونچکر لگی بڑھیا ہاتھ جوڑنے اور سر جھکانے کہ رحم کرو اور چھوڑ دو میں تو شاید چھوڑ دیتی مگر لڑکے راضی ہوئے نہ خوبن اور تینوں نے ملکر اس مردود کو........ پھینک دیا خدا بہتر جانتا ہے کہ چوٹ کہاں کہاں لگی مگر خوبن نے کہدیا تھا کہ اگر رات تک آواز نکالی تو سارے پتھروں کے بھرکس کردونگی۔

اب ہم بھاگم بھاگ چلے اور دم بھر کو کہیں نہ ٹھٹکے، صبح ہمکو شاید پانی پت میں ہوئی یہاں پہونچکر ہماری جان میں جان آگئی اور ہم نے جنگل ہی میں بسیرا لیا۔

ہم کو یہاں آکر معلوم ہوا کہ اب خدا کے فضل سے شہر میں امن چین ہے اور یہاں کے نواب نے ایک محلسرا میں دلی کے بھاگے ہوئے آدمیوں کا یہ انتظام کردیا ہے کہ وہ دو دو دن رہ کر جہاں جانا ہو چلے جائیں۔ ہم چار دن ہنسی خوشی اس محلسرا میں دو دن رہے کھانے کا انتظام خاصا تھا لنگر کی روٹی جیسی ہوتی ہے ویسی تھی خیر خدا کا شکر ادا کیا اور پیٹ بھرا ہمکو یہ بھی معلوم ہوا کہ جہاں پناہ کا مقدمہ ہو رہا ہے اور نمکحراموں نے زور شور سے حضور کے خلاف گواہیاں دی ہیں اوپر کا سانس اوپر اور نیچے کا نیچے رہ گیا کہ چار دن کی زندگی کے واسطے کیسے کیسے کمبختوں نے اپنا منہ کالا کیا۔

مقدمہ کی خبر سنتے ہی ہوش جاتے رہے پر نہ تھے کہ اڑ کر پہونچ جاتے دوسرے ہی دن ہمکو خبر لگ گئی کہ مقدمہ کا فیصلہ ہوگیا اور سرکار رنگون بھیجدئے گئے اس خبر کے سنتے ہی پاؤں تلے کی زمین نکل گئی اور میں نے تو پکا ارادہ کرلیا کہ اب شہر نہ جاؤنگی مگر پردیس میں بھیک کب تک مانگتے اور کیا کرتے۔

پانی پت سے چلکر ہم بہر دیو میں آئے ایک دن اور ایک رات یہاں ٹھہر کر آگے بڑھے تو بی خوبن کو رستہ میں بخار چڑھ آیا ان کے لینے کے دینے پڑگئے کہیں تیسرے دن انکا بخار اترا تو گھر کا رُخ کیا۔ یہاں پہونچکر شہر کی جو کیفیت دیکھی کلیجہ پر گھونسے لگ رہے تھے جدھر نظر جاتی تھی سنسان اور جس چیز کو دیکھتی تھی اجڑی ہوئی حضور روانہ ہوچکے تھے اس خیال نے تمام امیدوں کا خاتمہ کردیا اور دل زندگی سے سیر ہوگیا مگر جو کچھ گذری [illegible] ہے کہ [illegible] عمر یاں گذری۔

یہاں تک بیان کرنے کے بعد شہزادی قمر آرا بیگم کی آنکھ سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے انکے آنسوؤں نے شمع جھلملادی اوپر نگاہ اٹھاکر دیکھا تو آسمان کروٹ لے رہا تھا اور تارے دامن شب سے جدا ہو رہے تھے۔

بیگم نے اپنے پھولوں کی لپٹ سے مجلس کو مست کیا اور کہا بیویوں شمع جھلملاگئی اور پھول ٹھٹھرا گئے رات ختم ہوئی"

"ہمیشہ رہے نام اللہ کا"

یُورپ میں دین

ہندوستان اور اکثر مشرقی مُلکوں میں یہ مشہور ہے کہ یورپ میں دین کا نام بھی نہیں۔ یورپ کے لوگ نہ اللہ کو مانیں اور نہ حضرت عیسیٰ کو۔ نہ ان کو حیات بعد الممات کا اعتقاد ہے اور نہ یہ جنت و دوزخ کے قائل ہیں۔ یہ ساری دل کی باتیں ہیں۔ ان کے علوم و فنون عقل سے ان باتوں کو ثابت نہیں کر سکتے لہذا بحث و مباحثہ میں لوگ اکثر ان باتوں سے انکار کر دیتے ہیں مگر دینیت انکی زندگی کے ہر جزو میں خمیر کی طرح سمائی ہے ان کے بیشتر افعال پُرانے دینی اعتقادوں اور دائمی دینی تربیت کا نتیجہ ہے۔ ماہواری کروڑہا روپے یہ لوگ خیرات خانوں اور غربہ پر صدقہ میں صرف کرتے ہیں۔ ہر گلی و کوچے میں ایسی جماعتوں کی شاخیں ہیں جو غریبوں اور مفلسوں کی ہر طرح مدد کرتی ہیں۔ ان جماعتوں کے لیے روپیہ دین ہی کے نام سے جمع ہوتا ہے۔ مثلاً ایک سالویشن آرمی (فوج نجات) ہے جس کی شاخیں تمام دُنیا میں ہیں، یہ ہر سال کروڑہا محتاجوں کو کھانا کھلاتی ہے غریبوں کے لئے شفا خانوں میں مُفت پلنگ و سامان دیتی ہے، گھروں میں حاملہ عورتوں اور زچاؤں کی مدد کرتی ہے بیماروں کی تیمارداری کرتی ہے وغیرہ وغیرہ۔

مشنوں کے نام سے سالانہ کروڑہا روپیہ جمع ہوتا ہے اور تمام دُنیا میں عیسائیوں کے مشن موجود ہیں ہر ملک میں مشن اسکول مشن شفاخانے قایم ہیں۔ مشن کی میمیں گھروں میں جا جاکر ہماری بچیوں کو پڑھاتی اور سینا پرونا کاڑھنا و بُننا سکھاتی ہیں۔ ان سب کاموں کے لیے روپیہ دین ہی کے نام سے جمع ہوتا ہے پھر اسلامی ممالک میں عیسائیوں کی حمایت میں یورپ کی حکومتیں ہمیشہ جنگی جہازات اور فوجیں بھیجنے کو طیار رہتی ہیں گو یہ کہا جاوے گا کہ اونکے مقاصد سیاسی ہوتے ہیں، بجا درست مگر وہ اپنے لوگوں کو تو یہی کہکر آمادہ کرتے ہیں جس کے معنے یہ ہوئے کہ لوگوں میں دین ہے وہ دین کے لئے ہر طرح کی قربانی کرنے کو طیار ہیں۔ میرا تو دس پندرہ سال کا یورپ کے مختلف ملکوں کا یہی تجربہ ہے کہ یورپ میں دین اور دینی کام ہم سے بہت زیادہ ہے۔ ہمارا دین فقط زبانی ہے یا بہت ہوا تو نماز روزہ وغیرہ سو اب وہ بھی بہت کم ہوتا جاتا ہے۔ یہی حال عورتوں کے پردے کا ہے۔ بس اِنھیں باتوں میں ہمارا

دین رہ گیا ہے۔ ہمارے علما اور ملا لوگ انہیں جھگڑوں میں اپنا وقت ضایع کرتے ہیں پہلے کم از کم ہر مسجد میں ایک مدرسہ ہی ہوا کرتا تھا اب وہ بھی گیا۔ ہماری چیزیں بجائے اس کے کہ وہ حسب ضروریات زمانہ درست کی جاویں اور ان میں ترقی ہو اور گرتی چلی جاتی ہیں۔ اصل میں ہمکو چاہئے تھا کہ اپنی عادتوں رسم و رواج کی اصلاح کریں نہ کہ انکو بالکل اوڑا دیں سوائے اونکے کہ جو بالکل حرام ہوں اور کفر ہوں خود ہمارے پیارے نبی نے اس کی مثال قایم کر دی ہے۔ بتکدہ کعبہ کو اونہوں نے اللہ کا گھر بنا دیا۔ اسلام سے پہلے بھی کفار ہر سال مکہ میں آیا کرتے تھے اور کعبہ کی زیارت کیا کرتے تھے۔ اسلام نے اس کی اصلاح کرکے حج قایم کیا۔ اسی طرح بہت سی پرانی رسموں کو اسلامی جامہ پہنایا۔ جب کافر مسلمان ہوتا ہے تو بھی تو گویا اوس کی اصلاح ہوئی ہمارے ہاں یہ تو نہیں ہے کہ مسلمان وہی جو مسلمان کے گھر پیدا ہو۔ بات کہاں کی کہاں پہنچی۔ غرض یہ کہ کسی بات کو کسی عادت اور رسم کو اوس وقت تک ترک مت کرو جب تک اوس سے بہتر اوس کی جگہ قایم نہ کر لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہم کوئی آیت منسوخ کرتے ہیں تو اوس سے اچھی نازل کر دیتے ہیں۔ جب ایک قوم تباہ ہوتی ہے تو اوس سے بہتر اوس کی جگہ آجاتی ہے ۔

ہاں تو بحث یہ تھی کہ یورپ میں بہت دین ہے۔ دین ان لوگوں کا جزو زندگی بنگیا ہے ان کے تمدن کا غیر قابل انفکاک حصہ ہو گیا ہے۔ ان لوگوں کو ایسے طریقے آتے ہیں جس رسم کو پائیدار بنانا چاہیں اوس کو اپنی طرز و معاشرت میں ایسا جکڑ دیتے ہیں کہ اگر پھر چھوڑنا چاہیں تو مشکل پڑ جاوے۔ اس کی مثال یہاں کا کرسمس یعنی حضرت عیسیٰ کی پیدایش کا فرضی دن ہے جسکو ہندوستان میں بڑا دن بھی کہتے ہیں۔ یہ دن یورپ اور امریکا میں ایسا منایا جاتا ہے کہ بیان سے باہر۔ یورپ والوں کی اقتصادی اجتماعی دینی سیاسی اور تجارتی زندگی کرسمس کے گرداگرد گھومتی ہے اگر یورپ والے کرسمس کا منانا بندکر دیں تو انکی زندگی کا شیرازہ بکھر جاوے۔ کروڑہا خاندان برباد ہو جاویں لاکھوں کارخانوں کا دوالا نکل جاوے۔ بے کاری اس قدر بڑھ جاوے کہ سیاسی انقلابات ظہور میں آنے لگیں۔ غرض کرسمس کا منانا بند کرنا ناممکن ہے۔ یہودی جنہوں نے بقول روایات حضرت عیسیٰ کو سولی دیدی تھی یہ بھی تو یورپ میں کرسمس مناتے ہیں۔ میرے عیسائی اور یہودی اور حتی کہ بعض مسلمان ملنے والے بے انتہا تعجب کرتے ہیں جب اونکو یہ معلوم ہوتا ہے کہ میں اپنے گھر میں کرسمس نہیں مناتا۔ اونکی رائے کے موافق میں اپنے بچوں پر بڑا ظلم کرتا ہوں کیونکہ کرسمس یہاں بچوں کی خوشی کا سب سے بڑا دن ہے۔ مہینوں پیشتر کارخانے کرسمس کے لئے کھلونے اور استعمال کی اشیا بنانی شروع کر دیتے ہیں۔ مطبع طرح طرح کے ہر علم و فن پر کتابیں شایع کرتے ہیں تاکہ دوست ایک دوسرے کو تحفتا دیں۔ ہر قسم کے کارخانے طرح طرح کا سامان کرسمس کے تحفوں کے لئے طیار کرتے ہیں ہر قسم کا تاجر

یہی اشتہار دیتا ہے کہ اوسی کی چیز کرسمس کے تحفے کے لیۓ سب سے زیادہ موزوں ہے، فوٹو کے کیمرے والا کہتا ہے کہ فوٹو کے کیمرے سے بہتر تحفہ نہیں، جوہری کہتا ہے کہ اپنی بیوی یا دوست کے لیے گہنا خرید و اس سے زیادہ خوشی اوسکو کوئی دوسری چیز نہیں دے سکتی۔ چرٹ والا کہتا ہے کہ جو لطف چرٹ کے بھپکوں میں ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ غرض کرسمس کی وجہ سے کروڑہا آدمیوں کے پیٹ پلتے ہیں۔ حساب لگایا گیا ہے کہ جتنی بکری کرسمس سے پہلے کے تین چار ہفتوں میں ہوتی ہے اوتنی تمام سال میں نہیں ہوتی۔ شروع دسمبر سے دکانوں میں آرائش ہونی شروع ہو جاتی ہے اور علاوہ دائمی دکانوں کے سڑکوں کے دونوں طرف وقتی دکانیں گاڑیوں پر لگ جاتی ہیں جیسی ہندوستان میں بھی عیدگاہ کے راستے میں اور مختلف میلوں کے موقعوں پر۔ بڑے بڑے دکان وار جن کی دکانیں کیا ہیں۔ عالیشان محل ہیں طرح طرح کی نمائشیں کرتے ہیں لوگ اپنے بچوں کو یہ سب چہل پہل دکہانے لیجاتے ہیں۔ تھیٹر بچوں کے لیۓ سہ پہر کو خاص خاص تماشے کرتے ہیں۔ مگر ان سب باتوں میں دینی رنگ کی آمیزش ہوتی ہے۔ بغیر ارادہ کے دین کوٹ کوٹ کر رگ و ریشے میں بھر جاتا ہے۔ بچپن سے دین گھٹی میں پلایا جاتا ہے۔ ہر بات میں دین کی آمیزش ہے۔ حضرت عیسیٰ کی روایات مجسم دکھائی جاتی ہیں۔ یہ ساری باتیں دل و دماغ میں گڑ جاتی ہیں۔ پھر بڑے ہوکر منہ سے آدمی چاہے کچھ ہی کہے مگر اوس کے افعال اور عادات پر دین کا ایسا قابو ہوتا ہے کہ وہ خود اپنی عادتوں سے لاچار ہو جاتا ہے۔

غرض کرسمس سے کئی ہفتہ پہلے ہر بات میں دینیت کی گھٹی ہوتی ہے۔ جس نے یہاں کا کرسمس اس نقطہ نظر سے نہیں دیکھا اوس کے لیۓ سمجھنا مشکل ہے۔ ۲۴ دسمبر کی شام نہایت مہم ہوتی ہے۔ ہفتوں سے سب کو اسکا انتظار ہوتا ہے۔ صاحب خانہ نے مہینوں سے اس دن کے لیۓ پیسہ جمع کرنا شروع کیا تہا اور میاں بیوی نے ملکر تمام بچوں کیلئے کھلونے اور دوسری چیزیں خرید رکھی ہیں۔ ماں باپ ساس سسرے کے لیۓ بھی تحفے خرید لیۓ گئے ہیں مگر ابھی تک کسی کو کچھ خبر نہیں۔ میاں نے بیوی کے لیۓ اور بیوی نے میاں کے لیے بھی کچھ نہ کچھ خرید رکھا ہے جس کی دوسرے کو خبر نہیں۔ "الانتظار اشد من الموت" عربی کی کہاوت ہے یعنی انتظار موت سے زیادہ کٹھن ہے۔ گھر کا خاص بڑا کمرا اس شام کے لیۓ مقرر کر دیا جاتا ہے۔ صنوبر کے درخت کے بڑے بڑے ٹہنے ہفتہ بھر پہلے سے سڑکوں پر بکتے ہیں ہر گھر میں ان ٹہنوں میں سے ایک ہوتا ہے۔ یہ ٹہنا ایک خاص قسم کی تپائی میں لگا دیا جاتا ہے اور بطور درخت کے کمرے میں کھڑا کر دیا جاتا ہے اسکو انگریزی میں کرسمس ٹری (یعنی کرسمس کا درخت کہتے ہیں) اس درخت کو خوب سجاتے ہیں اس کی ہر ٹہنی میں ایک موم بتی جلائی جاتی ہے بعض لوگ بجلی کی بتیاں جلاتے ہیں علاوہ اس کے لال سبز زرد غرض رنگ برنگ کے شیشے کے گولے لٹکائے جاتے ہیں اور پہلے

تاریخی وغیرہ سے آرایش کی جاتی ہے ہر طرح کی مٹھائیاں اور چھوٹے چھوٹے کھلونے بھی اس درخت میں لٹکتے ہیں بعض گھروں میں یہ درخت چھت تک اونچا ہوتا ہے۔ اس درخت کے نیچے تمام لوگوں کے ہدیئے اور تحفہ تحائف چن دیئے جاتے ہیں ہر شخص ایک دوسرے کو کچھ نہ کچھ تحفہ اپنی حیثیت کے موافق یا حیثیت سے بڑھکر دیتا ہے۔ کمرے کے باہر بچے بیتابی سے انتظار کرتے ہیں۔ کمرہ کی سجاوٹ میاں بیوی کرتے ہیں اور یہ ایک دوسرے کے ہدیئے ابھی تک ایک دوسرے کو نہیں دکھاتے۔ آخرکار دروازہ کھلتا ہے بچے اور باقی سب لوگ کمرہ میں حیرت کے ساتھ داخل ہوجاتے ہیں۔ سب سے پہلی بات حضرت عیسیٰ کی پیدائش کے بھجن سب ملکر گاتے ہیں۔ اس کے بعد بچے یکے بعد دیگرے ایسے ہی بھجن جو انہوں نے مدرسے میں سیکھے ہیں گاتے ہیں۔ اسی اثنا میں دروازہ کھٹکھٹایا جاتا ہے کھولنے پر ایک سفید لمبی ڈاڑھی والا بڈھا جس کے ہاتھ میں لکڑی اور پیٹھ پر ایک تھیلا ہوتا ہے داخل ہوتا ہے اس بڈھے کو انگریزی میں "سنٹا کلاز" یا "فادر کرسمس" کہتے ہیں یہ بچوں کو بلاتا ہے ان سے سوالات کرتا ہے کہ آیا وہ شریر تو نہیں ہیں اور پھر ان سے وعدے لیتا ہے کہ وہ ہمیشہ دیندار رہینگے اور ماں باپ کی اطاعت کرینگے اور اس وعدہ کو جو وہ حضرت عیسیٰ کی پیدایش کے دن کرتے ہیں کبھی نہیں بھولیں گے۔ اسکے بعد بچے اسکو بھجن سناتے ہیں اور وہ تھیلے میں سے نکالکر ہر بچے کو ایک یا زیادہ کھلونے دیتا ہے مٹھائی تقسیم ہوتی ہے اور سنٹا کلاز یہ کہہ کر اب میں اگلے سال پھر آؤنگا اور دیکھونگا کہ کون کون وعدہ پر قایم ہے جو وعدہ توڑیگا اوسکی لکڑی سے خبر لونگا۔ پھر وہ چلا جاتا ہے۔ یہ شخص باپ یا چچا یا کوئی اور رشتہ دار اختیار کرتے ہیں۔ غرض اس تمام کا اثر ننھے ننھے بچوں کے دلوں پر ایسا پڑتا ہے کہ وہ تمام عمر زائل نہیں ہوتا اور گو بڑے ہوکر لوگ عیسائیت سے انکار ہی کیوں نہ کریں مگر دل میں تھوڑا بہت اثر ضرور باقی رہتا ہے عقل انکار کرتی ہے مگر دل کہتا ہے کہ جو کچھ بھی ہو ہم تو اسی راستہ پر چلیں گے۔

غرضیکہ یورپ والوں نے اپنے دین کو معاشرت سے ایسا جکڑا ہے کہ علیحدہ ہونا ناممکن ہے برخلاف اس کے ہم لوگ ہیں کہ دینی باتوں کی پرواہ ذرا بھی نہیں کرتے۔ ہمارے طلبا یورپ میں اگر دین کے نام لینے سے شرماتے ہیں مجلس میں شراب نہ پینے کو عیب سمجھتے ہیں۔ یہ کہنا کہ ہمارے دین میں سور کا گوشت کھانا حرام ہے جہالت تعصب اور غیر تمدنیت سمجھتے ہیں نماز روزے کا تو ذکر ہی کیا۔ یورپ والے دین کے نام سے ایسی ایسی لغو باتیں کرتے ہیں کہ عقل حیران ہوتی ہے اچھے اچھے تعلیم یافتہ فیلسوف بھی کسی نہ کسی بہانے سے تمام دینی رواج قایم رکھتے ہیں کچھ نہیں تو یہی کہدیتے ہیں کہ بچوں کے لیے کرتے ہیں۔ غرض دینی عادتیں چھوڑی نہیں جاتیں کسی طرح تعلق قطع نہیں ہوتا۔ کاش کہ ہم لوگ انہیں سے سبق لیں۔ تربیت کا احساس عادت پر ہے۔ تربیت دینا چاہتے ہو تو ایسی ایسی عمدہ عادتیں ڈالو کہ پھر چھوٹنا ناممکن ہو۔ اور عادت پڑتی ہے تکرار عمل سے۔ یعنی اوس بات کو بار بار کیا جاوے۔ حتیٰ کہ کہا گیا ہے کہ "الدین عادۃ" یعنی دین عادت ہے۔ وعظ و نصیحت خالی خولی سے کچھ فائدہ نہیں عمل ضروری ہے اور عمل کرنا ہونا چاہیئے۔

ستار خیری (از برلین)

افلاسِ ہند کے اسباب

ہندوستان کو خلاصہ دُنیا کہتے ہیں۔ یعنی دُنیا کے متفرق مقاموں کی خصوصیت یہاں موجود ہے۔ دُنیا کے بعض مقام ایسے ہیں جہاں ہمیشہ سردی رہتی ہے۔ بعض ایسے ہیں جہاں مدام گرمی کا دَور دورہ رہتا ہے۔ لیکن ہندوستان ہی ایسا واحد مقام ہے۔ جس میں دونوں صفتیں مجتمع ہیں۔ پیداوار کی صفت سے بھی خدا نے اس کو شرف بخشا ہے کہ دُنیا کی ہر قسم کی چیز یہاں پیدا ہوتی ہے۔ اب سوال یہ ہو سکتا ہے کہ باوجود ان خوبیوں کے بھی ہندوستان افلاس زدہ کیوں ہے اور ملکوں کی طرح خوشحال کیوں نہیں ہے۔ بجائے خوشحالی کے اس کا افلاس روز بروز کیوں ترقی پذیر ہے۔ اس کے کئی اسباب ہیں۔

اول یہ ہے کہ یہاں کے لوگوں میں ترقی کا جذبہ نہیں ہے۔ عالی حوصلگی عالی ہمتیں بالکل مفقود ہے بیجا استغنائیت اور قناعت کے غلط مفہوم سے ہندوستانی کچھ ایسے مسحور ہیں کہ ترقی کی نئی دُنیا ان کے خواب خیال میں بھی نہیں آتی ہے۔ ایک شخص بی۔اے پاس کرنے کے بعد کسی اسکول میں پچاس روپیہ کی معلمی کرتا ہے جس روز اُس کو یہ ملازمت ملی اُس نے سمجھ لیا کہ روزِ ازل میں اسی کے لیے قضا و قدر نے بھی مقدر کیا تھا۔ آج نوشتہ قسمت پورا ہوتا ہے۔ اُس کی قسمت کا فیصلہ ہو گیا۔ اب آگے ترقی کرنے کی ضرورت نہیں ہے یا ہے تو محال و ناقابل حصول۔ وہ ہرگز اس کی کوشش نہیں کرتا ہے کہ اپنی استعداد کو بڑھا دے اور دوسرا اعلیٰ امتحان پاس کر کے اپنے کو دوسری ممتاز ملازمت کا مستحق گردانے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کسی خاندان میں ایک شخص کچھ اپنی ضرورت سے زیادہ حاصل کرتا ہے۔ اُس کے کئی رشتہ دار اس کے سر پڑ جاتے ہیں۔ وہ کاہل اور اپاہج بن جاتے ہیں۔ اور کچھ آمدنی کا ذریعہ نہیں سوچتے۔ ایک شخص کی آمدنی میں کل حصہ دار بن جاتے ہیں۔ اگر ایک شخص نے ارادہ کر لیا ہے کہ وہ تعلیمی صیغے میں اپنی زندگی گزارے گا تو وہ کبھی خیال تو نہیں کرتا ہے کہ کیا بہتر ہوتا کہ وہ پروفیسر (Professor) ہوتا اور زندگی کے اعلیٰ مدارج تک پہنچے۔ بعد ملازمت کے اُس کو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا ہوتا ہے۔ شادی ہو چکی ہوتی ہے یا اب ہوتی ہے۔ ... روپیہ میں کل اخراجات کا متحمل ہوتا ہے۔ بعد چندے اُس کو اولاد ہوتی ہے خانہ داری کا اور بھی اُسکو سنبھالنا پڑتا ہے اخراجات کے نئے نئے راستے نکل جاتے ہیں۔ آمدنی وہی پچاس یا ساٹھ کی اخراجات کے تناسب سے بڑھتی نہیں ہے۔ آمدنی کم خرچ زیادہ خرچ میں کتر بیونت کرنا پڑتا ہے۔

عسرت و تنگی استقبال کے لئے آموجود ہوتی ہے۔ ایک شخص ریلوے میں ملازمت کرتا ہے۔ وہ کرانی یا
محرر ہے مشاہرہ تینتیس روپیہ۔ دو سال میں ایک روپیہ ماہوار کی ترقی۔ اب وہ اس تینتیس روپیہ میں قناعت کر کے
بیٹھ جاتا ہے۔ اس کی پروا نہیں کرتا۔ اس کے دل میں ولولہ و جوش نہیں ہے کہ کرانی سے آگے کے لئے وہ کوشاں
ہو۔ اور آمدنی کو بڑھائے۔ ملازمت کا یہ حال ہوا کہ جو شخص جس حال میں ہے مگن ہے ہر سال کنبہ بڑھتا جاتا ہے
اولاد کی تعداد میں معتدبہ اضافہ ہے اخراجات بھی بڑھتے جاتے ہیں۔ آمدنی وہی قلیل و شمار شدہ۔ ایسی حالت
میں جو شخص قانع و مستغنی ہو وہ مفلس ہوگا یا نہیں۔

ملازمت کا یہ حال ہوا صنعت و حرفت میں بھی یہی حال ہے۔ کاشتکار کا بیٹا اپنے اسی دو ہل
وبیل سے کاشتکاری کی زندگی بسر کرے گا جو اس کا باپ مرنے کے وقت چھوڑ گیا ہے۔ اس کو کبھی اس کا
خیال نہیں ہوگا کہ زمین کی پیداوار کو بڑھانے کی کوشش کرے۔ ذرائع سوچے لوگوں سے دریافت کرے کہ
کون کونسی تدبیر کی جائے کہ زمین کی زرخیزی میں ترقی ہو۔ باپ کے مرنے کے وقت وہ اکیلا اور اس کی ماں تھی۔
یا اگر شادی ہو چکی ہے تو بی بی۔ اب دو چار برس میں تعداد بڑھتی جاتی ہے خرچ بھی اس نسبت سے بڑھتا ہے۔ لیکن
آمدنی بڑھانے کی کوشش وہ نہیں کرتا ہے۔ اس کی پیداوار بھی بہ نسبت پہلے کے کم ہوتی جاتی ہے۔ کیونکہ زمین
کو بھی غذا کی ضرورت ہے۔ غذا ملتی نہیں ہے۔ نیا کاشتکار جانتا نہیں ہے کہ کھاد کیا چیز ہے۔ کوئی
ایسی تدبیر بھی ہے جس سے زمین کی پیداوار میں اضافہ ہو سکتا ہے عسرت آدباتی ہے۔ آمد و خرچ کی نسبت
کا خیال بہت کم لوگوں میں ہے۔

غلط و بیوقت شادی کا رواج بھی ہندوستان کے افلاس کا بہت حد تک ذمہ دار ہے۔ والدین
بچوں کی شادی کر دیتے ہیں۔ لیکن اس کا کچھ سامان نہیں کرتے ہیں کہ شادی کے بعد اس کے حصول رزق کا
کیا ذریعہ ہوگا۔ بعض ایسے بھی جن کے سر سے والدین کا سایہ اٹھ گیا ہے وہ اس بھنور میں گرفتار ہو جاتے
ہیں۔ شادی کے قبل کوئی شخص اس کو نہیں سوچتا ہے کہ شادی کے بعد جو اخراجات بڑھ جائیں گے۔ وہ اخراجات
کہاں سے پورے کئے جائیں گے۔ شادی کے قبل پچاس روپیہ مشاہرہ ایک شخص کا ہے اس سے وہ اپنی
خود اور اپنے ایک رشتہ دار کی پرورش کرتا ہے۔ وہ شادی کرتا ہے لیکن یہ نہیں سوچتا ہے کہ فی الحال
پچاس روپیہ دو شخص کی معیشت کا کفیل ہے۔ ایک تیسری ہستی آنے والی ہے اس کے لئے یہ پچاس روپیہ
کافی نہیں ہو سکتا ہے۔ یا تو ایسی نسبت سے آمدنی بڑھانے کا سامان کیا جائے یا شادی سے پرہیز کیا جائے۔
تاوقتیکہ آمدنی نہ بڑھا لے لیکن نہیں یہ راز ایسا ہے کہ اس کی سمجھ سے باہر ہے۔ وہ شادی ضرور کرے گا۔
ہرچہ باداباد۔ شادی کر لیتا ہے اور وہی پچاس روپیہ اور لوگ زیادہ۔ چند سال میں ایک اور ہستی پیدا ہوتی

ہے وہ بھی اُسی پچاس میں حصہ دار و حقدار ہو جاتی ہے۔ اب یہ پچاس روپیہ کے حصے ہوتے جاتے ہیں۔ پہلے خرچ فی کس دس روپیہ تھا۔ اب چھ روپیہ۔ اب اُن سب باتوں کی تہہ میں بھی تعلیم ہے۔ تعلیم کی کمی کی وجہ سے انسان کا دماغ اُن باتوں کے سوچنے سے قاصر ہے۔ اگر تعلیم کافی ہوتی تو وہ سمجھ سکتا اور اپنے افلاس کا ازالہ کرتا تو تعلیم کی کمی بھی افلاس کا باعث ہے۔ اب تعلیم کی تہہ میں ہے غیر ملکی حکومت۔ اور وہ کیوں چاہے۔ لوگ تعلیم یافتہ ہوں۔ اور یہ ملک خوشحال ہو۔ ایک وجہ بیجا خود داری۔ یا غلط خود داری بھی ہے خود داری کا مفہوم سمجھنے میں لوگ غلطی کرتے ہیں۔ کچھ تعلیم حاصل کرنے کے بعد نیا تعلیم یافتہ تیس چالیس کی ملازمت کو زیادہ آمدنی کی تجارت پر ترجیح دیتا ہے۔ ایک کرسی پر بیٹھ کر غلامی کی زندگی اُس کو بہت زیادہ پسند ہے۔ بہ نسبت اُس کے کہ وہ تجارت کرے دوکان پر بیٹھے۔ اور چھوٹی سی تجارت شروع کر دے۔ بڑی تجارت کا شعور نہیں اور چھوٹی تجارت سے بیجا گریز نفرت۔ ملازمت میں آمدنی نہیں بڑھتی ہے لیکن خرچ بڑھتا ہے تجارت میں خرچ نہیں بڑھتا ہے۔ آمدنی بڑھتی ہے۔ لیکن اُن دونوں کو سمجھنے کے لئے ہندوستانیوں کا دماغ قاصر ہے۔

راک فلر دنیا کا سب سے بڑا دولت مند سمجھا جاتا ہے۔ اُس نے اپنی زندگی ہوٹل میں برتن صاف کرنے سے شروع کی اور اس کو عار نہیں سمجھا۔ اور بھی بڑے بڑے لوگ گذرے ہیں اور ابھی موجود ہیں جن لوگوں نے محض چھوٹی تجارت سے زندگی شروع کی اور اب دُنیا کے بڑے لوگوں میں شمار ہوتے ہیں ہندوستانیوں میں ترقی کا جذبہ نہیں ہے۔ ولایت میں ایک مزدور کی بھی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو بہتر بنائے۔ اگر وہ کرانی ہے تو وہ کوشش کرے گا کہ کسی طرح اپنی آمدنی بڑھا دے۔ پٹ کی مختصر نویسی مشہور ہے۔ یہ شخص ایک معمولی کرانی تھا۔ آفس میں کام بہت زیادہ تھا۔ یہ کام کرتے کرتے پریشان ہو جاتا تھا۔ وہ اس سوچ و فکر میں تھا کہ کوئی آسان طریقہ لکھنے کا سوچا جائے۔ آخر وہ اپنی کوشش میں کامیاب ہوا اور ایسا طریقہ مختصر نویسی کا نکالا جس کو آج دنیا احسان کی نظر سے دیکھتی ہے۔ اور فائدہ اُٹھاتی ہے۔ وہ خود بھی مالامال ہو گیا۔ ایک وجہ وقت کی ناقدری بھی ہے۔ ہندوستانی وقت کی قدر کرنا نہیں جانتے ملازمت پیشہ ہوں یا تجارت پیشہ۔ فرصت کے اوقات کو یُوں ہی ضایع کر دیتے ہیں۔ اور کسی مفید کام میں نہیں صرف کرتے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی کا کوئی مقصد نہیں ٹھہراتے ہیں ولایت میں والدین اپنے بچوں کا رُجحان دیکھکر اُس کو خاص مقصد کے لئے تیار کرتے ہیں اور کسی اُصول پر اُس کو تعلیم دی جاتی ہے۔ یا ہر شخص خود اپنے سے اپنا مقصد ٹھہرا لیتا ہے۔ یہاں ہر شخص اپنی قسمت پر راضی و شاکر رہتا ہے۔ جو کام وہ کرتا ہے خواہ فطرت نے اس کا دماغ اُس کے لیے موزوں کیا ہے یا نہیں اُس کو اس کی

پروا نہیں ہے۔

ہندوستان کے افلاس میں ہماری بہنوں کا بھی بہت کچھ حصہ ہے۔ ہماری بہنوں کی بیشتر تعداد اپنا قیمتی وقت بیکار ضایع کر دیتی ہیں۔ ہمارے ۲۴ گھنٹے کا کیا دستور العمل ہونا چاہیئے۔ ہمارے خانہ داری کے کیا کیا فرائض ہیں۔ ہماری بہتیری بہنیں اس طرف توجہ کر منعطف نہیں کرتیں چھوٹی چھوٹی باتوں میں غفلت برتنے کی وجہ سے غیر ضروری اخراجات ناگزیر ہو جاتے ہیں۔ ہر مہینے کی ابتدا میں کل ضروری اخراجات کے مدکی ایک فہرست بنائی جائے اور ہر مد کا خرچ آمدنی کی نسبت سے معین کر لیا جاوے تو ہماری بہت سی بہنوں کو جن کے شوہروں کی آمدنی ملازمت کے مشاہرے پر موقوف ہے۔ اور مہینے کے آخر میں روپئے کی کمی ہو جانے سے عسرت تنگی و تکلیف ہو جاتی ہے ایک گونہ نجات مل جائے۔ ہماری بہنوں کی بیکاری وغفلت و بیجا رسوم میں اسراف بھی ہندوستان کے افلاس کا ایک ضروری سبب ہے۔

آسیہ خاتون مونگیر

لڑکیوں کو خانہ داری کی تعلیم

خانہ داری عورت کی زندگی کامیاب بنانے کے لیئے بہترین چیز ہے۔ لیکن افسوس اسکا ہے کہ آج کل کی تعلیم یافتہ لڑکیاں خانہ داری کے اُصول سے بہت کم واقف ہیں۔ پہلے زمانہ کی بیبیاں اسکول وغیرہ نہیں جایا کرتی تھیں اس لیئے وہ تمام دن ہانڈی چولہا کرتی رہتی تھیں۔ انکو کوئی دوسرا کام ہی نہ تھا۔ خانہ داری، پرورش اولاد، شوہر کی خدمت یہ تین چیزیں انکی جان کے ساتھ لگی رہتی تھیں۔ اب جو تعلیم کا چرچہ ہو رہا ہے تو لڑکی کو اپنے اسکول اور کتاب سے فرصت نہیں ملتی۔ بعض گھروں میں تو میں نے یہ دیکھا ہے لڑکی صبح کو اُٹھکر ناشتہ کرکے اسکول جانے کی تیاری میں لگ جاتی ہے بعض اسکولوں میں حاضری آٹھ بجے ہوتی ہے بعض میں نو بجے یا دس بجے جس کے اسکول کا وقت نو یا دس بجے ہے تو لڑکی ناشتہ کرکے استاد کے پاس چلی جاتی ہے۔ استاد کے پاس سے آکر اسکول جاتی ہے۔ تین یا چار بجے اسکول سے آکر منہ ہاتھ دھو چاء پی کر ہارمونیم سکھانے والا آگیا۔ ایک گھنٹہ ماسٹر سے گانا بجانا سیکھا وہاں سے آکر بیاڈمنٹن وغیرہ کھیل میں لگی رہی۔ اس کے بعد گھر کا کام شروع کیا۔ ہر روز ہارمونیم سکھانے والا اُستاد نہیں آسکتا ایک دن ہارمونیم سکھانے والا آتا ہے دوسرے دن ٹائپ کروانے والا آتا ہے۔ تیسرے دن نیٹنگ سکھانے والا آتا ہے۔ غرض لڑکیوں کو اتنی فرصت نہیں ہے کہ وہ خانہ داری کی طرف توجہ کریں۔ لڑکی بی اے۔ ایف اے۔ مڈل۔ میٹرک۔ وغیرہ تو پاس کر لیتی ہے لیکن خانہ داری۔ نرسنگ۔ تربیت اولاد وغیرہ سے بالکل ناواقف رہتی ہے۔ جب شوہر کے گھر جاتی ہے تو اسکو زندگی گھر میں گذارنی پڑتی ہے اگر ساس نند وغیرہ پرانے فیشن کی ملے تو اس لڑکی کو طعنہ و تشنہ دیکر اس کے کنول کی طرح شگفتہ دل کو مرجھا دیتے ہیں جس طرح وہ پُرانا طریقہ کی زندگی گذارتے ہیں اسکو بھی گذارنا پڑتا ہے جو لڑکی کہ سیدھی اور غریب طبیعت کی ہوتی ہے اور تعلیم کی وجہ سے وہ لڑائی جھگڑا پسند نہیں کرتی منہ سے تو کچھ کہتی نہیں اندر ہی اندر اونٹ جلکر آخر میں دق یا سل میں مبتلا ہوکر اس دُنیا سے جوان مرگ ہی گزر جاتی ہیں۔ جو لڑکی کہ ایسے گھر میں گئی جسکا شوہر یورپ کی تعلیم پایا ہوا ہے اور ساس نند سب اس کے ہم خیال ہیں اور اس لڑکی کو خانہ داری نہیں آتی تو اس کے گھر کا طریقہ ٹھیک نہیں رہتا اور وہ دن رات فیشن میں گرفتار رہتی ہے۔ آج یہاں پارٹی ہے کل وہاں ہے آج گھر میں کوئی مہمان آیا کل کلب میں چلیں میاں کی آمدنی

ماہوار چار سو ہے خرچ چھ سو ہے اگر بچے جلد جلد پیدا ہوگئے تو اور بھی آفت آگئی ایک آیا ہو ایک آتا ہو غرض شوہر قرض دار بی بی نام وار مسلمانوں کے افلاس میں ترقی ہوتی ہے۔ ایسی تعلیم سے ملک کو فایدہ نہیں پہنچ سکتا۔ وہ کوئی مضمون لکھتی ہیں تو لکچر دیتیں اپنے آپ کو بہت بڑی تعلیم یافتہ سمجھکر دوسروں کے مضامین میں غلطیاں نکالتی ہیں۔

یہ قصور لڑکیوں کا نہیں ہے بلکہ انکے طریقہ تعلیم کا ہے میرے خیال میں یہ کوشش کرنی چاہیئے کہ لڑکیوں کو اسکول میں روزانہ ایک گھنٹہ خانہ داری کے اصول سکھائیں دوسرے دن ایک گھنٹہ پرورش اولاد کے طریقے بتائیں۔ تیسرے دن ایک گھنٹہ نرسنگ کرنا بتائیں۔ چوتھے دن ایک گھنٹہ پکانا سکھائیں غرض اس طرح روزانہ ایک گھنٹہ اسی طرح کے کام سکھائیں۔ اگر اسکول میں سینما کے ذریعہ خانہ داری کے طریقہ بتائے جائیں تو بہت بہتر ہے اور لڑکیوں کو یہ تاکید کی جاوے کہ جو کچھ وہ سیکھیں اپنے والدین کے گھر میں اسی طرح کا انتظام کریں جس طرح ہوم ورک میں کرنا ضروری ہے اُسی طرح خانہ داری میں انکا ہاتھ بٹائیں جب تک یہ طریقہ رائج نہ ہوگا لڑکی کو خانہ داری کے اُصول معلوم نہ ہونگے۔ کیونکہ ان کو اسکول کی پڑھائی سے فرصت ہی نہیں اور لڑکی کی ماں کا فرض ہو کہ وہ تمام دن میں ایک گھنٹہ لڑکی سے گھر کا کام کروایا کرے۔ پہلے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ لڑکیاں جمعہ کے روز ہنڈ کلیا کھیلتی تھی اس سے یہ فایدہ تھا کہ لڑکی کو پکانا آجاتا تھا۔ گڑیا کھیلا کرتی تھیں۔ کپڑے کی گڑیا بناکر اسکو کپڑے پہنائے جاتے تھے اس سے یہ فایدہ تھا کہ لڑکی کو کتر بیونت کپڑوں کی آجاتی تھی۔ اب تو بازار سے گڑیا چلی آتی ہے کپڑے جوتا وغیرہ سب پہنی پہنائی۔ اب لڑکی کو کپڑے سیکر پہنانے کی ضرورت بھی نہ رہی اور جمعہ کے روز ہنڈ کلیاں کھیلنا تو موقوف ہی ہوگیا میرے خیال میں مہذب تعلیم یافتہ ماں کو چاہیئے اپنی لڑکی سے ہر جمعہ کو کچھ نہ کچھ ضرور پکوائے بلکہ خود اپنے سامنے ہر جمعہ کو ایک نئی چیز سکھائے اور سلائی اس کے ہاتھ سے کرائے۔ کپڑے رنگنے کے طریقے بتائے بلکہ اس کے ہاتھ سے رنگائے۔ جب لڑکی چھوٹی ہو کنڈرگارٹن میں پڑھتی ہو تو اسکو گڑیاں کھیلنا اس طرح سکھائے اسکو خانہ داری اور نرسنگ وغیرہ کے طریقہ گڑیا کھیلتے کھیلتے آجائے مثلاً گڑیا کو بیمار بنائے اور لڑکی کو نرسنگ کا طریقہ بتائے گڑیا کے بچے کو دودھ پلانے کا طریقہ بتائے۔ گائے کے دودھ میں اتنا پانی ملانا چاہیئے۔ شیشی صاف رہے وغیرہ وغیرہ۔

گڑیا کی شادی کی جائے لیکن نئے طریقہ سے فضول رسومات کی بُرائی بتائی جائے شادی ایک روز کی کرنی چاہیئے لڑکیوں کے دل میں کسی کی بات جم جاتی ہے ہمیشہ یاد رہتی ہے ایسا طریقہ اختیار

کرنا نہایت ضروری ہے۔ لڑکیوں کا نصاب لڑکوں سے الگ ہو لڑکیوں کے نصاب میں خانہ داری پرورش اولاد نرسنگ ضرور ہونا چاہیئے۔ میرے اس مضمون پر دوسرے خواتین کو بھی قلم اُٹھانا چاہیے تاکہ لڑکیوں کا نصاب بدلا جائے انکی تعلیم کے ساتھہ تربیت بھی ہو۔ لڑکیاں بیچاری بالکل بے قصور ہیں انکو پڑھنے سے فرصت نہیں وہ خانہ داری کی طرح سیکھ سکتی ہیں۔

صغرا ہمایوں مرزا حیدر آباد دکن

چائے نوشی

چائے نوشی کا رواج اسقدر دیکھتی ہوں کہ پیر و جوان عورتیں بچے سب کے سب اسے اس طرح استعمال کرتے ہیں۔ جیسے ایک فائدہ مند چیز سمجھ کر پی جاتے۔ اس کے خاص اثرات سے بہت کم لوگ واقف ہیں صرف یہ سمجھ کر کہ چائے سستی و سردی کو دور کرتی ہے۔ بلا تکلف بھی پی لیتے ہیں۔ بیشک زکام یا سردی کی حالت میں چائے کا پینا اتنا نقصان دہ ثابت نہیں ہوتا۔ لیکن یہ سستی و تکان کو دور کرتا ہے محض غلطی ہے۔ چائے پینے کے بعد جو عارضی طور پر سستی دور ہو جاتی ہے وہ اس لیے کہ اس میں ایک ایسا زہر ہے جو ہم پر چند لمحہ کے لیے نشہ کی حالت طاری کر دیتا ہے۔ اس کے بعد اسیقدر زیادہ تکان و سستی واپس آجاتی ہے جسے بہت لوگ محسوس نہیں کرتے۔

چائے کو بوتے وقت اس میں (جڑوں میں) چند زہریلی خشک تعفن آمیز اشیاء دفن کی جاتی ہیں۔ انکی وجہ سے بھی یہ ایسے اثرات اپنے اندر رکھتی ہے۔

چائے ہاضمہ کو روکتی ہے اس لیے چائے پینے والے ہمیشہ کم کھاتے ہیں۔ وہ بھی بمشکل ہضم ہوتا ہے۔ غذا ہضم کرنیکا مادہ چائے خشک کر دیتی ہے۔ یہی خاصیت پان کی بھی ہے۔ آپ آزما سکتے ہیں۔ جس وقت بھوک خوب لگی ہو۔ ایک پیالہ چائے کا پی لیجئے پھر بھوک بالکل نہ رہے گی۔

چائے کا خشک زہریلا اثر چہرہ کی وضع بھی بگاڑ دیتا ہے۔ رنگ زرد آنکھوں میں حلقے اور اداسی چھائی رہتی ہے۔ ہمیشہ ایک اُس آدمی سے جو ان منشی اشیاء کا شکاری ہو جائے چائے تمباکو پینے والا سست پایا جائیگا۔ بچوں اور عورتوں پر یہ چیزیں خاص اثر کرتی ہیں۔

بنت سید سعید الدین رانچی

ہمارا تمدن خطرہ میں

یہ ایک عام مشاہدہ کی بات ہے کہ جب دو تہذیبوں میں تصادم ہوتا ہے تو ایک دوسرے پر غلبہ حاصل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ تقریباً ڈیڑھ سو برس سے اہل مغرب ہم پر حکمراں ہیں۔ انکی صحبت نے ہماری معاشرت میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ مغربی تہذیب بہت تیزی کے ساتھ ہم میں مقبولیت حاصل کر رہی ہے۔ بقول انگریزی ادیب کپلنگ مشرق کو مغرب نہیں بنایا جا سکتا ہے۔ عقلمند انسان کا یہ فرض ہے کہ اچھی باتیں جہاں ملیں انکے حاصل کرنے کی کوشش کرے مگر کورانہ تقلید خراب نتائج ظاہر کرتی ہے۔ ذرا نظر کو وسیع کیجئے تو معلوم ہوگا کہ ہماری خواتین اور خانگی زندگی کو بھی مغربی تہذیب نے متاثر کر دیا ہے۔ میں عورتوں کی معاشرتی زندگی کی اصلاح۔ تعلیم اور آزادی کا دل سے حامی اور تحریک نسواں کا مؤید ہوں مگر میں ہر معنی میں ہندوستان کو یورپ دیکھنا نہیں چاہتا۔ آجکل بیسویں صدی میں خود مغربی تہذیب کسی مستحکم اُصولوں پر قایم نہیں ہے۔ خانگی زندگی کی حقیقی مسرت آج یورپ میں مفقود ہے۔ آرام و تکلیف کو نظر انداز کر کے لوگ صرف فیشن پر مرے مٹتے ہیں۔ صورت حاصل یہ ہے کہ میاں بی بی کو ایک دوسرے کے مشاغل اور نقل و حرکت کا کوئی علم ہی نہیں ہوتا ہے۔ پیرس اور لندن میں عورتیں قریب قریب برہنہ گشت کرتی ہیں۔ بر خلاف اس کے حیا و شرم ہماری صحبت میں ایک اہم چیز سمجھی جاتی ہے۔

چند مغربی چیزیں ایسی ہیں جنھیں ہم کو حاصل کرنا چاہیئے مثلاً حصول تعلیم۔ صحت کے اُصولوں کو پیش نظر رکھتے ہوئے مکانات کی تعمیر اور اس کی آرایش۔ چند نا عاقبت اندیشوں نے اپنی خواتین کو مغربی لباس زیب تن کرانا شروع کر دیا ہے۔ مگر یہ انتہائی غلطی ہے پیرس میں عورتیں اس قدر کم کپڑا پہنتی ہیں کہ جسم کا بیشتر حصہ کھلا رہتا ہے۔ وہاں برہنہ رقص کرنا اعلیٰ سوسائٹی میں ایک کمال متصور کیا جاتا ہے۔ بال کٹا کر مردوں کی صورت بنانا ترقی ہے لیکن ہماری تہذیب میں ستر پوشی شرافت کی نشانی ہے اور دراز زلفیں حسن کو دوبالا کرتی ہیں۔ لباس ظاہری کا اثر اخلاق پر پڑتا ہے خواتین کو اس طرف توجہ کرنا چاہیئے۔ عنوان بالا کی تحت میں ایک دلچسپ مضمون۔ رہبر دکن کے سالانہ نمبر میں مولوی مرزا سمیع اللہ بیگ صاحب چیف جسٹس حیدرآباد دکن کا میری نظر سے گزرا، مضمون اس قابل ہے کہ

ہر ہندوستانی عورت اسکا بغور مطالعہ کرے ذیل میں ایک طویل اقتباس پیش کرتا ہوں۔ مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

"ہماری نظر سے بعض ایسی ہندوستانی بیبیاں گذری ہیں جنہوں نے بڑے بالوں کو کٹا۔ اونچا سا سایہ پہننا اپنی معاشرت میں داخل کر لیا ہے مگر ان کی تعداد بہت کم ہے۔ جو چیز تشویش کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ معزز خاندانوں میں چھوٹی لڑکیوں کی زندگی اس طرح ڈھائی جارہی ہے کہ اون کے بال ترشے اور کٹے ہوئے ہوں۔ فراک نصف ران تک لٹکتی ہو۔ فراک کے نیچے ایک ایسی جانگیا زیب بدن ہو جو گھٹنوں سے نیچے نہ اُترے۔ ٹانگوں پر زیادہ سے زیادہ ایک مہین موزہ ہو جس سے پنڈلیوں کی صراحی دار ساخت پُوری طرح ظاہر ہو۔ خواتین خود غور فرمائیں کہ اس وضع کے اختیار کرنے سے اُن کے تمدن پر آیندہ کیا اثر پڑے گا۔

آگے چلکر مرزا صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ ہماری رائے میں شرم و حیا کی وہ خصوصیت جو جھلک ہر ایک اوسط درجہ کی شریف خاندان بی بی میں اس وقت پائی جاتی ہے اور جس کا اس کے شوہر کو فخر ہوا کرتا ہے اس کا راز بہت کچھ ان کی اس پوشاک کا رواج ہے جس نے ایک عمر کے بعد ہمیشہ ان کے چند حصوں کو ڈھکنا لازمی قرار دیا تھا۔ اگر کسی شخص کو بدن کے کسی جزو کا برہنہ رکھنے کا عادی بنا دیا جائے تو پھر اس کو تمام عمر اس حصہ کے برہنہ رکھنے میں کوئی بات قابل اعتراض نہیں معلوم ہوگی۔ یہ خصلت انسانی ہے۔ انکی اسی ابتدائی عمر کی پوشاک کا نتیجہ ہے کہ آج اگر کسی بی بی سے کہا جائے کہ وہ ایسی پوشاک اختیار کرے جس میں ران یا پنڈلی کا ڈھکنا ضروری نہ ہو تو وہ حیرت و تعجب سے دیکھے گی اور گوارہ نہ کرے گی۔ برخلاف اس کے یورپ کے کسی باتصویر اخبار کو آج اُٹھایئے اور ان مناظر کی تصویروں کو دیکھئے جن میں سمندر کے کنارے مرد و عورت ایک ساتھ نہا رہے ہوں یا کارخانوں میں کام کر رہے ہوں تو معلوم ہوگا کہ ان اُمور میں ہندوستان کی بی بی اور ولایت کی لیڈی کے نقطہ نظر میں کس قدر فرق ہے۔ دیکھنے میں یہ بات معمولی ہو مگر ان کا مجموعی اثر عادت و اخلاق و تمدن پر بڑا پڑتا ہے وہ لوگ جو ایشیائی تمدن کے بموجب اپنی عورتوں میں اس قسم کی شرم و حیا قایم و رایج رکھنا چاہتے ہیں تو لڑکیوں کی پوشاک میں ایسی تبدیلیاں نہ کریں کہ آگے چلکر تمدن کی بیخ کنی ہو جائے"

مجھے مرزا صاحب سے حرف بہ حرف اتفاق ہے میں عصمتی بہنوں کو اس طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ انھیں ٹھنڈے دل سے اس پر غور کرنا چاہیئے۔ یہ صرف خیال ہی خیال ہے کہ بال کٹا ہوا ہو۔ اونچی فراک و جانگیا و موزہ میں لڑکیاں زیادہ خوبصورت معلوم ہوتی ہیں۔ آج ہندوستان ہی میں میموں کی پوشاک دیکھکر شرم آتی۔

کنواری لڑکیاں گھٹنے سے اونچی فراک پہنتی ہیں عام طور پر نصف پیٹھ اور سینہ کا بڑا حصہ برہنہ رہتا ہے۔ پوری بانہیں برہنہ رہتی ہیں۔ آج ہندوستانی عورتیں ساڑی پر جو جمپر پہنتی ہیں وہ بھی ایسی ہوتی ہے کہ نصف بانہیں کھلی رہتی ہیں اور گردن کے چاروں طرف ایک بالشت سے پیٹھ وگردن برہنہ رہتی ہے یہ پوشاک ایشیائی تمدن کے بالکل خلاف ہے۔ آج یورپ میں خود اس قسم کے فیشنوں کے خلاف صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔ اٹلی میں مردوں اور لڑکوں نے یہ تہیہ کر لیا ہے کہ وہ اس ہوٹل میں نہ جائیں گے اور ان دوکانوں سے چیزیں نہ خریدیں گے جہاں لڑکیاں اس وضع و پوشاک میں پائی جاویں جرمنی میں قانون ہو گیا ہے کہ ایک خاص حصہ بدن سے اونچی فراک نہ ہو۔ اونچی ایڑی کے جوتے کے متعلق تو ڈاکٹروں نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ یہ صحت کے لئے مضر ہے۔ ہمیں اُمید ہے کہ عصمتی بہنیں بچیوں کی پوشاک کی طرف توجہ فرمائیں گی اور آنے والے خطرہ سے تمدن کو محفوظ رکھیں گی۔ لانبی زلفیں۔ خوبصورت ساڑی ہندوستان کا زیور ہے۔ صرف حصول علم۔ صفائی صحت اور اس قسم کے دیگر امور میں ہم مغرب کی تقلید کرنا تو فایدہ ہے ورنہ تقلید مضر نتائج پیدا کرتی ہے۔

عبدالحیٔ عباسی

آپ کو کبھی شکایت نہیں ہو سکتی

اگر آپ امور ذیل کی پابندی کریں تو آپ کو ہم سے کبھی شکایت نہیں ہو سکتی۔

(۱) اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہمیشہ ۳۰ تاریخ کو عصمت بہت پابندی سے شایع ہو جاتا ہے کبھی اشاعت میں دیر نہیں ہوتی اور بہت احتیاط سے تمام بہنوں کو روانہ کیا جاتا ہے اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد ۱۵ تاریخ تک ہمیں اطلاع دیدیجئے دوبارہ پرچہ بھیجدیا جائے گا اس کے بعد ممکن ہو قیمتاً بھی نہ مل سکے۔

(۲) ایک جگہ سے دوسری جگہ آپ کی تبدیلی ہو جائے تو فوراً ہمیں اطلاع کر دیجے تاکہ نئے پتہ پر بھی ٹھیک وقت پر آپ کو رسالہ ملتا رہے۔ صرف ان بہنوں کا رسالہ ضائع ہوتا ہے جنکا پتہ درست نہیں ہوتا۔

(۳) خط کتابت کے وقت **خریداری نمبر** ضرور لکھئے۔ بغیر خریداری نمبر لکھے آپکے خط کی تعمیل نہیں ہو سکتی۔

(۴) جواب طلب اُمور کے لیئے جوابی پوسٹ کارڈ یا ارکا ٹکٹ بھیجئے۔

(۵) اختتام سال کی اطلاع ملنے پر آیندہ سال کا چندہ بذریعہ منی آڈر بھیجئے ورنہ وی پی پہنچتے ہی وصول کر لیجے وی پی واپس آنے پر نام رجسٹر سے خارج کر کے رسالہ بند کر دیا جاتا ہے۔

منیجر

قربان گاہ کربلا

کس قدر حسرت فزا ہے ماجرائے کربلا
پردۂ ظلمات ہے حشر فضائے کربلا

وادیٔ خونیں ہے جنگ امتحانِ سیدین
ذرہ ذرہ پر درخشاں ہیں نشانِ سیدین

رزم گاہ خون چکاں ہے خاک میدان نزار
ہر طرف لہرا رہی ہیں سیف ہائے آبدار

ذرہ ذرہ کربلا کا خون سے آلودہ ہے
پتہ پتہ داستانِ غم کا اک آئینہ ہے

وادیٔ خوں بار ہے حسرت کش جذبات دل
یعنی قربان گاہ ملت ہے خروش مستقل

لوٹتے ہیں خاک پر جسم شہیدانِ وفا
یعنی بے گور و کفن لاشیں ہیں عبرت آزما

غازیان ملت بیضا پڑے ہیں خاک پر
خشک لب افسردہ رُخ خاک و لہو میں خوں بسر

طرۂ گیسو میں خاک کربلا لپٹی ہوئی
ہلکی ہلکی عارض تاباں پہ نازک روشنی

ہے جبین یا اک ہلالِ جلوہ رخشندہ ہے
ذرہ ذرہ وادیٔ ظلمات کا تابندہ ہے

موج گیسو سے چلی آتی ہے بوئے عنبریں
چشم آہو میں بھرے ہیں لالۂ جنت نشیں

پتلیٔ نازک سراشک خون سے آلودہ ہے
شمع ایمن ہے کہ نور عارض تابندہ ہے

ہو چکی ہے ختم ساری داستانِ کربلا
آخری باقی ہے خونیں اک بیانِ کربلا

(۲)

آ رہے ہیں شان سے میدان میں حضرت حسینؑ
بڑھ رہے ہیں سوئے رزم صدق، شاہ السیدین

طلعت انور کو سجدے کر رہا ہے آفتاب
شعلۂ خورشید نے جھک جھک کے چومی ہے رکاب

سرنگوں ہیں چار جانب ذرہ ہائے کربلا
رُک گئی ہے کانپ کر یعنی ہوائے کربلا

زلف عنبر ہے شراب نور برساتی ہوئی
چشم انور ہے شمیم طور پھیلاتی ہوئی

ہاتھ میں سیف درخشاں برق چمکاتی ہوئی
جھلملاہٹ سے دلِ اعدا کو گھبراتی ہوئی

خشک لب تشنہ لبی سے ہونٹ پپڑائے ہوئے
حسرت جام شہادت قلب مضطر میں لیئے

وسطِ میدانِ وفا میں آتے شاہ نامدار
اسپ خوش انداز کی روکی عنان کامگار

وہی صدا اے لشکر اعدا ادھر آنا ذرا
میں ہوں بیتاب شہادت مضطر راہ وفا
جان راہ حق میں دینے کے لئے آیا ہوں میں
دل میں ذوق نکہت باغ جناں لایا ہوں میں
لشکر اعدا سے بارش تیر کی ہونے لگی
ہر طرف شاہ جہاں کے فوج اعدا گھر گئی
سیف حضرت برق آسا مضطرب تھی ہر طرف
مثل موج بحر رقصاں ملتہب تھی ہر طرف
چیرتی تھی لشکر اعدا کی صف ہائے گراں
دامن دشمن کی دم بھر میں اڑا دیں دھجیاں
ہو رہے تھے زیر تیغ شاہ لاکھوں سر تسلیم
دشمنوں کے بیش حضرت ڈگمگاتے تھے قدم
زخم ہائے شاہ سے سیلاب خون جاری ہوا
ضعف سے آنکھوں کے نیچے اک اندھیرا آگیا
آئی اتنے میں صدائے بانگِ پرجوشِ اذان
جسم اطہر تھا بزیر سایۂ تیر رواں
ہر طرف سے وارہائے سخت تھے زخم آفرین
ہاتھ زخمی تھے مگر رکتے نہ تھے حضرت کہیں
دونوں جانب کاٹتے جاتے تھے دشمن کا جگر
بڑھتے جاتے تھے صف اعدا میں حضرت بے خبر
سن کے آواز اذاں قلب حزیں تھرا گیا
رک گئی تلوار رخ پر عرق گل گوں آگیا
پھیر کر گھوڑے سے اترے یعنی سلطانِ حجاز
خاکِ خون آلودہ پر استادہ تھے بہر نماز
جھک گیا سجدے میں سر آنسو رواں ہونے لگے
پیاس کی شدت سے لب برق طپاں ہونے لگے
ہر طرف سے وارہائے تازہ نے نرغہ کیا
شمر نے سجدے میں سر تلوار کی زد پر لیا
رکھ لیا نیزہ پہ فرقِ شاہ انور کاٹ کر
رہ گیا جسم منزہ تلملاتا خاک پر
فرق اطہر نیزۂ دشمن پہ تھا زینت فروش
بارش انوار سے روشن جبین خورشید پوش
تھیں کھلی آنکھیں تبسم بار لب ہائے مبین
شیشۂ خورشید بن کر جگمگاتی تھی جبین
آہ یہ شان شہادت پیش خلاق زمان
پیاس کی شدت میں قربان ہوگئے شاہ جہان

مسلم خوابیدہ دے پھر درس جانبازی ذرا
دیکھ آنکھیں کھول کر آئینۂ ماضی ذرا!

بلقیس جمال خاتون بریلوی

پردہ نشین خواتین کی دستکاریاں

ہمارے ملک میں پردہ نشین مستورات نہ تو علم ہی حاصل کرتی ہیں کہ معلمی ڈاکٹری، نرسنگ دایہ گری، اور انسپکٹری وغیرہ کی ملازمت کرکے روزگار کی سبیل پیدا کرسکیں اور نہ وہ دیگر اقوام کی بے پردہ عورتوں کی طرح عام مزدوری کا کام باہر نکل کر کرسکتی ہیں۔ اس لئے بہت مصیبت اُٹھاتی ہیں۔ اور فاقہ کشی تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور بعض بدنصیب عورتیں چار دیواری میں گھٹ گھٹ کر مرجاتی ہیں۔ حالانکہ اگر کوئی نہ کوئی ہنر سیکھ لیں اور کسی تدبیر سے کام لیں تو ان کو تکلیف کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ اور بآسانی اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ پالیں۔ اور اپنے مردوں کی کمائی میں اضافہ کرکے گھر میں زیادہ فارغ البالی پیدا کرسکیں۔

آجکل ہندوستان میں روزی کمانے کا میدان جس قدر تنگ ہو رہا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں مردوں کو ملازمت نہیں ملتی اور دستکاری کی طرف وہ توجہ نہیں کرتے اس لیے چھوٹی موٹی دستکاریاں عورتوں کو گھروں کے اندر سیکھ لینی چاہئیں۔ تاکہ اپنے فرصت کے وقت گھر کے کام کاج سے فارغ ہوں تو چار پیسہ کی مزدوری کرکے فراخ دستی حاصل کریں۔ اور اپنے مردوں کی مددگار ثابت ہوں۔ یورپ کے ممالک میں عورتیں نہایت عمدہ مشکل اور نازک کام گھروں کے اندر بیٹھ کر کرتی ہیں جاپان میں بھی ہوم انڈسٹری کا بڑا رواج ہے۔ اور کاغذ کے کھلونے اور پھول۔ اور چھٹی کا غذ اور لفافے اور آئل پینٹ برش کے ساتھ دستی پھول بنائے ہوئے بہت قیمت پاتے اور خوب بکتے ہیں۔

اسی طرح اگر جاپانی اور چینی کاغذ سے ہمارے ہاں کی بیویاں بھی (۱) کاغذ کے پھول بنانا سیکھ لیں۔ اور تین چار ماہ کی مشق اور کوشش سے اچھی مہارت بہم پہنچالیں تو کم از کم دو روپیہ یومیہ کا کام کرسکتی ہیں۔ میں نے بمبئی میں ایسے پھول بنتے دیکھے ہیں کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ صرف ہاتھ کی صفائی ہے۔ کاغذ تار گوند۔ یہاں تک کہ زرگل بھی بنا ہوا باہر ملکوں سے آتا ہے۔ کاغذ کو کاٹنا جوڑنا اور ترتیب دینا رنگت میں ملاوٹ اور خوبی پیدا کرنا یہ بنانے والی کی کاریگری ہے۔ اور اسی طرح (۲) کپڑے کے پھول بھی بنتے ہیں۔ رنگدار ریشم اور مخمل کے کپڑے کے اور ساٹن کے نیز ریشم کے ربن سے نہایت

عمدہ پھول بننے اور بنے بنانے ولایت سے آتے اور بڑی قیمت پاتے ہیں۔ بچوں کی ٹوپیوں پر لگائے جاتے ہیں۔ بیگمات اپنے لباسوں پر لگاتی ہیں۔ اور گلدانوں میں بھی سجائے جاتے ہیں۔ ان پھولوں کی بھی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ اور مختلف قیمتوں پر فروخت ہوتے ہیں۔ اگر کوئی بی بی یہ پھول بنانا سیکھ لے اور اس میں کاریگر ہو جائے تو بہت اُجرت حاصل کر سکتی ہے۔ یہ پھول بھی بمبئی میں کئی دکانوں پر بنائے جاتے ہیں۔ اور سینکڑوں روپیہ کے فروخت ہوتے ہیں۔

(۳) **کاغذی پھولوں کے ہار۔** سفید باریک کاغذ کے پھولوں سے نہایت خوبصورت چمپا اور چنبیلی کے ہار بنائے جاتے ہیں جو اکثر شادیوں بیاہوں میں مکان اور منڈوہ سجانے میں اور اگر تازہ پھول دستیاب نہ ہو سکیں تو مہمانوں کے گلے میں ڈالنے کے کام بھی آ سکتے ہیں۔ ان کا بنانا بالکل آسان ہے۔ بڑے شہروں میں انکی کھپت کافی ہو سکتی ہے۔ چینی عورتیں بڑے شہروں میں کاغذ کے پنکھے کاغذ کے پھول اور سجانے کی قندیلیں بناتی اور بازاروں میں بیٹھی فروخت کرتی دیکھی جاتی ہیں لاہور میں لوہاری دروازہ کے باہر اور بمبئی میں نل بازار کی مارکٹ کے سامنے انکی جماعتیں موجود ہیں۔ کیا اس کاغذ کے پھولوں سے غیر وطن کی عورتیں آکر روزی حاصل کر سکتی ہیں۔ اور اپنے ملک کی عورتیں نہیں کما سکتیں۔

(۴) **موتیوں کے پردے بنانا۔** موتی اور کانچ کی نلکیاں بمبئی میں وزن کے حساب سے فروخت ہوتی ہیں۔ مضبوط سن کی ڈوری بھی اور لکڑی میں سوراخ کیے ہوئے دستیاب ہوتے ہیں۔ اور اسی طرح اس کام کی کتابیں ولایت میں چھپتی ہیں کہ جن میں عمدہ عمدہ نمونے پردوں کے اور جھالروں کے ہوتے ہیں۔ اُن کتابوں کی مدد اور ذراسی عقلمندی کے ساتھ نہایت عمدہ پردے اور جھالریں عورتیں پرو کر اپنی روزی کا سامان مہیا کر سکتی ہیں۔

(۵) **موتیوں کے بٹوے۔** موتیوں سے گلدستے۔ اور موتیوں سے ہار پرو کر نفع کمایا جا سکتا ہے۔ تھوڑے دنوں کے سیکھنے اور دلچسپی لینے سے یہ کام آ سکتا ہے۔ میں نے پنجاب میں بھی یہ کام بہت دیکھا تھا مگر بمبئی میں تو اس کام کا بہت زور ہے۔ اور آجکل کانچ کے موتی کا کام ہر جگہ لباس پر بھی نظر آتا ہے۔

موتیوں سے سلمہ ستارہ کا کام لینا۔ بمبئی میں میں نے ٹوپیاں اور پانچوں کی مہریاں مخمل اور ریشم کے کپڑے پر بنی ہوئی دیکھی ہیں۔ دور سے سلمہ ستارہ کا کام معلوم ہوتا ہے۔

گر در اصل سنہرے موتی اور ستارے استعمال کیئے جاتے ہیں۔ مخمل پر بیل اور پھول چھاپ لیئے جاتے ہیں اور بآسانی موتی ایسی خوبصورتی سے ٹانکے جاتے ہیں کہ بالکل سلمہ ستارہ کا کام معلوم ہوتا ہے۔ بلکہ سلمہ کا کام جلدی خراب اور میلا ہو جاتا ہے سنہرے موتی کا کام نہ میلا ہوتا ہے نہ جلدی خراب ہوتا ہے اور ارزاں کا ارزاں بھی ہے۔ ڈیڑھ دو روپیہ میں نہایت خوبصورت ٹوپی کی دیوار ملتی ہے۔ اگر بیویاں ایسی ٹوپیاں تیار کریں تو فروخت ہونے میں کچھ تکلیف نہ ہو۔ بازار کے بیوپاری خوشی سے لیکر فروخت کرنے کو رکھ لیں۔

(۷) **کانچ کے بکس بنانا۔** شیشہ کے ٹکڑے بکس کے مطابق کاٹ کر بازار سے منگوا لیئے جاتے ہیں۔ اور ریشم کے ربن کو کانچ کے چاروں طرف مضبوط کس لیا جاتا ہے۔ جب سب ٹکڑوں کے چاروں طرف ربن لگ جاتا ہے تو ربن کو پکڑ کر سی دیا جاتا ہے۔ مضبوط بکس تیار ہو جاتا ہے تو ربن کی خوبصورت جھالر بنا کر جوڑ پر ٹانک دی جاتی ہے یا مصنوعی فرجہ بازار میں ۴ر گز فروخت ہوتی ہے لگا دی جاتی ہے۔ شیشہ پر پینٹنگ کر لیا جائے تو بکس اور بھی خوبصورت ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بلور کے ٹکڑوں سے لیٹر بکس اور دیگر اشیا سجانے کی بنائی جاتی ہیں۔ اگر لاہور کی بی بیوں کو دیکھنا ہو تو ایک نمونہ میں نے اس خوبصورت بکس کا انجمن دار الخواتین کے سلائی کے مدرسہ کو خرید کر روانہ کیا ہے۔ وہاں سے دیکھ سکتی ہیں۔ ایسے بکس بنا کر فروخت کیئے جا سکتے ہیں۔ نہایت عمدہ مکان سجانے کی چیز ہے۔ امیرانہ گھروں میں رکھنے کے لائق ہے۔

(۸) **کامدانی کا کام** ایسا ہے۔ کہ ہر گھر کی بیبیاں کچھ نہ کچھ جانتی ہوں گی۔ اُجرت کم ملتی ہے اور کام دیر میں ہوتا ہے۔ مگر پرانے اصولوں کو چھوڑ کر اگر نئے اصول سے کامدانی کا کام کیا جائے کہ جیسا بمبئی میں میں نے دیکھا ہے تو اس سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے۔

کامدانی کی بیل دوپٹہ میں لگانے کے لیئے ایسی مضبوط اور خوبصورت بنائی جاتی ہے کہ اگر دس بیس دوپٹوں پر لگائی جائے تو خراب نہ ہو۔ اور اگر ایک دو سال تک استعمال کی جائے تو بری نہ معلوم ہو۔ بوہرہ خاندانوں میں اس کام کا زیادہ رواج ہے اور بیبیاں شوقیہ کرتی دیکھی گئی ہیں۔ ہندوستان میں میں نے یہ کام صرف یہاں ہی دیکھا۔

(۹) **طلہ کے پھول تکیہ کے اوپر۔** طلہ یعنی سنہری زردی کا دھاگا لیکر تکیہ کے اوپر یا ایک چھوٹی پنسل کی مشین کے ساتھ میں نے ایسے خوبصورت پھول اور نہایت آسان طریقہ سے بنتے دیکھے ہیں

کہ حیران رہ گئی ہوں۔ کپڑے پر لگے ہوئے خوبصورت بھی اور کم خرچ بالانشین معلوم ہوتے ہیں۔
اس کام کی بیل بھی بنائی جاسکتی ہے۔ یہی پھول جوڑ جوڑ کر بیل بن سکتی ہے۔ اور یہ نیا کام ہندوستان میں ضرور سیکھ لیا جائے گا۔

(۱۰) **بنارسی بیلیں**۔ آجکل بنارسی بیلوں کا باریک ساڑیوں پر لگانے کا بہت دستور ہے یہ بیلیں بہت گراں فروخت ہوتی ہیں۔ کانگرس کے موقعہ پر امسال میں نے لاہور میں ایک بڑی دوکان دیکھی اس پر سینکڑوں قسم کی یہ بنارسی بیلیں یعنی ساڑیوں کو ٹانکنے کے کنارے تھے دس روپیہ کم از کم قیمت تھے اور پچاس روپیہ تک میں نے یہ بیل دیکھی ہے۔ اب معلوم ہوا کہ اس بیل کا تیار کرنا کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ دس بارہ روپیہ کا کرگھ ملتا ہے اور چار ماہ کے عرصہ میں یا حد چھ ماہ کی مشق سے عمدہ بیل بنائی جاسکتی ہے۔ اس بیل کے بنانے والی بیبیاں دو تین روپیہ یومیہ کماسکتی ہیں۔ میں نے بمبئی میں کسی جگہ عورتوں کا ایک مدرسہ دیکھا ہے جہاں تیس چالیس عورتیں صرف یہ بیل بنانا سیکھ رہی تھیں دریافت پر معلوم ہوا کہ جس بیل کی قیمت دس روپیہ ہوگی اس کی لاگت بمشکل پانچ روپیہ بھی نہیں ہے۔ باقی مزدوری اور فروخت کرنے والوں کا منافع ہے۔ جو شے بازار میں دس روپیہ کی فروخت ہو اگر بیبیاں بنا کر زنانہ سٹوروں کی معرفت سات آٹھ روپیہ میں فروخت کریں تو کیا فروخت نہ ہوں اسی کرگہ پر نواڑ بڑی آسانی سے بنی جاسکتی ہے۔

(باقی سالگرہ نمبر میں)

فاطمہ بیگم منشی فاضل بمبئی

شاعرانہ خیالات

لیمپ کہاں غایب ہوگیا؟ میں نے ہوا سے بچانیکے لیے اپنے فرغل کا اس پر سایہ کیا اس وجہ سے لیمپ غائب ہوگیا۔

پھول کیوں مرجھا گیا! میں نے اسکو فرط اشتیاق میں اپنے سینے پر دبایا اسی وجہ سے پھول مرجھا گیا۔

ندی کیوں خشک ہوگئی؟ میں نے اپنی آمد و رفت کے لیے اس میں مینڈھ باندھ دی اس وجہ سے ندی خشک ہوگئی۔

بربط کا تار کیوں ٹوٹ گیا؟ میں نے اس میں ایک راگ نکالنے کی ایک ناکام کوشش کی اس وجہ سے بربط کا تار ٹوٹ گیا!

(ٹیگور)

بلقیس صمد بیگم

عورت

عورت وہ ہے جسے آنحضرت صلعم نے تین چیزوں میں سے پسند فرمایا۔ عورت وہ ہے جس کے متعلق خود خداوندکریم فرماتا ہے کہ اس کے "پاؤں کے نیچے جنت ہے"۔ مرد بڑی غلطی کرتے ہیں سخت نادانی اُنسے سرزد ہوتی ہے جب وہ کہتے ہیں کہ عورت کیا چیز ہے وہ یہ کہتے وقت سوچیں ذرا عقل پر زور دیں کہ وہ ایک ایسی چیز کو جس کے پاس انکی جنت ہے بُرا کہہ رہے ہیں۔ عورت وہ ہے جسے دُنیا کے عقلمندوں نے کہا کہ "اگر بیوی اچھی ہے تو دنیا بہشت ہے اگر بیوی بُری ہے تو یہی دنیا دوزخ سے زیادہ ہے"۔ یہ تو عورت کے متعلق اوروں کی رائیں ہوئیں اب ذرا خیال کریں عورت کی اپنی طبیعت پر عورت عصمت و عفت کی زندہ تصویر ہے۔ وفاداری و فرمانبرداری کی پتلی ہے کون کہتا ہے کہ عورت کچھ نہیں۔ اجی اسی عورت نے بڑے بڑے مردوں کو کھسیانا کر دیا۔ اسی عورت نے ہزاروں ملکوں کے انتظامات اپنے ہاتھ سے اس خوش اسلوبی سے انجام دیئے کہ تمام دُنیا کے مرد عش عش کر اٹھے۔ ذرا سوچئے تھوڑا سا غور کیجئے کہ پہلی کون تھی عورت یا مرد؟ خدیجۃ الکبریٰ جو سب سے پہلے رسولِ خدا پر ایمان لائیں پہلی مسلمان تھیں عورت تھیں۔ نور جہاں بیگم کیا تھیں سیتا جی کیا چیز تھیں؟ اگلے زمانہ کو چھوڑ کر موجودہ زمانہ پر نظر کیجئے جنت مکانی محترمہ خاتونِ اکرم صاحبہ کے مضامین کتنے مردوں سے کم ہیں؟ فردوس نشین مکرمہ محمدی بیگم کی ہمت و قومی ہمدردی پر نظر کیجئے۔ جناب بیگم بھوپال صاحبہ کی عقلمندی و دانشمندی کو کتنے مرد پہنچتے ہیں؟ مرد کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ عورت کچھ نہیں انہیں یہ کہتے وقت یہ بات بھول جاتی ہے۔ جبکہ وہ اس قابل بھی نہ تھے کہ بدن پر سے مکھی اُڑا سکیں یا اپنی کسی چھوٹی موٹی ضرورت کا اظہار کر سکیں۔ وہ عورت ہی تو تھی جس نے انہیں عورت کو بُرا کہنے کے لیے "اتنا بڑا کر دیا اتنے سے گوشت کے لوتھڑے کو اس قابل بنا دیا کہ وہ بڑی اچھی طرح سے کہدیں کہ عورت کوئی چیز نہیں۔ عورتیں نہ ہوئیں ایک کھلونا ہو گیا انکی بری بات بھی بری اچھی بھی بُری۔ اگر عورتوں نے کوئی کار نمایاں کر دکھایا تو مردوں نے کہہ دیا کہ "بس جی ہو گئی نہ ایسی ایک" اگر کسی عورت نے کوئی اچھی کتاب تصنیف کی تو کہہ دیا کہ "باپ بھائی نے لکھدی ہوگی" اگر کسی عورت کا کوئی اچھا مضمون لکھا ہوا دیکھا تو یہ بنا لیا کہ ضرور اس کی تہ میں کوئی مرد ہے۔ ہنسی تو اس وقت آتی ہے جب کہ کوئی مضمون مردوں کے خلاف ہو اور مرد اسے کہدیں کہ کسی مرد کا لکھا ہوا ہے کیوں صاحب مرد کیا عرش کے تارے۔

ہیں کہ اچھا کام مردوں کی ہی ذات سے ہو سکتا ہے اور عورت کچھ کر ہی نہیں سکتی۔ میرے خیال میں اب آیندہ ایسا زمانہ آجائے گا جبکہ مرد عورت کے کسی دستکاری کے اعلیٰ کام کو دیکھ یہ کہدیا کرینگے کہ کسی مرد کا کیا ہو! معلوم ہوتا ہے۔ جن بہنوں کا یہ خیال ہے کہ ہندوستان کبھی آزاد نہ ہوگا جب تک وہ عورت کو اپنے بند غلامی سے آزاد نہ کرے بالکل ٹھیک ہے بھلا ایسا ملک کیا خاک ترقی کر سکتا ہے جب کہ بارہ بارہ برس کے لڑکوں کا یہ خیال ہو کہ عورت تو چیز ہی کچھ نہیں۔ عورت ہے کیا بلا اگر ہم یہ کہدیں کہ مرد چیز ہی کچھ نہیں تو ہمارے لیئے یہ کچھ مشکل بات نہیں ہے صرف جھوٹ بولنا پڑتا ہے مگر عورت کی ذات ایسی نہیں ہے جبکہ اسے اچھی طرح معلوم ہے کہ دنیا کے کاموں میں عورت مرد برابر کے شریک ہیں۔

صفیہ خانم لودھی دھوگڑی ضلع جالندھر

دہشت

دور تک پھیلی ہوئی وادیوں سے خوش گلو چڑیا کے چہچہانے کی آوازیں آرہی ہیں۔ شمال کی تیز و تند ہوا چلنے لگی۔ لرزتا ہوا سایہ پھیلتا گیا۔ اور گہری تاریکی بڑھتی گئی۔ تیرتی ہوئی مچھلیاں گھبرا کر دوڑتی ہوئی موجوں میں چھپنے کی ناکام کوشش کر رہی تھیں۔ اور میں کچھ نہ سمجھنے پر اُلجھ رہی تھی!

آسمان بوجھل ہوتا گیا۔ دریائی پرندے دیوانہ وار اِدھر اُدھر گھومنے لگے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ جاڑے کی صورت دیکھتے ہی سخت پریشان ہو رہے ہیں۔ یہ سب کچھ ہو رہا تھا اور میں تفکر میں ڈوبی ہوئی نگاہوں سے دیکھ رہی تھی!

میرے گرد کا منظر بھیانک اُداس کن ہوتا گیا۔ مینہ کی ٹپ ٹپ سے درد بھری صدائیں آرہی تھیں۔ جیسے زندگی کی پُر اسرار گہرائیوں میں آبشار کی ملکہ! قطروں کے ساز پر غم انگیز گیت گارہی اور الم ناک راگ گاتی چلی جارہی ہو!

بارش اور تیز ہوتی گئی۔ بجلی کے تڑپنے پر کانپتی ہوئی لہریں اپنے ساحل سے مایوس ہو کر چلا رہی تھیں میں چاروں طرف متجسس نظروں سے دیکھنے لگی۔۔۔۔۔۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ زور۔ شور کا فرشتہ بے رحمانہ انداز سے میری اس مسلسل لرزش پر۔۔۔۔۔۔۔ مضحکہ اڑا رہا ہے!

ایس۔ بی طاہرہ

زندگی کا انجام

(۱) انسان کے خون کا جوش اور اُسکی عظیم الشان طاقت کیا ہے ؟

ٹوٹ جانے والا حباب یا غائب ہو جانے والا سایہ۔

نو ایجاد اسلحہ اور قدیم حربات جنگ سب ناکارہ محض ہیں۔ موت! خوفناک موت کا مقابل کوئی نہیں، موت کے سرد ہاتھ جلیل القدر حکمرانوں سے مصافحہ کے لئے ایسے ہی دراز ہیں جس طرح بیکس اور غریب سے۔

عصائے شاہی! تاج اور تخت!! سب کو زمین بوس ہونا ہے غریب مظلوم بوڑھا، امیر تنومند جوان دونوں کو ایک ہی گھاٹ اُترنا ہے۔

اسلامی اخوت و مساوات کے زریں اُصول کے ماتحت دونوں کا یکساں استقبال ہونا ہے۔

فرش خاک سب کا بچھونا ہے۔

(۲) جری سپاہی، اور جوانمرد سپہ سالار کے سر میدانِ جنگ میں سہرا بندھے۔

علوم جدیدہ کی لامحدود ترقی ہو۔ انکشافات موجودہ و آیندہ سے تمام عالم حیرت میں ہو جائے۔

غیر آباد قطعات ارض پر جد و جہد کے بعد سلطنتوں کا علم لہرائے۔

مگر سب بے سود! ہر ہمت مردانہ کو چار و ناچار ایک روز سر خم کرنا ہوگا۔ جلد یا بہ دیر مرضی رب العالمین کے روبرو سرنگون کرنا ہوگا۔

اور جبکہ طاقتور فاتح موت کے زبردست شکنجہ میں پھنسکر اور مکمل شکست کھاکر کمزور مفتوح کی صورت میں علائق دُنیا سے مُنہ موڑنے پر مجبور ہوگا تو اُسکا روشن اور سُرخ چہرہ پھیکا اور زرد پڑجائیگا۔

(۳) پھولوں کے ہار سہروں پر خشک ہو جائینگے۔

اور اُس وقت فانی انسان اپنی حیرتناک اور نمایاں کامیابی پر نازاں نہ ہو سکے گا۔

پس اے غافل انسان! وقت اور موقع سے فائدہ حاصل کر دیدۂ بصیرت کھول، کتاب ہستی سے سبق لے، دوسروں کی سوانح حیات سے عبرت حاصل کر، موت کی خوفناک قربان گاہ پر نظر ڈال، اور اپنے انجام پر غور کر۔

جو تو بوئے گا وہی کاٹے گا، جیسا کرے گا ویسا ہی پائے گا۔

اور آخر کار ایک ایک ذرا و مغرور انسان تیرا سر بھی قدرت کے روبرو جھکے گا۔

تیرا جسد بے جان تاریک اور سرد کوٹھری کے سپرد کیا جائے گا۔

تیرا قالب بے روح کیڑے مکوڑوں کی غذا ہوگا۔

تیری ہڈیاں سُرمہ ہوکر خاک میں مل جائیں گی۔
تو نہ ہوگا مگر تیرے کارنامے زندہ رہیں گے۔
آخر وہ دن آئے گا جب تیرا اعمالنامہ مالکِ حقیقی کے روبرو پیش ہوگا۔
(۴) اُس دن ہاں اُس دن!! تیرا کوئی ساتھی نہ ہوگا۔
تیرے اعمال میزانِ عدل میں تولے جائیں گے۔
تیرا ہر عضو تجھ سے بیگانہ ہوگا اور تیری سزا و جزا پروردگارِ عالم کے رحم و کرم پر۔

پس ڈر اے نادان انسان اُس روزِ جزا سے۔ وقت ہے، دُنیائے ناپائدار کی چند روزہ مسرتوں پر مغرور نہ ہو۔
تلافیِ مافات کر۔ سفرِ آخرت کے لئے اعمالِ حسنہ کا توشہ زادِ راہ جمع کر اور لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ پر آسرا لگائے رہ۔

عبدالرحمٰن علوی بی اے

چرواہا

کچھ خبر مجھکو نہیں شہروں کا کیا احوال ہے — راگ گاتی کرتا مخلوق کا کیا حال ہے
آسمان کے نیچے رہ کر چھاؤں میں زیتون کی — پڑھ رہا ہوں بیٹھ کر اک جائے نظمِ زندگی
قہقہے مصنوعی ہیں آبادیوں میں گونجتے — کان تک آواز اونکی کچھ نہیں آتی مرے
راستہ کی جگمگانے والی قندیلیں ہزار — ہوں تو کیا۔ آنکھوں نے دیکھی ہی نہیں اونکی بہار
ہیں نگاہیں جنگلوں کی خامشی میں ڈھونڈتیں — روشنی تقدیر کی مل جائے گی شاید کہیں
اور اس حالت میں مَیں رہتا ہوں بے چین اور حزیں — کل جب تک روشنی آغوش میں لیتی نہیں
زندگی سے اپنی جبکہ ہر سحر کو تاجدار — کانپ اُٹھتے ہیں خیال آتے ہی اسکا بار بار
نیند سے بیدار ہوکر اونکا دن بھر ہے یہ کام — کلفتوں کے زہر کا بے کھٹکے پی لیتے ہیں جام

اور مَیں رہتا ہوں شب کو نیند میں ہنستا ہوا

جبکہ اپنی پرتکلف نیند میں دُنیا کے شاہ — تھک کے دن کے خواب سے ہنستے ہیں بھرتے آہ آہ

کچھ خبر مجکو نہیں شہروں کا کیا احوال ہے
راگ گاتی کرتا مخلوق کا کیا حال ہے

بسمل حیدرآبادی

یہ نظم بھی عزیزی مس حجاب اسمٰعیل کی نظم نما نثر کی منت پذیر ہے۔

ایک ماں اور تیمور لنگ

از: ماکسیم گورکی
مترجمہ: تمکین کاظمی

تیمور لنگ درہ "کا نھول" میں جو یاسمن اور گلاب سے ڈھنکا ہوا تھا داد عیش دے رہا تھا سخن سرایان سمرقند اِس درہ کو "مہر گلہا" کہتے ہیں، یہاں سے شہر کے بیشمار گنبد اور مساجد کے کلس صاف نظر آتے ہیں۔

درے کے اطراف پندرہ ہزار چادریں جہاز کے بادبانوں کی طرح باندھی گئی تھیں اور ان پر ریشمی بیرقیں لگائی گئی تھیں جو ہوا میں اُڑ رہی تھیں، امیر تیمور گورگاں کا خیمہ ان چادروں میں اس ملکہ کی طرح نظر آرہا تھا جو اپنی حسین خواصوں کے درمیان بیٹھی ہوئی ہو امیر کی چادر چار گوشہ تھی جس کا طول ہر طرف سے سو قدم ہوگا اور بلندی تین نیزوں کے برابر، اس میں ایک بڑا طلائی دروازہ پانسو سرخ ریشم کی رسیوں سے باندھا گیا تھا تاکہ چادر اُسے اُڑا نہ لیجائے، اس کے چاروں طرف چار نقرئی شاہین بٹھائے گئے تھے اور پانچواں شاہین خود تیمور تھا جو "مغلوبیت" کے معنی سے واقف نہ تھا، تیمور کے جسم پر اس وقت مہین دیبا کا لباس تھا جس میں پانچ ہزار سے زیادہ دانہ مروارید ٹنکے ہوئے تھے اس کے سر پر ایک چتکبرے رنگ کی بالوں کی ٹوپی تھی، اور اس کی خونیں آنکھیں جلد جلد ہر طرف نگراں تھیں۔

اس کی آنکھیں چھوٹی چھوٹی تھیں، مگر تیز اور ہر ایک چیز کو دیکھ سکتی تھیں ان کا پرتو فادِ زہر کے پرتو کی طرح سرد اور خنک تھا، تیمور کے پاس ایک سراندیپی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی، بیش قیمت قالین بچھے ہوئے تھے، اور تین سو طلائی جام اور دوسرے لوازم عیش و نوش شاہانہ طور پر سجے ہوئے تھے، تیمور کے پیچھے اس کے چند عزیز اور سرداران فوج بیٹھے ہوئے تھے اور اس سے کسی قدر ہٹ کر شاعر کرمانی بیٹھا ہوا تھا۔ یہ کرمانی وہی شاعر تھا جس سے ایک دفعہ تیمور نے اس طرح گفتگو کی تھی،

تیمور: کرمانی! اگر کوئی مجھے فروخت کرے تو تو کتنے میں خریدے گا؟

کرمانی: پچیس بہادروں کے سر دیکر!

تیمور: (غصہ سے) یہ تو صرف میری کمر کی قیمت ہوئی!

کرمانی: میں نے بھی صرف حضور کی کمر کی قیمت لگائی ہے ورنہ ایک پیسہ میں بھی نہ لوں!

اس جبار اور دہشت انگیز بادشاہ سے ایسی گفتگو کرنا میری نظر میں شاعر کی شہرت کو امیر تیمور کی شہرت سے کہیں زیادہ دیرپا ظاہر کرتا ہے۔ میں شعراء کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انکا خدا ایک ہے اور وہ عبادت حقیقی عبادت ہے جو کمال جرأت کے ساتھ کی جائے، انکا سرمدی خدا یہی ہے۔

ایک دفعہ جبکہ ایسی ہی بزم نوشانوشی بپا تھی ایک بجلی کی گرج کی سی آواز "مغلوب کنندۂ یلدیرم بایزید" کے کانوں میں پہونچی، یہ آواز ایک عورت کی تھی جو شیر کی طرح گرج رہی تھی، تیمور، پُرکینہ اور زخمدار تیمور کو جو اپنے لخت جگر کو ہاتھ سے کھو کر تمام دُنیا پر خار کھائے بیٹھا تھا یہ آواز آشناسی معلوم ہوئی، دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ کوئی اجنبی فقیرنی (بھکارن) ہے جو صرف تازی بول سکتی ہے، تیمور نے اسے بلوایا۔

ایک عورت خیمہ میں داخل ہوئی، برہنہ پا تمام جسم کو چیتھڑے لپیٹ کر اور سینے کو سر کے بالوں سے چھپائے ہوئے۔ اسکا رنگ توے کی طرح کالا تھا، دونوں ہاتھ جن میں مطلق رعشہ نہ تھا تیمور کی طرف بڑھا کر کہنے لگی "کیا تو نے ہی سلطان بایزید کو مغلوب کیا ہے" تیمور نے کہا "ہاں میں وُہی ہوں، جس نے بایزید اور دوسرے لوگوں کو مغلوب کیا ہے تو جو کچھ مانگنا چاہتی ہے مانگ لے" عورت نے نہایت متانت اور وقار سے کہا "امیر! سُن تو چاہے کوئی کام کرے اور کہیں رہے مگر ایک انسان ہے، لیکن میں ایک ماں ہوں، تو آدمیوں کو موت کی گھاٹ اُتارتا ہے اور میں پیدا کرتی ہوں، سُنتی ہوں کہ تو بازپرس اور بازخواست کے لیئے ہی خون بہاتا ہے میں چاہتی ہوں کہ تیرا گناہوں کی سزا دوں، مجھ سے کہا گیا ہے کہ تیرا عقیدہ ہے "انصاف توانائی ہے" مگر مجھے یقین نہیں تاوقتیکہ میری دادرسی نہو کیونکہ میں ایک ماں ہوں" تیمور نے اس عورت کی پُردلی اور لاپرواہی سے متاثر ہو کر اُسے بیٹھنے کی اجازت دی اور کہا "میں تمہارا قصہ سُننا چاہتا ہوں" عورت نے تیمور کے برابر دوزانو بیٹھ کر کہنا شروع کیا، "امیر! میں "سالرمو" کی رہنے والی ہوں تو واقف نہیں کیونکہ وہ مقام بہت دُور ہے میرے سب لوگ ماہی گیر تھے ایک روز دریائی چوروں نے میرے باپ اور شوہر کو قتل کر دیا، اور میرے فرزند کو جو بہت حسین لڑکا تھا ساتھ لے گئے میں چار سال سے اسکو ہر جگہ ڈھونڈھ رہی ہوں" تیمور نے عورت کے اس فقرے پر کہ "بہت حسین لڑکا تھا" ایک آہ سرد کھینچی اور دل ہی دل میں کہا "میرے بیٹے جہانگیر کا سا" "امیر! مجھے معلوم ہے کہ میرا فرزند تیرے پاس ہے کیونکہ بایزید کے لشکر نے ان چوروں کو پناہ دی تھی اور تو نے اس لشکر کو مغلوب کیا ہے اس لیے میرے لڑکے کو تیرے پاس رہنا چاہیے، وہ لڑکا مجھے دیدے" تیمور کے حاشیہ نشینوں نے ہنس کر کہا "دیوانی ہے" مگر کرمانی شاعر نے جواب دیا "ہاں ایک ماں کی طرح دیوانی ہے" تیمور پوچھنے لگا، "اے عورت تو ان سخت ترین اور دور دراز راستوں سے کس طرح آئی ان پہاڑوں جنگلوں سے کیسے گذری اور پھر ان آدمیوں سے جو درندوں سے زیادہ وحشی ہیں کیسے محفوظ رہی" عورت نے کہا۔

درراہِ عشق مرحلۂ قرب و بُعد نیست

تیمور نے متاثر ہو کر حکم دیا کہ تین سو سوار اس لڑکے کو ڈھونڈھنے جائیں اور وہ جہاں کہیں ملے اسے لے آئیں اس کے لانے والے کو بیش قرار انعام دیا جائے گا" پھر کہا۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ عورت کیوں اسقدر بہادر اور بے باک ہے اس لیے کہ ایک ماں ہے اور بیٹے سے محبت رکھتی ہے اس کے دِل میں ایک آگ لگی ہوئی ہے جس کے شعلے دور دور تک پھونچ رہے ہیں" کرمانی شاعر غلبۂ مسرت سے یہ نظم پڑھنے لگا،

"وہ نغمہ کونسا ہے جو دنیا کے نغموں سے زیادہ پاکیزہ اور دِل ربا ہے جس سے زمین و آسمان کے ستارے"
"اور باغ کے پھول بھی شرماتے ہیں، ہر شخص کہدے گا کہ وہ نغمہ محبت ہے وہ کیا ہے جو آفتاب"
"نصف النہار اور دی بہشت سے زیادہ حسین ہے۔ سچی محبت کرنیوالا فوراً کہدے گا کہ میرا محبوب!"
"میں آسمان کے ستاروں کی درخشائی صرف آدھی رات تک سمجھتا ہوں میں جانتا ہوں کہ میرے"
"محبوب کی آنکھیں تمام پھولوں سے زیادہ حسین ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ اِسکا مسکرانا کس قدر"
"قہر انگیز ہے، باوجود اس کے بہترین نغمات نہ تو پڑھے گئے اور نہ سُنے گئے، وہ نغمہ جو تمام دُنیا"
"کے نغموں سے پُرانا اور اولین ہے وہ نغمہ جو راجع ہے دُنیا کے دِل کی طرف وہ دِل جو منسوں کار"
"ہے وہ دِل جسے ہم لوگ **ماں** کہتے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ماں کی پرستش کریں دُنیا میں کوئی چیز محبت"
"مادری کی مانع اور حائل نہیں، محسنات کاملہ انسانی تابش پر توے حیات آفتاب شیرمادر ہے پھول"
"حرارتِ آفتاب کے بغیر نہیں کھلتا، نیک بختی بلا محبت حاصل نہیں ہوتی، محبت بغیر عورت کے"
"نہیں ہوسکتی، نہ تو شاعر ہی ماں کے بغیر پیدا ہوسکتا ہے اور نہ قہرماں ہی"

تمکین کاظمی ایم اے ایس (حیدرآباد دکن)

نانی عشو کے پہلے شوہر

دادا لال بھجکڑ

(گذشتہ اشاعت کے آگے)

از مصّورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری ظلہٗ

تل کا پہاڑ اور نیل کا بیل تو دادا کی گھٹی میں تھا ڈنکا گرنا صحیح اور ایک حد تک چوٹ بھی درست مگر لطف یہ تھا کہ انہوں نے گرنے کی ساری ذمہ داری برقع والی پر رکھدی وہ غریب آس نہ پاس لینے میں نہ دینے میں پہلے ہی کچھ تو اپنے معاملات سے اور زیادہ تر دادا کے پھندے میں پھنس کر پریشان ہو رہی تھی کہ دوپہر سے رات ہوگئی اور دادا صاحب نے ایک بات بھی معقول نہ کہی دعوے کا انتخاب فرمایا تو ایسا صحیح اور خرچ قایم کیے تو ایسے درست اپنے اوپر لعنت بھیج رہی تھی کہ کیوں اپنا وقت ضایع کیا اور بیوقوف بنی کہ دادا نے کروٹ کا قصد فرمایا اور جنبش کا اظہار کرتے ہی۔

"لاحول ولا ہائے مرا ہائے مرا"

کے نعروں سے در و دیوار گونج اٹھے برقع والی سمجھی کہ شاید کرلے میں ضرب آئی ہے نانی سے کہنے لگی "کسی ڈاکٹر کو بلوا لیجیے۔" نانی بھی آخر نانی عشو ہی تھیں ٹھنڈا سانس لیکر فرمایا "بیٹی سو حکیموں کے حکیم تو وہ آپ ہی ہیں شہر بھر کے طبیب اور ڈاکٹر انکے آگے کان پکڑتے ہیں"، دادا نے اتنا سنتے ہی سیدھے ہاتھ سے الٹے ہاتھ کی نبض دیکھنی شروع کی اور فرمایا۔

"اون ہوں، پسلی کی تیسری ہڈی میں داہنے کندے پر گردے کے نلی کے نیچے پھیپھڑے کے اوپر تلّی کے سامنے موچ آئی ہے" "لاحول ولا"

برقع والی کو ہنسی بھی آئی اور حیرت سے منہ بھی تکتی رہی کہ دادا نے کہا۔

"بیٹی کیا دیکھتی ہے! میں تو اپنے مزاج سے مجبور ہوں طبیعت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی کہ جہاں کام سامنے آیا بس اسی میں جذب ہو جاتا ہوں دن بھر جو لیٹا رہا تو دماغ کھوکلا ہوگیا اٹھتے ہی چکر آیا آنکھوں کے سامنے اندھیرا تھا گر پڑا مگر محنت وصول ہوگئی مقدمہ بھی ایسا نکلا ہے کہ لاحول ولا سبحان اللہ۔

برقع والی۔ دادا آپ کے چوٹ زیادہ آئی۔

دادا۔ ہائے مرا لاحول ولا ہائے مرا لاحول ولا اے بیٹی میری چوٹ کی پروانہ کر میں تو پیدا ہی قوم کے لیے ہوا ہوں اسی لیئے بچ کر نہیں گیا لاحول ولا دیکھو آج نماز بھی ایک وقت کی نہ ہوئی لاحول ولا بیگم کہاں گئیں خیر عشا پڑھ رہی ہونگی بیٹی میرے کوٹ کی جیب میں سے تسبیح دیدو لیٹے ہی لیٹے کچھ اللہ اللہ کروں۔

برقع والی (جیب دیکھکر) جناب اس جیب میں تو تسبیح نہیں ہے تاش کی

گڈی پڑی ہے اور یہ جو سنہ کے کعبتین ہیں۔

دادا۔ ہائیں ہائیں کیا کہا تاش اور کعبتین لاحول لا نا ولا یہ کسی دشمن کا کام ہے میں اور تاش لاحول ولا ہائیں ہائیں یہ کعبتین لاحول ولا دشمن دشمن ارے بیٹی سارا محلہ دشمن ہے ایسی ذلیل تقدیر ہے جسکا کام کرتا ہوں وہی دشمن ہو جاتا ہے۔ بیگم صاحب ایک ٹکڑا پان کا تو دیدو۔

نانی۔ میں نے شام سے نہیں کھایا خالی زردہ پھانک رہی ہوں کوئی لانے والی ہی نہیں۔

دادا۔ ہائیں ہائیں لاحول ولا عید وشید و بقر عید بینہ جار دنیا نوکر غایب لاحول ولا نمک حرام ہیں لاحول ولا ذرا اپنا روپٹہ لاؤ اور میری پسلیاں کھینچکر باندہ دو میں خود ہی جس طرح ہو گا جاؤنگا اور لاؤنگا

برقع والی۔ نہیں دادا آپ نہ جایئے تکلیف بہت ہوگی۔

دادا۔ ارے بیٹی تو مہمان ہے تیرے واسطے جان ہی حاضر ہے ہمارے حضرت کو تو مہمان سے جان بھی عزیز نہ تھی لاؤ بیگم روپیہ دو۔

بیگم کا دوپٹہ دادا نے اُلٹے سیدھے دو ایک البیٹ دے لکڑی ہاتھ میں لی اور یہ کہہ کر اُٹھے "ہائے مرا ہائے مرا ہائے مرا" دروازے تک تو مرا کی آواز آئی اس کے بعد سناٹا تھا دادا باہر نکلے تو بھانا پان والے کی دوکان کھلی ہوئی تھی مونڈھا کھسکا کر بیٹھے تو بھانا نے کہا کہیئے دادا خیر سلا۔"

دادا نے اپنے گرنے کی کیفیت اس طرح بیان فرمائی۔

"ابے یار کیا خیر سلا لاحول ولا خربوزوں کی فصل نکلی چلی جا رہی تھی جوانی بھر تو فالیزوں پر کھاتے اب وہ یار ہی نہ رہے، جوانگ اُٹھتی رات کو سوچا کر مرتی جاتی دنیا ہے لاحول ولا، لاؤ فصل کا میوہ ہے چکھ لو تو جانا ہے دس پانچ سیر میں نیت نہیں بھرتی بھانا کیا کروں حلق ہی سے چیز نہیں اُترتی جب تک من دو من سامنے نہ ہو فجر ہی منڈی چلا گیا جھلیاں تو بہت سی تھیں مگر اب خربوزہ کہاں سچ پوچھو تو خربوزہ کا مزہ ہی بادشاہی کے دم تک تھا اب جو کاٹو پھیکا شلغم رکھا ہوا ہے لاحول ولا۔

بھانا۔ دادا ذرا مونڈھا چھوڑ دیجئے اب دوکان بڑھاؤنگا۔

دادا۔ ابے بڑا بے وحدت ہے خیر سلا کیوں پوچھی تھی؟

بھانا۔ دادا اب تو بارہ بج رہے ہیں۔

دادا۔ تو پھر کیا ہے رات تو اپنی ہے بے وحدت اٹھا مونڈھا۔

دادا اکڑ کر سامنے کوڑا حلوائی کے ہاں پہونچے اور کہا۔ "کوڑا لا چھ پیسے کا دودھ مگر دیکھ خوب اُچھال کر ملائی دار ایسا دیجیو کہ مزہ آجائے لاحول ولا ذرا جلدی کریں سستی سے بہت جلتا ہوں لاپھرتی سے میں آج گر پڑا ہوں مگر ہاں چھ پیسے کا اور دے دو کلڑے دے مگر کیا ملائی دیتا ہے روئی کی روئی جی خوش ہو جائے۔

کوڑا۔ اماں دادا گر پڑے؟ نیلہ تھوتہ ڈالدوں؟ وہ توبہ توبہ ا پھٹکری۔

دادا۔ ابے نیلہ تھوتہ کیسا؟ تشت۔ لا دونوں کلڑے جلدی سے بے۔

حلوائیوں کی دوکانوں کے آگے رات کے وقت کتے بہت جمع ہوتے ہیں کہ گرے پڑے آبخوروں میں سے دودھ چاٹیں دادا دونوں کلڑے لیکر چلے تو دل میں بے ایمانی آئی اور چاہا کہ ایک کلڑے کی بالائی رستہ ہی میں چٹ کروں، بالائی منہ میں رکھ رہے تھے کہ بغل میں سے لکڑی گری جھک کر اُٹھانے تھے کہ کلڑا گرا کلڑے پر کتے جھپٹے۔ دادا جھکے ہوئے تھے کہ ایک کتے نے دوسرے کلڑے پر منہ مارا اور وہ بھی گرا دادا لکڑی لے اس کتے پر لپکے وہ ان ہی کے پڑوسی مرزا جی کا تھا، آگے آگے کتا اور پیچھے پیچھے دادا، وہ بھی دوڑ رہا ہے یہ بھی دوڑ رہے ہیں اندھیرا تھا گھپ اور دھوبی کے گھر کے سامنے بیل بندھا ہوا تھا اس سے لگی ٹھوکر اور بیل پر گرے برقع والی اور نانی دیر کی وجہ سے باہر آ کھڑے ہوئے تھے دھوں کی آواز سنکر نانی نے کہا کون گرا؟ برقع والی نے پوچھا کون دادا؟

دادا۔ ہاں بیٹی ہائے مرا ہائے مرا، قسم قرآن کی مرزا جی کا کتا ہرگز شریف نہیں ہے پاجی رذیل کمینہ کتا ہے کتے ہمنے بھی پالے ہیں مگر شریف خاندانی یہ پاجی ہے۔

(باقی سالگرہ نمبر میں)

زرینہ

(۱)

مجھے صوبۂ متحدہ کے کئی ضلعوں میں رہنے کا اتفاق اب تک ہو چکا ہے۔ شہروں کی مصروف زندگی سے دور ایک ویران قصبہ میں میرا قیام قریب دو سال کے رہا۔ شرفا کی بستی تھی۔ لیکن وہی شرفاء وہاں بھی آباد تھے جنہوں نے ہر جگہ اسلامی تہذیب کو چار چاند لگا دیئے ہیں۔

اسی ویران بستی میں مجھے زرینہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ صورت شکل میں زرینہ حسن کی ملکہ معلوم ہوتی تھی۔ دستکاری میں آجکل کی تعلیم یافتہ بیویوں سے کسی طرح کم نہ تھی۔ کروشیا کا کام، ریشمی پھول پتی بنانا، کاغذ کے گلدستہ بنانا۔ ان سب سے وہ بخوبی واقف تھی۔ اُس کی عادتیں اور طور طریق شریف بیویوں سے کم نہ تھے۔ گھڑی کی نہ تھکنے والی سوئیوں کی طرح وہ وقت کی پابند تھی، برسات کا موسلا دھار پانی، جاڑوں کی کلیجہ ہلا دینے والی سردی، گرمی کی تپش، مئی جون کی لوہ، اِن میں سے ایک بھی اُس کی پابندیِ وقت اور اُس کے کام کی انجام دہی کے راستے میں حائل نہ تھی۔ صبح چھ بجے اور شام کو چار بجے اُسکا ڈیوٹی پر آجانا لازمی تھا، اگر مینہ برس رہا ہے، تمام کپڑے بھیگ کر جسم سے چپک جائیں گے لیکن وہ کام میں مشغول ہوگی۔ اگر دسمبر جنوری کی سردی کا زمانہ ہے، اُس کے ہونٹ سردی سے نیلے ہونگے اور اُس کے ہاتھ کانپتے ہونگے لیکن کام میں فرق نہ ہوگا چیونٹی اور شہد کی مکھیوں کی وقت کی پابندی کی کہانیاں اگر آپ نے سُنی ہیں تو اُنہی میں زرینہ کی داستان بھی ملے گی۔

وہ مسلمان تھی اور بالکل صحیح معنوں میں مسلمان نماز کی وہ پابند تھی اور رمضان کا مہینہ اُس کے لیئے عید تھا۔ اُسکا کام اِس طرح کا تھا کہ نماز سے قبل اُسے نہانا پڑتا تھا لیکن یہ وقت اُس کے اور نماز کے درمیان میں مطلقاً حائل نہ تھی۔ اُس کو کلام پاک پڑھنے کا بڑا شوق تھا اور اُس نے بارہا مجھے اِس بات کی خواہش ظاہر کی کہ میں اُسے قرآن شریف پڑھا دوں لیکن اُس کے کام نے اُسے مجبور کر رکھا تھا۔

کچہریوں میں چھٹیاں ہوتی ہیں۔ مدرسے مہینوں بند رہتے ہیں۔ ڈاکخانے اور بنک والے بھی بہت سی چھٹیاں مناتے ہیں۔ لیکن سال کا سال گذر جاتا اور زرینہ کا صبح شام اپنی ڈیوٹی پر آنا نہ بند ہوتا تھا۔ سچ ہے اگر سورج نے کبھی دن تھک کر چھٹی منائی ہوتی تو زرینہ بھی ایسا کرتی۔ میں اکثر اُس سے کہتی کہ زرینہ تو کبھی تھکتی نہیں ہے۔ وہ قہقہہ لگاتی اور کہتی کہ بیگم صاحب ہم لوگ بھلا چھٹی کیسے منا سکتے ہیں۔

بس سال میں ایک دن ایسا ہوتا جس دن

زرینہ اپنا کام کسی دوسرے کے سپرد کرتی تھی۔ عید میلاد النبی زرینہ کی اصل عید تھی۔ اُس دن وہ اپنا گھر دولہن بناتی تھی۔ کاغذ کے پھولوں سے اپنی چھوٹی کوٹھری آراستہ کرتی تھی۔ چھوٹے چھوٹے مٹی کے چراغوں سے تمام گھر میں روشنی کرتی تھی۔ شہر سے ایک مولوی صاحب آتے تھے اور ذکرِ میلاد ایک ٹوٹے جھونپڑے میں کرتے تھے۔ مولوی صاحب ویسے ہی ضعیف تھے جیسا پرانا زرینہ کا مکان تھا۔ لیکن زرینہ بہت ہی شوق سے مولوی صاحب کا ایک ایک لفظ سُنتی تھی۔ دوسرے دن جب وہ میرے یہاں آتی تو جنت اور دوزخ، عرش اور فرش، حور اور غلمان کا ذکر جس خلوص، جوش، اور عقیدت سے وہ مجھ سے بیان کرتی مجھے حسرت ہے کاش اُسکا عشرِ عشیر مجھ میں ہوتا۔

(۳)

جس جگہ کا ذکر ہے وہاں کی گرمیاں مشہور ہیں۔ ایسی لو چلتی تھی کہ جانور تک پناہ مانگتے تھے۔ رمضان کا مہینہ تھا۔ میں روزے سے تھی۔ دوپہر کو سو گئی قریب تین بجے کے آنکھ جو کھلی تو پنکھا بند اور ٹٹی خشک۔ میں پسینے سے نہا گئی تھی۔ رمضان کا زمانہ، نہ کر چھوٹی ہوئی، غصہ سر پر سوار ـــ جھٹ دروازہ کھول پنکھا کھینچنے والی کی طرف لپکی جو نیند میں مدہوش بے خبر سو رہی تھی۔ باہر لو اور دھوپ میں زرینہ اپنے کام میں مشغول تھی! وہ رمضان میں ایک گھنٹے قبل آجاتی تھی تاکہ جلد فارغ ہو کر گھر جائے اور افطار کا انتظام کرے۔ میرے ہاتھ جو پنکھا کھینچنے والی کو مارنے کے واسطے بے تحاشا اُٹھ چکے تھے مفلوج ہو کر گر پڑے اور میں خاموش اپنے کمرے میں واپس آئی۔ زرینہ نے مجھے ایک بڑے گناہ سے بچا لیا۔

(۴)

ماہ مارچ کی ایک خوشگوار صبح کو ہمیں اُس مقام کو خیرباد کہنا پڑا۔ زرینہ مجھ سے آخری بار ملنے آئی۔ میرے جانے پر وہ بڑی طرح روتی تھی۔ میرے بھی آنسو نکل آئے۔ جس وقت میں گاڑی پر سوار ہونے کو اُٹھی ہوں زرینہ سے ضبط نہ ہوسکا اور وہ میرے قدموں سے لپٹ کر رونے لگی

ایک اچھوت نے مجھے چھو لیا۔ میرے ساتھ کی دوسری عورتیں زرینہ کی اس "حرکت" پر بگڑنے لگیں۔ مجھے بہت ناگوار ہوا کہ دیکھو کیسی سوگھڑ، پڑھی لکھی اچھی مسلمان خدا کی بندی ہے لیکن رسم و رواج نے اُسکو کونسا درجہ دے رکھا ہے۔ میں نے بآواز بلند کہا: "مسلمانوں میں چھوت اور اچھوت نہیں ہوتا" اور زرینہ کو اُٹھا کر گلے سے لگا لیا

(۴)

معلوم نہیں زرینہ کے لفظ کے کیا معنی ہیں اور نہ مجھے یہی معلوم ہے کہ اس لفظ کا صحیح املا کیا ہے۔ لیکن میرے ذہن نے اس لفظ کے مختلف معنی بنا لیے ہیں۔

مجھ سے اگر کوئی پوچھے کہ زرینہ کے کیا معنی ہیں تو میں کہوں گی کہ اس لفظ کے معنی خدمت گذار، سچے مسلمان، سوگھڑ، اور شریف بیوی ہونا چاہیئے۔

اس قدر واقعات پڑھنے کے بعد عصمتی بہنیں ضرور سمجھ گئی ہونگی کہ زرینہ کیا کام کرتی تھی۔ وہ محض ایک "مہترانی" تھی!

مسز یوسف الزماں لکھنؤ

چند آرزوئیں

(از محترمہ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے (حیدرآباد دکن)

روضۂ پاک میں حسرت رہی، مدفن ہوتا — گر مدینہ نہ تھا قسمت میں کہ مسکن ہوتا
ہوتی جاروب کشی مرقد انور کی نصیب — کاش ظلمت کدۂ ہند نہ قدغن ہوتا
سایۂ گنبد خضرا، جو مجھے مل جاتا — طائر روح کا، طوبیٰ پہ نشیمن ہوتا
پرتو فیض رسالت کی، جھلک پڑ جاتی — یہ سیہ خانۂ دل کاشکہ روشن ہوتا
پیروی سنت نبوی کی، میسر ہوتی — داغ دل، پھر تو مرا، لالۂ گلشن ہوتا
پھول بس رحمت باری کے، لحد پر کھلتے — لالۂ گل نہ کہیں سنبل و سوسن ہوتا
غم و آلام ستاتے نہ مجھے نوشابہ
خطۂ پاک، مرا مادیٰ و مامن ہوتا

بال بڑھانے والا مفید تیل

اکثر بیبیاں بال گرنے۔ اور چھوٹے رہ جانے کی شکایت کرتی ہیں۔ لیکن جب اُن سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آپ کونسا تیل استعمال کرتی ہیں تو وہ عام بازاری ناقص تیلوں کے نام گنا دیتی ہیں جن سے بالوں کو بجائے فائدے کے دوگنا چوگنا نقصان پہنچتا ہے اگرچہ ان تیلوں کی خوشبو نہایت نفیس ہوتی ہے لیکن سر میں تیل ڈالنے کے دوسرے ہی روز بالوں کی وہ حالت ہو جاتی ہے کہ الامان الحفیظ۔ بال ایک دوسرے کو چمٹ کر لٹیں بند ہو جاتی ہیں۔ جو سر دھوتے وقت بہت دقت سے صاف ہوتی ہیں۔

لہٰذا۔ ان سب مشکلات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے میں نے ایک ایسا تیل تیار کیا ہے جو بالوں کے واسطے نہایت مفید اور بال بڑھانے والا ثابت ہوا ہے۔

بہت سی ہماری عصمتی بہنیں بھی بذریعہ عصمت بال بڑھانے کے مفید نسخہ دریافت کرتی ہیں لہٰذا میں مذکورہ بالا تیل تیار کرنے کی ترکیب بہنوں کی خدمت میں پیش کرتی ہوں۔

مجھے اُمید ہے کہ بہنوں کو اس تیل کے برابر استعمال سے بالوں کی شکایت مطلق نہ رہے گی ترکیب حسب ذیل ہے۔

رتن جوت۔ تخم سر کے بیج۔ دار چینی کی لکڑی۔ ان سب چیزوں کو باریک کوٹ کر کسی باریک کپڑے میں چھان لیں چھاننے کے بعد کپڑے میں جو موٹا موٹا مصالحہ رہ جائے اسکو دوبارہ باریک پیس لیں۔ اور ایک ادھا ناریل کے خالص تیل کا لیکر ان سب چیزوں کو جو باریک پسی اور چھنی رکھی ہیں تیل میں ملائیں۔ اور کسی بڑے منہ کی بوتل میں رکھکر مضبوط ڈاٹ لگا کر سات دن روزانہ دھوپ میں رکھیں۔ آٹھویں دن خوش رنگ اور خوشبودار تیل بالکل تیار ہو گا۔ بے خوف و خطر استعمال کریں۔ انشاء اللہ کبھی شکایت نہ ہو گی۔

ص۔ ب۔ بنت خانصاحب منشی
فضل حسین صاحب ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولس میرٹھ

محبّت

اگر تو کہیں ایک خوبصورت پھول کے مانند ہے جس کی خوشبو تمام باغ کو معطر کر رہی ہے۔

تو تو کہیں ببول کے کانٹے کے مانند سخت تکلیف دِہ بھی ہے جس کے چبھنے سے انسان بلبلا اُٹھتا ہے۔

تو تسکینِ قلب بھی ہے اور کوفتِ دل بھی ہے۔

تو دو معصوم و نیک دل سہیلیوں کے دل میں جدا جدا گھر کرتی ہے اور اُن دونوں کو دو قالب ایک جان بنا دیتی ہے۔

پھر اگر وہ بدقسمتی سے ایک دوسرے سے جدا ہوتی ہیں تو بتا اس وقت ان کے دل کی کیا کیفیت ہوتی ہے؟

وہ تیرے باعث اپنی آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتے ہوئے ایک دوسرے کو الوداع کہتی ہیں۔

لیکن تیرے تیر کا پھل ان کے نرم و نازک دل میں کھٹکنے کے لیئے باقی رہ جاتا ہے۔

تو پردیس میں دو اجنبیوں کے دل میں پیدا ہو کر ان کے دل سے اپنے عزیزوں کی جدائی کا غم غلط کرتی ہے اور دونوں کو ایسا دوسرے سے بے تکلف و جان نثار بنا دیتی ہے۔ اُس وقت تو دنیا میں سب سے بڑھکر لطیف و خوشگوار شے ہے۔

بنت فیروز حسین

خلد آباد شریف کی سیر

خلد آباد شریف بلحاظ تقدس بہترین مقام ہے خلد آباد میں بہت سے بادشاہوں کے مقبرے ہیں ولی اللہ کے مزارات و درگاہیں ہیں ہزاروں لوگ دور دورے اس مقدس مقام کو دیکھنے اور اپنا سر نیاز جھکانے کے لیے سینکڑوں میلوں کی صعوبت سفر برداشت کرکے آیا کرتے ہیں یہاں ہندوستان کا اولوالعزم شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر حضرت سید زین الدین قدس سرہٗ کے مقبرے میں دفن ہے دوسری طرف بادشاہ دکن اور سلطنت کا آخری سرتاج ابوالحسن تاناشاہ حضرت راجو قتال قدس سرہٗ کی درگاہ میں آپ کے زیر سایہ آرام سے ہمیشہ کی نیند سویا ہوا ہے اور یہی بزرگان دین کے سینکڑوں مقبرے مسلسل کوسوں تک چلے گئے ہیں۔

خلد آباد کے پہاڑوں سے اتر کر ایلورہ کا غار ملتا ہے جسے دیکھکر عقل دنگ ہو جاتی ہے یہ دیکھکر ہم پھر دیوگڈھ کو دیکھنے گئے۔ سنہ ۱۲۹۴ء میں بزمانہ راجہ رام دیو سلطان محمد علاؤالدین نے اسے فتح کرکے اپنی یادگار میں ایک بہت بڑی لاٹ بنائی جو قلعہ کے اندر ہے اور جسکا قطر ۳۰ گز یا اس سے کچھ زیادہ ہے دیوگڈھ کا نام مسلمان حملہ آور بادشاہوں نے بوجہ بے پایاں دولت کہ دولت آباد رکھا اور اسی زمانہ سے یہ دولت آباد کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ہم لوگوں نے چار گھنٹہ قلعہ کی سیر کی۔ دولت آباد سے خلد آباد جانے کا راستہ دو میل تک نہایت خطرناک ہے گو کہ سرکار نظام نے اپنی فیاضی اور دریا دلی سے ہزاروں روپیہ صرف کرکے اس رستہ کو بہت کچھ ہموار کر دیا اس راستہ کے طے کرنے میں مرد اپنی اپنی سواریوں سے اتر گئے لیکن ایک تانگے پر میں اور میری والدہ صاحبہ اور میری بہن بیٹھی رہیں اور لوگوں نے گھوڑوں کو مدد دے دے کر گھاٹیوں کو عبور کرایا گھاٹی طے ہوتے ہی گھوڑے اپنی جان لیکر بھاگے اور ایک گھنٹہ میں ہم لوگ خلد آباد پہونچ گئے راستہ سے گذرتے ہوئے ہم نے دیکھا کہ شاہی بنگلے بلند مقام پر بنے ہوئے ہیں جہاں سے تیس چالیس میل تک نظر کسی روک ٹوک کے جاتی ہے اور چالیس گاؤں صاف طور سے دکھائی دیتا ہے یہ دلفریب نظارہ دیکھتے ہوئے ہم لوگ اپنی قیام گاہ پر واپس آئے۔ دوسرے روز صبح کو کھانے وغیرہ سے فارغ ہوکر ہم لوگ ایلورہ کو دیکھنے گئے۔

جس طرح دولت آباد سے خلد آباد آتے میں گھاٹی عبور کرنی پڑتی ہے ویسی ہی خلد آباد سے نیچے جانے میں گھاٹی عبور کرنی ہوتی ہے اور گو کہ ویسی تکالیف کا سامنا کرتا ہے جس کا ذکر کیا جا چکا ہے مگر ان عجیب و غریب غاروں کے دیکھنے کے شوق نے ہماری ہمت افزائی کی اور ہم سب گھاٹی طے کر کے اس کرہ میں آئے جہاں سے سلسلہ غار شروع ہوتا ہے یہ غار تعداد میں ۳۴ ہیں مہیب مہیب پہاڑ اس طرح تراشے گئے ہیں جس طرح کوئی لکڑی یا معمولی پتھر کو تراشتا ہے گوتم بودھ مہاراج اور انکے وقت کی بہت سی تصویر در و دیوار پر تراش کر بنائی ہیں بعض مقامات پر راجہ رام چندر جی کے زمانے کی تصویریں ہیں قدیم زمانہ کی تہذیب کی تاریخ ہے جو دیواروں کے صفحے پر لکھی ہوئی ہے۔ یہاں سے ڈیڑھ کوس کے فاصلہ پر راجہ اندر کا اکھاڑہ ہے ایلورہ کے دیکھنے کے بعد ہم لوگ شام کو واپس آئے۔

تیسرے روز ہم بزرگانِ دین کی درگاہیں دیکھنے کو گئے اس احاطے میں جہاں سرکاری بنگلے بنے ہوئے ہیں مسجد چہار دہ صد اولیا ہے اور اس کے قریب کسی قدر نشیب میں حضرت شاہ راجو قتال قدس سرہٗ کا مزار مبارک ہے گوشہ صحن میں سلطان ابوالحسن تانا شاہ کی قبر ہے یہ قبر معمولی قبروں کی طرح بنی ہوئی ہے اور سر کی طرف ایک بڑا پتھر رکھا ہوا ہے جس پر ابوالحسن تانا شاہ لکھا ہوا ہے اس بادشاہ کی قبر دیکھکر انسان کے دل پر دُنیا کی بے ثباتی کا گہرا اثر ہوتا ہے، بجائے گدوں اور قالینوں اور پھولوں کی سیج کے فرش زمین پر بادشاہ آرام کر رہا ہے۔

یہاں سے تھوڑی دور پر حضرت شاہ منتخب الدین زر زری زر بخش کی درگاہ ہے آپ کی نسبت یہ مشہور ہے کہ خلد آباد شریف میں کثیر اولیاء اللہ کے گروہ کے ساتھ تشریف لائے تھے ان کا عرس بڑی دھوم دھام سے ربیع الاول کے مہینے میں ہوتا ہے اورنگ آباد، حیدرآباد، بمبئی، مدراس غرض ہر شہر سے لوگ آتے ہیں لاکھوں کا مجمع ہوتا ہے بعد عرس کے ختم ہوتا ہے جس میں ہزاروں عورتیں شریک ہوتی ہیں یہاں سے چند قدم کے فاصلہ پر حضرت برہان الدین اولیا اور سید زین الدین کی درگاہیں ہیں۔ پھر ہم لوگ سلطان محی الدین اورنگ زیب کے مزار پر آئے یہ قبر اسی درگاہ کے ایک گوشے میں ہے احکام شرعی کی پوری پابندی اس قبر کی تعمیر میں رکھی گئی ہے تعویذ قبر کچا بنا ہوا ہے جس پر ایک پتھر لگا ہوا ہے مگر دل میں خود بخود خیال ادب پیدا ہوتا ہے اور ہر زائر نہایت ادب سے فاتحہ خوانی کرتا ہے حضور نظام کی طرف سے حفاظ اور عملہ کا تقرر ہے روزانہ دیگ کی پخت ہوتی ہے ہر روز کھانے غریب غربا کو تقسیم ہوتے ہیں۔ خلد آباد میں میر حسن علائی سنجری جن کو سعدی ہند کہتے ہیں اور غلام علی آزاد بلگرامی کی بھی قبریں ہیں۔

ملک قمر النسا بیگم (مسز اکبر علیخاں) بلارم

برسات کی شام

نکہتوں میں ڈوب کر آتی ہے شام برشگال — اک مئے رنگیں سے ہے لبریز جام برشگال
گوشۂ مغرب سے اٹھی جھوم کر کالی گھٹا — ایک کیف جانفزا سطح فلک پر چھا گیا
اودے اودے نرم بادل ہیں اُفق پر جلوہ ریز — ننھی ننھی بوندیاں قلب فضا میں نغمہ خیز
ہلکا ہلکا سا تقاطر جانفزا ہے کس قدر — اس نظارہ میں کھنچی جاتی ہے ہر موج نظر

نغمۂ عشرت چھیڑا موج ہوا کے ساز میں — روح سی کھنچنے لگی اس جانفزا آواز میں
دامن گلشن پہ بکھرے ہیں گہرہائے ثمیں — ہے نظر کش سبزۂ رنگیں کا فرش مخملیں
گودمیں شاخوں کی پتوں کا ادا سے جھومنا — ڈالیوں کا سبزۂ رنگیں کو جھک کر چومنا
سیم گوں کلیوں کے ہونٹوں پر تبسم خندہ بار — عارض گل پر مسرت کی شعاعیں ضو نثار
ڈالیاں شاداب ہیں سرمست و بے خود ٹہنیاں — عطر زا صحن چمن نکہت فروزاں گلستاں
پتی پتی میں مسرت ریز ہے جوشش نمو — آئینہ آسا چمکتی ہے جبین آبجو
جوش پر آئی ہوئی رنگیں آموں کی بہار — ہے درختوں پر نظر افروز طوطوں کی قطار
کوکلیں شاخ سپیدہ پر ترنم ریز ہیں — طائران نغمہ زا شور بہار انگیز ہیں
ہے پپیہے کی الم آگیں صدائے پی کہاں — غم زدہ فرقت نصیبوں کے دلوں کی داستاں
شاخ گل پر بلبلیں موج ترنم آفریں — کھینچتی ہے روح قمری کی نوائے دلنشیں
کس قدر دلکش ہے چشموں کی روانی کا سماں — ہے خرام نازمیں موجوں کی اک نغمہ رواں
ننھی ننھی بوندیاں پڑتی ہیں جب رخسار پر — نازنیں شکنیں سی ہوتی ہیں جبین پر جلوہ گر
بادلوں کا عکس رنگیں ضو فگن ہے اس طرح — پرتو نازک کسی روئے حسیں کا جس طرح
پاؤں پھیلائے ہوئے مرغابیاں تالاب میں — سر جھکائے نیلوفر دامان موج آب میں

گھاٹ پر دریا کے ہے حُسنِ نظارہ جلوہ زا — آسمانی [illegible] پانی ہے رواں آئینہ سا

کشتیاں بہتی ہوئی نازک خرامی سے کہیں
منتشر کرتی ہوئی موجوں کو با
جمع ہیں اشنان کو معصوم و سادہ لڑکیاں
ہے مسرت کا نشہ پلکوں کی جنبش
کر رہے ہیں چھیڑ چھاڑ آپس میں کیسی لطف زا
حرکتیں معصوم ہے بے ساختہ بے ار

آبشاروں کا ترنم نغمۂ جادو نواز
کوہساروں کی سپیدی گویا آئینہ طراز
ہیں نظر افروز کیسی وادیوں کی سبزیاں
چھپ گیا ہلکی سی سرخی میں اُفق کا آسماں
ڈوبتے سورج کی کرنیں بادلوں میں پردہ پوش
کچھ سنہری جھلکیوں سے آسماں تابش بدوش
کس قدر پرکیف ہے نظارۂ دامان کوہ
چر رہا ہے دامن وادی میں بھیڑوں کا گروہ
نغمہ ہاں کی راگنی میں کیف ہے برسات کا
جیسے بوندوں کا تقاطر نغمہ ہائے جانفزا

بڑھ گیا آخر فلک پر بادلوں کا جمگھٹا
چھا گئی سطح فضا پر جھوم کر کالی گھٹا
بجلیاں چمکیں کڑک سے رعد کی دل ہل گئے
درمیاں میں ہر طرف سے آ کے بادل مل گئے

بڑھ گئی بارش کی تیزی ہو گیا جل تھل جہاں
ہو گئے روپوش پانی میں زمین و آسمان
کس قدر گرمی تھی پہلے اُف، جہاں بیتاب تھا
ابرِ رحمت جوش میں آیا، ہوا فضل خدا

چھا گیا کیا ذرہ ذرہ پر خمار برشگال
بارشِ فضلِ الٰہی ہے بہار برشگال

رابعہ پنہاں

میں کون؟

میں وہی ہوں۔ جس نے آدم کا اس وقت جبکہ وہ تنہائی سے اکتا گئے تو ساتھ دیا۔ ابراہیم علیہ السلام جیسے خلیل کو پالا۔ موسیٰ علیہ السلام جیسے کلیم کی خدمت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ والسلام جیسے رسول کی ماں بنی، میری قدر یہ جانتے تھے اور انہوں نے کی۔ تم کیا جانو۔ تمہارے دماغوں پر تعصب نے اپنا رنگ جما رکھا ہے۔ اور تم مجھکو اپنی جائداد سمجھتے ہو۔ حقارت کی نظر و نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہو۔ مگر سنو اور غور سے سنو۔ تم مجھکو بھولنے کی ہزار کوششیں کرو مگر دنیا نہ بھولے گی۔ دنیا کی تاریخ علانیہ کہہ رہی ہے کہ میں وہی ہوں جس نے تمہارے ظلموں کا مقابلہ صبر سے کیا خود تکلیفیں اٹھائیں مگر تمہیں ہر وقت خوش رکھا۔ تم نے جانوروں کی طرح چار دیواری میں بند کیا مگر زبان سے اُف نہ کی۔ اگر میری عفت و عصمت کی داستانیں سننا چاہتے ہو تو قلعہ چتوڑ کی سیر کرو۔ وہاں کا ہر ذرہ زبان حال سے پکار پکار کر میری تعریف کے گیت گائیگا۔ اگر تمکو محبت و اطاعت کے نمونے چاہیں تو مسلمانوں کا ہر گھر بتائے گا کہ اسکی بنے والیوں کا ہر وقت یہی شیوہ رہا کرتا ہے۔ اگر علم و عقل کی مثالیں درکار ہیں تو ہندوستان کی شہزادیوں سے پوچھو اور وہ تمہیں بتائینگی۔

میں تمہیں بتاتے دیتی ہوں کہ اگر تم میرے حقوق کو پہچانکر میرے ساتھ نیکی کا برتاؤ کروگے تو یقین مانو کہ تم دین و دنیا میں کامیاب و خوش حال رہوگے۔ ورنہ تم کو ذلت اٹھانی پڑے گی اور تم دنیا میں تنہا اور ہر وقت آفتوں میں گھرے رہوگے۔

محمد اسد حسین مدراس

مطالعہ

مطالعہ ہر شخص کے واسطے نہایت ضروری اور مفید ہے خصوصاً عورتوں کے لیے کیونکہ مرد باہر جاتے ہیں اور بہت ایسی چیزوں کو خود دیکھتے ہیں جنہیں عورتیں نہیں دیکھ سکتیں۔ مگر مطالعہ کے ذریعہ تمام عالم کی سیر اور معلومات حاصل کر سکتی ہیں۔ ہر تعلیمیافتہ بہن مطالعہ کے مفہوم اور فوائد سے واقف ہونگی۔ لیکن میں اکثر ایسی بہنوں کو دیکھتی ہوں جو تمام دن بیکار بیٹھی پرانی گتھیاں سلجھاتی رہتی ہیں، اور کبھی کسی کتاب یا رسالہ کی طرف نظر اٹھاکر بھی نہیں دیکھتیں اگر کبھی کوئی رسالہ ہاتھ میں لے بھی لیا تو صرف افسانے پڑھکر رکھدیا اور اس میں اپنے خلاف مزاج کوئی بات نظر آئی تو لکھنے والی کو بھی دو چار باتیں سنادیں،

ہمارا مطالعہ جتنا وسیع ہوگا اتنے ہی ہمارے خیالات بلند اور معلومات وسیع ہونگی۔ علامہ شبلی نعمانی جب عرب تشریف لے گئے تو آپنے ایک عرب سے گفتگو کرتے ہی بتا دیا کہ تم فلاں خطہ کے باشندے ہو۔ اگرچہ آپ اس سے پہلے عرب تشریف نہیں لے گئے تھے مگر وسعت مطالعہ کی وجہ سے ہی اتنی معلومات وسیع تھیں۔

میں ایسی خواتین سے واقف ہوں جو خود زیادہ تعلیم یافتہ نہیں ہیں مگر وسعت مطالعہ کی وجہ سے نہایت روشن خیال ہیں۔ مطالعہ کی وجہ سے ہم بہت سی برائیوں اور گناہوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔ ایک تو مطالعہ سے ہمیں عمدہ باتیں معلوم ہونگی دوسرے جب بیکار رہونگے تو فضول لایعنی باتوں اور غیبت سے محفوظ رہیں گے۔ کیونکہ ہماری یہی خواہش ہوگی کہ جتنا وقت فضول گوئی میں برباد کریں اتنا وقت مطالعہ کے کام آئے "عصمت" میں عرصہ سے جدید ایجادات و انکشافات" شائع ہو رہا ہے اس سے ہم اتنی ہی معلومات بہم پہنچا سکتے ہیں۔ جتنی ان چیزوں کو بذات خود دیکھنے سے۔ مطالعہ کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جس وقت پڑھنے کو دل نہ چاہے اور پڑھو تو گویا پڑھا نہ پڑھا برابر ہے۔

شرافت بیگم بنت محمد سعید خاں ضلع سیونی سی پی

تاریخی لطیفے

فغفور چین نے شاہجہاں بادشاہ کو تحفتاً ایک آئینہ بھیجا تھا وہ آئینہ عالمگیر سے شہزادی زیب النسا بیگم کو ملا تھا، ایک کنیز روشن نامی کے ہاتھ سے ٹوٹ گیا۔ کنیز بیچاری بہت خوف زدہ ہوئی اور شہزادی سے روروکے کل واقعہ بیان کیا۔ اور کہا

ع از قضا آئینہ چینی شکست

زیب النسا بیگم نے ہنس کر جواب دیا۔ ع خوب شد، اسباب خود بینی شکست

مہاراجہ جے سنگھ ریاست جیپور شہنشاہ اورنگ زیب کے حضور میں باریاب ہونے کیلئے چلے اسوقت آپ کا سن گیارہ برس کا تھا۔ اہلکاران ومعتمدان ریاست جو آپ کے ہمرکاب جارہے تھے۔ راستہ بھر انہیں ہدایتیں کرتے رہے۔ اور یہ کہتے رہے کہ اگر جہاں پناہ یہ سوال کریں۔ تو آپ یوں جواب دیجئے۔ اور اگر بادشاہ اور کچھ کہے تو اس ڈھنگ سے موقعہ کو سنبھال لیجئے۔ یہ کیجئے وہ کیجئے۔ الغرض راستہ بھر تلقین اور مشوروں سے آپ کے کان بھرے جارہے تھے۔ بچہ راستہ بھر سنتا رہا اور خاموش رہا۔ جب دارالسلطنت میں وارد ہوئے تو چھوٹے مہاراج نے مہر خموشی توڑی اور فرمایا۔ جو جو باتیں آپ لوگوں نے کہی ہیں وہ سب میرے ذہن نشین ہوگئیں۔ مگر میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ بادشاہ سلامت ان سوالوں کے علاوہ کچھ اور پوچھیں تو کیا جواب دوں یہ بھی تبلادیجئے۔ اس سوال پر سب درباری خاموش ہوگئے۔ جب مہاراجہ دربارشاہی میں پہونچے۔ بموجب ہدایت ۳ مجرے یکے بعد دیگرے حسب قاعدہ دربار فاصلہ اور قرینہ سے کرتے چلے گئے۔ بادشاہ کو اس بچہ کا انداز مجرا بہت ہی پسند خاطر ہوا۔ اور فوراً جہاں پناہ نے فرط خوشی سے بچہ کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ اسی وقت بچہ بول اٹھا خداوند ہم راجپوتوں میں یہ دستور ہے کہ جب دلہن بیاہ لاتے ہیں۔ تو اسوقت کی رسم یہ ہوتی ہے۔ کہ شوہر اپنی منکوحہ بیوی کا ہاتھ پکڑے ہوئے اپنے گھر لے جاتا ہے۔ جہاں پناہ نے تو میرے دونوں ہاتھ پکڑ لیے ہیں (گویا کہ اب مجھے کس بات کی فکر ہوسکتی ہے) اس انداز گفتگو سے بادشاہ بیحد خوش ہوا اور "سوائے" کا خطاب عطا فرمایا۔ مہاراجہ جے سنگھ پہلا راجہ ہوگزرا ہے جنہوں نے آمیر چھوڑ جے پور بسایا۔

جہانگیر شاہ سوار اور نورجہاں بیگم ساتھ ساتھ پالکی میں شاہراہ سے گذر رہے تھے اتنے میں ایک کم سن نادان لڑکا گلاب کے پھول کو گیند کی طرح اچھالتا کودتا چلا جارہا تھا۔ جہانگیر کا دھیان اس بچہ کی طرف ہوا اور اسے اپنے اشارے سے بلایا۔ مگر وہ بچہ بدستور اپنے کھیل میں محو وغلطاں آگے بڑھ گیا۔ بادشاہ پر اس بچہ کی بے توجہی نے یہ اثر ڈالا کہ انہوں نے فوراً یہ مصرعہ موزوں کردیا ع محبوب خردسال بہ مارونمی دہد۔ نورجہاں جو بڑی حاضر طبیعت رکھتی تھیں انہوں نے مصرعہ کو شعر بنادیا۔ تا غنچہ ست گل بکسے رونمی دہد۔

زہرہ فیضی ایم ایم

جملہ حقوق محفوظ

وفادار شوہر

خاص عصمت کیلئے

انگلستان کے مشہور ڈراماٹسٹ آسکر وائیلڈ کا معرکتہ الآرا اخلاقی ڈرامہ

(ترجمہ از خواجہ نظام الدین حسن سابق مدیر نظام کالج میگزین حیدرآباد دکن)

اشخاص ڈرامہ

نواب کیورشام

لارڈ گورنگ۔ اس کا لڑکا۔

سر رابرٹ چلٹرن۔ نائب وزیر خارجہ۔

نواب نیجاک۔ سفیر فرانس متعینہ لندن۔

مسٹر مانٹفورڈ۔

میسن۔ سر رابرٹ کا بٹلر۔

فپس۔ گورنگ کا خدمتگار۔

جیمس
ہیرلڈ } شاگرد پیشہ

لیڈی چلٹرن۔ لیڈی مارکبی۔

لیڈی بسلڈن مسز مارچمونٹ

مس میبل چلٹرن۔ سر رابرٹ کی بہن۔

مسز شویلی

پہلا منظر

(سر رابرٹ چلٹرن کا مکان روشنی سے جگمگا رہا ہے۔ مہمان آتے جارہے ہیں جنکا استقبال لیڈی چلٹرن جو بہت کم سن اور حسین ہیں نہایت اخلاق سے کر رہی ہیں، برآمدے میں موم بتیاں روشن ہیں اور برآمدے کی دیوار پر عین وسط میں بوشر کی تصویر "فتح محبت" لگی ہوئی ہے۔ برآمدے کے سیدھے جانب کمرۂ موسیقی واقع ہے جہاں سے باجے کی سریلی آوازیں آرہی ہیں۔ دوسری جانب ملاقاتی کمرہ ہے جہاں ایک خوشنما کوچ پر دو حسین بیبیاں مسز مارچمونٹ و لیڈی بسلڈن، ناز و انداز سے متمکن ہیں۔ "واٹو" زندہ ہوتا تو انکی تصویریں شوق سے کھینچتا۔)

مسز مارچمونٹ: آلیویا! کیا آج شام کو ہارٹلاک کے ہاں دعوت میں جارہی ہو؟

لیڈی بسلڈن۔ ہاں! تم بھی آؤگی؟

مسز۔ ممکن ہے! لیکن بہن غور تو کرنا ایسی دعوتیں کتنی تکلیف دہ ہوتی ہیں؟

لیڈی۔ ٹھیک کہتی ہو! میں اسی لئے تو یہ خیال ہی نہیں کرتی کہ کہاں جارہی ہوں اور کیوں جارہی ہوں

مسز۔ اور میں ـــ میں تو صرف معلومات بڑھانے جاتی ہوں۔

لیڈی۔ مجھے یہ اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

مسز۔ صحیح تو ہے بہن! مگر کروں کیا۔ گرٹرود

چاٹرن کہتی ہیں کہ مجھے اپنی زندگی کے مقصد اعلیٰ کو پالینا چاہئے۔ سو میں اسی کی تلاش میں اِدھر اُدھر جاتی ہوں۔

لیڈی۔ (غور سے چوطرف نظر ڈالتے ہوئے) یہاں تو مجھے ایک فرد بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کی زندگی کا اعلیٰ مقصد ہو۔ (نواب نجاک جو اپنی نکماٹیوں اور انگریزیت پسندی کی وجہ سے کافی مشہور ہے آتا ہے اور دونوں سے گفتگو کرنے میں مشغول ہو جاتا ہے۔ میبن نووارد مہمانوں کے آمد کی اطلاع کرتا ہے)

میبن۔ مسٹر اور لیڈی جین بارفورڈ۔ نواب کیورشام (نواب ستر سال کا بوڑھا۔ کاٹھی کا مضبوط اپنے شاندار درباری لباس میں داخل ہوتا ہے۔ "لارنس" کی اُتاری ہوئی تصویر اگر آپ نے دیکھی ہے تو اُسکا تصور کرنا کچھ مشکل نہیں)

نواب۔ لیڈی چلٹرن! آداب عرض ہے۔ کیا میرا ناکارہ لڑکا بھی آج کی دعوت میں شریک ہے۔

لیڈی چلٹرن۔ (مسکراتے ہوئے) شاید ابھی تک لارڈ گورنگ تشریف نہیں لائے۔

میبل چلٹرن۔ (نواب کے نزدیک آکر) لارڈ گورنگ کو آپ ناکارہ کیوں کہتے ہیں؟ (میبل انگریزی حسن و خوبصورتی کا ایک اکمل نمونہ ہے۔ اسکا رنگ گل انار کی شگفتگی رکھتا ہے۔ اس میں گل کی نکہت اور نکہت کی آزادی پائی جاتی ہے۔ اس کے سر کے بال سورج شعاعوں کی طرح لہرافشاں ہیں اور اس کے چھوٹے چھوٹے نازک لب جو اندرونی مسرت کی وجہ سے نیم باز ہیں اسکی معصومیت کا پتہ دیتے ہیں۔ اس میں شباب کا پرلطف انداز ستم اور معصومیت کی جراٴت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے)

نواب۔ اس لئے کہ وہ کاہلانہ زندگی بسر کرتا ہے۔

میبل۔ کیا خوب! جو شخص روزانہ صبح اُٹھکر گھوڑے کی سواری کرے، جو ہفتہ میں کم از کم تین چار مرتبہ کھیل تماشوں میں شریک ہو، دن میں پانچ، چھ بار کپڑے بدلے اور ہر شب ضیافتوں میں شریک ہو۔ اسکو ناکارہ کس طرح کہا جا سکتا ہے؟

نواب (شفقت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے) تم بہت اچھی لڑکی ہو!

میبل۔ نواب صاحب! آپ بھی بے حد شفیق ہیں، کبھی کبھی تو ہمارے ہاں آیا کیجئے۔ آج آپ درباری لباس میں کتنے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔

نواب۔ عزیزی! میں آجکل گھر سے باہر بہت کم نکلتا ہوں۔ کم از کم مجھے تو لندن کی سوسائٹی سے نفرت ہو گئی ہے

میبل۔ اوہ! مجھے تو لندن کی سوسائٹی بہت عزیز ہے کیونکہ وہ حسین احمقوں اور فوق البھڑک پاگلوں سے بھری ہے۔

نواب۔ ہا ہا! تو پھر گور رنگ کیا ہے؟

میبل۔ (سنجیدگی سے) میں مجبور ہوں کہ مجھے لا۔ڈگور رنگ کو بالکل ایک علیحدہ نوع میں شمار کرنا پڑے گا۔ وہ بہت نیک آدمی ہیں۔

میسن (مہمانوں کی اطلاع دیتا ہے) لیڈی مارکھی، مسز شوبلی،

(لیڈی مارکھی اور مسز شوبلی داخل ہوتے ہیں۔ لیڈی خوش مزاج رحمدل اور پسندیدہ عورت ہے مسز شوبلی جو اس کے ہمراہ ہے کسی قدر دراز قامت اور لاغر ہے۔ اس کے لب نازک اور رسیلے ہیں۔ بال حنائی، ناک لانبی، اور گردن اونچی ہے۔ مصنوعات کے استعمال سے چہرہ کا رنگ نکھر گیا ہے۔ بھوری بھوری آنکھوں کی پتلیاں ہر وقت متحرک رہتی ہیں۔ چال نزاکت بھری، لباس عمدہ اور زیورات قیمتی ہیں گویا وہ مختلف دلفریبیوں کا مجموعہ ہے)

لیڈی مارکھی۔ پیاری گرٹروڈ۔ تسلیم۔ مجھے اجازت دو کہ میں تمہیں مسز شوبلی سے ملاؤں تم جیسی بیبیوں کو ایک دوسرے سے واقف رہنا چاہئے۔

لیڈی چلٹرن (مسکراتے ہوئے مسز شوبلی کی طرف ہاتھ بڑھاتی ہے مگر یکایک رُک کر دور سے ہی سلام کرتی ہے) مسز شوبلی سے میں پہلے مل چکی ہوں۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ انہوں نے دوسری شادی کر لی ہوگی۔

لیڈی مارکھی۔ (خوش مزاجی سے) آجکل تو لوگ اپنے مرضی موافق کئی کئی شادیاں کرتے رہتے ہیں کیونکہ یہ بھی تو ایک فیشن ہے نا!

مسز شوبلی۔ (پنکھے سے کھیلتے ہوئے) کیا واقعی ہم دونوں اس سے قبل مل چکے ہیں۔ مجھے تو یاد نہیں۔ عرصہ سے انگلستان سے باہر رہی ہوں۔

لیڈی چ۔ مسز شوبلی۔ ہم دونوں مدرسہ میں ایک ساتھ تھے۔

مسز۔ کیا واقعی؟ مجھے تو مدرسہ کی اب کوئی بات یاد نہیں رہی۔ صرف اتنا موہوم سا خیال ہے کہ وہ زمانہ بہت بُری طرح کٹا۔

لیڈی چ۔ (سرد مہری سے) کوئی تعجب نہیں۔

مسز۔ (اپنے پیارے انداز سے) اچھا تو لیڈی چلٹرن اسوقت میرا اہم مقصد آپ کے شوہر سے مُلاقات کرنا ہے۔ جب وہ وزیر خارجہ ہوئے ہیں وائنا میں انکی خاصی شہرت ہو رہی ہے (نواب نبجاک مسز شوبلی کو دیکھہ کر آتا ہے)

نواب نبجاک۔ آہا! پانچ سال بعد کہیں یہ چاند سا مکھڑا نظر آیا۔ ماشاء اللہ اب تو آپ پہلے سے زیادہ حسین اور کمسن نظر آ رہی ہیں۔

(سر رابرٹ چلٹرن داخل ہوتے ہیں۔ سن کوئی چالیس کے قریب ہے مگر بدن کی موزونیت، اور چہرہ کی وجاہت سے کچھ جوان ہی نظر آتے ہیں۔ انکے حرکات وسکنات سے وقار ٹپکتا ہے جس میں

تمکنت کی جھلک نظر آتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے
کہ وہ خود اپنی کامیاب زندگی پر نازاں ہیں۔ چہرہ
کی ساخت یہ بتلاتی ہے کہ انکی ذہنیت اور طبیعت
میں ایک خاص اختلاف ہے یعنے ایک کا اثر دوسرے
پر نہیں پڑتا۔ وان ڈائک ـ (VAN DYCK) اگر زندہ
ہوتا تو انکے چہرہ کی تصویر ضرور کھینچتا)۔

سر رابرٹ چلٹرن۔ لیڈی مارکبی! آداب عرض
ہے۔ کیا سر جان بھی تشریف لائے ہیں۔

لیڈی۔ میں تو سر جان سے زیادہ جاذب ہستی
اپنے ساتھ لائی ہوں۔ سر جان کی طبیعت جب سے
کہ وہ سیاسیات میں اُلجھ گئے ہیں ناقابل برداشت
ہوگئی ہے۔

رابرٹ۔ خدا نہ کرے! مگر وہ جاذب ہستی
کہاں ہے۔ میں اس سے ملنے کے لئے ازحد مشتاق
ہوں۔

لیڈی۔ (مسز شویلی سے) پیارے۔ سر رابرٹ
تم سے ملنے کے لئے بیقرار ہیں۔

سر رابرٹ۔ (جھک کر تعظیماً) میں تو کیا ہر ایک
شخص حسین مسز شویلی سے ملنے کے لئے بیقرار ہوگا۔

مسز شویلی۔ (دلفریبی سے مسکراتے ہوئے) شکریہ
جس ملاقات کی ابتدا تعریف سے ہو وہ یقیناً حقیقی
دوستی کی حد کو پہنچے گی۔ مجھے تو اس بات سے
اور زیادہ مسرت ہے کہ لیڈی چلٹرن اور میں کسی
زمانہ میں مدرسہ میں ساتھ رہے ہیں۔ مجھے اچھی طرح
یاد ہے کہ ان کو ہمیشہ اچھے عادات و اطوار کے
انعامات ملا کرتے تھے۔

رابرٹ۔ اور آپ کو۔

مسز۔ مجھے تو اپنی زندگی کے دوسرے انعامات
ملے مگر نیک چلنی کا ایک بھی نہیں۔

رابرٹ۔ میں سمجھتا ہوں کہ جو انعامات آپ کو
ملے وہ یقیناً آپ کے حسن کے متعلق ہونگے۔

مسز۔ میں نہیں جانتی کہ آیا عورتوں کو صلۂ حسن
بھی مل سکتا ہے۔ الٹے انھیں تو سزا ملتی ہے۔ خود
ہمارے زمانہ میں بہت سی خواتین صرف اسی لئے
بوڑھی ہو رہی ہیں کہ مونچھوں والی صنف بے وفا
ثابت ہوئی۔

رابرٹ۔ بیگم صاحبہ! آپ کا فلسفہ کس قدر
خطرناک ہے۔ موجودہ زمانہ کے عالم نفسیات
اسکو سُن کر کیا کہیں گے۔

مسز۔ نفسیات کے عالم بھی عورت کی زندگی
کا مطالعہ نہیں کر سکتے۔ مرد کی تشریح کی جا سکتی ہے....
عورت کی صرف پرستش۔

رابرٹ۔ تو آپ یہ خیال کرتی ہونگی کہ سائنس
عورت کے مسئلہ کو ابھی حل نہیں کر سکتا۔

مسز۔ سائنس غیر مادی چیزوں کو کبھی حل کر ہی نہیں
سکتا اور اسی لئے تو اسکا کوئی مستقبل نہیں ہے۔

رابرٹ۔ تو عورتیں غیر مادی اشیاء میں داخل ہیں

مسز۔ ہاں وہ عورتیں جو فوق البھڑک کپڑے
پہنتی ہوں۔

رابرٹ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں آپ کے

خیالات سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ ہاں یہ تو فرمایئے کہ لندن جیسے مرطوب شہر کے لیے اپنے وانتا کی خوشگوار آب و ہوا کو کیوں ترک فرمایا (مسز شویلی جان بوجھ کر پنکھا گرا دیتی ہے۔ سر رابرٹ اٹھا کر دیتا ہے)

مسز۔ شکریہ! مجھے لندن کی مرطوب ہوا سے کوئی غرض نہیں۔ آپ جانتے ہیں عورت کا شوق بہت تیز ہوتا ہے۔ مجھے بے حد خواہش تھی کہ آپ سے ملوں اور آپ کی مدد لوں ایک معاملہ میں۔

رابرٹ۔ میں شوق سے آپ کی مدد کرنے کو تیار ہوں مگر میں اُمید کرتا ہوں کہ آپ کا کام کوئی معمولی نہ ہوگا۔

مسز۔ (ایک منٹ تک غور کر کے) ہاں وہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ لیکن پھر کبھی عرض کرونگی اس وقت تو آپ کا خوبصورت مکان دیکھنے کو جی چاہتا ہے (اُٹھتی ہے) سُنا ہے کہ آپنے دلفریب تصاویر جمع کر رکھی ہیں۔ مرحوم نواب آرنہیم جن سے آپ واقف تو ہونگے ہی اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔

رابرٹ۔ (چونک کر) کیا آپ آرنہیم کو جانتی تھیں۔

مسز۔ (مسکراتے ہوئے) بہت اچھی طرح۔ کیا خوب انسان تھا۔ میں اکثر سوچا کرتی ہوں کہ اگر وہ اپنے وقائع لکھتے تو وہ بہت دلچسپ ہوتے۔

سر رابرٹ۔ ہاں۔

میبس۔ لارڈ گورنگ۔

(لارڈ گورنگ داخل ہوتے ہیں۔ عمر ۳۴ سال ہے مگر خود کم عمر بتاتے ہیں۔ وجیہ چہرہ سے باطن کا پتہ نہیں چلتا۔ چالاک آدمی ہے مگر چالاک تصور کیا جانا پسند نہیں۔ بانکا نوجوان ہے مگر شوقین مزاج کہا جانا گوارہ نہیں۔ وہ زندگی سے کھیلتا ہے اور دنیا بھر کا رفیق ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ دوسرا غلط فہمی میں مبتلا ہو جائے کیونکہ ایسے موقعہ پر وہ خود فائدہ اُٹھاتا ہے)

رابرٹ۔ اہا آرتھر۔ تسلیم۔ مسز شویلی مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کو لندن کے کاہل نواب لارڈ گورنگ سے ملاؤں۔

مسز۔ میں لارڈ گورنگ کو جانتی ہوں۔

گورنگ۔ (تعظیما جھک کر) زہے قسمت کہ آپ نے مجھے یاد رکھا۔

مسز۔ میرا حافظہ خدا کے فضل سے میرے قابو میں ہے۔ کیا ابھی تک بن بیاہے ہو؟

گورنگ۔ ہاں۔

مسز۔ تعجب ہے۔

گورنگ۔ تعجب کی تو کوئی بات نہیں۔ ہاں یہ تو کہیئے کب تک لندن میں قیام کا ارادہ ہے۔

مسز۔ یہ تو سر رابرٹ پر منحصر ہے (لارڈ گورنگ کی طرف ایک عجیب دلفریب انداز سے دیکھکر مسکراتی ہے اور سر رابرٹ کے ساتھ چلی جاتی

ہے۔ گورنگ میبل چلٹرن سے جاکر ملتا ہے)

میبل۔ بہت دیر کر کے آئے۔

گورنگ۔ تو کیا تم میرا انتظار کرتی رہیں۔

میبل۔ بہت۔

گورنگ۔ تب تو مجھے افسوس ہے کہ میں اور دیر کر کے کیوں نہ آیا۔

میبل۔ تم کتنے خود غرض ہو۔

گورنگ۔ ہاں اور چالاک بھی۔

میبل۔ لارڈ گورنگ کیا بات ہے کہ تم مجھے اپنی بُرائیاں ہی بتاتے ہو۔ مجھے تو تمہاری بُری باتوں میں ہی لطف آتا ہے۔

گورنگ۔ ابھی تو میں نے اپنی آدھی بُرائیاں بھی نہیں گنوائیں۔ لیکن یہ تو کہو یہ مسز شویلی یہاں کیسے پہنچی۔

میبل۔ شاید لیڈی مارکی انکو ساتھ لائے ہیں۔ بتاؤ وہ عورت ہے کیسی۔ مجھے تو وہ ایک آنکھ نہیں بھاتی۔

گورنگ۔ یہ تمہارے حسن مذاق کی دلیل ہے (نواب کیورشام بیٹے کے پاس آتا ہے)

نواب۔ خوب جناب! خوب! آپ کر کیا رہے ہیں۔ یہاں بھی زندگی برباد کر رہے ہو گے۔ اسوقت تو آپ کو بستر پر ہونا چاہیئے تھا کیونکہ صبح آپ سے جلدی اُٹھا نہیں جاتا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ لندن کی سوسائٹی سے تم بیزار کیوں نہیں ہوتے۔ یہاں تو ہذلیات کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔

گورنگ۔ ابا جان ہذلیات میرے پسند کی چیز ہے

نواب تو آپ محض بے کاری کی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

گورنگ۔ اس کے سوا انسان پھر کس طرح زندگی بسر کرے۔ ابا جان خوشی اور بے فکری ہی تو سب کچھ ہے۔

نواب۔ آپ کے پہلو میں دل نہیں جناب دل نہیں (دونوں باتیں کرتے ہوئے چلے جاتے ہیں)

(سر رابرٹ اور مسز شویلی داخل ہوتے ہیں)

رابرٹ۔ تو مسز شویلی آپ نے فرمایا نہیں کہ مجھ سے کیا کام لینا چاہتی ہیں میں بسر و چشم حاضر ہوں اور اگر میرے ہاتھوں آپ کا کام نکل جائے تو میرے لئے باعث فخر ہوگا۔

مسز۔ میں آپ سے ایک بہت زبردست سیاسی و مالی مسئلہ کے متعلق کام لینا چاہتی ہوں۔ آپ ارجنٹائن کینال کمپنی کے واقعات تو جانتے ہی ہیں نا؟

رابرٹ۔ آپ جیسی نازک مزاج خواتین کے لئے اس پیچیدہ مسئلہ کو جانچنا کچھ مناسب نہیں۔

مسز۔ میں پیچیدہ مسئلوں کو پسند کرتی ہوں لیکن پیچیدہ لوگوں کو پسند نہیں کرتی۔ خیر تو میں یہ جانتی ہوں کہ آپ بین الاقوامی نہروں کے مسئلوں میں دلچسپی لیتے ہیں۔ آپ لارڈ رائڈلی کے معتمد تھے جیسا کہ انہوں نے گورنمنٹ کی جانب سے سویز کینال کے حصص خریدے تھے۔

رابرٹ۔ ہاں، صحیح ہے۔ سوز کینال کا مسئلہ بہت اہم تھا۔ ہم کو اس کی وجہ سے ہندوستان جانے کے لیئے قریب راستہ مل رہا تھا۔ مگر یہ ارجنٹائن والی اسکیم تو بے سود ہے۔ کہیں اس سٹے میں تم نے روپیہ تو نہیں لگایا؟

مسنر۔ ہاں میں نے روپیہ تو لگایا ہے۔ آپ کے قدیم دوست بیرن آرنہیم کے مشورہ سے۔

رابرٹ۔ (گھبرا کر) ہاں مجھے معلوم ہے کہ اس مسئلہ میں وہ اپنی موت سے قبل کافی دلچسپی لے رہے تھے۔ لیکن مسنر شویلی ابھی تک آپنے میرے پاس کی تصاویر کو ملاحظہ نہیں فرمایا۔

مسنر۔ اب اسوقت جی نہیں چاہتا اگر کچھ مضائقہ نہ ہو تو مجھے آج کے معاملہ پر ہی گفتگو کرنے دیجئے۔ (قریب بیٹھنے کے لیئے اشارہ کرتی ہے)

رابرٹ۔ مسنر شویلی افسوس ہے کہ میں آپ کو کوئی مشورہ نہیں دے سکتا۔ نہر کی کامیابی کا دارومدار صرف انگلستان کے طریقہ عمل پر منحصر ہے اور میں اپنی رپورٹ کل پارلیمنٹ کے سامنے پیش کرونگا۔

مسنر۔ اور سر رابرٹ آپ کو ہرگز ایسا کام نہیں کرنا چاہئے اگر آپ اپنی فلاح چاہتے ہیں۔

رابرٹ (متعجب ہو کر) میری فلاح! مسنر شویلی میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔

مسنر۔ سر رابرٹ۔ میں اب تفصیل میں جانا پسند نہیں کرتی۔ مختصراً صاف صاف یہ عرض کرتی ہوں کہ جو رپورٹ آپ پارلیمنٹ میں پیش کرنا چاہتے ہیں وہ ہرگز پیش نہ ہو۔ آپ کینال اسکیم کی طرفداری کریں اور اس طرح میری مدد کریں۔

رابرٹ۔ بیگم صاحبہ آپ کہیں مذاق تو نہیں کر رہی ہیں۔

مسنر۔ نہیں میں سنجیدگی سے عرض کر رہی ہوں۔ اور اگر آپ میری بات مان لیں گے تو اس کے لیے کافی معاوضہ بھی پیش کرونگی۔

رابرٹ۔ (حقارت سے) مجھے اجازت دیجئے کہ آپ کی گاڑی منگوا دوں۔ آپ اس وقت یہ غور نہیں کرتیں کہ آپ ایک شریف انگریز سے گفتگو کر رہی ہیں۔

مسنر۔ (پنکھے سے پیٹ کو تھپک کر) ہاں ہاں مجھے معلوم ہے کہ میں ایک ایسے شریف انگریز سے باتیں کر رہی ہوں جس نے حکومت کے ایک راز کو معمولی سٹہ باز کے ہاتھ فروخت کیا تھا۔

رابرٹ (لبوں کو دانتوں سے کاٹتے ہوئے) آپ کا کیا مطلب ہے؟

مسنر (کھڑے ہو کر منہ در منہ) میرا یہ مطلب ہے کہ میں آپ کی موجودہ دولت و ناموری کی ابتدا سے واقف ہوں اور میرے پاس آپ کا خط بھی بطور ثبوت موجود ہے۔

رابرٹ۔ خط۔

مسنر۔ (تنفر سے) ہاں وہی خط جو تم نے بیرن آرنہیم کو سوز کے حصص خریدنے کے لیئے لکھا تھا جب کہ تم لارڈ ریڈلی کے معتمد تھے اور اپنی حکومت کو دھوکا

دینا تھا...... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ بات صاف صاف ہے۔ اسوقت تم نے فایدہ اُٹھایا تھا اب مجھے اُٹھانے دو۔ اگر تم آرجنٹائن والی اسکیم کو مدد دوگے تو میں تمہارا وہ خط تمہارے حوالے کردوں گی۔

رابرٹ۔ ایسی دغابازی، ایسی مکاری مجھ سے ہرگز نہیں ہوسکتی۔

مسنر۔ نہیں سر رابرٹ یہ خیال نہ کرو۔ ہر ایک کو اپنی زندگی میں یہ کھیل اول یا آخر کھیلنا ہی پڑتا ہے دیکھو سر رابرٹ اپنے آپ کو تباہی سے بچاؤ۔ خیال کرو کہ اگر میں تمہارا راز فاش کردوں تو کس قدر بدنامی ہوگی۔ صرف اتنا وعدہ کرلو کہ کل رپورٹ پیش نہ کروگے۔

رابرٹ۔ ناممکن ہے۔ میں ہرگز تمہارے کہے پر عمل نہیں کرسکتا۔

مسنر۔ ناممکن نہیں ہے۔ تم اسکو ممکن بنا سکتے ہو۔ اگر تم انکار کردوگے تو جانتے ہو میں کیا کرونگی میں کسی اخبار کے دفتر میں جاکر تمہارا خط پیش کردونگی اور تمام واقعات بتلادونگی۔ وہ لوگ جو اب تک تمہاری پرستش کررہے ہیں تم پر انگلیاں اُٹھانے لگیں گے تمہاری وقعت کسی کی نگاہ میں نہ رہے گی۔ تم ملک و قوم کے غدار سمجھے جاؤگے۔ خود تمہاری بیوی جب یہ سنے گی کہ تمہاری شہرت و دولت کی ابتدا کیا ہے تو تم سے نفرت کرنے لگے گی۔

رابرٹ۔ ٹھیرو! تم چاہتی ہو کہ کل میں رپورٹ پیش نہ کروں بلکہ آرجنٹائن اسکیم کی موافقت میں زبان کھولوں۔

مسنر۔ ہاں یہی میرے شرائط ہیں (صوفے پر بیٹھتے ہوئے)۔

رابرٹ (پست آواز میں) میں تمہیں ہر طرح روپیہ پیسے سے مدد دینے کو تیار ہوں۔

مسنر۔ نہیں سر رابرٹ۔ تم اپنے گذشتہ اعمال کو خریدنے کے لایق نہیں ہو۔

رابرٹ۔ تو میں ہرگز تمہاری بات نہ سنوں گا۔ ہرگز نہیں۔

مسنر۔ تم کو سننا پڑے گا۔ اور اگر نہیں سُنتے تو (صوفے سے اُٹھ کھڑی ہوتی ہے)

رابرٹ۔ (دہشت سے) ٹھیرو! ایک لمحہ کے لئے ٹھیرو۔ تم نے وعدہ کیا ہے کہ میرا خط واپس دیدوگی۔ کیا تم مجھے اس پر غور کرنیکے لئے ایک دن کی مہلت نہیں دے سکتیں۔

مسنر۔ نہیں! آپ کو ابھی قطعی جواب دینا ہوگا۔ آج شام تک مجھے دینا کو تار دینا ہے۔

رابرٹ۔ میرے اللہ۔ اس عورت کو میری زندگی میں کس نے دخیل ہونے دیا۔

مسنر۔ حالات نے (دروازہ کی طرف جاتی ہے)

رابرٹ۔ مت جاؤ۔ مجھے سب کچھ منظور ہے۔ میں کل رپورٹ پیش نہیں کرونگا۔

مسنر۔ شکریہ۔ مجھے پہلے سے ہی اُمید تھی کہ یہ معاملہ آسانی سے طے ہوجائے گا۔ ہاں تو سر رابرٹ

اب میری گاڑی منگوا دیجئے۔ مہمان رخصت ہوتے ہیں۔ مجھے بھی اجازت ہو۔ سر رابرٹ چلے جاتے ہیں۔ (مہمان رخصت ہونے ہیں۔ لیڈی چلٹرن اور لیڈی مارکبی باتیں کرتی ہوئی آتی ہیں)

لیڈی مارکبی۔ مسز شویلی آپ سر رابرٹ سے ملکر تو بہت خوش ہوئی ہونگی۔ وہ بہت دلچسپ اور عقلمند آدمی ہیں۔ اور خدا نے انکو بیوی بھی ویسی ہی عطا کی ہے۔ خدا حافظ بہنو! اب میں سوار ہوتی ہوں (جاتی ہے) سر رابرٹ گاڑی میں اُسے سوار کرانے جاتے ہیں)

مسز شویلی۔ لیڈی چلٹرن آپ کا دولت خانہ کتنا نفیس اور خوشنما ہے۔ مجھے یہاں آنے سے بےحد مسرت ہوئی خصوصاً آپ کے لایق شوہر سے ملکر۔

لیڈی۔ آپ میرے شوہر سے کیوں ملنا چاہتی تھیں

مسز۔ پھر کبھی کہوں گی۔ بات صرف اتنی تھی کہ آرجنٹائن کینال کے مسئلہ سے مجھے دلچسپی ہے اور میں نے آپ کے شوہر کو بھی اپنا ہم خیال بنالیا ہے۔ کل شاید وہ اس اسکیم کی موافقت میں پارلیمنٹ میں ایک لکچر دینگے۔ بہتر ہوگا اگر آپ ہم ملکر اس تقریر کو لیڈیز گیلری میں سنیں۔

لیڈی۔ آپ غلطی پر ہیں۔ میرے شوہر ہرگز آپکی رائے سے موافقت نہیں کر سکتے۔

مسز۔ اوہ۔ میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ اسکا تصفیہ ہو چکا ہے (شوخی سے) یہ ایک راز ہے آپکے شوہر اور میرے درمیان۔

سر رابرٹ۔ (داخل ہوکر) مسز شویلی آپ کی گاڑی دروازہ پر کھڑی ہے۔

مسز شاید۔ خدا حافظ۔ پھر ملوں گی (چلی جاتی ہے۔ لیڈی چلٹرن۔ پریشان ہوکر دیر تک اس کی جانب ٹکٹکی باندھے رہتی ہیں۔ پھر چلی جاتی ہیں) لارڈ گورنگ اور میبل چلٹرن باتیں کرتے ہیں)

میبل۔ کتنی خطرناک عورت ہے۔

گورنگ۔ مس میبل اب تم کو سو رہنا چاہئے۔ ابا جان نے گھنٹہ بھر پہلے مجھے سو رہنے کو کہا تھا۔ اب میں بھی یہی نیک مشورہ تم کو دے سکتا ہوں۔

میبل۔ لارڈ گورنگ! آپ بھی کس قدر عجیب آدمی ہیں کہ بلا تکلف مجھ پر حکومت کرنے لگے۔ میں ہرگز نہ سوؤنگی آؤ ذرا بیٹھکر باتیں کریں (سوفے پر بیٹھ جاتی ہے اور کشن کے پاس بروچ پڑا ہوا دیکھکر اٹھاتی ہے) اہا یہ بروچ کسی نے گرا دیا ہے۔ دیکھو کس قدر خوشنما ہے۔

گورنگ۔ لاؤ یہ بروچ مجھے دیدو۔ (جیب سے چرمی بکس نکالتا ہے اور اس میں رکھ لیتا ہے)

میبل۔ یہ تم کیا کر رہے ہو (تعجب سے)

گورنگ۔ (حیرانی و پریشانی سے) دیکھو مس میبل یہ بات ہرگز کسی سے نہ کہنا کہ بروچ میرے قبضہ میں ہے ہاں اس کے مالک کا پتہ لگانے کی کوشش کرنا اور پتہ لگنے پر مجھے اطلاع کرنا۔

میبل۔ حضرت آپ تو خاصے معما ہیں۔ اچھا خدا حافظ (چلی جاتی ہے) (لیڈی چلٹرن داخل ہوتی ہیں)

صالحات

از جناب مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ال ال بی

سنہ ۱۹۰۹ء میں ساتویں جماعت میں پڑھتا تھا۔ والد صاحب قبلہ نے مولانا راشد الخیری صاحب کی دو کتابیں "حیات صالحہ" اور "منازل السائرہ" مجھے پڑھنے کو دیں۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ طوطا مینا اور حاتم طائی کی کہانیاں پڑھتے پڑھتے ناول کی نوبت آگئی تھی۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، صالحات پہلا ناول ہے جو میں نے پڑھا۔ اپنی عمر کو دیکھتے ہوئے اب میں حیران ہوں کہ اس ناول نے میرے دل پر اُس وقت ایسا گہرا نقش کیا تھا کہ میں نے اس عمر میں بارہا اسے پڑھا اور کبھی نہ اُکتایا۔ خود میں نے پڑھا۔ دوسروں کو پڑھنے کے لیے دیا۔ ہر ایک پر اپنے دل کا سا اثر دیکھا۔ اس لیے یہ اُن کتابوں میں ہے جن کو میں نے لڑکپن سے عزیز رکھا اور عمر کے جانے کے ساتھ ساتھ اس کے لطف میں مطلق فرق نہیں آیا۔ انگریزی ناولوں میں میں نے جین آسٹن کے ناول پرائڈ اینڈ پریجوڈس (غرور و بدگمانی) کو ایسا پایا ہے کہ بار بار اس کے پڑھنے سے دل نہیں اُکتاتا۔ خود سر والٹر سکاٹ نے اس ناول کی اپنی ڈائری میں یہ تعریف لکھی ہے کہ آج میں نے اس ناول کو تیسری مرتبہ پڑھا اور نیا ہی لطف پایا۔

ناول صالحات جین آسٹن کے ناول سے محض دلچسپی کے لحاظ سے ہی نہیں ملتا بلکہ مولانا راشد نے کیرکٹر (سیرت) قایم کرنے میں وہی کمال دکھایا ہے جس کا مس جین آسٹن نے اپنے ناولوں میں اظہار کیا ہے اور جس کے لیے وہ چار دانگ عالم میں مشہور ہے۔ اسوقت مجھے یہ دیکھ کے کس قدر حیرت ہے کہ مجھے سنہ ۱۹۰۹ء میں یہ مطلق معلوم نہ تھا کہ مجھے اس زبردست مصنف کی اس کتاب پر ایسے وقت میں ریویو لکھنا پڑے گا جب یہ کتاب ناپید ہونے کے بعد بڑی ہی تمناؤں کے ہجوم میں دوبارہ شائع ہوگی۔ شکر ہے کہ مجھ جیسا ناچیز اُردو زبان کے ایک بلند پایہ اور مسلم الثبوت مصنف سے اسقدر وابستہ ہے کہ میں صالحات پر تنقید لکھنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

والد صاحب قبلہ نے یہ ناول دیتے ہوئے کہا تھا کہ اس ناول میں یہ دکھایا گیا ہے کہ سوتیلی ماں پہلی بیوی کی اولاد کے ساتھ کیسا بُرا سلوک کرتی ہے۔ چنانچہ اس ناول کا لب لباب یہی ہے۔ اس کا قصہ یہ ہے کہ سید کاظم سمرقند کے ایک عالی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا دادا نقل مکان کرکے لکھنؤ میں آیا اور سعد آباد کے دربار میں مُلازم ہو گیا۔ دولت و اقبال نے اس کی بلائیں لیں اور وہ خود اور اسکا بیٹا فارغ البالی سے یکے بعد دیگرے زندگی بسر کرتے رہے۔ چونکہ ان میں خاندان سے باہر شادی بیاہ کرنے کا رواج نہ تھا رئیس نے بیٹی مانگی۔ انکار پر اس نے انکو تنگ کیا اور افلاس نے انکو آگھیرا۔ سید کاظم کو سعد آباد چھوڑنا پڑا اور وہ حسن پور آیا۔ وہاں مسجد میں نماز پڑھائی۔ حسن قرات نے لوگوں کو گرویدہ کرلیا۔ انہیں امام کی ضرورت تھی۔ رئیس کے ہاں سفارش کی گئی جس نے انہیں معقول تنخواہ پر مُلازم رکھ لیا۔ سید کاظم مُلازم ہونے کے بعد گھر والوں کو بھی وہیں لے آیا۔ گھر میں یہ لوگ تھے۔ بیوی آمنہ۔ بہن ساجدہ۔ دو لڑکیاں صالحہ و عالمہ دو لڑکے ہاشم و ناظم۔ صالحہ کی عمر ۱۱ سال کی تھی اور بڑی نازوں کی پلی اور لائق و ہونہار تھی۔ گھر کا سارا انتظام اس کے ہاتھ میں تھا۔ نازپروردہ ہونے کی وجہ سے وہ نازک مزاج ہو گئی تھی۔ ایک مرتبہ ذرا سی بات پر بگڑ گئی تو سارے گھر کو اس کی خوشامد کرنی پڑی۔ ایک مرتبہ سخت بیمار پڑی تو سارا گھر گھبرایا گھبرایا رہا۔ اس کے غسل صحت پر بڑی بڑی خوشیاں منائی گئیں الہ آباد سے سید کاظم کی دوسری بہن شاہدہ بھی آئی آمنہ اپنے شوہر کی نہایت تابعدار بیوی تھی اور میاں اس پر دموں

دیوانہ تھا۔ اتفاق سے آمنہ کے بازو پر ایک دانہ نکل آیا۔ وہ اسقدر خطرناک ثابت ہوا کہ وہ بھلی چنگی چند ہی گھنٹوں میں چٹ پٹ ہوگئی۔ اس نے اس مرگ ناگہانی کو سنا سکتہ کی حالت میں رہ گیا۔ سارا گھر ماتم کدہ بنگیا۔ سب اپنی اپنی جگہ غم کی آگ پر لوٹنے لگے۔ بنا بنایا گھر اجڑ گیا۔ سید کاظم کو بیوی سے اسقدر محبت تھی کہ کھانا پینا چھوٹ گیا اور ہر وقت اسی کے خیال میں غرق رہنے لگا۔ صالحہ الگ غم میں مبتلا تھی۔ گھر علیحدہ تباہ تھا۔ شاہدہ الہ آباد سے آئی۔ کچھ عرصہ سوگواری میں رہ کے اس نے بھائی کی تباہی کو دیکھتے ہوئے اپنے شوہر سے بھائی کے نکاح ثانی کا مشورہ کیا۔ ابتدا میں وہ راضی نہ ہوا کیونکہ سید کاظم کی عمر اسوقت ۵۰ سال کی تھی۔ بعد میں اس نے سید کاظم سے جب نکاح ثانی کا ذکر کیا۔ تو وہ بھی بہت بگڑا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہدہ نے گھر کا انتظام چھوڑ دیا۔ صالحہ نے غم کی وجہ سے پہلے ہی گھر کے انتظام سے ہاتھ اُٹھالیا تھا۔ اب گھر تباہ ہونے لگا۔ روز ایسی باتیں ہونے لگیں کہ سید کاظم نے محسوس کرنا شروع کیا کہ اس گھر کو تباہی سے بچانا چاہیئے۔ دوسرے زمانہ نے اس کے زخم پر پھاہا رکھ دیا تھا۔ آخر اس نے بھی اپنے گھر کی اصلاح کا علاج نکاح ثانی ہی قرار دیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک خوبصورت اور نوجوان عورت تمیزن سے اس کی شادی ہوگئی۔ شاہدہ شادی کرا کے الہ آباد چلی گئی تمیزن نے آتے ہی میاں کو ہاتھ میں لے لیا اور نت نئی ترکیبوں سے اسے اس کی سابقہ اولاد اور بہن ساجدہ سے بالکل فرنٹ کرا دیا۔ ساجدہ غم میں مرگئی حاملہ کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور مرگئی۔ صالحہ ہاشم کاظم پر نہایت تشدد ہونے۔ انہیں کھانے کو نہ ملتا۔ سردیوں میں ململ کے پھٹے ہوئے کرتے میں سی سی کرتے پھرتے میاں بی بی کھانے عمدہ سے عمدہ کھاتے اور وہ تکا کرتے۔ گھر کا سارا کام کاج نوکروں کی طرح کرتے۔ بُری طرح پٹتے۔ تمیزن نے صالحہ کا نکاح اپنے شرابی بھائی زبردستی سے کرا دیا۔ وہ بُری طرح اُسے مارتا تھا۔ ایک روز شراب کے نشہ میں آ کے اتنا مارا کہ اسکا مغز پھٹ گیا اور وہ مرگئی نزع کے وقت وہ باپ کی شکل دیکھنے کے لیے تڑپنے لگی۔ کاظم باپ کو بلانے گیا۔ باپ سو رہا تھا۔ تمیزن مارنے کو دوڑی۔ وہ بھاگ آیا۔ اس موقع پر کاظم نے خواب دیکھا جس میں اسے دوزخ و جنت کے مناظر دکھائے گئے۔ جنت کے دروازہ پر آمنہ کھڑی تھی ایک طرف سے ایک پالکی میں بڑی دھوم دھام سے صالحہ آ رہی تھی۔ صالحہ نے باپ کو دیکھ کے اس کی طرف آنا چاہا۔ آمنہ نے اسے روک دیا اور خود کاظم کو اس کے مظالم یاد دلائے کہ میری خدمتگذاری کا تم نے یہی صلہ دیا کہ دوسری بیوی کی محبت میں میری اولاد پر چارچوٹ کی مار پڑی۔ انہیں طرح طرح سے ستایا گیا۔ صالحہ کو اس بُری طرح سے پیٹا گیا۔ مگر آج جنت میں اسکا انتظار ہو رہا ہے۔ کاظم خواب سے بیدار ہوا بیٹی کے گھر کی طرف گیا تو واقعی اسے مرا پایا۔ اسوقت اس کی آنکھیں کھلیں کہ واقعی صالحہ اس کے مظالم سہنے کے لیے چند روز کی مہمان تھی۔ اسے ایسا دھکا لگا کہ تیسرے دن خود بھی مرگیا۔ شاہدہ ناظم و ہاشم کو اپنے ساتھ الہ آباد لے گئی تمیزن نے اپنے جفاؤں کے نتائج اسی دُنیا میں برداشت کر لیے اور اسکا انجام بہت بُرا ہوا۔

سیرت نگاری میں مولانا نے کمال کر دیا ہے۔ ہر کیرکٹر علیٰحدہ پہچانا جاتا ہے۔ آمنہ کو "سیدھی سادی عورت بھولی بھالی سیدانی کچھ اینچ پینچ" نہ سمجھنے والی بیوی دکھایا ہے۔ کئی واقعات ایسے دکھائے گئے ہیں جن میں آمنہ کا بھولپن اور سادگی نمایاں ہو جاتی ہے۔ صالحہ کے غسل صحت پر محلہ کی عورتوں نے آمنہ کو تنگ کیا کہ ایسے خوشی کے موقعہ پر ناچ رنگ ضرور ہونا چاہیئے۔

"اس نے دیکھا کہ یہ چوٹی کی رئیس زادیاں بڑی بڑی امیر زادیاں اور مجھ سے درخواست کریں جھٹ راضی ہوگئی اور وعدہ کرلیا۔ آمنہ نے اقرار تو کرلیا لیکن اس بات کا خیال بھی نہ رہا کہ پورا بھی کرسکوں گی یا نہیں۔ خیال آجاتا تو شاید شبہ پڑ جاتی مگر وہ بے انتہا خوش تھی اور سمجھتی یہ تھی کہ میاں بھی سن کر خوش ہی ہوگا۔"

اس کے بعد آمنہ جو گفتگو ایمان سے اس بارے میں کرتی ہے وہ بالکل اس کے سادہ اور باتصنع مزاج کے مطابق ہے۔ میاں بیوی میں کچھ دیر حیص بیص ہوتی ہے۔ آخر نتیجہ یہ نکلا۔

"آمنہ ایسی نیک بی بی تھی کہ خدا تمام جہان کو ایسی بیوی نصیب کرے۔ نام ہی کی سیدانی نہ تھی جیسی اسکی ذات تھی ویسے ہی اس کے گن بھی تھے۔ جواب دینا کیسا اس نے کبھی خاوند سے دل کھول کر بات تک کی ہی نہیں۔ آج بھی صالحہ جیسی بیٹی کا غسل صحت تھا جو وہ اسقدر آزادانہ گفتگو کر سکی ورنہ سید کاظم بیچارے کو تو ارمان ہی رہا کہ کبھی بیوی اپنی طرف سے کسی چیز کی خواہش کرے مگر وہ ایسی نیک بندی تھی کہ چھ بچوں کی ماں ہو گئی اور کبھی آزادانہ میاں سے گفتگو نہ کی۔ جس بیوی نے بلا ضرورت خاوند سے بات تک نہ کی ہو اس سے کیا امید ہو سکتی تھی کہ خاوند کی ایسی پر اثر تقریر کے بعد زبان ہلائے"

آمنہ ایک نیک اور صالح بی بی کی عمدہ مثال پیش کرتی ہے۔ جب صالحہ کے غسل صحت کے لیے جوڑے تیار کیے جاتے ہیں تو آمنہ اپنی بڑی نند ساجدہ کے متعلق کہتی ہے۔

"اچھا تو تم پہلے آپا ہی کے کپڑے لکھو یہ سب سے بڑی ہیں۔ ان ہی سے شروع کرو"

کپڑے لکھوانے کا یہ باب مسلمانوں کی خانگی معاشرت کا ایک سچا نظارہ ہے۔ گفتگو کا ایک ایک لفظ قدرتی اور تصنع سے مبرا ہے کپڑے خریدنے کا ذکر کیا ہی برجستہ ہے۔

"صبح اٹھ کر سید کاظم نے نماز سے فارغ ہوتے ہی بازار کا ارادہ کیا۔ ساتھ ہی خیال آیا کہ عورتوں کے جھگڑے میں پڑنا مفت کی زحمت ہے۔ کوئی چیز پسند آئے گی کوئی ناپسند ہو گی۔ ایک واپس کرو ایک لاؤ۔ اسکو پھیرو اسکو بدلو۔ یہ کم ہو گئی۔ وہ زیادہ۔ اس میں یہ عیب ہے اس میں وہ نقصان ہے۔ ایک میں یہ خرابی ہے۔ ایک میں یہ برائی ہے۔ بیسیوں پھیرے کرو۔ روپیہ کا روپیہ صرف کرو اور مفت کی ٹانگیں توڑو یہ کس خدا نے بتایا ہے۔ اس جھگڑے میں پڑنا مفت کا سودا مول لینا ہے۔ واپس کرو تو دکاندار ناک بھوں چڑھاتا ہے نہ واپس کرو تو بیوی بگڑتی ہیں۔ مال کا نقصان جان کا خلجان۔ بیوقوف بنے وہ نوکن میں۔ اس سے بہتر یہ ہی ہے کہ یہ جانیں اور ان کا کام۔ بزاز، درگوٹے والے کو بلا کر دروازے پر بٹھا دیا"

غرض صبح سے دوپہر تک یہ رنگ دروازہ پر بیٹھے رہے۔ بعد از خرابی بسیار۔

"تین بجے کے قریب جا کر بزاز اور گوٹے والے کو چھٹکارا ہوا۔ ادھر سید کاظم نماز پڑھا کر آکر بیٹھا ہی تھا کہ ادھر دونوں نے پانسو روپیہ کا حساب آگے ڈالدیا وہ اپنی دانست میں زیادہ سے زیادہ دو سو کا، آنکے ہوئے تھا۔ پانسو کی میزان دیکھ کر آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ان کو تو یہ کہہ کر رخصت کیا کہ شادی کے بعد بیباق کر دونگا اور آپ جھنجھلایا ہوا گھر میں آیا۔ بیوی کو دیکھا تو سینکڑوں قسم کا کپڑا اور مصالحہ آگے رکھے ہوئے دکان کھولے بیٹھی ہیں اور ایسی خوش ہیں گویا ہفت اقلیم کی بادشاہت ہاتھ آگئی۔ صحن ہی میں تھا کہ ادھر سے ناظم ادھر سے ہاشم اپنا اپنا کپڑا لے کے دوڑے ایک اپنی اچکن کا دکھانے لگا دوسرا اپنے کوٹ کا۔ انکی تعریف کرنی پڑی۔ لڑکوں سے فرصت ہوئی آگے بڑھا اندر پہنچا۔ بیٹھنے بھی نہ پایا تھا کہ بیوی نے ایک ریشمین ٹکڑا آگے ڈال کر کہا دیکھو کیسا خوبصورت کپڑا نکلا ہے۔۔۔۔۔ سید کاظم اس خیال سے اندر آیا تھا کہ پانسو کی باز پرس کروں مگر اول تو بچوں کی خوشی ہی نے اس خیال کو کمزور کر دیا رہا سہا بیوی کی اس گفتگو نے بالکل ہی زائل کر دیا۔ غصہ اور خفگی گئی گذری ہوئی۔ بیوی کی بدمزگی کا ملال باقی رہ گیا گئے تھے ناز بخشوانے روزے گلے پڑے۔ بہزار دقت دخوشامد بیوی کو رضامند کیا۔ آئندہ کے واسطے کان پکڑا اور باہر چلا آیا"

قابل مصنف نے پچیس سال کے بعد کتاب کے چھپنے کی معذرت میں لکھا ہے کہ" اس عرصہ میں مسلمانوں کی معاشرت

بہت کچھ بدل گئی اور آج مسلمان لڑکیوں کا ایک گروہ...... ان واقعات کو محض فسانہ سمجھ رہا ہے۔" میرے نزدیک معاشرت اب بھی وہی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اب آمنہ جیسی نیک بیویاں اور صالحہ جیسی اولاد نہیں ملتی گویا طرز ماندوبود وہی ہے البتہ عادات و خصائل میں فرق ہو گیا ہے ۱۹۳۰ء کے بعد بھی صالحات کا ایک ایک صفحہ ہماری عائلی زندگی کی سچی اور بالکل صحیح تصویر ہے۔

ایسی نیک بیوی کے بعد تمیزا جیسی بیوی سید کاظم کے پلے پڑتی ہے۔

"۲۵ برس کی لڑکی ہو گئی تھی بلکہ ایک حساب سے تو جوانی ڈھل چکی تھی مگر کوئی ڈھنگ کی بات نہ پڑتی تھی۔ ...... تمیزا کے ماں باپ کو اپنی تقدیر سے اتنی امید نہ تھی اور سچ یہ ہے کہ ان کا قیاس درست بھی تھا۔ کہاں سید کاظم سینکڑوں ہزاروں کا آدمی کہاں بچاری تمیزا کہ ماں باپ کو پانی پینے کا کٹورا بھی نصیب نہیں۔ وہاں سیروں گھی ماماؤں کے پیٹ میں اترے یہاں پیٹ بھر کر روٹی بھی میسر نہ ہو .... زیادہ کھیڑا تو تھا ہی نہیں ظہیر وکیل اور دو آدمی گواہ ہو گئے دو ہزار روپیہ مہر مؤجل پر آمنہ کے خاوند صالحہ کے باپ جامع مسجد کے امام سینپورے کے عالم سید کاظم کا نکاح بی بی تمیزا کے ساتھ پڑھا دیا گیا۔ ہمیشہ رہے نام اللہ کا۔"

اس موقع پر آمنہ اور تمیزا کا فرق بھی ملاحظہ کے قابل ہے:۔

"سید کاظم دیکھے ہوئے تھا آمنہ کی حالت وہ بچاری چار بچوں کی ماں بیس برس کی بیاہی آٹھ آٹھ دن بھی سر گوندھنے کی فرصت نہ ہوتی تھی۔ پاجامہ ہے وہ چکٹ کرتہ ہے وہ چرا۔ دوپٹہ ہے وہ تیل کبھی ننگے سر اور کبھی ننگے پیر۔ عاملہ کو تھپک کر اٹھی تو ہاشم چیخ اٹھا۔ اسکو لپیٹ کے سلایا تو ناظم رونے لگا۔ کیسی چوٹی اور کس کی کنگھی کہاں کا سرمہ اور کس کا کاجل۔ اسکا زیور کپڑا زیبائش حسن بناؤ سنگار یہ چار بچے تھے اب نظر آئی تمیزا۔ گورا رنگ کتابی چہرہ بڑی بڑی آنکھیں پتلے پتلے ہونٹ، اول تو خود خوبصورت پھر بنی ہوئی دولہن۔ پھولوں کی خوشبو عطر کی مہک کپڑے کی پھبن دیکھتے ہی لٹو ہو گیا۔"

تمیزا نے اس گھر میں قدم رکھتے ہی اپنا مشن یہ قرار دیا:۔

"عورت تھی چلتی ہوئی میاں کو ایسا مٹھی میں کیا اور وہ سکہ بٹھایا کہ غلام ہو گیا۔ غریب تھی مگر ہوشیار۔ سیدانی تھی لیکن مکار۔ گھر میں قدم رکھتے ہی سوچ چکی تھی کہ سب سے پہلا کام میاں کا قبضہ میں کرنا ہے۔ آدمی سیدھا معلوم ہوتا ہے۔ اسکا رام کرنا کونسی بڑی بات ہے البتہ ذرا سا کھٹکا ان چار موذیوں کا ہے۔ مگر جہاں میاں زیر ہوا بس اس کے ساتھ ہی انکو بھی مار لیا۔ خدا نے اسکو کامیابی دی۔ جو چاہتی تھی وہ ہو گیا۔ جو مانگتی تھی وہ مل گیا۔ میاں تو ایسا مرید ہوا کہ بچوں کا خیال بھی نہ رہا۔ صالحہ دو دو روز سامنے نہ آتی اور وہ پوچھتا تک نہیں۔ لڑکے غلاموں کی صورت پھرتے دیکھتا اور منہ پھیر لیتا۔"

آہ! کیسی جگر پاش تصویر ہے۔ دوسری بیوی گھر میں آتے ہی عموماً سوکن کی اولاد کے لئے یہی پروگرام طیار کرتی ہے اور اس میں وہ بالکل اسی طرح کامیاب ہو جاتی ہے۔

"تمیزا کے حسن و جمال اور ناز نخرے کا یہ اثر ہوا کہ میاں گھر میں ہی رہنے لگے۔ امامت کے فرائض سے غافل رہنے لگے۔ لوگوں نے بدظن ہونا شروع کر دیا اور نئے امام کی تلاش ہوئی۔ حسن اتفاق سے کاظم کو اسکا علم ہو گیا اور وہ سنبھلا۔ لیکن اس سنبھلنے کا نتیجہ یہ ہوا کہ سردیوں میں عالم ضعیفی میں وقت بے وقت کے نہانے سے پسلی میں درد ہوا اور سخت بیمار پڑ گیا۔ آمنہ کی وفاداری کے بعد تمیزا کی خیر خواہی ملاحظہ ہو:۔

"گیارھویں روز سید کاظم کی حالت دیکھ کر صالحہ کو بھی اسکی زندگی سے مایوس ہونا پڑا۔ روتے روتے دونوں آنکھیں سوج گئیں۔ باپ کے چہرے کو دیکھ دیکھ کر دل اندر سے اُمڈا چلا آتا تھا کبھی اس کے ہاتھ کو پیار کرتی تھی اور کبھی اس کے پاؤں پر منہ اور آنکھیں ملتی تھی۔ اُدھر اُدھر ہاشم ناظم کھڑے رو رہے تھے اور بیچ میں کاظم پلنگ پر بیہوش پڑا تھا۔ تمیزا کو اپنے بناؤ سنگھار ہی سے فرصت نہ تھی کہ آکر میاں کی حالت دیکھتی۔ دونوں کی دونوں (تمیزا اور اسکی خالہ۔ پری نگار) باہر بیٹھی ٹھٹھے مارا کرتی تھیں۔ کیا کم بخت عورت تھی۔ میاں کی یہ کیفیت ہو گئی مگر پھر بھی اپنے جوبن کو نہ مرجھانے دیا۔ بیوہ ہونے کا یقین تھا مگر سہاگن بننے کے شوق میں کمی نہ تھی۔ وہی صبح اُٹھ کر کنگھی چوٹی سرمہ کاجل پان مسی کرنا اور ناشتہ پر بیٹھ جانا۔ وہ سمجھ چکی تھی کہ بڈھا چند روز کا مہمان ہے۔ اسکی آنکھ بند ہوئی اور میں نے گھر کو آگ لگائی۔ چار پانچ ہزار کی رقم دبائے بیٹھی ہوں۔ روٹی کا اللہ مالک ہے ...... منتظر تھی کہ کب میاں کا دم نکلے کہ عدت میں بیٹھوں اور فارغ ہو ہوا کے اپنے گھر جاؤں۔ سید کاظم کے مرنے کا اسکو اس درجہ کا یقین ہو چکا تھا کہ اسکی زندگی وبال معلوم ہوتی تھی۔ روز رات کو یہ سوچکر سوتی تھی کہ صبح انشاء اللہ مرا ہوا پاؤنگی مگر جاں صبح اُٹھی دیکھا تو میاں زندہ۔ سید کاظم کو زندہ دیکھ کر تمیزا مردہ ہوئی جاتی تھی۔ سید کاظم مرتا تھا نہ تمیزا زندہ ہوتی تھی۔"

سید کاظم تندرست ہوا تو تمیزا کی عیاری رنگ دکھاتی ہے۔

"ہوشیار ہو کر دیکھا تو سب سامان غائب . . . . جتنا سید کاظم تندرست ہوتا جاتا تھا صالحہ علیحدہ ہوتی جاتی تھی اور تمیزا تیمار دار بنتی جاتی تھی . . . . . تمیزا نے ایسی حرام خوری پر کمر باندھی تھی کہ سید کاظم کے دریافت کرنے سے پہلے ہی کہدیا میں تمہاری بیماری میں رہی۔ خالہ بیچاری میرے ساتھ لگی۔ صالحہ کی غفلت سے گھر میں چوری ہو گئی۔ تمیزا کا فرمانا سید کاظم کی نگاہ میں حدیث و قرآن تھا۔ جو بیان کر دیا اور جو لکھدیا سب درست و صحیح"

جو مظالم تمیزا نے صالحہ اور اس کے بھن بھائیوں پر خود سید کاظم کے ہاتھوں تڑوائے انکی ایک جھلک دکھانے کیلئے بھی پتھر کا کلیجہ چاہیئے۔ اس کتاب کی جان صالحہ ہے۔ کتاب پڑھنے والا اسکی خوشی سے خوش اور اس کے غموں سے غمگین ہو جاتا ہے۔ وہ خود قصہ کا جزو بن جاتا ہے۔ طرح طرح کی مصیبتیں اس پر ٹوٹتی دیکھتا ہے اور کلیجہ پکڑ کے رہ جاتا ہے۔ میں نے سنہ ۱۹۰۳ء میں یہ کتاب اپنے ماموں صاحب کو پڑھنے کے لئے دی۔ اُنہوں نے صبح سے شام تک اُٹھتے بیٹھتے دیوار سے لگ کے کھڑے ہو کے یہ کتاب ختم کر ڈالی۔ پڑھتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے کہ کیسا عجیب مصنف ہے کہ دل جلائے ہی جاتا ہے کہیں دلکو ٹھنڈک نہیں پہنچاتا۔ تمیزا کے مختصر انجام سے انہیں مطلق اطمینان نہیں ہوا۔

بہرحال صالحہ کا قصہ درد انگیز و دلخراش مرثیہ ہے۔ آدمی پڑھتا ہے اور آٹھ آٹھ آنسو روتا ہے۔ بچپن میں بھی روتا رہا ہوں اور اب دنیا کے معاملات میں سمجھنے کے بعد بھی رونے لگتا ہوں۔ مولانا راشد صاحب کا یہ پہلا زور قلم ہے اور قیامت ہے مصورِ غم کا خطاب انہیں بہت بعد میں ملا۔ یہ کتاب انکا ماسٹر پیس ہے۔ میں کہنے کے لئے تیار ہوں کہ اس پہلی ہی کتاب میں اُنہوں نے قلم توڑ دیا۔ افسوس یہ تھا کہ یہ کتاب ناپید ہو گئی تھی۔ اب بڑی کوششوں کے بعد دوبارہ شائع ہوئی ہے۔ لوگ دیکھیں گے اور کہیں گے کہ مولانا اس سے بہتر کتاب لکھ سکے ہیں اور نہ شاید آئندہ لکھ سکیں۔ اس کتاب کا ناپید ہونا اردو علم ادب کے لیے ایک سانحہ روح فرسا تھا اور اب اسکا دوبارہ نمودار ہونا ایک احسان ہے۔ شکر ہے کہ مولوی رازق صاحب کو میں نے اس کے لیے بہت دق کیا کہ وہ اسے ضرور چھاپیں۔ صالحہ کیا تھی۔ سنیئے:-

(۱) "گھر کے تمام کام کاج کی کرنے دھرنے والی ایک وہی تھی۔ صبح اُٹھ کر جو ان جھگڑوں میں پڑتی تو اللہ کی بندی کو کولھو کے بیل کی طرح تمام دن پلتی۔ ماما ئیں تک دوپہر کو تھک کر پڑ جاتیں مگر اسکو چین سے بیٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ ماما نے خفا ہو کر آٹا تو ہاشم کچھ لے بھاگا۔ اسکی طرف متوجہ ہوئی تو ناظم نے کوئی چیز بگاڑ دی۔ اس پر بگڑ رہی تھی کہ ماما نے کچھ توڑ ڈالا۔ اسی ہائے ہائے میں شام ہو جاتی اور پھر بھی ایک آدھ کام دوسرے دن کے لیے پڑا رہ جاتا۔"

(۲) "گرمی کے دنوں میں ایک روز صبح اُٹھتے ہی صالحہ نے ماما سے کہا کہ پرسوں سے سر دھونے کو کہہ رہی ہوں دیکھو کیسے میلے کپڑے

ہوگئے ہیں دیکھنے سے بھی گھن آتی ہے۔۔۔ ماما نے آنولے پیسے منہ دھونے دہی بیٹھے بیٹھے سر میں ڈالے۔ نہانے کا ارادہ کر رہی تھی کہ سید کاظم نے آکر کہا کہ آج مرزا غلام امام یہیں کھانا کھائیں گے۔۔۔۔ کیا سعادتمند لڑکی تھی ایسی بیٹی خدا سب کو دے۔ سر میں آنولے پڑے ہوئے اور کپڑے چکٹ، گرمی اس پر باورچی خانے کی، یوں ہی تھی کہ یوں ہی دم نکلا جاتا تھا کھلے ہوئے بال وبال معلوم ہو رہے تھے، تیل کاٹے کھاتا تھا۔ سر پہاڑ معلوم ہو رہا تھا مگر جانتی تھی کہ اگر کھانے میں ذرا کسر رہ گئی تو مفت کی ندامت ہوگی اسی طرح باورچی خانہ میں گھس گئی۔۔۔ جب تک سب کھانا تیار ہوا کیا مجال جو دم لیا ہو۔ بارہ بجے کے قریب کھانا ہوا۔ دیتے دلاتے کھاتے پیتے ایک بج گیا کھانے سے فارغ ہوئی تو دو کا عمل تھا ذرا لیٹ گئی۔ لیٹتے ہی آنکھ لگ گئی۔ سو کر اٹھی تو چار بج چکے تھے۔۔۔۔ اٹھی وضو کیا نماز پڑھی۔ پڑھ چکی تو ماں نے کہا صالحہ کیا آفت ہے صبح سے سر میں آنولے پڑے ہوئے ہیں۔۔۔ جاؤ پہلے نہالو۔۔۔۔ ماما نے پانی رکھا سر دھلایا!"

(۳) "مغلانی کو اس پٹھے کے تیار کرنے میں دو روز لگے تھے۔ صالحہ نے اسکو دیکھا اور سر نہایا اور آٹھ ہی دن میں اس غضب کا پٹھا بنایا کہ جس نے دیکھا عش عش کرنے لگا۔ صالحہ کی عقلمندی ہوشیاری سگھڑاپا سلیقہ شعاری دیکھ دیکھ کر بڑی بیگم صاحبہ دل ہی دنگ ہوئی جاتی تھیں پٹھے کو دیکھ کر بالکل لوٹ پوٹ ہو گئیں۔ آمنہ سے کہنے لگیں۔ بیوی لڑکی تو ماشاء اللہ دسوں انگلیاں دسوں چراغ ہے۔ بڑا نصیب اس ساس کا جس کی بہو صالحہ ہو اور اچھے بھاگ اس میاں کے جس کی بیوی صالحہ ہو۔ میں نے بھی آج تک سینکڑوں لڑکیاں دیکھیں امیر بھی غریب بھی مگر خدا کی قسم جو تمہاری بیٹی کی برابری کرتی ہوں۔

(۴) صالحہ پھول نینی کی لڑکی گیارہ برس ہی کی تھی لیکن عقل کی رہنمائی اور ذہن کی رسائی سے وہ باتیں کرتی تھی کہ دیکھنے والوں کی عقل دنگ رہ جاتی۔ اس برس کی لڑکی کی کیا بساط مگر سارے گھر کا کام دھندا اسی کے اوپر تھا کسی کو خبر بھی نہ ہوتی تھی کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے ۔۔۔ صبح کی نماز اور ایک سپارہ پڑھ کر جو باورچی خانہ میں گھستی تو گیارہ بج جاتے۔ گھر میں ماشاء اللہ اتنے آدمی تھے مگر کیا مجال جو کوئی چولہے کے پاس جا کر بھی پھٹکے۔۔۔۔۔ ایک اکیلی بچی کا اتنے بڑے گھر کو سنبھالنا آسان بات نہ تھی۔۔۔۔ بلکہ جو کام تھا وہ قرینے کا اور جو بات تھی وہ ڈھنگ کی۔ ہر شے وقت پر تیار۔ ہر چیز ضرورت پر موجود۔ محنتی منتظم رحمدل بات کی پوری زبان کی میٹھی۔ مائیں تک جان نثار کرتی تھیں۔"

یہ تھی صالحہ۔ ماں باپ کو اسقدر پیاری تھی کہ اسکی کسی غلطی پر کبھی کسی کے ماتھے پر بل نہ پڑتا۔ ایک مرتبہ معمولی سی بات پر دل ہی دل میں کڑھی تو سارے گھر سے خوشامد کروالی تو منی۔ ایک مرتبہ سخت بیمار ہوئی سارے گھر میں کہرام مچ گیا۔ غسل صحت کی اسقدر خوشی منائی گئی کہ گویا کیا برات کی دھوم ہوگی۔ لیکن ماں کے غم نے اسکو ادھ موا کر دیا۔ وہ غم کیا تھا۔

" آمنہ کے مرنے سے تمام گھر کی خاک اڑ گئی جو جس کی سمجھ میں آتا تھا وہ کرتا تھا۔ گھر کی مختار گھر والی بڑی بوڑھی جو کچھ سمجھو دیکھو ایک صالحہ تھی۔ اسکو ماں کے مرنے کا جسقدر رنج ہوتا وہ تھوڑا تھا۔ دن رات دیواروں سے ٹکریں مارتی تھی چیختی تھی پیٹتی تھی روتی تھی اور بلبلاتی تھی۔ اسکو اسی سے فرصت نہ تھی کہ گھر کی طرف رخ کرتی۔۔۔۔۔ جس دن سے ماں مری تھی دونوں لڑکوں کو شام کا کھانا ڈھنگ سے نصیب نہ ہوا کبھی کچا کبھی پکا مل جاتا تھا۔ کبھی مانگتے مانگتے سو جاتے تھے۔۔۔۔ سب سے زیادہ قابل رحم حالت چھوٹی بچی کی تھی۔ دن بھر اماں اماں کہہ کر پکارتی تھی اور رات کو جہاں جگہ مل جاتی اکیلی پڑ رہتی۔ کسی کے پاس جاتی تھی نہ کسی کے ساتھ سوتی تھی اس کے سو جانے کے بعد صالحہ اس کے پاس جا لیٹتی تھی مگر ذرا ہاتھ یا پاؤں لگا اور اسنے چیخنا شروع کیا۔ راتوں کو سوتے سوتے اٹھ بیٹھتی اور اماں اماں کہہ کر روتے روتے صبح کر دیتی۔۔۔۔ صالحہ زندگی سے بیزار تھی مگر اسکی خدمت سے باہر نہ تھی۔۔ صالحہ کے سوا سب تنگ آ گئے تھے سب کی نیند خراب ہوتی تھی۔ جہاں اسنے آواز نکالی اور برا بھلا کہنا شروع کیا۔ ایک دفعہ تو پھوپی بھتیجیوں کی ہوتے ہوتے رہ گئی۔ شاہدہ جاگ رہی تھی کہ وہ اٹھ بیٹھی اور رونا شروع کیا۔ شاہدہ بولی۔ بس رات ہوئی اور تیرا چرخہ چلا۔ سونے کا بھی تو حکم نہیں ہے۔ صالحہ نے کہا اپنی خوشی تھوڑا ہی روتی ہے خدا نے مصیبت ہی ایسی ڈالدی۔ آج کیا تمام عمر روئے گی!"

اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر برباد ہو گیا۔ لڑکے آوارہ ہو گئے۔ سارے کپڑوں کو کیڑے لگ گئے۔ چیزیں گھر سے اڑنے لگیں ماماؤں نے ہاتھ رنگنے شروع کر دیے۔ باپ نے ایک مرتبہ جی کڑا کر کے صالحہ کو صبر کی تلقین کی اور گھر کی طرف متوجہ کیا۔ اسکی مخلصانہ نصیحت کا اثر ہوا اور صالحہ نے گھر کے انتظام کی طرف متوجہ ہونا شروع کیا لیکن اس کی پھوپی شاہدہ نے جو ایک بلا کی عورت تھی دل میں ٹھان لی تھی کہ شادی بغیر یہ گھر سنبھلنا مشکل ہے اس نے اپنی کیا دی سے آخر بھائی کو شادی پر رضامند کر ہی لیا۔ صالحہ کے دل کی حالت خدا ہی کو معلوم ہے جب اس نے باپ کو اس طرح ہاتھوں سے جاتے دیکھا۔ اس کے ہاتھوں سے اس کی مری ماں کے کپڑے اور زیور نئی بیوی کے لئے منگوائے گئے۔

" پھوپی سے کنجیاں لیں قفل کھولا۔۔۔۔۔۔ صندوقچہ کھولا۔ کھولنا تھا کہ اوپر ہی ماں کی مشتی رکھی ہوئی دکھائی دی۔ آنسو آنکھوں

سے نکالی اور رونے لگی۔ پسینہ میں ڈوبی ہوئی عطر کی خوشبو کا ناک میں پہنچنا تھا کہ جی بھر آیا۔ دل تڑپ رہا تھا کلیجے پر چھریاں چل رہی تھیں مگر اللہ غنی کیا صابر لڑکی اور ضابط بیٹی تھی کہ آواز نہ نکالی ایک ایک چیز نکالتی جاتی تھی اور دیکھتی جاتی تھی۔ روتی جاتی تھی اور رکھتی جاتی تھی۔۔ ۔۔۔ صالحہ کی حالت دیکھکر بے اختیار دل سے یہ دعا نکلتی ہے الٰہی بچے ایسا تو بچوں والی تک نہ دیکھ راحت جان بچے وبال جان ہو جاتے ہیں۔ ۔۔۔۔ چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ ایک رنگ آرہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ باپ بھی دیکھ رہا تھا اور دونوں پھوپیاں بھی سامنے بیٹھی تھیں مگر کس کی بکری اور کون ڈالے دانہ گھاس یہ وہ وقت تھا کہ دونوں پھوپیاں اسکو تسکین دیتیں تسلی کرتیں تشفی کرتیں مگر (خدا ان کی ارواح کو نہ شرمائے) دونوں کی گردن پر عذاب رہا۔"

یہ وہی سید کاظم تھے جو نکاح ثانی کے مخالف تھے اور بہنوئی نے بہن کی فرمایش سے اسکی تجویز کی تو اسکا منہ نوچنے کو طیار ہو گیا ہر وقت بیوی کے غم میں مبتلا۔ سوکھ کے کانٹا ہو گیا۔ بیٹی کا عاشق لیکن گھر کی خراب حالت نے آخر اسے چونکا دیا۔ اسمیں شک نہیں اس قلب ماہیت کی ذمہ دار شاہدہ اور صرف شاہدہ تھی۔ اسنے اپنی غفلت سے گھر کو ایسے بدتر بنا دیا تاکہ بھائی کے دل میں کبھی تو خیال آئے۔ آخر وہ کامیاب ہوئی اور بھائی نے پہلے تو صالحہ کو نصیحت کی اس بیچاری پر اسکا اثر بھی ہونے لگا تو شاہدہ کی عجلت نے اپنا کام کیا چنانچہ بھائی گھر کی بد انتظامی کے دو ایک نئے واقعات دیکھ کے شادی کرنے پر اتر آیا۔ اب یہی سید کاظم ہر وقت نکاح ثانی کے خیال میں مستغرق رہتے۔ نکاح کا ذکر دل خوش کن ہو گیا۔ یہی چاہتے کہ ہر ایک اسی کا ذکر کیئے جائے۔ بے شک صالحہ کی بے صبری کی یہ قدرتی سزا تھی کہ جسنے ماں کے مرنے کے بعد گھر کی طرف آنکھ اٹھا کے دیکھنا گناہ سمجھ لیا وہ باپ کے نکاح ثانی کے خیالات کی آریاں دل پر چلنے دے اور آخر میں اس غفلت کا یہ نتیجہ بھگتے کہ آئی مگر آئی نے۔ پہلے کپڑوں میں رہے۔ ایک ٹکے سے پھٹے ہوئے کہتے میں کرکرا نے جانتے تہجد کے وقت سے اٹھ کے گھر کے کام کاج میں ایسی لگتے کہ رات کے گیارہ بج جائیں۔ اسپر روکھی سوکھی ملے۔ ہاتھ میں مٹی ہلدی پر چڑی۔

"غم کا پتلا پہلے ہی بنی ہوئی تھی۔ اس مصیبت نے بالکل تپلا مال کر دیا۔ محنت پڑی اتنی زیادہ روٹی پیٹ بھر کر نصیب ہوئی نہیں۔ پندرہ ہی دن میں بالکل مردہ ہو گئی۔ مگر اللہ اکبر کیا صبر کی لڑکی تھی۔ باسی روٹی ملی تو خدا کا شکر کیا اور کھالی۔ چٹنی ملی جب، روکھی ملی جب، ملی جب نہ ملی جب سب طرح شکر گذار رہی۔"

بچوں کی حالت ملاحظہ ہو اور تمیز آ کی شقاوت بھی:

"نوکروں سے بدتر سالن اور ماؤں سے بڑی روٹی ملنے لگی۔ کس کا بچھونا اور کیسی چارپائی۔ کیسا لحاف اور کیسی رضائی۔ بارہ بجے کے بعد صبح کو اور دس بجے رات کو کھانا نصیب ہوتا۔ سب بیٹھے کھاتے اور بچے منہ تکتے۔۔۔۔۔ خدا کی مار تمیز آ کو کہ آمنہ کے پیاروں سے برتن منجوائے مصالحہ پسوائے، آگ سلگوائی پھر بھی دل ٹھنڈا نہ ہوا۔۔۔۔۔ دونوں میاں بیوی سامنے بیٹھے ناشتہ کرتے کھانا کھاتے مٹھائیاں اڑاتے اور بچے بیٹھے منہ دیکھا کرتے۔ تمیز آ ہر وقت منتظر تھی کہ کونسی مبارک گھڑی ہوگی کہ بچے میرے گھر سے غارت ہونگے۔ دعائیں مانگتی تھی۔ منتیں مانتی تھی کہ خدا اس آفت کو گھر سے ٹالے مگر بچے وہ بد نصیب بچے تھے کہ ان کا کوئی مرتا جیتا ددھیال ننھیال میں تھا ہی نہیں۔۔۔۔۔ ایک پھوپی ضرور موجود تھی مگر یہ اسی کا فساد تھا کہ آمنہ کی اولاد کو یہ وقت دیکھنا پڑا۔"

ناظم کو جس بہانہ سے تمیز آ نے کاظم کے ہاتھ سے پٹوایا ہے کلیجہ کھڑا ہوتا ہے۔ آہ کیا دردناک تصویر ہے۔

"بھائی بے قصور پٹ رہا تھا اور بہن مجبور کھڑی دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔ باپ چلا گیا تو بھائی کو گود میں اٹھا لیا۔ تین چار گھنٹے کے بعد ہوش آیا تو گلے لگا کر رونے لگی۔ پانچ چھ روز تک بچہ باہر نہ نکل سکا تمام جسم نیلا ہو گیا تھا۔ جاڑے کا موسم۔ سردی کی چوٹ اوڑھنے کو کپڑا تک نصیب نہیں۔ سب سو جاتے تھے تو دو لڑا اوڑھا دیتی تھی اور صبح ہی اٹھکر اسی طرح بچھا دیتی تھی کہ ایسا نہ ہو کوئی دیکھ لے تو پھر ایک حشر برپا ہو۔"

عاملہ کا جل کے جان دینا بھی ایک دلخراش منظر ہے:

"ایک دن شام کے وقت قینچی ڈھونڈھنے کیواسطے کمرہ میں جانے لگی۔ عاملہ سامنے کھڑی تھی۔ اس سے کہا باورچی خانہ میں سے ڈبیہ اٹھا لا۔ عاملہ کو بچہ ہی تھی مگر دو تین دفعہ اتنا پٹ چکی تھی کہ دل میں خوف بیٹھ گیا تھا۔ چولھے پر سے جلتی ہوئی ڈبیہ اٹھا لائی۔ تین ساڑھے تین برس کی بچی کی کیا بساط چبوترے پر چڑھنے لگی ڈبیہ کی لو کرتہ میں لگ گئی۔ دم بھر میں بھڑ بھڑ ہو گیا۔ تمیز آ کم بخت برابر کھڑی دیکھ رہی تھی اور عاملہ کے جسم سے شعلے نکل رہے تھے جب تک بہن بھائی ماما ئیں آئیں سارا بدن جل چکا تھا۔ پھونکیں ماریں آگ بجھ گئی مگر تمام جسم کی جھلی نکل آئی۔ صالحہ اٹھا کر اندر لے جا رہی تھی کہ رستے ہی عاملہ بہن کی گود میں دنیا سے سدھار گئی۔"

ماں کی زندگی میں صالحہ کی منگنی ہو چکی تھی۔ اس کے مرنے کے سال بھر بعد جب لڑکے والوں نے نکاح کا تقاضہ کیا تو تمیز آ کو یہ کب گوارا ہو تا کہ صالحہ اپنے گھر جاکے چین سے آباد ہو۔ اس کے باپ کو بہکا سکھا کے اپنے بھائی زبردست سے اسکا نکاح پڑھوا دیا۔ وہ بد معاش جواری اور چاروں گانٹھ

کیست تھا۔ مگر کوئی ایجاب قبول نہ تھا۔ اس معاملہ میں اس رسم کے نقصانات بھی ثابت ہوتے ہیں کہ خاندان سے باہر شادی نہ کرنے سے اکثر اوقات لڑکیاں خاندان کے آوارہ لڑکوں سے باندھ دی جاتی ہیں اور بعض دفعہ دیر پا ہو جاتی ہیں۔ نواب صاحب کی بیگم نے صالحہ کی ہنرمندی پر عاشق ہو کے اپنے لڑکے کیلئے پیام دیا تھا لیکن اسی خاندانی بندش اور قبیلہ کی وجہ سے وہ رشتہ منظور نہ کیا گیا۔ کے معلوم تھا کہ آمنہ یوں چٹ پٹ ہو جائے گی ورنہ خاندان میں جو منگنی کی گئی اسیوقت نکاح ہو جاتا رخصت بعد میں ہو جاتی یہی صورت ہے جس کی وجہ سے مسلمان قانون انسداد سے ہی صغر سنی کے خلاف ہیں۔ صالحہ کی شادی کی زندگی ملاحظہ ہو۔

"زبردست...... دن بھر جوا کھیلا کرتا تھا اور رات کو گھر پڑا رہتا تھا۔ چار پانچ مٹی کے برتن اور ٹوٹی ہوئی چارپائیاں ایک پھٹی ہوئی دری ایک ٹین کا لوٹا اور ایک پانی پینے کا مٹکا لا دیا تھا ...... جس شخص کی زندگی صالحہ کی طرح ناز و نعم میں گذری ہو اسطرح رنج و الم سے بدل جائے وہی خوب سمجھ سکتا ہے کہ اس کے دل کی کیا کیفیت ہوگی۔ جس بدنصیب کے غسل صحت میں ہزاروں روپے صرف ہوئے اب وہ نا بوس کی سردی پھٹی ہوئی دری اوڑھ کر بسر کرتی تھی۔ چار وقت کا فاقہ ہوتا تھا تب کہیں پانی ذی روزہ نہ ہوتی تھی ...... مہینوں میں پچیس پچیس دن کے کپڑے ہوتے تھے ...... تمیز زادہ کا فر ہو رہا تھا ...... گھر سے نکالا آفت میں ڈالا اور پھر بھی چین سے نہ بیٹھی۔ ہر وقت سوچتی رہتی تھی کہ اب کیا تکلیف پہنچاؤں۔ تمیز جیسی اُسکانے والی اور زبردست جیسا سننے والا آتہا ہے اسے نہ باتیں تھا کبھی رحم آگیا تو ایک ٹیکہ روپیہ آگے ڈال دیئے نہیں تو یوں ہی چلا گیا۔ ظالم دونوں کو صالحہ کے پاس آنے کی سخت ممانعت تھی مگر وہ مظلوم جب موقع ملتا اور جو ہاتھ لگتا باسی روٹی اُبالی کھچڑی کچا آٹا رکھ دیا کرتی والدے آنے اور دے جاتے۔ اپنا پیٹ کاٹتے اور اس کا پیٹ پالتے۔"

آخر ایک روز زبردست نے صالحہ کو اتنا مارا کہ اسکا سر پھٹ گیا۔ یہ سین نہایت دردناک ہے۔ اسکا باپ کی صورت کو ترسنا اور ظالم سے باپ کو بلانے کیلئے کہنا۔ آہ! قلم نہیں چلتا۔ اس بیکسی اور کس مپرسی کی حالت میں صالحہ نے دم توڑا۔

"منہ پر گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں مڑ گئے تھے۔ آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئی تھیں دقت پر کوئی سے پانی والا نہ تھا۔ جس رُخ پڑی تھی اُسی رخ رخصت ہوئی۔ لاوارث مردے کی بھی یہ گت نہیں ہوتی جو ہیئت صالحہ کی ہو گئی۔"

ہمارا ہیرو صالحہ کے ساتھ تھا۔ اس کی مصائب و آلام کی زندگی ختم ہوئی۔ ہمارا ہیرو بھی اب خانقاہ پرست۔ سید کاظم نے آمنہ کے مرنے کے بعد تین خواب دیکھے بے فضول نہ تھے۔ ہر ایک معنی خیز تھا۔ آخری خواب وہ تھا جو اس رات دیکھا جب صالحہ نے دم توڑا۔ آدمی پڑھتا ہے اور روتا ہے۔ اول تو صالحہ کی دردناک حالت پڑھتے پڑھتے اسکا دل رقیق ہوتا ہے۔ اسپر یہ خواب مزے پر مزے کا کام کرتا ہے۔ اس خواب کی نقل عصمت کے مارچ نمبر میں چھپ چکی ہے اسلئے میں اُسکے اقتباسات دینا غیر ضروری سمجھتا ہوں۔ نہ میرے قلم میں اسقدر طاقت ہے اور نہ میرے دل میں ناظرین عصمت کتاب منگائیں اور خود پڑھیں۔

"آمنہ کاظم کے ہونے کی ماں نے جب نکاح کر نیکا حال سنا تھا تو آنسے پونچھ کہا تو اگر سب مرے میں ہو جائیں گے۔ جان جس کی گئی اُس کی گئی اب بیٹی ویران ہو گی بچھڑ جائیگی۔ اگر کوئی نیک بخت مل گئی تو خیر نہیں تو بچے تباہ ہو گئے۔"

اس کتاب میں تمیز کے بعد شاہدہ کا کیرکٹر ایسا ہے جو قابل غور ہے۔ ہمارے ہاں اس قسم کے مزاج بہت پائے جاتے ہیں۔ اُسکے دل میں جو آیا وہ کر گذری۔ یہ اُس کی ایک خاص صفت بیان کی گئی ہے۔ اس کی اور آمنہ کی جو لڑائی ہوئی گو قابل مصنف نے تیسرے ایڈیشن میں بعض فقرے حذف کر دیئے ہیں۔ اور لڑائی کا ذکر کچھ اُکھڑا اُکھڑا معلوم ہوتا ہے لیکن یہ نظارہ ہمارے سامنے ایک ایسا نقشہ پیش کر دیتا ہے کہ آمنہ کھسر کھسر کرتی رہ جاتی ہے اور شاہدہ کے آڑے ہاتھوں لے لیتی ہے۔ گو شاہدہ بھائی کے نکاح ثانی کی ذمہ دار تھی مگر وہ اپنے بھائی کی اولاد کی دشمن نہ تھی۔

"شاہدہ...... ڈولی منگوا صالحہ کے ہاں جا پہنچی۔ گئی اس اُمید پر تھی کہ بھتیجی گھر میں آباد ہوگی۔ گھر والی ہوگی۔ خوش ہوگی۔ ملونگی جی خوش ہوگا دل شاد ہوگا۔ ڈولی سے اُتری تو گھر فقیروں سے بدتر۔ بھتیجی کو دیکھا تو فقط ہڈیاں ہی ہڈیاں چھینٹ کا پاجامہ۔ سوسی کے پیوند کرتہ ہے وہ بھی پھٹا ہوا ہے وہ لیتھڑا۔ رنڈیوں کی طرح پڑی ہے ...... صالحہ کی حالت دیکھ شاہدہ دم بخود رہ گئی۔ اُسکے ساتھ آپ ہی رونا شروع کیا۔ رو دھو چکی تو بھتیجی کی رام کہانی سُنی۔ سُنتی جاتی اور چہرہ سُرخ ہوتا جاتا تھا۔ اُٹھ کھڑی ہوئی اور نظامت ڈولی منگوا اُلٹی چلی گئی ...... دروازے ہی میں سے چیخنا شروع کیا ...... جو جو اس کے منہ میں آیا کھڑی کہتی رہی۔ ایسی غصہ میں بادلی ہو رہی تھی کہ ...... بھرے بھاؤں میں تمیز کی عزت خاک میں ملا دی۔"

زبان کی کیا تعریف کی جائے۔ اس کتاب میں مولانا کی زبان اپنے اصلی عروج پر ہے۔ آمنہ بیٹی کو نصیحت کرتی ہے۔ "بیٹی اگر اپنے گھر میں ایسی ذرا ذراسی بات پر بگڑو گی تو دوسری جگہ جاکر کیا کرو گی۔ ابھی تم کو پرائے گھر جانا ہے جہاں رہے کا کلیجہ اور سال کی پسلی ہونی چاہیئے۔" شاہدہ بھائی سے شکایت کرتی ہو "بیٹا بیٹی کی شادی میں خوشی کے موقعوں پر تو غیروں کو بلاتے ہیں جن سے ایک دفعہ جان پہچان ہو جاتی ہے اُنکو بلاتے ہیں جن سے جھوٹ موٹ کی محبت ہو جاتی ہے اُنکو بلاتے ہیں۔ اللہ! میاں ان سب سے گئی گذری ہوئی۔ بلانا تو کیسا مجھکو خبر تک نہ کی۔"

غرضیکہ کتاب کیا ہے ایک قیامت ہے اس قابل ہے اسکی ہزار ہا جلدیں ملک میں یونہی کھپ جائیں اور یونیورسٹیوں میں ٹی ہا جماعتوں کا کورس مقرر کر دیا جائے اور مولانا اسی کتاب کی بدولت سر بنا دیئے جائیں۔ کتاب کا سارا پلاٹ بالکل ممکن الوقوع ہے۔ کہیں مبالغہ سے کام نہیں لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اسکا ایک ایک لفظ تیر و نشتر کا کام کرتا ہے۔ لکھائی چھپائی کاغذ سب اچھے ہیں۔ قیمت ۱۲ عہ ہے اور منیجر رسالہ عصمت کوچہ چیلان دہلی سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

مستقل عنوان

خانہ داری

جس میں
سنگھار اور آرائش بھی شامل ہے

آنکھوں کی حفاظت۔ انسان آنکھوں کی بڑی تعریف کرتا ہے۔ یہ انسان کے لیے ہر طرح موزوں ہیں۔ کار آمد ہونے کے علاوہ خوبصورتی کا انحصار ان پر ہے۔

آج کل کی تہذیب کا ایک عام انعام یہ ہے کہ ہماری آنکھیں خراب ہوتی جا رہی ہیں۔ عالم شباب میں آنکھوں کی زیادہ احتیاط کرنی چاہیئے لیکن اسی زمانہ میں لوگ ان کی طرف سے بے پروا رہتے ہیں۔

آنکھوں پر ہر وقت زور پڑنا اچھی علامت نہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ آنکھیں تھکی تھکی معلوم ہوتی ہیں۔ درد سر۔ چکر۔ دھند۔ اتیلا بیاری یا عام اعصابی کمزوری معلوم ہوا کرتی ہے۔ پپوٹے بھاری معلوم ہوتے ہیں۔ زیادہ دیر آنکھیں نیچی کیئے کیئے کام کرتے رہنے کے بعد جی گھبرانے لگتا ہے۔ پھر کام پر جی نہیں لگتا اور درد معلوم ہوتا ہے۔ آنکھوں کے ذرا اوپر ابرو میں درد محسوس ہونے لگتا ہے۔

جب یہ شکایت دیر تک رہتی ہے تو آنکھوں میں دھند پانی اور سرخی رہنے لگتی ہے۔ اور پپوٹے اور آنکھوں کی سفیدی خراب ہو جاتی ہے۔ انجن ہاری کے بعد آنکھ کا فوراً معاینہ کرانا چاہیئے۔

آنکھوں کی خرابی کا باعث خون کی گردش کی کمی ہے۔ روزانہ آنکھوں کے اعصاب ورزش کے ذریعہ بہت جلد مضبوط بنائے جاسکتے ہیں۔ تازہ ہوا، صحت بخش غذا نہایت ضروری چیزیں ہیں۔ آنکھوں کی درستی عام جسمانی صحت پر اچھا اثر ڈالتی ہے۔

آنکھوں سے لوگ دیگر جسمانی اعصاب کے مقابلہ میں بہت زیادہ کام لیتے ہیں۔ سولہ بلکہ ان سے بھی زیادہ گھنٹوں تک دن کو استعمال کیا جاتا ہے۔

آنکھوں کی ورزش یہ ہے کہ ان کو بند کرکے اس کے اور اس کے آس پاس کے اعصاب کو بالکل ڈھیلا چھوڑ دیا جائے۔ پھر انہیں آہستہ آہستہ کھولا جائے اور نظر کو فاصلہ پر کسی تاریک چیز پر جمایا جائے۔ آنکھیں پھر بند کرلی جائیں اور پٹھوں کو پہلے کی طرح ڈھیلا چھوڑ کے پھر آہستہ آہستہ کھولا جائے۔ یہ کھولنا اور بند کرنا کچھ دیر جاری رکھنا چاہیئے۔ حتےٰ کہ آنکھوں میں کچھ طاقت معلوم ہونے لگے۔ اگر یہ ورزش روزانہ جاری رکھی جائے تو نظر تیز ہو جاتی ہے۔

آنکھوں کو صبح کے وقت روز دھونا چاہیئے جس طرح آپ چہرہ کو دھویا کرتے ہیں۔ اسوقت اکسٹریکٹ وچ ہیزل

اور عرق گلاب کا ہلکا مرکب پاس موجود رہنا چاہئے

لیٹ کے یا کسی چلتی گاڑی میں ہرگز نہ پڑھیں۔ آج کل یہ عام مرض ہے۔

بالوں کی صفائی:۔ بالوں میں خشکی پیدا نہ ہونے دی جائے ورنہ بال اکھڑنے شروع ہو جائیں گے اور پھر اس کی روک تھام مشکل ہو جائے گی۔ بالوں کو دھونے سے پہلے ان میں کنگھی کر لینی چاہیئے۔ کنگھی کے دندانے خوب گول اور صاف ہونے چاہئے۔ کھردرے مڑے ہوئے یا ٹوٹے ہوئے نہ ہوں اس سے بالوں اور سر کی کھال کو نقصان پہنچتا ہے۔ بالوں کے سیدھے رخ باری باری کنگھی کرنی چاہیئے۔ اگر کوئی لٹ الجھی ہوئی ہو تو اس کے سرے سے بالوں کی جڑ کی طرف کنگھی ہلکی ہلکی چلانی چاہیئے۔ اس کے بعد بالوں میں برش کر دو۔

اس کے بعد دیسی طریقہ بال دھونے کا یہ ہے کہ ملتانی یا کھلی کو بھگو کے تیار کر لیا جائے اور بالوں میں تھوڑی تھوڑی ڈال کے انکو خوب گھما گھما کے اور پیچ و تاب دے کے ملا جائے۔ اس سے جھاگ نکلنے لگیں گے۔ اگر یہ پسند نہ ہو تو کسی اچھے صابن سے چاقو سے باریک ورق چھیل لیئے جائیں۔ پھر انھیں گرم پانی میں خوب حل کرو۔ بالوں کو پہلے گرم پانی سے خوب گیلا کر لو اور یہ حل کیا ہوا صابن تھوڑا تھوڑا ڈال کے خوب ملو۔ کھوپرے کا تیل ڈالنے سے بھی خوب جھاگ اٹھتے ہیں۔

ان جھاگوں کو سر کی کھال میں خوب جذب چاہیئے لیکن یہ احتیاط رکھنا چاہیئے کہ چندیا ناخنوں سے نہ کھجائی جائے۔ گرم پانی سے بال دھو ڈالو پھر دو تین دفعہ اسی طرح مرکب ڈال ڈال کے بال دھونے چاہیئے۔ آخر میں گرم پانی سے سر دھار دینا چاہیئے۔

پانی میں الکلی کا جز ہوتا ہے اس کا توڑ لیموں کا عرق ہے۔ آدھے لیموں کے عرق کو بال دھونے کے آخری پانی میں ڈال دو۔ اس سے بال ملائم اور بھرے بھرے ہو جائیں گے۔

ہلکے بھورے بالوں میں کرن کرن سی چمک پیدا کرنے کے لیئے ایک یا دو چمچہ کیمومائل (بابونہ) ڈیڑھ پاؤ گرم پانی میں ملائیں اور ایسے بال دھوتے وقت یہ پانی سب سے آخر میں سر میں ڈالنا چاہیئے۔

چہرہ کی درستی۔ مغربی عورتیں چہرہ اور گردن کی مالش پر ہزاروں روپیہ صرف کر دیتی ہیں۔ لیکن گھر بیٹھے ان کو بہت کم لاگت پر درست رکھا جا سکتا ہے۔ مالش کرنے سے چہرہ پر سے شکنیں دور ہو جاتی ہیں۔ چہرہ کا رنگ و روپ درست ہوتا ہے۔ فضول گوشت بڑھ جانے یا گڑھے پڑ جانے سے رخسار خراب ہو جاتے ہیں اسکا بھی دفیعہ ہو سکتا ہے۔

مالش باقاعدہ کرتے رہنا چاہیئے جب ہی کچھ فائدہ ہو سکتا ہے۔ ہفتہ میں دو مرتبہ کچھ زیادہ نہیں۔ سونے سے پہلے چہرہ پر تیل یا کریم ملتے وقت ہلکے ہلکے اسے ملنا چاہیئے۔ ناقابل برداشت شیر گرم پانی میں تولیہ بھگو کے چند منٹ کے

لے چہرہ کو لپیٹ لینا چاہیے۔ اس کے بعد آئینہ کے سامنے بیٹھ کے چہرہ پر روغن لگا کے مالش کرنی چاہیے۔

ٹھوڑی پر دونوں ہاتھوں کی پہلی اور دوسری انگلیوں کے پورو ے ملائے جائیں اور اس جگہ سے باہر اور اوپر کی طرف چہرہ کے خد و خال کے ساتھ ساتھ مالش کرنی چاہیے۔ مالش آہستہ آہستہ لیکن مضبوطی سے جاری رکھی جائے۔

منہ کے دونوں طرف کی شکنیں دُور کرنے کے لیے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اوپر کی طرف حلقہ کی شکل میں رخساروں پر ملتے ہوئے لے جانا چاہیے۔ رخساروں میں اگر گڑھے پڑ گئے ہیں یا گوشت زیادہ چڑھ گیا ہے اسکا بھی دفعیہ ہو جائے گا۔

آنکھوں کے نیچے لکیریں سی پڑ جاتی ہیں انکے دُور کرنے کے لیے ایک ہاتھ کی انگلیوں کے پوروں کو کنپٹی پر رکھو اور دوسرے ہاتھ کے پوروں سے ناک سے کنپٹی تک ان لکیروں کے جال کے اوپر سے ہوتے ہوئے مالش کرنی چاہیے۔ ماتھے کی شکنوں کو دُور کرنے کے لیے مالش اوپر کی طرف حلقہ کی شکل میں کرنی چاہیے حتیٰ کہ روغن کھال میں جذب ہو جائے۔

ان عملوں کے آخر میں نرم تولیہ سے فالتو روغن پونچھ ڈالنا چاہیے۔ چہرہ پر سپنج سے کوئی سکڑنے والا ہلکا تیل لگا کر آہستہ آہستہ خشک کر دینا چاہیے۔

مرغی خانہ۔ ہر گھر میں مرغیاں پالی جاتی ہیں۔ جب مرغیوں میں بیماری پھیلتی ہے تو وہ مرتی چلی جاتی ہیں۔ ان میں ایک مرض یہ ہوا کرتا ہے کہ مرغی نے اونگھنا شروع کیا یا ہلنا جلنا بند کر دیتی ہے اور کھاتی پیتی بھی نہیں۔ اسی حالت میں مر جاتی ہے۔ اس بیماری میں مندرجہ ذیل نسخہ دینے سے بہت کچھ کامیابی ہوئی ہے۔

قدرے سرسوں کے تیل میں دو تین گرہ پیاز اچھی طرح کاٹ کے اور لہسن کی گانٹھوں کے جو ملا کے دس منٹ تک اُبالو۔ اُتار کے ٹھنڈا کر لو۔ یہ مرغی کی چونچ میں لہسن کے دو تین جو اُتار کے تھوڑا تھوڑا تیل ٹپکا دو ہفتہ بھر تک روزانہ تین چار دفعہ ایسا کیا جائے۔ گلے کے باہر معمولی سرسوں کے تیل آہستہ آہستہ مل دیا کرو۔ یہ انفلوئنزا کی بیماری ہے اور یہ دوا ہر بیمار و تندرست مرغی کو دینی چاہیے۔ مرغی خانہ میں ہر ہفتہ خشک چونہ چھڑک دینا چاہیے۔

خانگی ٹوٹکے۔ استری کرتے وقت اگر کمبل اور چادر کو جس پر کپڑا رکھ کے استری کی جاتی ہے کھینچ کے میز کے پایوں سے اچھی طرح باندھ دیا جائے تو تکلیف اور تضیع اوقات سے آدمی بچ جاتا ہے۔

ریشمی جرابوں کو دھو کے آخری مرتبہ ایسے صاف پانی میں سے نکال لینا چاہیے جس میں تھوڑا سا سرکہ ملا دیا گیا ہو۔ اس سے صابن کا ذرا بھی اثر نہ رہے گا اور ریشم بھی اچھی حالت میں رہے گا۔

اگر تازہ بنائے ہوئے نشاستہ کو کپڑے سے ڈھک دیا جائے تو اس پر جھلی سی پیدا نہ ہو گی۔

اگر نعمت خانہ میں نمی رہتی ہو تو ایک سیر بھر کے مرتبان میں چونہ بھر کے اس میں رکھ کر دو اس سے ہوا خشک

اور صاف رہے گی۔

چوبی اسباب کو صاف اور چمکدار کرنے کے لیے نہایت عمدہ اور سستا تیل اس طرح بنایا جا سکتا ہے۔ روغن السی ۱۰ چھٹانک۔ سرکہ ۱/۲ چھٹانک۔ سپرٹس وتارپین کا تیل ۳/۴ چھٹانک۔ ہیڈرو کلورک ایسڈ ۱/۴ چھٹانک۔ میتھیلڈ سپرٹ ۱/۴ چھٹانک۔ مندرجہ بالا ترتیب کے ساتھ ادویہ کو ڈالیں اور خوب ہلائیں۔

کتنی صاف رہنے کے ٹکڑے پر پیرافین لگا کے شیشہ پر پھیرنے سے بل اور دھبے دُور ہو جاتے ہیں اور جلا آ جاتی ہے۔

تانبے اور ایلومینیم کے برتنوں میں پانی اور آلو کے چھلکے اُبالنے سے دھبے خود بخود دُور ہو جاتے ہیں۔

ہاتھوں کی خوبصورتی۔ عورت کے ہاتھ اس کی شکل وصورت پر بڑا اثر رکھتے ہیں۔ انکی خوشنمائی چہرہ کو خوشنما اور بدنما پن اس کی خوبصورتی کو یوں ہی خاک میں ملا دیتا ہے۔ اور ہاتھ ہی ایسا عضو ہے کہ بیبیاں انکی طرف زیادہ دھیان نہیں دیتیں۔ گھر کے کام کاج میں انکی زیبائش جاتی رہنا معمولی بات ہے!

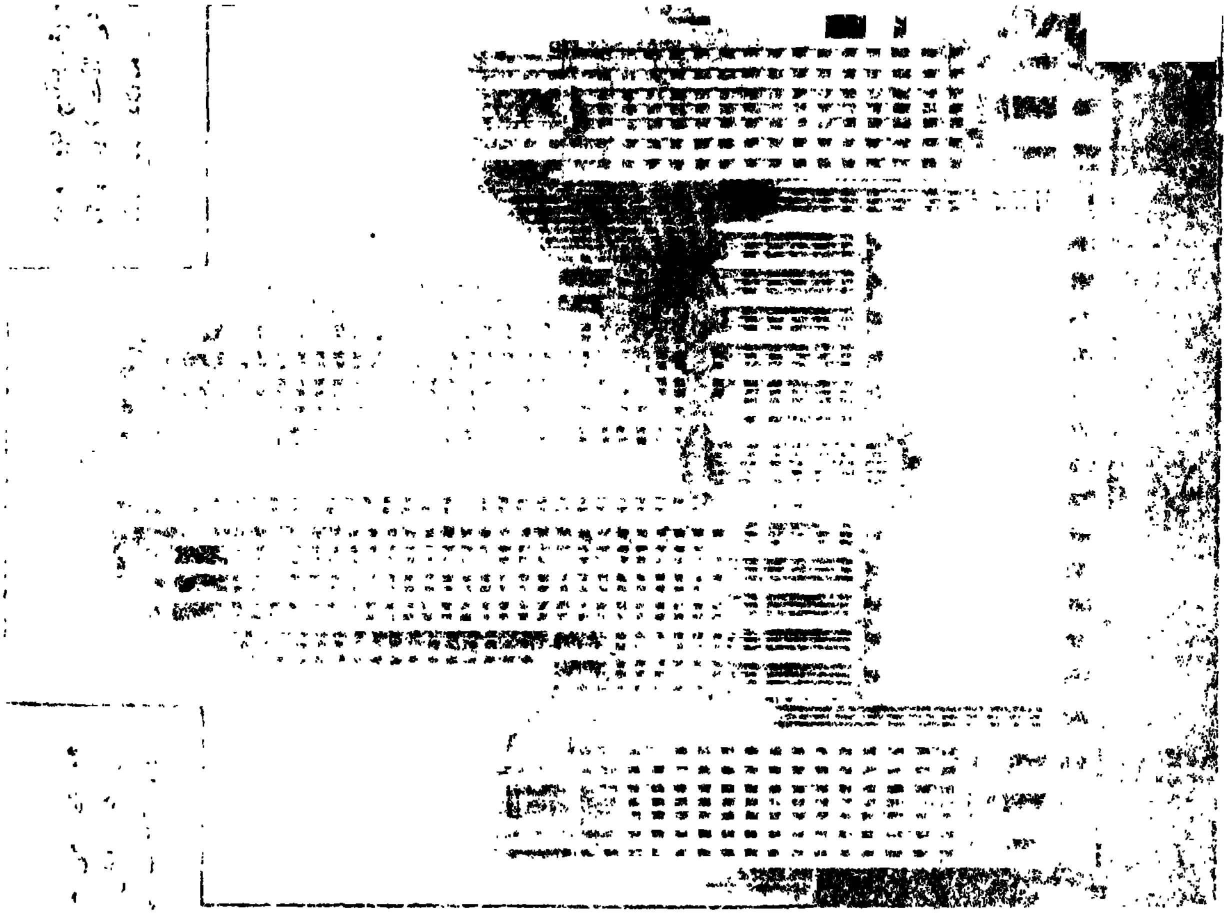
روزمرہ ہاتھوں سے غفلت برتنا اور سال کے ایک دن کریم اور لوشن سے انہیں لاد دینا مضر ہے کیونکہ کھال سریع الحس ہو جاتی ہے۔ اگر ہاتھ کھردرے اور بدرنگ ہو جائیں انکی طرف خاص توجہ دینا ضروری ہے۔ اگر اسکا باعث گھر کے کام کاج ہیں تو تھوڑی سی امونیا پانی میں ڈال کے ہاتھ دھونے سے یہ خرابی جاتی رہتی ہے۔ اگر موسمی حالات کی وجہ سے ہاتھ ایسے ہو گئے ہوں تو پیرو کسائیڈ آف ہیڈروجن لوشن لگائیں۔ اس کے فوراً بعد کوئی ٹھنڈی کریم جلد میں خوب رگڑ کے جذب کریں پونچھ کے پوڈر چھڑک دیں۔ کوئی سا پوڈر ہو۔ مقصد صرف یہ ہے کہ کریم کی چکنائی محسوس نہ ہو۔

اگر ہاتھ بدرنگ نہ ہوں لیکن کھردرے ہوں تو ایک چمچہ آٹے میں ایک چمچہ گلیسرین خوب متھیں جب لئی بن جائے تو ہاتھ دھونے کے بعد ہی گیلی حالت میں ان پر یہ لئی رگڑ کے لگائیں اور خشک کریں۔ اگر لئی لگانے کے لیے وقت نہ ملے تو انہیں خشک کرنے کے بعد باریک میدہ تھوڑا سا چھڑک لیا کریں۔

بعض کے ناخن اتنے سخت ہوتے ہیں کہ کترتے وقت تکلیف دیا کرتے ہیں اس کے لیے ہفتہ میں ایک مرتبہ سوتے وقت ان پر ویسلائن چپڑ دیا کریں۔ چٹوں کے دُور کرنے کا بھی یہی علاج ہے۔

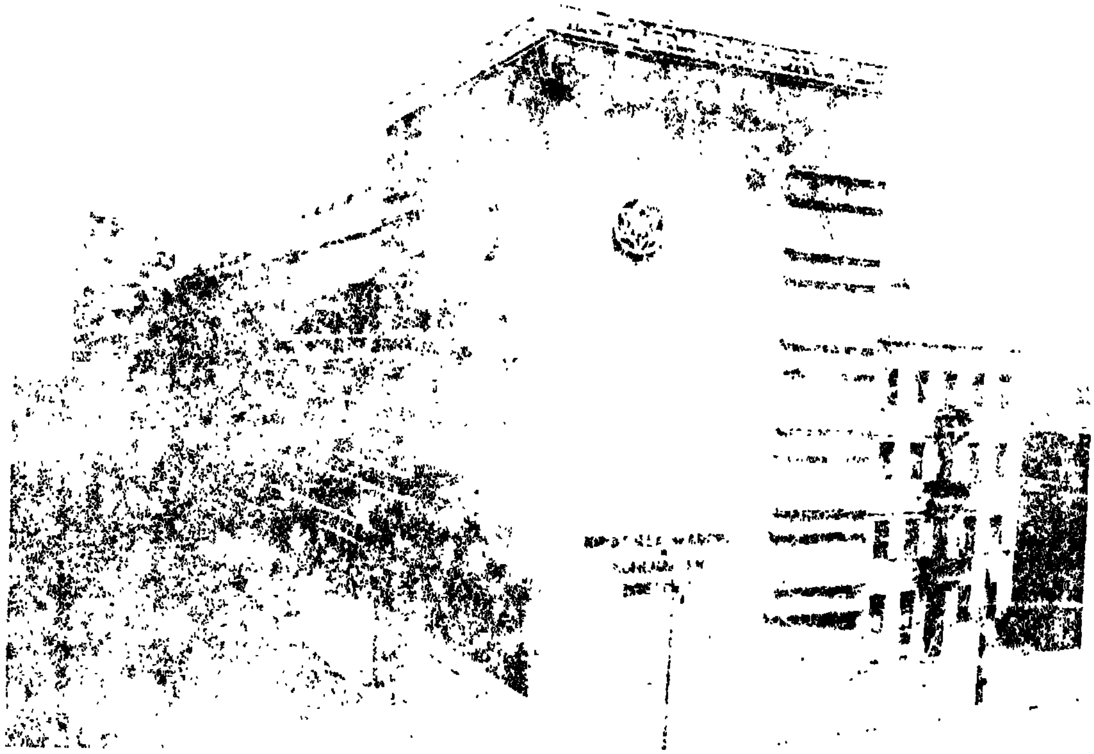
جب ایسا کام شروع کیا جائے جس سے ناخنوں پر اثر پڑنے کا خوف ہو تو ان پر صابن یا ویسلین کی تہ جما لینی چاہیئے۔ صابن کو گرم پانی میں ڈالو۔ جب وہ ملائم ہو جائے تو اس پر سے تھوڑا سا کھرچ کے ناخنوں پر لگا کے خوب جما دو۔ کام ختم کر دینے کے بعد ناخن بالکل صاف نکلیں گے۔

محمد ظفر





بچوں کے اڑنے طیارہ ہوائی کے چھوٹے ماڈل کے مقابلہ پرواز میں [illegible]





سیر بین

بیویوں سے پناہ۔ مغرب میں اب متاہلانہ زندگی اکثر حالات میں مصیبت ہے۔ کچھ عرصے سے یورپول میں بیویوں کے ستائے ہوئے شوہروں کی ایک انجمن قایم ہے۔ ہر حیثیت کے ..ہ مصیبت زدہ مرد اس کے ممبر ہیں۔ اس انجمن کا ایک مقصد یہ ہے کہ ہر وقت میننگ میخ نکالنے والی بیویوں کو سزا دی جائے۔ اب تک یہ پتہ نہیں چلا کہ وہ سزا کیا ہے اور کسی بیوی کو دی بھی جا چکی ہے یا نہیں۔ آیا اس سزا کی بدولت نکتہ چینی بند بھی ہوگئی یا اپنی مصائب ختم ہو جانے کے بعد ممبر انجمن سے قطع کر لیتے ہیں؛

اس انجمن کی ممبری کی ایک شرط یہ ہے کہ شوہر ذرا سے شبہ کے گنجایش کے بغیر یہ ثابت کریں کہ انکی مختلف مزاج بیویوں نے انکی زندگی مصیبت کر رکھی ہے۔ صرف شوہر کا اپنی داستان غم سُنانا کافی نہیں سمجھا جاتا بلکہ اپنے بیان کی تائید میں مضبوط شہادت بھی پیش کرنی پڑتی ہے۔

آسٹریا کے دارالسلطنت وائنا میں بھی زنانہ دستبرد سے مردوں کو بچانے کے لئے ایک انجمن قایم ہے لیکن یہ انجمن زیادہ تر اقتصادی ہے اور اسے کچھ زیادہ کامیابی بھی نصیب نہیں ہوئی۔

ہم تو یہ سوچتے ہیں کہ جب ایسے ممبروں کی بیویوں کو اپنے شوہروں کی اس سرتابی کی اطلاع ملتی ہوگی تو ان بچاروں کا کیا حشر ہوتا ہوگا۔

پوشیدہ عینک۔ تعلیم کی ترقی کے ساتھ ساتھ عورتوں میں بھی عینک کا استعمال بڑھتا جا رہا ہے۔ بعض چہروں پر عینک خوبصورت معلوم ہوتی ہے لیکن ایسے چہرے بھی ہیں جو عینک کی وجہ سے بدنما ہو جاتے ہیں۔ اب ایسے شیشے ایجاد ہوگئے ہیں جو نظر نہیں آسکتے اور عینک کی ضرورت باقی نہیں رہتی ہے۔ یہ چھوٹے چھوٹے گول شیشے ہیں جو ٹھیک پتلیوں پر آجاتے ہیں۔ ان سے شروع شروع میں پہننے والے کو ذرا تکلیف معلوم ہوتی ہے لیکن بعد میں عادت پڑ جانے سے انوکھاپن جاتا رہتا ہے۔ ابتدا میں ایک دو دفعہ عینک ساز ان کو چڑھاتا ہو پھر پہننے والے کو خود ان کا چڑھانا آجاتا ہے۔ کسی کو یہ پتہ نہیں چلتا کہ پتلیوں پر عینک چڑھی ہوئی ہے۔ اگر آنکھوں میں آنسو آجائیں تو یہ شیشے دُھل جاتے ہیں اور کسی قسم کا کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ چونکہ یہ ساری پتلی پہ چھائے ہوئے ہوتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ حرکت کرتے ہیں اس لیے عینک کے مقابلہ میں

زیادہ دُور کی چیز صاف صاف نظر آتی ہے۔ اگر کسی صدمہ سے یہ شیشہ ٹوٹ جائے تو اس کے نیچے تک کو نقصان نہیں پہنچتا۔ عینک کا شیشہ اگر ... ٹوٹ جائے تو اس کے ریزے آنکھ میں گھس کے سخت نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ عورتیں اس ... عینک کو استعمال کرکے بڑی خوش ہو رہی ہیں۔

اندھوں کی کتب بینی۔ پہلے اندھوں کے پڑھنے کے لیے کاغذوں پر سوراخوں کے ذریعہ الفاظ بنے جاتے تھے جن پر اندھے انگلیاں پھیر کے انکو پڑھ لیتے تھے۔ اب جرمنی میں ایک کل ایجاد کی جا رہی ہے جس سے کتاب کے الفاظ آواز بنکے نکلیں گے۔ یہ کل بولتی چالتی تصویریں دکھانے والی کل کے اصولوں پر بنائی جا رہی ہے۔ اس میں تصویر کے پاس روشنی کی ایک باریک لکیر نظر آتی ہے جو آواز میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس نئی کل سے ایک نہایت باریک اور لطیف شعاع کل کے کتاب کی سطروں پر پھرے گی۔ الفاظ کی سیاہی پر پھر کے جب سفیدی پر پہنچے گی آواز نکلے گی۔ یہ آواز آلہ بلند آوازی کے ذریعہ اندھوں کے کان سن سکیں گے۔

نباتات میں دستبرد۔ ایک ماہر نباتات نے بیس برس تک پودوں کے تجربے کرنے کے بعد ایک نیا پودا ایجاد کیا ہے۔ وہ آلو کی بیل میں ٹماٹر کا قلم لگاتا ہے۔ وہ آلو زمین میں لگ کے ایک گملے میں ٹماٹر کا بیج بوتا ہے۔ جب دونوں کی بیلیں چوتھائی انچ موٹی اُگ آتی ہیں تو وہ دونوں میں شگاف دے کے آڑا جوڑ دیتا ہے۔ اور تاگے سے کس دیتا ہے۔ بیلوں کو مرجھانے نہیں دیتا۔ اس طرح نہ صرف آلو اُگ آتے ہیں بلکہ ٹماٹر کی بیل معمول سے زیادہ دس فٹ اونچی اُگ آتی ہے اور پھل بھی زیادہ دیتی ہے۔

امریکہ کے محکمۂ زراعت نے ایک نئے عمل سے میووں کو پختہ کرنا شروع کیا ہے۔ یہ میوے ہفتوں میں جاکے کہیں پکتے ہیں۔ کچے میوے ایک جگہ جمع کرکے اُن پر اتھیلین گیس کا اثر ڈالا جاتا ہے چند گھنٹوں میں میوے پک جاتے ہیں اور ان کا رنگ بھی نہایت دلکش ہو جاتا ہے اور مٹھاس بھی خوب آجاتی ہے اس طریقہ سے میوے عرصہ تک بازار میں مل سکیں گے۔ میووں کی ایک کھیپ اس مصنوعی طریقہ سے پختہ کی جاتی ہے اور دوسری کھیپ درخت پر قدرتی طریقہ سے پختہ ہونے کے لیے چھوڑ دی جاتی ہے اس طرح میوہ کی فصل عرصہ تک بازار سے دستیاب ہو سکتی ہے۔

باپ کا قتل۔ ایک عورت کے معاملہ میں ایک دیہاتی کی اپنے رقیب سے لڑائی ہوئی۔ اس کے باپ نے دیہاتی کی مدد کی لیکن دونوں بہت زیادہ مضروب ہوئے اور ضلع بدایوں کے ایک شفا خانہ میں داخل کیے گئے۔ وہاں مریضوں کا ہجوم تھا اس لیے دونوں کو ایک پلنگ ملا۔ باپ اپنے اس بیٹے سے بہت محبت کرتا تھا۔ رات کے وقت اس نے ایک رسے باپ کو گلا گھونٹ کے مار ڈالا۔ رات بھر اس کی لاش کے ساتھ

... صبح کو جب ڈاکٹر آیا اسوقت بھی لاش کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔ ڈاکٹر کا شبہ اسی پر ہوا لیکن اس نے ... ... بڑے ... کہ شفاخانہ میں داخل ہوتے ہی اس نے یہ کہا تھا کہ میرا باپ مر گیا تو ... ختم کر ... ۔ پھانسی ہوگی۔ بیٹے کے پاس ایک خون آلودہ ... ملا ... بیٹے کو پھانسی کی سزا ملی۔ عدالت عالیہ نے ... سزا بحال رکھی اور فیصلہ میں لکھا کہ یہ جرم اس ... کا نتیجہ ہے جو اس ملک میں عام ... باقی ہے کہ دیہاتی اپنے دشمن سے انتقام لینے اور انہیں کسی سنگین جرم میں پھنسانے کے لئے اپنے ہی عزیزوں کو مار ڈالتے ہیں کہ الزام دشمن پر عائد ہو کے اُسے پھانسی مل جائے۔

عورتوں کی ہمت۔ نمک بنانے کے سلسلہ میں ملک میں بعض دلچسپ واقعات دیکھنے میں آتے ہیں۔ ...ہی میں بدیسی کپڑے کی خرید و فروخت کے خلاف وہاں کی اکثر عورتوں نے ایک جتھا بنا رکھا ہے جو گھنٹہ گھر اور اس کے ...س پاس کی دکانوں کا محاصرہ کئے ہوئے ہے۔ لوگوں کو بدیسی کپڑے نہیں خریدنے دیتا۔ اس جتھے کی عورتیں ضد ...تے والے کے آگے چوڑیاں پیش کر کے کہتی ہیں کہ لو یہ پہنو اور ہماری جگہ گھروں میں بیٹھو۔ صنف نازک کی نت نئی ...یاہٹ سے مجبور ہو کے لوگ کپڑے نہیں خریدتے اور گھر واپس چلے جاتے ہیں۔

ایک موقع پر ایک شخص کپڑا خریدنے ایک دکان پر گیا۔ اس جتھے کی بعض عورتوں نے حسب معمول اس کے سامنے چوڑیاں پیش کیں۔ وہ بھی من چلا تھا۔ اس نے ایک عورت کی کلائی پر بدیسی گھڑی دیکھ کے طعنہ دیا کہ جب ...م ہی بدیسی گھڑی پہنے ہو تمہارا مجھ سے بدیسی کپڑا نہ خریدنے کی التجا کیسی۔ اس بی بی نے فوراً گھڑی چکنا چور کر دی۔ ...س نظارہ سے وہ شخص اتنا متاثر ہوا کہ اس نے بدیسی کپڑا نہ خریدا اور گھر چلا گیا۔

ایک اور موقع پر ایک پولیس افسر کو انہوں نے اسی طرح ٹوکا۔ اس نے انکے چوڑیاں پیش کرنے پر انہیں ...ایا۔ ایک خاتون نے اپنے کپڑوں میں سے ایک چاقو نکالا اور اُسے دیدیا کہ تو بدیسی کپڑا خریدنے سے پہلے میرا فیصلہ ...ردو۔" اس کی اس جرأت سے غیر معمولی طور سے متاثر ہو کے وہ افسر اُٹھ کھڑا ہوا اور آئندہ کے لئے بدیسی کپڑے خریدنے سے توبہ کرتا ہوا گھر چلا۔

ترکی عورتوں کی آزادی۔ بڑے بڑے شہروں کی عورتوں میں مغرب کی سی آزادی کی لہر دوڑی ہوئی ہے البتہ دیہاتوں میں اب بھی برقعہ اور پرانی طرز معاشرت موجود ہے۔ شہروں کی بے پردگی سے یورپ کی عورتوں کی آنکھیں چکا چوند میں آگئی ہیں۔ حسن و جمال کا دریا پھوٹ پڑا ہے اور انہیں نظر آنے لگا ہے کہ گورا رنگ مغرب سے ہی مخصوص نہیں۔ ان پیاری صورتوں میں ترکی عورتوں کی سحر آگیں آنکھیں مشرقی خوبصورتی کا ایسا مکمل نمونہ پیش کرتی ہیں کہ مغرب نے شرما کے اپنی شکست تسلیم کر لی ہے۔

ترکی عورتیں بڑے بڑے یورپی مصنفوں کی کتابیں پڑھتی ہیں۔ کمیٹیوں کی ممبری کے لئے رائے دینے کا حق انہیں

حاصل ہے۔ پارلیمنٹ کے لیئے ایسی رائیں دینے کا حق انہیں ملنے والا ہے۔ عورتیں وکیل بیرسٹر ڈاکٹر اور اسسٹنٹ جج کے کام سر انجام دیتی ہیں۔ کئی زنانہ اخباروں کی ایڈیٹر بھی ہیں۔ زنانہ آزادی حاصل کرتے ہی اخبار نویسی ہی پہلا حق تھا جس سے انہوں نے فائدہ اُٹھایا۔ سیاسی اور اقتصادی آمدنیں اُنکی امداد سے مرد فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ وہ دستکاری اور صنائع میں خاص حصہ لے رہی ہیں۔ گھٹنے تک کی گھگری اور پنڈلیوں پر گلابی کھال کی سی رنگت والی باریک جرابیں پہنتی ہیں۔ ایک بیوی کا رواج ہے۔ طلاق کے قوانین بدل دیئے گئے ہیں۔ خانہ داری کی اُلجھنوں سے بچنے کے لیئے مغرب کی طرح ہوٹلوں کے کمرے کرایہ پر لینے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے جہاں ہر چیز طیار ملتی ہے اور نوکروں کی ضرورت نہیں کرنی پڑتی کیونکہ وہاں بھی نوکروں کا قحط ہے۔ ابتدائی مدرسوں میں لڑکے لڑکیاں ساتھ پڑھتی ہیں۔ کالجوں میں البتہ دونوں کو علیحدہ تعلیم دی جاتی ہے۔ اکثر خاتونیں انگریزی اور فرانسیسی خوب فصاحت سے بولتی ہیں۔ تھیٹر اور سینما کا شوق بڑھتا جا رہا ہے۔ عورتوں کے لیئے مدرسوں میں کھیل لازمی ہے۔ گھوڑے پر سواری کرنے کشتی چلانے کی باقاعدہ ٹولیاں قایم ہیں جن کے مقابلے ہوتے رہتے ہیں۔

مغرب کی سی آزادی اختیار کرنے کے باوجود وہاں کے مقابلہ میں اُن میں ایک خوبی پائی جاتی ہے کہ ترکی بیبیوں کا خیال ہے کہ عورت کا بہترین اور خوش کن مشغلہ خانہ داری ہے۔ وہ بہترین بیویاں اور مائیں ہیں۔

زنانہ مساوات۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک عورت کو حال میں قتل کے جرم میں پھانسی دی گئی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اریزونا ریاست میں وہ پہلی عورت ہے جسے پھانسی دی گئی۔ انگلستان میں ایک جیل خانہ کے افسر نے تجویز کی کہ عورتوں کو پھانسی کی سزا سے مستثنےٰ کیا جانا چاہیئے۔ اس پر انگلستان کی انجمن حریت نسواں نے آسمان سر پر اُٹھا لیا کہ مردوں کے برابر ہمارے حقوق ہیں۔ عورتوں کو کسی استثنےٰ کی ضرورت نہیں۔ مردوں کی طرح عورتوں کو بھی پھانسی ملنے کا حق حاصل ہے۔

اکثر مرد بھی یہی کہتے ہیں کہ جب عورتیں ہر جگہ اور ہر کام میں مردوں کے برابر حقوق مانگتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قتل عمد کی سزا کے معاملہ میں اس سے رعایت کیجائے گو ابتدائے زمانہ سے مرد عورتوں کی حالت پر ترس کھا کے اسے قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا نہیں دیتے لیکن اب زمانہ بدل گیا ہے۔

امریکہ میں ایک سولہ سالہ لڑکی کو قانون کی ممانعت کے باوجود شراب بیچنے کے جرم میں پندرہ مہینے کی سزا دی گئی۔ جج نے فیصلہ سناتے ہوئے کہا کہ ارتکاب جرم کے معاملات میں جنس کی کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔

زنانہ و مردانہ مساوات کی جنگ و جدل دیکھئے کیا رنگ لاتی ہے۔

محمد ظفر

(صفحہ ۳۴۴ سے آگے)

لیڈی۔ لارڈ گورنگ تم نے دیکھا آج لیڈی مارکبی نے یہاں کس کو بلایا تھا۔

گورنگ۔ ہاں۔ لیکن وہ یہاں آئی کیوں تھی؟

لیڈی۔ کیوں آئی تھی؟ پیارے رابرٹ کو پھسلانے کے لیے۔ وہ آرجنٹائن والی اسکیم میں انکو اپنا ہم خیال بنانا چاہتی ہے۔

گورنگ۔ پھر اس نے کوئی موزوں آدمی تلاش نہ کیا کیوں؟

لیڈی۔ وہ میرے شوہر کی نیک مزاجی کو کیا جان سکتی ہے۔

گورنگ۔ یہ بھی تعجب خیز ہے۔ کہ ایک چالاک عورت غلطی بھی کرسکتی ہے۔

لیڈی۔ اس قسم کی عورتوں کو میں چالاک نہ کہونگی کمینہ کہہ سکتی ہوں۔

گورنگ۔ ہاں مفہوم تو وہی رہا۔ اچھا خدا حافظ۔ رات بہت گذر گئی۔ جاتا ہوں (سر رابرٹ داخل ہوتے ہیں) رابرٹ! خدا حافظ (جاتا ہے)

سر رابرٹ۔ گرٹروڈ۔ آج تم کتنی حسین نظر آرہی ہو۔

لیڈی چلٹرن۔ رابرٹ کیا یہ سچ ہے کہ تم آرجنٹائن اسکیم کی مدد کرنے والے ہو۔

رابرٹ (حیرت زدہ ہوکر) بیگم! تم سے کس نے کہا۔

لیڈی۔ وہی عورت مسز شیولی۔ وہ تاون کے طور پر مجھ سے کہتی تھی۔ رابرٹ تم اس عورت کو نہیں جانتے۔ ہم دونوں اسکول میں ساتھ رہے ہیں۔ وہ بے ایمان، دروغ گو، مکار، چور اور بدچلن تھی۔ مجھے اس سے جبھی سے نفرت ہے۔

رابرٹ۔ گرٹروڈ! بہت ممکن ہے کہ ترقی عمر کے ساتھ مسز شیولی کی گذشتہ عادات بدل گئی ہوں۔

لیڈی۔ انسان کو گذشتہ باتوں کو نہ بھولنا چاہئے وہ اسکی آیندہ زندگی کا آئینہ ہیں۔

رابرٹ۔ بیگم! یہ کہنا سختی ہے۔ مگر میں تو سمجھتا ہوں کہ اب تک میں غلطی پر تھا اس لیے مجھے ارجنٹائن اسکیم کے متعلق اپنی رائے بدلنی پڑی۔

لیڈی۔ کیا تم نے واقعی اپنی رائے بدلدی۔

رابرٹ۔ ہاں۔

لیڈی۔ آہ یہ میرے لیئے ناقابل برداشت ہے سچ کہو رابرٹ تم نے اپنی رائے کیوں بدلدی اس سٹے کے معاملہ کے متعلق۔ کیا روپیہ کی خاطر۔ وہ تمہارے پاس وافر ہے۔ کیا عزت کی خاطر۔ وہ تمہارے پاس اسوقت بہت اور حقیقی ہے تم نے زندگی بھر دنیا کے برائیوں سے پرہیز کیا۔ دنیا تم کو ایک مثالی آدمی سمجھتی رہی۔ اب تم اپنی اس ناموری کو بٹہ نہ لگاؤ۔ ہم عورتیں جب کسی سے محبت کرتی ہیں تو اس کی پرستش بھی کرتی ہیں اور جب پرستش نہیں کرتیں تو کچھ بھی نہیں اس لیئے میری محبت کو برباد نہ کرو۔ رابرٹ کیا تمہاری گذشتہ ایام زندگی کا کوئی راز ہے جو تم مجھ سے چھپانا چاہتے ہو جس کی وجہ سے اب تم اس دھوکے کے کام میں مددگار بن رہے ہو۔ مجھ سے کہدو۔ میں تم سے نفرت کرنے لگوں گی۔ اگر یہ بات نہیں ہے تو اسی وقت اس بدبخت مسز شیولی کو ایک خط لکھو کہ تم نے اس معاملہ سے علیحدگی اختیار کرلی ہے۔ اگر تم نے اس سے وعدہ بھی کیا ہے تو وہ وعدہ اب واپس لینا پڑے گا۔

رابرٹ۔ کیا مجھے اب خط لکھنا ہی پڑے گا کیا میں اس سے زبانی تصفیہ نہیں کرسکتا۔

لیڈی۔ نہیں! اسکو تم دوبارہ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ عورت اس قابل نہیں ہے کہ تم اس سے بات کرو۔ چلو اس کو خط لکھدو لکھو کہ تم اس کے مکر کے سٹہ بازی کے سٹے میں مدد نہیں دے سکتے (سر رابرٹ خط لکھتا ہے۔ لیڈی چلٹرن اسکو پڑھتی ہے) ہاں یہ ٹھیک ہے (گھنٹی بجاتی ہے۔ میسن آتا ہے) یہ خط جلد روانہ کرو۔ جواب منگوانے کی کوئی ضرورت نہیں (میسن جاتا ہے لیڈی چلٹرن خاوند کے سامنے دوزانو بیٹھ جاتی ہے۔ اس کی آنکھیں پُرنم ہیں)

رابرٹ! محبت بعض باتوں میں ہماری رہبری کرتی ہے۔ میں آج کچھ ایسا محسوس کررہی ہوں جیسے تمہیں ایک بڑی تباہی اور بدنامی سے بچالیا۔ رابرٹ تم نہیں جانتے کہ تم نے اپنی سیاسی زندگی میں کس قدر شرافت کو جگہ دی ہے۔ میں جانتی ہوں اور اسی لیے مجھے تم سے محبت ہے۔

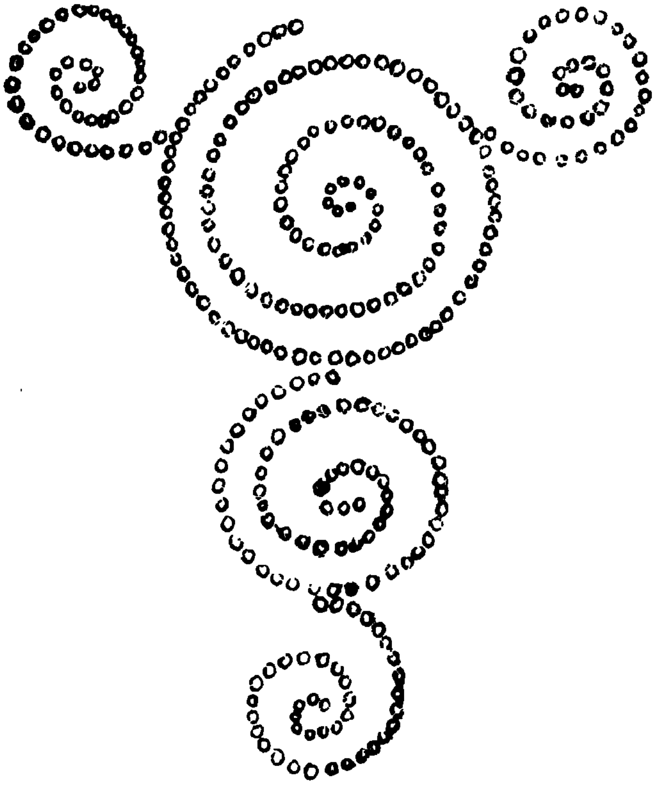
سر رابرٹ۔ آہ! گرٹروڈ۔ مجھ سے ہمیشہ محبت کرتی رہنا۔ ہمیشہ۔

لیڈی چلٹرن۔ رابرٹ میں تم سے ہمیشہ محبت کروں گی کیونکہ تم محبت کے لائق ہو۔

(دونوں چلے جاتے ہیں۔ نوکر شمعیں بجھا دیتے ہیں اور تمام گھر میں اندھیرا چھا جاتا ہے۔ مگر اب بھی "فتح محبت" کی تصویر کے پاس ایک مدہم سی روشنی دکھائی دیتی ہے)

پردہ گرتا ہے

باقی سالگرہ نمبر میں خواجہ نظام الدین حسن (حیدرآباد دکن)



موتیوں کا پھول

فراک کے سینے پر سفید یا ہم رنگ موتیوں
اور چھوٹی آستینوں والے جمپر کے سینے اور آستینوں
پر بنایا جائے ۔ نہایت خوبصورت معلوم ہوگا ۔

بلقیس صمد بیگم (پشاور)

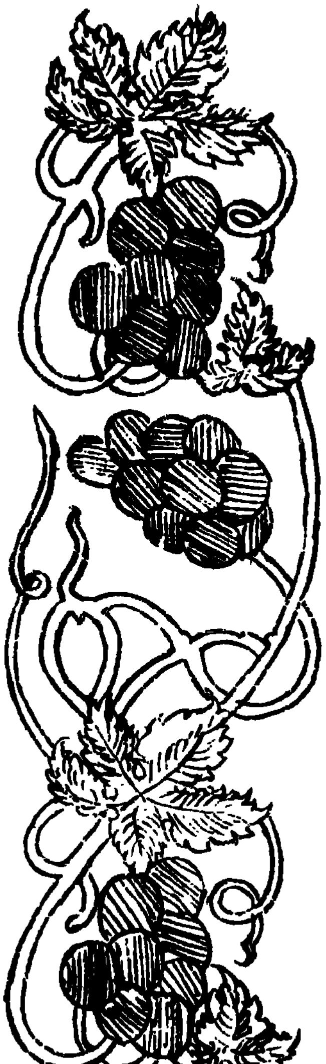


مور ٹہنی پر

یہ مور چار رنگ کے ریشم سے کاڑھا جاسکتا ہے
سرخ ریشم چونچ کے لئے
نیلا رنگ گردن اور پیٹ کے لئے
زرد ریشم دُم کے پروں کے گول حلقوں کے لئے ⊙
سبز ٹہنی اور پتوں کے لئے اور مور کے جسم میں اور
پروں میں استعمال کیا جاتا ہے

مسز سمیع دہلی

انگور کی بیل



یہ بیل کارچوب سلمہ ستارے وغیرہ سے کاڑھی جاتی ہے۔ بہنیں ریشم کے دھاگے سے بھی کاڑھ سکتی ہیں۔ ساڑھی کور کے لئے نہایت موزوں ہوگی۔

مس نور جہاں ناز بمبئی

دستِ کرم

خدا جزائے خیر دے ان دردمند مسلمانوں کو جنہوں نے تربیتگاہ بنات یا نادار و یتیم بچیوں کے لئے ماہ گذشتہ میں دس دس روپیہ بذریعہ منی آڈر بھیجے :-

ڈاکٹر رشید احمد صاحب بجنور۔ قدیر النسا بیگم صاحبہ زمڑی شاہ آباد۔ مسز ام حلیمہ مریم جمیل صاحبہ کلکتہ۔ محمد حفیظ اللہ صاحب گوجرہ لائل پور۔ مسز خواجہ محمد اکرم صاحب بھوپال۔ اعجاز احمد خانصاحب ہوشیار پور۔ بنت امجد اللہ خانصاحب شیر پور بیرسس۔ بیگم اشفاق حسین صاحب لکھنؤ۔ محمد غلام حسین صاحب دینا پور پٹنہ۔ عبد الحمید صاحب آنا گری۔ ہمشیرہ سید ارجمند علی صاحب فرید آباد۔ سید عمر دراز صاحب پونہ۔ مولوی ضیاؤ الدین صاحب ڈیرانہ مظفر نگر۔ منشی مہدی حسن۔ شمس منور میاں پوری غازی پور۔ ایچ اسیں بی گل صاحبہ میرٹھ۔ مسز ملک سلیمان خانصاحب امرتسر۔ مسز خان بہادر چودھری عنایت اللہ خانصاحب انجیر پنجاب۔ عزیز النسا صاحبہ نواب گنج۔ بیگم خانصاحب عبد اللہ صاحب ملتان۔ شیخ عطا محمد صاحب کیمبل پور۔ حیدر علی صاحب اگدار طہا سمنڈ۔ مسز میاں نور الدین صاحب سجاد لنگر پنجاب۔ سیدہ سعید فاطمہ بیگم صاحبہ مظفر نگر۔ مولوی محمد ساجد علی صاحب گورکھپور۔ ایس جی جیلانی صاحب پورٹ بلیر۔ صاحبہ قطب الدین احمد صاحب باندہ۔ بیگم مسز اقبال احمد بار ج ماڈن الہ آباد۔ منشی احمد الدین صاحب ٹر منسر بھٹنڈا سی پی ریلوے۔ بیگم مولوی عبد العلی صاحب کپور تھلہ۔ مسز کرم سلیمان صاحب گارڈ مدراس۔ اہلیہ عبد الخالق صاحب قلعہ گوجر سنگھ لاہور۔ ایس بی معرفت برکت علی خانصاحب کانگڑہ۔

راشد الخیری

نوٹ:- دس روپیہ سے زیادہ جن حضرات نے اپریل اور مئی میں بھیجے ہیں ان کے نام عصمت کے سالگرہ نمبر میں چھپینگے اور دس روپیہ سے کم جن کی طرف سے وصول ہوئے ہیں ان کے نام کچھ بنات مئی نمبر میں چھپ چکے ہیں اور باقی بنات جون نمبر میں چھپینگے۔

نئی کتابیں

تحریر النسا

حیدر آباد دکن کی نامور خاتون محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام آر اے ایس. سابق اڈیٹر النسا عصمت کی اس کے ابتدائی زمانہ سے نہایت گراں بہا علمی اعانت کر رہی ہیں، پچھلے سال ہم نے عصمتی بہنوں کو اطلاع دی تھی کہ محترمہ موصوفہ نے عصمتی کی مستقل امداد کے لئے اپنی چند کتابیں بھی عصمت کو مرحمت فرمائی ہیں چنانچہ ایک کتاب .... شائع ہو کر قبولیت عام حاصل کر رہی ہے، اور آج مسرت کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ ایک دلچسپ اور کار آمد کتاب تحریر النسا بھی چھپ کر تیار ہے یہ کتاب قریباً ۱۵ سال قبل شائع ہوئی تھی اس وقت کے نامور لکھنے والوں اور مشہور اخبارات نے اچھے اچھے ریویو کئے تھے۔ تحریر النسا اُن پہلی دو تین کتابوں میں سے ہے جو زنانہ خط و کتابت پر اردو زبان میں جدید طرز پر لکھی گئیں اور جہاں لڑکیوں کو خط و کتابت سکھانے کیلئے یہ بہترین کتاب لکھی جانیکی مستحق ہے وہاں اخلاق اور معاشرت پر بھی خواتین کی لکھی ہوئی کتابیں اس سے بہتر اردو میں بہت ہی کم نکلینگی۔ عورتوں کے لئے انشا کی جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں ان میں غالباً کسی میں یہ خوبی موجود نہیں زمانہ موجودہ کے تمام ضروری نمونے پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مستورات کے مطلب کی عملاً کار آمد اور مفید ضروری باتیں بھی بتائی گئی ہوں۔ تحریر النسا ۹ بابوں میں لکھی گئی ہے جن کے عنوانات یہ ہیں (۱) مذہب اور اصول مذہب (۲) اخلاق (۳) تعلیم نسواں (۴) اصول معاشرت (۵) حفظان صحت (۶) پرورش و تربیت اولاد (۷) تہنیت و تعزیت (۸) معاملات و کاروبار (۹) شعر و سخن۔ ہر عنوان کے تحت میں ۵ سے ۲۵ تک خطوط ہیں۔ اور ہر خط میں کوئی نہ کوئی مفید نتیجہ خیز اور دلچسپ بحث ہے مثلاً چوتھا باب اصول معاشرت کا ہے اس میں بحث کی گئی ہے (۱) گفتگو کا طریقہ کیا ہونا چاہئے رسم و رواج میں تبدیلی یا لاش نسبت میں ضرورت کن چیزوں کی ہے۔ تقاریب میں بدانتظامی۔ لوگ کس طرح خوش رہ سکتے ہیں۔ قرض اور اس سے نجات کی تدابیر۔

کمسنی کی شادی۔ غریبی میں خودداری، تمدن کی حالت میں باہمی معاونت تحریر النسا جہاں لڑکیوں کے لئے بہت کار آمد کتاب ہے وہاں بڑی عمر کی بیگمات کے لئے بھی اس میں کافی دلچسپی کا سامان موجود ہے۔

اور ہمیں امید ہے عصمتی بہنیں ذوق و شوق سے اس کتاب کو منگائینگی اور محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کی اس محنت کو قدر دانی کی نظر سے دیکھینگی۔ کاغذ سفید دبیز لکھائی چھپائی عمدہ ضخامت سوا سو صفحے۔
قیمت صرف ۱۲؍ (بارہ آنہ) ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

بچوں کی تربیت

قوم کی ترقی کا دارومدار ان ننھے منھے بچوں پر منحصر ہے جو آج ماؤں کی گود میں نظر آتے ہیں اگر ان کی تربیت ناقص ہوئی تو وہ قوم کے لئے باعث ننگ و عار ہوں گے اور اگر ان کی تربیت میں پوری توجہ اور صحیح اصولوں سے کام لیا جائے تو ان کا وجود نہ صرف ان کے والدین اور خاندان بلکہ ان کی قوم کیلئے بھی مایہ ناز ہو سکتا ہے اور یہی بچے بڑے ہو کر اپنے اعلیٰ کیرکٹر کی بدولت نہ صرف خود خوشگوار زندگی بسر کریں گے بلکہ اپنے والدین کا نام بھی روشن کریں گے جنہوں نے ماں باپ بننے کے ساتھ انہیں انسان بنانے کی ذمہ داری کو بھی محسوس کیا اور روز پیدائش ہی سے پرورش کے صحیح طریقوں سے انہیں زندہ رکھنے کی کوشش کی اور پرورش کے ساتھ تربیت کو نہایت مقدم اور اہم سمجھا۔

عصمت میں بچوں کی پرورش اور تربیت پر اس بائیس سال میں بہت کافی مضامین شائع ہوئے ہیں مگر جو مقبولیت مولوی عبد الغفار صاحب نجیری کے ان مضامین کو ہوئی جو ۱۹۲۳ء اور ۱۹۲۴ء اور ۱۹۲۶ء میں شائع ہوئے ہیں وہ غالباً کسی دوسرے مضمون کو نصیب نہ ہو سکی۔ وجہ یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے بچوں کی تربیت کو تربیت جسم (پرورش) اور تربیت اخلاق (کیرکٹر) دو حصوں میں منقسم کر کے ہر حصہ کے ہر عنوان کو سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر بڑی محنت اور قابلیت سے تحریر فرمایا ہے اور ہندوستان کے علاوہ بیروت شام وغیرہ میں جو جو تجربات بچوں کی پرورش اور تربیت کے ہوئے ان سب کو قلمبند فرما کر ہر مضمون کو بے انتہا کار آمد بنا دیا۔

پہلے حصہ میں بچوں کی غذا اور بیماریاں خصوصیت کے ساتھ بہت قیمتی مضامین ہیں جنمیں مولوی صاحب موصوف نے ایسے ایسے سستے آسان نسخے درج کئے ہیں کہ چھوٹے چھوٹے گاؤں میں بھی جہاں ڈاکٹر حکیم آسانی سے نہیں مل سکتے ہیں ان سے اشرفیوں کی جگہ کوڑیوں میں کام نکل سکتا ہے یہ مضامین اپنے خیالات اور نئی روشنی دونوں طبقوں کی خواتین میں پسندیدگی کی نظر سے دیکھے جا چکے ہیں کئی سال سے انہیں کتابی صورت میں شائع کرنے کا بہنیں اصرار کر رہی تھیں آج ہم بڑی خوشی سے اعلان کرتے ہیں کہ مولوی

عبدالغفار صاحب الخیری کے یہ سب مضامین اب "بچوں کی تربیت" کے نام سے ایک جگہ جمع کرکے شائع کر دیئے گئے ہیں اور اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف ان بیگمات کے لئے جنکی گود میں ننھے بچے ہیں بلکہ ان لڑکیوں کے لئے بھی جو مائیں بننے والی ہیں بے انتہا کارآمد و مفید ہے ضخامت چھوٹے سائز کے ۱۱۲ صفحے کاغذ لکھائی چھپائی اوسط درجہ قیمت دس آنہ ۱۰/
دونوں کتابیں دفتر عصمت دہلی سے شائع ہوئی ہیں۔

کشیدہ کی پہلی کتاب

خوشی کی بات ہے کہ اب چند سال سے ہندوستانی خواتین صنعت و حرفت میں بہت دلچسپی لے رہی ہیں اور زنانہ دستکاری پر اچھی اچھی کتابیں اردو میں شائع ہو رہی ہیں کشیدہ کی پہلی کتاب جو محترمہ ناظرہ بیگم صاحبہ سپرنٹنڈنٹ مسلم گرلز سکول کی قابل قدر محنت کا نتیجہ ہے کشیدہ کاری کا شوق رکھنے والی لڑکیوں کے لئے ایک کارآمد کتاب کہی جا سکتی ہے اس میں ۶۰ صفحوں پر بہت اچھے اچھے صاف اور خوبصورت نمونے جانوروں پھولوں بیلوں وغیرہ کے دیئے گئے ہیں اور ضروری ہدایتیں بھی انکے متعلق لکھدی گئی ہیں۔ کاغذ دبیز اور چھپائی عمدہ ہے۔
قیمت عہ کچھ زیادہ نہیں منیجر صاحب جنرل سپلائی سٹور نے یہ کتاب شائع کی ہے۔

محاوراتِ نسواں

دلی اور لکھنؤ کی بیگماتی زبان جو فصاحت کی جان تھی اور جسے سن اور پڑھ کر اہل ذوق گھنٹوں سر دھنتے اور جھومتے تھے روز بروز مٹ رہی ہے اور تعلیم یافتہ خواتین اب اپنی میٹھی میٹھی زبان کو چھوڑ کر روکھی پھیکی مردانہ اردو بے تکلف لکھ اور بول رہی ہیں غالباً اس چیز کو محسوس کرکے مطبع مجیدی کانپور نے ایک کتاب محاورات نسواں شائع کی ہے جس میں بہت سے بیگماتی محاورے محنت سے جمع کئے ہیں اور ان کا صحیح استعمال سمجھانے کے لئے مشہور شاعروں اور ادیبوں کے اشعار اور فقرے بھی نقل کئے گئے ہیں افسوس ہے بعض ایسے محاورے بھی کتاب میں موجود ہیں جو بہت عامیانہ ہیں اور سنجیدگی سے گرے ہوئے ہیں اگر مؤلف صاحب اس کا خیال رکھتے تو کچھ شک نہیں یہ کتاب شریف بیگمات کے لئے بہت مفید ہوتی تاہم شادی شدہ بیگمات کے لئے اس کا مطالعہ دلچسپی سے خالی نہیں ضخامت ۸۰ صفحے قیمت صرف ۸/
منیجر صاحب دفتر حاجی محمد سعید صاحب تاجر کتب مطبع مجیدی کانپور سے ملیگی

یوم عزا

عصمت کے نامہ نگار خصوصی جناب مولوی سید راحت حسین صاحب بی اے مؤلف نیرنگ رمضان القمر وغیرہ علمی مضامین کو جس دلچسپ پیرایہ میں تحریر فرمانے کا کمال رکھتے ہیں عصمتی بہنیں اس سے اچھی طرح واقف ہیں اس چھوٹی سی کتاب میں بھی صاحب موصوف نے بڑی محنت و کاوش سے ثابت کیا ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا دن شمسی سال کے حساب سے ہر سال ۱۳ اکتوبر کو پڑتا ہے۔ دیباچہ کے بعد واقعہ کربلا کا مختصر حال ہے اصل موضوع پر بڑی قابلیت سے دلچسپ پیرایہ میں بحث کی گئی ہے۔ مسلمان خواتین کو ضرور اس کا مطالعہ کرنا چاہئے ہم اپنے فاضل دوست کو اس بیش بہا کتاب کی اشاعت پر دلی مبارکباد دیتے ہیں قیمت برائے نام صرف ۴/ رکھی ہے ملنے کا پتہ مرغوب ایجنسی لاہور۔

روزنامچہ مقدس

روزنامچہ مقدس ہندوستان کے مشہور اخبار نیر اعظم کے فاضل ایڈیٹر حاجی سید ابن علی صاحب نے اپنے سفر حجاز، عراق فلسطین شام مصر کے حالات روزنامچہ کے طور پر لکھے تھے جو اب کتابی صورت میں شائع کئے گئے ہیں انکے مطالعہ سے ان اسلامی ممالک کی تمدنی معاشرتی تجارتی اور تعلیمی حالت کے متعلق معلومات میں اچھا اضافہ ہوتا ہے کھانے پکانے کی چیزوں اسباب خانہ داری، مہینے، دن، پیشہ ور لوگ وغیرہ روزمرہ کے استعمال کے بہت سے عربی الفاظ کی فہرست بھی دی گئی ہے جو ان ممالک کی سیاحت کرنیوالے عربی سے ناواقف حضرات کے لئے بہت مفید ہے اور ہماری رائے میں یہ کتاب اگر وہ اپنے ساتھ سفر میں رکھیں تو نہ صرف اسکا مطالعہ ہی دلچسپی کا باعث ہوگا بلکہ سفر میں رہنما کا کام بھی دیگا۔ کاغذ سفید دبیز لکھائی چھپائی اوسط درجہ کی ضخامت کچھ کم ڈھائی سو صفحے۔
قیمت صرف عہ منیجر صاحب نیر اعظم مرادآباد سے منگائیے۔

جواہر اللغات

فارسی کی مشہور لغت ہے جسکا تیسرا ایڈیشن حال میں شائع ہوا ہے اس لغت کی پہلی خصوصیت یہ ہے کہ فارسی الفاظ کے معنی آسان اور سیدھی سادی زبان میں دیئے گئے ہیں اور اسلئے کالجوں اور مدرسوں کے طلباء کے علاوہ وہ لڑکیاں بھی اس سے فائدہ اٹھا سکتی ہیں جو فارسی ادب کا شوق رکھتی ہیں دوسری خوبی یہ ہے کہ کاغذ لکھائی چھپائی اور جیبی سائز کے قریباً چار سو صفحے اور پھر مجلد ہونیکے باوجود قیمت صرف ۱۲/ ہے۔ لالہ رام نرائن بک سیلر الہ آباد سے ملتی ہے۔

رواج کی پوجا

اس مختصر سے رسالہ میں شیخ عبدالرحیم صاحب بی اے وکیل جھنگ نے لڑکیوں کو ترکہ پدری دینے کے لئے کلمہ گو زمینداران پنجاب سے جنہوں نے خدائی فیصلے کو ٹھکرا کر لڑکیوں کو حق وراثت سے محروم کر رکھا ہے موثر الفاظ میں اپیل کی ہے اس چھوٹے سے رسالے کے لئے شیخ صاحب مسلمان خواتین کی طرف سے شکریہ کی مستحق ہیں غالباً مفت شیخ صاحب سے [illegible]

بزمِ عصمت

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرے بھائی اکرام حسین صاحب نے اس سال بی اے کا امتحان ساتھ آنرس کے فرسٹ کلاس میں پاس کیا اس خوشی میں پانچ روپیہ اپنی طرف سے اور پانچ روپیہ اپنی بہن رابعہ خاتون کی طرف سے نادار یتیم بچیوں کے واسطے بذریعہ منی آرڈر روانہ کرتی ہوں۔

رئیسہ خاتون از پٹنہ

میرے لڑکے محمد صدیق سلمہ نے اس سال امتحان بی اے میں کامیابی حاصل کی ہے اس خوشی میں ۵ روپیہ نادار بہنوں کے لئے ارسال خدمت ہیں

مسز ڈاکٹر محمد حنیف بدنیرہ برار

جناب ایڈیٹر صاحب۔ السلام علیکم۔ آہ میں کیونکر لکھوں میرے چچا زاد بھائی شفقت الٰہی نفیس نادان نے ریل کے حادثہ سے بریلی کے ہسپتال میں تین روز بیہوش رہ کر ۲۳ مئی سنہ ۳۰ء کو ہم سب سے دائمی جدائی اختیار کی اناللہ وانا علیہ راجعون۔ وہ اپنی ملازمت کے سلسلے میں بریلی گئے تھے عمر ابھی تقریباً چھبیس سال تھی اپنی یادگار ایک ڈیڑھ کا بچہ چھوڑا ہے دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اور مرحوم کے والد جناب قدرت الٰہی صاحب اور بیوی بچہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور شوکت میاں سلمہٗ کو دادا کے زیر سایہ پروان چڑھائے آمین بہنیں ایک ایک پارہ پڑھ کر مرحوم کی روح کو ثواب پہنچا دیں اگر کوئی بہن یا بھائی تاریخ وفات لکھدیں تو میں بہت ممنون ہوں گی پانچ روپیہ بغرض ایصال ثواب تربیت گاہ کی بچیوں کے لئے ارسال ہیں

بنت محمد نعمت الٰہی زبیری تحصیلدار رائسین

میرے خالو جان مسٹر چودھری دو ماہ کی علالت کے بعد ۱۳ جون کو انتقال کر گئے بہت نیک نفس پاک طینت انسان تھے بہنیں دعا کریں۔ خدا مغفرت کرے۔

مسز اے ایچ باقی کلکتہ

مسز نصرت حسین صاحبہ پٹنہ نے آنکھوں کی روشنی کے لئے اطریفل روزانہ صبح نہار منہ کھا کر باسی پانی پینے کو لکھا ہے مسز موصوف براہ مہربانی یہ بھی مطلع فرمائیں کہ اطریفل کس قدر مقدار میں کھایا جائے اور کونسی قسم کی۔ میری والدہ صاحبہ کی روشنی بہت کم ہو گئی ہے۔

خاکسار ایس ایف شملہ

بہن وفا بیگم صاحبہ نے عصمت و تہذیب میں اپنے عزیز کے ہاتھوں کے موکوں کے لئے دوا دریافت فرمائی ہے۔ ان کو واضح ہو کہ تیزاب سے فائدہ ہوتا ہے میرے ہاتھوں پر بھی کئی موکے نکلے ہیں۔ جو تیزاب لگانے سے دور ہو گئے۔ داغ رہ گئے تھے مگر وہ بھی رفع ہو گئے۔ آپ دوسرے تیسرے روز تیزاب لگایا کریں کہ صرف مرکا جل جائے اور موکے کے گرد نہ لگے۔ انشاءاللہ تھوڑے دنوں میں چھٹ جائیں گے۔

عابدہ بیگم پشاور

مئی سنہ ۱۹۳۰ء کے عصمت میں بہن اب ق صاحبہ نے اپنی کسی بہن کی نسبت دریافت کیا ہے کہ بخار کے بعد رنگت سیاہ پڑ گئی ہے جواباً عرض ہے کہ یہ تو ہمیشہ قاعدہ کی بات ہے کہ بخار کی وجہ سے یا سردیوں میں دھوپ میں بھی بیٹھنے کے سبب رنگت سیاہ ہو جاتی ہے اس کے واسطے گھبرانے کی ضرورت نہیں ان کو ڈاکٹری مشورہ سے کوئی طاقت کی دوا استعمال کرنا چاہئے۔ کیوٹی کورسوپ کا استعمال رکھیں۔ سینڈل ووڈ پاؤڈر ایک مصنوعی چیز ہے اگر وہ چاہیں تو استعمال کریں۔ زلیخا اختر دہلی

بیگم حشمت علی صاحبہ چرکھاری کا خط عصمت بابت ماہ مارچ سنہ ۳۰ء میں شائع ہوا ہے اس کی نسبت گذارش ہے کہ بریلی میں جس جگہ سے میرے ہاں کام بنتا ہے اور اشتہار آتے ہیں اس دوکان کا پتہ حسب ذیل ہے

حافظ رونق حسین صاحب گوٹہ ٹھپہ والے بازار کلاں بریلی

بیگم ناظم علی از شاہجہان پور

بہن اب ق صاحبہ نے بخار کے بعد سیاہ رنگ پڑ جانے کی دوائی دریافت کی ہے۔ تو ان بہن صاحبہ کے لئے نسخہ آزمودہ تحریر کرتی ہوں۔ وہ یہ ہے۔ عناب منڈی عشبہ مغربی رات کو پانی میں بھگو دیں

چھٹانک ۲ تولہ ۲ تولہ صبح کو ملکر چھان لیں پھر

ڈیڑھ سیر مصری ملا کر شربت کا قوام بنا کر بوتلوں میں بھر کر رکھ لیں۔ ۲ تولہ صبح ۲ تولہ شام پانی میں گھول کر پی لیا کریں۔ کھٹائی اور بادی چیز کا پرہیز رکھیں۔ گڑ تیل کی چیز نہ کھاویں۔ انشاءاللہ بہت جلد آرام ہو گا۔

ہمشیرہ محمد عرفان الحق سہارنپور

میری آنکھ میں قریب پانچ یا چھ ماہ سے گوہانجنی ہے جو نہ بڑھتی ہے اور نہ کم ہوتی نظر آتی ہے۔ بہنوں کی زبانی معلوم ہوا ہے کہ یہ دو دو اور تین تین سال رہتی ہے پھر آپ ہی گھل جاتی ہے۔ کیا یہ سچ ہے۔ اگر کوئی بہن بذریعہ عصمت آزمودہ نسخہ یا دوائی بتائیں تو ممنون ہوں گی۔

راقمہ خریدار نمبر ۱۲۲۷

عصمتی بہنیں براہ مہربانی بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں:۔

سولا ہیٹ (sola hat) پر سے تیل کے داغ کو کس طرح سے آسانی سے دور کیا جاسکتا ہے۔ مسز یعقوب جوارہ (ضلع مونگیر)

سفرنامہ اندلس مینشی دبیر علی صاحب بھوپالی کہاں سے مل سکتا ہے!

مسز سید محمد یوسف کو لگانک بھاگلپور

چھوٹے بچوں کے اونی ٹوپے کس طرح بنائے جاتے ہیں!۔

احمدی بیگم جاورہ

عمدہ ریشم اور ڈی ام سی کاٹن اور کے فیتہ وغیرہ کی دوکان کونسی ہے! نیز مجھے غسل کے نمک اور پوڈر وغیرہ کی ضرورت ہے کم نرخ پر کہاں سے عمدہ اور نفیس ملتا ہے! ش۔ن

ٹلنگ کارڈ کہاں سے ملتا ہے والدہ خالد فصیح خریدار نمبر ۳۰۰۳

میں سر کے بالوں میں بچپن سے ناریل کا تیل لگاتی ہوں اور دوسرے متعلقین بھی مگر میرے بال کہیں کہیں سے سفید ہوگئے ہیں سیاہ کس تیل سے ہوسکتے ہیں! مس نورجہاں بیگم (دہرہ دون)

غلی بوٹی کی بیلیں کس دوکان سے ملتی ہیں

زیڈ بی عبدالوہاب منگین گھاٹ

(مس رقیہ خانم کلکتہ نے بھی سفید بال سیاہ کرنے کا نسخہ دریافت کیا ہے)

موسم گرما شروع ہوتے ہی میرے ہاتھ اور پیر میں اس قدر جلن ہوتی ہے جس سے نہایت سخت تکلیف ہوتی ہے ڈاکٹری یونانی علاج بہت کیا کچھ فائدہ نہ ہوا اگر کسی عصمتی بہن کو کوئی نسخہ معلوم ہو تو براہ مہربانی مطلع فرمائیں ممنون ہوں گی۔

اہلیہ محمد اوصاف صاحب فرنگی محل لکھنؤ

مئی کے پرچہ میں بہن مصطفائی بیگم صاحبہ نے برص کا علاج تحریر فرمایا ہے اگر مجھے ان کا ٹھیک پتہ معلوم ہو تو براہ راست ان سے خط و کتابت کرنا چاہتی ہوں مسز احسن خریدار نمبر ۷۷۴

میری ایک چھوٹی بہن ہے جس کو عرصہ ۳/۴ سال سے سفید برص ہے جو کہ اب تمام بدن پر پھیل رہا ہے بہت سی دوائیں اور نسخے استعمال کئے گئے مگر کسی سے افاقہ نہ ہوا۔ پرچہ عصمت مئی نمبر میں بہن مصطفائی بیگم اجمیر شریف سے تحریر فرماتی ہیں کہ ایسے مریضوں کو ڈیڑہ دو دن کے شفاخانہ میں بھیجائیں۔ اس لئے میں عرض کرتی ہوں کہ جب کی طاقت وہاں علاج کروانے کی نہ ہو اس کے لئے کونسا نسخہ تجویز ہو۔ اپریل کے پرچہ میں بہن عائشہ بیگم صاحبہ کے جواب میں تمکین کاظمی حیدرآباد دکن والے تحریر فرماتے ہیں کہ میرے بھی ایک دو عزیز حکیم صاحب کے علاج سے صحت یاب ہوچکے ہیں۔ اگر کوئی زیادہ حال معلوم کرنا ہو تو مجھ سے دریافت کریں۔ حیدرآباد کی کوئی اور بہنیں اور بھائی بھی اپنی اپنی رائے سے مطلع فرمادیں عین نوازش ہوگی

ایچ بی۔ نرس خانپور

ایک محترمہ بہن صاحبہ نے سنگار کے متعلق کسی پچھلے پرچہ میں معلوم کیا تھا میں منتظر تھی لیکن کسی بہن یا بھائی نے اس طرف توجہ نہ فرمائی۔ براہ مہربانی کوئی بہن یا بھائی یہ تحریر کریں ہر موسم کا لباس کیسا ہونا چاہئے دوپہر کو کس طرح کا اور دوپہر کو کس وضع کا ہواخوری کے وقت کیسا اور شام کے وقت کیسا ہونا چاہئے۔ مس تاج سلطان راولپنڈی

میری چھوٹی خالہ زاد بہن عزیزہ شمس النساء کے قریب چھ ماہ سے گلے میں حلق کے اندر ایک قسم کے غدود ہوگئے ہیں جس سے ان کو کھانسی کی بھی شکایت ہوگئی ہے جبل پور کے ڈاکٹروں کی رائے ہے کہ اس کا آپریشن کیا جائے لیکن بہن موصوفہ کے عزیز خصوصاً ان کی والدہ صاحبہ تو ایسا کرواتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے لہٰذا کوئی بہن یا بھائی ایسی مفید و کارآمد دوا بتائیں کہ یہ غدود پگھل جائیں۔ بہن گ۔ن صاحبہ کپور تھلہ ضرور اس طرف توجہ فرمائیں۔ بلقیس بیگم جبل پور

معمے مندرجہ ذیل حروف کو صحیح ترتیب دینے سے مقابل کے نام بنتے ہیں

ل ل ر ہ م ص ی ا ع و ت س	ایک مشہور پرچہ
ک ک ل م و و ہ ہ ی ر ٹ	یورپ کی ایک مشہور حکمراں بیگم
م م ب ت ہ ہ ا ا د	ایک مذہبی پیشوا
ی گ و ن ز ب ش	علامہ راشد الخیری کی ایک تصنیف

صحیح جواب لکھنے والیوں کو دو انعام پانچ اور تین روپیہ کی کتابیں بذریعہ قرعہ دیجائیں گی نمبر خریداری اور ایک ٹکٹ ہر جواب کے ساتھ ضروری ہے جواب ڈیر سیمہ دفتر عصمت دہلی کے پتہ پر۔

مئی کے معموں کے صحیح جواب یہ ہیں (۱) ابلہ میں میلہ (۲) جنت مکانی خاتون اکرم (۳) مہاتما گاندھی (۴) حیدرآباد دکن (۵) عصمتی دسترخوان (۶) حضرت رابعہ بصری۔ انعام کی مستحق یہ بیبیاں ہیں:۔ بلقیس بیگم کرنیل گنج کانپور (۲) مسز محمد الدین صاحب قریشی لائل پور پنجاب (۳) کریم النساء صاحبہ ہیڈ معلمہ مدرسہ نسواں جالنہ دکن

صحیح جوابات بھیجنے والی باقی بہنوں کے نام

پنجاب و سرحد، بلوچستان، کشمیر

بیگم چودھری فقیر ا... احمد ... اختر بہاولپور، زکیہ
ہاشمی سروجنی کشمیر، بنت سید خلیل الرحمٰن ... بنت ... اسیو ...
بنت شیخ عبدالرحیم گوجرانوالہ لاہور، قمر اسما سیالکوٹ، ک ب گجرات
ہمشیرہ محمد قیصر نمبر ۱۴۳۳۳، اندرون ... والا، اکرم خاں سیالکوٹ، اہلیہ
عبداللہ ورصد ... رسالپور۔ ... خانم ... بنت چودھری ... کشہ
رحمت علی صاحب میانوالی، دختر خان صاحب شیخ نقی ... صاحب ...
ہمشیرہ سید محمد احمد کوہاٹ، بنت میاں غلام محمد سیالکوٹ، کسورہ بانو ...
الدین قمسلہ، معرفت ڈاکٹر محمد یوسف صاحب لاہور، بیگم خان صاحب
عبدالغفور خاں گوجرانوالہ۔ ... ایف کیتھ شملہ، بلقیس بیگم کیمبل پور، بنت
چودھری سلطان علی ... سیالکوٹ، کوکب سلطانہ کیمبل پور۔ عابدہ بیگم
پشاور۔ بیگم چودھری ... عبداللہ ملتان، ... بنت ڈاکٹر ابوالفضل
... تھلہ، سعید فاطمہ بیگم ... سرگودھا۔ بلقیس محمد بیگم پشاور، سلمہ خاتون
گوجرانوالہ، سکینہ بیگم کیمبل پور، الیف ... بنت ڈاکٹر محمد خاں ...

دکن، برار، سی پی و جنوبی ہند

مس منیر النسا بیگم مدراس،
سیہ لی ... کدور، مسز
قدوس حسین پربنی، بنت خواجہ عبدالہادی حیدرآباد دکن، بنت غلام نبی
غازی پور، گلبرگہ، ستارا پربنی، بنت منور علی نظام آباد، صغیر النسا بیگم
عثمان آباد دکن، حفیظہ جمال آصف آباد، مہر بانو مختار پورہ حیدرآباد،
مقبول بیگم حیدرآباد، اہلیہ کپتان علی رضا محبوب نگر، سعیدہ بیگم اورنگ آباد،
مسز اقبال الدین احمد صدیقی حیدرآباد، مسز محمد امام الدین عثمان شاہی حیدرآباد،
اہلیہ خلیل الرحمٰن سکندرآباد، بنت عبدالجلیل محبوب نگر، بیگم ج م ... محمدی بیگم
بھوساول، ط، ج ب ناندیر دکن، ا ج ب فوتہلہ چاندہ، مسز سید مظہر حسین
تلیہ گاؤں برار، مسز عبدالسلام کھام گاؤں برار، بلقیس بیگم جبل پور، بیگم محمد عمر
دادر ہابرار، بنت عبدالحفیظ رائے پور، بیگم عبدالرحیم بیگ صدر ناگپور۔
دختر ڈاکٹر عبدالرزاق احمد ادن ایوتمل برار، مسز قاسم شریف رائپور، جمیلہ
خاتون ناگپور۔ ذکیہ خاتون امراؤتی، بنت احمد عبدالرحیم حیدرآباد دکن،
مسز محمد سعید خاں دیول گاؤں راجہ، مسز یعقوب جھگڑا کھانڈ کوماری، ہمشیرہ
منیر الدین رائچور، ہمشیرہ مقصود حسین باسم اکولہ، مسز شریف الحسن سہاگپور
ہیڈ مسٹرس اردو گرلز سکول شیگاؤں برار، مسز الیس احمد ٹھیکیدار کمروائی
سی پی، مسز نظر عباس ... انہ، ہمشیرہ محمد عبدالرحیم خاں بالاگھاٹ۔

عزیز بانو امراؤتی، بنت عبدالحفیظ بلاسپور، ضمیر النسا بیگم ناگپور، زہرہ خاتون
کرنول مدراس، اختر ... مدراس، سلطان بیگم وزیگاپٹم، مس عبدالستار سیوی
اہلیہ ... محمد بنگلور، بنت حیدر علی، حمد ... سمند، عابدہ بیگم امراؤتی، بنت
... مینڈلہ، بنت کلاں شبیر حسین صاحب ملتانی، زیڈ بی الیس ... گھاٹ

بمبئی، بہار، اڑیسہ

مسز عزیز فاطمہ ... روڈ، مسز امان خاں
ستارا، سائرہ بنت عبدالرحمٰن بمبئی۔
خدیجہ بانو پونہ، مسز کے سی قریشی رادھن سندھ، مسز اظہار الحق ... پٹنہ
مسز شاہ وحید الدین سہسرام، احمدی خاتون بھاگلپور، دختر سید شاہ محمد
یحییٰ ... مونگیر، بنت ڈپٹی عبدالعزیز پرولیا، رئیسہ خاتون پٹنہ، امام باندی
گوال کو ... پورنیہ، الیس محمد عبدالغفار سہسرام، آرہ بیگم قاضی ابوالحسنات
نوادہ گیا، ہمشیرہ محمد قاسم پٹنہ سٹی، مسز نصرت حسین آروی پٹنہ۔ مسز
سید غلام جیلانی سارن، بنت خان صاحب حاجی غلام حسن خاں ... پور
مسز یوسف نوادہ گیا، معظمی بائی سورت

وسط ہند، راجپوتانہ

انیس فاطمہ بھوپال۔ ارجے جاورہ۔
اشتیاق بانو انصاری رتلام، ساجدہ
بیگم بھوپال، خریدار ۲۸۴۴ بھوپال، مہر النسا بھوپال، احمدی بیگم جاورہ
ہمشیرہ کامل یار بھوپال

بنگال، برما، آسام

سیدہ بیگم نعمانی ... پور، مسز عباس علی کلکتہ
رقیہ خانم ایوب خاں کلکتہ، الیس کے صغرا
بیگم سبز وار یہ کلکتہ، ام الفاطمہ مشتری بیگم کلکتہ، نشاط افزا کلکتہ۔ بنت
ڈاکٹر ام نے لطیف ٹانگو۔

انکے علاوہ

خریدار نمبر ۱۴۳۶، ۱۷۳۶، ۳۹۹۹، ۱۵۳۹، ۴۲۵۲
۲۷۵۰، مسز شیخ صاحب جج دو حلقہ، مسز اطہر ۴۸۷
۱۵۳، ۴۶۲۴، ۳۱۴۳، زہرہ بیگم ڈیرہ، غوثیہ بنت محمد نعیم اللہ۔
سکندر جہاں ۳۶۸۳، ۳۶۵۸،

یو پی

مسز سید مسعود حسن رضوی ادیب لکھنؤ، مسز ... جلیل رامپور
اہلیہ محمد ادصاف زنگی محل لکھنؤ، بیگم ناظم علی شاہجہان پور
مسز حبیب احمد رائے بریلوی، مسز ظہیر الدین بہرائچ، اہلیہ بابو علی احمد علی گڑھ
بیگم سید محمد حسن کانپور، خان سراج الحسن میرٹھ، زیب النسا نہال الدین
جھنکا الہ آباد۔ عبدالحمید سبز پور میرٹھ۔ ام سلمہ بیگم سلیم پور۔ بنت
برنسپل عشرت حسین صاحب ہردوئی۔ (باقی نام سالگرہ نمبر میں چھپینگے)

(چوالیسویں جلد ختم)

THE ISMA[illegible]

ESTD 1908.



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیئے

پاکیزہ خیالات ۔ علمی ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو

[illegible] الخیری مدظلہ

کی سرپرستی مین ہر انگریزی مہینے مین ایک بار شائع ہوتا ہے

ستمبر
۱۹۳۰ء
قسم دوم

ایڈیٹر رازق الخیری

چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپے

چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے تین روپے

عصمتی دسترخوان
مطبوعات عصمت

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے
بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے	عراقی اور حجازی کھانے
حیدرآبادی اور رامپوری کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے	پشاوری اور سندھی کھانے
[illegible]	لذیذ لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے
غریبوں اور امیروں کے کھانے	سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنے کی	بوڑھوں اور بچوں کے کھانے

اردو زبان میں بہترین کتاب
عصمتی دسترخوان

جسکی ایک نمایاں خصوصیت جو اس موضوع کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں۔ اس لئے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست ہیں۔ ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً ۸۰ عصمتی بہنوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے محترمہ جناب آمنہ نازلی نے بڑی محنت سے یہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق بھی نہایت مفید باتیں درج کی گئی ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنے کے لئے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں		
پلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	[illegible] کباب
کھوپرے کی پڈنگ	امنڈ پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب
نارنگی بھری پڈنگ	سیب پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب
جنجر پڈنگ	بلیبوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے بیسنی کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب
[illegible] بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	[illegible] کے کباب	دہی کے کباب	

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے اسی سے کتاب کا اندازہ کیجئے۔ چاول سلونے اور میٹھے، سویاں، کھیر، فرنی، سادے و ترکاری دار سالن، مچھلی، مرغ، اچار، بسکٹ، نمک دالیں، مٹھائیاں، حلوے، چٹنیاں، مربے، اچار، سموسے، انڈے، پوری، کچوریاں، پراٹھے، روٹی، غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی ہی اچھی صحیح ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی درجن ترکیبیں ہیں۔ سینکڑوں خطوط اسکی تعریف میں آچکے ہیں اور کئی درجن بہنوں نے ایک جلد منگانے کے بعد چار چار، پانچ پانچ جلدیں منگائی ہیں اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں چھپی۔ یہ کتاب ہر شریف گھرانے میں ہونی چاہئے۔ قیمت صرف عہ

منیجر عصمت دہلی

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں سے یہ نہایت کار آمد تحفہ، دو [illegible] عصمتی بہنوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنت قاضی محمد حسین صاحب بنگلور نے مفید باتیں لکھ کر کتاب تیار کی ہے۔ مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیے

۱۱ طرز کی جالیاں	فارم ہاؤس	خوش آمدید	گڈ نائٹ
۵ قندیل نسترن	پروار گوشے	[illegible]	تاج محل آگرہ
۶ خوبصورت تکیے ایسے ایسے ۸۵	[illegible]	جامع مسجد دہلی	ڈاک بنگلہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	کلمہ طیبہ

کروشیا کی شوقین بہنوں کو ضرور یہ کتاب منگانی چاہئے کئی بزرگوں کے اس کی تعریف میں مضامین شائع ہو چکے ہیں قیمت صرف عہ

شمع خاموش

اردو کی مشہور شاعرہ مرحومہ [illegible] بیگم لکھنوی کی درد انگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ مسٹر رازق الخیری ایڈیٹر عصمت و بنات نے دیباچہ لکھ کر مرتب کیا ہے یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہے۔ اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں قیمت ۸

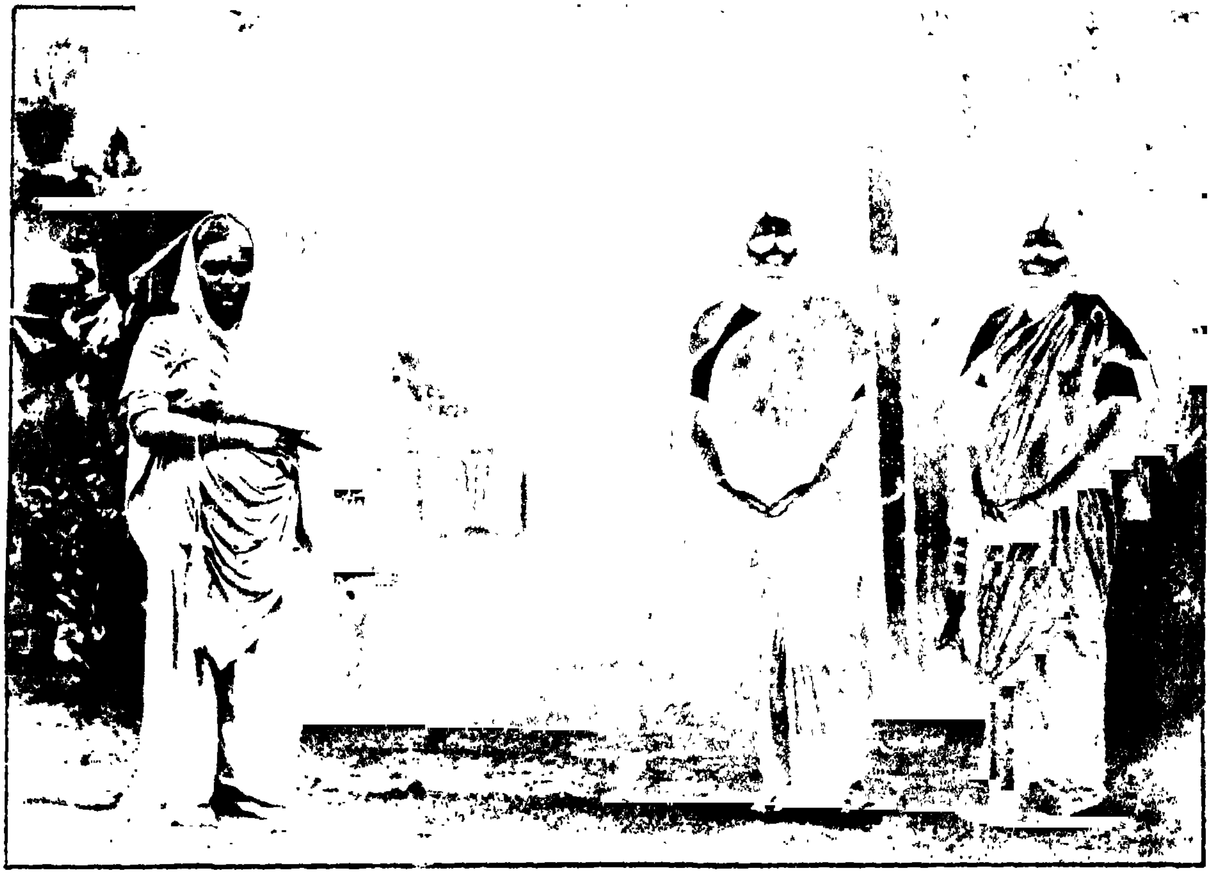
بچوں کی تربیت

بچوں کی پرورش اور تربیت پر اس قدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آجتک شائع نہیں ہوئی دلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن جن باتوں پر [illegible] کی جاتی ہیں اور اس وقت [illegible] میں کام ہو رہا ہے وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں پھر سائنس و حفظان صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہے [illegible] تجربے بیان کیے گئے ہیں [illegible] عبد الغفار صاحب الخیری [illegible] قیمت ۸

بالشویکی دنیا

انگریز سیاح کلیئر صاحب بالشویکی دنیا میں چلے گئے تھے جنہیں بالکل مردہ سمجھتے تھے سیاح کبھی دشمنوں [illegible] اٹھاتا تھا کبھی کسی کی جیب میں ڈال دیتا تھا اور سینکڑوں بالشویکوں کا جو کھانا ہوتا تھا اکیلا ایک نشست میں ختم کر دیتا تھا بڑی مزیدار کہانی ہے لڑکے اور لڑکیاں پڑھیں گے تو خوب ہنسیں گے صاحبزادہ علی احمد خاں صاحب بی اے نے ترجمہ کیا ہے کتاب کا نام ہے "مختصر دنیا" قیمت صرف ۵؎

بمبئی میں شراب کی دوکانوں پر پکٹنگ۔



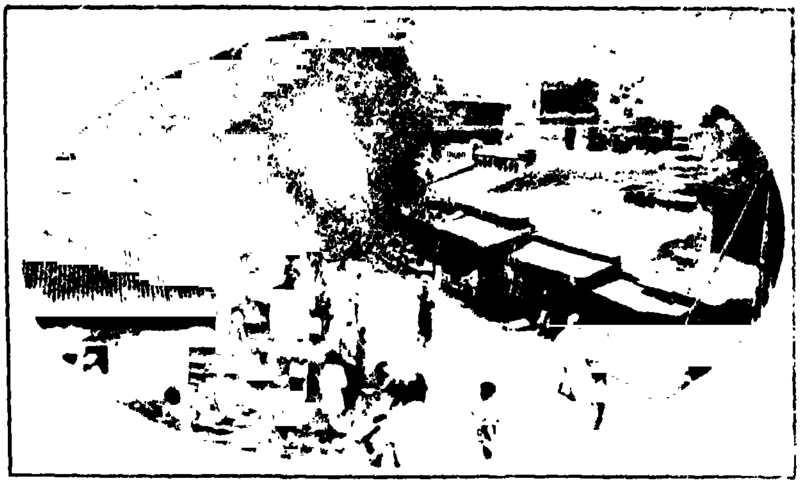
دیش سیوک دل کی تین ممبر خواتین تاڑی کی ایک دوکان پر پہرہ دے رہی ہیں

مسز اقبال النسا بیگم



آپ ریاست میسور کی پہلی مسلم خاتون ہیں جنہوں نے بی اے کی ڈگری حاصل کی تھی - آپ اردو گرلز سکول بنگلور شہر

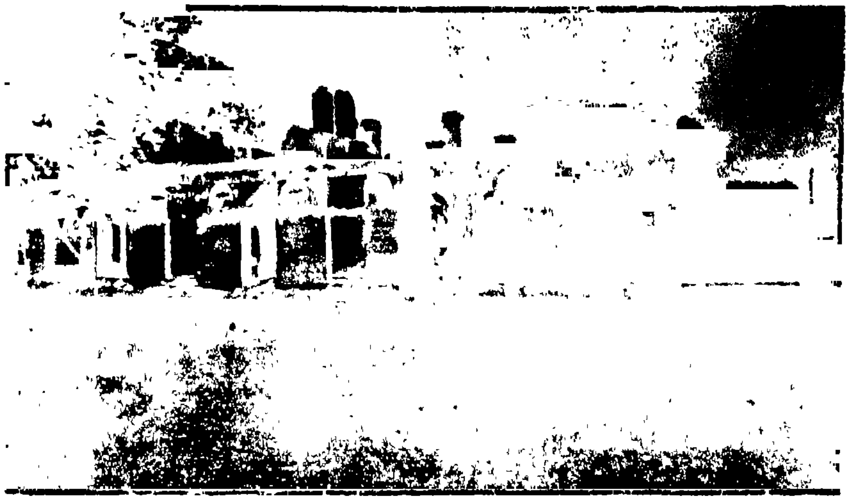
شولا پور میں مارشل لا کا سبب



شولا پور کا وہ حصہ جسکو منگل پیٹھ کہتے ہیں

شاہی والے مقام پر فسادات کے ایام میں ایک پولس حوالدار کو زندہ جلا دیا گیا تھا

[illegible]



[illegible]

[illegible]



حال ہی میں چار صد تعلیم یافتہ امریکن خواتین نے ایک کانفرنس میں قانون امتناع شراب کے
خلاف پروٹسٹ کے لئے ایک زبردست جلسہ کیا - اوپر کی تصویر کانفرنس کی
ایکزکٹو کی ہے -

رسالہ عصمت دہلی

جملہ حقوق محفوظ

جلد ۴۵	بابت ماہ ستمبر سنہ ۱۹۳۰ عیسوی	نمبر ۳

۱۰ تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ **قسم خاص** (جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں) ۱۰ روپیہ، رؤسا سے ۲۵ روپیہ، والیانِ ریاست سے ۱۰۰ روپیہ فی پرچہ عہ، **قسم اول** (جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے) ۵ روپیہ فی پرچہ، **قسم دوم** (جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہلکا ہوتا ہے) ساڑھے تین روپیہ فی پرچہ ۵ر

نہایت ضروری رسالہ کے تمام خریداروں کے لیے نہایت ضروری ہے کہ (۱) خط کتابت کے وقت اپنا خریداری نمبر تحریر فرمایا (۲) تبدیلی پتہ کی فوراً اطلاع دے دیں (۳) چونکہ پرچہ ہمیشہ پابندی وقت سے ٹھیک ۳۰ تاریخ کو شائع ہوتا ہے اس لیے کسی وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ سے ۱۵ تاریخ تک مطلع کر دیں اور (۴) جواب طلب امور کیلئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ بھیجیں ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی

عصمت کی لاج

دلی شکریہ کے ساتھ ان عصمتی بہنوں اور معزز بھائیوں کے نام درج کیے جاتے ہیں جنہوں نے ۲۵ جولائی تک عصمت کی توسیع اشاعت میں حصہ لیا۔

پانچ خریدار محترمہ والدہ افضل حیات خاں صاحب پٹیالہ نے دیے۔

چار چار خریدار مسز شفیع احمد اورنگ آباد دکن اور جمیلہ خاتون صاحبہ لکھنؤ نے اور **تین تین** خریدار اہلیہ شیخ عمر حیات صاحب امرتسر مسز اسلم صاحبہ مدراس، رضیہ بیگم صاحبہ بنت سعادت علی صاحب لاہور۔ اور خورشید جہاں صاحبہ چودھری الہ آباد نے دیے۔

دو دو خریدار دینے والوں کے نام

نواب زادی رضیہ سلطان زمان صاحبہ ریاست پتھاری۔ صفیہ خانم صاحبہ دہی دھرگری۔ ہمشیرہ ضیاء الرحمن صاحب ترال الہ آباد۔ مسز عبدالمنان خاں صاحب بنارس۔ فرخندہ و فیروز بانو صاحبہ مصطفیٰ وکیل میرٹھ بنت خانصاحب شیخ فقیر اللہ صاحب امرتسر۔ بنت ڈاکٹر محمد خان صاحب کٹنی۔ عبدالستار خاں صاحب سیونی۔ ایچ ایس بدی بیگم صاحبہ میرٹھ۔ مسز سید محمد جواد صاحب بکاری کریم نگر دکن خواجہ نور اللہ صاحب ڈیڈوانہ۔ ایچ محمد حاجی سوبانی صاحب بنگلہ بمبئی۔ ح۔ا۔ صاحبہ بنت غلام حسین ابو صاحب رنگون۔ ایس کے صغرا بیگم صاحبہ سبزواریہ کلکتہ۔ ب س صاحبہ بنت سید محمد حسین صاحب لاہور۔ خریدار نمبر ۲۹۰۴۔ مسز ایم محسن صاحب بھیرہ فہمیدہ بیگم صاحبہ بنت خانصاحب مولوی عبدالحفیظ صاحب آگرہ۔ چودھری علی احمد خاں صاحب کالکا۔ بنت علی محمد صاحب ای اے سی ساگر۔ اہلیہ سید حسین شاہ صاحب خان پور پنجاب۔

جنہوں نے صرف ایک خریدار دیا

بیگم اصغر حسین صاحب وکیل لکھنؤ۔ محل عبدالحمید صاحب حسینی علم حیدرآباد دکن۔ مسز اطہر محمد خاں صاحب دہرہ دون۔ مسز شاہ وحید الدین احمد صاحب سہسرام۔ مس ذ۔ خ۔ ش صاحبہ فتحپور۔ ڈاکٹر احمد حسین قریشی گرالیار۔ فہیم الدین احمد صاحب انصاری دوگانواں لکھنؤ۔ ایم نساء صاحبہ بتوسط محمد سلیم صاحب کبردی۔ بیگم عبدالرشید صاحب ڈی ایس پی کنول۔ نصیر بیگم صاحبہ دھن باد اشفاق جہاں بیگم صاحبہ مرزاپور۔ داؤد موسیٰ صاحب کبیکر اسٹریٹ بمبئی۔ حمیدہ حسینہ صاحبہ مدراس۔ مسز خان بہادر احمد کمال صاحب فتحپور۔ ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب دھن باد۔ مس انجمن آرا ورن صاحبہ کلکتہ بنت خواجہ عبدالہادی صاحب حیدرآباد دکن۔ محل سیف الدین صاحب تعمیرات حیدرآباد دکن۔ ہمشیرہ ضیاء الدین صاحب قانونگو بڈھانہ۔ ہمشیرہ صاحبزادہ متین محمد خاں صاحب بھوپال۔ مسز ایم مرتضیٰ علی صاحب سندیلہ۔ مس کیس اسد اللہ صاحب منصوری۔ بنت واجد حسین صاحب مسز سید منظور علی صاحب ناگپور۔ حسن النساء بیگم صاحبہ حیدرآباد دکن کی جی ایم خاں اسسٹنٹ سرجن پشاور۔ ظفر جہاں بیگم صاحبہ صفی پور اناؤ۔ بیگم احسن صاحب بنگلور۔ مسز مرزا محمد کاظم صاحب حیدرآباد دکن۔ بیگم حاجی محمد ادریس سیہور۔ مس نبی بخش صاحب علی گڑھ۔ محبوب الٰہی صاحب چراغ انجینیر مظفر گڑھ۔ مسز محمد عبدالباسط صاحب قریشی دھرمپوری۔ مسز محمد سعید خاں صاحب دیول گاؤں راجہ۔ مسز محمد احسان احمد صاحب کھمری۔ فتح محمد خاں صاحب لدھیانہ۔ بیگم خلیل الرحمن صاحب سکندرآباد۔ صفیہ ایس اے حسن صاحب سرس پور۔ بنت میاں فضل حسین صاحب ایم اے شملہ۔ بنت اسلام حامد خاں صاحب بارہ بنکی۔ فخر النساء بیگم صاحبہ الہ آباد۔ مسز غلام دستگیر بیگ صاحب کریم نگر دکن۔ بیگم عبدالرحمن صاحب حضور آباد دکن۔ ایس ایم غلام جیلانی صاحب سیوان۔ ہمشیرہ مفتی افتخار الدین صاحب راولپنڈی۔ محمد یعقوب محمد یٰسین صاحبان کلکتہ۔ عبدالجبار صاحب انجینیر رانچی۔ ایس پی طاہرہ صاحبہ لاہور۔ م۔ جمال صاحبہ اندور۔ سید حسن زاہد صاحب زرنگی۔ مسز عبدالوہاب صاحب ہنگن گھاٹ۔ عبدالرزاق صاحب تحصیلدار ہنڈیہ۔ زینب بی صاحبہ پونا شہر۔ فضل الرحمن فصیح الرحمن صاحبان کلکتہ۔

(باقی نام اکتوبر نمبر میں)

منیجر

چند باتیں

سالگرہ نمبر پر جو محنت کی گئی تھی وہ اس لحاظ سے یقیناً وصول ہوگئی کہ عصمتی بہنوں نے جو توقعات اس پرچہ سے قایم کی تھیں اسنے بھی بڑھ کر نکلا اور سب انتہا پسند کیا گیا۔ مگر پانی کی طرح ہزاروں روپیہ خرچ کرکے جو توقعات ہمنے اپنی بہنوں سے قایم کی تھیں افسوس وہ کچھ زیادہ پوری نہ ہوئیں اور ساڑھے تین ہزار بہنوں میں سے ساڑھے تین سو بہنوں نے بھی اپنے پرچہ کی اشاعت بڑھانے میں حصہ نہ لیا۔ سالگرہ نمبر کے قریباً پانچہزار روپیہ کے اخراجات کا اندازہ لگاکر ہمنے ایک ہزار خطوط وسط جون میں چھپوائے تھے تاکہ صرف ان خواتین کو بھیجے جائیں جن سے ہمیں اُمید ہوسکتی تھی کہ اپنے اپنے حلقہ اثر میں اپنے پرچہ کی اشاعت بڑھائیں گی مگر سالگرہ نمبر کی مصروفیت اس قدر زیادہ تھی، اور کچھ محرروں کی غلطی بھی، کہ صرف ڈھائی سو خطوط جاسکے تاہم ان ڈھائی سو خواتین میں سے قریباً سو بیبیوں نے ایک ایک دو دو اور بعض نے چار چار پانچ پانچ خریدار عنایت فرمائے۔ اب جہاں باقی بیبیوں کے خطوط کا انتظار ہے وہاں دوسری تمام خواتین سے بھی درخواست ہے کہ وہ اس مہینہ میں ایک ایک دو دو خریدار اپنے اپنے حلقہ اثر میں ضرور پیدا کردیں تاکہ سالگرہ نمبر کے جو پرچے زیادہ چھپوائے گئے تھے وہ یوں ہی بے کار نہ جائیں اگر محترم بہنوں نے اس مہینہ میں اشاعت بڑھانے میں حصہ لیا تو ہم اکتوبر ہی سے رسالہ میں اور دلچسپیاں بڑھا سکیں گے

سالگرہ نمبر میں افسوس ہے چند غلطیاں رہ گئیں صفحہ ۱۴۹ کے سامنے جو تصویر نوراہنت کا روشن ہے اختر کے عنوان سے ہے اس میں آفتاب کے بعد دائرہ میں آیۃ الکرسی لکھی ہوئی ہے صفحہ ۶ کالم اول کے وسط میں۔ بہنیں براہِ کرم اس غلطی کو درست فرمالیں صفحہ ۱۵۲ کے سامنے تندرست بچوں کی دو تصویریں ہیں

جس تصویر میں پانچ بچے ہیں اس میں وسط کی تصویر فرحت سلطان (عمر ۶ سال) کی ہے اور دائیں طرف کی تصویر صاحبزادہ قمر حسین کانپور (عمر ۱۱ ماہ) کی ہے۔

مئی جون کے پرچے ختم ہو چکے

عصمت چونکہ خدا کی عنایت سے ہمیشہ ٹھیک وقت پر شائع ہوتا ہے اور کبھی اشاعت میں ایک دن کی بھی تاخیر نہیں ہوتی اور چونکہ صرف اتنا ہی پرچہ چھپوایا جاتا جتنی ضرورت ہوتی ہے اس لئے بارہا بہنوں سے درخواست کی جاچکی ہے کہ انہیں وقت پر کبھی رسالہ نہ ملے تو ۱۵ تاریخ تک منگالیں ورنہ بعد میں شاید قیمتاً بھی نہ مل سکے چنانچہ مئی اور جون کے پرچے بالکل ختم ہوچکے ہیں اور کسی قیمت پر اب نہیں مل سکتے۔

اس پرچہ میں صرف ۶۴ صفحے کے مضامین شایع ہورہے ہیں لیکن ہمیں اُمید ہے کہ عصمتی بہنیں اس حقیقت کو پیش نظر رکھکر انہیں سالگرہ نمبر (دوماہ، جولائی اگست کے پرچوں کی جگہ ملاہے اور ہماری لاگت اس پر تین ماہ کے پرچوں سے بھی زیادہ کی آئی ہے۔ اس پرچہ کی ضخامت کا خیال نہ فرمائینگی بالخصوص اس لیے بھی کہ اس پرچہ کے بعض مضامین باریک لکھواکر ۶۴ صفحوں میں کم و بیش ۷۲ صفحوں کے مضامین دیئے جارہے ہیں۔

جو خواتین نومبر کے پرچہ کے لیے جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کے متعلق نظمیں یا جنت مکانی کی تصانیف پر ریویو لکھ کر بھیجنا چاہیے براہِ کرم ۲۰ ستمبر تک روانہ فرمادیں

سالگرہ نمبر سے جو خواتین اور حضرات قسم دوم کے خریدار ہوئے ہیں وہ اگر آیندہ دبیز عمدہ کاغذ کا رسالہ یعنی قسم اول منگانا چاہیں تو ۱۲؍ بذریعہ منی آرڈر بھیجدیں تاکہ اکتوبر سے انکے نام قسم اول روانہ ہو۔

آمنہ کا لال

سالگرہ نمبر میں حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی بے مثل کتاب مولود شریف آمنہ کے لال کے چند صفحے ہی شایع کیے گئے تھے کہ اس تین ہفتوں میں سیکڑوں خطوط اس مضمون کے ہمارے پاس آ گئے کہ کتاب بہت جلد شائع کی جائے چونکہ یہ کتاب خاص اہتمام سے شایع کی جائے گی اس لیے بہنیں دو ڈیڑھ مہینے اور انتظار فرمائیں لیکن ہم انکے ذوق و شوق کو ملحوظ رکھکر اس پرچے میں بھی دو صفحے نقل کرتے ہیں

طائرانِ عرب کی چہکار نے رات کی خاموشی کو رخصت کیا۔ زیتون کی بار آور شاخیں تہتہوں میں مصروف ہوئیں۔ نور کی گہری صبا کی گود میں تونیا کے اس نئے مہمان کی آمد کا اعلان کرتی ہوئی جس کے انتظار میں زمین کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں عبد اللہ کے گھر پر نازل ہوئی۔ آسمانی چاند کی عاشق چکور جس نے رات بھر فضائے بسیط میں آمنہ کے گھر کا طواف کیا دار ابن یوسف کی دیواروں پر زمینی چاند کے شوق میں آ بیٹھی۔ خوش الحان پرندوں کے نغمے، سرسبز درختوں کی موسیقی، صبح صادق کا سہانا وقت، کچھ ایسا عالم تھا کہ کائنات کا ہر ذرہ عید میلاد کے نعرے لگانے لگا۔

تارے جھلملا چکے، پھولوں کی مہک صبا کو عطر میں ڈبو رہی ہے، مکے کا ذرہ ذرہ آمنہ کے لال کی تعظیم کو تیار ہو گیا۔ خانہ کعبہ کی دیواریں ساکت و خاموش، دل ہی دل میں دعاء ابراہیمی کا ورد کر رہی ہیں۔ شرک و بت پرستی کے بے جان بُت بادِ صداقت کے تند و تیز جھونکوں سے لرز رہے ہیں اور مُبارک سلامت کی صدائیں ہر سمت سے بلند ہو رہی ہیں۔

سپیدۂ سحر کا دامن آہستہ آہستہ وسیع ہو رہا ہے اور قدرت کا ہاتھ بتدریج فضاء شب کو چاک کرنے میں منہمک ہے۔ ہوا خاموش درختوں کو گدگدا رہی ہے۔ پتے جھوم جھوم کر اور بلبل چہک چہک کر آوازِ بلند کہہ رہے ہیں۔

آ تشریف لا ظہور فرما آمنہ کی گود میں عبد اللہ کے گھر میں ہماری آنکھوں میں

آ پہنچی وہ مُبارک ساعت اور وہ سہہ گھڑی جس نے دنیا میں ایک تغیر پیدا کر دیا اور چشم زدن میں ہوا کا رُخ اِدھر سے اُدھر بدلا۔

نگاہِ شوق سے ہے منتظر دُنیا کا ہر ذرہ
دکھا تو ہمکو اب جلوہ محمد مصطفےٰ آجا

تیرے انوار سے روشن ہو گوشہ گوشہ عالم کا
دکھا دے چاند سے مکھڑا محمد مصطفےٰ آجا

مٹا اشرار انسانی ہٹا اوہام روحانی
دکھا دے شانِ نورانی محمد مصطفےٰ آجا

بچھے ہیں جال نفرت کے محبت ہے نہ اُلفت ہے
جھلک دکھلا صداقت کی محمد مصطفےٰ آجا

بتوں کی اب خدائی ہے خودی دل میں سمائی ہے
بجا توحید کا ڈنکا محمد مصطفےٰ آجا

زبوں و خوار ہے عورت نہ وقعت ہو نہ ہے عزت — بڑھا دے مرتبہ اس کا محمد مصطفےٰ آجا
بری گت ہے یتیموں کی غلاموں کی سی حالت ہے — مروت ہے نہ شفقت ہے محمد مصطفےٰ آجا
صداقت کام ہے تیرا محمدؐ نام ہے تیرا — خدا کا واسطہ احمدؐ محمد مصطفےٰ آجا

چادرِ شب قریب قریب چاک ہو چکی تھی اور شہسوارِ مشرق اپنی پوری جمعیت کے ساتھ یتیم عبداللہ کی پابوسی کو آگے بڑھ رہا تھا کہ آمنہ بی بی کے پہلو میں اس بچہ کے رونے کی آواز بلند ہوئی جس پر دنیا کے قہقہے قربان تھے۔ فضائے آسمانی کی تاریکی نور سے بدلی۔ رات نے دن کا لباس پہنا اور آسمان نے زمین کے کان میں دلی مبارکباد پیش کی۔ مکہ کے خوش الحان طائر مصروف نغمہ سنجی تھے قریش کی عورتیں لڑکے کی پیدائش پر باغ باغ ہوئیں عبدالمطلب نہال نہال تھے اور آمنہ بی بی کی باچھیں کھل رہی تھیں۔

دُنیائے ناپائدار کا وہ بہترین انسان جو زندگی کی روح اور انسانیت کی جان تھا ظہور فرما چکا۔ جس کی پیدائش پر مبارک سلامت کی دھوم دھام فرش سے عرش تک بلند ہو رہی ہے آمنہ بی بی کے کلیجہ سے لگا ہوا ہے۔ وہ نور کی پُتلی روشنی کا قمقمہ جس کی چمک ایک عالم میں پھیلی دُنیا میں تشریف لے آیا۔ تخیل کی گلکاری کائنات کے اس پھول پر بصد شوق قربان ہو رہی ہے۔ صحت دماغ اور سلامتیٔ عقل آنکھیں بند کر کے یتیم عبداللہ کے استقبال کو آگے بڑھتی ہے اور بہ عجز و ادب ہاتھ جوڑ کر اور سر جھکا کر درود و سلام کا حقیر ہدیہ ان الفاظ میں پیش کرتی ہے۔

بزمِ میلاد کے دولھا دل اور جان دونوں تجھ پر سے قربان۔ عمر اِسی آرزو میں ختم ہو رہی ہے کہ زندگی پروانہ وار تیرے نام پر نثار ہو، لاریب تو انسان تھا مگر کریم — بلاشبہ تو بشر تھا لیکن رحیم — تو نے بندہ بن کر دنیا میں خدائی اور فرش پر بیٹھ کر عرش پر حکومت کی، تو خاک نشین تھا مگر تو نے شہنشاہیاں ذکر دیں تو بیکس تھا لیکن دُنیا تجھ پر ایمان لائی۔ آمنہ کے لال، آسمان وہ ساعت بھول نہیں سکتا جب زمین کا ہر ذرہ تیرا دشمن تھا مگر تیری صداقت نے تجھکو امین بنایا۔ جان کے دشمن اور خون کے پیاسے جو تیرے سر کے خواستگار تھے تیرا کلمہ پڑھنے لگے۔ خالد جیسے عدو کی گردن تیرے سامنے خم ہوئی اور عمر جیسے مخالف نے تیرے قدم چومے۔

دُنیا کی تاریخ تیرے سامنے ششدر اور تیری زندگی دُنیا کے واسطے عدیم النظیر ہے ملک کا ہر متنفس تیرے قتل پر کمربستہ ہو اور وقت راستی کا تاج سر پر رکھے دشمن تیرے شیدا ہوں اور اغیار تیرا کلمہ پڑھیں۔ صداقت تیرے گھر سے اور امانت تیرے در سے، ایثار تیرے دربار سے اور ہمدردی تیری سرکار سے، خدائی تیری بات سے اور حقیقت تیری ذات سے پیدا اور نمودار ہو +

سیّد جالب مرحوم

دُنیائے اسلام کی موجودہ حالت سے متاثر ہوکر ہنسنا تو درکنار میں رونے کے واسطے بھی تنہائی کا متلاشی ہوں اور چاہتا ہوں کہ اس میں بھی کوئی میرا ہمنوا نہ ہو یہی وجہ ہے کہ مرحوم حکیم اجمل خاں جیسے دوست اور محسن کے فراق ابدی پر میں نے ایک حرف نہ لکھا حالانکہ ان کی محنت ان کا خلوص ان کی دلنوازی ان کی عنایتیں حق رکھتی تھیں کہ میں اور تربیت گاہ بنات آنسوؤں کی فوج اور گریہ وزاری کے نالوں میں ان کو رخصت کرے۔ اس شخصیت کا آج ایک مسلمان ہندوستان بھر میں ایسا نہیں جو سال میں تین چار مرتبہ اپنی تشریف آوری سے تربیت گاہ کی عزت افزائی کرتا ہو۔ یتیم بچیوں کو گلے لگاتا ہو اور ان میلے کچیلے کپڑے والیوں کو بوسے دیتا ہو۔ حکیم صاحب کے بعد نواب عبدالوہاب خانصاحب فنانشل سکرٹری ریاست ٹونک کی رحلت پر میں اور تربیت گاہ جس قدر روتے کم تھا، میں نے اس دل کے لوگ اپنی تمام عمر میں دو ایک ہی دیکھے ہیں وہ پیچ پر چھوٹی ریاست کے مالک تھے مگر اس اختیار اور عزت پر انکی کیفیت یہ تھی کہ انہوں نے بھری مجلس میں میرے ہاتھ چومے۔ کٹے ہوئے پان کا چمچہ اپنے ہاتھ سے میرے منہ میں دیا۔ شربت کا گلاس میرے سامنے خود لائے۔ اور میں جب گیا اور جو کہا نہ صرف اس کو پورا کیا بلکہ خوش اور ممنون ہوئے میں نے انکی موت بھی خاموش کانوں سے سُنی اور قلب بدبخت تک پہونچا دی، بیرونی دنیا ان دونوں کو رو چکی مگر میں آج بھی روتا ہوں اور جب تک زندہ ہوں روؤں گا۔ انکی زندگی تک تربیت گاہ انکی دست نگر تھی اور اس وقت یہ تربیت گاہ کے محتاج ہیں جس طرح انہوں نے اپنا فرض انسانیت ادا کیا اسی طرح یتیم بچیاں اپنا حق ادا کر رہی ہیں اور ہر روز اپنا ناچیز تحفہ ان کی خدمت میں پیش کرتی ہیں *

ان دونوں کے بعد میر جالب کی رحلت تربیت گاہ کے واسطے ناقابل تلافی مصیبت ہے میں اسوقت بھی صبر کرتا اور اپنے خود غرض نالوں سے ناظرین کی سمع خراشی نہ کرتا مگر میر جالب مرحوم تربیت گاہ کی تعمیر میں اسوقت میرے شریک تھے جب اسکا خاکہ میرے ذہن میں اور اسکا وجود میرے دل میں تھا کہنے کو بورڈ بھی تھا اور دکھانے کو سکرٹری اور منیجر بھی مگر تجویز کو عملی صورت میں لانیوالی، اور خیال کو حقیقت بنا دینے والی ذات میر جالب ہی کی تھی سب سے پہلی لڑکی جو تربیت گاہ میں داخل ہوئی وہ میر صاحب کی بھانجی تھی اور سب سے پہلا شخص جو تربیت گاہ کی مالی ضرورتوں میں خاموشی سے شریک ہوا وہ میرا بھائی جالب تھا اگر جالب مرحوم کے اس زریں مشورے پر میں عمل نہ کرتا کہ جو کچھ کرنا ہے خود کرو یہ کمیٹی اور بورڈ منیجر اور سکرٹری لغو اور نمائش چیز ہیں تو یقیناً تربیت گاہ ایک آدھ ہی سال میں ختم ہو جاتی یہ میر صاحب ہی کا فیصلہ تھا کہ چندہ کی تحریک عام نہ ہو، سیاست مسلمانوں پر اس درجہ غالب آچکی کہ انکے کان اور آنکھیں اس کے سوا سننا چاہیں نہ دیکھنا، اعانت کی توقع صرف اپنے ناظرین سے رکھو اور اعلان کردو کہ جو حضرات میرے کام اور میری ذات پر بھروسہ کرتے ہیں، صرف وہ شریک ہوں ورنہ لکھ لو کہ مسلمان تعمیر سے زیادہ فن تخریب کے

بہر حال میں نے اسوقت میر صاحب کی رائے سے اتفاق کر لیا مگر ساتھ ہی یہ بھی سمجھ لیا کہ یہ تجویز اور روپیہ کی قلت تربیت گاہ کی ترقی کو محدود کر رہی ہے لیکن زیادہ نہیں ایک تین ہی سال بعد مجھے معلوم ہوگیا کہ حقیقتاً میر صاحب کی رائے صحیح تھی اگر تربیت گاہ میری خواہش کے اصلی پیمانہ پر پہونچ جاتی تو چند ہی روز میں اپنا فانی جلوہ دکھا کر ختم ہوتی مسلمان اپنی یتیم بچیوں کی گریہ وزاری کا مضحکہ ہنس ہنسکر اڑاتے مگر اپنے طاقتور ہاتھوں سے ایک ٹکڑا اٹھا کر دینا نصیب نہ ہوتا وہ تربیت گاہ کے جنازہ میں خوش وخرم شریک ہوتے لیکن مرض الموت میں دوا کے دو گھونٹ بھی انکو پلانے میسر نہ ہوتے۔ میرے پاس الفاظ نہیں کہ میں مرنیوالے جناب کی اس رائے کا شکریہ ادا کر سکوں اس مرحوم نے گو میری امنگیں دبا دیں اور میری توقعات مٹا دیں مگر یہ اسی کا طفیل ہے کہ تربیت گاہ کی جماعتیں پانچ سے اور بچیوں کی عمر کی قید گیارہ سے آگے نہ بڑھی لیکن مصارف کا قدم بھی آمدنی کی حدود سے باہر نہ اٹھا اور تربیت گاہ کا سب سے اہم شعبہ یتیم سیکشن اطمینان سے اپنا پیٹ بھر رہا ہے اور اپنے محسن کے گیت گا رہا ہے ۔

میر بشارت علی جالب عمر میں مجھ سے بڑے نہ تھے مگر میں سمجھتا ہوں ہندوستان بھر میں کوئی سید مرحوم کی واقفیت کو نہیں پہنچتا انکو جہاں علوم مشرقی و مغربی میں ید طولیٰ حاصل تھا وہاں تیراکی پہلوانی کے ہنروں سے بھی پوری طرح واقف تھے وہ جس طرح سر علی امام کے ہاں کھانے کی میز پر (جہاں وہ اور میں دونوں مدعو تھے) مخلوط انتخاب کے سلسلہ میں ایسی جامع بحث کر سکتے کہ حاضرین متحیر ہوجائیں اسی طرح دلی کے مشہور پتنگ باز مرزا محمد سے بھی اوپر کے پیچ پر ایسی تقریر کر سکتے تھے کہ سننے والے دنگ ہوں۔ ملی یا معاشرتی کوئی ایسا ہی بدنصیب فن ہوگا جس کی تاریخ پر میر صاحب کو عبور نہ ہو ہندو یا مسلمان مشکل سے کوئی لیڈر ایسا ہوگا جسکی سات پشتوں سے میر صاحب باخبر نہ ہوں اس بڑھاپے میں بھی کو فکر معاش نے دم بھر کو انکا پیچھا نہ چھوڑا وہ اپنا کوئی لمحہ ضائع نہ کرتے تھے اور ہر وقت کتاب انکے ہاتھ میں رہتی تھی انکا کتب خانہ انکے علمی ذوق شوق کا پتہ دے رہا ہے اس دور پر آشوب میں کہ مسلمان اپنے درخشندہ جوہر کھو بیٹھے میر صاحب ہی نصف صدی پیشتر کے مسلمان تھے بہن بھانجیوں کے حقوق غریب عزیزوں کے ساتھ سلوک آج بھی میر صاحب کی چار دیواری میں نظر آرہے تھے اسلامی روایات جن کا خاتمہ ہوچکا میر صاحب کے گھر میں موجود تھیں وہ اسقدر مہمان نواز تھے کہ انکے دسترخوان سے انسانوں کے علاوہ کتے بلی اور پرند بھی اپنا پیٹ بھرتے تھے انکی مالی حالت بہت اچھی کیا کچھ بھی اچھی نہ تھی لیکن میں نے انکو تنہا کھانا کھاتے نہ دیکھا انکسار اسقدر تھا کہ ایک طرف وہ ڈپٹی کمشنر اور کمشنر سے گفتگو کر رہے ہیں اور دوسری طرف کنجڑے اور کباڑیئے کی دوکان پر صرف اس لیئے کہ بچپن کے تعلقات ہیں بیٹھے حقہ پی رہے ہیں ۔

میر صاحب دلی کے متوطن ہی نہیں دلی کے دلدادہ تھے اور انکا عشق اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ وہ یہ تک گوارا نہ کر سکتے تھے کہ لکھنؤ کی بالائی دلی سے بہتر ہوتی ہے آخر مرتبہ جب وہ چند گھنٹے کے واسطے دلی آئے تو اپنی بہن کے ہاں ٹھہرے چند منٹ کے واسطے میرے پاس تشریف لائے تو میں نے شکایت کی اور کہا کہ میں بھی اگر کبھی لکھنؤ آیا تو کسی اور کے ہاں ٹھہروں گا میر صاحب خفا ہوگئے اور فرمانے لگے میرے تو یہاں بہت سے حقدار ہیں اور تمہارا وہاں مجھ سے زیادہ حقدار کون ہے ایسا نہ کرنا دلی پر حرف آئے گا ۔ جس طرح ہر صاحب کمال زندگی بھر پریشان رہا اسیطرح میر صاحب کی بھی زمانہ نے قدر نہ کی اور انکو زندگی کی کشمکش سے بہت کم اطمینان نصیب ہوا یہانتک کہ بزم شاہجہاں آباد کی یہ آخری شمع بھی دنیائے ادب کو اپنا جلوہ دکھا کر ہمیشہ کے لیئے خاموش ہوگئی۔ کاش میر صاحب کے ماتم کرنیوالے انکے صاحبزادہ سید عشرت حسین اور انکی والدہ محترمہ کی کچھ خدمت کر سکتے اور میر صاحب کی موت انکے ساتھ دلی ہمدردی کے مقررہ الفاظ پر ختم نہ کر دیتے۔

ہماری دلی دعا ہے کہ خداوند کریم میر صاحب کو جوار رحمت میں جگہ اور پسماندگان کو صبر عطا فرمائے اور ہمارا یقین ہے کہ تربیت گاہ بنات دہلی کو جو نقصان پہونچا ہے اس کی تلافی نہیں ہوسکتی ۔ صاحب سحر البیان میر حسن دلی کا پہلا جواہر ریزہ تھا جو لکھنؤ کی خاک میں سو رہا ہے اور مدیر ہمدم میر جالب دلی کا دوسرا ہیرا ہے جس کو لکھنؤ کی خاک نے اپنی گود میں ابدی نیند سلا دیا ۔

راشد الخیری

آمنہ کے لال کے دو ورق دیکھ کر

(چند خطوط کا خلاصہ)

عصمت کے سالنامہ میں ہر مضمون تعریف کے قابل اور ہمارے دلی شکریہ کا مستحق ہے مگر مولود شریف کے ۱۰۰ ورق تمام رسالہ کی جان ہیں حضرت علامہ راشد الخیری صاحب قبلہ نے جو احسان یہ لاجواب کتاب لکھ کر ہم پر کیا ہے ہم اسکا شکریہ ادا نہیں کر سکتے میری رائے میں ہر عصمتی بہن کے گھر میں اس کتاب کا ہونا نہایت ضروری ہے میری رائے ہیں عصمت کے مصارف میں ہم اس طرح ہاتھ بٹا سکتے ہیں کہ ایک مقررہ رقم کا وی پی ہر بہن کے نام روانہ کر دیجئے تاکہ حضرت محترم کی اس تصنیف سے کوئی گھر محروم نہ رہے۔

ہمشیرہ اشرف بی اے ایم اے

"آمنہ کا لال" کے ۴ صفحے دیکھ کر بے اختیار آنکھ سے آنسو نکل پڑے۔ خدا مولانائے محترم کی عمر میں برکت دے کہ وہ ہمارے واسطے ایسی ایسی نعمتیں مہیا کر رہے ہیں کتاب یقیناً اس قابل ہے کہ عصمتی بہنیں سر آنکھوں پر رکھیں مولانا مدظلہٗ کی کتابیں بعض دفعہ مشکل سے میسر آتی ہیں چنانچہ الزہرا مجھکو طلبی کے تین مہینہ بعد بڑی وقت سے ملی کیونکہ آپکے دفتر سے جواب آگیا تھا کہ ختم ہو چکی نیا اڈیشن لکھا جا رہا ہے اس لیئے مہربانی فرماکر پانچ جلدیں میرے نام سب سے پہلے روانہ فرما دیجئے اور میں یہ بھی عرض کرونگی کہ اسکا اعلان کسی دوسرے پرچہ میں اسوقت تک نہ ہو جب تک کتابیں ہم نہ منگوا لیں تاکہ وہی تکلیف اور بہنوں کو نہ ہو جو مجھکو الزہرا میں ہوئی۔

مسز شفیع احمد اورنگ آباد دکن

بیگم نور الحسن صاحب بی اے کے مکان پر آج ایک تقریب میں چند عصمتی بہنوں سے ملاقات ہوئی آپ کی کتاب "آمنہ کا لال" کا ذکر آیا ہم سب بہنیں آپ کی درازی عمر کی طلبگار ہیں، جن بہنوں کے نام لکھتی ہوں ان سب کے نام دوگنی قیمت کا وی پی بھیج دیجئے اور جو قیمت فاضل ہے اس کی کتابیں ان مستورات میں تقسیم کر دیجئے جو شوق رکھتی ہیں اور خریداری سے معذور ہیں۔

احمدی حسین احمد آگرہ

میں ایک ایسی جگہ پڑی ہوں جہاں عصمت کو ایک خریدار بھی نہیں دے سکتی لیکن دوسری بہنوں کی طرح اس فرض کو محسوس کر سکتی ہوں مولانا قبلہ کی کتاب "آمنہ کا لال" سبحان اللہ بے نظیر کتاب ہے۔ چھپتے ہی دو مجھے بھیجیے۔ جن کی قیمت دس دس روپیہ کے حساب سے بیس روپیہ کا منی آڈر آج بھیجتی ہوں۔

بلقیس بیگم بمبئی

ایسا نہ ہو کہ منازل السائرہ حصہ دوم کی طرح "آمنہ کا لال" بھی مجھکو ترساتی رہے کتاب کے شایع ہوتے ہی وی پی روانہ فرما دیجئے رکھیں میری طرح دوسری بہنوں کو بھی تکلیف انتظار نہ ہو اس لیئے اس مقدس کتاب کا وی پی ہر بہن کے نام روانہ فرمائیے۔

بیگم مختار احمد تحصیلدار

آپ کو شاید یاد ہو شب زندگی حصہ دوم کا اعلان دیکھتے ہی میں نے وی پی کی درخواست کی مگر جواب یہ ملا کہ دوسرا اڈیشن تیار ہو رہا ہے ایک بہن کی زبانی معلوم ہوا کہ لاہور سے ملیں گی چنانچہ منگوائی مولانا صاحب کی کتابوں پر ہمارا حق مقدم ہے اسلیئے کچھ کتابیں عصمتی بہنوں کے واسطے محفوظ فرما دیجئے اور پانچ جلدیں "آمنہ کا لال" بذریعہ وی پی روانہ کر دیجئے۔

نصیرہ زبیر سہارنپور

بچپن کی شادی

(از جناب پروفیسر ستار خیری ایم۔ اے برلن (جرمنی))

کوئی تیس سال کا عرصہ ہوا جب میں ایک دفعہ سہارنپور میں تھا تو میرے بڑے بھائی نے ایک عالم فاضل مولوی صاحب سے ایک مسئلہ کے متعلق باقاعدہ فتویٰ لکھ کر منگوایا۔ چنانچہ مولوی صاحب نے فتویٰ لکھ بھیجا اور ساتھ ہی ایک پرچہ یہ بھی لکھدیا کہ مجکو معلوم نہیں کہ آیا یہ آپ کی مرضی کے موافق ہے یا خلاف اگر موافق نہ ہو تو ارشاد فرمائیے میں دوسرا فتویٰ لکھدوں گا۔

افسوس ہمارے علماء نے شرع اسلامی کو کھیل بنا رکھا ہے۔ ایک فریق ایک مسئلہ کے متعلق ایک خاص رائے رکھتا ہے تو دوسرا فریق علماء اوس کے بالکل مخالف رائے۔ انھیں باتوں کا یہ نتیجہ ہو رہا ہے کہ پڑھے لکھے مسلمان بے دین ہوئے جا رہے ہیں ترکوں نے تو گویا ایسے اسلام کو چھوڑ ہی دیا۔ ہندوستان میں بھی یہی ہو رہا ہے اور ہونے والا ہے اور ہو کر رہے گا۔

ہم چند مسلمان یورپ میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ اسلام فطری دین ہے مگر ہمارے مولوی صاحبان اور پڑھے لکھے نئی طرز کے رہبران قوم بھی اپنے افعال و اقوال دینی کا مضحکہ اُڑا رہے ہیں۔ مس میو کی کتاب "مدر انڈیا" کا قریب قریب یورپ کی ہر زبان میں ترجمہ ہو گیا ہے۔ مس میو نے مسلمانوں پر اپنا ہاتھ صاف نہیں بلکہ ایک آدھ جگہ ذرا تعریف ہی کر دی ہے۔ اب یہ کتاب دوبارہ چھپے گی تو اصلاح ہو جاوے گی۔ ہم لوگ بھی یہاں یورپ میں زبان سے اور قلم سے یہی کہتے ہیں مسلمانوں میں بچپن کی شادی عام نہیں مگر اب جو یورپ کے اخباروں میں یہ چھپا ہے کہ مسلمان رہبران قوم اور علماء شاردا ایکٹ کے خلاف ہیں تو لوگوں نے ہم سے بھی سوالات کئے۔ ہمنے بہت سمجھایا کہ اسکا دوسرا مطلب ہے یہ اُصولی بات ہے مگر اسکا کیا اثر ہوتا ہے۔

اب ایک اخبار میں چھپا ہے کہ "ایک مسلمان مہاراجہ صاحب رکن مجلس وضع قوانین صوبۂ متحدہ کے چھ سال کے لڑکے کی شادی اودھ چیف کورٹ کے ایک چیف جج کی چار سال کی لڑکی ساتھ ۲۵ / مارچ کو شادی کے نئے قانون کے نفوذ سے پہلے لکھنؤ میں ہوئی۔"

ماشاء اللہ ایسے لائق رہبران قوم ایک قانون بنانے والے! اور دوسرے قانون چلانے والے!

حد ہو گئی!

ادھر یہ خبر بھی پڑھی ۔ ہے کہ جمعیت علما ہند نے صدر صاحب کی ریاست میں بہت سے کم سن مسلمان بچوں اور بچیوں کی شادیاں اس غرض سے کروائیں کہ نئے قانون کی خلاف ورزی ہو۔

ایسی خبریں پڑھ کر ہمارے تو ہوش اوڑتے ہیں۔ اگر مسلمانوں کا یہی حال ہے تو اللہ مجکو بری کرے ایسے لوگوں کے گروہ سے جنھوں نے دین کو کھیل بنا رکھا ہے اور جو دین پاک کا مضحکہ اوڑاتے ہیں۔

گو زمانہ رسالت میں ایک آدھ ایسی مثال موجود ہے کہ لڑکیوں کی شادی کم عمری میں ہو گئی مگر شاید کوئی عالم صاحب ایسی مثال نہ دے سکیں گے جہاں کسی مرد کی بھی شادی بلوغ سے پہلے ہوئی ہو۔ ایسی شادی بالکل روح اسلامی کے خلاف ہے۔ شادی در اصل ایک معاہدہ ہے اور پوری طرح سے معاہدہ کرنے کا حق نقط عاقل بالغ مسلمان کر ہو سکتا ہے۔ مرد جب شادی کرتا ہے تو وہ بڑی بھاری ذمہ داری اپنے سر لیتا ہے بھلا چھ سال کا لڑکا جو نہ عاقل ہے اور نہ بالغ کس طرح آئندہ نان نفقہ وغیرہ کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے سکتا ہے کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اوٹھا سکتا۔ قرآن پاک کے، حدیث شریف کے، سنن خلفاء کے اور تاریخ اسلام کے مطالعہ سے کہیں ایسی مثال نہیں کہ نابالغ مرد کا نکاح جائز ہو۔

رہی لڑکی تو لڑکی کے لیے ولی کا ہونا ضروری ہے مگر کسی حالت میں بھی ولی لڑکی کے بغیر مرضی نکاح نہیں کر سکتا۔ گو یہ کہا گیا ہے کہ کنواری لڑکی کا سکوت جواب ہاں کے برابر ہے۔ بہر حال اس سے یہ تو ثابت ہوا کہ اوسکی رائے لینا ضروری ہے۔ بھلا کم سن بچی پانچ چھ سال کی شادی کے متعلق کیا رائے دے سکتی ہے اوسکو اچھے برے کی کیا تمیز۔ رائے دینے کے لیئے عقل اور بلوغ کا ہونا ضروری ہے۔ شادی کی اونچ نیچ کے سوچنے کے لئے رائے کی پختگی ضروری ہے۔

فقہ حنفی کی ایک نہایت مشہور کتاب المبسوط میں لڑکی کی شادی کے متعلق ایک نہایت اہم حدیث درج ہے جس کو میں یہاں لکھنا نہایت مناسب سمجھتا ہوں۔

ایک لڑکی الخنساء بنت خذام رسول اللہؐ کے پاس آئی اور کہا "میرے باپ نے میری شادی اپنے بھائی کے بیٹے کے ساتھ کردی اور یہ مجکو پسند نہیں" آپ نے فرمایا جا یہ نکاح نہیں ہوا۔ جس سے چاہے نکاح کرلے۔ اس پر خنساء نے کہا کہ جو میرے باپ نے کیا میں اوس کے چنداں خلاف نہیں تھی مگر میں نے یہ ارادہ کرلیا کہ تمام آدمیوں کو معلوم ہو جاوے کہ والدین کو اپنی لڑکیوں کے امور میں کچھ دخل نہیں۔ اس پر رسول اللہؐ نے کچھ نہیں کہا (المبسوط جلد ۵، صفحہ ۲)

یہ تھی اسلام کی شان نکاح کہ سب سے بڑی شرط طرفین کی رضامندی ہے بغیر رضا کے نکاح

جائز نہیں۔ یہ دوسری بات ہے کہ ہماری معصوم بچیوں کی کوئی رائے نہیں جہاں باپ نے کر دیا وہی مان لیا۔ مگر زمانہ بدلتا جا رہا ہے اور اگر ہم لوگ زمانہ کے ساتھ ساتھ نہ بدلے تو زمانہ ہمارا نام مٹا دے گا۔ میرا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم زمانے کے ساتھ ایسے بدلیں کہ اسلام کو بدل دیں۔ ہرگز نہیں، نعوذ باللہ یہ میرا کبھی مطلب نہیں میں نے تو اسلام کو ابدی اور ازلی پایا ہے زمانہ اسلام کے اُصولوں کو یکے بعد دیگرے قبول کرتا چلا جا رہا ہے۔ ہم کو بھی چاہیئے کہ وہ اسلامی اُصول جن کو ہمنے دوسری قوموں کے اثر میں آ کر پس پشت ڈال رکھا ہے ہم پھر زندہ کریں اور اون پر عمل کریں۔ بیوی کے لیئے قرآن شریف میں لفظ "صاحبہ" استعمال ہوا ہے جس کے معنی "ساتھی" اور رفیقہ کے ہیں شام و بیروت میں تو ابتک عرب لوگ بیوی کو رفیقہ کہتے ہیں۔ کاش کہ ہم اسلام کے اصلی معنوں کو سمجھیں اور اسلام کو اپنی ہوا و ہوس کا تختۂ مشق نہ بنائیں جیساکہ آجکل ہم نے بنا رکھا ہے۔ مردوں سے کچھ اُمید نہیں شاید ہماری بیگمات **دائرہ اسلام** میں ترقی کر کے کچھ دکھائیں تو دیکھا جائے۔ شاید پھر مسلمانوں کے دن پھریں۔ آمین۔

چاند سے خطاب

اے ہلالِ خوشنما تو کس قدر پُر نور ہے
شکل نورانی پہ اپنی آپ ہی مسرور ہے

مجھکو پر بھاتا نہیں ہنس ہنس کے تیرا جھانکنا
مت ستا مجھکو میرا دِل آپ ہی رنجور ہے

کیا کرے گا پوچھ کر تو دردِ دل میرا بتا
سچی راحت اور مسرت مجھ سے کوسوں دور ہے

ربطِ اُلفت کیوں بڑھاؤں تجھ سے دو دن کے لیئے
چار دن کی چاندنی ہے یہ مثل مشہور ہے

بعد حسرت اور تمنا کے نظر آتا ہے تو
مجھکو پورا ہے یقیں کہ تو خدا کا نور ہے

چاندنی راتوں کو دِل میرا ترستا تھا کبھی
اندروں لیکن میرا دِل دید سے مسرور ہے

عکس میں تیرے نظر آتی ہیں وہ وہ صورتیں
چاہ میں جن کی میرا دِل رات دِن مسحور ہے

یادِ ایام گزشتہ کی سبھی آنے لگی
رات بھر آہیں بھروں یہ کیا تجھے منظور ہے

ادھر پنہاں ہوگیا تو ڈال کر کالی نقاب
میری حالت دیکھکر تو ہوگیا مجبور ہے

جس طرح پردے میں چھُپ کر ہوگیا محفوظ تو
اِس طرح دل میں اَدَا کے رنج و غم مشہور ہے

مرسلہ بلقیس صمد بیگم (پشاور)

مسعودہ بیگم اداؔ شیخوپورہ

تحریک نسواں کی راہ راست

عصمت بابت ماہ مئی میں لایق بہن شہر باز کا مضمون تحریک نسواں پر درج ہے۔ معزز بہن لکھتی ہیں "تحریک نسواں یورپ میں جنگ سے، بہت پہلے سے شروع تھی اور اب تو یہ تحریک بہت کامیابی کے ساتھ جاری ہے" اس مضمون میں بہن صاحبہ نے ہمیں تاریخ نسواں سے واقف کیا ہے۔ اگر اس مسئلہ پر ہم نظر ثانی ڈالیں تو یہ سوال پیدا ہوتے ہیں۔

(۱) تحریک نسواں کیا ہے؟ (۲) کیا وہ یورپ اور ایشیا میں ایک ہی چیز ہے؟

(۳) اگر ایک ہی چیز ہے تو اسکو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ایک ہی ہے اور اگر ایک سے زیادہ ہے تو کونسا نسبتاً ہندوستان کے لیئے بہتر ہوگا۔

(۱) اس مسئلہ پر میری ہندوستانی بہنیں خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ذرا غور کریں۔ میں یہ کہتی ہوں کہ تحریک نسواں اس تحریک کا نام ہے جس کا حاصل یہ ہو کہ عورتیں اس دُنیاوی زندگی میں ایک رتبہ اعلیٰ کو پہونچیں۔ نمایاں کارگزاریاں کر دکھائیں اور اپنی کامل صحت کے ساتھ خوش و خرم زندگی بسر کریں۔

(۲) میرے خیال میں تحریک نسواں خواہ وہ یورپ یا امریکا میں ہو یا عرب یا چین میں ہر جگہ اسکا مقصد یہ ہی ہے اور یہ ہی ہونا چاہیئے۔

(۳) میری رائے میں مقصد ایک ہے گر راستے بہت جو راہ راست پر چلے گا وہ منزل مقصود پر پہونچے گا اور جس نے غلط راستہ اختیار کیا وہ بھول بھلیاں میں بھٹکتا پھرے گا اور چین آرام نصیب نہ ہوگا۔

یورپ کی تحریک نسواں سے کیا حاصل ہوا۔ حسب ذیل فوائد حاصل ہوئے ہیں۔

(۱) عورتیں شادی سے انکار کر رہی ہیں اور شادیاں کم ہو رہی ہیں۔

(۲) نوکری کرتی ہیں اور اپنی زندگی کاٹتی ہیں اور کبھی شادی کے جھگڑے میں پھنس گئیں تو بیوی کے جو فرائض ہیں وہ انجام نہیں دے سکتیں۔

اسکا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ پہلا سا چین اور سکون قلبی اور دماغی قوم میں باقی نہیں۔ بجائے راحت کے ہر ایک پریشانی میں مبتلا ہے اور اس فکر میں کہ دفتر کے بعد وقت کس طرح کاٹیں وہ تو یہ سمجھتی تھیں کہ آزادی سے آرام ملے گا مگر کیونکہ قانون قدرت کے خلاف انکے عمل رہے لہٰذا نتیجہ اسکا اب بھگتنا پڑے گا۔

آزادی۔ مساوات۔ آرام بیشک ہمارا مقصد ہے مگر ہماری یورپ کی بہنیں غلط راستے پر ہیں اور ہم نے اگر انکی تقلید کی جیسا کہ مجھکو نظر آرہا ہے کہ ہم کر رہے ہیں تو ہم بھی انہی کی طرح پشیمان ہونگے۔

عورتوں کی آزادی۔ مساوات۔ آرام کا ایک نسخہ تیرہ سو سال کا پرانا ہمارے پاس ہے اور اس نسخہ سے سب بہنیں خوب واقف ہیں مگر افسوس اس پر عمل نہیں۔ اسلام نے عورتوں کو وہ حقوق دئے ہیں جن کو حاصل کرنے کے لیے آج مغرب اور مشرق۔ امریکہ اور جاپان۔ ہندو اور بدھ عورتیں اپنی جانیں دے رہی ہیں۔ میری بہنیں یہ سمجھ لیں اسلام میں تحریک نسواں ۱۹۲۱ء سے نہیں ہے بلکہ اس کی تاریخ تیرہ سو سال پہلے سے ہے۔ قانون طلاق میں۔ جائداد کے حصے میں۔ اپنی ذاتی آزادی میں۔ کرنے حقوق ہیں جو مسلم عورت کو قانوناً حاصل نہیں اور جن کے لئے دیگر عورتوں کو لڑنا جھگڑنا پڑ رہا ہے ۔ ہمسایہ قوم کے اثر سے جو رسم اور رواج جو ہم میں شامل ہوگئے ہیں انھیں توڑیئے اور اسلام کی پیروی کیجئے۔

اس سلسلہ میں دو باتوں کا تذکرہ کرنا ضروری سمجھتی ہوں (۱) ایک سے زیادہ چار تک شادی کرنا۔ (۲) پردہ۔

یہ دونوں نسوانی مسئلے نہایت پیچیدہ بنا دئے گئے ہیں مگر میرے نزدیک انکا حل اُصول سے بالکل آسان ہے۔

(۱) خداوند کریم کا فرمان صاف ہے ایک سے زیادہ شادی اسوقت کرو جب تمہاری استطاعت ہو اور دوسرے جب تم سب بیویوں میں عدل کر سکو اور قیسرے یہ عام طرح نہیں ہونا چاہیئے جب کہ کوئی مجبوری ہو جیسا کہ جنگ کے بعد عورتیں زیادہ ہو جاتی ہیں اور بجائے اسکے کہ وہ بیکار رہیں یہ بہتر ہے کہ کسی کے گھر میں شادی کرکے رہیں۔ یا ایسا موقع ہوتا ہے کوئی عورت لاوارث ہو جاتی ہے اور اگر کوئی اسکو شادی نہ کرے تو قوم کے لئے بُرا ہے اس لئے یہ صاف ظاہر ہوا معمولاً ایک شادی کرنا بہتر ہے اور جو اس کے خلاف کرے گا۔ خود پریشان ہوگا۔

(۲) پردے کیلئے عورت کو چاہیئے ہمیشہ اپنی زینت کا خیال رکھے۔ غیر شخص یعنی جس سے شریعت نے پردہ رکھا ہے خواہ رشتہ دار ہو یا کوئی نوکر اسکو اپنے کپڑوں سے زیور یا کسی طرح اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہ کرے اور غیر شخص کے سامنے ہمیشہ اسلامی اُصول سے کپڑے پہنکر جائے۔ کام کی بات کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اپنے کام کے واسطے باہر جانے کی مانعت نہیں۔ اپنی نیچی نظر کیے ہوئے کپڑے مناسب اور پورے پہنے ہوئے جہاں دل چاہے جائیں اور مناسب یہ ہے جیسا عرب میں دستور ہے کہ عورتیں جب باہر جائیں تو دو چار ملکر جائیں۔ کسی مرد کو انکے ساتھ رہنے کی ضرورت نہیں۔ مرد کا ساتھ رکھنا۔ بن ٹھن کر نکلنا یورپ کا فیشن ہے مگر اسلامی اُصول یہ نہیں ہے۔

اسلامی ممالک میں خریداری کرنے دو چار عورتیں ساتھ جاتی ہیں اور انکے لئے جگہ مقرر ہے

عورتوں کو چاہیئے تعلیم حاصل کریں۔ زنانہ باغ بنائیں اس میں تفریح کریں۔ مردوں کے باغ میں نکل جائیں تو کچھ حرج نہیں مگر وہ حقیقی آزادی جو انکو اپنے باغ میں حاصل ہوگی وہ مردوں کے باغ میں جانے سے حاصل نہیں ہوگی۔ خلاف اس کے اگر وہ چار دیواری میں بند ہو کر چلمنوں میں سے غیر مردوں کو جھانکیں تو یہ ہرگز اسلامی پردہ نہیں اور اگر عورت اور مرد گھر سے باہر جائیں کام کیواسطے اور دونوں نیچے نظر کیے ہوئے اپنے کام انجام دیں تو یہ اسلامی پردہ ہے۔

بیگم مسعود اللہ خاں (حیدر آباد دکن)

لڑکیوں کو خانہ داری کی تعلیم

اب سے ۲۵۔ ۳۰ سال پہلے جبکہ تعلیم نسواں عنقا بلکہ معیوب سمجھی جاتی تھی اس وقت اتنا تو ضروری معلوم ہوتا تھا کہ لڑکیوں کو کھانا پکانا سینا پرونا نماز روزہ اور قرآن مجید پڑھا دیا جاتا تھا اور شریف گھرانوں کی لڑکیاں سسرال جاکر اپنا گھر سنبھال لیتی تھیں یا دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیئے کہ خانہ داری کا انتظام بخوبی کرسکتی تھیں۔ اور ساتھ ہی نماز روزے کی پابند ہوتی تھیں۔

اس کے بعد دوسرا دور آیا یعنی لوگ تعلیم تعلیم کی چیخ پکار کرنے لگے اس چیخ پکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ علاوہ مذکورہ بالا تعلیم کے لڑکیوں کو کچھ اردو لکھنا پڑھنا بھی سکھانے لگے تاکہ عزیزوں رشتہ داروں کو خط وغیرہ لکھنے میں کسی غیر کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ اور گھر کا حساب کتاب وغیرہ بھی دیکھ بھال سکیں اس زمانے میں بھی گھر پر خانہ داری کی تعلیم اپنی ماں نانی دادی وغیرہ کراتی تھیں۔ یہ بھی غنیمت تھا۔

تیسرا دور جو کہ اب دس پندرہ سال سے شروع ہوا ہے یہاں سے ہماری تباہی کا آغاز ہے۔ حامیانِ تعلیم نسواں کو یہ سوجھی کہ اب لڑکیوں کو انگریزی بھی پڑھائی جائے۔ اگر طریقہ معقول اور انتظام اچھا ہوتا تو اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا تھا کہ مشرقی تہذیب اور مغربی تعلیم سے لڑکیاں آراستہ ہو جاتیں مگر وائے نصیب کہ بسم اللہ ہی غلط ہوئی۔ اور طریقہ تعلیم ایسا بد اندیشی سے رائج کیا گیا کہ مستقبل کی جڑوں کو بھی پانی دے ڈالا۔ اگر شروع سے ہی بندوبست اچھا ہوتا اور اعلیٰ پیمانے پر انتظام کیا جاتا تو آج تعلیم نسواں خصوصاً انگریزی تعلیم اور سکول کی پڑھی لڑکیاں اتنی بدنام اور برائیوں سے پُر نہ نظر آتیں۔ محترمہ صغرا ہمایوں مرزا تو دو جون کے عصمت میں صرف خانہ داری کی کمی محسوس کر رہی ہیں مگر میرے خیال میں سب سے بڑی کمی مذہبی لاعلمی کی ہے +

سکولوں میں نصاب تعلیم تقریباً بالکل لڑکوں سا ہے۔ جس میں بجز کہ ہی مذہبی تعلیم نہیں دی جاتی۔ جیسا کہ لڑکیوں کی پڑھائی اور کام کا ٹائم ٹیبل محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ نے لکھا ہے بالکل درست ہے دوسرے صوبوں کے سکولز کا حال تو مجھے معلوم نہیں البتہ اپنے صوبہ پنجاب کے بہت سے سکول دیکھنے اور لڑکیوں کے خیالات واطوار معلوم کرنے کا مجھے اتفاق ہوا ہے۔ اور یہ دیکھکر مجھے بے حد افسوس ہوا ہے کہ موجودہ طریقہ تعلیم بہت ناقص اور قابلِ اصلاح ہے والدین لڑکیوں کو سکول میں داخل کرا دینے کے بعد یہ سمجھتے ہیں کہ تمام ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے ہیں اور اب کوئی کام انکے ذمہ لڑکیوں کا باقی نہیں رہا۔ سکول میں یہ حال ہوتا ہے کہ نصاب کے بموجب تمام مضمون پڑھائے جاتے ہیں۔ کسی ایک لڑکی کو تو خاص طور سے پڑھانا نہیں ہوتا کہ ہر ایک فن سمجھایا جائے سال بعد امتحان میں معلوم ہوتا ہے کہ جو لڑکیاں ذرا زیادہ ذہین اور محنتی ہوتی ہیں وہ ان مقررہ قواعد بموجب پاس ہیں۔ جو موٹی سمجھ کی محض تفریح کے لئے سکول جاتی ہیں وہ برسوں ایک ہی جماعت میں پھنسی رہتی ہیں۔

سکولوں میں سوائے لاہور کے کوئین میری کالج کی طالبات کے میں نے عام طور پر دیکھا ہے کہ میٹرک پاس یا میٹرک کی سٹوڈنٹ لڑکیوں کو نہ تو انگریزی بولنا ہی آتا ہے نہ کچھ تمیز ہے۔ نہ خانہ داری کا سلیقہ نہ مذہب سے واقفیت۔ نہ عادات واخلاق اچھے۔ قدرت ہی نے خاص جوہر اگر کسی لڑکی کو عطا کیے ہوں تو وہ خوش نصیبی سے نیک اطوار سلیقہ شعار ہو جائے تو ہو جائے ورنہ اللہ حافظ۔ ہمارے کنبے میں ہی ۵۔ ۷ لڑکیاں ایسی ہیں جو راولپنڈی مشن اور نارمل سکول کی طالبات ہیں نویں نویں دسویں دسویں جماعت میں پڑھ رہی ہیں مگر انگریزی اول تو بول ہی نہیں

سکتیں۔ اور جو کوئی ذرا اپنی قابلیت جتانے کے لئے کسی موقعہ پر انگریزی گفتگو کریں بھی تو عموماً غلط۔ اور اردو جو کہ اپنی مادری زبان ہے اس میں بھی خط لکھنے کی قابلیت نہیں ایک خط لکھیں گی تو پچاس غلطیاں ہونگی۔ خانہ داری کا ڈھنگ نہ بات کرنے کا سلیقہ۔ مذہب کی خبر نہ خدا رسول کے نام سے واقف۔ غضب خدا کا مسلمان کی بچیاں اور نماز کلمہ درود تک نہ سیکھا جائے۔ البتہ یہ سیکھ لیا ہے کہ بال ایسے بنائے جائیں جو کہ آنکھوں اور منہ پر ہر وقت لٹکتے رہیں اور بار بار ہاتھوں سے انہیں سنوارتی رہیں۔ اکڑ اکڑ کر کھٹا کھٹ چلنا یا بعض نے کبڑی کبڑی ہو کر اور گردن ٹیڑھی کر کے چلنے کا انداز اختیار کیا ہے چہرے کو بگاڑ کر اور ہونٹوں کو سکیڑ کر انگریزی طرز میں بنا کر گفتگو کرنا اور سیٹیوں کی ریس سے ہو ہو کر کے ہنسنا غرضکہ لڑکیاں کیا بعض تو اچھی خاصی جو کر معلوم ہوتی ہیں۔ ایسی کئی لڑکیوں سے میری خوب جھڑپ ہوتی رہتی ہے اور مجھ سے پھر بہت کتراتی ہیں۔ مگر یہ سب قصور والدین کا ہے سکولوں میں عام طور پر استانیاں نوے فی صدی ہیں جو کہ رذیل قوموں سے عیسائی مذہب اختیار کر چکی ہیں اور اب مشن کی سفارش سے سکولوں میں ملازمت کر رہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ کسی اعلیٰ خاندان کی اور اعلیٰ کیریکٹر کی عورت کو تو مذہب تبدیل کر کے آوارہ پھرنے کی بھلا کیا غرض ہے۔ گری پڑی آوارہ عورتیں ہی زیادہ تر عیسائی ہو کر میم صاحبہ استانی گری کے پیشے کی مٹی پلید کرنے لگتی ہیں۔ لڑکیاں گھر سے ماں بہن اور دوسری بزرگ بیبیوں کی صحبت سے بھی محروم ہوتی ہیں اور وقت ان استانیوں کی صحبت میں گنوانے لگتی ہیں جن کی تعلیم و تربیت خود ہی از حد ناقص ہوتی ہے۔ ہر وقت کا ساتھ اور پھر استادی شاگردی کا رشتہ ہی ایسا ہوتا ہے کہ استاد کی ہر ایک بات پتھر کی لکیر بنکر معصوم دلوں میں رہ جاتی ہے۔ اور یہ ہی وجہ ہے کہ بے شمار لڑکیاں بجائے باعث فخر و ناز ہونے کے ملک و قوم کے لئے باعث ننگ و عار ہو رہی ہیں افسوس تمام ہمسایہ قومیں میدان ترقی میں ہم سے کہیں آگے نکل گئی ہیں مگر ہم ہیں کہ ابھی تک کروٹ ہی نہیں بدلتے۔ اگر اب بھی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹائیں تو جو دو چار قوم کا درد رکھنے والے حضرات ہماری مدد کا بیڑا اٹھا چکے ہیں انکے دم کو غنیمت سمجھ کر دل و جان سے انکی مدد کریں اور اپنے قومی مدارس مثلاً مسلم گرلز کالج علیگڈھ تربیت گاہ بنات دہلی حمایت اسلام لاہور وغیرہ۔ کے کارکنوں کو امداد دینی چاہئے تاکہ وہ زیادہ اعلیٰ پیمانہ پر تعلیم کا انتظام کریں اور ساتھ ہی دنیاوی تعلیم کے علاوہ مذہبی تعلیم کو بھی فروغ دیں۔ تاکہ آئندہ زمانے کے لئے حقیقی طور پر دیندار پاک طینت مائیں۔ طاعت شعار فرمانبردار پارسا بیویاں اور سلیقہ شعار نیک سیرت خوش اطوار بہو بیٹیاں مل سکیں۔ اور آئندہ نسل ان کی گود سے فطرت اسلامی اور درد قومی کے بیش بہا جوہر پیدا کر کے اٹھیں۔

ممکن ہے اور بھی مسلمان بچیوں کی درسگاہیں ہوں جنکا مجھے علم نہیں مگر جو جو بھی ہیں آج سے اگر ہم سب مسلمان بہنیں یہ عہد کر لیں کہ اپنی بچیوں کو اپنی اپنی قومی درسگاہوں میں داخل کرینگے اور ہر ممکن طریقہ انکی ترقی کا اختیار کرینگے تو ایک سال بھر کے عرصہ ہی میں یہ سکول بہت کچھ ترقی کر سکتے ہیں اور ساتھ ہی میری نہایت ادب سے جناب مولانا راشد الخیری صاحب قبلہ اور شیخ عبداللہ صاحب اور سکرٹری صاحب مدرسہ نسواں حمایت اسلام کی خدمت میں یہ عرض ہے کہ وہ اپنے مدرسوں کا نصاب تعلیم اور پراسپکٹس عصمت تہذیب سہیلی نورجہاں وغیرہ میں چھپواتے رہا کریں اور جس قدر روپیہ کی ضرورت جس مد کے لئے ہو۔ اس کے لئے بھی اپیل شایع کرا دیا کریں۔ اس طرح بہنوں کو قومی مدرسوں کی ضروریات اور کارگزاری کا پتہ لگتا رہے گا تو بہت سی نیک دل بہنیں اپنے ہاں کی زکوٰۃ اور دوسرے فنڈز سے روپیہ دے سکیں گی۔

جن مدرسوں میں مذہبی تعلیم داخل نصاب نہیں انہیں ضرور یہ مضمون اپنے نصاب میں شامل کرنا چاہیئے۔ اور جب تک کوئی معقول بندوبست نہیں ہوتا اس وقت تک ماؤں کو چاہیئے کہ بچیوں کی تربیت کا کام خود بھی اپنے ذمے لیں۔ میں نے تو اپنی لڑکی عزیزہ ثروت آرا کی تعلیم کا طرح وقت مقرر کیا ہے کہ آجکل صبح چھ بجے سے بارہ بجے تک کانوینٹ سکول میں انگریزی پڑھتی ہے۔ ۱۲ بجے چھٹی لیکر گھر آئی تو ۲ بجے تک کھانا اور کپڑے بدلکر آرام کیا۔ ۲ بجے سے ۴ بجے تک سلائی اور کتر بیونت وغیرہ اپنے پاس بٹھا کر خود کراتی ہوں جب میں پاس موجود نہ ہوں تو اماں جان کراتی ہیں۔ ۴ بجے سے ½۵ تک حافظ صاحب سے قرآن شریف کا سبق۔ اس کے بعد سات بجے تک کھیل کے لیئے چھٹی سات سے ۸ تک اردو کا سبق اور مذہبی ابتدائی رسائل کی تعلیم بعض دفعہ درسی اور بعض اوقات زبانی بطور کہانیوں کے۔ رات کا کھانا کھانے کے بعد ½۹ بجے پلنگ پر جا لیٹتی ہے۔ کھانے کے وقت بھی دسترخوان پر اس کی عمر کے موجب بہت کچھ کام اس سے اماں جان لیتی ہیں۔ مثلاً سب کے آگے پلیٹ نیپکن وغیرہ رکھنا سالن ترکاری پانی برف وغیرہ حسب ضرورت سب کو پہنچانا۔ ابھی عمر صرف نو سال ہے۔ اور باورچی خانہ کے کام میں بھی اُسے بہت دلچسپی ہے۔ عموماً جب بھی وقت ملتا ہے تو خانسامہ کے پاس جا کر منتیں کر کرکے اس سے آٹا لیکر چھوٹے چھوٹے پیڑے بنا کر روٹی بنانا چاہتی ہے۔ مگر ابھی نہیں بنا سکتی۔ میں بھی اُسے اس شوق سے نہیں روکتی۔

یہ تو چھوٹی بچی کا شغل ہے۔ بڑی عمر کی لڑکیوں کی تقسیم اوقات مختلف ہونا چاہیئے۔ ہر ایک ماں یا نانی دادی جو گھر کی بزرگ بی بی ہوں انہیں چاہیئے کہ بچیوں کی تعلیم اسلامی طریقہ پر کرائیں اگر انگریزی پڑھائیں تو بھی اول تو اپنے قومی مدرسوں میں انگریزی تعلیم کا انتظام ہونا چاہیئے اور اعلیٰ خیالات کی اعلیٰ تعلیم یافتہ یورپین استانیاں رکھیں۔ ورنہ مشن اسکولز میں بھیجکر بچیوں کی زندگی آیندہ نسلوں کی ترقی، اور اپنی عزت آبرو نہ برباد کریں۔ اس وقت میرے پیش نظر چند ایسے واقعات ہیں جو کہ یہاں لکھنے سے بھی قلم قاصر ہے۔ مسلمان بچیاں مشنری عورتوں کی فیض صحبت سے برباد ہوکر جس طرح والدین کے لیئے کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوئیں آیندہ کے لیئے پروردگار سب مسلمان بچیوں کو ایسے طرز عمل سے بچائے اور ہمیں توفیق دے کہ ہم شروع سے ہی بچوں کو زہریلی صحبت سے بچائیں۔

بچیاں تو ناتجربہ کار اور عقل خام رکھتی ہیں۔ مشنری عورتوں کو ذرا گیت گاتے سنا ہارمونیم بجاتے دیکھا دو اِک طرح کے کھیل تماشے دیکھے وہ سمجھتی ہیں کہ گھر سے تو یہ ہی استانیاں اچھی ہیں جو اتنی دلچسپی کا سامان مہیا کرتی ہیں۔ ہارمونیم یا ستار بجانا آگیا بیڈمنٹن ٹینس سکیپنگ وغیرہ سیکھ لیا تو سمجھے کہ تعلیم کا تمام تر مقصد حل ہوگیا۔ بعض استانیوں کو ہی نمونہ سمجھکر اپنے قوت بازو سے کما کر گزارہ کرنا چاہتی ہیں مگر یہ مطلب بھی حل نہیں ہو سکتا کیونکہ آجکل صرف ایک ہی پیشہ استانی گری کا لڑکیوں کی سمجھ میں آیا ہوا ہے۔ سو اس ایک محکمہ میں کتنی ایک کی کھپت ہو پھر مزاج میں جو رعونیت آجاتی ہے اس کے بعد جب اس ملازمت سے آمدنی بھی اخراجات کی کفیل نہیں ہوتی۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے اور پھر معمولی حیثیت کا شوہر خاطر میں آتا ہے نہ خود کچھ پیدا کر سکتی ہیں۔ مائیں خود بندوبست کریں کہ سکول کی تعلیم کے علاوہ کھانا پکانا سینا پرونا، حدیث و فقہ کی تعلیم پینٹنگ۔ نرسنگ۔ خوشنویسی۔ اور مختلف ہنر اپنی استطاعت بموجب گھر پر سکھائیں۔ اور جب تک ماں خود دو گھنٹہ روزانہ کم از کم بچی کی تربیت پر نہ صرف کرے گی یہ نقائص کبھی دور نہ ہونگے بلکہ یہ موجودہ تعلیم اور بھی وبال جان ہوکر رہے گی ؎

اے روشنیٔ طبع تو برمن بلا شدی

کے مصداق ہی ثبوت مل رہا ہے۔

مریم عبداللہ بیگم

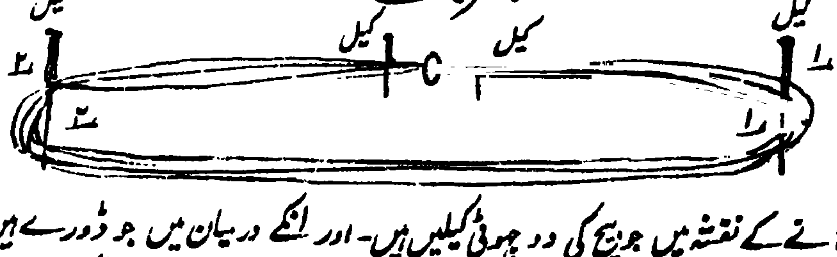
پردہ نشین خواتین کیواسطے کارآمد باتیں

فروری ۳۰ء کے رسالہ عصمت میں بعنوان پردہ نشین بہنوں کے واسطے کارآمد باتیں، دیکھکر میں مندرجہ بالا عنوان پر چند تجاویز اپنی کم استطاعت پردہ نشین بہنوں کے واسطے پیش کرتی ہوں، مجھے اُمید ہے کہ شاید پسند خاطر ہوں۔

کمربند بنانا

اپنے شہر میں سے پُرانے موزے جو شاید پیسہ پیسہ یا دو دو پیسہ کو دستیاب ہوسکیں گے ان کے ڈورے نکالے جائیں۔ ڈورے نکالنے کی ترکیب یہ ہے۔ کہ پہلے موزے کا مُنہ اوپر سے کترکر ڈورا نکالنا شروع کردیا جائے۔ اور اسی کے ساتھ ڈورے کا پنڈا یعنی گولا بناتی رہیں۔ جب چند گولے تیار ہو جائیں تو انکو بازار میں فروختگی کے لیے بھیجا جائے۔ اول تو اس میں منافع ہوسکتا ہے۔ لیکن مزید منافع اس میں ہے۔ کہ ان ڈوروں کے کمربند بنے جائیں بُننے کی ترکیب یہ ہے۔

تانا کمربند

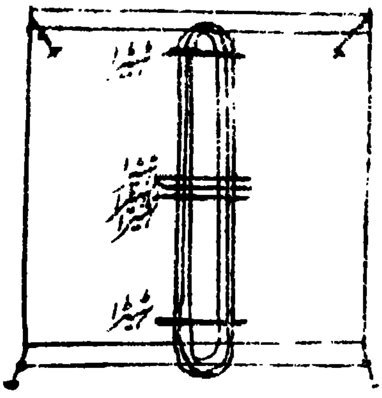


مندرجہ بالا تانے کے نقشہ میں جو بیچ کی دو چھوٹی کیلیں ہیں۔ اور انکے درمیان میں جو ڈورے ہیں، انکو ایک ڈھیلے ڈورے سے باندھا جائے تاکہ ڈورے اُلجھنے نہ پائے پھر نمبر ایک اور نمبر دو کی جگہ ایک ایک بڑی لکڑی ڈالی جائے۔ ان میں سے نمبر ایک کی لکڑی کو ایک پلنگ کہڑا کرکے اس کے پایوں کے اوپر باندہ دیجائے۔ اور نمبر دو کی لکڑی پیروں میں دباکر یا پلنگ کے نیچے والے پایوں سے باندہ کر ڈوروں کے بیچ میں چھوٹے چھوٹے تین ٹھیڑے ڈالے جائیں۔ اور ڈوروں کے اوپر نیچے ایک ایک ٹھیڑا ڈالا جائے۔ اور پھر انگلیوں سے درمیانی ٹھیڑوں کے پاس سے ڈوروں کو جال کی طرح اوپر نیچے کرکے، ہرسہ ٹھیڑوں میں سے اوپر والے ایک ٹھیڑے کو اوپر چڑہاکر اس کی جگہ دوسرا ٹھیڑا ڈال دیا جائے۔ یعنی تینوں ٹھیڑے ہر وقت قایم رہیں۔

پھر تینوں ٹھیڑوں کے نیچے سے ڈوروں کا جال بناکر اوپر والا ٹھیڑا پھر اوپر چڑہا دیا جائے۔ اس طرح ڈوریا

کی تمام لمبائی کا جال بنا کر دونوں شہتیرا اوپر کی جانب کر سرکا سرکا کر کمربند بنا لیا جائے۔ دیکھو نقشہ ذیل کا۔

جب تمام لمبائی کا جال بنایا جائے تب درمیان میں سے
تینوں شہتیر ... کرلی جائیں تو قینچی سے کتر کر نکال لیا جائے۔
اور سرے کے ڈورے ... بنا لیے جائیں۔



اس طرح سوتی اور ریشمی ہر قسم کا ازار بند بنایا جا سکتا ہے۔
ریشمی کمربند اکثر آٹھ آنے سے لیکر ایک روپیہ تک اور سوتی چھ پیسے
سے لیکر ۲ آنے تک فروخت ہوتے ہیں۔ کمربند میں جس قدر صفائی ہوگی
اسی قدر ... ہوگی۔ اگر کمربند کی ترکیب سمجھ میں
آ جائے تو ... بنا کر فروخت کر دینا خالی از منافع نہیں۔

کپڑے دھونے کا صابن بنانا

میٹھا تیل چربی تیسرے نمبر کی میدا ۲ رپے کاسٹک سوڈا۔ تیل کو اُبال کر اس میں چربی شامل کرکے دونوں چیزوں کو مٹی کی ناند میں نکال کر میدا ... اور ۱ چھٹانک سوڈے کو حل کر دیا جائے، اور اس قدر گھوٹا جائے کہ تمام اجزا ... کا گاڑھا قوام بنجائے۔ پھر ایک چوڑے برتن میں نکالکر اس میں یہ پھیلا دیا جائے جب خشک ہو جائے تو اسکو کاٹ کاٹ کر ٹکیاں بنالیجائیں۔ اس ترکیب سے بنایا ہوا صابن کپڑے دھونے کے لیے بہترین ثابت ہوگا مجرب ہے۔

ترکیب کتھا بنانے کی

کھریا گوند کتیرا چونہ کیوڑہ ببول کی چھال برادہ صندل۔
چھٹانک تولہ ۲ تولہ ۱ تولہ تولہ ۱ سیر ۲ تولہ

ببول کی چھال میں اسقدر پانی ڈالا جائے کہ وہ خوب ڈوب جائے۔ دو روز تک چھال کو بھگونا چاہیئے۔ اس کے بعد چولہے پر خوب اونٹایا جائے۔ جب نیم گرم رہ جائے تو چھال کو خوب نچوڑ کر نکال لیا جائے۔ اس کے بعد تمام چیزیں باریک پیس کر اور چھان کر چھال کے پانی میں ملا دی جائیں، اور تھوڑی دیر کے لیے پھر آگ پر پکایا جائے یہانتک کہ اسکا قوام بنجائے۔ اس کے بعد آگ پر سے اُتار کر ٹھنڈا کیا جائے۔ اور اس میں کیوڑہ حل کرکے کسی صاف چٹائی پر یا چوڑے برتن میں پھیلا دیا جائے۔ خشک ہونے پر اس کے ٹکڑے کر لیے جائیں۔

واضح ہو کہ چھال کو پانی میں بھگونے سے پیشتر خوب کوٹ لیا جائے یہانتک کہ وہ موٹے برادہ کی طرح ہو جائے۔ اور جب اونٹانے کے بعد پانی سے اس برادہ کو نکالا جائے تو تنکے وغیرہ نہ رہنے پائیں۔ تاکہ پانی کو خوب صاف کر لیا جائے۔ لیکن چھاننا نہیں چاہیئے۔

یہ چند تجاویز بہت فائدہ مند ہیں۔ اور اگر ان تجاویز پر ایک پردہ نشین کوشش اور توجہ کے ساتھ سرگرم عمل ہو تو میری رائے میں اُسے کم ازکم ایک روپیہ یا اس سے زیادہ منافع روزانہ حاصل کرنا چاہیئے لیکن چار مرتبہ کے تجربہ کے بعد صابن اور کتھے کی تجارت میں کافی فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے۔

ان ترکیبوں کے علاوہ اور بھی چند ترکیبیں ہیں۔ جن پر نسوانی طبقہ توجہ نہیں کرتا۔

مثال کے طور پر مرغیاں پالنا اور اُنسے انڈے بچے پیدا کرانا۔ یا چند خرگوش پال کر انکے جوڑے تیار کرانا وغیرہ وغیرہ پردہ نشینوں کو بالکل نہیں معلوم کہ آج دُنیا میں انڈے مرغی کی تجارت سینکڑوں یا ہزاروں روپیہ کی نہیں ہوتی، بلکہ اس کی تجارت خود ہندوستان میں لاکھوں روپیہ کی ہوتی ہے۔ اور جس آسانی سے اس کام کو مستورات کر سکتی ہیں۔ مرد نہیں کر سکتے۔ اسیطرح خرگوش کے جوڑے کے ہر تیسرے مہینہ بچے ہوتے ہیں۔ اگر چند خرگوش کے جوڑے گھر میں پال کر ان کی تعداد میں اضافہ کرایا جائے۔ تو سال میں سینکڑوں کی تعداد ہو سکتی ہے۔ پھر ان سے جو کچھ فائدہ اُٹھایا جا سکتا ہے، اسکا اندازہ کون کر سکتا ہے

آج ہندوستان میں مشین کی وہ ہوا چلی ہے کہ چرخہ کاتنا، ناج پیسنا، سینا پرونا، اسکولوں اور مکتبوں میں معلمات کا کام کرنا تو گویا عیب ہے، البتہ اس کی جگہ ایسے فضول کاموں نے چھین لی ہے، جو معیوب ہیں۔ مگر معیوب نہیں سمجھے جاتے۔ پھر مشین قایم رہے تو کیونکر؟ آمدنی کے ساتھ زندگی کے تمام لوازمات ہیں، ورنہ مٹی کے ڈھیر پر چاندی کے ورق چڑھانے سے کیا حاصل؟

آج مسلمانوں کی جو خراب حالت ہے، منجملہ دیگر خرابیوں کے سب سے بڑی خرابی یہ ہے، کہ انکا ایک عضو بالکل معطل و بیکار ہے۔ اور وہ مسلمان عورت ہے، وہ مسلمان عورت، جو ابتدائے اسلام میں کبھی کبھی عساکر اسلامیہ کے ساتھ میدان جنگ میں دوش بدوش ہوتی تھی۔ زخمیوں کو اُٹھا اُٹھا کر لاتی تھیں۔ انکے خشک حلقوں میں پانی کی بوندیں ڈالتی تھیں۔ انکی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ اور جب فتح ہوتی تھی تو فاتحانہ گیت گاتی تھیں۔ مدارس اسلامیہ سے بڑی بڑی علامہ بنکر نکلتی تھیں۔

اپنے بے نقاب چہرے اور کھلے ہوئے ہاتھ لیکر اسلام کا ہر کام کرتی تھیں۔ اس کے بعد جب انکے مرد ہندوستان پہونچے، تو پڑوسیوں کے اثر نے انکو یہاں تک متاثر کیا کہ اپنی عورتوں کو پنجرے میں بند کر دیا۔ اور کہدیا کہ اے بیزبان جانورو، تم صرف دانہ چگنے اور پانی پینے کے لیئے ہو۔

لیکن عورت کا خون متحرک رہا اور اس نے صدیوں تک اِنہیں پنجروں میں بیٹھکر چرخے چلائے، چکیاں چلائیں، اور دستکاریوں سے بھی فایدہ اُٹھایا۔ لیکن اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ کہ چاروں طرف تاریکی چھاگئی خاموشی غالب آگئی اور عقلوں پر پردے پڑگئے۔ نتیجہ کیا ہوا۔ یہ کہ

نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اب نہ وہ زخمی ہیں، نہ زخمیوں کے تیمار دار۔ نہ چرخے کی عادت ہے، اور نہ چکی چلانے کی فطرت، بلکہ پردہ نشینانِ حرم کے لیئے روٹیوں کی فکر ہے۔ جائیں کھوکر، مال لٹاکر، عزت بیچکر، اب ذلیل ترین زندگی بسر کرنے کے خوگر ہو چلے، لیکن کچھ بھی ہو عورت پنجرے میں بند رہے۔ بہت اچھا۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یورپ کا یہ سیلاب آپ کی اِن تمام باتوں کو اور ان تمام فرسودہ خیالات کو تنکوں کی طرح جلد بہالیجائے گا، اور کسی کے روکے نہیں رُکے گا۔ مگر آہ یہ وہ وقت ہوگا جبکہ تمام قوموں کی عورتیں حکومت کی باگ لئے ہونگی اور مسلمان عورت محکوم ہوگی۔

ترکیب رنگ سازی

حسب ذیل اشیاء کے حل کرنے سے چوک لیٹ سیروں بنجائے گا۔

(1) Chocolate Broun چوک لیٹ براون

(3) Oz - Phosphine فاس فائین

1/4 Oz - Green Colour گرین رنگ

1/2 Oz Purple Aniline پرپل اینی لایم

دیگر رنگ

(2) Walant Broun

1/4" - Nigrosine نیگ روسین

1 Part - Bismark Broun. بسمارک براون

10" - Glauber Salt گلوبر سالٹ

100" - Water. واٹر

۳ پختہ مہوگنی رنگ (3) (Mahogany) Colour

2 Oz Extract of Logwood ایک قسم کی لکڑی کا برادہ

2 Oz Mordant

2 1/2 glls. Water پانی

مندرجہ بالا اشیاء پانی میں ملانے سے مہوگنی رنگ بنجائے گا

۴ پختہ سیاہ رنگ 4 (Black)

1 1/2 Galls - Water پانی

2 1/2 lbs Potash پتاشں

2 1/2 lbs - Lampblack. کاجل

1 1/2 - Galls Fish oil مچھلی کا تیل

اول ۲ پونڈ پتاش ایک گیلن پانی میں ملاکر جوش دیں۔ اس کے بعد آدھا پونڈ پتاش اور آدھا گیلن پانی

بیسا کا جل ملاکر مچھلی کا تیل ملا دو اور ۱۵ منٹ تک پکاتے رہو، بعدۂ چولہے پر سے اُتار کر ٹھنڈا ہوجانے کے بعد استعمال کرو۔

دربیان پولش وفنش

اگر دو عدد انڈوں کی سفیدی میں ½ پونڈ دودھ ملاکر جس رنگت کی پولش بنانا منظور ہو۔ اُسی قسم کا چار آنہ بھر رنگ ملاکر اس میں آمیز کردو تو اس ترکیب سے نہایت عمدہ پولش بنجائے گی۔

۲ عدد انڈوں کی زردی ¼ پونڈ دودھ۔ رنگ پیلا براون ۴ آنہ بھر۔ ہر سہ چیزوں کو دودھ میں حل کر کے استعمال کرو۔ یہ پولش صرف پیلے عدو پر پیلے براون چمڑوں پر استعمال ہو سکتی ہے۔ اور کسی قسم کے دوسرے رنگ پر نہیں چڑھ سکتی (۳) اسپ غول ۳ تولہ۔ پانی ایک پونڈ۔ رنگ حسب ضرورت خواہ کسی قسم کا چار آنہ بھر اول پانی کو جوش دیکر صاف شدہ اسپ غول اس میں ڈال دو۔ اور ۵۔ ۷۔ ۱۰ منٹ تک پکاتے رہو۔ جب پک کر تیار ہوجائے۔ تو چولہے پر سے اتار کر ٹھنڈا کردو اس کے بعد ہاتھ سے آہستہ آہستہ اسقدر ملو تاکہ رقیق لعاب بنجائے۔ پھر کپڑے میں چھانکر جس قسم کی پولش بنانا منظور ہو اسی قسم کا اس میں رنگ ملاکر استعمال کرو یہ پولش ہر قسم کے رنگ کے لیے بن سکتی ہے۔

یہ تمام رنگ اگرچہ چمڑا رنگنے کے ہیں۔ لیکن بعض اِن میں سے بیحد نفع بخش چیزیں اگر پردہ نشین مستورات گھر میں بیٹھکر یہ چیزیں بناتی رہیں تو معقول فائدہ ہوسکتا ہے۔

یہ صحیح ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان میں یہ منحوس رواج ہے کہ جو شخص اہل ہنر ہے وہ اپنے ہنر کو اپنے ہموطنوں، بلکہ اپنے عزیزوں و بھائیوں تک سے چھُپاتا ہے۔ اور اس طرح کے خبر کہ ہمارے کتنے ہنر دفن ہوچکے؟ اور ملک کو کتنا نقصان پہونچ چکا؟ آج ہندوستان بہ نسبت دوسرے ممالک کے صنعت وحرفت میں کوسوں نہیں بلکہ منزلوں دُور ہے، اور میرا خیال ہے کہ جب تک اس ملک میں یہ دستور قایم رہے گا اسوقت تک صنعت وحرفت کو فروغ نہیں ہوسکتا۔ اور ہماری اُمیدیں بر نہیں آسکتیں۔

میرے گھر میں خود اِسکا اور دباغت کا کارخانہ ہے، اور عرصہ سے متوسط درجہ پر قایم ہے اور کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اسی تجربہ کی بنا پر میں نے بعض چیزیں اپنی پردہ نشین بہنوں کو بتائیں اور وہ کامیاب ہوئیں۔ یہ ممکن ہے کہ اول اول یہ چیزیں بنانے میں دشواری معلوم ہو، اور ممکن ہے کہ اس میں سے ایک دو چیز خراب بھی ہوجائے لیکن اس سے گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور لگاتار کوشش کرنی چاہئے۔ ان میں بعض

رنگ لکڑی پر بھی کام دے سکتے ہیں، بعض چمڑے پر، اور بعض کپڑے پر۔

لکھتے وقت کئی بار میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ان چیزوں کی تشہیر نہیں کرنی چاہیئے، کیونکہ ایسا کرنے میں میرا نقصان ہے لیکن بیکار پردہ نشین بہنوں کی ہمدردی نے مجھے مجبور کر دیا اور اس لیے پیش کرتی ہوں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قیمتی چیزیں کاغذوں میں دبی پڑی رہ جائیں اور ان سے فایدہ نہ اٹھایا جاسکے۔ یہ عرض کر دینا بھی ضروری ہے کہ اگر کسی بہن کو ان سے فایدہ پہونچے تو وہ عصمت کے ذریعہ اس کا ضرور اعلان کر دے، اور اگر ممکن ہو سکے تو پرائیویٹ طور سے مجھے بھی اطلاع کرے۔

اگر میرے یہ تمام نسخے یا چند باتیں بھی کارآمد ثابت ہوئیں اور یقیناً کارآمد ثابت ہونگی تو آیندہ میں اور مفید باتیں بتانے کی بھی جرأت کر سکوں گی۔ یہ مضمون میں نے انعام کے لالچ میں نہیں لکھا ہے بلکہ اپنی بہنوں کے فایدہ کی غرض سے لکھا ہے۔ میرے پاس ایک قلمی کتاب موجود ہے جو میرے والد صاحب نے انگریزی کتاب سے ترجمہ کی ہے۔

یہ ممکن ہے کہ میرے بس مضمون سے عصمت کے دس صفحے پُر نہ ہوسکیں، لیکن یہ کوئی ضروری نہیں کہ دس صفحے کی شرط ہی مفید ہو۔ بلکہ کام کی ایک بات یا ایک سطر ہی لکھدینا ان دس یا بیس صفحوں سے بہتر ہے جو کام کے نہ ہوں۔ علاوہ ازیں مجھے نہ تو اتنی فرصت ہے کہ دس صفحے بھر سکوں، اور نہ میں اس کو ضروری سمجھتی ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میرا یہ مضمون شایع کر کے پردہ نشین بہنوں اور ماؤں کو فایدہ پہونچایا جائے گا۔

کنیز فاطمہ۔ آگرہ

شہزادی اور خانہ بدوش

مئی کا مہینہ تھا۔ میں نے (شہزادی نے) ایک دن صبح کے وقت کھڑکی میں باہر کی طرف جھانکا۔ تو سرسبز درختوں کی چوٹیاں نظر پڑیں۔ انکو دیکھ کر میں نے کہا کہ میں اپنا تاج اُتار دونگی۔ اور ایک ملکہ کی زندگی نہیں بسر کرونگی۔ میں چھوٹے چھوٹے قدم اُٹھاتی ہوئی اپنے محل سے باہر گئی۔ اسوقت میرے گلے میں ریشمی گون تھا۔ جب میں جنگل میں پہنچی۔ تو وہاں میں نے چند کالے رنگ کے لوگ دیکھے۔ جو خانہ بدوشوں کی زندگی بسر کرتے تھے۔

میں نے ان سے مخاطب ہوکر کہا۔ اے منکسر المزاج خانہ بدوشو تم تمام دنیا کے گرد چکر لگاتے ہو۔ اور چونکہ مجھے اپنے تاج و تخت سے نفرت ہے۔ اس لئے تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلو۔ میرے مشیر اور وزیر اسقدر بوڑھے ہوگئے ہیں۔ کہ انکے بال بھی سفید ہوگئے ہیں۔ اور وہ تنگ ہوکر کرسیوں میں بیٹھتے ہیں۔ لیکن تم پرندوں کو گاتے ہوئے سُن سکتے ہو۔ اور ان کی طرح خوش بھی رہتے ہو۔

یہ سنکر خانہ بدوشوں نے جواب دیا۔ کہ اگر تم ہمارے ساتھ رہنا چاہتی ہو۔ تو اس بات کو اچھی طرح سُن لو۔ کہ تمہیں بہت سی صعوبتیں اٹھانی پڑینگی۔ کیونکہ گو جنگل میں رہ کر موسم بہار میں تم پرندوں کے راگ سُن سکتی ہو۔ لیکن موسم سرما میں اتنی ہی سردی کی تکلیف اُٹھانی پڑے گی۔ محل میں تمہاری باندیاں تمہیں بہت عجز و انکساری سے اعلیٰ قسم کی جوتیاں پہناتی ہیں۔ اور تمام دن تمہاری خدمت میں لگی رہتی ہیں۔ لیکن ہم خانہ بدوش اپنا سفر ننگے پاؤں طے کرتے ہیں۔ تم موسم سرما میں طلائی برتنوں میں گرم پانی سے غسل کرتی ہو۔ لیکن جن ندیوں کے کنارے ہم پھرتے ہیں۔ انکا پانی بہت ٹھنڈا اور ان میں سفید جھاگ کثرت سے ہوتا ہے۔ ہماری جو کی روٹی ذائقہ میں کڑوی ہوتی ہے۔ لیکن تمہارے لئے شیرینیاں ہوتے ہیں۔ اب بتاؤ کہ تم ان میں سے کونسی چیز پسند کروگی۔ ہاں اب بتاؤ کونسی چیز پسند کروگی؟

لیکن اگر تم پہاڑی نالوں اور جو کی روٹی کو اپنے لئے پسند کرلو۔ تو بے شک تمہارا دل درختوں کے پرندوں کی طرح آزاد ہو جائے گا۔ لیکن پتھروں کی وجہ سے تمہارے پاؤں بھی چھلنی ہو جائیں گے۔ اور کیچڑ کی وجہ سے تمہاری سلک کی گون خراب ہو جائے گی۔ کھیتوں کے کتے تمہیں کاٹنے کی خواہش کرینگے۔ اور جب تم انکے پاس سے گذروگی۔ تو بھونکیں گے۔ گو تمہارا دل ایک قسم کی خوشی محسوس کرے گا۔ اور تم بہت سمجھدار ہو جاؤگی۔ لیکن یہ بھی یاد رکھو۔ کہ بوجہ سردی تمہاری ہڈیاں ٹوٹ کر ٹکڑے ہو جائیں گی اور تم بُری حالت میں مر جاؤگی۔"

"اے منکسر المزاج خانہ بدوشو۔ تم تمام دنیا میں پھرتے رہتے ہو۔ گو میں تمہارے چلنے پھرنے کی عادت کو پسند کرتی ہوں۔ لیکن باوجود اس کے مجھے تمہارے ساتھ جانے کی ہمت نہیں ہوتی۔"

اس کے بعد میں نے انکی کالی انگلیوں میں اپنی زمرد کی انگوٹھیاں پہنا دیں۔ اور نہایت افسوس کے ساتھ اپنا سر جھکالیا۔ اور وہاں سے واپس چلی آئی۔ جب سیڑھیوں کے ذریعہ محل کی اوپر کی منزل میں گئی۔ تو میں نے ان خانہ بدوشوں کی ہنسی کی آواز سُنی۔ موسم بہار کے پرندے نہایت سُریلی آواز سے گا رہے تھے۔ اور جنکو سُنکر میرا دل دو ٹکڑے ہوا جا رہا تھا۔ کیونکہ وہ آزاد تھے۔ اور میں مقید۔ (ترجمہ)

(فرانسس کورن فورڈ)

سرور جہاں از بہاولپور

چھکم کا لطیفہ

ایک بادشاہ کو موسیقی سے بہت شوق تھا مگر سمجھتے خاک نہیں تھے۔ دربار میں ماہرانِ فن ہمیشہ آتے بادشاہ سلامت شان سے بیٹھتے اور دھیان سے سنتے گویا بڑے زبردست ماہر تھے۔ بادشاہ بیگم علم موسیقی کی ماہر تھیں اور انکو اس علم کے سب نکات معلوم تھے چنانچہ پس پردہ بیٹھتیں اور بادشاہ سلامت کو ہر راگ سمجھاتیں۔ ایک روز موسیقی کی محلس جمی ہوئی تھی بادشاہ بیگم نے بتایا کہ فلاں گیت پنچم ہے، اتفاقاً کسی کام سے آ ٹھکر محلسرا چلی گئیں دوسرا راگ شروع ہوا تو بادشاہ سلامت کو آتا ہی کیا تھا جو بتا سکتے اسی شش و پنج میں انھوں نے سوچا ہو نہ ہو یہ چھکم ہو۔ فوراً کہہ اٹھے "چھکم" استادانِ فن مارے ہنسی کے لوٹ لوٹ گئے مگر ضبط سے کام لیا کہ خوف شاہی تھا۔ مگر ایک آگے بڑھا اور آداب بجا لاکر عرض کیا "گستاخی معاف خداوند اگر یوں ہی معتدار بڑھی تو سو تک پہنچ جائے گی۔

زہرہ بیگم بمبئی

میں کون ہوں

کون ہوں میں کیا بتاؤں ہم نوا اُف کچھ نہ پوچھ
یاس و حسرت کی ہیں اِک کالی اندھیری رات ہوں

دل کی ویرانی کا کیا غم کیجئے جب اے جنوں
منزل اُلفت میں میں خود کشتہ آفات ہوں

بے خودی اور بے کلی یہ اقتضائے درد ہے
ورنہ میں تو حسرتوں کی اِک مُردہ رات ہوں

دہر میں باقی نظام یاس و حسرت مجھ سے ہے
سوگ کا بادل ہوں میں خوں بار اِک برسات ہوں

کیا بتاؤں کون ہوں میں اے جمال مضطرب
"حالت تری پر اِک خوں رونے والی رات ہوں"

بلقیس جمال خاتون

زندگی

اے دوست! اس ویرانہ میں۔ آبادی سے کہیں دور پریشان و مضمحل کیوں بیٹھا ہے۔ کیا اس طرح جلدی جلدی سانس لینے سے زندگی کا مشکل ترین مرحلہ عبور ہو جائے گا۔ جبکہ اختتام کے لئے ایک وقت معین ہو چکا ہے۔

دیکھ۔ افق سے سیاہ گھٹا چڑھی اور برس بھی گئی۔ اب مطلع صاف ہو گیا۔ سطح آسمان پر قوس قزح میں کتنے مختلف رنگ بھرے ہیں۔ مجھے تو ایسا محسوس ہو رہا ہے۔ کہ دنیا کی ہر چیز پر ایک دلکش رنگینی چھائی ہوئی ہے۔ سامنے والی گھاس اس چمکیلی دھوپ میں کیسی شفاف دکھائی دے رہی ہے۔ تال کا پانی کیسا روشن نظر آرہا ہے۔ آنے والی نسیم مشفقانہ انداز سے تھپکیاں دے رہی ہے۔ مو تسری پھول اور آسمانی پرندوں نے خوش کن راگنیاں چھیڑ دیں۔

یہ سب کچھ ہوا بھی۔ کیا سورج مضمحل ہو کر غروب ہو گیا۔ کیسے ہو سکتا تھا۔ جبکہ اس کے لئے بھی ایک وقت معین ہو چکا ہے۔

اس تھوڑی زندگی کو جب ختم ہی ہو جانا ہے تو۔ آدوست! زندگی کے اس مشکل مرحلے کو ہم بلکہ آسان و پُر لطف بنالیں۔ اور پھر کیوں نہ مسرور ہو جائیں۔

ایس بی طاہرہ

دانت بیسیوں بیماریوں کا منبع

از محترمہ فاطمہ ستار خیری برلن (جرمن)

جرمنی کے ایک شہر "ویسباڈن" میں آج کل ڈاکٹروں کی ایک بین الملل (انٹرنیشنل) کانگرس ہو رہی ہے۔ کچھ عرصہ سے مختلف ڈاکٹروں کی کانفرنسوں میں اور طبی رسالوں وغیرہ میں "عذری سرایت" Head-Infection کے مسئلہ پر بحثیں ہو رہی ہیں۔ یہ کہا جاتا ہے کہ وجع مفاصل Rheumatism امراض گردہ، حرکت قلب کا رک جانا، اعصاب کا ورم اور دوسری بہت سی بیماریاں اس وجہ سے ہوئی ہیں کہ جراثیم مضرہ Bacteria ان جگہوں میں گھس جاتے ہیں۔ اور یہ جراثیم مضرہ اپنا اڈا دانتوں، گلہ کے غدوددوں اور ناک کے اندرونی سوراخوں میں بنائے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان جگہوں سے جسم کے دوسرے حصوں میں پہنچکر طرح طرح کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔ سینکڑوں آدمیوں کو اکثر حرارت سی رہتی ہے جسم کے جوڑوں میں خفیف سا درد رہتا ہے۔ ہاتھ پاؤں ٹوٹے جاتے ہیں طبیعت پر مردنی چھائی رہتی ہے کسی کام کے کرنے کو جی نہیں چاہتا اور انکو اسکا سبب معلوم نہیں ہوتا اس کا سبب قریب قریب ہمیشہ مذکور بالا جسم کے حصوں میں جراثیم مضرہ کی موجودگی ہوتا ہے۔ ڈاکٹر لوگ اکثر اس طرف خیال بھی نہیں کرتے۔

ویسباڈن کی بین الملل کانگرس کے تیسرے اجلاس میں اس کی اہمیت کے اوپر بڑے بڑے جرمن امریکن اور انگریز ڈاکٹروں نے روشنی ڈالی۔ حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ یہ اجلاس اس کانگرس کا سب سے مہم اجلاس تھا۔ خاصکر شہر ڈریسڈن (جرمنی) کے پروفیسر پیلر اور شہر روچیسٹر امریکا کے پروفیسر روز نیاؤ اور فرانکفورٹ ام مائن (جرمنی) کے پروفیسر بلینگ نے اپنی تحقیقات کے نتیجوں کے متعلق بڑے بڑے مضمون پڑھے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے:۔

یہ جراثیم مدت تک اپنے اڈے میں بآرام پڑے رہتے ہیں بعض وقت برسوں یوں ہی پڑے رہتے ہیں۔ پھر یکایک مختلف وجہات سے حرکت میں آتے ہیں اور یہ جراثیم قرب وجوار میں اور خون اور لیمفا میں پہنچ جاتے ہیں۔ اکثر ہمارے جسم کی قدرتی قوی خوش قسمتی سے ان جراثیم کا قلع قمع کر ڈالتی ہیں۔ جہاں یہ قدرتی قوی جسمانی کمزور ہوتی ہیں وہاں مختلف بیماریاں نمودار ہو جاتی ہیں۔

اگر بہت دیر نہ ہو تو اکثر ایک چھوٹے سے عمل جراحی کے ذریعہ سے ان جراثیم کا اڈا دُور کیا جاسکتا ہے اور اس طرح سے نمودار شدہ بیماری بھی اکثر اچھی ہو جاتی ہے۔ اکثر مُنہ کی جانچ پڑتال سے اور دانتوں کی دیکھ بھال سے ان جراثیم کے اڈے کا پتہ لگ جاتا ہے اور یہ اڈا آسانی سے الگ ہو سکتا ہے مگر سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان جراثیم کے اڈے کو جمنے کا موقع ہی نہ دیا جاوے۔ دانتوں میں یہ دانتوں کی خرابی سے لگتا ہے اگر دانتوں کی صفائی برابر کی جاوے تو یہ اڈا نہ دانتوں میں لگے اور نہ منہ کے کسی اور حصہ میں مثلاً ناک کے اندرونی سوراخوں میں۔ یہ اڈا بیسیوں نہیں سینکڑوں بیماریوں کی جڑ ہے۔

اب جب ہم یہ دیکھتے ہیں تو شارع اسلام کی اللہ کا اون پر سلام ہو صفائی کے اصولوں پر حیرت ہوتی ہے۔ "الطہارۃ من الایمان" صفائی ایمان کے اساسوں میں سے ہے" اور پھر خاص کر دانتوں اور منہ کی صفائی پر جو زور دیا ہے اوس کی تو حد نہیں۔ دن میں کم از کم پانچ وقت مسواک کرنا ایک سچے مُسلمان کی زندگی کا جزو ہے۔ ہمارے پیارے نبی کا آخری عمل جو آپ نے اس دُنیا میں کیا وہ بھی مسواک کرنا تھا مگر افسوس لوگ اسلامی عادتوں کو چھوڑتے جاتے ہیں اور ہر ایک کو موڈرن MODERN بننے کا شوق ہے حالانکہ یورپ اور امریکہ بے جانے بوجھے اسلامی اُصولوں کو رواج دیتا جا رہا ہے۔ دانتوں کی صفائی پر ہر مدرسے میں زور دیا جاتا ہے بچوں کے بورڈنگ ہاؤسوں میں دن میں صبح کو اور رات کو اور ہر کھانے کے بعد بچوں کو دانت مانجھنے کی ڈرل کرائی جاتی ہے اور ہم مُسلمان اپنی دولت کو کھوتے ہیں اپنے بیش بہا اسلامی اُصولوں کو ضایع کرتے جاتے ہیں اور فخر کرتے ہیں۔ یاحسرتا علی العباد۔

انگلستان کی عورتیں

از جناب نصیر الدین صاحب ہاشمی ام ار اے ایس۔ ایف آر ایس اے

انگلستان کی عورتوں کے متعلق اظہار خیال خصوصاً صرف چند ماہ کے قیام کے بعد مشکل نہیں تو آسان بھی نہیں جب تک برسوں قیام کر کے انکے حالات فراہم نہ کیے جائیں ہم کما حقہٗ کچھ نہیں لکھ سکتے۔ بریں ہم چند موٹے موٹے امور بیان کیئے جاتے ہیں۔ عام طور سے جو باتیں ادنیٰ اور اعلیٰ جوان بچے بوڑھے سب میں مشترک ہے وہ ان کی محنت ہے صبح سے شام تک نہیں۔ بلکہ بڑی رات گئے تک وہ کام کرتی ہیں۔ اور اور تھکتی نہیں جس چستی اور تیزی سے وہ کام انجام دیتی ہیں اس سے تعجب ہوتا ہے۔

یہاں کی عورتوں کو چند اقسام پر تقسیم کر کے ان پر اظہار خیال زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ یوں تو قدرتی طور پر بچے۔ جوان۔ بوڑھے تقسیم ہی ہیں اسی طرح غریب۔ اوسط اور امیر کی تقسیم ہو سکتی ہے۔ مگر کام کے لحاظ سے چند اور بھی حصے کیئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً کالج کی متعلمہ۔ رسٹورنٹ کی ملازمہ، گھر کی خادمہ۔ تھیٹر کی ایکٹرس۔ آفس کی کلرک خوش باش صاحب خانہ وغیرہ۔

لڑکیاں۔ ہندوستانی لڑکی سے انگلستان کی لڑکی بالکل جداگانہ ہوتی ہے وہ لڑکوں کے ساتھ مدرسہ کو جاتی ان کے ساتھ ایک ہی جماعت میں پڑھتی ان ہی کے ساتھ کھیلتی کودتی، شریک ہوتی ہے وہ ہر وقت خوش و خرم چست و چالاک ہوتی ہے۔ وہ بچپن سے مردوں کے ساتھ محبت کرنا سیکھتی ہے سینما میں اسکو نظر آتا ہے لڑکیوں کا کیا کام ہے اس کے کیا فرائض ہیں اسکو کس طرح زندگی بسر کرنی ہو گی کس طرح اسکو مردوں کے ساتھ سلوک کرنا ہو گا کس طرح اس سے محبت کرنے والے پیدا ہو سکتے ہیں غرضکہ ابتدا سے آیندہ زندگی کا نمونہ اس کے پیش نظر ہو جاتا ہے۔

کالج اور اسکول کی متعلمہ لڑکی۔ اگرچہ انگلستان کی لڑکی بچپن سے آزاد ہوتی ہے مگر سن رشد کے بعد اس کی حالت جداگانہ ہو جاتی ہے اس پر کسی کی حکومت نہیں ہوتی وہ اپنی آپ مختار ہوتی ہے۔ وہ اپنے اسکول اور کالج کے اوقات کی پابند اور پوری محنت سے اپنی تعلیم کو حاصل کرتی ہے۔ اسی کے ساتھ اوس کے بیسیوں دوست دونو صنف کے ہوتے ہیں بلکہ اکثر ان ہی کے جنس سے جنس ذکور کا حصہ زیادہ ہوتا ہے وہ شنبہ اور یکشنبہ کے دن اور چھٹیوں میں ان سے ملتی ان کے ساتھ سینما۔ تھیٹر۔ ڈانس ہال۔ جنگل

پہاڑ، ساحل سمندر ہر مقام پر جاتی ہے اور ان کے ساتھ دلچسپی سے اپنے اوقات بسر کرتی ہے۔

دوستوں سے ملنے سے پہلے خطوط کے ذریعہ ٹیلیفون کے ذریعہ وقت اور مقام طے کر لیا جاتا ہے آپ کو اکثر مقامات پر منتظر لڑکے اور لڑکیاں نظر آئیں گے کبھی تو لڑکے وقت مقررہ پر آکر لڑکی کا انتظار کرتے ہیں اور کبھی اس کا عکس بھی نظر آتا ہے۔

ریسٹورنٹ وغیرہ کی ملازم لڑکیاں ۔ اسکول اور کالج کی لڑکیوں کی طرح ان کی یہی حالت ہے مگر ان غریبوں کو موسمی تعطیل نہیں ملتی ہر ہفتہ ایک دن کی تعطیل مل جاتی ہے اس روز ان لڑکیوں کا مشاغل ہی تفریحی ہوتے ہیں جو عموماً ان کے دوست لڑکوں کے ساتھ ہوتے ہیں یہ ضروری نہیں ہمیشہ ایک ہی دوست ہو بلکہ ایسے متعدد ہوتے ہیں۔ عام طور پر جو لڑکیاں خواہ وہ ملازمہ ہو خواہ متعلمہ ان کے تفریحی اخراجات ان کے دوست کی جیب سے ادا ہوتے ہیں۔ ایک وقت کا کھانا یا تمام دن کے اخراجات کی ادائی بھی جنس ذکور کے ذمہ ہوتی ہے۔ ہاں جنس اناث کا کام یہ ہوگا وہ کوئی شئے خریدی ہوئی خود لے چلیں چار وغیرہ خود بنائیں۔ اور آپ کے بغل میں ہاتھ دیکر ساتھ چلیں کبھی پھول خریدیں (رقم کی ادائگی آپکے ذمہ) تو اول آپ خود سونگے اور پھر آپ کو اس کی خوشبو سونگائیں یا اسکا پھول آپ کے کوٹ میں لگا دیں (خیال رہے آپ سے ضمیر درست ہی ہے)

ریسٹورنٹ میں جو لڑکیاں ملازم ہوتی ہیں انکی تیزی اور پھرتی بھی قابل تعریف ہے چند میزیں ایک ایک لڑکی کے متعلق ہوتی ہیں اکثر اوقات وہ آدمیوں سے پر ہوتی ہیں۔ ہر ایک علیحدہ علیحدہ فرمایش کرتا ہے لڑکیاں مختلف اشخاص کی فرمایش کی تعمیل بلا کسی غلطی دھوکے انجام دیتی ہیں۔ اور پھر نہایت تیزی سے کھانے کی شئے لیکر آتی ہیں ہندوستان کی لڑکیاں بلا کسی شئے کے بھی اسقدر تیز نہیں چل سکتیں۔ ان لوگوں کی ایک یہ بھی عادت ہے جب آپ سے فرمایش دریافت کرتی ہیں تو متبسم چہرہ کے ساتھ کرینگی اور ہمیشہ مسکراتی ہوئی رہیں گی۔ ریسٹورنٹ کیا ہر دوکان کی لڑکیوں کی یہی حالت ہے۔

ریسٹورنٹ اور بعض دیگر شاپوں کی ملازم لڑکیوں کا مخصوص لباس ہوتا ہے اور اگر کوئی خاص لباس نہ ہو تو اوپر ایک گون پہن لیا جاتا ہے تاکہ اصلی لباس خراب نہ ہو جب دوکان اور ریسٹورنٹ وغیرہ سے لڑکیاں باہر آتی ہیں تو ان کا بہت مشکل سے امتیاز ہو سکتا ہے۔

تھیٹر سینما کی ایکٹرس ۔ سینما اور تھیٹر میں کام کرنے والی بڑی مغرور ہوتی ہیں اون کو اپنے حسن اور کام پر ناز ہوتا ہے۔ چونکہ انگلستان میں ایکٹرس کی بڑی قدر ہوتی ہے اس لئے ان کا یہ غرور بیجا نہیں ہوتا۔ جس زمانہ میں میں لندن میں مقیم تھا ایک ایکٹرس "جون" سے ایک لارڈ نے شادی کی تھی۔ ان لوگوں سے ملنے والے تعارف پیدا کرنے والے کثرت سے ہوتے ہیں اس طرح ان کے مشتاقوں کی بڑی تعداد ہوتی ہے۔ جن سے ان کا تعارف

ہوتا ہے ان کی بڑی دولت خرچ ہوتی ہے۔

خانگی ملازمہ بچوں کی آیا۔ یوں تو ملازمہ اوسط اور اعلیٰ طبقہ میں متعدد ہوتی ہیں مگر بعض گھروں کے ملازمہ ایسے بھی ہوتیں ہیں جو پورا وقت نہیں دیتیں بلکہ وہ ایک سے زیادہ جگہ ملازم ہوتی ہیں اور دن کا تمام وقت وہ کئی کئی جگہ کے کام کو انجام دیتی ہیں۔ عموماً یہ بڑے تیز اور محنتی ہوتی ہیں اپنے مفوضہ کام کو برابر اوقات مقررہ میں انجام دیتی ہیں۔

بچوں کی آیا بھی اگر چہ اپنے کام کی پابند ہوتی ہے مگر اکثر ایسا ہوتا ہے بچوں کو گاڑی میں چھوڑ دیتی ہیں اور خود اپنے دوستوں سے باتوں میں مصروف ہو جاتی ہیں بارہا میں نے دیکھا ہے بچہ رو رہا ہے مگر انکو خبر نہیں وہ اپنے ہنسی مذاق میں مصروف ہیں۔

آفس کی کلرک۔ دفاتر شاپوں اور کارخانوں میں ہزاروں عورتیں ملازم ہیں جو چھوٹی خدمت سے لیکر اعلیٰ خدمت تک انجام دیتی ہیں۔ یہ بھی اپنے کام کی پابند محنتی۔ حاضرباش سنجیدہ متین ہوتی ہیں۔ تعطیلات کے زمانہ میں یہ بھی تفریح کرتی اور آرام لیتی ہیں اکثر اپنے شوہر بچوں کے ساتھ یا دوستوں کے ساتھ کھیل تماشوں میں جاتی اور محنت کے بعد گویا آرام حاصل کرتی ہیں۔

خوش باش صاحبہ خانہ۔ اعلیٰ طبقہ کے قطع نظر اوسط طبقہ کی اکثر خواتین ایسی ہیں جو خود کہیں ملازم نہیں ہیں اور نہ انکو ملازمت کی ضرورت ہوتی ہے۔ مگر یہ خواتین بھی گھر میں بیکار نہیں ہوتیں گھر کے بیسوں کام کاج کرتی ہیں اپنا وقت بلا مصرف نہیں گزارتیں۔ اگر انکو ملازمہ رکھنے کی حیثیت ہے تو انکی نگرانی ورنہ خود بھی کام کرینگی اگر بچے ہونگے تو ان کا کام انتظام خانہ داری بچوں کی تعلیم کی نگرانی گھر کی صفائی آرائشگی وغیرہ سب کچھ وہی انجام دینگی۔ یوں خیال کرو گھر کی وہی مالک ہوتی ہے۔ صاحب خانہ کا کام صرف روپیہ پیدا کرنا ہے اور اسکا اسکو انتظام سے خرچ کرنا گھر میں آنے والے دوست احباب کی بھی تواضع کرینگی۔ رات اور دن کے فرصت کے وقت پیانو بجایا جائے گا اور اوس پر گاکر شوہر بھائی اس کے دوستوں کی دل بہلائی تفریح کی جاتی ہے۔

کسی تعطیل وغیرہ کے زمانہ میں شہر سے باہر جاکر ورنہ شہر ہی میں سینما تھیٹر وغیرہ سے تفریح ہوگی دوست احباب سے ملاقات ہوگی۔

بوڑھی عورت۔ عام طور پر یورپ میں بڑی عمریں ہوتی ہیں اسی نوے سال تو گویا عام عمر ہے اسیطرح بوڑھی عورتیں بڑی تعداد میں نظر آتی ہیں۔ ان کی جوبات قابل تعریف ہے وہ انکی محنت ہے مگر اکثر اوقات ان بوڑھی عورتوں سے بڑی تکلیف ہوتی ہے یہ اکثر جسیم ہوتی ہیں اوس پر سردی کے باعث جو لباس

اور اوپر اور کورٹ پہنا جاتا ہے وہ بھی نا ... زنی ہوتا ہے اس سے انکی فربہی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے اب وہ اپنے دونوں تو ... خریدی ہوئی چیزیں جو سیروں کی وزنی ہوتی ہیں لیکر ٹرام۔ موٹربس وغیرہ میں سوار ہوتی ہیں انکو اس کی پروا نہیں کسی کو ان سے چوٹ لگے یا تکلیف ہو انکو تو اپنے سوار ہونے سے غرض ہوتی ہے۔ بعض ایسی کو اسی ہوتی ہیں خدا کی پناہ جدھر دیکھو ادھر دوسری عورت سے مصروف گفت و شنید۔ اور پھر دنیا بھر کا گلہ شکایت۔ غرض کہ ان میں اور ہندوستان کی بوڑھی عورتوں میں اکثر مناسبت ہو جاتی ہے۔

جو بوڑھی عورتیں مالدار ہیں یا شوقینیں ہیں انکو ڈانس کا بڑا شوق ہوتا ہے اسی طرح فیشن اور لباس کی بڑی شایق ہوتی ہیں۔

جوان عورت۔ یوں تو جوان عورتوں کے حالات مختلف حیثیت سے بیان ہو چکے ہیں مگر پھر بھی چند امور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جیسا کہ بیان کیا گیا انکی مشترک حیثیت کام اور محنت کی ہے انکی تیزی قابل تعریف ہوتی ہے وہ اتنا تیز چلتی ہیں کہ ہم انکی برابری نہیں کر سکتے مثلاً میں تیز چلنے کا عادی ہوں اکثر دوست احباب مجھے تیز قدم خیال کرتے ہیں مگر ایک مرتبہ جب اپنے جائے قیام کے فیملی کی لڑکی کے ساتھ تیز روی کا مقابلہ ہوا تو مجھے ہار ماننی پڑی۔

اسی طرح نوجوان عورتوں کو اچھے لباس زیور کا بڑا شوق ہوتا ہے قسم قسم کے رنگ برنگ کے لباس کی وہ بڑی شایق ہوتی ہیں۔ کسی کو ڈانس کا کسی کو سینما کا کسی کو تھیٹر کا شوق ہوتا ہے کوئی ٹینس برج کی شیدا ہوتی ہے کوئی گانے ناچنے کو پسند کرتی ہے۔

ان کو اپنے مستقبل معلوم کرنے اچھے مالدار شوہر کے ملنے کی بڑی تمنا ہوتی ہے بعض تجرد کی زندگی بھی پسند کرتی ہیں انکو اپنے نام پیدا کرنے مشہور ہونے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔

دستی پاکٹ تو ہر عورت کا لازمہ ہے جس میں ان کی ضروریات کی چیزیں روپیہ خطوط وغیرہ ہوتے ہیں مگر نوجوان عورتوں کے پاکٹ کی چند چیزیں مخصوص ہیں۔ اس میں پوڈر وغیرہ ضرور ہوگا تاکہ وقت بوقت اپنے چہرہ کو سفید کر لیں۔ اور چونکہ پوڈر کی بہت شوقین ہوتی ہیں اس کی ضرورت ہی ہوتی ہے۔ اسی کے اندر انکے دوست احباب ملنے والوں کے خطوط ہونگے۔ اور دستی کیمرہ سے لیے ہوئے فوٹو جو حال ہی میں لیے گئے ہوں تاکہ دوسروں کو بتایا جائے۔ اس میں پونڈ شلنگ پنیں ہونگے کیونکہ رقم کے بغیر گھر سے باہر نکلنا دشوار ہوتا ہے اس کے علاوہ اور بھی اشیاء ہوتی ہیں جو ان کے شوق پر منحصر ہے مثلاً سگریٹ وغیرہ۔

دشمنوں کی کثرت

از محترمہ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی اے

یہ "جرثوموں کی" دنیا ہے، ادھر دشمن، ادھر دشمن — نظر آتے ہیں، اب چاروں طرف دیکھو جدھر دشمن

نئی تحقیق کی "عینک" سے، آنکھوں نے جلا پائی — کہ ہر قطرہ میں پانی کے ہیں آتے نظر دشمن

وہ کثرت دشمنوں کی ہے، کہ لینا سانس مشکل ہے — ہوا میں ساری دھاری ہیں، لاکھوں فتنہ گر دشمن

بنے شمس و قمر گلخن، زمیں دشمن، فلک دشمن — در و دیوار پیاسے خون کے اور بحر و بر دشمن

بنا ہے سمیت سے، ذرہ ذرہ قاتلِ انسان — ہوئی بادِ سحر دشمن، فضائے بحر و بر دشمن

خلل آیا نظامِ جسم میں، برہم ہوئے اعضا — ہوئے بیکار دست و پا، بنے قلب و جگر دشمن

تقاطرِ ابرِ باراں کا، تڑپ ہے برقِ صاعق کی — ادھر ہے آہِ سوزاں، اور ادھر ہے چشمِ تر دشمن

شناور کے لیے ہے، خوفِ غرقِ بحرِ بے پایاں — ہوا اہلِ نظر کے واسطے، ذوقِ ہنر دشمن

زمانہ گر مخالف ہے، مقدر برسرِ کین ہے — ہے عالم ہم سے برگشتہ، ہر ایک جن و بشر دشمن

یہ چکر ہو زمیں کا، یا کہ گردش آسماں کی ہو — ہمارے واسطے ہے، بحرِ ہستی کا بھنور دشمن

نہ خشکی میں ٹھکانہ ہے، نہ ملجا ہے تری ہی میں — پئے قطعِ طریقِ عمر، ہے ہر رہگذر دشمن

"جو بوئیں گے وہ کاٹیں گے" مثل مشہورِ عالم ہے — نہ پائیں گے عداوت کا کبھی اچھا ثمر دشمن

مرے برعکس عالم میں غضب کی آگ بھڑکائی — تماشہ دیکھتے ہیں ڈال کر خس میں شرر دشمن

بنے فرعون بے سامان، سر و سامانِ ہستی پر — خدا کا خوب بھی رکھتے نہیں، بیدادگر دشمن

تونگر پر نظر رکھتے ہیں، جو پیسوں کے بھوکے ہیں — عدو لعل و گہر ہیں، کیسہ ہائے سیم و زر دشمن

فغان و آہ سے نوشابہ، کب وہ نرم ہوتے ہیں
کہ دل فولاد کا رکھتے ہیں، پتھر کا جگر دشمن

انصاف یا ظلم

میں اردو مڈل پاس ہوں آٹھویں درجہ تک انگریزی بھی پڑھی ہوئی ہوں کچھ کچھ فارسی اور ہندی بھی جانتی ہوں۔ میں انجان نہیں ہوں میری عقل میں فتور نہیں اس وقت میری عمر اٹھارہ برس کی ہے میں بخوبی جانتی ہوں کہ میرے فرائض کیا ہیں۔ میں نے پڑھا ہے اور خوب سمجھتی ہوں کہ کاہل اور بدکار شوہر کی بھی خاطر عورت کو کرنی چاہئے میری نظر سے وہ روایت بھی گزری ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اسلام میں سوائے خدا کے اور کسی کو سجدہ روا ہوتا تو عورتوں کو حکم دیا جاتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی آج میں اپنے شوہر کی برائی کر رہی ہوں۔ یا اللہ! کیسا برا زمانہ آگیا ہے معلوم نہیں میرا کیا حشر ہوگا۔ زمین پھٹ جائے اور میں اس میں سما جاؤں تو بہتر ہے۔ آسمان سے بجلی گرے اور میرے خرمن ہستی کو جلا کر خاک کر دے تو اچھا ہو۔ اگر کسی عورت کو ہم مذاق اور حسب خواہش خاوند مل جائے اور پھر وہ خدا کی قدرت سے لنگڑا لولا یا ظالم ہو جائے تو عورت اس سے نفرت نہ کرے گی وہ اسکو اپنا سرتاج سمجھکر جان و دل سے اس کی خدمت کریگی لیکن ظالم ماں باپ اگر جان بوجھکر کسی لالچ میں ایک لائق کمسن لڑکی کا بیاہ کسی جاہل سن رسیدہ مرد سے کر دیں تو لڑکی کے دل میں اس کا ہمیشہ قلق رہے گا یہ اور بات ہے کہ وہ شرم یا لحاظ سے کوئی شکایت نہ کرے لیکن جب کمسن لڑکی جوان اور سمجھدار ہو جائے گی تو وہ اس بری رسم کی ضرور برائی کرے گی جس کی وجہ سے اس کا ہمیشہ کے لیئے آرام گیا اور اپنی زندگی کے ایام خون جگر پی پی کر کاٹے گی۔ ظلم یا بناوٹی یا ظاہری باتوں سے کوئی عورت اپنے شوہر پر فریفتہ ہو کر دل سے محبت نہیں کر سکتی جب تک دو دل ایک نہ ہوں اس وقت تک الفت کے راگ نہیں گائے جا سکتے۔ یوں کہنے کو تو ہر عورت جس پر رات دن شوہر کے ظلم و ستم ہوتے ہیں خود کو جان شوہر سمجھتی ہے لیکن میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ زمین و آسمان ایک ہو جائیں مگر کوئی عورت ظالم۔ بدکار اور خودغرض شوہر کو دل سے نہیں چاہ سکتی۔ جس عورت کی شادی کمسنی میں اس کی مرضی کے خلاف کسی سن رسیدہ مرد سے دولت کے لالچ سے کر دی گئی ہے وہ اپنے شوہر پر جان نہیں دے سکتی وہ پیار کرنا تو دور رہا اس کی صورت سے بھی بیزار رہے گی۔ جو عورت میرے اس دعوے کے خلاف رائے رکھتی ہے اس کے دماغ میں ضرور خلل ہے۔ میری دلی خواہش ہے کہ میری بہنیں اور معزز بھائی میری آپ بیتی کو پڑھکر برا نہ مانینگے



ننھے ننھے بچے خلاف قانون نمک تیار کرنے کے لئے
سمندر سے پانی لا رہے ہیں -



ایک انگریز خاتون جو مترو
پولٹن پولیس لندن
کی افسر اعلیٰ مقرر
ہوئی ہیں -



ایک ہندوستانی بونا -

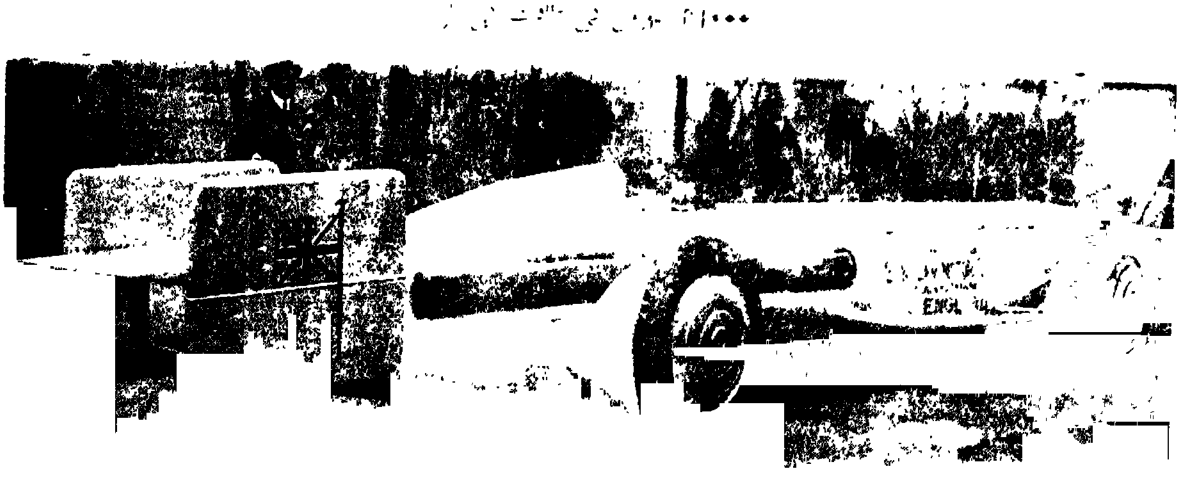
Vol. XLIV No. 3 September 1930

[illegible]



ناسک (بمبئی) میں اچھوتوں کو رام کے مندر میں داخلہ کی ممانعت ہے - اس ممانعت کے
خلاف وہاں کی اچھوت عورتوں نے ستیہ گرہ کر رکھی ہے - اوپر کی تصویر ستیہ گرہی
عورتوں کی ہے - جو مندر میں داخل ہونے کی غرض سے
تمام دن دھوپ میں جلتی رہیں

۲۰۰۰ [illegible]



بلکہ انصاف کرینگے کہ مجھ پر ظلم ہوا ہے یا نہیں اس سلسلہ میں اتنا اور عرض کر دینا مناسب سمجھتی ہوں کہ میری بہنیں میرے لایق شوہر کی باتوں کو سنکر مضحکہ نہ اُڑائیں گی بلکہ اس سے نصیحت حاصل کرینگی۔

(۲)

میرا گھر لکھنؤ میں اور سسرال بمبئی میں ہے۔ آجکل میں اپنی سسرال میں ہوں اور اپنی بند کوٹھری یعنی گھر کی چار دیواری میں جہاں ہوا کا بھی مشکل سے گذر ہوتا ہے بیٹھی ہوئی یہ داستان غم لکھ رہی ہوں۔ میرے والدین بقید حیات ہیں میرے والد پنشنر ڈپٹی کلکٹر ہیں میں ان کی اکلوتی لاڈلی لڑکی ہوں۔ میرے والد نے مجھے بڑی محنت سے پڑھایا تھا اسکول کی ہیڈ مسٹرس کو میرے ساتھ اسقدر اُلفت تھی کہ اب بھی ان کے محبت آمیز خطوط آتے رہتے ہیں وہ مجھے وقتاً فوقتاً قیمتی مشورہ دیتی رہتی ہیں۔ استانی جی اکثر فخریہ کہا کرتی تھیں کہ ممتاز بیگم (میرا نام) بہت ذہین اور سلیقہ مند ہے۔ میں اپنا سبق بہت جلد یاد کرلیا کرتی تھی چنانچہ اپنی ذہانت قابلیت اور محنت سے میں ہر امتحان میں اول نمبر میں پاس ہوئی۔ میری آواز کی بھی اُستانی جی بہت تعریف کرتی تھیں۔ جس وقت میں ہارمونیم پر گاتی تھی اسوقت اسکول کی تمام لڑکیاں اور اُستانی جی ٹکٹکی باندہ کر بڑی محبت سے مجھے دیکھتی تھیں ایک سماں بندھ جاتا تھا یہاں تک کہ بعض اوقات میں خود بھی بیخود ہو کر جھومنے لگتی تھی۔ مجھے دو بار نظر لگی اور تین مرتبہ بیمار ہوئی مگر لعنت ہے اس زندگی پر کہ مری ایک مرتبہ بھی نہیں۔ مجھے بیل بوٹوں کے کاڑھنے اور سینے پرونے میں کئی بار انعام ملے۔ دنیا میں بہت کم کسی کی اُمید بر آتی ہے" جب کوئی ہنسا ساتھ ہی آنسو نکل آئے" میں نے ابھی پندرھویں سال ہی میں قدم رکھا تھا کہ میرا بیاہ ہو گیا۔

میرے والد کو میرے لیے شوہر تلاش کرنے میں دو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ پہلی مصیبت تو یہ تھی کہ وہ بہت زیادہ جہیز نہ دے سکتے تھے لیکن یہ کوئی بڑی بات نہ تھی کیونکہ مجھے معلوم ہو گیا تھا کہ میری شکل اور قابلیت کی وجہ سے بہت سے رؤسا میری طرف متوجہ تھے ان میں اکثر ایسے بھی تھے جن کو اپنے ماں باپ کی دلشکنی منظور تھی لیکن وہ جہیز لینے کے لیے تیار نہ تھے۔ الہ آباد یونیورسٹی کے ایک ایم۔ اے پاس رئیس زادہ نے میرے والد کو اس مضمون کا خط لکھا تھا:۔

"اگر آپ مجھکو اپنا داماد بنالیں تو میں اپنا گھر بار اور والدین کو بھی چھوڑ سکتا ہوں اگر آپ نے میری اس استدعا کو شرف قبولیت نہ بخشا تو میں ریل کے پل سے گنگا میں کود کر اپنی جان دیدونگا اور اس کا عذاب آپ کی گردن پر ہوگا وغیرہ وغیرہ ——"

معلوم نہیں انھوں نے اپنا عہد پورا کیا یا نہیں کیونکہ میں نے کسی اخبار میں اپنی شادی کے بعد ان کے ڈوبنے کی خبر کہیں نہیں پڑھی۔

بہر حال جہیز کا سوال تو معمولی تھا لیکن دوسری شکل ایسی تھی جس نے میری زندگی تباہ کردی اور مجھے زندہ درگور کر دیا۔ میرے والد صاحب کو سرکار نے "خان بہادر" کا خطاب دیا تھا۔ ہائے بس اس خطاب "خان بہادر" نے میری حسرت و ارمان کا خون کر دیا اور مجھے کسی لایق نہ رکھا۔

والد صاحب کی خواہش تھی کہ زیادہ جہیز بھی نہ دینا پڑے اور شوہر کا خاندان بھی خطاب یافتہ ہو آخر کار والد صاحب کی منشا پوری ہوئی اور بمبئی میں والد صاحب کے حسب منشا ایک "خان بہادر" سوداگر مل گئے۔ چونکہ خان بہادر کی تیسری شادی تھی اس وجہ سے میرے کنجوس والد کو زیادہ جہیز بھی نہ دینا پڑا۔ خیر اسی "خان بہادر" کے خطاب نے جو گورنمنٹ نے اپنی مہربانی یا مذاق سے دیدیا ہوگا مجھے وطن سے جدا کر کے بمبئی پہنچا دیا۔ میں گورنمنٹ کو دُعا دیتی ہوں اور اپنے کفایت شعار اخطاب کے بھوکے والد صاحب سے عرض کرنا چاہتی ہوں کہ آپ کو اور آپ کے داماد کو "خان بہادر" کے خطاب سے کیا حاصل ہوا اور آپ لوگوں نے کونسل میں بیٹھکر یا کسی اور طریقہ سے دنیا کو کیا فایدہ پہنچایا۔ اگر آپ اور آپ کی طرح خوشامدی ہستیاں خطابوں کو شکر کی طرح میٹھا سمجھتی ہیں تو میں انھیں زہر ہلاہل سمجھتی ہوں کیونکہ مجھے اس کا تجربہ ہوگیا ہے۔

مجھے یاد آتا ہے کہ جب میرا بیاہ ہو رہا تھا شادی کی رسومات ادا کی جارہی تھیں تو اس وقت میری پیاری ماں۔ استانی جی اور میری سہیلیاں میری طرف دیکھ دیکھکر رو رہی تھیں اس وقت تو میں ان کے رونے کا مطلب نہ سمجھ سکی لیکن سسرال میں آکر جب میں نے اپنے شوہر کو دیکھا تو مجھے معلوم ہوگیا کہ ان کے رونے کی اصل وجہ کیا تھی۔ میں اپنے قابل مضمون نگاروں سے جو عورتوں کی بُرائیاں اور مردوں کی تعریفیں ہی کرنا جانتے ہیں معذرت خواہ ہوں اور اپنے "خان بہادر" صاحب کا کچھ حال عرض کرتی ہوں اُمید ہے کہ وہ اسے ٹھنڈے دل سے پڑھکر فیصلہ کرینگے کہ میرے ساتھ انصاف ہوا یا ظلم۔

(۴)

میں مصلحتاً اپنے شوہر کا نام بتانا نہیں چاہتی ناظرین خود ہی کوئی فرضی نام رکھ لیں۔ میرے "خان بہادر" صاحب کی عمر قریباً پچاس سال کی ہے۔ میرے اعضا جس قدر خوبصورت اور سڈول ہیں آپ کے اتنے ہی بھدے اور بیڈول ہیں۔ میں جتنی نازک بدن اور دُبلی پتلی ہوں آپ اتنے ہی عظیم الجثہ اور ڈبل ہیں۔ میں جتنی گوری اور ہنس مکھ ہوں آپ اتنے ہی کالے اور ترش رو ہیں۔ میری آنکھیں جتنی بڑی اور رسیلی ہیں آپ کی آنکھیں اتنی ہاتھی کی طرح چھوٹی اور شوخ ہیں۔ چہرے پر چیچک کے داغوں نے آپ کے حسن کو اور بھی بڑھا دیا ہے اس پر لطف یہ ہے کہ آپ عموماً پیلا کوٹ پہنتے ہیں اور ہیٹ لگاتے ہیں۔ سیٹی بجانے کا آپ کو خاص

شوق ہے۔ ان کی مادری زبان گجراتی ہے مگر اردو بھی کچھ جانتے ہیں شادی سے کچھ نسبت نہیں پھر بھی آجکل کے شاعروں کی طرح آپ کو شاعری کا دعویٰ ہے۔ انگریزی بھی تھوڑی بہت پڑھی ہے اور جب شان میں آتے ہیں تو انگریزی کی بھی ٹانگ توڑنے لگتے ہیں۔ آپ کو تھیٹر اور سینما سے عشق ہے کبھی کبھی نوٹنکی بھی دیکھ لیا کرتے ہیں۔ سویرے نو بجے سو کر اُٹھتے ہیں سب سے پہلے سگار کو منہ لگاتے ہیں۔ نماز روزہ سے کوئی مطلب نہیں۔ عید بقر عید موٹر پہ سوار ہو کر عیدگاہ تفریح کے لئے چلے جاتے ہیں۔ سگار پی کر قریباً دس بجے حوائج ضروری سے فراغت پاتے ہیں تب ناشتہ کھاتے ہیں۔ پان کھانے کا سلیقہ نہیں مگر پان بھی کھاتے ہیں اور جہاں جی چاہتا ہے تھوک دیتے ہیں۔ شراب ارغوانی پی کر خوب تماشے کرتے ہیں۔ میں نے آپ کا نام "دیو" رکھا ہے۔ میرا "دیو" میری بڑی خاطر کرتا ہے طرح طرح کے خوشبودار تیل و عطر میرے لیے لایا کرتا ہے۔"

میرے خان بہادر صاحب کو تاش کا کھیل خاص طور سے پسند ہے ان کے آوارہ مزاج خوشامدی احباب ان کو "خواجہ تاشگان" کہتے ہیں۔ آپ نے کہیں سے تاش کے دو چار کرتب سیکھ لئے ہیں جب مزے میں آتے ہیں تو مجھ بدنصیب کو بھی اپنے کرتب دکھا کر بہت خوش ہوتے ہیں کبھی بیگم کو بادشاہ اور بادشاہ کو بیگم بناتے ہیں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ وہ مجھے جتنا دیکھکر خوش ہوتے ہیں میں اتنا ہی انہیں دیکھکر نفرت کرتی ہوں۔ یہ کیوں؟ ــــ میرا حال غم پڑھنے والے خود ہی فیصلہ کریں۔

(۴)

ایک دن کا ذکر ہے۔ رات کے نو بجے تھے ساون کا مہینہ تھا گھنگور گھٹائیں چھائی تھیں پانی برسنے والا تھا میری طبیعت گھبرا رہی تھی میرے کانوں میں دور سے کوئل کی آواز آئی۔ آہ! کوئل کی کوک نے میرے تمام بدن میں آگ لگا دی میں کرسی سے اُٹھکر کمرہ میں ٹہلنے لگی میں نے اپنی حالت پر غور کیا تو میری آنکھوں میں آنسو نکل آئے جس سے کچھ کچھ دل کا بخار نکل گیا تب میں نے اپنی بدقسمتی کا راگ ہارمونیم پر چھیڑ دیا میں نیچے سُروں میں گا رہی تھی ٹھیک اسی وقت میرے خان بہادر صاحب جھومتے ہوئے میرے کمرہ میں داخل ہوئے اور ایک کرسی کھینچکر اس پر دھم سے گر پڑے تھوڑی دیر تک تو اپنی مہیب شکل کو دونوں ہاتھوں سے چھپائے خدا جانے کیا سوچتے رہے پھر یکبارگی اُچھل پڑے گویا آپ کو کوئی بھولی ہوئی بات یاد آگئی آپ کی کرخت آواز بلند ہوئی اور فرمایا "واہ جی واہ! آپ تو خوب گاتی ہیں ماشاءاللہ ــ ذرا میرے حال پہ بھی کرم کر دو ــــ" میں حیرت سے ان کی طرف دیکھنے لگی۔ ڈر، نفرت اور گھبراہٹ سے میں کانپنے لگی میری زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکلا اور میں نے باجہ کر دیا۔ کچھ دیر انتظار کر کے آپ پھر

گوہر فشاں آسیئے۔ "اجی جناب! کیا آپ کم سنتی ہیں بس ہونے دو ایک آدھ کوئی اور چیز—" میں سوچنے لگی کہ اس وقت ان سے کوئی ایسی بات پوچھوں جس سے وہ مجھ سے گانا سنانے کی فرمائش نہ کریں لیکن پھر آپ نے دوبارہ وہی سوال کیا۔ اب میں کیا کر سکتی تھی۔ گانے میں کوئی حرج نہ تھا لیکن ایک مدہوش شخص کے سامنے کیا گاؤں اور کیسے گاؤں۔ آپ پھر گرجے "آہاہا اس ناز و نخرے کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں— عرض کرتا ہوں سنا دوگی تو کیا ہوگا جناب—"

"گرہم شکل دگر نہ گوئیم شکل" بہر حال جس طرح بھی ہو سکا میں نے اپنے کو سنبھالا اور خان بہادر صاحب سے دریافت کیا—"کیا گاؤں؟"

آپ نے فوراً جواب دیا— کوئی دادرا۔ قوالی۔ دھرپد۔ تلانہ۔ راگ سندھ سوز ٹھمری" میں آپ کے راگ اور راگنیوں کے نام سنکر سہم گئی وہ مجھے خاموش دیکھکر پھر بولے۔

تمہارا جو جی چاہے سناؤ۔ کوئی معرفت۔ کوئی اندر سبھا۔ امانت کی غزل۔ زہر عشق کی مثنوی۔ بانکے میاں یا لال صاحب کی لاونی۔ استاد جمال کی قوالی۔ ہاں ہاں ہونے دو—"

آہ میں کیا کروں میری قابل قدر استانی جی نے قومی اور ملکی نظمیں تو ضرور یاد کرائی تھیں۔ حالی کا مسدس۔ اقبال کا ترانہ اور اکبر کی نظمیں میں بڑی خوبی سے ہارمونیم پر بجا سکتی تھی لیکن میں نے بانکے میاں۔ لال صاحب استاد جمال وغیرہ کا کبھی نام تک نہ سنا تھا اور مجھے اس وقت تک یقین نہیں ہے کہ اردو میں ان ناموں کے شعرا گزرے ہیں۔ استانی جی آؤ۔ میری پیاری ماں آؤ اور اپنی لاڈلی ممتاز کو جسے آپ نے بڑے لاڈ پیار سے تعلیم دلائی تھی دیکھ جاؤ— افسوس میں نے تعلیم کیوں پائی— ہائے میں نے گانا بجانا کس کے لیے سیکھا۔ رنج و غم کے مارے میری چھاتی پھٹی جاتی ہے اور جدھر نظر اٹھا کر دیکھتی ہوں تو لوگوں کو اپنی بربادی پر ہنستے ہوئے دیکھتی ہوں گویا تمام دنیا میرے حال زار پر۔ میری بیکسی پر مسکرا رہی ہے اور صرف میں ہی اپنی قسمت کو رو رہی ہوں۔ اسی وجہ سے میں اپنے تعلیم یافتہ بھائی اور بہنوں سے دریافت کرتی ہوں کہ میرے ساتھ انصاف کیا گیا ہے یا ظلم"

میں بحر قیاس میں غوطے کھا رہی تھی اور وہ مجھے گھور رہے تھے اس وقت مجھے اپنی سدھ بدھ نہ تھی۔ یکبارگی وہ چیخ اٹھے "اللہ رے ناز! آخر اس کی کوئی حد بھی ہے یا نہیں—" وہ کچھ اور بکنا چاہتے تھے لیکن میں نے فوراً روک کر کہا "ٹھیریئے شور نہ مچائیے میں گاتی ہوں" میں نے آنچل سے آنسو پونچھے اور رنج و غم میں ڈوبی ہوئی دردناک حسرت بھری آواز میں گانے لگی "اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے" معلوم ہوتا ہے وہ میرے گانے سے کچھ خوش نہ ہوئے اور فرمانے لگے۔

"واہ بی واہ! تم نے تو کمال کر دیا بڑی سریلی آواز پائی ہے مگر بھئی یہ بلّی کی طرح "میوں! میوں" میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ایسے گانے تو مولوی لوگ گاتے ہیں یہ مجھے اچھا نہیں معلوم ہوتا بس اب تم کو اچھے اچھے گانے اور راگنیاں یاد کرا دونگا ہاں خوب یاد آیا ایک ابھی سُن لو" اتنا کہہ کر اپنی توند کو پھڑکاتے ہوئے ناچ ناچ کر گانے لگے "میری جانی شراب ارغوانی شراب! آجا تجھے ڈال لوں پیٹ میں آہا ہا ادھر ادھر میری جانی شراب ارغوانی شراب آجا تجھے ڈال لوں پیٹ میں ——" باقی کل یاد کرا دونگا۔ تم نے دیکھا کیسی پھڑکتی ہوئی چیز ہے میری شاگردی میں تم بہت جلد استاد ہو جاؤ گی" یہ کہہ کر خان بہادر صاحب اپنے کمرہ میں چلے گئے اور تھوڑی ہی دیر میں خراٹے لینے لگے۔ میں اب کمرہ میں تنہا رہ گئی میں نے ٹھنڈی سانس بھر کر دیکھا کہ میرے چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا ہے اور میرے دل کی دُنیا میں بھی خوفناک تاریکی چھائی ہوئی ہے +

(ماخوذ از ہندی) اعظم کریوی

میرے باجی کا خط میرے نام

از محترمہ اختر جہاں حمید حیدرآباد دکن

پیاری بیٹی اختر دعا۔ کل تمہارا خط آیا۔ خیریت معلوم ہوکر اطمینان ہوا۔ اب ہم لوگوں کی واپسی میں تھوڑے دن باقی ہیں۔ اعلیحضرت کا قصد ۴ جنوری کو واپس تشریف لیجانے کا ہے۔ ہم ۵ رکو روانہ ہونگا انشاء اللہ تعالی۔ کلکتہ کی سیر تو ہم لوگوں نے خوب کرلی ہے اب اطراف واکناف کے مقامات دیکھ رہے ہیں۔ آج ڈم ڈم جانے کا ارادہ ہے جو یہاں سے دس بارہ میل ہے۔ وہاں انگریزی فوج رہتی ہے اور ہوائی جہاز بہت سے ہیں۔ انتظام یہ ہوا ہے کہ ہم لوگوں کو ہوائی جہاز میں بٹھاکر کئی میل کا چکر دینگے۔ کل ہم لوگ جہاز میں بیٹھکر پندرہ بیس میل تک سمندر میں گئے تھے۔ دوپہر کا کھانا ہم نے جہاز ہی میں کھایا۔ بڑا لطف آیا۔ جہاز بہت بڑا تھا۔ ایک پورا محلہ سمجھنا چاہیئے چار پانچ سو مسافر بہ آسانی اس میں سفر کرتے ہیں۔ چین اور جاپان کے جہاز یہاں بہت آتے رہتے ہیں۔ اور معمولی اسٹیم لانچ تو ہگلی ندی میں ایک محلہ سے دوسرے محلہ کو اس طرح لیجاتے ہیں جیسے معمولی کرایہ کی گاڑیاں یا موٹریں۔ ہگلی بہت بڑی ندی ہے جو کلکتہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر سمندر سے ملتی ہے۔ اس ندی کے دونوں طرف مسلسل دس بارہ میل تک آبادی ہے۔ ایک طرف کی آبادی کلکتہ اور دوسری طرف کی ہوڑا کہلاتی ہے۔ روزانہ اِدھر کے مسافر اُدھر اور اُدھر کے اِدھر انہی چھوٹے جہازوں میں آتے جاتے ہیں۔ ان میں بھی تین درجے ہیں۔ درجۂ اول کا کرایہ ۶ر درجۂ دویم کا ۴ر اور درجۂ سویم کا ۲ر ہے۔ ان چھوٹے جہازوں میں بھی ہم لوگ کئی بار بیٹھے۔

یہاں عورتوں کا لباس ساڑی ہی ہے مگر ذرا مختلف وضع سے باندھتی ہیں۔ مرد سب دھوتی باندھتے ہیں اور ننگے سر رہتے ہیں۔ اور ہر مرد کے پاس ایک چادر ضرور رہتی ہے جو امیر ہیں وہ دوشالے رکھتے ہیں۔ یہاں کی مشہور مٹھائی راشو گلا ہے دودھ پھاڑ کر اسکے لڈو سے بناتے ہیں۔ مگر درحقیقت مزے کے ہوتے ہیں۔ یہاں تمام ہندوستان کے آدمی موجود ہیں اور زیادہ تر تجارت پیشہ ہیں۔ مسلمان یہاں کے مفلس زیادہ ہیں جو خوشحال ہیں وہ باہر کے آئے ہوئے ہیں۔ بمبئی۔ دہلی اور پنجاب کے سوداگر یہاں بہت ہیں۔ تعلیم کا چرچا یہاں بہت ہے۔ عورتیں بھی سب

عام طور پر تعلیم یافتہ ہوتی ہیں۔ اعلیٰحضرت کی دعوتیں یہاں خوب ہو رہی ہیں کوئی دن خالی نہیں جاتا کہ ڈنر۔ لنچ یا ایٹ ہوم نہ ہو۔ اکثر مجھے بھی شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ کئی روز ہوئے یہاں بڑی گھوڑ دوڑ تھی۔ تمام ہندوستان میں اس سے زیادہ بڑی ریسیز نہیں ہوتیں۔ بہت دُور دُور سے گھوڑے اس میں شریک کرنے کو لائے جاتے ہیں۔ وائسرائے کی طرف سے ایک بہت بڑا طلائی کپ انعام دیا جاتا ہے اور دوسرے اِنعامات بھی بہت اچھے ہوتے ہیں۔ گھوڑ دوڑ اعلیٰحضرت وائسرائے کے مہمان تھے شام کو چار ان ہی کے ساتھ نوشش فرمائی۔ اس میں اِسقدر مجمع تھا کہ کم از کم تین چار لاکھ آدمی تھے۔ اور اِن میں ہر قوم و ہر ملت کی عورتیں بھی تھیں۔ مگر بمبئی کے مقابلہ میں یہاں پردے کا رواج زیادہ ہے۔ ہندو عورتیں بھی متوسط درجہ کی پردہ کرتی ہیں کل شام کو پولو کا کھیل ہے اس میں ایٹ ہوم کی دعوت ہے۔ حیدر آباد کی پولو ٹیم کل کھیلے گی اُب تک سب سے جیت رہی ہے۔ خدا کرے سب سے جیتے اور اِنعام اسی کو ملے۔ پانچ چھ انگریزی ٹیموں سے بھی جیت چکی ہے جس کی وجہ سے سارے بنگالی بہت خوش ہیں اور بڑی تعریف کرتے ہیں۔ میں تم کو پچھلے خط میں یہاں کے عجیب و غریب بازار کا ذکر لکھنا بھول گیا جسکو یہاں نیو مارکٹ کہتے ہیں۔ یہ اس قدر خوبصورت صاف ستھرا اور اچھا بازار ہے کہ تمام ہندوستان میں اِسکا جواب نہیں مل سکتا۔ بمبئی کا فرفر مارکٹ بھی اس کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتا ضروریات زندگی کی کوئی چیز ایسی نہیں جس کا تم خیال کرو اور اس بازار میں موجود نہ ہو۔ دوکانیں چھوٹی چھوٹی ہیں مگر باقاعدہ اور سلیقہ سے لگائی گئی ہیں۔ اور تمام بازار چھت سے پٹا ہوا ہے۔ بڑے بڑے اور مہذب لوگ اس بازار میں خود خرید و فروخت کے لیے آتے ہیں۔ شام کو لیڈیز کا اِسقدر مجمع ہوتا ہے کہ چلنا اور راستہ ملنا دشوار ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سب سے زیادہ دلچسپ اور اچھا مقام چورنگی ہے جس پر تمام بڑے بڑے ہوٹل اور بڑی بڑی دوکانیں بڑی بڑی شاندار عمارتیں ہیں۔ یہ مقام بھی قابل دید ہے۔ مہاراجہ ٹنگور جو اعلیٰحضرت کے میزبان ہیں نہایت خلیق اور متواضع ہیں۔ ان ہی کے باغ میں جو کہ کلکتہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے ہم سب مقیم ہیں۔ اس میں بہت بڑی عمارت ہے جس میں اعلیٰحضرت رونق افروز ہیں۔ اور اس کے اطراف میں متعدد ڈیرے نصب کیے ہیں جن میں اسٹاف کے تمام عہدہ دار وغیرہ مقیم ہیں۔ ہمارے پاس بھی دو ڈیرے اور چار راؤٹیاں ہیں سرکار عالی کا ڈاک خانہ کیمپ شاہی میں اسی طرح کام کر رہا ہے جیسا کہ خاص حیدر آباد میں کرتا ہے۔ ریاست حیدر آباد کی اور ہمارے بادشاہ کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کا ڈاک خانہ بھی سرکار انگریزی میں جاکر اپنا کام برابر

کرتا رہتا ہے۔ کیمپ شاہی میں ہزار بارہ سو آدمی ہیں ان کے بہت سے خطوط۔ پارسل اور منی آرڈر روزانہ حیدرآباد سے آتے رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے کہ ادنےٰ و اعلیٰ ہر ایک ڈاک کے انتظام سے بہت خوش اور مطمئن ہے۔ علاوہ انگریزی کے ڈاک کے عہدہ دار بھی بہت اخلاق اور مروت سے پیش آتے ہیں اور ہر قسم کی مدد دینے کو ہر وقت تیار رہتے ہیں۔ یہاں کے پوسٹماسٹر جنرل مسٹر ڈیانٹی بڑے اچھے آدمی ہیں۔ میرے ساتھ بہت محبت اور مہربانی کا برتاؤ کیا۔ فرپو کے مشہور ہوٹل میں مجھے ڈنر بھی دیا تھا اور کرسمس کے دن انہوں نے اور سب عہدہ داروں نے کرسمس کارڈ بھیجے تھے۔ کل ہم ایک جہاز میں بیٹھکر بوٹینکل گارڈن گئے تھے۔ کپتان نذیر الاسلام خان بھی ساتھ تھے یہ وہی صاحب ہیں جو شلجم کا اچار خوب کھلاتے ہیں۔ واپسی میں انہوں نے یہ تجویز کی کہ بجائے جہاز کے ایک چھوٹی کشتی میں ندی پار کریں۔ ندی میں تلاطم زیادہ تھا اس وجہ سے میں نے اس رائے سے اختلاف کیا مگر یہ نہ مانے اور ایک کشتی کرایہ کرلی۔ مجبوراً میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب بیچ ندی میں پہنچے اور پانی کے تھپیڑوں نے کشتی کو زور زور سے ہلانا شروع کیا تو یہ حضرت ساری کپتانی بھول گئے۔ پریشان ہوکر کلمہ اور قرآن شریف کی وہ تمام آیتیں جو یاد تھیں پڑھنے لگے اور بار بار کہتے بزدل کا کہانہ ماننا بڑی غلطی ہے میں اس پر ہنستا رہا اور ان کو تسلی تشفی دیتا رہا۔ آخر خدا کے فضل سے بخیر و خوبی کنارے پہنچے۔ رات کو نذیر الاسلام خاں نے سلامت واپس آنے کی خوشی میں دعوت کی تھی۔ . . . .

زمانہ باتو نسازد تو بازمانہ بساز

یہ مصرع جیسا مقبول عام ہو کر ہر ایک کی زبان پر رواں ہوا ہے کاش اس پر عمل بھی اسی زور شور سے کیا جاتا۔ لیکن آجکل یہ صرف فیشن کے متعلق استعمال کیا جاتا ہے کہ جو کچھ رسم و رواج بدلتے جائیں تم بھی انھیں کا ساتھ دیتے جاؤ۔ یہ ضرور ہے کہ بعض اوقات ایسا کئے بغیر بھی کام نہیں چلتا۔ لیکن در اصل یہ ضرب المثل زمانے کی مالی گردش سے تعلق رکھتی ہے زمانہ کسی کا ساتھ نہیں دیتا یعنی کسی کا اقبال ہمیشہ نہیں رہتا۔ مال و دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے ہم کو زمانے کا ساتھ دینا چاہئے۔ وہ کس طرح ؟ اس طرح کہ جب اس کی گردش ہمیں آزمائش میں مبتلا کر دے تو ہم اپنی چال اسی کے مطابق رکھیں۔ یہ نہو کہ رہیں جھونپڑوں میں اور خواب دیکھیں محلوں کے اگر کبھی زرکار دوشالوں کو ہنسی خوشی استعمال کرتے تھے تو آج موٹے سے موٹا کپڑا پہنتے ہوئے تیوری پر بل نہ لائیں۔ اگر ایک زمانے میں خدا نے اپنے چند بندے ہماری خدمت پر مقرر کر دیئے تھے اور ہمیں آرام طلبی سے زندگی گزارنے کی عادت پڑی ہوئی تھی اور آج ہمیں خود کسی کی خدمت کرنی پڑ گئی ہے تو وہ بھی ہم اسی کشادہ پیشانی سے بجالائیں۔ جیسے عیش و عشرت کے زمانے میں کوئی بات ہماری دلچسپیوں میں فرق نہیں ڈالتی تھی اور دردمندوں کے درد کا ہمیں احساس نہیں ہوتا تھا ویسے ہی اب ہمیں کسی کے عیش و مسرت کو دیکھ کر کڑھنا بھی نہیں چاہیئے۔ جس وقت ہم اس عالم میں تھے کوئی ہمارا ساجھا بٹانے والا نہیں تھا پھر اب جب دوسروں کا وقت ہے ہم کیوں ایسا کریں۔ ہمت کی بات تو یہ ہے کہ ؎

بے حوصلگی ہے گلۂ تلخی دوران   جو دینا اسے پی جائے گو زہر ملا ہو
تنگی سے نہ دل تنگ ہو جا شکر خدا کر   اے خوش وہ دل تنگ کہ راضی برضا ہو

ہاں وہ چیزیں جو آدمیت کا زیور ہیں جو دنیا کا سرمایہ اور عاقبت کا توشہ ہیں۔ سچائی۔ ایمان۔ حق شناسی۔ خودداری۔ ہمدردی۔ ہمت۔ استقلال اگر یہ جوہر کسی کے پاس ہیں تو پھر اسے کسی اور چیز کی ضرورت نہیں۔ اگر آج اس سے زمانہ برگشتہ ہے کل کو پھر اسکا ساتھ دیگا استقلال کیساتھ اسکا انتظار کرو اگر دیر لگے گھبراؤ مت۔ خبردار قدم ڈگمگانے نہ پائے زمانہ ہزار چکر کھائے کیسی ہی کڑی سے کڑی سامنے آئے ہمت نہ ہارو جو لوگ اپنی جگہ پر سختی سے قایم رہتے ہیں زمانہ انکے لیے خود بدلتا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ؎

حال اپنا نہ تم بدلو ماحول بدل جائے   مرکز ہیں سدا قایم گردش میں ہیں پرکاریں

بیشک تمکو بھی مرکز بننا چاہیئے لیکن ہاں یہ اطمینان کر لو کہ تم میں مرکز بننے کے لایق صفات موجود ہیں یا نہیں۔ اگر نہیں ہیں تو کوشش کرو کہ پیدا ہوں اور جب پیدا ہوں مضبوطی سے قایم رکھو۔ خدا تمہاری مدد کرنیوالا ہے اپنے آپکو اسکی مرضی کے لایق بناؤ اور اسکی قدرت پر بھروسہ رکھو۔ و-ا

خالہ جان کی خدمت میں

چند ماہ کا عرصہ ہوا کہ میرے خالہ زاد بھائی مسٹر محمد احمد حسین صدیقی نے اپنے ایک عزیز دوست مسٹر ابو النصر محمد فتح اللہ سروش بی۔ اے، ایچ، سی، ایس کا، جو عین عالم شباب میں نشانۂ قضا ہوئے ہیں، کچھ کلام میرے مطالعہ کے لئے روانہ کیا تھا۔ ذیل کی نظم گذشتہ سال اس موقع پر لکھی گئی تھی جبکہ مرحوم کی خالہ جان محترمہ نجستہ سلطانہ بیگم صاحبہ حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے جا رہی تھیں۔

دیکھو رحمت کی وہ گھٹا چھائی رنگ لایا سپہر مینائی
لیجئے آپ کو مبارک ہو آپنے آرزوِ دلی پائی
جس کے دیدار کی تمنا تھی اس کے کوچہ کی راہ ہاتھ آئی
جائیے جائیے سدھاریے آپ ہو مبارک یہ گام فرسائی
ہو مبارک سیاحتِ دریا ہو مبارک فضائے صحرائی
آپ جاتی ہیں اس مقام پر آج خاک جس کی ہے کحلِ بینائی
نام ہے اس دیارِ عالی کا مایۂ نازو عزِ گویائی
آپ سے التجا ہماری ہے اے دیارِ عرب کی شیدائی!
جبکہ درگاہِ خاص میں جاکر آپ ہوں محوِ جبہ فرسائی
کیجئے اس گھڑی خدا کے لئے ہم غریبوں کی یاد فرمائی
گرچہ ہے شاق آپ کی فرقت گرچہ دشوار ہے شکیبائی
تھام کر دل مگر یہ کہتے ہیں یک زباں ہو کے ہم بہن بھائی

"بہ سفر رفتنت مبارکباد
بہ سلامت روی و باز آئی"

مرسلہ امجد رشید حیدرآباد دکن

مُکتی

سر ڈاکٹر رابندر ناتھ ٹیگور کی ایک دلچسپ عبرتناک کہانی کا آسان ترجمہ

گرری ایک شریف دولتمند خاندان کی حسین اور نیک لڑکی تھی۔ اُس کی شادی کمسنی میں ہوگئی تھی، اُسکا شوہر پریش ایک غریب شخص تھا، لیکن کچھ عرصہ میں ذاتی جدوجہد سے اپنے حالات بہتر بنا لیئے اور خوشحال ہوگیا۔ پریش کے افلاس اور پریشانی کے زمانہ میں گرری کے والدین نے اُسکو اپنے پاس رکھا کیونکہ ایک تو وہ نازونعم میں پلی ہوئی افلاس کی مصیبت برداشت نہ کرسکتی تھی اس کے علاوہ کمسن بھی تھی۔ آخر پریش کی خوشحالی کا زمانہ آیا تو گرری بھی جوان ہوگئی تھی اور وہ اپنے شوہر کے یہاں چلی گئی۔

ایک زمانہ تک الگ تھلگ رہنے کے سبب سے پریش گرری سے کچھ بے تعلق اور مشتبہ سا رہتا تھا۔ وہ ایک چھوٹے سے شہر میں وکیل عدالت تھا۔ اور کوئی قریبی رشتہ دار اُس کے پاس نہ تھا جس سے کچھ جی بہل سکتا۔ تمام خیالات کا مرکز صرف 'بیوی' ہی تھی۔ اس سبب سے وہ 'بیوی' کی طرف سے کچھ بدگمان بھی رہنے لگا۔ وہ اکثر کچہری برخاست ہونے سے پہلے ہی مکان آجاتا۔ شروع شروع میں گرری کو اچنبھا سا ہوا اور اس کے دل میں یہ بات کھٹکنے لگی کہ وہ یکایک کیوں جلدی سے کچہری سے واپس آگیا۔ مگر اب یہ معمول ہی ہوگیا۔

بعض اوقات پریش نے اپنے نوکروں کو بغیر کسی خطا اور سبب سے موقوف کردیا۔ یہاں تک کہ کوئی نوکر بھی زیادہ عرصہ تک اُس کے پاس نہ رہتا۔ تھوڑے ہی دنوں میں جواب ملجاتا اور رخصت کردیا جاتا۔ خصوصاً جب گرری کسی نوکر کی سفارش کرتی اور اُس کی خدمات کی تعریف کرکے اُسکو رکھنا چاہتی تو وہ جلد سے جلد رخصت کردیا جاتا۔ نیک طینت شریف، گرری، کو یہ بات بہت ہی ناگوار گذری۔

لیکن اُس کی ناگواری سے اُس کے شوہر کے اس برتاؤ میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی بلکہ اور زیادہ عجیب ہوتا گیا۔

آخر پریش کی اس شکی طبیعت نے یہیں تک بس نہ کی۔ بڑھتے بڑھتے گرری کی خادمہ سے خفیہ طور پر سوالات شروع کیئے۔ کہ اس طرح گرری کے بھید معلوم ہوتے رہیں۔ اور یہ تمام خبریں گرری کے کانوں تک برابر

پہنچتی رہیں۔ مگر وہ بہت نیک، اور وفادار عورت تھی۔ لیکن اس نے ان مشتبہ خیالات سے اپنی توہین ہوتی ہوئی دیکھی۔ اس کی خودداری مجروح ہوگئی۔ وہ غم و غصہ سے زخمی شیرنی کی طرح بپھر گئی۔ اس ناروا شک نے ان دونوں کے نازک رشتہ کو کاٹنا شروع کیا۔

پریش نے جب دیکھا کہ گوری اس کے حرکات سکنات سے سب کچھ سمجھنے لگی ہے تو اب اسکو منہ در منہ تہمت لگانے میں بھی کوئی عار نہ ہوئی۔ اور اس برتاؤ سے جس قدر گوری کے دل میں خاموش نفرت بڑھتی گئی اسیقدر پریش کے دل میں بدگمانی و حسد کی آگ بھڑکتی رہی۔

گوری شادی کی تمام مسرتوں سے محروم تھی۔ وہ شادی سے کوئی پھل نہ پا سکی۔ اس کی گود خالی تھی آخر محروم و مایوس ہوکر اس نے پوجا پاٹ میں دل لگانا شروع کیا۔

اس نے "سوامی پرمانند" کو جو ایک جوان مہاتما اور گرو تھے اور وہاں سے دور کسی مندر میں رہتے تھے، بلایا اور انکو اپنا گرو بنالیا۔ اور ان سے "گیتا" کی تعلیم حاصل کرنے لگی۔ اس کے تمام جذبات محبت و اخلاص جو ایک عورت ہی کی طرح اس کے شریف دل میں تھے اور برباد ہوچکے تھے۔ اب اپنے گرو کے قدموں میں نثار ہوئے کو زندہ ہوگئے۔

"پرمانند جی" کے چال چلن کے متعلق کسی متنفس کو ذرا بھی شک نہ تھا۔ تمام لوگ انہیں پاکباز مہاتما سمجھتے اور انکو گرو جان کر پوجتے۔

اس لیئے چونکہ پریش کو انکی ذات سے بدگمانی ظاہر کرنے اور ان پر کسی قسم کا شک کرنے کا کوئی موقعہ نہ ملا اسکا دل رشک و حسد سے کباب ہونے لگا۔ آخر ایک دن اس سے ضبط نہ ہوسکا اور زہر اگل دیا۔ اس نے گوری کے سامنے پرمانند کو ایک دغاباز بہروپیا بناکر پیش کیا اور کہا "کیا تم قسم سے کہہ سکتی ہو کہ تم اس موذی کی محبت کے چنگل میں نہیں پھنسی ہو جو سادھو کے بھیس میں ہے؟"

اس پر "گوری" اکدم اچھل پڑی جیسے سانپ پاؤں سے کچل جاتا ہے۔ وہ اس شک سے دیوانی سی ہوگئی اور جل کر بولی "اگر یہ سچ ہے تو پھر کیا ہوا؟"

پریش کو اب کوئی جواب بن نہ پڑا وہ چپ چاپ سیدھا کچہری چلاگیا اور جاتے جاتے باہر سے دروازہ کو مقفل کرگیا۔

"گوری" غم و غصہ کی بھڑکتی ہوئی آگ میں جل رہی تھی۔ اسی جوش میں کسی طرح اس نے بند دروازہ کھول لیا اور باہر نکل گئی۔

دوپہر کی خاموشی تھی اور تنہا کمرہ۔ پرمانند جی چپ چاپ بیٹھے گرنتھ پڑھنے میں مدہوش تھے کہ یکایک

گوری اندر پہونچ گئی جیسے صاف وشفاف آسمان پر بجلی کوند جائے۔

گروجی نے اچنبھے سے کہا "تم یہاں کیسے ——؟"

گوری نے دھیمی آواز سے کہا "سہاتا کرو گروجی یہ میری لاج رکھ لو۔ میں اپنے گھر کی ذلیل زندگی نہیں سہہ سکتی۔ کرپا کرو مہاتما مجھے اپنے چرنوں میں ٹھہرے رہنے دو"

مگر پرمانند نے گوری کو بڑے اصرار سے اُس کے گھر واپس بھیجدیا۔
لیکن یہ کہنا مشکل ہے کہ اُن کے پڑھنے کا سلسلہ جو گوری کے آجانے سے ٹوٹ گیا تھا کبھی جڑ سکا یا نہیں!"

پریش نے کچہری سے واپس آکر جب دروازہ کھلا پایا تو سوال کیا "کون آیا تھا یہاں" گوری نے جواب دیا "آیا تو کوئی نہیں۔ میں اپنے گروُر کے یہاں گئی تھی"

پریش نے لال پیلے ہوکر کہا "کیوں ——؟"

اُس نے جواب دیا "میرا جی چاہا تھا"

اس دن سے پریش نے نہایت سختی سے اُس پر پہرہ مقرر کردیا اور اس جھگڑہ نے یہانتک طول کھینچا کر سارے شہر میں بُری طرح مشہور ہوگیا۔ اس جھگڑہ کی شرمناک خبریں روزانہ پرمانند کے پاس پہنچتیں اور اُنکی پوجا پاٹ میں ان ناگوار حالات سے خلل آتا۔ اس لیئے اُنھوں نے ارادہ کیا کہ فوراً اُنہیں یہ مقام چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن ساتھ ہی یہ خیال بھی آیا کہ اس مظلوم اور بے زبان عورت کے لیئے بھی کچھ کیا جائے۔

جس فکر و پریشانی میں سادھو جی نے یہ دن رات گذارے ہر کس و ناکس کو شکل سے اندازہ ہوسکتا ہے۔

آخر ایک دن مصیبت زدہ "گوری" کو ایک خط ملا۔ جس میں لکھا تھا۔

"میری بچی! اس میں شک نہیں کہ بہت سی استریوں نے پوتر استریوں نے "ایشور بھگتی" کے کارن دنیا کو تیاگ دیا ہے۔ ممکن ہے کہ اس دنیا کے جکڑ بند تمہارے خیالات کو "ایشور بھگتی" سے ہٹائیں۔ میں ایشور کی کرپا سے اُس کی "پیاری مخلوق" کو کرودھ سے چھڑا کر اُس کی پوجا کے پوتر مندر میں حاضر کرونگا۔ تمہاری مرضی ہو تو اپنے باغ کے قریب تال کے کنارے کل دوبجے دوپہر کو مجھ سے مل لو"

گوری نے خط پڑھکر اپنے بالوں کے جوڑے میں چھپالیا۔ دوسرے دن دوپہر کو جب اپنا جوڑا کھول رہی تھی دیکھا تو خط غائب تھا۔ اُس نے سوچا کہ ممکن ہے بستر پہ گر پڑا ہو اور وہاں سے اُس کے شوہر نے اُٹھالیا ہو۔ اس سے وہ گھبرا سی گئی۔ پہلے تو اُس کے دل میں ایک خیال پیدا ہوا جس میں کچھ خوشی اور غم ملے جلے تھے کیونکہ اُس نے سوچا "پریش خط پڑھکر غضبناک ہوا ہوگا۔ مگر پھر فوراً اس خیال نے اُسے

پریشان کر دیا ایک ایسا متبرک خط جو صرف اُس کے سر پر ہی رکھا جانا چاہیے تھا ناپاک ہاتھوں میں آنے سے ناپاک ہوا ہوگا۔

گھبرائی ہوئی نہایت تیزی سے وہ اپنے شوہر کے کمرہ میں گئی۔۔۔ وہ دانت چڑھائے ہوئے فرش پر پڑا تھا آنکھیں پھری ہوئی تھیں اور منہ سے جھاگ جاری!

گوری نے بھینچی ہوئی مٹھی سے خط نکال لیا اور فوراً ڈاکٹر کو بلایا۔

ڈاکٹر نے دیکھکر تشخیص کیا کہ اسے سکتہ کی بیماری ہوئی" اور مریض اس کے آنے سے قبل مرچکا"

جس روز یہ حادثہ ہوا ہے پریش، کسی ضرورت سے باہر جانے والا تھا اور پرمانند جی نے اسکی اطلاع پاکر گوری سے ملنے کے لیئے وقت مقرر کیا تھا۔

کون کہہ سکتا ہے کہ وہ کس گہرائی میں تھا!

تھوڑی دیر میں" بیوہ گوری" نے کھڑکی سے جھانک کر گرورو کر دیکھا کہ تال کے کنارے چوروں کی طرح چھپے کھڑے ہیں۔ اُس کی آنکھیں جھپک گئیں جیسے بجلی کے یکایک کوند جانے سے! اور اس کوندہ میں اُسے صاف نظر آگیا کہ" وہ کس سطح پر تھا"

گورو نے پکارا "گوری"

گوری نے کہا "میں آرہی ہوں"

جب پریش کے دوستوں کو اُس کی موت کی خبر ہوئی اور اُس کے کریا کرم کے لیئے جمع ہوئے تو انہوں نے شوہر کے برابر گوری کی لاش پڑی پائی اُس نے زہر کھالیا تھا۔

اُس نے شوہر کے ساتھ ستی، ہوکر استری پن کی اعلیٰ وفاداری کا وہ نمونہ پیش کیا جس پر سب کچھ قربان کیا جاسکتا ہے اور جس کی مثال اس ذلیل زمانہ میں نایاب ہے!

عشرت رحمانی

(از بنگالی)

قتلق نگار بیگم

یہ بیگم قوم کی مغل تھی۔ اس کے بھائی کا نام محمود مرزا اور باپ کا نام کامل مرزا تھا۔ اس کی شادی ۱۴۷۴ء میں عمر شیخ مرزا کے ساتھ ہوئی۔ اسوقت اسکی عمر ۱۵ برس کی تھی۔ یہ بڑی بہادر اور دلیر تھی۔ اسے میدانِ جنگ میں گھوڑے دوڑانے سے خاص دلچسپی تھی۔

عمر شیخ مرزا ہمیشہ قتلق نگار کے کہنے پر عمل کرتا تھا۔ عمر شیخ مرزا کو باپ ہی کے وقت میں کابل کی حکومت مل گئی تھی۔ لیکن جب اسکے باپ کا انتقال ہوا اس نے اپنی حکومت کابل سے فرغانہ بدل لی۔ یہ بھی اسی بیگم کی صلاح سے ہوا تھا۔

قتلق نگار کو مصوری کا بہت شوق تھا کئی ماہر فن چینی مصور اس کے ہاں نوکر تھے جن کی ماہانہ تنخواہیں مقرر تھیں۔ اس کے تمام محل میں گذشتہ بادشاہوں جان بازشجاعوں کی صدہا تصویریں آویزاں رہتی تھیں۔ جس چینی مصور سے اس نے فن مصوری سیکھا تھا اسکا نام نیچاؤ تھا۔ ذہین اسقدر تھی کہ بہت تھوڑے عرصہ میں مصوری میں کمال حاصل کرلیا۔

اگر عورتوں کو باقاعدہ تعلیم دی جائے تو ان میں ایسی ذہانت اور تیزطبعی ہوتی ہے کہ اس قسم کے علوم یہ مردوں سے جلدی سیکھ سکتی ہیں۔

قتلق نگار کمروں اور صندوقوں پر طرح طرح کی پُرشوکت تصویریں بناتی تھی۔ جب اس کے دیوروں نے فرغانہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا تو قتلق نگار نے ایک بڑے کاغذ پر جو طول میں دس بارہ گز تھا اپنی فوج کا نقشہ بنا کر بھیجا سپاہیوں کی صورت نہایت خوفناک بنائی تھی جسے دیکھکر خوف ہوتا تھا۔ اس کے نیچے یہ عبارت لکھی تھی "جو شخص جنگ کا ارادہ کرے وہ ان خونخوار اور دلاور سپاہیوں کی صورت دیکھ لے"۔

ایک دن چند خواصوں کے ساتھ فرغانہ کے خوفناک جنگلوں میں شکار کھیلنے جا رہی تھی۔ پہاڑی ہرنوں کے تعاقب میں شام ہوگئی آفتاب سامنے کی پہاڑیوں میں غروب ہوگیا جنگل دُور دُور تک سنسان نظر آتا تھا۔ اندھیری رات تھی۔ جب قتلق نگار نے دیکھا کہ گھر بہت دُور رہ گیا رات کے وقت شکار ہاتھ نہیں آئے گا بہتر ہے کہ میں گھر واپس پھروں۔ یہ خیال آیا تھا کہ اسے قدموں کی آہٹ نے چونکا دیا یہ اپنی خواصوں کو سمیٹ کر ٹھٹکی اور ان قدموں کی آہٹ کا جو لحہ بہ لحہ نزدیک ہوتی جاتی تھی انتظار کرنے لگی۔ دیکھا کہ چند سوار آرہے ہیں جس جگہ یہ کھڑی ہوئی تھی اسکا راستہ ایک تنگ و تاریک راہ میں جاتا تھا یہی راستہ اس کے گھر جانے کا تھا اور اسی راستہ سے سوار آرہے تھے۔ جب وہ قریب آئے تو انہوں نے آواز دی "کون ہے" قتلق نگار نے جواب دیا "ہمارے شکاری ہیں" سواروں نے کہا ہم قزاق ہیں ہمارے ساتھی یہاں قریب ہی رہتے ہیں اور وہ سب تعداد میں چالیس ہیں اگر تم اپنی جان بچانا چاہتی ہو تو اپنے گھوڑے اور سب سامان ہمارے حوالے کردو ورنہ ہم تمھیں قید کرکے بھیں کوؤں میں ڈالدینگے۔ خواصوں کے ہوش اُڑگئے مگر قتلق نگار کو معلوم بھی نہیں ہوا کہ یہ کہتا ہے۔ قتلق نگار نے جواب دیا "اگر تمھیں اپنی جان بچانا ہے تو یہاں سے دور ہوجاؤ ورنہ تم میں سے ہر ایک خون و خاک میں لتھڑے گا۔

اس کے اس پاکر گئے ہوئے جواب نے قزاقوں میں ایک تھرتھری ڈالدی انہوں نے چاہا کہ بڑھکر تغلق نگار پر حملہ کریں۔ کہ اسنے اپنے پہلو سے طپنچہ نکالکر اس بڑھتے ہوئے قزاق کو مارا گولی سینہ میں کاری لگی ایک کو گراتی اور دوسرے کا شانہ توڑتی ہوئی نکل گئی۔ قزاق سراسیمہ ہوکر بھاگے۔ اس نے اسی تفنگ وتا ریک راستہ میں ایک میل تک انکا تعاقب کیا مگر وہ ہاتھ نہ آئے۔ اس واقعہ سے یہ مطلب ہے کہ سخت سے سخت مصیبت کے وقت میں وہ کبھی نہ گھبراتی۔

جب احمد مرزا اس کے نندوئی اور محمود مرزا اس کے حقیقی بھائی نے فرغانہ پر حملہ کیا تو نصف فوج کی یہ کمان کر رہی تھی پہلے اس نے اپنے سواروں کے پردوں کو آہستہ آہستہ محمود مرزا کی طرف بڑھایا جب نزدیک پہنچی تو بآواز بلند یہ الفاظ کہے: "محمود مرزا تجھے شرم نہیں آتی کہ اپنی بہن کے ملک پر حملہ آور ہوا ہے۔ میں یہ جانتی ہوں کہ احمد مرزا والیٔ سمرقند نے تجھے لالچ دیا ہے مگر یاد رکھ کہ تو میرے مقابلہ میں کبھی فتح حاصل نہیں کر سکتا۔" محمود مرزا نے کچھ جواب نہیں دیا اور اپنی فوج کو حکم دیا کہ تغلق نگار کے رسالہ پر حملہ کرے۔ دونوں کی جنگ ہونے لگی آخر محمود مرزا کو شکست ہوئی۔ تغلق نگار خود لڑ رہی تھی۔ وہ اپنی طبیعت سے ایسی مجبور تھی کہ جب کبھی جنگ ہوتی تو وہ یہ نہ دیکھ سکتی کہ سپاہی تو لڑیں اور آپ دیکھے۔ بابر پیدا ہو چکا تھا جو تین چار سال کی عمر سے اپنے باپ کے ساتھ جنگ میں رہتا تھا۔

تغلق نگار جس قدر حسین تھی اسی قدر قوی اور زبردست بھی تھی۔ اس کے لمبے لمبے بال ایڑیوں تک آتے تھے اور جب زرہ بکتر پہنتی تو بالکل چھپ جاتے تھے۔ زیور کبھی نہیں پہنا جواہرات سے نفرت تھی کپڑے عموماً چمڑے کے پہنتی تھی۔ صد ہا قسم کی پوستین جن پر گذشتہ بہادروں کی تصویریں بنی ہوئی تھیں تمام محل میں لٹکتی رہتی تھیں۔ اس کی بنائی ہوئی تصویریں بڑی قیمت پر سمرقند، بخارا، ہرات، میں فروخت ہوتی تھیں۔

صرف تغلق نگار ہی کا حوصلہ تھا کہ کئی زبردست بادشاہوں کے حملہ پر بھی ایک چپہ زمین کا نہیں جانے دیا۔ اس ہوشیاری اور تیز فہمی سے امورات سلطنت میں اپنے خاوند کی مدد کرتی کہ سب باتیں راست آتی تھیں۔

جس گھوڑے پر سواری کرتی تھی اس کا نام رستم رکھا تھا اسے خون پلاتی اور گوشت کھلاتی تھی۔ یہ گھوڑا کسی کو سواری نہیں کرنے دیتا تھا جب تک تغلق نگار کھڑی نہ رہتی۔ ناممکن تھا کہ کوئی خواص اس پر کھریرہ پھیر سکتی۔ جہاں یہ رہتی وہیں ایک کمرہ میں گھوڑا بندھا رہتا تھا۔ جو کچھ کھلاتی اپنے ہاتھ سے کھلاتی تھی۔

یہ گھوڑا پہلے خود دوڑکر دشمن پر حملہ کرتا تھا اور آناً فاناً میں ہڈیاں چبا ڈالتا تھا اس کی آنکھیں خون کی طرح سرخ رہتی تھیں۔ تمام فرغانہ میں اس کی بہت دھوم تھی۔ لوگ اس کے نام سے کانپتے تھے۔

تغلق نگار کا جب انتقال ہوا تو بہت عرصہ تک اس گھوڑے نے بابر کا ساتھ دیا۔

بابر نے اپنی ماں کا مقبرہ فرغانہ میں بنوایا اور جب تک فرغانہ میں رہا آٹھویں دن ضرور مقبرہ پر فاتحہ پڑھنے جاتا تھا۔ (ماخوذ)

شرافت بیگم

دلچسپ بھول

رمضان المبارک کی مصروفیتوں کے باعث ہم اپنے عید کے کپڑوں میں جمپر نہ سی سکے اس لئے درزی کو دینے کے لئے بھائی صاحب سے کہا۔ شب میں بھائی صاحب نے ہمارا ناپ کاغذ کے چھوٹے سے پرزے پر لکھکر رکھ لیا۔ صبح دفتر جاتے وقت ناپ کا پرزہ درزی کو دیتے ہوئے تاکید کی کہ ٹھیک اسی ناپ پر جمپر تیار کرو۔ تیسرے دن جب درزی سے دریافت کیا تو اس نے کہا "صاحب آپ تو مجھے سادہ کاغذ دے گئے تھے یہ دیکھئے ویسا ہی رکھا ہے۔ جمپر کا ناپ تو اس پر لکھا ہوا نہیں ہے۔
بھائی صاحب نے کہا تم نے کیوں جب ہی نہ دیکھ لیا۔ در اصل ناپ کا پرزہ اپنی میز کے جازب میں چھوڑ گئے تھے بھول کر دوسرا سادہ کاغذ دے آئے تھے۔
میں نے کہا اسی کو دلچسپ بھول کہتے ہیں۔

ناشتہ کے لئے ہم سموسہ تیار کر رہی تھیں۔ دلچسپ باتوں کا سلسلہ ٹوٹتا ہی نہ تھا۔ اسی درمیان میں میں نے اپنی بہن سے پوچھا کہ اچھا جلد بتاؤ "آیندہ ماہ کی پہلی کونسی تاریخ کو آئے گی"۔ اصل میں روز کے بجائے میں نے تاریخ کہدیا تھا جس پر سب نے زبردست قہقہہ لگایا۔ میں نے بھی خفت مٹانے کے لئے انکا ساتھ دیا۔
اسی کو دلچسپ بھول کا قہقہہ کہہ سکتے ہیں۔

ایک بیگم صاحبہ بعجلت اپنی دوست کے ہاں جا رہی تھیں۔ ساتھ تحفہ میوے جات ترکاری بھی جا رہی تھیں آپنے جلدی سے ملازمہ سے کہا پہلے "موٹر لیجاکر ٹماٹر میں رکھ دے" گویا آپ نے اپنے خیال میں ٹماٹر موٹر میں رکھنے کے لئے فرمایا تھا۔ بیچاری ملازمہ دریا کو کوزہ میں کہاں بند کر سکتی تھی اس لئے تعمیل سے معذور تھی۔ اس کو بھی دلچسپ مضحکانہ بھول کہہ سکتے ہیں۔

ایک صاحب غسل کرنے جا رہے تھے۔ تخیلات کی دنیا میں اتنے مستغرق کہ سب کچھ بھول گئے۔ بجائے غسل خانہ کے دوسری جگہ جس میں کموڈ رکھے ہوئے تھے جا پہنچے اس عالم میں ملازم کو آواز دی کہ میرا منجن کہاں

ہے۔ بیچارہ ملازم آتو گیا مگر اندر قدم کس طرح رکھہ سکتا دیر سے کہا حضور غسل خانہ میں تختہ پر ہے۔ آپ نے جوں ہی نیچے نظر کی تو ہوش آیا سنجیدگی سے ملازم سے کہنے لگے وہی پوچھنے کو تو تمہیں بلایا ہے کہ منجن غسل خانہ کے بجائے کہیں ادھر ادھر نہ رکھدیا ہو۔

یہ بھی ایک فلسفیانہ بھول ہے اس کو دلچسپ کہہ سکتے ہیں۔

سرما کا موسم گھنگھور گھٹا چھا رہی تھی ننھی ننھی ہلکی ہلکی بوندیں مثل نازک پھول کے گر رہی تھیں۔ دوپہر کے کھانے کے بعد ایک بہن کو آرام کی سوجی پڑکر سوگئیں قریب چار بجے شام کے بیدار ہوئیں تو سمجھیں کہ شب بھر آرام کرکے علی الصبح ہشیار ہوئیں یہ خیال یہاں تک پختہ ہوا کہ منجن سے دانت صاف کرنے لگیں انکی اس حرکت پر سب نے ہنسنا اور بنانا شروع کیا تو آپ بھی کھسیانی ہنسی ہنس کر کہنے لگیں ہاں میں تم لوگوں کو دھوکا دے رہی تھی۔ اس کو بھی دلچسپ بھول کہا جاسکتا ہے۔

ایک بہن نے لفافہ کے اوپر نام لکھا۔ لکھی تھی کہ خط کو دیکھتے ہی اس کا جواب لکھدو ٹکمٹ بھی اس میں رکھا ہوا ہے۔ جب لفافہ کھول کر دیکھیں تو بجائے خط کے ایک چھوٹا سا زرد کپڑا تہ کرکے رکھدیا۔ بعد کو معلوم ہوا کہ آپ نے خط بھیجنے کی جلدی میں خط کے خیال میں وہیں پڑا ہوا کوئی کپڑا رکھہ کر لفافہ بند کرکے مذکورہ بالا تحریر بھی لکھ دی۔

اب بتایئے ہم اس کو پُر مذاق بھول نہ کہیں تو کیا کہیں +

مہر النساء والٹر

وفادار شوہر

انگلستان کے مشہور ڈرامانسٹ آسکر وائلڈ کا معرکتہ الآرا اخلاقی ڈراما

چوتھا ایکٹ

منظر۔ سر رابرٹ کا مکان۔ لارڈ گورنگ جیب میں ہاتھ رکھے ہوئے کھڑا ہے اور کچھ مضطرب سا نظر آتا ہے۔

لارڈ گورنگ۔ (گھڑی نکال کر وقت دیکھتا ہے اور نوکر کو بلانے کے لئے گھنٹی بجاتا ہے) یہ بھی اچھی کوفت رہی جب کہ ہم دلچسپ معلومات لیئے ہوئے گھر کے لوگوں کو مطلع کرنے آئے ہیں تو کوئی بھی بات چیت کرنے کو موجود نہیں (جیمس آتا ہے)

جیمس۔ حضور سر رابرٹ ابھی دفتر ہی میں ہیں۔ لیڈی صاحبہ ابھی آرام کر رہی ہیں مگر مس چلٹرن ابھی ابھی سواری کر کے واپس آئی ہیں۔

لارڈ۔ (دل ہی میں) خیر مس چلٹرن تو موجود ہے۔

جیمس۔ نواب کیورشام بھی کتب خانہ میں بیٹھے ہوئے سر رابرٹ کا انتظار کر رہے ہیں۔ میں نے انھیں آپکی موجودگی کی بھی اطلاع دی۔

لارڈ۔ خوب! اب جاکر انسے یہ کہدو کہ میں آکر چلا گیا۔

جیمس۔ جی اچھا حضور (جاتا ہے)

لارڈ۔ میں اپنے والد سے ابھی نہیں ملنا چاہتا۔ خدا نہ کرے کہ وہ یہاں پہنچ ہی جائیں۔ ماں کی بات باپ میں نہیں آسکتی اور میرے والد تو بہت سخت آدمی ہیں (اخبار اُٹھاکر پڑھنے لگتا ہے)

(نواب کیورشام اندر آتے ہیں)

نواب۔ اوہو جناب آپ یہاں کیا کر رہے ہیں۔

لارڈ۔ (اخبار پھینک کر کھڑا ہو جاتا ہے) جی کچھ نہیں۔ میں صرف مُلاقات کے لیے آیا ہوا تھا۔

نواب۔ میں نے تم سے کل جو کچھ کہا اسکا کیا اثر ہوا؟

لارڈ۔ اسی کے متعلق تو میں سوچ میں پڑ گیا ہوں۔

نواب۔ کیا کسی سے تم نے نسبت ٹھیرالی۔

لارڈ۔ جی ابھی تک تو نہیں۔ ہاں دوپہر کے کھانے تک اُمید ہے۔

نواب۔ تمہاری سہولت کے لیے شب کے کھانے تک مہلت دی جاتی ہے۔

لارڈ۔ شکریہ! لیکن اس کی ضرورت نہیں۔

نواب۔ میں اَب تک یہ معلوم نہ کرسکا کہ تم سنجیدگی سے بات بھی کرتے ہو یا نہیں۔

لارڈ۔ ابا جان کبھی نہیں۔

(کچھ سکوت)

نواب۔ کیا تم نے آج کا ٹائمز پڑھا؟

لارڈ۔ ٹائمز میں ہوتا ہی کیا ہے سوائے فیشن ایبل باتوں کے۔

نواب۔ کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے ٹائمز میں وہ آرٹیکل نہیں پڑھا جس میں سر رابرٹ کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں۔

لارڈ۔ خدا کی قسم میں نے اب تک نہیں دیکھا۔ فرمایئے تو اس میں لکھا کیا ہے۔

نواب۔ کیا خوب سوال ہے۔ لکھا کیا ہوگا سوائے تعریف کے۔ ارجنٹائن کنال اسکیم کے متعلق جو لکچر انہوں نے دیا وہ فن تقریر کا بہترین نمونہ تھا جو ہمیشہ یادگار رہے گا۔

لارڈ۔ تو کیا انہوں نے اس اسکیم کی تائید کی۔

نواب۔ تائید! ایسی پُر زور مخالفت کہ تمام پارلیمنٹ دم بخود ہوگئی۔ میاں تم سر رابرٹ کے متعلق کچھ نہیں جانتے۔ اس آرٹیکل کو ضرور پڑھو (ٹائمز کھول کر پڑھتا ہے) "سر رابرٹ چلٹرن...... موجودہ زمانہ کا زبردست سیاست دان...... شہرۂ آفاق مقرر...... صاف و پاک عادات........ قوی کریکٹر...... سچائی کا بہترین نمونہ ہیں...... غیر ممالک کے بڑے لوگوں سے انکا مقابلہ کریں تو انکے ستودہ صفات ہیروں کی طرح دمکنے لگیں گے"

افسوس کہ تمہارے متعلق کبھی کوئی اس قسم کے خیالات ظاہر نہ کر سکے گا۔

لارڈ۔ ابا مجھے اس کی خواہش بھی نہیں۔ البتہ میں رابرٹ کے متعلق یہ باتیں سنکر بے حد مسرور ہوا۔

نواب۔ خیر! ان باتوں کو جانے دو میں یہ پوچھتا ہوں کہ تم مس چلٹرن سے اپنی شادی کی درخواست کیوں نہیں کرتے۔

لارڈ۔ ابا! میں ذرا کمزور طبیعت کا آدمی واقع ہوا ہوں۔

نواب۔ اور حقیقت پوچھتے ہو تو مجھے اُمید بھی نہیں کہ وہ تمہیں قبول کرے گی۔ اور بالفرض وہ قبول بھی کرے تو ایسی صورت میں، میں اسے انگلستان کی احمق ترین حسینہ سمجھوں گا۔

(مس میبل چلٹرن آتی ہے)

میبل۔ لارڈ کیورشام تسلیم! لیڈی صاحبہ خیریت سے تو ہیں۔

نواب۔ ہاں بیٹی خیریت سے ہیں۔

لارڈ۔ مس میبل تسلیم!

میبل (لارڈ گورنگ کو جواب ادا کئے بغیر صرف نواب سے مخاطب رہتی ہے)

لارڈ۔ مس میبل تسلیمات عرض ہے (جواب ندارد)

لارڈ (بہت زور سے) مس میبل تسلیم۔

میبل۔ (بناوٹی چمک کے ساتھ پلٹ کر) اوہو آپ بھی یہاں موجود ہیں جب سے کہ آپنے وعدہ خلافی کی ہے میں آپ سے بات کرنا نہیں چاہتی۔

لارڈ۔ میبل یہ نہ کہو۔ لندن میں تمہیں ایک ایسی ہو جس کے بات نہ کرنے سے مجھ پر بُرا اثر پڑے گا۔

میبل۔ لارڈ گورنگ میں تمہاری ذراسی بات بھی صحیح نہیں مان سکتی۔

نواب۔ عزیزم تم بالکل ٹھیک کہتی ہو۔

میبل۔ جناب! کیا آپ اپنے صاحبزادہ کو عمدہ اخلاق نہیں سکھا سکتے۔ محض ایک تبدیلی کے طور پر۔

نواب۔ مس چلٹرن مجھے افسوس ہے کہ میرے لڑکے پر میرا کوئی اثر نہیں چلتا مجھے اب اجازت دو۔ یہاں خاصی دیر ہو چلی ہے۔

(لارڈ گورنگ کو حقارت سے دیکھتے ہوئے جاتا ہے)

لارڈ۔ کیا وجہ ہے کہ میں ہمیشہ تمہاری صحبت میں مسرور رہتا ہوں

میبل (غمگین لہجہ میں) تو کیا یہ میرا فریضہ ہے کہ میں ہر وقت تمہارے ساتھ رہوں۔

لارڈ۔ بیشک تمہارا فریضہ ہے۔

میبل۔ خیر تو میں اپنے فرایض کے ادائیگی کی پابند نہیں ہوں۔ میں اب جاتی ہوں۔ خدا حافظ۔

لارڈ۔ ایک منٹ کے لیے ٹھیر جاؤ۔ مجھے تم سے کچھ کہنا ہے۔ میبل کیا تم جانتی ہو کہ میرے دل میں تمہاری کس قدر محبت ہے۔

لارڈ۔ کیا تم بھی اپنے دل میں میرے لیے تھوڑی جگہ نہ چھوڑوگی؟

میبل۔ آرتھر! تم حد درجے کے بے وقوف آدمی ہو۔ کیا تم یہ بھی نہیں سمجھ سکتے کہ میں تمہاری پرستش کر رہی ہوں۔ سوائے تمہارے تمام لنڈن یہ بات جانتا ہے۔

لارڈ۔ میں کس قدر گھبرا رہا تھا کہ تم میری بیوی بننے سے انکار کر دوگی۔

میبل۔ خیر اب ان باتوں کو جانے دو۔ اس عہد و پیمان کی خوشخبری ہمیں اپنے بزرگوں تک پہنچانا چاہیئے میں اب جاتی ہوں کیونکہ گرٹروڈ آ رہی ہیں تھوڑی دیر کے بعد تم سے میں باغیچہ میں ملوں گی۔

(جاتی ہے)

(لیڈی گرٹروڈ چلٹرن داخل ہوتی ہے)

لارڈ۔ بیگم صاحبہ آداب عرض ہے۔ مجھے آپ کو ایک خوشخبری سنانی ہے۔ مسز شویلی سے میں نے گذشتہ شب کو رابرٹ کا خط حاصل کر کے جلا دیا اب رابرٹ بالکل محفوظ ہیں۔

لیڈی۔ میں تمہارا شکریہ کسی طرح ادا نہیں کر سکتی۔ تمہارا ہی حق تھا کہ تم نے انہیں — ہمیں — مصیبت سے نجات دلائی۔

لارڈ۔ مگر بیگم صاحبہ افسوس ہے کہ ایک اور مصیبت خود آپ کی ذات پر آ پڑی ہے۔ وہ یہ کہ جو خط آپ نے مجھے بطور ایک گہرے دوست کے میری امداد طلب کرنے کے لئے لکھا تھا وہ مسز شویلی میرے پاس سے چرا کر لے گئی ہے اور اس سے اپنا بدلہ لینا چاہتی ہے۔

لیڈی۔ اُف کیا عورتیں اس قدر ظالم ہو سکتی ہیں۔ ہائے کیا وہ اس خط کو میرے شوہر کے پاس بھیجدے گی۔ میں نے تو تمہیں ایک عزیز دوست سمجھکر وہ خط لکھا تھا۔ آہ! وہ موذی عورت کس طرح اس خط کو چرا لے گئی۔ مجھ سے پورا پورا حال کہدو۔

لارڈ۔ کل سر رابرٹ میرے پاس مشورہ لینے آئے تھے۔ تم نے بھی اسی وقت آنے کی اطلاع دی تھی۔ اس لیے میں نے نوکر کو کہہ رکھا تھا کہ اگر کوئی خاتون مجھ سے ملنے کے لیے آوے تو وہ اسے ملاقاتی کمرے میں ٹھیرا دے۔ بدقسمتی سے تمہارے بجائے مسز شویلی آئی اور اس کمرے میں چھپ کر میری اور سر رابرٹ کی باتیں سنتی رہی۔ اتفاقاً ایک کرسی کے گرنے کی آواز ہونے سے رابرٹ کے دل میں شبہ پیدا ہوا اور وہ کمرے میں باوجود میرے منع کرنے کے گھس گئے۔ مسز شویلی کو کمرے میں دیکھکر وہ برافروختہ ہوئے اور اسی رنج میں چلے گئے۔ مسز شویلی نے اسی اثنا میں تمہارا خط چرا لیا۔ اب ہم کو چاہیئے کہ اپنی حفاظت کی خاطر سر رابرٹ کو تمام واقعات بتلادیں۔

لیڈی۔ (حیرت سے) کیا یہ بھی کہ اس وقت تم میرے منتظر تھے نہ کہ مسز شویلی کے۔ میں یہ بات ہرگز نہیں کہہ سکتی۔

لارڈ۔ تو کیا میں کہدوں؟

لیڈی۔ نہیں تم بھی نہیں۔ بس اب ایک ترکیب ہے وہ یہ کہ کسی طرح مسز شویلی کے بھیجے ہوئے خط کو اُڑا لیا جائے قبل اس کے کہ رابرٹ اسے پڑھیں اُف میرے اللہ اب میں کیا کروں۔ وہ دیکھو رابرٹ میرا ہی خط پڑھتے ہوئے آرہے ہیں۔

(سر رابرٹ خط پڑھتے ہوئے داخل ہوتا ہے مگر لارڈ گورنگ کی موجودگی سے غافل رہتا ہے۔

رابرٹ۔ "مجھے تمہاری سخت ضرورت ہے اور تم ہی پر بھروسہ ہے اور میں تمہارے پاس آرہی ہوں" میری پیاری کیا یہ صحیح ہے۔ کیا تم کو میری ضرورت ہے اور مجھ پر کامل بھروسہ ہے۔ اگر یہ بات ہے تو بجائے تمہارے آنے کے مجھے تمہارے پاس جانا چاہئے تمہارا یہ خط پیاری گرٹروڈ میرے تمام غم کو بھلا دیا۔ کیا واقعی تم کو میری ضرورت ہے۔

(لارڈ گورنگ لیڈی چلٹرن کو اشارہ کرتا ہے کہ وہ موقعہ سے فائدہ حاصل کرے اور خود چلا جاتا ہے)

لیڈی۔ ہاں۔

رابرٹ۔ اور مجھ پر بھروسہ ہے؟

لیڈی۔ ہاں۔

رابرٹ۔ مگر تم نے یہ کیوں نہیں لکھا کہ مجھ سے محبت ہے۔

لیڈی۔ اسی لیے کہ مجھے تم سے محبت ہے۔

رابرٹ۔ — میں کیا کہوں میری کیا حالت ہوئی جس وقت کہ میں نے تمہارا خط چاک کیا۔ مجھے اُس وقت اپنی آنے والی بدنامی اور ذلت کا بھی خیال نہ رہا۔

لیڈی۔ رابرٹ اب تمہیں ذلت اُٹھانی نہ پڑے گی کیونکہ لارڈ گورنگ نے مسز شویلی سے اس خط کو حاصل کر کے جلا دیا۔

رابرٹ۔ تو اب میں محفوظ ہوں۔ آہ میرا عزیز دوست آرتھر اس وقت کہاں ہے (لارڈ گورنگ داخل ہوتا ہے) آرتھر مجھے معاف کرو میں تمہاری دوستی کی

کوئی قدر نہ کرسکا۔

لارڈ۔ دوست یہ کوئی بات نہیں۔ گر اب تم قدر کرنا چاہو تو......

(میں نواب کیورشام کے آنے کی اطلاع کرتا ہے)

لارڈ۔ اف۔ ابا تو ہمیشہ بے موقعہ تشریف لے آتے ہیں (کیورشام داخل ہوتا ہے)

نواب۔ سر اور لیڈی رابرٹ تم دونوں کو تئی کامیابی مُبارک ہو۔ میں ابھی وزیر اعظم کے پاس سے آرہا ہوں سر رابرٹ کو تئی کابینہ میں وزارت کا درجہ عطا ہوا ہے۔ لو یہ احکام ہیں۔

(سب لوگ مسرت سے لبریز ہو جاتے ہیں)

سر رابرٹ۔ نواب صاحب میں آپ کی اور آپ کے صاحبزادہ کی عنایتوں کا شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ ایک نے مجھے ذلت سے بچایا اور دوسرے نے اعلیٰ عہدے پر سرفراز کیا۔ مجھ سے اگر کوئی خدمت لینی مطلوب ہو تو بلا تشویش فرمایئے۔

لارڈ۔ ہاں دوست کم از کم میرا تو آپ سے ایک بہت اہم کام ہے۔ وہ یہ کہ آپ مجھے اپنی بہن میبل کی غلامی میں لینا پسند فرمائیں۔ مجھے انسے بے حد محبت ہوگئی ہے۔

رابرٹ۔ آرتھر تمہاری درخواست حق بجانب ہے مگر کل شب کے واقعے کے بعد مجھے ہمت نہیں پڑتی کہ میں اپنی بہن کو ایک ایسے شخص کے حوالے کردوں جو مسز شیولی جیسی عورت کو نیک سمجھتا ہے۔

لیڈی چلٹرن۔ رابرٹ تم سخت غلط فہمی میں مُبتلا ہو۔ مسز شیولی ہی کے کرتوتوں کی وجہ سے میں نے لارڈ گورنگ کو وہ خط لکھا تھا جو تھوڑی دیر پہلے تم پڑھ رہے تھے میں انسے مشورہ لینے اسیوقت جا! چاہتی تھی جبکہ تم وہاں سے گھر بعد کو میرا خیال بدل گیا اور اتفاقاً اس وقت مسز شیولی بغیر اطلاع لارڈ گورنگ کے مکان میں پہنچ گئی چونکہ آرتھر کو اس بات کی خبر نہ تھی اس لیے انھوں نے سمجھا کہ میں آکر ملاقاتی کمرے میں ان کا انتظار کر رہی ہوں اور یہی سمجھ کر کمرے میں مسز شیولی نہیں بلکہ میں ہوں انھوں نے مسز شیولی کی حمایت کی۔

رابرٹ۔ ہاں میں اب کُل واقعہ کو سمجھ گیا۔ آرتھر میں میبل کا ہاتھ تمہارے ہاتھ میں دیتا ہوں۔ خدا اس جوڑے کو برقرار رکھے۔

نواب کیورشام۔ اس نوکیا مس میبل نے میرے ناکارہ لڑکے کو قبول کرلیا۔

بوشر کی تصویر فتح محبت دالان میں آویزاں نظر آتی ہے۔ پردہ آہستہ آہستہ گرتا ہے۔

ڈراما ختم

ترجمہ

خواجہ نظام الدین حسن حیدرآباد دکن

گلے کے امراض کے آزمودہ علاج

ماہ جون کے پرچہ عصمت میں بہن طلعتیں بیگم جبلپور نے عصمتی بہنوں سے اپنی ایک عزیزہ کے گلے کے غدود کا علاج دریافت کرتے ہوئے خاکسار کو بھی مخاطب فرمایا ہے۔ گو مجھے ڈاکٹری اور طبی فن میں کامل مہارت حاصل نہیں ہے تاہم طبی مطالعہ اور ایک لیڈی ڈاکٹر بہن کی مدد سے اکثر نسخہ جات کا علم حاصل کیا ہے۔ اور بعض ادویات کے خواص وغیرہ معلوم کیے ہیں جو بوقت ضرورت کام آسکتے ہیں جن کے بتلانے کے لیے مجھے کوئی عذر مانع نہیں۔ میری ناچیز معلومات بہنوں کے استفادہ کے لیے ہر وقت حاضر ہیں۔ یہ تشریح میں اسلئے ضروری سمجھتی ہوں کہ کسی قسم کی غلط فہمی نہ ہونے پائے۔ چونکہ بہن صاحبہ نے وضاحت نہیں فرمائی کہ کس قسم کی غدود ہیں۔ آیا حرکت کرتی ہیں؟ یا ساکت ہیں؟ اور گلے کے کس حصہ میں واقع ہیں؟ اس لیے میں مختلف امراض کے مختلف نسخہ جات تحریر کرتی ہوں۔ جو کہ بے ضرر اور آزمودہ ہیں۔ بہن صاحبہ حسب موقع استعمال میں لائیں۔ تجربہ شرط ہے۔ اور شفائے کامل قادر مطلق کے اختیار میں ہے۔

کھانٹی یا گلے پڑجانا یہ ایک قسم کے غدود ہوتے ہیں۔ جو کہ گلے میں زبان کی جڑ کے پاس دونوں طرف نمایاں ہوتے ہیں۔ اور بیرونی جانب ہاتھ لگانے سے محسوس ہوتے ہیں۔ کھانسی اس مرض میں ضرور ہوتی ہے۔ لقمہ نگلنے میں تکلیف ہوا کرتی ہے۔

پھٹکری کا باریک سفوف انگشت شہادت پر لگا کر اندرونی جانب سے غدود کو یکے بعد دیگرے دبا دیا جائے۔ اور منہ ڈھیلا چھوڑ دیں۔ بہت سی رال ٹپکے گی۔ بعض اوقات قے بھی ہو جاتی ہے۔ قے کے زور سے ان غدود میں سے خون وغیرہ بھی نکلتا ہے۔ اور یہ غدود مرجھا جاتے ہیں۔ تین صبح ایسا کرنے سے بالکل صحت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح شہد اور نمک لاہوری میں لگانا بھی مفید ثابت ہوتا ہے۔ خشک کشنیز پیسکر اس کے پانی سے غرغرے کرنا بھی فائدہ مند ہے۔ گندم کے ہوئے آٹے کو پانی میں گھول کر پانی چھان لیں اور غرغرے کریں۔ اکسیر چیز ہے۔ بنفشہ اُبال کر پیس کر باندھنا۔ غدود کو زائل کرتا ہے۔

کشیٹے۔ یہ خراسانی قسم کا پھل ہے۔ ماڑی یا کشیٹے کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ پنساری کے ہاں سے سوکھا ہوا مل جاتا ہے۔ یہ پیس کر گرم باندھنے سے گانٹھ تحلیل ہو جاتی ہے۔

کنپیڑ یہ بھی ایک قسم کے غدود ہیں جو گلے پر کان کے نیچے ہوا کرتے ہیں۔ ان میں ورم ہو کر اکثر درد ہوا کرتا ہے۔ نرہی سیاہ جس کا ذائقہ تلخ ہوتا ہے۔ پیس کر لیپ کرنے اور گھونٹ چھان کر پینے سے۔ دو تین یوم میں آرام ہو جاتا ہے۔ مرچ سیاہ اور نربس جو کہ بڑی قسم ہوتی ہے۔ پانی میں گھسکر گردن پر لیپ کرنے سے۔ متحرک گلٹیاں اور خناق کم ہو جاتا ہے۔

دو سال از حال میری والدہ صاحبہ کے گلے کے نصف حصے میں تین چار گلٹیاں نمودار ہو گئیں تھیں۔ جو کہ ہاتھ لگانے سے ادہر اُدہر حرکت کرتی تھیں۔ اور ہلکا ہلکا درد بھی محسوس ہوا کرتا تھا۔ دھوف یا دھونی۔ یہ ایک سیاہ رنگت کی چیز ہوتی ہے۔ ہندو لوگ پوجا پاٹ والے کمرے میں آگ لگا کر سلگا دیتے ہیں۔ جس سے بدبو خوشبو پھیلتی ہے۔ اسے کوٹکر گرم کر کے گلٹیوں پر دس پندرہ یوم تک باندھنے سے بالکل زائل ہو گئیں۔

چھچھوندر کا گوشت باندھنا گلٹی کو زائل کرنے میں اکسیر چیز ہے۔

اکثر خرابی خون کے باعث یہ امراض پیدا ہوتے ہیں۔ صفائی خون کے لیے کرکرا۔ کچور۔ یہ دونوں چیزیں جڑی بوٹی ہیں۔ چاکسو۔ یہ سیاہ رنگت کے چپٹے چپٹے دانے سے ہوتے ہیں۔ ذائقہ تینوں چیزوں کا تلخ ہوتا ہے۔ یہ ہر سہ چیزیں ماشہ ماشہ لیکر موٹا موٹا کوٹ یا دڑلیں۔ اور صبح نہار منہ باسی پانی سے پھانک لیں۔ کم از کم اکیس دن استعمال کریں۔ صفائی خون کے لیے اکسیر صفت ہیں۔ میری والدہ صاحبہ ہم سب بچوں کو اکثر وقتاً فوقتاً یہ دوائی استعمال کرایا کرتی ہیں۔ دوران استعمال میں گھی یا مکھن کافی کھانا چاہیئے۔ والدہ صاحبہ کی دوست بہن ایک ہندو رقیہ ہمارے پڑوس میں ہیں۔ انکے دونوں بچے بہت دُبلے پتلے اور کمزور رہتے۔ ڈاکٹری تحقیق سے معلوم ہوا کہ انکے گلے میں ایک قسم کے غدود ہیں۔ جنکے باعث تنفس ٹھیک نہیں آتا۔ جو کہ کمزوری اور لاغری کا سبب ہے۔

سیر بین

۴۰ سال بعد ملاپ۔ ۴۰ برس ہوئے جبلپور میں ایک گورا سپاہی رہتا تھا۔ اُسے چند ماہ کے لیے انگلستان جانا پڑا۔ وہ اپنی منگیتر سے رخصت ہو کے روانہ ہوگیا۔ واپس آنے پر اُسے وہ نہ ملی۔ سارا ہندوستان چھان مارا لیکن اسکا کہیں پتہ نہ چلا۔

دسمبر گذشتہ میں کلکتہ کے ایک ہوٹل میں اُنکی اچانک ملاقات ہوگئی۔ وہ اسوقت ۷۰ سال کا بڈھا تھا اور عورت ۶۰ برس کی بڑھیا۔ اب بھی انکے دل میں محبت تھی۔ دونوں شادی کے لیے تیار ہوگئے۔ گرجا میں وہ اپنے مختلف جنگوں کے تمغے لگائے سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اور باوجود پیرانہ سالی بھلا معلوم ہوتا تھا۔ اسکی دُلہن اچھے کپڑے پہنے پھولوں کی ٹوکری ہاتھ میں لیے ہوئے تھی لیکن جوش سے انکے ہاتھ کانپ رہے تھے۔ شادی کے بعد سپاہی کے دو ایک بڈھے دوستوں نے جو اسوقت موجود تھے اسے مُبارکباد دی۔ شادی کی خوشی میں چار فٹ اونچا کیک تیار کیا گیا تھا جسے اس کی دُلہن نے کاٹ کے بانٹا۔

لڑکی وہم کی نذر۔ جزائر کینری میں ایک جوان شخص مرگیا۔ اُس کے عزیزوں نے کسی معمول کے ذریعہ اس کی رُوح سے بات چیت کرنی چاہی۔ اُنہیں اس کی جانب سے ایک پیام ملا کہ میری روح کو دوزخ کے عذاب سے بچانے کے لیے کنبہ کا کوئی شخص قربان کرنا چاہیئے۔ اس کی بہن نے اپنے آپ کو پیش کیا چنانچہ اس کے والدین بھائیوں اور دوستوں نے اسے لاٹھیوں سے چار گھنٹے تک اتنا مارا کہ وہ مرگئی۔ اب ۳۲ آدمیوں کا چالان ہوگیا ہے۔

عورت پریوی کونسل کے سامنے۔ مسز کیمبل ایک کناڈا کی رہنے والی نے اپنی ماں کی جائداد کے منتظموں کے ساتھ مقدمہ لڑا۔ جب اسکا باپ مرا تو اسکی ماں کی دماغی حالت خراب ہونے کی وجہ سے جائداد ایک انجمن کے سپرد ہوئی جو ۱۸۵۸ء سے ۱۹۲۲ء تک انتظام کرتی رہی۔ منیجر نے حساب کے متعلق کچھ کاغذات عدالت میں منظوری کے لیے پیش کیے لیکن مسز کیمبل نے انکی مخالفت کی۔ عدالت نے اُسے صرف ۲۰۰ پونڈ معاوضہ کے طور پر دلائے لیکن اُس نے منظور نہیں کیے اور کناڈا کی ساری عدالتوں میں ہارتی چلی گئی۔ بڑے دل گردے کی عورت تھی کہ سلطنت انگریزی کی سب سے بڑی عدالت پریوی کونسل میں اپنا اپیل لے کے پہنچی۔ اسکا مقدمہ سات دن تک رہا جس میں سے تین دن سے زیادہ تک وہ خود اپنے دعوے کے حق میں بحث کرتی رہی۔ خاتمہ پر فاضل ججان پریوی کونسل نے اس کی بحث کی تعریف کی۔ وہ پہلی عورت ہے جو اس کونسل کے سامنے پیش ہوئی۔ وہاں وہ اپنا مقدمہ جیت گئی۔

چاند میں پہلا آدمی۔ کہتے ہیں کہ پندرہ سال کے عرصہ میں آدمی چاند میں پہنچ جانے کے قابل ہو جائیگا۔ جرمنی میں یہ تحقیق ہو گیا ہے کہ ایسی ہوائیاں بنائی جا سکتی ہے جو دو تین میل فی سکنڈ کی رفتار سے گیس خارج کر سکتی ہیں۔ ان گیس کے دھوئیں دار پیچوں میں ہیائیڈروجن اور اکسیجن مخلوط ہوگی۔ اور اس شہاب ثاقب کے سے جہاز کو غضب کی تیز رفتار سے لے جا سکیں گی۔ زمین سے چاند ۲۴۰۰۰۰ میل دور ہے۔ پہلے ہوائی جہاز ڈیڑھ لاکھ دو لاکھ میل تک کی بلندی تک لے جائے جائیں گے جب اس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی پھر چاند کی طرف رخ کر دیا جائیگا۔ تیز رفتار کی بدولت آدمی پیرس سے نیویارک ۴۲ منٹ میں اور دنیا کے گرد ۱½ گھنٹہ میں گھوم آئیگا۔ چاند تک پہنچنے کے لیے جہاز ۴۵۰۰۰ پونڈ میں بنے گا۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک انجمن بنی ہے جو ستاروں میں آمدورفت کے وسائل پر غور کرے گی تاکہ لوگ دوسری دنیاؤں میں آمدورفت کر سکیں۔ یہ انجمن مہینہ میں دو مرتبہ جلسہ کرتی ہے۔ خیال یہ ہے کہ اگر ہم نہیں تو ہماری اولاد چاند کے سفر کے واقعات دلچسپی سے پڑھا کرے گی۔

دیمک کی ملکہ۔ بعض چھاؤنیوں میں دیمک کی تلفی کے لئے جداگانہ محکمہ ہے جیسے چوہوں اور مچھروں کے تلف کرنے کے کام جداگانہ محکموں کے سپرد ہیں۔ کسی کے مکان میں دیمک نمودار ہو کے دق کرنے لگے تو اطلاع دینے پر ایک کلرک چند مزدوروں سمیت آتا ہے۔ ان قلیوں کے پاس زمین کھودنے کے آلے ہوتے ہیں۔ یہ کلرک جگہ جگہ زمین کو ٹھوکتا ہے اور کان لگا کے سنتا ہے۔ اسکا مقصد دیمک کی رانی کا مقام دریافت کرنا ہوتا ہے اسے کچھ ایسی مہارت ہوتی ہے کہ وہ رانی کے مقام کو پہچان کے مزدوروں کو کھودنے کا حکم دیتا ہے۔ چار فٹ زمین کھودنے پر کیچڑ سی ملتی ہے یہ رانی کا محل ہوتا ہے۔ اس میں سے سینکڑوں سرنگیں چاروں طرف نکلی ہوئی ہوتی ہیں۔ ایک جگہ میں چار چار پانچ پانچ رانیاں ملتی ہیں۔ یہ ایک موٹا سا سفید نہایت بدشکل ڈلا ہوتا ہے۔ رانی کے مار دینے سے دیمک کی تکلیف کچھ عرصہ کے لیے جاتی رہتی ہے۔

بالوں کی ٹوپیاں۔ عورتیں بال کتروانے لگیں مگر وہ قدرتی شوق کہاں جاتا ہے۔ انکی مصنوعی ٹوپیاں بن رہی ہیں۔ گھوڑے کے بال آج کل کثرت سے نہیں ملتے۔ یورپ میں دخانی گاڑیاں چل رہی ہیں اور گھوڑے بیچارے اب کس مپرسی کی حالت میں ہیں۔ آخر بال کہاں سے آئیں؟

چین میں مرد لمبے لمبے بال رکھتے تھے اور انکی چوٹیاں کمر پر پڑی رہتی تھیں۔ ۱۹۱۱ء میں چین نے بیرونی سلطنتوں کی مداخلت سے بہت کچھ نجات پائی اس کی یاد میں بیشمار لوگوں نے سر منڈا ڈالے حالانکہ پہلے برا سمجھا جاتا بلکہ گناہ سمجھا جاتا تھا۔

اب آپ خیال کیجئے کہ چین کی آبادی چالیس کروڑ ہے۔ اس آبادی سے اگر بال حاصل کئے جائیں تو رسد مانگ سے زیادہ رہیگی۔ حکومت چین لوگوں کے بال صاف کرا کے یورپ بھیج رہی ہے۔ پیرس میں انکو شوق کے ہاتھوں لیا جاتا

ہے کیونکہ ان سے ٹوپیاں بن رہی ہیں جو وہاں کی نازنینیں پہنتی ہیں۔ یہ ٹوپیاں بڑی قیمتی ہیں اور معمولی عورتوں کو میسر نہیں
حکومت چین مضافات میں تلقین کر رہی ہے کہ بالوں کا رکھنا اور انہیں گوندھ کے چوٹی بنا لینا مضر صحت ہے۔ اسکی وجہ
سے زیادہ زیادہ لوگ سر منڈاتے چلے جا رہے ہیں۔ وہاں کے سوداگر بالوں کی تجارت کی ترقی کے امکانات کو دیکھتے ہوئے
حکومت کا تلقینی کام میں ہاتھ بٹا رہے ہیں۔

خون چوسنے والی لاشیں۔ یورپ میں ایک عجیب عقیدہ چلا آتا ہے کہ بدروحیں رات کو قبروں سے اٹھ کے
گھروں میں آتی اور چھوٹے بڑے عورت مرد جو مل جائے اسکا خون پی کے اسے مار ڈالتی ہیں اور ایسا مرنے والا بھی بعد میں
خون چوسنے والی لاش بن جاتا ہے۔ اسکا حلیہ یہ ہوتا ہے کہ وہ آدھی رات کو کھڑکی کے شیشہ میں سے اندر کو جھانکنے لگی
آنکھیں خوفناک پتھریلی ہوتی ہیں۔ دانت خنجر نما اور ہاتھوں میں مڑے ہوئے ناخن۔ سب کو کہا جاتا ہے کہ خاموشی سے بستر
پر سو جائیں، انگلستان میں خیال ہے کہ یہ صرف خوبصورت عورتوں کا خون پیتی ہے۔

یہ عقیدہ بلغاریہ ہنگری سرویا میں خوب پھیلا ہوا ہے چنانچہ انگریزوں کے سفرنامہ میں اسکا تذکرہ ہے جنہوں نے
ہنگری کا اٹھارھویں صدی کے شروع میں سفر کیا تھا۔ لکھا ہے کہ یہ خون چوسنے والی چمگادڑیں رات کو قبروں سے نکل کے
سوتے آدمیوں پر جھپٹ پڑتی ہیں اور ان کا خون چوس کے انہیں مار ڈالتی ہیں۔ کوئی شخص کسی عمر و صنف کا ہو اسے محفوظ
نہیں۔ آدمی دم گھٹنے اور طاقت جاتے رہنے کی شکایت کرتا ہے اور فوراً مر جاتا ہے۔ قبریں کھود کے دیکھی گئیں تو وہ
لاشیں چوسے ہوئے خون سے پھولی ہوئی تھیں۔ انہیں دفن ہوئے مدتیں گذر چکی ہیں لیکن کہیں سے بگڑی ہوئی نہیں
ملتیں۔ اس بلا کو دور کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ لاش میں ایک تیر پار کر دیا ہے۔ خون کی تتلی باہر نکل جائے گی۔

دنیا کی ابتدا۔ سائنس نے اسقدر ترقی کی لیکن نئے نئے نظریئے قایم ہوتے رہتے ہیں۔ اب تک صحیح طور سے یہ نہیں
معلوم ہو سکا کہ دنیا کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ اب ایک پروفیسر نے جس کا نام ای کریو ہے یہ نظریہ پیش کیا ہے کہ دنیا میں
سب سے پہلی جاندار چیز پانی میں پیدا ہوئی جسے کروڑوں برس ہوئے۔ ترقی کرتے کرتے یہ جاندار ہستی سمندر سے خشکی میں آگئی۔
پروفیسر مذکور کے نزدیک زندگی کا کسی شہاب ثاقب کے ذریعہ یا کسی غیر معلوم جگہ سے اس دنیا میں اڑ کے آنا قابل قبول
نہیں البتہ وہ اس بات کو قبول کرنے کے لیئے طیار ہے کہ زندگی تاروں چٹانوں اور بادلوں کی طرح قدرتی طاقتوں کے
باہم عمل پذیر ہونے سے وجود میں آئی ہو۔ پروفیسر کہتا ہے کہ ہم زندگی اور موت میں ہی تمیز نہیں کر سکتے۔ ایک کیڑا خشک ہو کے
بے جان ہو جاتا ہے۔ بارش کا پانی پڑتے ہی وہ زندہ ہو جاتا ہے۔ کیا وہ خشک حالت میں مردہ تھا؟ دریائے نیل کی مٹی سے
چھوٹی چھوٹی مچھلیاں پیدا ہو کے فصلوں کو خراب کیا کرتی ہیں۔ یہاں موسم برسات میں چھوٹے چھوٹے مینڈک یونہی پیدا
ہو جاتے ہیں۔ بیر بہوٹیاں خدا جانے کہاں سے آ جاتی ہیں۔ کیچوے زمین میں سے گویا ابل آتے ہیں۔ زمین کی ابتدائی
حالت میں زندگی نا ممکن تھی کیونکہ یہ شروع میں پگھلی ہوئی سیال مادہ تھی جو بعد میں ٹھنڈا ہو کے سخت ہو گیا۔ یہ

قرین قیاس ہے کہ سورج کی شعاعوں کے اثر سے پانی میں ایک ذرہ حرکت کرنے لگا اور اس نے ترقی کرتے کرتے کوئی خاص شکل اختیار کرلی۔ ایک وقت ایسا آیا کہ بعض کی خاص جاندار شکلیں پانی میں رہنے کے قابل نہ رہیں اور وہ خشکی پر آگئیں۔

شادی کی رسمیں۔ مشرق و مغرب میں بہت جگہ شادی کے موقعوں پر چاول پھینکے جاتے ہیں جو گویا بری روحوں کے لیے کھانا ہے کہ وہ انہیں کھانے میں مصروف ہو جائیں اور نئے جوڑے پر کسی قسم کی آنچ نہ آئے۔ انگلستان میں دولہا دولہن کے اوپر ایک چھوٹا کیک توڑا جاتا ہے اور ان میں سے ایک قاش لے لینا مبارک خیال کیا جاتا ہے۔ فوجیوں کا شادی کے موقعوں پر تلواروں کا ایک محراب دار راستہ بنانا بھی اسی وہم کی علامت ہے۔ ڈرہم میں لوگ دونوں کے سروں پر سے بندوقیں چلاتے ہیں۔ افریقہ میں بعض جگہ دولہا رات بھر گھر کے باہر پہرہ دیتا ہے اور ادھر ادھر تلوار چلاتا رہتا ہے۔ بعض جگہ اندھیرے کی طرف منہ کرکے تیر پیچھے چلاتے ہیں۔ جزیرہ بابرنی میں دولہا دلہن کو ایک بڑے اندھیرے کمرہ میں ڈھونڈھتا پھرتا ہے مصر میں وہ بیوی کی شکل شادی سے پہلے نہیں دیکھنے پاتا۔ یہودیوں میں دلہن آنکھیں بند کیے ہوئے حجلہ عروسی تک ایک سائبان کے نیچے نیچے لے جائی جاتی ہے۔ اس کمرہ میں جاکے وہ آنکھیں کھولتی ہے۔ سائبان سے بھی یہی مراد ہے کہ بری روحیں نہ آئیں۔ اسی سے بادشاہوں کے چتر رائج ہوئے۔ بلغاریہ میں دونوں اپنے مکان میں بند کر دیے جاتے ہیں۔ اور سات دن تک باہر نکلنے نہیں دیے جاتے۔ بعض جگہ دولہن کی جگہ ایک فرضی مرد یا عورت بٹھا دی جاتی ہے تاکہ اگر کوئی آسیبی اثر بھی ہو تو دولہن اس سے محفوظ رہے۔ ٹرانسلوینیا میں دولہن دو عورتوں سمیت پردہ کے پیچھے بٹھا دی جاتی ہے اور دولہا کو کہا جاتا ہے کہ دولہن کو نکال لے۔ استھونیا میں دولہن کا بھائی زنانہ کپڑے پہن کے بہن کی جگہ بیٹھ جاتا ہے۔ انگلستان میں نکاح کے وقت دولہا دلہن ہاتھ پکڑ کے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حبش میں ایک کپڑے کے نیچے انگلیاں پکڑ لی جاتی ہیں۔ ڈیوک آف یارک کے جزیرہ میں ایک ناریل دونوں کے سروں پر توڑ کے اسکا پانی ان پر ڈالا جاتا ہے۔ ملایا میں دونوں ایک دوسرے کو چاول مٹھیوں میں بھر بھر کے کھلاتے ہیں۔ یہ سب رسوم اسی آسیبی خطرہ کو مدنظر رکھتے ہوئے قایم کی گئی ہیں۔

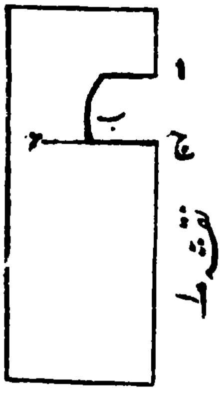
ترکی عورتوں کے مطالبے۔ ترکی حکومت نے عورتوں سے وعدہ کیا ہے کہ ۱۹۳۲ء میں پارلیمنٹ کے انتخاب کے موقع پر عورتوں کو ممبروں کے لیے رائے دینے کا حق حاصل ہوگا یہ حق بعد میں بھی قایم رہیگا۔ قانونی مدرسہ میں تعلیم پانے والی طالبات نے ایک درخواست پیش کی ہے کہ وہ محض وکیل بننے پر قانع نہیں رہ سکتیں انہیں جج کے عہدے بھی ملنے چاہیئے۔ یہ عرضی وزارت قانون کے پاس رائے کے لیے بھیجدی گئی ہے۔ ترکی زنانہ مجلس نے طے کر دیا ہے کہ عورتیں اس وقت تک چین سے نہ بیٹھیں گی جب تک عورتوں کو وہ حقوق اور عہدے حاصل نہ ہو جائیں جو مردوں نے اپنے لیے مخصوص کر رکھے ہیں۔

محمد ظفر

جمپر سینے کی ترکیب

مئی کے عصمت میں ایک بہن نے پنجابی قمیص یا جمپر سینے کی ترکیب دریافت کی ہے۔ لہٰذا ذیل میں ایک ترکیب جمپر سینے کی درج کرتی ہوں۔ جو بہت ہی سہل ہے کپڑا بھی دوسری قمیص سے کم خرچ ہوتا ہے۔ اور چوڑے پائنچوں کی سلوار پر پہنی ہوئی بہت اچھی معلوم ہوتی ہے۔

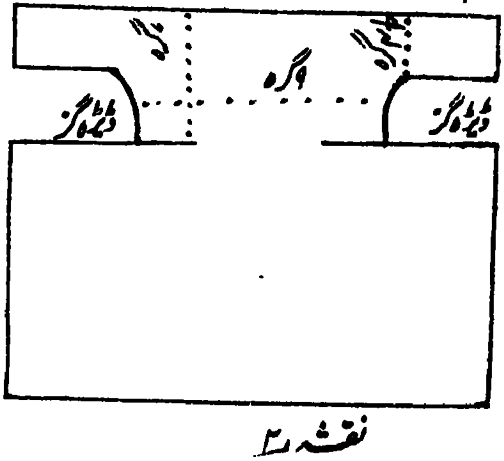
ترکیب:۔ ۱۲ گرہ عرض کا کپڑا پہلے تین گز لیں جس میں نصف گز آستینوں کے لیئے علیحدہ کریں۔ باقی کپڑے کو لمبان سے دوہرا کریں۔ یہ دونوں آگے پیچھے کے گھیر ہو گئے۔ لمبائی اگز ۹ گرہ رہ گئی۔ اب دونوں طرف کی کناریوں کو ملا کر چار تہہ کریں۔ بس اب کاٹنا شروع کر دیں۔ کندے پر سے ۴ گرہ آستین لگانے کا حصہ چھوڑ کر مطابق نقشہ نمبر ا نشان نمبر ا سے کاٹتی ہوئی ب پر چھوڑ دیں۔ پھر ج سے ڈ تک لاکر ختم کر دیں۔ ب سے ڈ تک کٹی ہوئی جگہ ½ ا گرہ ہونی چاہئے۔ اور ج سے ب تک ایک یا ڈیڑھ گرہ کپڑا اتار ڈالیں۔ دبلے پتلے جسم کے لیئے ڈیڑھ گرہ اگر ذرا ڈھیلا رکھنا مقصود ہو تو ایک گرہ کپڑا چھانٹ ڈالیں۔ آستین کے کندے کی چوڑائی ½ ۲ گرہ رہنی چاہیئے۔ کاٹتے وقت اریب کا خیال رکھیں جیسا کہ ذیل کے نقشہ سے واضح ہے۔ اب اس کو کھول لیں۔ کھولنے سے ایسا دکھائی دے گا۔ (دیکھیں نقشہ نمبر ۲)



جمپر کا طول و عرض نقشہ نمبر ۲ میں بہنوں کے سمجھ میں آگیا ہو گا۔ اب آدھ گز کپڑا جو علیحدہ رکھا ہوا تھا اسکو چار تہہ کریں بعدہٗ دونوں آستینوں کو اس طرح علیحدہ کریں کہ ہر آستین کا دوہرا چوڑان ۴ گرہ لمبان ۹ گرہ ہو جائے۔ پھر ہر دو آستینوں کو انکی جگہ پر جوڑ دیں۔ جیسا کہ نقشہ نمبر ۳ میں آستینوں میں سیون سی دکھائی گئی ہے۔

اب آستینوں کو آگے سے سیون تک اریب دار اس طرح چھانٹیں کہ اگلا حصہ صرف ۳ گرہ رہ جائے۔ پھر چاک کے لیئے ۵ گرہ نیچے سے چھوڑ کر الٹی طرف سے ج تک سی لیں اور الف سے ب تک جوڑ لیں۔ بعد ازاں جو کپڑا اسپل میں کا علیحدہ لٹک رہا ہو اسکو ب سے د تک چنٹ دیکر جوڑ لیں۔

فراک کے گھیر اور آستینوں کو جیسی مرضی ہو بیل لگائیں۔ تیسرے نقشہ میں آستینوں اور گھیر کے نچلے حصہ و گلے کے اندر ہی ڈنگ رکھ کر دکھائی گئی ہے جو ایک قسم کا فیتہ کپڑے کے اندر رکھا جاتا ہے۔ لیکن نو آموز بہنوں کو چاہیئے کہ صرف لیس وغیرہ لگانے پر اکتفا کریں۔ کیونکہ آستینوں اور گریبان کو کانٹ چھانٹ کر فیتہ رکھنا ذرا محنت طلب کام ہے و بغیر سلائی کی کافی پریکٹس ہونے کے اسکے بگڑ جانے کا اندیشہ ہے اسلئے پہلے پہل انہیں آستینوں کو کنگر دار کاٹ کر بیل لگائیں اور گلے کو بھی کنگدار تراش کر بیل وغیرہ لگائیں یا صرف گول کاٹ کر نیچے کی طرف دو انگل چوڑی پٹی لگائیں۔ پیچھے کی طرف چار یا پانچ انگل پھاڑ کر پٹی وغیرہ لگا کر اوپر صرف ایک فراک بٹن لگائیں۔ لیجئے فراک تیار ہے۔ اب پوری طرح سے جوڑ لیں۔ یعنی آستین کا وہ حصہ جو بیل لگانیکی وجہ سے نہ سل سکا تھا سی لیں۔



نقشہ ۳

نوٹ۔ اگر کسی بہن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے تو بذریعہ عصمت دریافت فرما سکتی ہیں۔

بیگم یار محمد خاں ہوشنگ آبادی۔ سی۔ پی

عصمت کا نادار فنڈ

عصمت کے نادار فنڈ میں ان کم استطاعت نادار بہنوں کے نام رسالہ جاری کرنے کے لئے جو عصمت کے مطالعہ کی شایق ہیں مگر پورا چندہ ادا نہیں کر سکتیں سالگرہ نمبر شائع ہونے کے بعد ۲۵ جولائی تک جو روپیہ وصول ہوا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

مس محمد سعید خان صاحب سرکل انسپکٹر نکمنادات ۱۵ روپیہ
بی بی بلقیس بانو صاحبہ اوضیلہ ارکنہ بنگال ۱۰ روپیہ
ہمشیرہ محمد حنیف صاحب رئیس لاہور ۱۰ روپیہ
مولوی محمد علی صاحب معتمد کولاپور ہستان دکن ۱۰ روپیہ
سید کشفی شاہ صاحب گمرن ۱۰ سفیہ بیگم صاحبہ الہ آباد ۱۰ روپیہ
سردار محمدی بیگم صاحبہ نوشہرہ قلاہہ ۵ روپیہ
ساجدہ بیگم صاحبہ منصب منزل بھوپال ۵ روپیہ
مسنر ای لمیس اخوند لاڑکانہ سندھ ۵ روپیہ

۵ جولائی سے ۲۵ جولائی تک جن نادار کم استطاعت خواتین کی درخواستیں آئی ہیں ان سب کے نام پر رسالہ جاری ہو چکا ہے عصمتی بہنوں کا یہ احساس کہ انھوں نے نادار فنڈ کا اعلان ہوتے ہی اسے کامیاب بنانے میں حصہ لینا شروع کر دیا اور اسی بیس روز میں جو جو درخواستیں آئیں ان سب کے نام رسالہ جاری ہو گیا ہے انتہا قابل تعریف ہے اور ہمارے لئے باعث مسرت۔ ہمیں امید ہے عصمتی بہنیں ان نادار و کم استطاعت خواتین کے نام جو عہ سے زیادہ چندہ نہیں دے سکتیں۔ رسالہ جاری کرانے میں اب تاخیر نہ کریں گی عہ وصول ہونے پر باقی دو روپیہ نادار فنڈ میں سے لے کر قسم و دکم سال بھر تک جاری کر دیا جائے گا۔ اس مہینہ میں جو بیبیاں خریدار ہو جائیں گی انھیں سالگرہ نمبر بھی مل سکے گا جس کی قیمت بذریعہ وی پی عہ ہے ۵ سال بھر کا محصول نکال کر باقی دس پر پے گویا انھیں مفت پڑینگے۔

منیجر

دو نئی کتابیں

عصمتی کشیدہ ہمارے پاس پچھلے ڈیڑھ دو سال میں کشیدہ کاری کے جو نمونے جمع ہو گئے تھے اور پچھلے تین ماہ میں جو نئے نمونے آئے تھے ان میں سے اچھے اچھے نمونے انتخاب کر کے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ سب سے پہلے کشیدہ کے متعلق ضروری اور کار آمد ہدایتیں اس قدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں۔ پھر ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہئے اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ اس کے بعد نمونے شروع ہوتے ہیں پہلے میز پوش، پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں، تکیوں کے غلاف، پلنگ کی چادروں، پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط اور کونوں کے لئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ انکے بعد وضع وضع کی دلاویز بیلیں مثلاً سلمہ ستارے کی بیلیں، کلابتون اور ریشم کی بیلیں۔ موتیوں کی بیلیں سٹنسلنگ شنایل کی بیلیں۔ ساری، قمیص، فراک وغیرہ کے لئے پھر مختلف قسم کی کروشت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں چرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض نہ صرف بچیوں اور لڑکیوں کے لئے ہی یہ کتاب بہت کار آمد ہے اور انھیں ہنر مند اور دستکار بنا دے گی بلکہ بڑی عمر کی عورتوں کے لیے بھی اس میں کافی دلچسپی ہے۔ کئی درجن عصمتی بہنوں نے اسکی تیاری میں حصہ لیا ہے نمونے صاف ہیں اور کاغذ عمدہ قیمت صرف عہ

تندرستی ہزار نعمت عصمت کی مایہ ناز مضمون نگار محترمہ مہر بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین ۱۹۳۷ء اور ۱۹۳۸ء کے پرچوں میں صحت اور قوت ارادی کے عنوان سے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں ان مضامین میں محترمہ موصوفہ نے صحت قائم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربات بھی تحریر فرمائے ہیں۔ یہی مضامین جدید اضافہ اور ترمیم کے ساتھ کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ آنکھیں۔ آنکھوں کا تعلق جسم سے، دانت، مالش کرنا، غسل، پینے کا پانی، غذا۔ نیند، کتاب کے نہایت اہم عنوانات ہیں کتاب کی قیمت بہت ہی کم صرف ۴ر

بزمِ عصمت

سالگرہ نمبر اسقدر اعلیٰ درجہ کا شائع ہوا ہے کہ تعریف ہی نہیں ہو سکتی یہ تو جوبلی نمبر سے بھی بڑھ گیا واقعی ہمارا عصمت ہندوستان کے تمام رسالوں میں بے نظیر ہے۔ میری طرف سے بھی سالگرہ کی خوشی میں ۴ خریدار قبول فرمایئے چاروں بہنیں وی پی وصول کریں گی اطمینان رکھئے۔ نیز دس روپیہ نادار فنڈ کے لئے بھیجتی ہوں۔ غریب بہنوں کے نام رسالہ جاری کر دیجئے خدا ہمارے پیارے رسالہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی دے۔

سلمہ بیگم الہ آباد

میں اپنے ۵ بچوں کو خریدار کی حیثیت سے پیش کرتی ہوں۔ ان پانچوں پر وی پی بھیجدیجئے۔ خدا کی مدد عصمت کے ساتھ ہے۔ یہ پرچہ ہماری بہت بڑی خدمت انجام دے رہا ہے۔

والدہ افضل حیات کوٹھی ہوم منسٹر پٹیالہ

آپ کے ارشاد کے مطابق میں دو بہنوں کے پتے ارسال خدمت کرتی ہوں ضرور وی پی وصول کریں گی مبلغ عہ روپیہ کا منی آڈر بھی علیحدہ نادار فنڈ کے لئے بھیجتی ہوں اور ہمیشہ حسب ضرورت امداد کے لئے تیار ہوں۔

حمیدہ بانو بیگم عرف مسز حبیب احمد خاں حیدر آباد دکن

عصمتی بہنوں کو یہ معلوم ہو کر خوشی ہوگی کہ ۲۴ جون کو بھائی جان رازق الخیری صاحب اور بھابی جان آمنہ نازلی صاحبہ کو خدا نے بچی عطا فرمائی۔ نام رازقہ نازلی رکھا گیا۔

واجدہ خیری

ہماری بھابی جان اور عصمت کی مضمون نگار محترمہ ام الکلیمہ مریم جمیل صاحبہ کے یہاں پچھلے مہینہ میں بچی تولد ہوئی اس خبر کو عصمت میں درج فرمادیں۔

قیصرہ بیگم از کلکتہ

عصمت سالگرہ نمبر سنہ ۳۰ء میں ایک محترمہ بہن صاحبہ کا نوشتہ درج تھا جس میں انہوں نے اپنی ایک عزیز بہن کے لیے لکھا تھا کہ چیچک کے بعد انکا رنگ کالا پڑ گیا ہے۔ انکے لیے ایک آزمودہ نسخہ حاضر خدمت ہے

سرخ صندل۔ ہلدی۔ آنبا ہلدی۔ صبح منہ دھونے سے پیشتر ان تینوں چیزوں میں تھوڑا تھوڑا لیکر بھینس کے دودھ میں پیس کر چہرے پر ملیں کر مرو شیاں اترجائیں۔ تھوڑی دیر کے بعد منہ دھولیں۔ انشاء اللہ چالیس دن کے استعمال سے فائدہ ہو جائیگا۔ یہ چیزیں چالیس دن کے لئے کافی ہیں۔ برائے مہربانی فائدہ ہونے پر بذریعہ عصمت اطلاع دیں۔

خریدار نمبر "۳۵۸۹" کی خدمت میں بعد مبارکباد کے عرض ہے آپکے بھائی کا نام میرے خیال میں شمس الرحمٰن ٹھیک رہے گا۔

ب۔ س بنت سید محمد حسین لاہور

اور میرے خیال میں ابو قمر خلیل الرحمٰن

ہمشیرہ ابو ظفر کلکتہ

میں نے جولائی کے پرچہ میں دیکھا کہ ایک بہن صاحبہ کے منہ پر داغ زیادہ پڑگئے ہیں جس کی وجہ سے بہت پریشان ہیں میرے چہرے پر بھی ایسے ہی داغ پڑگئے تھے تو میں نے ایکپشن بیوٹی کریم استعمال کی تھی خدا کے فضل سے سب داغ جاتے رہے تھے تو بہن صاحبہ بھی ایکپشن بیوٹی استعمال کریں اس کی قیمت دو روپیہ ہے۔

راقمہ علوی لکھنؤ

جون نمبر میں محترمہ زینت خانصاحب منشی فضل حسین صاحب نے بال بڑھانے والا مفید تیل کا جو نسخہ اور اسکی ترکیب تحریر فرمائی ہے اسکو ذرا اور وضاحت سے تحریر فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔ رتن جوت کیسی چیز ہوتی ہے؟ اسکا کوئی اور مشہور نام ہے یا صرف یہی؟ دارچینی کی لکڑی سے کیا مراد؟ میں نے دارچینی کی لکڑی منگوائی تو یہاں کے دکان سے دارچینی ہی آئی، جس سے مجھے شبہ ہوا کہ میں نے ابھی کام میں نہیں لیا۔ ہاں تیل کے متعلق بھی بہن صاحبہ موصوفہ نے صاف نہیں لکھا ہے کہ اتنی وزن کی اشیاء کے لیے تیل کتنا چاہیئے؟ پاؤ سیر آدھ سیر کوئی مقدار نہیں بتلائی، تیل خالص کھوپرے کا نکلوانا چاہیئے یا بازار کا خرید کیا جائے۔

مسز مطیع الرسول حیدرآباد دکن

مجھے خان بہادر شیخ مہدی حسین صاحب کے (جوکہ میرٹھ میں سٹی مجسٹریٹ تھے) اس قصیدہ کی بہت ضرورت ہے جوکہ ماہ اپریل سنہ ۲۴ء میں خان بہادر صاحب

موصوف کے تبادلہ پر الوداعی پارٹی میں پڑھا گیا تھا جس کے صرف دو مصرعے مجھے یاد ہیں لکھتی ہوں۔

نام میں آیا حسن مہدی کے بعد   میرے تا ہر ہوا مہدی کے بعد

برائے مہربانی اگر کسی بھائی یا بہن کے پاس ہو تو از راہ عنایت و کرم بذریعہ عصمت فرمائیں میں بے حد ممنون و مشکور ہونگی۔

ایک عصمتی بہن

بینک میں جو روپیہ رکھا جاتا ہے اور اسکا منافع جو ملتا ہے اسکا کیا مسئلہ ہے وہ سود ہی ہوگا یا نہیں کوئی قابل بہن یا بھائی بذریعہ عصمت اطلاع دیں مہربانی ہوگی۔   مسز ابو یوسف نواز ضلع گیا

میری ایک بوڑھی بہن اپلی کا بہت اصرار ہے کہ انگلش میں ہندوستانی کھانوں کی ترکیبیں ہوں تو منگوا دو۔ اس لیے کوئی عصمتی بہن یا بھائی مہربانی کرکے پتے سے آگاہ کریں کہ ایسی کتاب کہاں ملے گی۔

احمدی بیگم صدیقی مینگرہ گھاٹ

محترمہ خدیجہ بائی صاحبہ بمبئی سے التماس ہے کہ جو ربن کی بیل کا نمونہ سالگرہ نمبر میں شائع ہوا تھا اُسی بیل کا نیر ستاروں کی بیل نمونہ مہربانی فرما کر مرحمت فرمایئے۔   عزا بائی جے پور

کیا کوئی بہن مہربانی کرکے شیشہ اور چینی کے برتن جوڑنے کی آسان اور مجرب ترکیب بذریعہ عصمت مطلع کرینگی میرے چند ایسے برتن ٹوٹ گئے ہیں جنکا اب ملنا مشکل ہے۔   شاہجہاں بیگم بدایونی

اس ماہ کے رسالہ عصمت میں ایک محترمہ نے فریٹ ورک کی مشین کا ذکر کیا ہے مگر پتہ نہیں لکھا کہ کہاں سے یہ مشین دستیاب ہو سکتی ہے کوئی بہن برائے کرم تحریر فرمائیں۔   سید قیصر حسین نینی تال

میرے ایک بھائی اور بہن دونوں کو گندہ دہنی کی شکایت ہے۔ صبح نہار منہ گفتگو کے وقت منہ سے سخت غلیظ بو خارج ہوتی ہے۔ تجربہ کار عصمتی بہنیں توجہ فرما کر کوئی آسان نسخہ تجویز کردیں تو عنداللہ ماجور ہونگی۔   ایک عصمتی بہن حیدر آباد دکن

ایک بہن کی پیشانی پر مسہ تھا انھوں نے رائمہ اور چونہ ملا کر لگایا اس سے مسہ کٹ گیا اور ایک روپیہ کے برابر پیشانی کی کھال کٹ گئی وہاں ہلکا سیاہ رنگ کا داغ پڑگیا ہے بہت برا لگتا ہے لہٰذا عصمتی بہنوں سے التجا ہے کہ وہ کوئی آزمودہ دوا بتلائیں جو داغ اور چونے کے کٹے ہوئے کو بھی صاف کرے؟   ایک بہن شورائی پور

معمے۔ مندرجہ ذیل معموں میں حروف کو صحیح ترتیب دینے سے مقابل کا نام نکلے گا

(۱) ت ب ت ا ا ل ص ک ح

علامہ راشد الخیری کی ایک پرانی تصنیف

(۲) ن ن ہ ہ ا ا ہ آ ب ص ح ز ل م ی

ہندوستانی پھوہڑ بہنوں کی زندگی سنوارنے والی دہلی کی ایک معزز خاتون

(۳) م م م م ل ل ت ح ک ز ہ ا

قیامت تک اپنی نشانی قایم رکھنے والی ہندوستان کی ایک نامور بیگم

(۴) ہ ہ ک ک ش ل ت ر

ہندوستان کا ایک مشہور شہر

(۵) ا ا س ب ل و ح ن

ہندوستان کے بادشاہوں کے زمانے کا ایک مشہور شاعر

(۶) د د و م م ل ل ی ی ہ ہ ر ر ا ک ٹ

کلکتہ کی ایک مشہور عمارت ایک ملکہ کی یادگار میں

ہمشیرہ ابو ظفر خریدار نمبر ۱۴۷۱ از کلکتہ

مندرجہ بالا معمہ کا صحیح جواب لکھنے والی بیبیوں میں بذریعہ قرعہ دو انعام تین اور چار روپیہ کی کتابوں کے بھیجے جائینگے باقی نام شایع نہیں ہونگے۔ ٹکٹ بھیجنے کی ضرورت نہیں مگر خریداری نمبر ضرور جواب کے ساتھ ہونا چاہیئے۔

تربیت گاہ بنات دہلی

تربیت گاہ بنات تعطیل کلاں کے لیے یکم اگست سے بند ہے (پچھلے پرچے میں ۱۰ جولائی غلطی سے چھپ گیا) ۷ ہفتوں کے بعد وسط ستمبر میں ملیریا کا زور ہوا تو شروع اکتوبر میں نیا سشن شروع ہوگا جو حضرات اپنی بچیوں کو آیندہ سشن کیلیے بھیجنا چاہیں وسط ستمبر میں مجھ سے خط وکتابت کریں۔ نادار و یتیم بچیوں کی درخواستیں جس قدر جلد آجائینگی داخلہ میں اتنی ہی سہولت ہوگی۔ غالباً وسط ستمبر تک میں دہلی سے باہر رہوں گا مگر میری عدم موجودگی میں روپیہ وغیرہ کی رسید حسب سابق تربیت گاہ سے ملتی رہے گی

۱۷/ راشد الخیری

مطبوعات عصمت

تصنیفات فخر نسواں ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی مجبوب ترین انشاپرداز تھیں جنکی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نے جن کے دردو اثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا اور جن کی تحریریں دیکھکر مشہور مصنفین بھی عش عش کرتے تھے ہندوستان کے تمام مشہور انگریزی اردو رسائل اخبارات مرحومہ کے افسانوں اور مضامین کی بے انتہا تعریف کر چکے ہیں۔

جمالِ ہمنشیں

خاتون اکرم مرحومہ کے بے مثل ادبی مضامین کا شاندار مجموعہ فانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت گاہ دنیا، موسم بہار فلسفہ غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، منفی نفاق، خود غرضی کا دن وغیرہ وغیرہ وہ دلآویز اور پُرمغز مضامین ہیں جو کہ عصمت، تہذیب، آستانہ، شباب اردو وغیرہ میں شایع ہو کر دھوم مچا چکی ہے جمالِ ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی ہے" بریٹن ڈیلی میل کی رائے ہے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے" زنانہ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بہ لحاظ زبان خیال نہایت بلند ہیں اور انکی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" انجمن ترقی اردو کا مشہور رسالہ اردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح اور رنگین ہے" اخبار وکیل "یہ جمالِ ہمنشیں طبقہ نسوانی دنیا کے لیے سبق آموز کتاب ہے" اخبار تنظیم کی رائے "مضامین نہایت بلند پایہ ہیں" حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ لکھا ہے تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں آرٹ کاغذ پر نہایت نفیس چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ)

پیکر وفا

ایک دلآویز نتیجہ خیز افسانہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کے لئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے" "انداز بیان درد انگیز عبارت سادہ و شگفتہ" اخبار ریاست لکھتا ہے "طرز بیان اسقدر صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی" اخبار کشمیر لکھتا ہے "یہ پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے ہے "کہ پلاٹ اور کیرکٹر دونوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ" یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۸ر

بچھڑی بیٹی

نہایت دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شایع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے۔ اس کی جدائی میں ماں کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بے حد دلچسپ قصہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر

تینوں کتابیں آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں ایک جگہ مجلد چمڑے کی ۲ر

محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

ام ار اے ایس (لندن) کی کتابیں

موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے، ایران کی معاشرت، مہمان داری، زچہ خانہ، شادی بیاہ رسوم و رواج پر ایسی مفید معلومات اور کسی کتاب میں نہ ملیں گی بہت دلچسپ اور سبق آموز قصہ ہے، مصنفہ کی تصویر بھی ہے قیمت ۱۲ر

تحریر النسا

لڑکیوں اور عورتوں کے لئے جدید طرز خط و کتابت کی بے نظیر کتاب اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ۔ جس میں مستورات کو عملاً کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ کتاب انشا کی انشا ہے اور نتیجہ خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی اسکے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی مفید اضافہ ہوتا ہے ضخامت سوا سو صفحے قیمت ۱۲ر

محصول ڈاک ذمہ خریدار

محصول ڈاک ذمہ خریدار — ملنے کا پتہ:۔ دفتر عصمت دہلی — محصول ڈاک ذمہ خریدار

باہتمام ابوامین مولوی محمد امان الرحمٰن پرنٹر پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپا

THE ISMAT DELH

THE ISMAT DELHI

ESTD 1908.

عصمت



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لئے

پاکیزہ خیالات علمی۔ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو

حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ

کی سرپرستی میں ہر انگریزی مہینے میں ایک بار شائع ہوتا ہے

اکتوبر ۱۹۳۰ء
قسم دوئم

ایڈیٹر رازق الخیری

چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپے

چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے ۳ عہ

عصمتی دسترخوان

مطبوعات عصمت

انگریزی اور جرمنی کھانے	ترکی اور عربی کھانے	ایرانی اور افغانی کھانے
بنگالی اور بہاری کھانے	کشمیری اور مدراسی کھانے	گجراتی اور پنجابی کھانے
حیدرآبادی اور پارسی کھانے	دلی اور لکھنؤ کے کھانے	پشاوری اور سندھی کھانے
نفیس نفیس کھانے	لذیذ لذیذ کھانے	عمدہ عمدہ کھانے
غریبوں اور امیروں کے کھانے	سینکڑوں قسم کے کھانے تیار کرنیکی	بوڑھوں اور بچوں کے کھانے

اردو زبان میں بہترین کتاب

عصمتی دسترخوان

جسکی ایک نمایاں خصوصیت جو اس صنف کی اور کسی کتاب میں نہ نکلے گی یہ ہے کہ تمام ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہیں اس لیے ترکیبیں بالکل صحیح ہیں اور وزن بالکل درست۔ ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی تقریباً ۸۰ **عصمتی بہنوں** نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے محترمہ جناب آمنہ نازلی نے بڑی محنت سے کتاب مرتب فرمائی ہے۔ باورچی خانہ کے انتظام اور کھانوں کے متعلق بھی نہایت قیمتی ہدایات درج کی گئی ہیں۔ ایک ایک چیز کئی کئی قسم کی تیار کرنیکے لیے بھی عصمتی دسترخوان سے بہتر کتاب ملنی ناممکن ہے مثال کے طور پر صرف دو کھانوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیے

پڈنگ کی ترکیبیں		کبابوں کی ترکیبیں			
چلم پڈنگ	انجیر پڈنگ	ران کے کباب	کباب بیضہ مرغ	تاشش کباب	
کھوپرے کی پڈنگ	امنڈ پڈنگ	آلو کے کباب	کچے قیمہ کی ٹکیاں	شامی کباب	
نارنگی بھری پڈنگ	ببے پڈنگ	کچے آلو کے کباب	گوشت کے میٹھے کباب	آنتوں کے کباب	
جنجر پڈنگ	جلیبیوں کی پڈنگ	ناریل کے کباب	کباب مرغ مسلم	انگریزی کباب	
روز پڈنگ	میوہ دار پڈنگ	مچھلی کے سینی کباب	سیخ کے چٹ پٹے کباب	اروی کے کباب	
اناناس پڈنگ	کشمش پڈنگ	سیخ کے کباب	مچھلی کے شامی کباب	اور کئی کئی قسم کے کباب	
کمزور بیماروں کیلئے	بالائی پڈنگ	پسندے کے کباب	دہی کے کباب		

یہ صرف دو چیزوں کی فہرست ہے اسی سے کتاب کا اندازہ کر لیجئے پلاؤ، سلونے اور میٹھے، سویاں، کھیر، فرنی، سادے و ترکاری دار سالن، مچھلی، مرغ، اچھی بسکٹ، کیک، دالیں، مٹھائیاں، حلوے، چٹنیاں، مربے، اچار، سموسے، بڑے، پوری کچوریاں، پراٹھے، روٹی، غرض ہر قسم کے مشرقی و مغربی کھانوں کی بڑی اچھی اچھی صحیح ترکیبیں ہیں اور ہر چیز کی کئی کئی اور جو ترکیبیں سینکڑوں خطوط اسکی تعریف میں آچکے ہیں اور کئی درجن بہنوں نے ایک جلد منگانے کے بعد چار چار، پانچ پانچ جلدیں منگائی ہیں اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب آج تک نہیں چھپی۔ یہ کتاب ہر شریف گھرانے میں ہونی چاہیے۔ قیمت صرف عہ

عصمتی کروشیا

کروشیا کی شوقین بہنوں کے لیے نہایت کار آمد تحفہ،

۲۵ عصمتی بہنوں نے اس کی تیاری میں حصہ لیا ہے اور فن کروشیا کی مشہور ماہر محترمہ فاطمہ بیگم صاحبہ بنت قاضی محمد حسین صاحب بنگلوری نے مفید حاشیے لکھ کر کتاب تیار کی ہے۔

مختصر فہرست ملاحظہ فرمائیے

۱۱ دل آویز جھالریں	فارم ہاؤس	خوش آمدید	گرجا ناٹ
۵ نفیس انسرشن	پردار گھوڑے	[illegible]	تاج محل آگرہ
۶ خوبصورت کونے ایسے ایسے ۸۵	بچہ و تیر کمان	جامع مسجد دہلی	ڈاک بنگلہ
صاف کرنے میں	زینے	بچے و ہرن	کلمہ طیبہ

کروشیا کی شوقین بہنوں کو ضرور یہ کتاب منگانی چاہیئے کئی بہنوں کے اس کی تعریف میں مضامین شائع ہو چکے ہیں قیمت صرف عہ

شمع خاموش

اردو کی مشہور شاعرہ مرحومہ منجھو بیگم لکھنوی کی دردانگیز اور مؤثر نظموں کا مجموعہ مسٹر رازق الخیری اڈیٹر عصمت و بنات نے دیباچہ لکھ کر مرتب کیا ہے یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہے۔ اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں قیمت ۸ر

بچوں کی تربیت

بچوں کی پرورش اور تربیت پر اسقدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی پہلے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا آج جن جن باتوں پر لکچر دیے جاتے ہیں اس وقت چیستاں میں کام ہو جاتا تھا وہ سب اس میں جمع کی گئی ہیں پھر سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربے بیان کیے گئے ہیں از مولوی عبدالغفار صاحب الخیری بی اے ہیڈ ماسٹر دکن یونیورسٹی ... ۱۰ ار

بالشیوں کی دنیا

انگریز سیاح گلیور صاحب بالشیوں کی دنیا میں چلے گئے تھے جنہیں بالشتیے ملے تھے سیاح کبھی دو دو چار چار بالشتیوں کو ہتھیلی پر اٹھا لیتا تھا کبھی کسی کو جیب میں ڈال لیتا تھا اور سینکڑوں بالشتیوں کا جو کھانا اہتمام سے تیار ہوتا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا تھا بڑی مزیدار کہانی ہے لڑکے اور لڑکیاں پڑھیں گے تو خوب ہنسیں گے صاحبزادہ علی احمد خاں صاحب بی اے نے ترجمہ کیا ہے کتاب کا نام ہے "مختصر دنیا" قیمت صرف ۵ر

منیجر عصمت دہلی

Vol. XLIV No. 30 October 1930.

مسز کے۔ آر۔ کے [illegible]



[illegible]

[illegible]



۲۶ اپریل کو یورپ پہنچ گئی ہیں۔

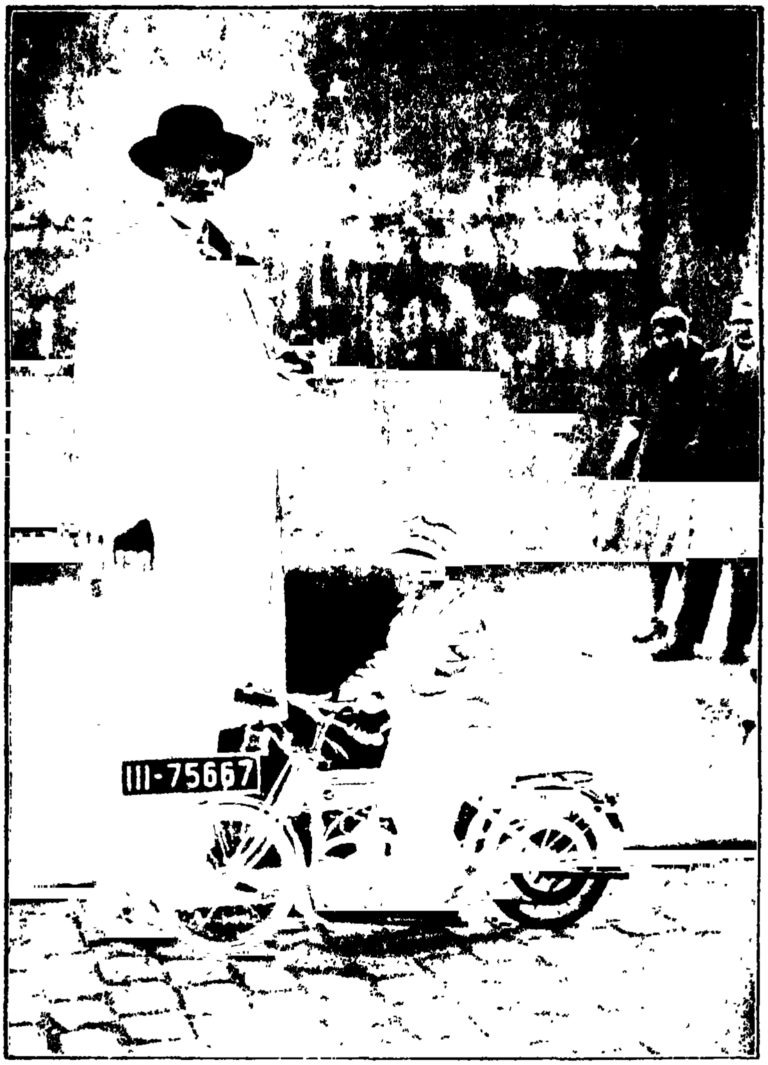


بمبئی کی ایک قوم پرست خاتون جو سول نافرمانی
ی تحریک کے سلسلہ میں جیل بھیج دی گئی ہیں۔



یہ تصویر دہلی کی خواتین کے ایک جلسہ کی ہے - جو گیت گاتا ہوا نظر آتا ہے -

دنیا کا سب سے چھوٹا موٹر سائیکل سوار



عصمتی کشیدہ

ہمارے پاس پچھلے ڈیڑھ دو سال میں کشیدہ کاری کے جو نمونے جمع ہو گئے تھے اور پچھلے تین ماہ میں جو نئے نئے نمونے آ گئے تھے انہیں سے اچھے اچھے نمونے انتخاب کر کے یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ سب سے پہلے کشیدہ کے متعلق ضروری اور کارآمد ہدایتیں اسقدر آسان پیرایہ میں لکھی گئی ہیں کہ چھوٹی بچیاں بھی سمجھ سکیں۔ پھر ہر نمونہ کی ضروری تشریح کی گئی ہے یعنی نمونہ کس کس چیز کے لیئے موزوں ہو سکتا ہے اور کس کس رنگ میں ہونا چاہیئے اور کیا کیا احتیاط ضروری ہے۔ اس کے بعد نمونے شروع ہوتے ہیں۔ پہلے میز پوش، پلنگ پوش، رومال، کرسیوں کے گدوں، تکیوں کے غلاف، پلنگ کی چادروں، پردوں وغیرہ وغیرہ کے وسط، اور کونوں کے لیئے مختلف قسم کے پھولوں، بوٹوں، گلدستوں وغیرہ کے کئی درجن خوبصورت نمونے ہیں۔ انکے بعد وضع کی دلآویز بیلیں مثلاً سلمہ ستارے کی بیلیں، کلابتون اور ریشم کی بیلیں، مرتیوں کی بیلیں، شیڈ لنگ سٹائیل کی بیلیں، ساری قمیص، فراک وغیرہ کے لیئے پھر مختلف قسم کی کڑھت کے عمدہ عمدہ نمونے ایک درجن سے زیادہ اس کے بعد پرندوں اور چند مشہور عمارات کے خاکے غرض نہ صرف بچیوں اور لڑکیوں کے لیئے ہی یہ کتاب بہت کارآمد ہے اور انھیں ہنرمند اور دستکار بنا دیگی بلکہ بڑی عمر کی عورتوں کے لیئے بھی اس میں کافی دلچسپی ہے۔ کئی درجن عصمتی بہنوں نے اسکی تیاری میں حصہ لیا ہے نمونے صاف ہیں اور کاغذ عمدہ قیمت عمر

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی مایہ ناز مضمون نگار محترمہ زہرہ بیگم صاحبہ فیضی بمبئی کے نہایت مفید مضامین سنہ ۲۹ء سنہ ۲۸ء اور سنہ ۳۰ء کے پرچوں میں صحت اور قوت ارادی کے عنوان سے شایع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں ان مضامین میں محترمہ موصوفہ نے صحت قایم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربات بھی تحریر فرما دئے ہیں۔ یہی مضامین جدید اضافہ اور دیباچہ کے ساتھ کتابی صورت میں شایع ہوئے ہیں۔ آنکھیں، آنکھوں کا تعلق ہاضمہ سے، دانت، مالش کرنا، غسل، پینے کا پانی، غذا، نیند، کتاب کے نہایت اہم عنوانات ہیں کتاب کی قیمت بھی بہت

کم صرف چار آنہ ۴/

دونوں کتابیں دفتر عصمت دہلی سے ملیں گی

تین کتابیں

جو پھوہڑ سے پھوہڑ لڑکی کو ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دینگی

اُمور خانہ داری کی ماہر ہونے کے لیے ہر لڑکی اور ہر عورت کے پاس ان کتابوں کا ہونا ضروری ہے۔

عصمتی دسترخوان

کھانے پکانیکے فن پر اُردو زبان میں بینظیر کتاب جسمیں ہندوستانی اور انگریزی، عربی، ترکی، ایرانی کھانوں کی چار سو کے قریب صحیح صحیح ترکیبیں صحیح وزن تجربہ کرنے کے بعد درج کیئے گئے ہیں سینکڑوں بہنوں نے اس کتاب کی تعریف میں خطوط لکھے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی کتاب اُردو زبان میں شایع نہیں ہوئی بہت محنت اور صدہا روپوں کے خرچ سے طیار کی گئی ہے اور ۸۰ عصمتی بہنوں کی محنت کا نتیجہ ہے

قیمت عہ مجلد عہ

عصمتی کروشیا

جسمیں کروشیا کے اچھے اچھے صاف نمونے ہیں ۱۱ دلآویز جھالریں۔ ۶ خوبصورت کونے ۵ انسرشن بھی ہیں ہر نمونہ کے متعلق ہدایتیں اسقدر عام فہم دی گئی ہیں کہ لڑکیاں بہت آسانی سے بنا سکتی ہیں۔ کروشیا کا شوق رکھنے والی لڑکیوں کے لیے بہترین تحفہ ہے قیمت ۱۲/

عصمتی کشیدہ

اس کتاب کی مدد سے لڑکیاں کشیدہ کاری کے نہایت عمدہ عمدہ پھول بیلیں گلدستے وغیرہ بنا کر پلنگ پوش، میز پوش، چادروں، پردوں، ساڑیوں، قمیصوں، بچوں کے فراکوں وغیرہ میں چار چاند لگا سکتی ہیں اور پھوہڑ لڑکیاں اس کتاب کی بدولت ہنرمند اور سگھڑ لڑکیاں اس فن کی ماہر ہو سکتی ہیں۔ قیمت صرف عہ

پتہ:- مینجر عصمت دہلی

جملہ حقوق محفوظ

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۴۵ | بابت ماہ اکتوبر سنہ ۱۹۳۰ء | نمبر ۴

۹ تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ **قسم خاص** (جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں) ۱۰ روپیہ رؤسا سے ۲۵ روپیہ والیانِ ریاست سے ۱۰۰ روپیہ فی پرچہ ۱ر **قسم اول** (جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے) ۵ روپیہ فی پرچہ ۸ر **قسم دوم** (جس کے مضامین، تصاویر، ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہلکا ہوتا ہے) ساڑھے تین روپیہ فی پرچہ ۵ر

تربیت گاہ بنات دہلی

عصمتی بہنوں اور بچیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تربیت گاہ کا نیا سشن اکتوبر سے شروع ہوتا ہے اور ستمبر میں مجھکو یہ فیصلہ کر دینا پڑتا ہے کہ میں نئی درخواستوں میں کس قدر نئی بچیاں لے سکتا ہوں مگر مجھکو تعجب ہے کہ اس مہینہ میں روپیہ اسقدر کم ہے کہ میں اسوقت تک فیصلہ نہ کر سکا۔ میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ یتیم بچیوں کے معاملہ میں میری ذمہ داری نہایت نازک ہو جاتی ہے نہ انکار کر سکتا ہوں نہ اقرار کر سکتا ہوں۔ مجھے اُمید ہے کہ بہنیں ان چند سطروں کو پڑھنے کے بعد جسقدر جلد ممکن ہوگا توجہ فرمائیں گی تاکہ یتیم و نادار بچیاں جو دانہ غلہ کے واسطے انکے دروازہ پر آتی ہیں مایوس و ناکام ہو کر اغیار کی چوکھٹوں پر نہ پہنچنے پائیں۔ میں آیندہ پرچہ میں مفصل کیفیت لکھوں گا اور بتا سکوں گا کہ کس قدر بچیاں لی گئیں اور کتنی بچیوں کو لینے سے قاصر ہوں۔ میں اسوقت صرف ناظرین عصمت کو اس اشد ضرورت پر متوجہ کرتا ہوں اور یہ دریافت کرتا ہوں کہ کیا اس مہینہ میں انھوں نے تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کو فراموش کر دیا؟

راشد الخیری

عصمتی دسترخوان کے دوسرے حصے

۲۰ر اکتوبر تک

عصمتی دسترخوان کے دوسرے حصوں کے لیے جو بہنیں تجربہ کرنیکے بعد ترکیبیں بھیجنا چاہیں ۲۰ر اکتوبر تک بھیج سکتی ہیں۔ لیکن براہِ کرم ان ہدایتوں کا پورا پورا خیال رکھیں جو سالگرہ نمبر میں شایع ہو چکی ہیں ورنہ ساری محنت رائگاں جائے گی۔ جن بہنوں کی طرف سے ترکیبیں موصول ہو چکی ہیں ان سے بھی درخواست ہے کہ اگر انکو کسی ترکیب میں کسی غلطی کا ذرا بھی احتمال ہو تو مہربانی فرما کر ۲۰ر اکتوبر تک مجھے اطلاع دے دیں۔

آمنہ نازلی

مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اُردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو درجہ معراج پر پہنچایا۔ جذبات نسوانی کی درد و اثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم مصنف نے کی ہے زبان اُردو ہمیشہ اس پر ناز کریگی ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھ کر آنسو بہائے بغیر رہ سکے، شہنشاہ ٹریجڈی کے وہ معرکتہ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شایع کئے جا رہے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل مجموعہ اس وقت تیار ہیں:-

جوہرِ عصمت

۱۳ سبق آموز افسانے

(۱) مظلوم بیوی کا پاکیزہ جھونپڑا (۲) سکی بہن (۳) اگلی محبتیں (۴) فسانہ تنویر (۵) بیگناہ کا قتل (۶) بہاورج کا کنبہ (۷) مامون الرشید کا دربار اور ایک بیچی عورت (۸) عدل جہانگیری، شہنشاہ جہانگیر کا فیصلہ (۹) بلبل کی شہادت (۱۰) ملکہ شہرزاد (۱۱) برقع کی مستحق (۱۲) غلط فہمی (۱۳) خاتمہ بالخیر۔ ان ۱۳ افسانوں میں دکھایا گیا ہے کہ شریف عورت اپنی عزت و عصمت کے مقابلہ میں دنیا کا کس طرح مقابلہ کر سکتی ہے انتہا سبق آموز اور مؤثر افسانے ہیں ان افسانوں کی دھوم مچ چکی ہے بہت مشہور و مقبول کتاب ہے قیمت ۱؎

سیلاب اشک باتصویر

۷ درد انگیز افسانے

(۱) یہ ستارِ محبت (۲) ملوجن کے ۳ رنگ ایک خود دار لڑکی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر محو حیرت کر دیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال۔ میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں، خودداری اور ایثار کسے کہتے ہیں ضمیر ایمان کیا کام کرتا ہے (۴) حج اکبر ماں کا دل کس قسم کی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں (۵) عدل گلبدن، شہنشاہ بابر کی لختِ جگر شہزادی گلبدن بیگم کی شجاعت صلۂ کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) بیقصور بھی بے انتہا مؤثر افسانے (۷) ثریا کا تخیل ہر افسانے کے ساتھ زرکثیر صرف کرکے بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں عہ

ملنے کا پتہ:- **منیجر عصمت** دہلی

حقوق نسواں

حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ اس سال حیدر آباد دکن تشریف لے گئے تو کئی زنانہ جلسے ہوئے سب سے پہلا جلسہ انجمن خواتین دکن کی طرف سے محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کے دولت خانہ پر زیر صدارت بیگم صاحبہ نواب مرزا یار جنگ ۱۰ ستمبر کو منعقد ہوا اور گو صغرا منزل شہر سے قریباً پانچ چھ میل دور ہے ڈیڑھ دو سو معزز تعلیم یافتہ خواتین نے شرکت فرمائی چونکہ دورہ دکن کے سبب علامہ محترم کا کوئی مضمون ہم اس پرچہ کے لیئے حاصل نہ کر سکے اس لئے وہ تقریر جو اس جلسہ میں کی گئی شائع کی جاتی ہے۔ اور ہم ممنون ہیں سید وزیر حسن صاحب کے جنہوں نے اس تقریر کو قلمبند فرمایا۔ (ایڈیٹر)

بہنوں اور بیٹیوں۔ مجھکو جس موضوع پر اس وقت تقریر کرنی ہے وہ حقوق نسواں ہے۔ حقوق نسواں حقیقتاً اسلام کا کوئی ایسا اہم مسئلہ نہیں ہے کہ ہر چہار طرف سے اس کی صدائیں بلند ہوں۔ مذہب مقدس نے جس طرح اور بہت سے حقوق کی حدود مقرر کر دی ہیں مثلاً حقوق اولاد، حقوق والدین، حقوق ہمسایہ وغیرہ وغیرہ اسی طرح اس مسئلہ کو بھی صاف کر دیا ہے مگر اس مسئلہ کی اہمیت اس لیئے بڑھ گئی کہ خاندان مغلیہ کے زوال کے ساتھ ہی گذشتہ دو بلکہ قریب قریب تین صدی سے مسلمان مرد نے اس میں دست اندازی شروع کر دی اور جس صنف کو اپنے فنون سپاہ گری و حرب پر ناز تھا اور جس کی خدمات جنگ و میدان جنگ کی تیار داری پر تاریخ شاہد ہے اسکا معیار شرافت یہ ٹھیرا کہ اس کی آواز تک غیر مرد نہ سننے پائے۔ آج سے نصف صدی پیشتر کا دور میں نے خود اپنی آنکھ سے دیکھا ہے اور یہ وہ وقت ہے کہ مسلمان عورت کے واسطے لکھنا سیکھنا گناہ سمجھا جاتا تھا ہاں کچھ خاندان ایسے تھے جو پڑھانا جائز سمجھتے تے اور وہ بھی قرآن مجید کی بدولت۔ گو یہ دور ختم ہو چکا مگر اب بھی ایسے افراد موجود ہیں جو اس دور کے مدعی اور اس روش کے حامی ہیں۔

امر واقعہ یہ ہے کہ مسلمان مرد نے جب عورت کے غصب حقوق کی ابتدا کی تو اسکو سب سے زیادہ مدد اس گروہ سے ملی جو حقیقتاً نہیں صرف کہنے کو علماء اسلام سے تعبیر ہوتا تھا میں یہ نہ سمجھ سکا کہ ان دعوؤں میں فریقین کلام الٰہی اور احادیث نبوی کی آڑ پکڑ کر الفاظ مقدس کی توہین کیوں جائز سمجھتے ہیں میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جب فریق مغلوب کو جواب کا یارا نہیں رہتا تو وہ بجائے اپنی شکست

تسلیم کرنے کے قرآن اور حدیث کا حوالہ صرف اس لیے دیتا ہے کہ غالب کو مرعوب کرے اور اپنا کام نکالے جب مسلمان کلام الٰہی کی غلط تاویل کر سکتے ہیں اور حدیث بھی وضع کرنے پر قادر ہیں تو مجبوراً ہم کو تاریخ سے مدد لینی پڑے گی اور دیکھنا پڑے گا کہ وہ ذات مقدس اس وقت جب دنیا کا ہر ذرہ عورت کو ٹھکرا چکا تھا اس انسانی ہستی کا کیا فیصلہ کر گئی رسول اکرم صلعم نے عورت کو ان الفاظ میں عزت دی۔

"عورتوں کی عزت وہ لوگ کرتے ہیں جو شریف ہیں اور توہین وہ کرتے ہیں جو پاجی ہیں"

ان سدا بہار پھولوں کی موجودگی میں جو حضور اکرم کے منہ سے جھڑ کر عورت نے اپنے گود میں لیے اس کے خلاف کوئی حدیث ہو تو صحیح نہیں ہو سکتی۔ عورت نے جفاکشی اور ایثار سے یہ حقوق حاصل کیے ہیں اگر مرد دعوےٰ کرے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے سب کچھ اسلام کے لیے قربان کیا تو دوسری طرف بی بی خدیجۃ الکبریٰ کے ایثار اور قربانیوں پر بھی مسلمان عورتیں ہمیشہ فخر کرینگی۔ عورت نے اسلام سے جو کچھ حاصل کیا اپنی خدمات کے صلہ میں۔ ایک لڑائی میں جب یہ مشہور ہوا کہ رسول اللہ شہید ہوئے تو ایک عورت میدان جنگ میں آتی ہے۔ متواتر پانچ عزیزوں کو شہید دیکھتی ہے۔ باپ۔ بھائی، شوہر، بیٹا، بھتیجا۔ وہ انکی کچھ پرواہ نہیں کرتی اور آگے بڑھ کر کہتی ہے کہ رسول اللہ کا چہرہ اقدس دیکھنا چاہتی ہوں جب اسے جواب ملتا ہے کہ رسول اللہ زندہ ہیں تو خدا کا شکر ادا کرتی ہے اس کے یہ الفاظ تاریخ اسلام میں ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ اگر یہ صحیح ہے کہ تیرا رسول زندہ ہے تو یہ سب قربان ہیں۔ عورت کے اس ایثار کا جواب آسانی سے نہیں مل سکتا۔ میدان کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام نے جو قربانیاں کیں وہ مردوں ہی ختم نہ تھیں جوان بچوں کو ناموس اسلام پر قربان کرنے والی ایک عورت بھی بھی تھی زینب بنت علیؑ۔

اسلام سے پہلے عورت کی کیا حالت تھی۔ روم اور یونان میں اس کے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا غور کرنے سے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ تاریخ نہیں بھلا سکتی کہ وہ عورتیں نذر آتش ہوتی تھیں جو بچے پیدا نہ کر سکیں۔ باپ جس کل چاہتا مارتا پیٹتا تھا شوہر کو حق حاصل تھا کہ جیسا جی چاہتا سلوک کرتا۔ عورت کو سانپ اور بچھو کا خطاب اسی سرزمین نے عطا کیا ہے جو آج تہذیب و ترقی کی مدعی ہے۔ عرب کی حالت بھی عورت کے معاملہ میں ایسی ہی تھی اور گڑھے کھود کر لڑکیوں کو زندہ گاڑا جاتا تھا۔ حضرت عاصم نے جو صحابہ رسول اللہ ہیں ایک موقع پر بیان کیا کہ میں نے اپنے ہاتھ سے چار زندہ لڑکیاں دفن کیں۔

میری بچیوں ان واقعات پر غور کرو کہ مذہب مقدس نے تمہیں کہاں سے کہاں پہنچا دیا۔ یاد رکھو جس پاک مذہب نے تمہیں جانور سے انسان پتھر سے ہیرا اور لونڈی سے گھر کی ملکہ بنا دیا اس سے الگ

رہ کر تم ہرگز ہرگز ترقی نہیں کر سکتیں۔ مسلمان عورت کا سب سے پہلا فرض ان حقوق سے باخبر ہونا ہے جو مذہب اور سوسائٹی نے اس پر عائد کیے ہیں۔ لیکن سوسائٹی کے یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ مغربی خواتین کی نقالی سوسائٹی کی ضروریات میں سے سمجھی جائے۔ اور مسلمان عورت تعلیم یافتہ ہو کر بال کٹوائے اور نیم عریاں لباس پہننے میں اس بی اے یا ام اے خاتون سے جو احکام اسلام کو بھلا اندھا دھند تہذیب مغرب کی تقلید کر رہی ہے اس عورت کو ہزار درجہ بہتر سمجھتا ہوں جو کچھ زیادہ تعلیم یافتہ نہ ہو مگر بہ حیثیت بیٹی۔ بیوی اور ماں کے ان فرائض کو بخوبی انجام دے رہی ہو جو اسلام نے اس پر عائد کیے ہیں +

اس کے بعد مولانا صاحب قبلہ نے تربیت گاہ بنات کے متعلق بتایا کہ کن اصولوں پر قایم کی گئی ہے اور سات سال سے کیا کام کر رہی ہے۔ پھر فرمایا کہ حیدر آباد سے مسز مولوی محمد یونس ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولس۔ مسز لیاقت اللہ صاحب اکزامنر حسابات۔ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ۔ مسز سید محمد تقی صاحب ناظم تربیت گاہ کو دیکھ آئی ہیں اور اس کے متعلق نہایت اچھی رائے رکھتی ہیں اور خوش قسمتی سے اس وقت غالباً تشریف فرما ہیں۔ میں عام چندہ نہیں کرتا اپنی عصمتی بہنوں اور بناتی بچیوں ہی کو متوجہ کرتا ہوں کہ میں ہر سال تین چار ہزار روپیہ اس دورہ میں فراہم کر لیتا ہوں مگر میں چاہتا ہوں کہ اگر اس سال روپیہ زیادہ ہو جائے تو تربیت گاہ کے واسطے ذاتی مکان خرید لوں +

راشد الخیری

پردہ پر میرا خیال

محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ام۔ اے۔ آر۔ ایس۔ (حیدر آباد دکن) کا ایک مضمون مذکورہ بالا عنوان کے ماتحت اب کے سالگرہ نمبر عصمت میں چھپا ہے۔ ہماری لایق و فاضل اور سیاح بہن موصوفہ کا اسم گرامی اس مضمون کی اہمیت کے لئے کافی ہے۔ اس لیئے بڑی توجہ کے ساتھ یہ مضمون پڑھا کہ شاید مروجہ پردے کے خلاف اور آجکل کے نام نہاد اسلامی پردے کہ حقیقت میں بے پردگی ہے) کے حمایت میں کچھ قوی دلائل بھی نظر سے گزریںگے۔ مگر اول سے آخر تک دھوکے کا طلسم ہی طلسم رہا۔ جس کی ہر مثال طفلانہ فہائش سے بڑھکر کوئی تشفی بخش ثابت نہ ہوئی۔ آپ تحریر فرماتی ہیں۔

"اکثر مرد یہی چاہتے ہیں کہ موجودہ پردہ ترک کر دیا جائے مگر رواج کے ڈر سے اسکو عملی جامہ پہنایا نہیں جاتا۔ بعض لوگ دل کڑا کرکے اپنے بیوی بہنوں وغیرہ کو پردے سے باہر نکال رہے ہیں لیکن زبانی جمع خرچ بہت ہے اور کاغذی گھوڑے بہتکے دوڑ رہے ہیں۔ کوئی تو ان گھوڑوں کی روک تھام کرتا ہے اور کوئی بے لگام چھوڑ دیتا ہے "

"اسکا جواب میرا مضمون "بے پردگی کے شیدائی آنکھیں کھولیں" صاف بتا دے گا کہ شاہ امان اللہ خاں جیسے بہادر جاکی نے اس گھوڑ دوڑ میں کیسے منہ کے بل کھائی۔

آگے چل کر آپ کچھ ایسے بے جوڑ مثالوں سے پردے جیسے محفوظ حصار کو قصر نسائیت سے ایکدم منہدم کرنا چاہتی ہیں۔ جو خداوند علیم نے عورتوں کے لیئے اسکو کئی مصلحتوں کی بنا پر مستحکم فرمائی ہے۔ فرماتی ہیں۔

" دُنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو پردے میں رہ کر چمک اُٹھے یا ترقی کر سکے۔ سونا جب زمین کے پردے کو چاک کرکے باہر نکل آتا ہے تو اسکی قدر و قیمت ہوتی ہے۔ تمام دُنیا میں اسکا سکہ چلتا ہے اور حسینوں کے گلے کا ہار بنتا ہے۔ الماس بھی کان کنی کی محنت شاقہ کے بعد شرم و حیا کو بالائے طاق رکھکر کان سے باہر نکل آتی ہے تو قیمت میں بالا ہو جاتا ہے اور لوگ ہاتھوں ہاتھ اسے لیکر عزت دیتے ہیں اور بادشاہوں کے سر کے تاج کی زینت بنتا ہے۔ اور یہی حال آپ موتی کا بیان کرتی ہیں اور دوسری قسم کے جواہرات کا بھی۔"

میں کہتی ہوں اور آپکے تحریر کو دیتے ہوئے کہتی ہوں۔ کہ مذکورہ بالا چیزیں جب انکے قدردانوں کے کوشش بلیغ کے بعد اپنے قدرتی پردے سے باہر نکل آتی ہیں۔ تو قدر و قیمت میں بالا ہو جاتی ہیں اور اپنی پردہ داری و کمیابی کی خصوصیت کی وجہ بادشاہوں کے تاج کی زینت اور خاص لوگوں کے گلے کا ہار بننے کی وقعت حاصل کرتی ہیں۔ نہ کہ کوڑیوں کے مول ہر کس و ناکس کے بے تھالی کا بیگن بن جاتی ہیں۔ اور کانوں و سیپوں کے قدرتی پردے سے باہر نکل آنے پر بھی کیس محفوظ طریقوں سے کئی تہوں میں مقفل رکھکر مستعمل ہوتی ہیں۔ یہ انکا کان وغیرہ سے باہر نکلنا آپکے کہنے کے بموجب شرم و حیا کو بالائے طاق رکھکر ہاتھوں ہاتھ ہونے کے معنی نہیں رکھتا۔ جو یہ مثال پیش کرکے آپ عورتوں سے شرم و حیا جیسی مستحسن صنعت کو اُڑا دینے کے متمنی ہیں کہ شرم و حیا ایمان کا ایک جُز اور نسائیت کا اصلی و اعلیٰ جوہر ہے ✦

اسی طرح کنواں اور تالاب کی مثال بھی ہمیں یہاں نہیں جچتی کہ اس کے مطابق عورتوں سے بھی ایک مخلوق سیراب ہو سکے۔ اور یہی جواب آفتاب و مہتاب اور مذہب وغیرہ کے مثال کا بھی ہے۔ کیونکہ ہر ایک چیز کے لیئے ایک ہی حکم نافذ نہیں ہو سکتا۔ مرد جو اس پردے کی قید و بند سے ہر طرح بالکل آزاد ہیں۔ تو پھر کونسی وجہ مانع ہے کہ یہ آفتاب و مہتاب نما ہر مرد کی روشنی عالمگیر نہ ہو۔ بلکہ بہت سے گھروں میں یہ بے پردہ درخشندہ ہستیاں تاریکی

کا موجب بنی ہوئی ہیں۔ اور یہی پردہ دار عورتیں انکے تاریک گھروں کو روشن کرنے والی ثابت ہوا کرتی ہیں۔ جنہیں آپ اپنے مضمون کے آخر میں مردہ اور بلی کی غلاظت جیسی نجس چیز سے تشبیہ دیکر اپنی جنس کا انتہائی ذلت سے مضحکہ اڑا رہی ہیں جب پردہ ایسی نجس و ناپاک چیز ٹھیرا تو اسے سرے سے ہی اُڑا دینا چاہئے کہ بری اور ایسی بری چیز تو ایکدم پھینک دینے کے قابل ہے۔ پھر اسے اسلامی یا رواجی پردے کی بحث ہی کیا اور کس لئے۔

آخر میں ایک جگہ آپ یہ بھی فرماتی ہیں کہ۔

"اب بھی بڑی بڑی صاحب کمال عورتیں دُنیا میں موجود ہیں مگر افسوس مروجہ پردے کی پابندی میں وہ بالکل بے دست وپا ہوگئی ہیں کہ انکے حسن وفیض اور علم وہنر سے کوئی واقف نہیں اور نہ کسی کو فایدہ پہنچتا ہے۔ وہ اپنی چاردیواری سے نکل کر اس مثل کے مطابق "جس گھر میں میانہ آئے اس گھر سے ڈولہ نکلے" قبر میں چھپ جاتی ہیں۔"

آپ کے اس کہنے کا واحد سبب مروجہ پردہ ہی نہیں۔ بلکہ دوسرے بہت سے اسباب ہیں۔ تاہم بہت سی عورتیں پردہ میں رہ کر بھی وہ وہ کارہائے نمایاں کر گزرتی ہیں کہ جس پر مرد بھی عش عش کرتے رہ جاتے ہیں۔ حال ہی تازہ نظیر مرحومہ مغفورہ بیگم صاحبہ بھوپال کی پردہ دار زندگی اور انکے عدیم المثال کارنامہ ہمارے سامنے موجود ہیں جو روز روشن کی طرح چمک کر ایک زمانہ کو محو حیرت بنا رہے ہیں۔ اسی طرح یہ مقولہ "کہ جس گھر میں میانہ آئے اس گھر سے ڈولہ نکلے" جس معنے کے اعتبار سے استعمال ہوتا ہے وہ اپنے گہرائیوں کو لیئے ہوئے اس قدر سبق آموز ہے کہ وہ عورت کو وفاداری مستقل مزاجی۔ فرض شناسی اور ہر حالت میں نباہ کے اصولوں پر کاربند رہنے کا درس دیتا ہے جو عورت کے لیئے از بس ضروری ہے۔ ورنہ متلون مزاجی اور ہرجائی پن عورت کی قدر وقیمت اور وقعت کو بالکل گھٹا دیتا ہے جو آجکل زمانہ میں کثرت سے ہو رہا ہے۔

غرض یہ مضمون اپنے طبیعت کے تقاضہ پر میں نے جواب میں لکھا ہی تھا۔ کہ ایک قابل احترام مسلمہ خاتون کراچی میونسپل اُردو گرلز سکول کی ہیڈ معلمہ مسز محمد یوسف صاحبہ کی ایک نظم ابھی ابھی میری نظر سے بھی گزری۔ جو پہلے میسائی تھیں اس لحاظ سے آپ بے پردگی کے آزاد فضا میں بڑھیں پلیں۔ مگر اسوقت دائرہ اسلام میں آتے ہی اسلامی نکتہ نظر سے آپ پردے کے تقدس وفلسفہ کی کس قدر معتقد وقائل معلوم ہوتی ہیں۔ اور جس پردے کو بلی کی غلاظت سے تعبیر کیا گیا ہے اسی پردے کو اس نظم میں حجاب خداوندی وغیرہ قابل احترام تشبیہات سے کس قدر رونق دی ہے وہ قابل ملاحظہ ہے لہذا وہ نظم بجنسہ ذیل میں نقل کرتے ہیں۔

نظم پردہ

عورتوں کی عزت وشرم وحیا پردے میں ہے
یہ حجاب ایسا ہے پردہ خدا پردے میں ہے
جھوٹے موتی کی نہیں کچھ قدر ہے وہ آشکار
قدر اس کی ہے جو در بے بہا پردے میں ہے
وہ قیامت تا قیامت جس کے ہیں سب منتظر
اس کا دن از ابتدا تا انتہا پردے میں ہے
حسن ظاہر سے زیادہ حسن باطن ہے عزیز
جسکو سیرت کہتے ہیں۔ اسکا پتہ پردے میں ہے
ہوگیا معلوم تو پھر ہر دُعا مقبول ہے
اسم اعظم خاص وہ نام خدا پردے میں ہے
جسم کہتے ہیں جسے۔ بے پردہ اور فانی ہے وہ
روح کہتے ہیں جسے۔ اصل بقا پردے میں ہے
ہے قیامت کا یقیں۔ ایمان بھی بالغیب ہے
آخر انجام ہر ایک کام کا پردے میں ہے
شاد ہر فرد کہ سب ہیں دوزخی۔ ہم جنتی
تا دم مُردن سزا ہو یا جزا پردے میں ہے
شوق سے بے پردہ بن جاتی ہے بی۔ اے کی سند
کچھ خبر بھی ہے کہ قسمت کا لکھا پردے میں ہے
ہیں ریائی سب عمل بے کار لازم ہے خلوص
جو عمل مقبول ہے وہ بے ریا پردے میں ہے
شمع بے فانوس رہتی ہے۔ وہ بجھتی ہے ضرور
ہے فنا بے پردگی میں۔ اور بقا پردے میں ہے
جس کی طالب ہے دُعا اُس کا پتہ پردے میں ہے
صورت مقصود شکل مدعا پردے میں ہے
کوئی کہتا ہی نہیں۔ خود ڈاکٹر ہو یا حکیم
موت کا دن ہو۔ کہ خود روز شفا پردے میں ہے

سردار محمدی بیگم بنت نواب موم اٹائی لونی۔ علا؟

ایک بے بُنیاد الزام

حضرت آدم کے جنت سے نکلنے کی وجہ ہرگز حضرت حوّا نہیں تھیں

مندرجہ بالا عنوان پر عصمت کے سالگرہ نمبر میں محترمہ عطیہ نصرت خانم صاحبہ کا مضمون شائع ہوا۔ جس میں انھوں نے علماء عصر سے حوّا کے سر سے آدم کو بہشت سے نکلوانے کی پُرانی لعنت دُور کرنے کی استدعا کی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ جو قوم آپ اپنی مدد نہیں کرتی میں بھی اس کی مدد نہیں کرتا۔ پس اس الزام کو دھونے کی ذمہ داری خود عورت کے نازک کندھوں پر عاید ہوتی ہے نہ کہ مرد کے۔ ہمیشہ مدعی کے ذمہ جرم کا ثابت کرنا ہوتا ہے اور بریت مدعا علیہ کے ذمہ

اس میں کوئی شک نہیں کہ اس قسم کی بے بنیاد روایتیں ہمارے مذہبی اُصول نہیں ہیں۔ بلکہ مفسرین نے یہود و نصاریٰ کی کتب سے اخذ کر رکھے ہیں۔ کسی غیر مذہب کی کتب میں سے کوئی عقاید کو واضع کرنے کی ذمہ داری ہمارے سروں پر عاید نہیں ہوتی۔ وہ اس کے پیروان کے ذمہ ہے۔ ہمیں تو یہ غور کرنا چاہیئے۔ کہ ہمارا مذہب اس بارہ میں کیا فرماتا ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ یا آدم اسکن انت و زوجك الجنة وکلا منها رغدا حیث شئتما ولا تقربا هذه الشجرة فتکونا من الظالمین ترجمہ اے آدم رہ تو اور تیری بیوی جنت میں اور کھاؤ اس میں سے بافراغت جہاں سے کہ چاہو تم۔ لیکن مت قریب جاؤ شجرہ کے ورنہ تم اپنے اوپر ظلم کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔

اور ایک دوسرے موقع پر فرماتے ہیں۔ کہ ہمنے آدم کو بہت سی باتیں سکھائیں۔ اور فرشتوں کو حکم دیا کہ تم اسکو سجدہ کرو۔ اور اس کے مطیع ہو جاؤ۔ چنانچہ تمام فرشتوں نے فرمانبرداری کی لیکن شیطان نے ابا و استکبار کیا۔ اور انسان کے فرمانبردار ہونے سے انکار کر دیا۔

ان آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور تکمیل انسانیت کے لیئے حوّا کو بھی پیدا کیا اور جہاں انکو اور باتیں سکھائیں۔ ان میں ایک یہ بھی نصیحت کی۔ کہ جہاں سے چاہو تم بافراغت کھاؤ اور پیو لیکن شجرہ کے نزدیک نہ جانا اور نہ تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے ہو جاؤ گے۔ اب

اختلاف شجرہ کے معنوں میں ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم اُردو فارسی انگریزی میں بھی لاتعداد ایسے الفاظ دیکھتے ہیں۔ کہ جن کے معنے موقع و محل کے مطابق تبدیل ہو جاتے ہیں۔ چونکہ عربی ایک کامل اور جامع زبان ہے لہٰذا اس میں بھی ایسے بہت سے الفاظ ملتے ہیں جن کے معنے زیر و زبر کے فرق میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اور کئی ایسے الفاظ بھی ملتے ہیں جن کے معنے موقع و محل کے مطابق بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ شجرہ کے معنے درخت کے بھی ہیں۔ اور مستند عربی لغت میں شجرہ کے معنے نفاق کے بھی لکھے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ آدم علیہ السلام کو اس بات کی نصیحت کرتے ہیں۔ کہ تم دُنیا میں رہو جو کچھ چاہو کھاؤ اور پیو۔ لیکن نفاق کے قریب بھی مت جانا۔ ورنہ تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے بن جاؤ گے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں نہایت ہی لطیف پیرایہ میں میاں بیوی کو نصیحت کی ہے کہ اگر تم آپس میں اتفاق و محبّت سے رہو گے تو دُنیا تمہارے لیئے جنت کی مثال بن جائے گی۔ اور اطمینان قلب تم کو حاصل ہو جائے گا۔ جو کہ خاص اہل جنت کا تحفہ ہے۔ لیکن اگر تم آپس میں نا اتفاقی اور پھوٹ ڈالو گے تو یہی دُنیا تمہارے لیئے دوزخ کا نمونہ بن جائے گی۔ اور تم ایک دوسرے پر ہی ظلم نہیں کرنے لگو گے بلکہ اپنے نفسوں پر ظلم کرنے لگ جاؤ گے۔ چنانچہ میاں بیوی کی فلاح و بہبود اس حد تک وابستہ ہوتی ہیں۔ کہ ایک کا دوسرے کی حق تلفی کرنا خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کے مترادف ہے۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ فازلهما الشیطن فاخرجهما مما کان فیه وقلنا اهبطو بعضکم لبعض عدوٌ ولکم فی الارض مستقرٌ ومتاعٌ الیٰ حین ط۔ ھما کی جو ضمیر ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاعل تو شیطان ہے لیکن مفعول دونوں ہیں۔ اور فَاَخْرَجَهُمَا میں بھی دونوں کا نکالنا پایا جاتا ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں نے اللہ تعالیٰ کی نصیحت کو فراموش کر دیا۔ اور شیطان کے بہکانے میں آگئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ دُنیا کی جنت جو کہ میاں بیوی کا آپس کا اتفاق ہے اس میں سے ان کو نکال دیا گیا۔

ان آیات میں نہ تو گندم کا درخت پایا جاتا ہے نہ بہکانے کا فعل حضرت حوا کا ثابت ہوتا ہے اور اس گمراہی میں آدم کا پاک ہونا اور صرف حوا کا دامن ملوث ہونا پایا جاتا ہے۔ بلکہ یہ روایتیں کہ حضرت حوا نے حضرت آدم کو بہکا کر گندم کھلا دیا تھا اس لیئے وہ جنت سے نکالے گئے۔ نصاریٰ کی مذہبی کتابوں میں پائی جاتی تھیں۔ پس ہمارے علماء نے بھی روایت قایم رکھنے کے لیئے اسی نقطۂ نگاہ کو مدِ نظر رکھکر معنے کر دیئے۔ اور بدی ساری حوا کے سر ڈال دی گئی۔ آدم کے بیٹوں نے تو قلم و علم کے زور سے حقِ فرزندی یوں ادا کیا کہ آدم کی ذات کو اس الزام سے بری کر دیا اور تمام ذمہ داری حوا کے کندھوں پر ڈالکر ابدی

لعنت کا طوق اس کے گلے میں پہنا دیا۔ لیکن حوا کی بیٹیاں اپنی جہالت کے باعث ایسی نالایق پیدا ہوئیں کہ ہزارہا سال اپنی ماں کو موردِ لعنت ہوتا ہوا دیکھکر بھی انکی رگِ حمیت میں جوش نہ آیا۔ کہ اس سرتاپا دروغ روایت سے اپنی بزرگ ماں کے دامن کو پاک کرتیں۔ اب مردوں کو کیا پڑی تھی کہ حوا کی بریت ثابت کرتے انکو تو اپنی عارضی فوقیت کو قایم رکھنے سے سروکار تھا۔

در اصل حوا کے سر پر اس ابدی گناہ کا ذمہ دار ہمارا مذہب نہیں بلکہ یہودیت اور نصرانیت ہے ہمارا مذہب تو جہاں حوا کے سر سے یہ الزام دُور کرتا ہے وہاں میاں بیوی کو آپس میں اتفاق و محبت کے ساتھ رہنے کی نہایت تاکید کرتا ہے اور اسکو دُنیا کی جنت بتاتا ہے اور آپس کی نااتفاقی سے دور بھاگنے کا مشورہ دیتا ہے۔ اور اسکو دُنیا کی دوزخ اور اپنی جانوں پر آپ ظلم کرنے کے مترادف بتاتا ہے چنانچہ دُنیا میں آئے دن کے مشاہدات اس اصول کی سچائی کو پیش کرتے رہتے ہیں۔ کہ نفاق کے راستہ پر چلنے والی اقوام ضرور تباہی کے گھاٹ اُتر جاتی ہیں۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے تنزل کا باعث عورت کی ذات نہیں ہوئی بلکہ آپس کی ناچاقی اور خانہ جنگی ہوئی ہے چنانچہ مسلمانوں کی عظیم الشان سلطنتوں کی بربادی کا باعث بھی یہی اصل ہوا۔ باقی رہا ملکہ ثریا کا امان اللہ خاں کی بربادی کا باعث ہونا یہ مردوں کی غلط ذہنیت کا باعث ہے غلطی خود کرتے ہیں اور نشانۂ ملامت عورت کی ذات کو بنایا جاتا ہے۔ قرینہ کی بات ہے کہ پانی ہمیشہ ڈھلان ہی کا رخ کرتا ہے۔ مرد اپنی فوقیت کو قایم کرنے اور زاید از ضرورت طول دینے کے لیئے عورت کی ذات کو بدیوں کا منبع اور برائیوں کا مخزن بناتا آیا ہے۔ لہٰذا ان تمام الزامات کو دامن عورت سے دھونا آجکل کی ہی صاحبِ علم و قلم مستورات کا فرض ہے پس بہنوں کو ان باتوں کی طرف خاص توجہ کرنی چاہیئے۔ اگر عورت نے ہاتھ میں قلم پکڑ کر عورت کی عزت کو قایم نہ کیا۔ اور عورت کے راستہ سے کانٹے نہ ہٹائے عورت کی فلاح و بہبود کی تدابیر نہ پیش کیں۔ تو اس نے کیا ہی کیا!

اخیر میں خداوند کریم کے حضور میں دُعا کرتی ہوں کہ یا الٰہی جمیع مسلمانوں کو آپس میں محبت و آشتی کے ساتھ ساتھ زندگی گذارنے کی اور آپس کے نفاق کے تمام طریقوں سے بچکر چلنے کی توفیق دے۔ اور اپنی مذہبی کتاب کلامِ پاک کو خوب سمجھنے کی اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عنایت فرما آمین رب العالمین ؎

فضل النسا بیگم از جھی (سندھ)

ایک جرمن ڈاکٹر کا حیرت انگیز تجربہ

از جناب پروفیسر ستار خیری ایم اے برلن جرمنی

جرمنی کے مشہور شہر کیونگز برگ KONIGSBERG. کے عورتوں کے مشہور ڈاکٹر پروفیسر اونٹر برگر PROF. UNTERBERGER. کے حیرت انگیز تجربوں کے متعلق جو رسالہ UMSCHAU IN WISSENSCHAFT TECHNIC نے لکھا ہے اگر وہ صحیح ہے تو ڈاکٹر موصوف کا انکشاف دنیا میں ایک انقلاب پیدا کر دے گا اور ہزاروں اجتماعی مسئلے جو آجکل یورپ کے مدبروں کے دماغ پگھلے کر رہے ہیں بآسانی حل ہو جاوینگے مگر ساتھ ہی یہ احتمال ہے کہ اور دوسرے موجودہ مسئلوں سے بھی زیادہ پیچیدہ مسئلے پیدا ہو جائیں گے۔

ڈاکٹر صاحب کو یہ معلوم تھا کہ بیکاربونیٹ آف سوڈا BICARBONIC OF SODA. جس کا علمی فورمولا NA HCO3. ہے طب حیوانی میں بہت استعمال ہوتا ہے اور اس کے ذریعہ سے جن گائیوں کے بچے نہیں ہوتے پھر ہونے لگتے ہیں۔ اس کی بناء پر انہوں نے سوچا کہ آیا اس کے استعمال سے عورتوں کا عقم بھی رفع نہ ہو سکے گا۔ چونکہ اس کے استعمال سے کسی قسم کا ڈر نہ تھا آپ نے موقع آتے ہی ایسی عورتوں کے علاج میں اس کا استعمال کیا اور اللہ نے کامیابی دی۔ عجیب اور حیرت انگیز بات یہ ہوئی ایسی جتنی عورتوں کے اولاد ہوئی سب کے ہاں اولاد نرینہ یعنی لڑکے ہوئے۔

اس کے بعد ان ڈاکٹر صاحب نے اس دوا کا استعمال ایسی عورتوں پر کیا جن کے ہاں اُب تک لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوئی تھیں اور جنکو اور جن کے خاوندوں کو لڑکے کا بہت ارمان تھا۔ چنانچہ ہر حال میں وہی کامیابی ہوئی۔ ابتک ایسے ترپن (۵۳) واقعات ہیں جن میں ہر ایک کے ہاں بغیر استثناء کے اولاد نرینہ ہوئی ہے۔ اگر یہ بات اور آئندہ بھی یوں ہی رہی اور ہر طرح کے علمی اور فنی تجربوں اور نظریات سے اس کی تائید ہوگئی تو ان ڈاکٹر صاحب کا یہ انکشاف حقیقت میں انقلاب خیز انکشاف ہوگا۔ یورپ میں جو ہر ملک میں مردوں میں محسوس کی ہے بہت جلد اوس کا علاج ہو جاوے گا صرف ڈر یہ ہے کہ پھر کہیں ایسا نہ ہو کہ ہر جگہ عورتوں کی کمی ہو جاوے جس سے اور بھی شدید مشکلات کا سامنا ہونے لگے۔

ہر چیز میں فائدے اور نقصان ہیں۔ ایک چیز کا بیجا استعمال تمام خرابیوں کی جڑ ہے ورنہ یہ

——

اکتشاف بھی بدں بہت مفید ہے۔ بہت سے خاندان ہیں جہاں صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہیں اور ماں باپ کو ایک لڑکے کا ارمان ہے۔ اب اللہ کی مدد سے یہ ارمان پورا ہو سکتا ہے۔

یہ دوا بیکار بونیٹ آو سوڈا بہت ہی عام دوا ہے۔ سوڈا واٹر میں جو ابال ہوتا ہے وہ اسی کی وجہ سے ہوتا ہے اور بیکنگ پاؤڈر۔ BAKING POWDER کا بڑا حصہ بھی سوڈا ہوتا ہے۔ مثانے اور گردے کی بیماریوں میں اکثر اس کا استعمال ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اکثر عورتوں کو جنکو گردے اور مثانے وغیرہ کی بیماریاں ہوتی ہیں ان میں یہ مادہ کم ہوتا ہے اور انکے ہاں اکثر لڑکیاں ہوتی ہیں۔ مجھکو یہاں میرے جان پہچان والوں میں کم از کم چار ایسی عورتیں معلوم ہیں جنکو یہ امراض ہیں اور جن کے ہاں لڑکیاں ہی لڑکیاں پیدا ہوئی ہیں۔ یہ صرف میرا خیال ہے میں کوئی ڈاکٹر نہیں۔

بہر حال ڈاکٹر موصوف کے تجربوں کی تائید ہونے پر میں انشاء اللہ پھر مفصل اس کے متعلق لکھوں گا اور وقتاً فوقتاً دیگر اس قسم کے اکتشافات ایجادوں وغیرہ کے متعلق عصمتی بہنوں کو اطلاع دیتا رہوں گا۔

بحرِ ہستی میں کبھی طوفان کی پروا نہ کر

از محترمہ نوشابہ خاتون صاحبہ قریشی بی۔اے

ہے جنوں تیرا نیا، پیدا نیا ویرانہ کر — وقفِ جولانی خدارا نجد کا صحرا نہ کر
قصۂ پارینہ ہے، عہدِ وفا کی داستان — بیوفائی کا مرتب، دہر میں افسانہ کر
یاد رکھ! ساحل پہ موجیں ہی تجھے لیجائیں گی — بحرِ ہستی میں کبھی، طوفان کی پروا نہ کر
جستجوئے شاہدِ مقصود ہے، گر ہمنشین! — موت کی پروا نہ کر۔ کچھ ہمت پروانہ کر
کوششوں پر منحصر ہے کامیابی، جب تری — پھر مقدر کا گلہ، اور چرخ کا شکوہ نہ کر
ہیں جنوں سامانیاں۔ تمہیدِ اسرارِ خرد — کچھ تو سعیِ ہوشمندی اے دلِ دیوانہ کر
وقفۂ عمرِ رواں میں، حال سے کچھ کام لے — ماتمِ ماضی ہے لاحاصل، غمِ فردا نہ کر
پھونکدے سرگرمیٔ روحِ عمل ہر ذرہ میں — انجمادِ افسردگی کا قلب میں پیدا نہ کر
فتنۂ خوابیدہ، جاگ اُٹھے، نہ اے عشر خرام! — چال سے اپنی قیامت دہر میں برپا نہ کر
کیف صہبائے اَلَستُ بِرَبِّکُم سے مست ہو — زندگی اپنی رہینِ گردشِ پیمانہ کر

ساس بہو کے جھگڑے اور اسکا علاج

ساس بہو کے جھگڑوں پر اخبارات و رسائل میں اکثر بحثیں ہوتی رہتی ہیں۔ اور یہ جھگڑے آج کے نہیں بلکہ قدیم سے چلے آتے ہیں۔ لیکن اب جبکہ زمانہ ترقی پر ہے اور قومی و انفرادی ہر نقائص کے اصلاح کی طرف مائل ہے۔ تو خانہ جنگی کا یہ نقص بھی قابل اصلاح مانا جا رہا ہے جس کے زہریلے اثر سے افراد سے خاندان۔ خاندان سے قوم اور قوم سے ملک سنبھلنے نہیں پاتے اور ہمیشہ قعر مذلت میں پڑے رہتے ہیں۔

اس دیرینہ مرض سے قوم کو نجات دلانے کے لئے کئی تجاویز بتائی جاتی ہیں جس میں ایک یہ کہ شادی ہوتے ہی بہو اور بیٹے کو الگ رکھا جائے۔ اور ایسا کرنے کے لیئے لڑکی کے والدین کو یہ مشورہ دیا جا رہا ہے کہ شادی سے پہلے ہی لڑکی والے لڑکے والوں سے یہ شرط کریں کہ وہ شادی کے بعد لڑکے لڑکی کو اپنے سے الگ رکھیں گے۔ اس تجویز میں بعضوں نے چند نقائص نکالے ہیں۔ اول یہ کہ مسلمانوں کی مفلسی اور مالی حالت اس کی اجازت نہیں دیتی کہ شادی کے بعد دو گھروں اخراجات برداشت کر سکیں۔ اگر ایسا کیا بھی گیا تب بھی تنگی خرچ اور کمی بیشی پر ساس بہو کے جھگڑے ہوتے ہی رہیں گے اور یہ علاج معقول ثابت نہ ہوگا۔ پس یہ الگ رکھنے کی تجویز مسلمانوں کی اقتصادی ابتری کے سبب قابل قبول نہیں ہوسکتی۔

دوسرا نقص اس تجویز میں یہ بتایا جاتا ہے کہ نئی شادی شدہ دلہن جو عمر کے لحاظ سے پندرہ سترہ سال کی ہوتی ہے اور تجربات زمانہ کے اعتبار سے بالکل اَن گھڑ۔ کوری۔ اور نشیب و فراز زمانہ سے ناواقف محض ہوتی ہے۔ اپنے سرپرستوں سے الگ رہ کر زندگی خوش اسلوبی سے بسر کرنے کی اہل نہیں ہو سکتی۔ اس کے الگ رہنے میں انتظام خانہ داری کی خامی اور پرورش و تربیت اولاد کی ناواقفیت کے علاوہ بعض خطرناک امور میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اور یہ اندیشہ ملک کی موجودہ زہریلی فضا کو خیال کرتے ہوئے کچھ بعید نہیں۔ چنانچہ اخبار بین بہنوں سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ہندوستان کی موجودہ تمدنی و معاشرتی فضا عدالتوں میں نت نئے قسم کے کیسے کیسے عبرت خیز مقدمات پیش کرتی رہتی ہے۔ یہ اندیشہ کچھ معمولی اندیشہ نہیں بلکہ نہایت قوی اور خطرناک ہے۔ اور جتنا قوی و خطرناک ہے اتنی ہی اپنے اثر و نتیجہ کے لحاظ سے لڑکی کے زندگی کے لیے نہایت تباہ کن ہے۔ بغیر سرپرستوں کے الگ رہنے والوں میں اس قسم کے نقائص کے علاوہ مغربی ناروا تقلید بہت جلد رونما ہو جاتی ہے۔ آجکل تو ترقی آزادی اور اسلامی

پردے کی آڑ میں بے پردگی وبے حجابی کا مرض عام ہوگیا ہے۔ جس کے آئندہ نتائج خدا جانے کیا ہوں۔ قرون اولیٰ کی زندگی میں دیور کے سامنے نکلنے تک کو موت قرار دیا گیا۔ مگر آجکل کے مغربی تعلیم کے مقلدوں میں مرد کے دوستوں سے راہ ورسم صفائی قلب کی نشانی قرار دی جاتی ہے۔ غرض ان ان گھڑ ونا تجربہ کار جوڑوں کو بالاسرپرستوں کے الگ رکھنے میں نسل وقوم کے حق میں بہت بڑا نتیجہ نکلنے کا اندیشہ ہے +

جن لوگوں نے مسلمانوں کی محض مفلسی اور مالی حالت کو بھی ملحوظ رکھکر اس الگ رکھنے کی تجویز میں یہ بھی ترمیم پیش کی ہے کہ صغر سنی اور بے روزگار لڑکوں کی شادی کی روک تمام کی جائے۔ یعنے لڑکا جب تک نہ کمالے اور اپنے بی بی بچوں کے ضروریات کو خود اپنی کمائی سے پورا کرنے کے قابل نہ ہوجائے اور پھر یہ کہ کچھ کما لینے کے بعد اپنی کمائی سے والدین کو مستفید نہ کرے تاکہ انکے حق کی بھی تلافی ہوجائے۔ شادی کا قصد ہی نہ کرے۔ اسی طرح لڑکی انتظام خانہ داری۔ پرورش اولاد وغیرہ زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہونے کی عمر کو نہ پہنچ جائے شادی نہ کی جائے۔ خوب نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی +

پس مذکورہ ترمیم کی رو سے لڑکی میں پختگی پیدا ہونے اور تنہا الگ رہنے کے خطرات سے محفوظ رہنے اور پرورش وتربیت اولاد جیسے اہم نسوانی فرایض اور خانہ داری کے ذمہ داریوں پر حاوی ہونے کے لئے پچیس تیس سال کی عمر ہونی چاہیئے۔ ورنہ والدین کے نزدیک انفطر کہی جاتی ہے۔ ہنے میں سے بیس اور کبھی اور پھر تیس برس کی عمر ایسی عمر ہے جو آفرینش نسل کے خلاف مانی جاتی ہے اور ہندوستانی آب وہوا میں عورت کی صحت اس عمر تک محفوظ نہیں رہ سکتی۔ علی ہذا لڑکے کا برسر روزگار ہونا۔ اور پھر والدین کو اپنی کمائی سے فایدہ پہنچانے کے بعد شادی کا قصد یہ معنی رکھتا ہے کہ تیس پینتیس برس کی عمر میں شادی ہو۔

غرض ان دور از کار تجاویز وتراسیم اور ہندوستان کے عام باشندوں کی حالت کا خیال کرتے ہوئے کہ زیادہ تر حصہ آبادی کا غیر تعلیم یافتہ نوجوانوں پر مشتمل ہے۔ ان میں اکثر لیں گے جنکا برسر روزگار ہونا تو شاید عمر کے آخری منازل تک بھی ممکن نہیں ہوسکتا۔ تو کیا ان کو بھولے سے بھی شادی کا خیال نہ کرنا چاہیئے؟ باقی رہا تعلیم یافتہ طبقہ تو انکی بھی تعلیل کی تکمیل پچیس سال سے پہلے نہیں ہوتی۔ اور پھر برسر روزگار ہونا۔ اور پھر حقوق والدین سے سبکدوشی کے لیے دو چار سال اور۔ بعد شادی کے رسومات واخراجات کی نذر کے لیے سرمایہ جمع کرنے میں اور پانچ سات سال۔ تو گویا کم از چالیس کی لگ بھگ میں شادی کی عمر قرار پاتی ہے۔ اتنی عمر تک تو ہندوستان کی فضا کو خیال کرتے ہوئے نوجوانوں کی صحت ودولت کا تو خدا ہی حافظ ہے۔ اور پھر شادی اور افزائش نسل کا خیال خواب سمجھنا چاہیئے۔

اسی طرح مذکورہ مباحثوں میں بعض اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ طبائع میں فراغ حوصلگی۔ کشادہ دلی۔ اور

رواداری کے اوصاف پیدا ہونے چاہئے۔ اور اس کے لئے صحیح معنوں میں عام تعلیم کا رواج قرار دیا جائے۔ اس تجویز پر کوئی اعتراض نہیں کیونکہ طبائع کی اصلاح ہی ہر قسم کے جھگڑوں کا واحد علاج ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے کہ صحیح معنوں میں تعلیم کا رواج موجودہ قومی اُلجھنوں کو خیال کرتے ہوئے اور مرض تیسرے درجہ پر پہنچا ہوا پاکر تریاق از عراق آوردہ شود مارگزیدہ مردہ شود سے کم نہیں۔

چنانچہ ان تمام امور پر خیال کرتے ہوئے سب سے بہتر اور مناسب علاج ساس بہو کے جھگڑوں کا یہی ہو سکتا ہے کہ ہر فرد اپنے اپنے درجہ و عمر کے حسب حال سلوک و برتاؤ کے ساتھ ایک دوسرے سے پیش آئے۔ ساس جو بمنزلۂ ماں کے بزرگ و سرپرست مانی جاتی ہے اپنے بہوؤں سے وہی سلوک رکھیں جو وہ اپنے اولاد کے ساتھ روا رکھتی ہیں۔ تادیب و اصلاح کے ساتھ ساتھ محبت و ہمدردی۔ عفو و درگزر اور رواداری سے کام لیں۔ بیگانگت و طعنہ زنی اور ہر وقت کی نکتہ چینی و شکوہ شکایت اور بیجا تشدد سے بہوؤں کا دل نہ دکھائیں بلکہ خلوص محبت و جان نثاری سے انھیں اپنا مطیع و فرمانبردار بنائیں۔ اصل معنوں میں انکو گھر کی ملکہ بننے کے اختیارات دیکر خود انکی مشیر و نگراں رہیں۔ اگر خوش قسمتی سے متعدد بہوؤں کی ساس بننے کا فخر حاصل ہے تو سب کے ساتھ ایک ساں سلوک ہو تاکہ کسی کو شکایت پیدا نہ ہو۔ انکے چین و آرام۔ دُکھ درد۔ آرزوؤں ضروریات اور نازبرداری کا اپنے مقدور بھر خیال رکھیں کہ اب وہ تمہاری ہوگئیں۔ بجز تمہارے اب انکا خبرگیراں اور نازبردار کون ہو سکتا ہے۔ اچھی باتوں اور اچھے کاموں پر انکی حوصلہ افزائی کی جائے۔ پھر ممکن نہیں کہ وہ ایسی ساس کو دودھ کی مکھی سمجھنے لگیں بلکہ ایسی ساس کا وجود انکے لئے عین موجب رحمت و راحت ہے کہ ایسی ساس کی جدائی بھی شاق گزرنے لگتی ہے اور سسرال چھوڑنا تک گوارا نہیں ہوتا۔ جسکا کامل نمونہ اس وقت سابق بیگم صاحبہ بھوپال مرحومہ اور ان کی بہو میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم صاحبہ موجود ہیں۔ کہ پانچ سالہ بیاہی ہوئی دُلہن نے میکہ و سسرال میں کچھ فرق نہ سمجھا اور آج اپنی مہربان ساس کا سایہ اُٹھ جانے پر تصویر غم بنی خون کے آنسو بہا رہی ہیں کہ دیکھنے والوں کو آپ کے انتہائی رنج و غم سے قلق و صدمہ ہوتا ہے۔ یہ کیا بات ہے کہ ساس نے ماں سے بڑھکر محبت و جان نثاری کے سلوک سے اس ننھی سی بہو کو اپنے تادیب و تربیت سے حسب مرضی ایسا بنا لیا کہ آپ کے خیالات و اخلاق کی مجسم تصویر ہیں۔ خدا ایسی ہی ساس ہر بہو کو اور ایسی بہو ہر ساس کو عطا فرمائے۔ ساس میں جب ان اُصولوں کی اہلیت ہو تب ہی وہ بہو بیاہ کرلانے کی تمنا کریں۔ ورنہ بیٹے کا سہرا دیکھنے کی ہوس میں پرائی جائی کو تختۂ مشق بنانے کے لئے بیاہ کرلانا سخت خود غرضی و ظلم ہے۔ جسکا نتیجہ تلخی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔

اس کے بعد لڑکوں کا متاہل زندگی کے آغاز میں پہلا فرض یہ ہے کہ وہ بیوی کے دل میں اپنے رفتار و گفتار

سے والدین کے احترام کا سکہ بٹھا دے۔ جس کے لئے خود کو والدین کا مطیع و فرمانبردار رہنا لازمی ہے۔ کہ یہ ہستی حقیقت میں قابل احترام و ادب ہی ہے۔ جن کے ادب و احترام کے لئے خود خدائے احکم الحاکمین اپنے کلام پاک میں جا بجا حکم فرماتا ہے کہ" تمہارے پروردگار نے حکم دیا کہ نہ عبادت کرو مگر اوسی کی (اللہ کی) اور والدین کے ساتھ نیکی کرو اگر ان میں سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف بھی نہ کرو اور نہ انہیں جھڑکو اور اپنے ادب سے بات کرو اور انکے سامنے مہربانی سے عاجزی کے بازو جھکا دو (یعنے اپنے عاجزانہ برتاؤ کرو) اور کہو کہ میرے پروردگار ان دونوں پر مہربانی فرما جیسا انہوں نے مجھے لڑکپن میں پالا۔ سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۳ و ۲۴۔ اسی طرح سورۂ عنکبوت ۲۹ کی آیت ۸ اور سورۂ لقمٰن کی آیت ۱۴ سورۂ احقاف ۴۶ کی آیت ۱۵ اور اس کے سوا جا بجا کئی مقام پر والدین کے احسانات اپنے نیکی و بھلائی کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ روز اول سے اگر والدین کی بے لوث محبت و جاں نثاری۔ بے شمار تکالیف و ایثار۔ حد درجہ تحمل و قربانیوں کا ذرا غور و ٹھنڈے دل سے وہ مطالعہ کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ لڑکے اپنے ایسے محسن و مشفقوں سے سرکش و باغی ہو کر خود غرضی پر تُل جائیں۔ جس نے اپنی جان عزیز جوکھوں میں ڈال کر آرام و چین کو خیر باد کہہ کر اس قابل بنا دیا کہ اس کے صلہ میں اب وہ راحت و چین کی کچھ زندگی گزار سکنے کی مستحق ہوں۔ ذکہ قابل التفات سمجھکر الگ رکھ دینے کے قابل۔ زمانہ کی رفتار اور زندگی کے ضروریات اگر انہیں الگ کردیں تو وہ اور بات ہے کہ جس کے لیئے والدین بھی بخوشی آمادہ ہو جاتے ہیں۔ مگر اپنے آرام و چین کی خاطر یا زن مریدی کی دھن میں ایسے قابل ادب و احترام ہستیوں سے یہ سلوک انسانیت سے بعید ہے۔ جسکا نتیجہ انھیں عمر بھر میں کسی نہ کسی صورت میں بھگتنا ضرور پڑتا ہے جسے وہ محسوس کریں یا نہ کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ لڑکوں کو ساس بہو کے درمیان دخل دینے کی مطلق ضرورت نہیں کہ اس سے کسی ایک کی طرفداری ہو کر آپس میں جھگڑے کا بیج بو دیتی ہے۔

اسی طرح بہوؤں کو اس نئی زندگی میں قدم رکھتے ہی یہ بات ملحوظ رکھنا چاہیئے کہ جب خدا نے انہیں میکہ کی زندگی ختم کر لینے کے بعد سسرال میں قدم رکھنا نصیب کیا تو اب یہاں ان پر کن کن فرایض کی ذمہ داری عاید ہوگئی اور وہ کس غرض سے بہو بنکر آئی ہیں۔ تو پہلا فرض انہیں یہی معلوم ہوگا حکم خدا و رسول کے مطابق میاں کو خوش رکھنے کی کوشش کریں۔ جسکا ایک بڑا جز میاں کے والدین و عزیزوں سے نیک سلوک اور ادب و احترام ہے اور وہ اپنے عزیزوں اور والدین کا ساہونا ضروری ہے۔ بس اس گُر کو بشوق و رغبت پیش نظر رکھکر فرمانبرداری واطاعت۔ انکساری وصبر و قناعت۔ مزاج دانی و محبت۔ کم سخنی و نفس کشی۔ اور راضی برضا رہنے کی عادت اپنے میں پیدا کریں۔ سسرال کی بدسلوکی کا میکہ میں اظہار نہ کریں کہ اس سے اپنی ہی وقعت میکہ میں بھی گھٹ جاتی ہے

گرامیر گھرانہ کی بیٹی ہو عیش و عشرت میں دن گزارے ہوں۔ ناز و نعم میں پرورش پائی ہو۔ گر حالت بدلتے ہی طبیعت بدل دینا چاہیے اور "پانی تیرا رنگ کیسا تو جس میں ملے ویسا" ہونا چاہیے۔ کہ تکلیف بغیر راحت نہیں ملتی۔ لوبان جلے بغیر خوشبو نہیں دیتا۔ دانہ مٹی میں مٹے بغیر خرمن نہیں لاتا۔ حنا پسے بغیر نہیں رنگ دیتی گو دشوار گزار منزل معلوم ہوتی ہو۔ مگر فلاح دارین حاصل کرنے کے ذوق و شوق میں بخوشی و رغبت یہ منازل عبور کروگی تو یہی کانٹے پھول بنجائیں گے اور انشاء اللہ کامیابی کا سہرا سر رہیگا۔ اور پھر خود کو شادی کے بعد اپنے حسن خوبی سے سسرال والوں پر اپنا اثر جما لینے کے حسب دلخواہ انتظام کر لینا خوبی کی بات ہے کہ ؎

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد ہر کہ خود را دید او محروم شد

ورنہ ابتدا ہی میں "من آنم کہ من دانم" پر عمل پیرا ہو کر خود سری، خود داری، زبان درازی، ترش روئی، تن آسانی۔ رعونت۔ غرور۔ اور فضول خرچی سے کام لینا اپنے کو مشکلات میں ڈال دیتا ہے۔ اور پھر یہی تو تو میں میں اور آئے دن کے جھگڑوں سے زندگی وبال ہو جاتی ہے۔ اور الگ رہنے کی دشواریاں تو پھر آگے چلکر جو رنگ لائیں گی وہ الگ کہ بزرگوں۔ سرپرستوں اور عزیزوں کے وجود باعث رحمت و برکت اور راحت ہوا کرتے ہیں۔ جب تم اپنوں کو ہی اپنا نہ بنا سکیں تو اوروں یا غیروں کو اپنا بنانا کارے دارد۔ جو ان نعمتوں سے محروم ہوا کرتی ہیں انکے دل سے اس نعمت کی قدر و قیمت پوچھو کہ وہ اس کمی کو کس طرح افسوس کے ساتھ محسوس کرکے ہمیشہ دوسروں کی محتاج رہا کرتی ہیں۔ پھر بھی اصلی ہمدردی و محبت مفقود۔ چنانچہ میری ایک پرانی واقف کار بہن جو آج برسوں سے ہیڈ مسٹرس کے عہدے پر ممتاز ہیں۔ ہر طرح آسائش و نوکر چاکر کی موجودگی میں بھی اپنے بیکس و تنہا رہنے اور عیالداری کی وجہ بچوں کی پرورش پریشان رہا کرتی ہیں کہ بغیر بزرگوں و عزیزوں کے بچوں کی دیکھ بھال و پرورش سخت مشکل مرحلہ ہے خصوصاً بچوں کی علالت میں انکا علاج معالجہ رکھ رکھاؤ اور تیمارداری سوا انکے سرپرستوں و ہمدردوں کے ہونا محال مجھے تو ایسے وقتوں میں کوئی مشورہ دینے والا بھی نہیں۔ گو نوکروں ماماؤں سے مدد لی جائے مگر عزیزوں کی سی ہمدردی ان میں عنقا۔

اسی طرح زچگی۔ بیماری اور حوادثات وغیرہ میں ان ہستیوں کی اشد ضرورت و قدر محسوس ہوا کرتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے کہ "قدر عافیت کسے داند کہ بمصیبتیں گرفتار آید"

جیسی کہ ایک بہو صاحبہ سسرال سے متنفر ہو الگ تو رہیں مگر زچگی کے موقعوں پر ہمیشہ ساس و دیورانیوں کی محتاج رہا کرتیں۔ ایک خود غرض بہو بیگم سسرال کو بہ نظر حقارت دیکھ ان میں رہنا اپنی کسر شان سمجھکر میاں کو لیکر الگ رہیں۔ چند ہی روز میں سرپرستوں کی غیر موجودگی میں میاں کے اطوار بدلنے لگے کہ بیوی صاحبہ کی زندگی

اب وبال ہونے لگی اور یہی تنہائی کاٹ کھانے لگی تو مجبوراً اب خسر و دیور کی مدد لینے کے لیے سسرال میں آکر رہنا پڑا۔

اسی طرح ایک مزاج دار بہو نے اپنی خودداری کے زعم میں میاں کو لے سسرال سے الگ ایک دور مقام پر جا رہیں۔ خدا کی شان کہ اس نخوت کو کچلنے کے لئے ایسی بیماری نے آگھیرا کہ اب وہی ساس نندوں کے مدد کی ایسی محتاج ہوگئیں کہ بہ ہزار منتوں انہیں اپنے پاس پاس لالاکر رکھتیں آخرش باوجود نوکروں کے بھی انہیں کے پاس میاں کو لیجاکر رکھنا پڑا کہ سوا عزیزوں کے تیمارداری مشکل ہے مگر اسقدر دلوں کو توڑ دینے کے بعد اب یہاں اصلی محبت مفقود تھی صرف انسانیت اور زمانہ کا خیال بہو بیگم کی مدد کی طرف متوجہ کرواتا۔ کہ آپ کے بد اخلاقیوں نے سب کو متنفر بنا دیا تھا جو میکہ میں بھی بھاوجوں کو انکے حال پر متوجہ نہ کر سکا۔ تو پھر وہاں گزر ہونا کیسا۔ غرض بہوؤں کی شادی کے بعد سسرال ہی کو اپنا گھر سمجھکر رہنا اور وہیں نباہ کر عزت حاصل کرنا نیک نامی کا موجب ہے۔ بہت سی بہوؤں کو باوجود ہر طرح کی نفس کشی و فرمانبرداری کے بدمزاج ساسوں سے سابقہ پڑتا ہے کہ جن کے سرشت میں ہی بدمزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی رہتی ہے۔ وہاں بہوؤں کو ضبط و صبر سے کام لینا چاہیئے۔ اور یوں سمجھنا چاہئے کہ ماں اگر ایسی ہوتی تو سوا صبر و درگزر کے کیا کیا جاتا۔ ایسی بدمزاج ساسوں کی بہوویں اس طرح اپنے اخلاق سے کام نہ لیں گی تو زندگی آرام و اطمینان سے نہ گزرے گی۔ اس ضبط و برداشت صلہ یہ کچھ کم نہیں کہ ایسی ساسوں کی بدمزاجی سے اور تو اور سسرال کا ہر فرد بلکہ انکی اولاد بھی بدظن۔ متنفر اور شاکی ہوا کرتی ہے۔ اور انکے پاس نباہ کرنے والی بہو کی نیک بختی۔ اخلاق و برتاؤ کے معترف۔ غمگسار اور ساتھ دینے والے بن جاتے ہیں جو بہت کچھ اندمال اور حوصلہ افزائی کا کام دیتی ہے۔

آخر میں لڑکی کے والدین کے لیئے یہ سب سے بہتر زریں مشورہ ہے کہ وہ اپنی ناتجربہ کار کم سن بچیوں کی اعلیٰ اعلیٰ قسم کی تعلیم کے ساتھ انکی آیندہ زندگی کو سنوارنے اور خوشگوار بنانے جیسی تربیت کو ملحوظ رکھیں کہ جہاں آپ کے لخت دل کو جاکر ہمیشہ رہنا ہے وہاں وہ ہر دل عزیز ثابت ہوں۔ فقط اعلیٰ تعلیم کی ڈگریاں حاصل کرکے نہ وہ مرد بن سکتی ہیں اور نہ ہی میکہ میں وہ تمام عمر گزار سکتی ہیں بلکہ بلوغت کے بعد ہی انکا وجود والدین کو وبال ہو جاتا ہے۔ اور انھیں کہیں ٹھکانے لگا دینے کی فکر میں پریشان و سرگردان نظر آتے ہیں۔ تو پہلا فرض اور سچی ہمدردی والدین کی یہی ہے کہ وہ اپنی غریب بچیوں کو نیک بخت بہو۔ اچھی اور سچی بی بی اور بہترین ماں بننے کی تعلیم و تربیت دیں اور ایسے ہی نصایح سے انکے دل و دماغ کو مزین کریں جس میں خود تمہاری نیک نامی ہے کہ اچھی اولاد کے ماں باپ سراہے جاتے ہیں ورنہ کلنگ کا ٹیکہ

ہمیشہ کے لئے تمہارے ماتھے لگ جائے گا۔ بری باتوں میں انکی حمایت کروانہ رکھو اور انکی طرفداری میں انکے میاں یا سسرال والوں سے کبھی شاکی نہ ہوں۔ بلکہ اپنی لڑکیوں کو ہی تلقین کی جائے کہ اب جہاں تم ہو وہی تمہارا گھر اور وہی سسرال والے تمہارے عمر کے ساتھی۔ ان میں ہی رہ کر انکو اپنے حسن و خوبی۔ آداب فرائض۔ خوش خلقی۔ اور فرمانبرداری سے اپنا بنا لینا اب تمہارا کام ہے۔ شکوہ شکایت سے خرابی و کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیئے وغیرہ وغیرہ انکے حسب حال ہدایتیں کی جائیں۔ ماں بعد از شادی بھی آپ ان سے نیک سلوک رکھیں کہ وہ تمہاری بھی حقدار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ بیٹی کو بیاہ کر ہمیشہ کے لئے سبکدوش ہو جاؤ کہ پھر کسی طرح کا اسکا خیال ہی نہ رہے۔ اس سے ایک تو ان مظلوم ہستیوں کی حق تلفی ہوتی ہے اور دوسری بات یہ کہ سسرال میں انکی وقعت گھٹ جاتی ہے۔ بلکہ لڑکی کے سوا داماد اور سسرال والوں سے بھی راہ و رسم۔ تحفہ تحائف لڑکی کے دل کو بڑھاتا اور اس کے قدر و منزلت میں ترقی کرواتا ہے ؎

غرض لڑکیوں کے حق میں اگر بہتری چاہتے ہو تو پہلے انھیں خانگی زندگی میں کمال حاصل کر سکنے کا نمونہ بناؤ۔ جس کے لیئے انتظام خانہ داری۔ خوش سلیقگی۔ خوش اخلاق۔ ہمدردی۔ انکساری ہر ایک سے حسب درجہ و مراتب سلوک۔ مذہبی واقفیت وغیرہ وغیرہ بڑے بڑے کورس ہیں جو والدین کی تعلیم و تربیت اور بہن بھائیوں کی صحبت میں حاصل ہونا چاہیئے کہ ایک عورت کی ذات گھر۔ گھر سے خاندان۔ خاندان سے قوم اور قوم سے ملک بنانے اور بگاڑنے کا موجب ہوا کرتی ہے ؎

سردار محمدی بیگم بنت مرحوم نواب آف ٹ ی

رخصتی کا منظر

از لسان الہند حضرت عزیز لکھنوی

(۱) بزم شادی میں یہ ہنگامہ ماتم کیوں ہے
منزل عیش و طرب میں اثر غم کیوں ہے
دیکھئے جسکو وہ با دیدہ پُرنم کیوں ہے
دفتر عیش کا شیرازہ یہ برہم کیوں ہے
جو ہوا آتی ہے وہ درد فزا آتی ہے
سازِ عشرت سے غم انگیز صدا آتی ہے

(۲) ماں سے رخصت کے لیئے تازہ عروس آتی ہے
تحفۂ درد جدائی بھی گراں لاتی ہے
دفعتہً دلپہ گھٹا رنج کی چھا جاتی ہے
خود بھی روتی ہے اعزہ کو بھی رُلاتی ہے
مُنہ سے کہتی نہیں کچھ۔ آنکھ سے آنسو ہیں رواں
لب خاموش میں ہے دفتر معنی پنہاں

(۳) میں سمجھتا تھا محل یہ کوئی رونے کا نہیں
فقط اک رسم ضروری ہے کہ ہیں سب غمگیں
جب خوشی چھائی ہوئی ہو کوئی روتا ہے کہیں
تجربہ سے مگر اب دل کو ہوا ہے یہ یقیں
سخت پتھر بھی اگر ہوں تو پگھل جائیں گے
اشک بیساختہ آنکھوں سے نکل جائیں گے

(۴) سر کو نہوڑائے کھڑی ہے وہ بصد حسرت و یاس
رخ پُر نور پہ افشاں ہے مگر غم سے اداس
ہیچ ہے اوسکی نگاہوں میں وہ شاہانہ لباس
زلف آراستہ ہے اور پریشاں ہیں حواس

ٹھنڈی سانسوں سے جدائی کا فسانہ سُن لو
لب ہیں خاموش مگر غم کا ترانہ سُن لو

خون میں جوش ہے اور ماں پہ نگاہِ رخصت (۵) لاکھوں ارمان ہے اور تنگ ہے وقتِ فرصت
دِل میں اِک درد ہے کہنے نہیں دیتی غیرت آج ہے پیش نظر ماں نے جو دی تھی راحت

غم یہ ہے " جب مری خدمت کا زمانہ آیا
آسماں دیکھئے پیغام جدائی لایا"

"اپنی ماں کا بھی مجھے دنیا میں سہارا ہے فقط (۶) آج سامان ہے جو کچھ وہ تماشا ہے فقط"
"یہی عقبیٰ ہے مری اور یہی دُنیا ہے فقط وہ گلے مجکو لگالیں یہ تمنا ہے فقط"

منتظر ہوں کہ وہ آئیں تو بلائیں لیلوں
وقتِ رخصت ہے قریب اونکی دُعائیں لیلوں

"دیکھتی جاتی ہوں گھونگھٹ سے میں اونکا چہرا روتی جاتی ہیں مگر کام میں ہے ہاتھ بٹا"
"میری جانب نظر اوٹھتی نہیں۔ ہیں اونپہ فدا دِل کا عالم میں سمجھتی ہوں کہ اس وقت ہے کیا"

"بات کرتی ہیں تو آواز ہے بھرائی ہوئی
آنکھیں یوں سُرخ ہیں جس طرح سے ہوں آئی ہوئی"

دِل میں لڑکی کے خیالات کا تھا ایک ہجوم (۸) وقت رخصت کا قریب آگیا گھر میں ہوئی دھوم
ماں آٹھی فرطِ محبت سے ملول و مغموم دِل بیتاب کی حالت ہے خدا کو معلوم

دِل میں رہ رہکے جو اِک ناخنِ غم گڑتا ہے
پانو رکھتی ہے کہیں اور کہیں پڑتا ہے

مادری جوش محبت کا دکھایا آخر (۹) پیاری بیٹی کو گلے بڑھ کے لگایا آخر

طاقت ضبط نہ تھی دل میں پھر آیا آخر اس طرح روئی کہ گھر بھر کو رُلایا آخر

ہوگئے رنج سے بیتاب گھرانے والے
روئے دِل کھوٗل کے آخر کو چھڑانے والے

ماں کا کہنا کہ خدا حافظ و ناصر بیٹی [10] میرے دل کا ہے وہی شاہد و ناظر بیٹی"
"دُکھ یہ دُکھ جھیلے ہیں میں نے تری خاطر بیٹی ہوں مَدد کے لیئے ہر وقت میں حاضر بیٹی"

"نیک ساعت ہو یہ ایسی کہ تو آباد رہے
میل آپس میں رہے چین کرے شاد رہے"

"اجنبی مرد کے ہاتھوں میں دیا ہے دامن [11] کیسے اطوار ہوں کیا جانیئے کیسے ہوں چلن"
"یہی وسواس ہے دِن رات یہی ہے دھڑکن دور کر بار الہا مرے دِل کی اُلجھن"
"تو سکھا دے اسے خدمت اوسے اُلفت کرنا
عمر بھر اب مری بچی کو ہے مرنا بھرنا"

ایک خاتون نے دیکھا جو یہ ہنگامہ غم [12] آگے بڑھکر یہ کہا پونچھ کے چشم پُرنم
"بی بیو گھر ہے یہ شادی کا کہ بزم ماتم شکر کی جا ہے کہ داماد ملا نیک قدم"
"اب یہی راج تمہارا ہے یہی سر کا تاج
سجدۂ شکر کرو تم کہ سبکدوش ہو آج"

"نیک بَر اوسکو ملا کیا یہ نہیں شکر کی جا کون موقع ہے کہ رو رو کے بہاؤ دریا"
"لڑکی ہلکان ہوئی جاتی ہے دیکھو تو ذرا آنسو تھمتے نہیں اوس کے یہ ہے کیا ظلم بھلا"
چاند سے رخ پہ جو افشاں ہے بہی جاتی ہے
داستاں یہ کہیں اس وقت کہی جاتی ہے

نحوست

"تہذیب" میں محترمہ بہن رضویہ خاتون صاحبہ کا مضمون بعنوان "منگل کا دن" پڑھکر مجھے بھی وہم پرستوں کا ایک اور عقیدہ "نحوست" یاد آگیا۔ بعض کام تو عام طور پر منحوس سمجھے جاتے ہیں۔ مثلاً منگل کے دن کوئی کام نہ شروع کیا جائے۔ تیرہ۱۳ آدمی ایک ساتھ بیٹھکر کھانا نہ کھائیں وغیرہ وغیرہ۔ اس کی پابندی ہر ضعیف الاعتقاد کے لیے لازمی ہے۔ مگر اس کے علاوہ کوئی خاص چیز یا خاص کام کسی مخصوص شخص کے لیے منحوس خیال کیا جاتا ہے۔ جسکو عام طور پر "راس نہیں آتا" کہتے ہیں۔ جاہل لوگوں میں اکثر دیکھا گیا ہے کہ متواتر کئی مہینے تک جو بچہ بیمار رہتا ہے۔ اسکا نام تبدیل کردیتے ہیں۔ گویا یہ نام کی نحوست تھی جو بدل دینے سے زائل ہوگئی۔ لیکن میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے ایک نہایت فیشن ایبل اور بزعم خود روشن خیال خاتون کو فرماتے سُناکہ "فیروزہ مجھے "راس" نہیں آتا ہے۔ جب کبھی میں نے کوئی انگوٹھی یا زیور جس میں فیروزہ جڑا ہوا ہو پہنا مجھ پر کوئی نہ کوئی مُصیبت ضرور آئی" ایک اور صاحبہ کا قول ہے "جب میں زرد رنگ پہنتی ہوں یقینی بیمار ہوجاتی ہوں!" کس قدر مضحکہ خیز خیالات ہیں۔ انکو بارہا سمجھایا گیا کہ کوئی چیز در اصل مُبارک یا منحوس نہیں ہے۔ بلکہ صرف آپکے خیال کا کرشمہ ہے۔ کوئی نئی چیز پہنی یا نیا کام کیا اسی دن اتفاق سے کوئی کام آپکی خواہش کے مطابق انجام پا گیا تو آپنے اسکو مبارک کہہ لیا۔ اگر خدانخواستہ خلاف مرضی ہوا منحوس قرار دے لیا۔ پس کسی شے کے سعد و نحس ہونے کی اس سے زیادہ اصلیت تو میرے نزدیک ہے نہیں۔ دُنیا کے کام برابر جاری ہیں۔ ہونیوالی بات ہوکر ہی رہے گی خواہ وہ چیز آپ استعمال کریں یا نہ کریں۔ آخر یہ چیزیں دنیا میں استعمال ہی کی جاتی ہیں۔ پھر خدا معلوم آپ کیساتھ انکو کیا خاص عداوت ہے؟ لیکن وہ نہایت مستقل مزاجی سے آجتک اسی خیال پر قایم ہیں۔ ایک تعلیم یافتہ بہن کو وہم ہے کہ ماہ صفر میں نئے کپڑے بننے انکے گھر میں منحوس ہیں۔ جب کبھی نئے کپڑے صفر میں سیئے جاتے ہیں۔ تو اسی مہینے میں ایک کفن بھی ضرور سلتا ہے۔ اس لغویت کی بھی کچھ انتہا ہے، یہ بھی اتفاقیہ امر ہوگا۔ ورنہ کپڑوں کا خواہ کبھی بنائے جائیں کوئی اثر انسانی زندگی پر نہیں پڑ سکتا۔ اور ایک کپڑوں پر ہی کیا منحصر ہے کوئی چیز بھی انسان کو وقت سے پہلے نہیں مار سکتی۔ اور کوئی تدبیر بھی موت کے وقت کو ٹال نہیں سکتی۔ پھر ہم کو ان خرافات میں پڑکر ناحق کی پریشانیوں میں گرفتار ہونے اور اپنے سر عذاب لینے سے کیا حاصل! بجز خدائے قادر کی ذات کے اور کسی کو انسان کی موت وحیات پر قدرت حاصل نہیں ہے۔ ایک ایسے غیر اختیاری فعل کو باطل خیالات مفروضہ توہمات کی طرف منسوب کرنا۔ سراسر ایک مسلم کی شان سے بعید ہے ۔

ایم۔ بانو حیدرآباد دکن

مریخ میں آبادی

(نوشتہ مولوی محمد ظفر صاحب ایم اے ایل ایل بی)

مریخ سیارہ ہمارا پڑوسی ہے۔ مدتوں سے یہ خیال سائنسدانوں کو پریشان کر رہا ہے کہ مریخ میں انسان آباد ہے اور وہ ہم سے زیادہ شائستہ اور مہذب ہے۔ ہم نے پون صدی پیشتر کے انگریزی رسالوں میں بھی یہی خیال آرائیاں دیکھی ہیں۔ لیکن حضرت انسان جس تجسس میں پڑ جاتا ہے اُسے نسلاً بعد نسلٍ جاری رکھتا ہے۔ آنچہ پدر نتواند پسر تمام کند۔ ممکن ہے کبھی وہ زمانہ آئے کہ ہم کہہ سکیں کہ مریخ آباد ہے یا بالکل آبادہی نہیں ہے۔

مریخ بالکل ہماری زمین سے ملتا جلتا ہے۔ اس میں ہوا پانی سبزی اور ۲۴ گھنٹے کے دن رات کا ہیر پھیر اور ان کا درجۂ حرارت معمولی گرم اور شب کا درجۂ حرارت معمولی سرد پایا جاتا ہے۔ یہی اُمور اس خیال کا باعث ہیں کہ وہاں انسان بستے ہیں۔ دُور بینوں سے پہلے محققوں کو اس میں مدتوں نہروں کا گمان رہا جن کو موجودہ تحقیقات نے وسیع پایا دریائی گھاٹیاں قرار دیا ہے۔

پہلے ان خیالات کے حریف انسانی آبادی کے امکان کا بُری طرح مذاق اُڑاتے تھے لیکن اب سنجیدگی سے غور کرنے پر نتیجہ خیز مباحثہ ہونے لگا ہے۔ ایک خیال یہ ہے کہ وہاں آبادی بالکل نہیں۔ دوسرے یہ کہتے ہیں کہ اگر وہاں آبادی ہے تو وہ زمین کے انسان سے بالکل مختلف ہے۔

ہم پہلے اس بحث کو لیتے ہیں کہ وہاں آبادی ممکن نہیں۔ سیاروں کی ابتدا پردہ خفا میں ہے۔ اس زمانہ کا نظریہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں سورج روشن گیس کا ایک بہت بڑا جرم تھا۔ کسی دوسرے بڑے جرم کے قرب میں آنے سے اس کے دونوں طرف مدوجزر کے اثرات تحریک میں آ گئے۔ اس اشتعال و برانگیختگی کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھوٹے بڑے تودے سورج سے الگ ہو گئے اور وہ اس کے اِردگرد پھرنے لگے۔ بعضوں نے ایک دوسرے کو کشش سے کھینچنا شروع کر دیا اور وہ متحد ہو گئے اور وہ بڑے بن کے بھی سورج کے گرد طواف کرتے رہے۔ یہ جرم جو ان علیٰحدہ ہو جانے والے ٹکڑوں سے ہے بعد میں سیارے بن گئے۔ اسی طرح چھوٹے جرم سیاروں کے جوار میں متحد ہو کے ان کے توابع بن گئے۔ اس نظریہ کو اگر صحیح مانا جائے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ چاند بھی ہماری زمین کا حصہ نہ تھا۔

اس قسم کے نظریوں کا کوئی قطعی ثبوت سائنسدانوں کے پاس نہیں اس لئے یہ ہر وقت ممکن ہے کہ یہ نظریہ

غلط ثابت ہو کے دوسرا متضاد قایم ہو جائے۔ بہرحال اس نظریہ سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ یہ سیارے کب کب وجود میں آئے۔ کون پہلے بنا کون بعد میں۔ سیاروں کے مابین جو فاصلے ہیں ان کا کوئی تعلق اُنکے چھوٹے بڑے ہونے سے نہیں کیونکہ مشتری سب سے بڑا سیارہ ہے وہ فاصلہ کے لحاظ سے مریخ کے بعد ہے اور نیپچون سورج سے سب سے زیادہ دور۔ ہے مشتری سے آدھا ہے۔ ایک سیارہ میں ارتقا کا عمل جس وقت واقع ہوا ممکن ہے دوسرے سیارہ میں ویسا ہی عمل ہزاروں برس بعد ہوا ہو۔ مثلاً جب زمین پر ارتقا کے عمل سے زندگی کے آثار نمودار ہوئے ممکن ہے مریخ پر ایسے آثار بہت پہلے یا بہت بعد میں ظاہر ہوتے ہوں۔ ایسے آثار زندگی موجود ہونے کے امکانات اس سے پیدا ہوتے ہیں کہ زمین کی طرح مریخ میں زمین پانی برف بادل پائے جاتے ہیں۔

لیکن حالت یہ ہے کہ زمین سے سورج جتنا بڑا نظر آتا ہے مریخ سے بہت چھوٹا نظر آئیگا چنانچہ روشنی وہاں کم تیز پہنچے گی اور حرارت بھی کم ہی جائے گی۔ اس طرح وہاں کے اور یہاں کے درجۂ حرارت میں بہت بڑا فرق ہوگا۔ مریخ پر کشش ثقل زمین کے مقابلہ میں تین چوتھائی ہے اس لیئے کرۂ ہوا زیادہ کثیف نہ ہوگا یعنی سطح پر ہوا کا دباؤ کم ہوگا ہوا سطح سے زمین کے مقابلہ میں زیادہ دُور تک پھیلی ہوئی ہوگی۔ بادل زیادہ ہلکے ہونے کی وجہ سے بہت اونچے اُڑتے ہونگے۔ پانی آسانی سے گو آہستہ آہستہ بخارات بن کے اُڑتا ہوگا۔ زمین میں زندگی قایم رکھنے کے حالات اب زیادہ موافق ہیں۔ ہوا میں آکسیجن نائٹروجن اور کاربن ڈائی اوکسائڈ درُست تناسب کے ساتھ موجود ہو تو زندگی کا قیام ممکن ہے۔ پہلے ان اجزا میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی لیکن اب تناسب درست قایم ہو گیا ہے جس سے نباتات اور حیوانات دونوں قایم رہ سکتے ہیں۔

سب سے پہلے زندگی کے آثار زمین پر شفاف لعاب دار چیز کی شکل میں ظاہر ہوئے۔ جب یہ شکل نمودار ہوئی اسوقت درجۂ حرارت رطوبت ترکیب کیمیائی وغیرہ کی خاص کیفیت ہوگی جو پھر کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ یہ لعاب حالات ارض سے تقویت پا کے بڑھتے بڑھتے موجودہ حیوانات کی شکل میں اختیار کرتا گیا۔

نباتات میں سبز رنگ کا لیس جو نہایت نفیس وباریک ذروں کی شکل میں ہوتا ہے دھوپ سے طاقت اور ہوا سے غذائی اجزا حاصل کرنے کا باعث ہے۔ جانوروں میں سُرخ رنگ کا مادہ آکسیجن (عمدہ ہوا) اندر لینے اور کاربن (خراب ہوا) باہر نکالنے کا کام کرتا ہے۔ ابتدائی جانوروں کے نظام عصبی کی ساخت ایسی تھی کہ ہوا یا پانی اُن اندرونی خانوں کے بالکل قریب رہتا تھا۔ جن کے سکڑنے اور پھیلنے سے خون گردش میں آتا ہے جیسے سپنج جو پانی کی ایک جاندار شے ہے اسکا ہر خانہ پانی سے ہر وقت مس کرتا رہتا ہے۔ موجودہ زمانہ کے جانوروں کے نظام عصبی میں یہ خانے بہت اندر ہیں۔ غذا اور قوت حاصل کرنے کے ساتھ یہ ضرورت بھی پیش آئی کہ جسم کے قایم رکھنے کے لیئے کوئی سہارہ ہو۔ جیسے کچھوا اور اس کی قسم کے جانور جن کی پشت پر سخت خول ہوتا ہے۔ دوسرے

جانوروں کے لیئے ہڈی ظہور پذیر ہوئی۔ حتٰے کہ اب تقریباً سب جانداروں کے جسموں میں ہڈیاں پائی جاتی ہیں جو سہارہ کا کام دیتی ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ارتقا کا یہ عمل مریخ میں بھی پیش آیا ہے یا نہیں؟ چونکہ مریخ اور زمین کی آب وہوا میں بہت کچھ فرق ہے اس لیئے ارتقائی منزل گیساں ہو ہی نہیں سکتی۔ کیا وہاں کے باشندوں نے اسی طرح خون اور ہڈیوں کے حاصل کرنے کی منزلیں طے کیں؟ یہ بہت ممکن ہے کہ وہاں کا طریق عمل بالکل مختلف ہو۔

زمین پر مختلف چیزیں مختلف آب وہوا میں پرورش پانے کی وجہ سے اپنی اصلیت سے بالکل جداگانہ شکل اختیار کر گئی ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ مریخ میں یہی صورت پیش آئی ہو۔ غور کرنے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ مریخ میں جاندار آبادی کا امکان بہت ہی کم ہے۔ اور اگر آبادی ہے تو وہ زمین کی آبادی کی ہم عصر نہیں ہو سکتی۔ زمین پر مختلف جاندار آباد ہیں۔ کیڑے مکوڑے پرندے ہاتھی گینڈے درخت آدمی وغیرہ۔ انکی اقسام بیشمار ہیں۔ جب زمین پر جاندار ہستی کی صورتیں بیشمار ہوں اور مختلف حالات کا انکے وجود پر مختلف اثر پڑا ہو تو یہی کہا جائے گا کہ اگر مریخ میں یا کسی اور ستارے میں آبادی ہے تو وہ یقیناً یہاں سے بالکل جداگانہ چیز ہوگی۔ وہاں کا انسان خدا جانے کس صورت شکل کا ہوگا۔ زیادہ تر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ زمین کے سوائے سب ستارے غیر آباد ہیں۔

مریخ پر پہاڑ نہیں معلوم ہوتے اور وہاں غالباً کبھی برف کا زمانہ نہیں گزرا اس لیئے وہاں کے انسان کا ہوش وادراک ارضی انسان کے مقابلہ میں کچھ اور ہی چیز ہوگا۔ دُوربینوں سے دیکھنے کی کوشش کی گئی کہ اگر وہاں کا انسان عقل وہوش میں یہاں والے سے ملتا ہے تو وہاں بھی وہی چیزیں نظر آئیں گی جو یہاں تہذیب کا لوازمہ ہیں۔ مریخ کی رات دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے لیکن اس کا ہمیشہ روشن پہلو زمین کے سامنے رہتا ہے اور زمین کا ہمیشہ تاریک پہلو مریخ کے سامنے رہتا ہے۔ یہ اس وقت کی کیفیت ہے جب مریخ زمین کے قریب رہتا ہے۔ جب اس کی رات ہمارے پیش نظر ہوتی ہے تو وہ زمین سے اتنی دور ہوتا ہے کہ مشاہدہ بہت مشکل ہوتا ہے۔ چنانچہ موجودہ دُوربینوں سے وہاں کے شہروں کی روشنی نظر نہیں آتی۔ اگر گیس کی روشنی نظر آجاتی تو سمجھا جاتا کہ وہاں والوں کی عقل ہماری جیسی ہے۔ اب کیلیفورنیا میں ایک ۲۰۰ انچہ والی دُوربین بنائی جارہی ہے اس کے متعلق اُمید کی جاتی ہے کہ روشنی جیسی چیز ہمکو نظر آسکے گی۔ اگر نظر نہ آئے گی تو کہا جائے گا کہ وہاں کے انسان عقل وادراک میں ہم سے بہت درجہ میں ہیں۔

بعض ہیئت دانوں کا خیال ہے کہ اگر تمام ستاروں میں جاندار آبادی فرض کرلی جائے تو اس کے یہ معنے ہیں

کہ اس تمام نظام میں جاندار ہستی کے اجزا ایک ہیں اور وہ خلا میں روشنی کے دباؤ کے اثر سے ایک سیارہ سے دوسرے سیارے تک اُڑ اُڑ کے پہنچ گئے ہیں۔

مریخ پر جاندار ہستی کے وجود کے ماننے والے کہتے ہیں کہ مریخ پر زمین کی طرح پہلی جاندار چیز سمندر میں پیدا ہوئی ہوگی۔ وہاں نباتات موجود ہے جس سے وہاں کا عمل ارتقا زمین سے مشابہ ہونا چاہئے۔ مریخ کی لطیف کرہ ہوا میں آکسیجن کی موجودگی مشاہدہ کی گئی ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ وہاں پودے اُگتے ہیں۔

دُوربینوں سے روشن اور تاریک نشان مریخ کی سطح پر پائے جاتے ہیں۔ روشن نشان سُرخ یا زرد رنگ میں اور انہیں صحرا تعبیر کیا جاتا ہے۔ تاریک نشان سبز یا نیلگوں ہیں اور نباتات سے منسوب کئے جاتے ہیں۔ مریخ کے دونوں قطبی حصے سفید نظر آتے ہیں۔ غور و مشاہدہ سے انہیں برف مریخ قرار دیا گیا ہے۔ مریخی موسم خزاں میں یہ سفید چوٹیاں بڑھ جاتی ہیں اور ان کا رنگ زیادہ سفید ہو جاتا ہے۔ وہاں کی موسم بہار میں وہ چھوٹی ہو جاتی ہیں اور ان کے اِردگرد نیلگوں یا سیاہ مادہ کے بڑے بڑے حلقے نظر آتے ہیں جو یا تو پانی یا نباتات کے بڑے بڑے قطعے ہونگے۔ اس موسم بہار میں ان مفروضہ نباتاتی علامات میں بھی تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے۔ بہت سے زیادہ سیاہ ہو جاتے ہیں۔ بعض زیادہ چوڑے یا لمبے ہو جاتے ہیں۔ بہت سے نئے سیاہ دھبے ایسی جگہ نمودار ہو جاتے ہیں جہاں پہلے کوئی دھبہ نہ تھا۔ منجموں نے یہ قرار دیدیا ہے کہ یہ نشانات ضرور نباتات کے ہیں اس سے یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ارتقا کا عمل زمین سے ملتا ہے اور اس کے بعد کا عمل ارتقا بھی جس سے انسان وجود میں آیا ضرور وہاں بھی پیش آیا ہوگا۔ لیکن اب تک کوئی انسانی علامیت نمودار نہیں ہوئی حالانکہ غور و تجسس کرتے کرتے برسوں گذر گئے ہیں۔ چونکہ وہاں پہاڑ نہیں اور ایسا زمانہ نہیں گزرا کہ وہاں ہمیشہ ہر جگہ برف ڈھکی ہوئی رہی ہو اس لیے وہاں زیادہ سے زیادہ جاندار ہستی کی شکل مچھلی جیسی ہوگی جو بڑھتے بڑھتے طرح طرح کے اژدہے بن گئی ہوگی۔ حیوانات میں چوہے گلہریاں اور بلاؤ جیسے جانور وہاں پھرتے ہونگے۔ یہ قیاس کہ اژدہے دودھ پلانے والے جانوروں کی شکل میں عمل ارتقا سے ترقی پا گئے ہیں قابل یقین ہے کیونکہ زمین میں یہ عمل موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے جاری ہوا اور مریخ میں بھی موسمی تبدیلیاں مشاہدہ کی جاتی ہیں۔ اس لیئے وہاں کی انسانی ہستی ابھی بالکل ابتدائی حالت میں ہے۔ زمین پر پہاڑوں کے بڑھنے گھٹنے آتش فشاں پہاڑوں کے زور و شور میں کمی و زیادتی اور آب و ہوا کے مدوجزر نے زمین پر جاندار ہستی کو موجودہ انسانی درجہ تک پہنچایا ہے۔ یہ باتیں مریخ پر موجود نہیں اس لیئے وہاں کی انسانی ہستی بہت ہی پست حالت میں پائی جائے گی اور اس درجہ سے آگے ہرگز نہ بڑھے گی۔

مریخ پر جاندار ہستی کی صورت و شکل کے متعلق عجیب عجیب قیاسات کیے گئے ہیں۔ زیادہ تر اسے اُود بلاؤ کی شکل سمجھی گئی ہے۔ وہ پانی کا جانور ہے اور مریخ پر پانی کافی ہے۔ زمین کے اُود بلاؤ سے اسکی صورت مختلف ہوگی۔ اس کی آنکھیں زیادہ بڑی ہونگی کیونکہ وہاں سورج کی روشنی یہاں کے مقابلہ میں کم تیز ہے ان کے جسم زیادہ لمبے ہیں کیونکہ وہاں کشش ثقل کم ہے۔ اسکے پنجے وہاں کی سطح کھودنے کے کارآمد اوزار ہونگے۔ انکی چھاتیاں چوڑی اور تنفس تیز ہوگا کیونکہ وہاں آکسیجن کم ہے۔

غرضیکہ عجیب عجیب خیال آرائیاں ہیں۔ لوگوں نے اپنی عمریں اسی غور و خوض میں ختم کردی ہیں۔ اس شوق نے کہ وہاں کا انسان یہاں سے زیادہ تحصیل و فہیم ہے۔ بڑے بڑے سائنسدانوں کو عجیب دیوانگی میں مصروف رکھا ہے۔ اب موافق و مخالف رایوں کے پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ قایم ہوتا ہے کہ اس انسانی اندازہ میں اب بہت کچھ تغیر ہوگیا ہے اور یہ کہا جانے لگا ہے کہ اگر وہاں آبادی ہے تو یہ ضروری نہیں کہ وہ انسانی صورت شکل کی ہو۔

قرانی آیات سے یہ شبہ ہونے لگتا ہے کہ ممکن ہے کہ زمین کے علاوہ اور سیارے بھی آباد ہوں لیکن انسان کی پیدایش کا یہاں ذکر آیا ہے اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ زمین ہی پر انسان آباد ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کا خلیفہ ہے۔ اشرف المخلوقات ہے۔ اس پر فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے بحث کی اور اللہ تعالیٰ نے انکی اس بحث کو باطل کردیا اور کہلوا لیا کہ تو ہم سے بہتر جانتا ہے۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ اگر سیاروں میں جاندار آباد ہیں تو وہ انسان نہ ہونگے کسی اور شکل کے ہونگے جو یقیناً انسان کے درجہ سے بہت گرے ہوئے ہونگے اور زمین کا انسان ہی سب سے افضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کہلانے کا مستحق ہے!

عہد مغلیہ میں عورتوں کی حالت

عہد مغلیہ کی تہذیب، علمی ترقی، صناعی اور انجنیری کی داستانیں دنیا کے لیے نئی باتیں نہیں ہیں عہد حاضر کا بچہ بچہ اکبر کی سیاست، جہانگیر کی علم دوستی اور شاہ جہاں کی صنعت پروری سے بخوبی واقف ہے۔ موجودہ عہد کی نصابی کتابیں ان واقعات کو دوہرا رہی ہیں لیکن اس عہد میں عورتوں کی حالت اور انکی حیثیت کے متعلق بہت کم تصانیف ہیں۔ چونکہ اس قسم کی کوئی مستقل تصنیف ابھی تک موجود نہیں ہے لہذا اس مضمون پر کچھ لکھنا آسان نہیں۔ علامہ شبلی کے چند تاریخی مقالات اور انگریزی زبان کی تاریخی کتابوں سے بہت اہم اجزاء دستیاب ہوتے ہیں اور وہی اس مضمون میں پیش کیے جاتے ہیں۔ انگریزی زبان کی ان تصانیف کے سلسلے میں لیڈی بیورج کا ہمایوں نامہ اور پروفیسر ولبری کی مشہور کتاب مغربی تمدن اور مشرقی ممالک قابل ذکر ہیں۔ ہمایوں نامہ میں گلبدن بیگم نے جو بابر کی بیٹی تھی بابر اور ہمایوں کے حالات لکھے ہیں۔ اس کتاب سے اس عہد میں عورتوں کی حیثیت کے متعلق بہت اہم باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ اس عہد میں عورتوں کا بہت احترام کیا جاتا تھا۔ بابر کی بیوی ماہم بیگم جب کابل سے ہندوستان آئی ہے تو بابر خود استقبال کے لیے گیا۔ چنانچہ ہمایوں نامہ میں اس واقعہ کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے۔

"حضرت بادشاہ خیال داشتند کہ تاکول جلالی پیشواز روند نماز شام یکے آمدہ گفت کہ حضرت ماہم بیگم را در دوگروہے گذاشتہ آمدہ ام حضرت بادشاہ باہام تا اسپ آوردن تحمل نہ کردند پیادہ روان شدند و در بس خانہ پنجہ ماہم در خوردند آکام می خواستند کہ پیادہ شوند بادشاہ باہام نماندند خود در جلوے آکام تا خانہ خود پیادہ آمدند"۔

بابر کا پیادہ پا استقبال کو جانا اور سواری کے ساتھ پیدل واپس آنا عورتوں کے انتہائی احترام کو اس زمانہ میں ملحوظ رکھا جاتا تھا ثابت کرتا ہے۔

عورتوں سے خاندانی امور اور اکثر سیاسی امور میں بھی رائے لی جاتی تھی اور انکی رائے کا خیال کیا جاتا تھا۔ اس زمانہ میں عورتوں کو موسیقی سے بہت شغف تھا اور اس میں وہ کمال رکھتی تھیں۔ موسیقی کی صحبتیں اکثر ہوا کرتیں اور بعض گھروں میں یہ معمولات سے تھا۔ ان صحبتوں میں گھر کی عورتیں گاتی تھیں لیکن ان میں صرف گھر کے لوگ شریک ہوتے تھے اور پردہ کا بہت خیال رکھا جاتا تھا۔

عورتیں شہسواری اور فنون سپہگری سے خوب واقف ہوتی تہیں اور سیر و شکار کے لیے جایا کرتی تہیں ہمایوں نے جب ایران کا سفر کیا ہے تو ہمایوں کی بیگم اُس کے ساتھ برابر گھوڑے پر سوار رہی ہے مہرانگیز بیگم کے حال میں لکھا ہے کہ

"لباس مردانہ می پوشیدند و بہ انواع ہنر آراستہ بجز زرگر تراشی و چوگان بازی، تیر اندازی و اکثر سازہا می نواختند"

شادی بیاہ کے معاملے میں عورتوں کو آزادی تھی اور ماں باپ کے فیصلہ کے پہلے انکی رائے معلوم کرلی جاتی اور فیصلہ کا انحصار انہی کے رائے پر ہوتا۔ حمیدہ بیگم کے متعلق یہ مشہور روایت ہے اور ہمایوں نامہ میں بھی اسکا ذکر ہے کہ اس نے پہلے ہمایوں سے عقد کرنا منظور نہیں کیا تھا لیکن بعد میں راضی ہوگئی۔ لیکن یہ رضا جبر کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ خود اس نے اسی جگہ پر غور کرکے فیصلہ کیا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود پردہ کا بہت خیال رکھا جاتا تھا اور عورتیں بغیر نقاب کے باہر نہیں نکلتی تہیں۔ ہمایوں نے شادی کے قبل جب حمیدہ بیگم کو دوبارہ بلایا ہے تو اس نے صاف جواب دیدیا کہ

"دیدن بادشاہان یک مرتبہ جایز است دیگر مرتبہ دیگر نامحرم است من نمی آیم"

ہمایوں نامہ کے علاوہ تزک جہانگیری سے بھی بہت سی باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ اس زمانہ کی عورتوں کی اختراعی قابلیت اور زنانہ کپڑے اور مستعملات کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

مآثر الامراء اور تذکرہ خافی خاں بھی بہت سی باتوں کا پتہ دیتے ہیں۔ تزک جہانگیری میں ہے۔

"اکثر زیور و لباس و اسباب تزئین و تقطیع کہ معمول بندست اختراعی و ابداعی اوست (نور جہاں) مثل دودامی جہت پشواز و پنج تولیہ جہت اوڑھنی بادلہ و کناری و عطر گلاب و فرش چاندنی ہمہ وضع اوست"

خافی خاں اپنے تذکرہ میں لکھتا ہے

"اقسام زیور و لباس زنان بیند کہ در محل بادشاہی و امرائے مغلیہ تاحال رواج دارد ہمہ وضع کردہ اوست و زیور دیرا بہ سابق کہ بسیار کلفت و بدنما بود منسوخ ساخت چاندنی کہ نفس الامر عجب فرش عیب پوش خانہ نامراد و گردپوش فرش دولتمندان است و در بہائے نمود خاص دارد و وضع کردہ ہمان ست و اقسام جنس بادلہ کہ قسم سنگین آنرا بنام بادشاہ و کارخانہ موسوم ساخت و جنس سبک کہ از تمام خلعت عروس و داماد مردم نامراد بہ پانزدہ و بست روپیہ تمام شود و دیگر نقرہائے بجائے اوکہ برائے رو بہ برائے شاہ و گدا بہ کار آید زیادہ از آن ست کہ تفصیل آن

تران پرداخت"

عورتوں میں علم وفضل بہت بڑھا ہوا تھا اور عورتوں کی کثیر تعداد نعمت علم سے بہرہ یاب تھی۔ چنانچہ عالمہ فاضلہ عورتوں میں زیب النسا اور گلبدن بیگم کے نام نامی بہت زیادہ مشہور ہیں۔ مسٹر ویبری نے اپنی مشہور ومعروف کتاب تمدن مغربی میں زیب النسار کی علم دوستی پر بسیط تبصرہ کیا ہے۔ مسٹر موصوف سے پہلے بھی بہت سے علمار نے شاہزادی موصوفہ کی علمیت کے متعلق مستقل مضامین حوالۂ قلم کیے ہیں اور اس سلسلہ میں مزید اضافہ کی ابھی کوئی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ شاہزادی موصوف خود بھی عالمہ تھیں اور اشاعت علم کی طرف بھی کافی توجہ کرتی ہیں اور علمار کی سرپرستی کرتی تھیں۔ میں اسی کتاب سے موصوفہ کا ایک واقعہ بنام قاضی ابو الفتح ملتانی درج کرتی ہوں۔ بعد القاب کے وہ لکھتی ہیں۔

"بتو جہات تا متناہی مخصوص ومباہی بودہ بدانند عرضہ داشتیکہ مشتمل بر اصول منظوم منطق وشروع درشرح آں نمودن ارسال داشتہ بودند بمطالعہ عالیہ عزامتیاز یافت۔ اول باید کہ شرح فارسی ابن منظوم را با تمام رسانند بعد ازاں حاشیہ بیضاوی کہ بر سورۂ بقر مسودہ کردہ اند بیاض دادہ ارسال دارند دریں باب تاکید دانند وخاطر عاطر مارا متوجہ احوال خود شناسند کہ انشاء اللہ تعالےٰ دریں رمضان المبارک از زکوٰۃ برائے شما فرستادہ خواہد شد خاطر جمع دارند زیادہ عنایت است"

اس رقعہ سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اُس زمانہ میں عورتوں کو علم وفضل سے کیسا شغف تھا۔ اور عورتیں صرف دینیات ادب ہی میں لیاقت نہیں رکھتی تھیں بلکہ معقول میں بھی ماہرہ اور مشاق ہوتی تھیں۔ جس رسالہ منظومہ کے ترجمہ کی طرف اس خط میں اشارہ کیا گیا ہے وہ رسالہ شمسیہ ہے۔ قاضی ابو الفتح نے زیب النسا کی تحریک سے اسکا ترجمہ فارسی میں کیا۔ گلبدن کے متعلق مولانا شبلی لکھتے ہیں مسلمانوں کی سلطنت کے ابتدائی زمانہ میں یہ حالت تھی کہ بیگمات ایسی تصنیفیں کرتی تھیں آج مردوں سے بن نہیں آسکتیں۔ ہمایوں نامہ کے چھوٹے چھوٹے فقرے، بے تکلف الفاظ، روزمرہ عام بول چال" اداکی بیساختگی دل کو بے اختیار کر دیتی ہے۔ گلبدن بیگم ملکی اور سیاسی واقعات کو بھی انتہائی تفصیل سے بیان کرتی ہے اور اسمیں اور مؤرخین سے ممتاز نظر آتی ہے وہ اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ کس واقعہ کو سمیٹ کر اور کس واقعہ کو پھیلا کر لکھنا چاہیے وہ خوب جانتی ہے کہ کونسا واقعہ کیا اثر رکھتا ہے اور اُس کے اسباب وعلل سے کہانتک بحث کرنی چاہیئے۔

گلبدن بیگم کی یہ تصنیف زمانہ حال کی بہترین تذکروں میں شمار کی جاتی اور اس لحاظ سے گلبدن بیگم فرشتہ خافی خاں وغیرہ کی طرح ایک زبردست مؤرخ کی حیثیت رکھتی ہے۔

مندرجہ بالا حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں عورتوں کی پوزیشن کس قدر بلند تھی اور اسکی معاشرت کتنی ترقی یافتہ تھی۔

شہر بانو دختر اسد ڈپٹی مظفر پور

حالتِ نسواں

سقیم حالیٔ صنفِ نسواں۔ جگر میں نشتر لگا رہی ہے
تہیجات غموم و حرماں سے لب پہ فریاد آ رہی ہے

جمود کیسر ہے ہم پہ طاری۔ نہ تن میں رُوحِ حیات ساری
نہ جوشِ زن حسرتیں ہماری۔ گھٹا جہالت کی چھا رہی ہے

مثالِ خاشاک بارِ عالم۔ ہے صنفِ نسواں غریقِ صد غم
حضیضِ پستی نشین ہر دم۔ سمومِ نکبت چلا رہی ہے

نہ مایہ دارِ علوم و حکمت۔ نہ حاملِ عزم و حزم و ہمت
ہماری پستی پسند طینت۔ یہ منظرِ بد دکھا رہی ہے

ہیں بے نیازِ عروج و عظمت۔ اسیرِ ادبار و حزن و حسرت
غضب خدا کا ہماری غفلت۔ ہمیں جہاں سے مٹا رہی ہے

ہیں دیگراں مرکزِ ترقی۔ اور ہم ہیں مجروحِ تیغِ پستی
نہ زیرِ پا ہا ہمائے علمی۔ یہ بات دل کو دکھا رہی ہے

ہے طرزِ ایامِ اوج پرور۔ ترقیاتِ علوم دربر
دلے بہ نسوان جہل پیکر۔ سرشکِ حسرت بہا رہی ہے

ہوئے جو خواہندۂ ترقی۔ برائے بہبودِ خویش ساعی
روش انھیں دہرِ عیش خو کی۔ ردائے علمی اڑھا رہی ہے

اے صنفِ نسواں اسیرِ نکبت۔ سدا ہو خواہانِ علم و عظمت
یہ دیگران آنکی سعی و ہمت۔ مئے ترقی پلا رہی ہے

بہار ساماں ریاضِ نسواں۔ ہو سبز و شاداب نخلِ ارماں
یہ نغمۂ صد فلاح ساماں۔ ندائے غیبی سُنا رہی ہے

بہ چرخِ اقوامِ بدرِ کامل۔ ضیائے علم و ہنر ہو حاصل
ہو راہ سے دور سنگِ حائل۔ دُعا لبوں پہ یہ آ رہی ہے

کمیت بادۂ ترقی۔ ہوں خازنِ گنج ہائے علمی
ہوں نازشِ دہر و فخرِ ہستی۔ یہ دل میں خورشید آ رہی ہے

خورشید آرا بیگم امراؤتی

انعامی مقابلہ کا افسانہ

سوکن پر بیٹی

حمیدہ نے آخر دیکھا نہ بھالا سوچا نہ سمجھا، صرف دولت کے لالچ اور فریب میں آکر کمسن شکیلہ کر جھونک ہی دیا۔ ہزار پھوپی چچا خالہ نانی سب ہی نے سمجھایا مگر یہاں تو ایک ہی دھن تھی کچھ ہو شکیلہ امیر گھر بیاہی جاتے۔ ناصر علی (شکیلہ کے والد) تو کسی گنتی ہی میں نہ تھے۔ اندر باہر جہاں تھی بی حمیدہ کی حکومت اور انا ہی کا سکہ چلتا تھا۔ جب باپ کی نہ چلی تو اور کوئی کس شمار قطار میں۔ ایک نہیں دس نسبتیں ایک سے ایک بڑھ چڑھکر آئیں مگر حمیدہ پر کلیم اللہ کی ماں حسینی بیگم نے وہ جادو نہ کیا تھا جو اتر جاتا۔ دن رات میں کئی کئی پھیرے ہوتے ہزاروں باتیں بنائی جاتیں سبز باغ دکھائے جاتے سننے والوں کے منہ میں پانی بھر آتا۔ یہ تو ضرور ہے کہ دولت خدا نے کلیم اللہ کے گھر کثیر دی تھی مگر ساتھ ہی دو بھائی چار بہنیں برابر کی شریک تھیں ایک بیوی پہلی موجود۔ تین بچے آگے پھر رہے ہیں۔ عمر بھی خاصی ۵۵۔ ۶۰ کے لگ بھگ ہے اس زمانے کی عمریں تو ایسی ہو رہی ہیں کہ ۵۰۔ ۶۰ میں سب کچھ ہو گذرتا ہے۔ پیدا بھی ہوئے بچپن بھی گذرا جوانی میں قدم رکھا کچھ پڑھا کچھ نہ پڑھا نوکر ہوئے شادی ہوئی بال بچے ہوئے کچھ دن نہ گذرے بڑھاپے کے آثار نمودار ہوئے اور کوئی ایسا مرض کھڑا ہو گیا کہ بس چلتے بنے۔

مگر ہاں کلیم اللہ خاصا تندرست تھا کاٹھی بھی اچھی تھی خدا نے بے فکری دی تھی باپ کی مساعی جمیلہ سے کچھ دنوں کے لئے تحصیلدار بھی رہ چکے تھے۔ باپ کا مرنا تھا کہ حضرت نے استعفا دیدیا۔ یوں تو ملازمت کی کوئی ضرورت نہ تھی مگر باپ پرانے زمانے کے آدمی تھے سرکاری نوکری کو بہت بڑی عزت خیال کرتے تھے۔ اور ہے بھی تو سچ۔ باپ کی زندگی تک تو پہلی بیوی نعیمہ سے ٹھیک گذری کیونکہ بڑے میاں اپنی بہن کی بیٹی بیاہ لائے تھے۔ مگر انکی آنکھ کا بند ہونا تھا کہ ادھر یہ گل کھلا، ماں حسینی بیگم تو نند کی بیٹی کرنے سے پہلے ہی ناراض تھیں شوہر کا مرنا تھا کہ ایک ایک کی دس دس باتیں بیٹے سے بہو کے خلاف لگنے لگیں پہلے بھی کیا کم تھیں مگر بڑے حضرت کا کچھ ڈر تھا وہ نہ رہا۔ رہنے والے تو یہ لوگ دکن کے تھے مگر کلیم اللہ کے والد یہاں ہی آئے اور ملازمت کے سبب سی پی ہی کے ہو رہے اور مستقل قیام جبلپور میں ہو گیا ناصر علی بھی کچھ ننگے بھوکے نہ تھے مگر برا وقت کسی پر نہ آئے فضول خرچیوں اور ناعاقبت اندیشیوں کی بدولت ذرا حالت بگڑ گئی تھی پھر کسی کے محتاج نہ تھے چار مکان تھے

جسکا کرایہ دو ڈھائی سو کے قریب ماہانہ آتا تھا ایک دو گاؤں تھے جن کی کاشت سے سالانہ ۴-۵ ہزار کے قریب آمدنی ہو جاتی تھی- کلیم اللہ کے یہاں لاکھوں کا حساب تھا مکان بھی تھے زمینداری بھی تھی ٹھیکے بھی تھے باغات بھی تھے لوگ دبی زبان سے یہ بھی کہتے ہیں کہ سود بھی چلتا تھا خدا معلوم سچ ہے یا جھوٹ مگر ہیں خاصے خوشحال بھلا ایسی جگہ کی نسبت خالی پھرے ترکیبیں پھرے اتنی املاک کی شکیلہ واحد مختار ہوگی جس وقت دیور جیٹھ علیحدہ ہو نگے دیکھی جائے گی ابھی تو دسوں انگلیاں دسوں چراغ ہونگی- شکیلہ نام کی شکیلہ نہ تھیں ہر جگہ آپ انکے حسن کی تعریف سن لیجے کبھی کبھار اگر ماں کے ساتھ کسی محفل میں چلی گئیں زیادہ نہ سہی دو چار منٹ کے لیے تو بھی سب کی نظریں اس پر ضرور پڑ جاتیں حسینی بیگم نے خوب چالاکی کی جس محلہ میں ناصر علی کا مکان تھا اس کے قریب ہی ایک مکان کرایہ پر لے آ رہیں۔ سواری موٹر کبھی تانگہ تو سب کچھ گھر ہی کا تھا دن کا آدھا حصہ وہاں گذارنا انکا فرض تھا- تین بیٹیاں تو بیاہی جا چکی تھیں چھوٹی سلیمہ کنواری تھی دو زماں بیٹیاں اٹھیں اور جمیدہ کے گھر جا دھمکیں ماموں کے مرنے کے بعد سے نعیمہ کی قسمت ہی پلٹ گئی تھی- طعنہ تشنیع سننا میاں کی نظروں کا تیکھی ہونا غریب برداشت کرتی اور ہمیشہ خاموش رہنے لگی- کلیم اللہ صاحب کو دن رات خوش گپیوں سے فرصت نہ تھی خدا نے انکی مراد دی تھی اور باپ کے مرنے کو کچھ زیادہ عرصہ نہ گذرا تھا دوست احباب کا دل خوش کن بحث ہر وقت لگا رہتا- کبھی ناچ کی محفل تو کبھی گانے کی کبھی شطرنج ہے تو کہیں تاش- کبھی کوئی نیا کھیل کھڑا ہوا غرض روپیہ کو صرف بہت تھے، نعیمہ گھر کے کام دھندے سے فرصت پا کر جو وقت ملتا یا تو بال بچوں کے کام کاج میں یا بس منہ لپیٹے اور پڑ رہے- خوشدامن صاحبہ کا حکم نہ تھا کہ کسی اخبار یا رسالہ یا کتاب سے دل بہلایا جائے بغیر انکی اجازت اپنے میاں سے بھی بات کرنے کی مجال نہ تھی- اس طرح ۱۸-۱۹ سال گذرے- ۶-۷ سال تک کوئی اولاد نہ تھی- کہا جاتا ہے کہ بال بچہ ہو جانے سے سسرال میں بھی طبیعت لگنے لگتی ہے ہر دوسرے تیسرے ماہ میکہ کا پھیرا رہتا تھا- خدا نے ایک عرصہ کے بعد اولاد کی صورت دکھائی- مگر بدقسمتی شامل حال تھی پہلے کے تو دو تین بچے جانبر نہ ہو سکے بعد کے تین زندہ رہے دو بیٹے اور ایک بیٹی وہی بیچاری کی زندگی کا سہارا ہیں- کلیم اللہ کو نہ انکی تعلیم کا خیال ہے نہ تربیت کا- جس بیوی سے نہ بنی ان بچوں کا کہاں تک خیال رہتا ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے دن رات کی کوفت سے مردہ سے بدتر حال نعیمہ کا تھا- نعیمہ کی حالت ساس شوہر کے لیے اچھا بہانہ تھی کہ بیوی دائم المریض ہے اس لیئے دوسری شادی کی ضرورت ہے- شکیلہ کی والدہ کا خیال تھا کہ شکیلہ کے امیر گھر بیاہے جانے سے خاص کر ایسی حالت میں کہ سسرے زندہ نہیں ہر طرف کلیم اللہ ہی کا بول بالا ہے میرے دونوں بیٹوں کیلئے بھی اعلیٰ تعلیم کا کافی

انتظام ہو سکے گا اور شکیلہ بھی چودہ پشت چین سے گذارے گی۔ دن رات کے تحفے تحائف دیکھ دیکھ کے حمیدہ پھولی نہ سماتیں آخر ہیرے پھیرے کب تک ہوتے۔ خوب سوچ سمجھ کے بڑی خوشی سے حمیدہ نے ہاں کر دی۔ ہاں ہونے کی دیر تھی حسینی بیگم کے لئے دن عید رات شب برات ہوگئی۔ مگر نعیمہ انکی خوشی میں کانٹا سی کھٹکتی معلوم ہوتی تھی۔ بڑی مہربانی اس پر یہ ہوئی کہ اسے اس کے میکے اورنگ آباد مع تینوں بچوں اور دو خادماؤں اور ایک منشی کے بھیج دیا گیا۔ اب تو میدان بالکل صاف تھا۔ خوب زور شور سے شادی کی تیاریاں ہونے لگیں خوب دل کھول کر دونوں طرف سے حوصلہ اور ارمان پورے ہوئے۔ مبارک دن اور تاریخ دیکھکر نکاح کی رسم ادا ہوئی وداع کا سامان بہت زوردار تھا حمیدہ کی ایک ہی بیٹی شکیلہ تھی دو بیٹیاں شکیلہ سے پیشتر مر چکی تھیں انہوں نے اس خیال سے اگر دو نوں زندہ ہوتیں ان کو بھی کچھ دینا ہی ہوتا۔ سب شکیلہ ہی کو دیا ۴-۶ ہزار کا زیور ۲-۳ ہزار کا کپڑا۔ فرنیچر کاٹ کباڑ غرض حیثیت سے زیادہ لگا۔ برسوں پہلے سے بیٹی گھوارے میں جہیز پٹارے میں کے مصداق تیاری ہو رہی تھی بڑے حوصلہ سے شکیلہ کو وداع کیا حسینی بیگم کے یہاں تو روپیہ کی بارش تھی یہاں خوب ساز سامان تھے۔ کئی ہزار کے چڑھاوے میں کپڑے اور زیور گئے۔ اللہ اللہ کرکے شکیلہ سسرال گییں چوتھی چالے ہوتے رہے ڈہنا یا ختم ہوا۔ پہلی سی شرم حیا تو اب عنقا ہے دو دو بچوں تک گھونگھٹ رہتا تھا مگر اب مقررہ حد سوا مہینہ رہ گئی ہے۔ لاج کھلائی کی رسم بھی بہت دھوم سے کی گئی۔ قبیح رسموں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب عزیز قریب جمع ہوکر دلہن سے مٹھائی میوہ پھل وغیرہ کچھ تقسیم نہ کرا لیں دلہن کی آنکھیں سب کے سامنے نہ کھلتی تھیں غرض لاج کھلائی کے بعد گھر کی زندگی میں قدم رکھا گیا۔ دو چار ماہ تو بخیر و خوبی گذر گئے پھر نعیمہ کی طرف سے کلیم اللہ کو نوٹس دیا گیا کہ نان نفقہ اور مہر کا روپیہ یا جائداد جو نکاح کے وقت لکھ لی گئی تھی ادا کر دو۔ مگر یہاں سے جواب ندارد آخر دعوے دائر ہوکر اور نان نفقہ ملاکر سوا لاکھ کی ڈگری ہوگئی۔ ڈگری کا ہونا تھا کہ کلیم اللہ کے بھائیوں کو ہوش آیا۔ دونوں بھائی نعیم اللہ حفیظ اللہ ملازمت پر تھے خبر لگتے ہی رخصت لیکر آئے اور جتنی جلد ہو سکا اپنا حصہ الگ کروا لیا۔ کلیم اللہ نے کچھ دنوں التوا کرنا چاہا مگر انہوں نے ایک نہ مانی۔ انکا حصہ ہوتے ہی ڈگری کا روپیہ بھی ادا کرنا ہوا۔ بہنیں خاصی خوشحال تھیں انہوں نے بھائیوں سے حصہ لینا نہ چاہا۔ البتہ چھوٹی سلیمہ کے نام بنک میں دونوں بھائیوں نے ۱۵ ہزار جمع کروا دیا۔ کلیم اللہ کے حصہ میں سے سوا لاکھ وضع ہوکر بہت کم جائداد باقی رہتی تھی مگر دینا ضرور تھا۔ اب حمیدہ کے ہوش اڑنے لگے کہ جس کے بھروسے بیٹی دی تھی وہ ہی نہ رہا۔ کوئی نوکری چاکری تو نہیں کہ اسکا ہی سہارا رہتا۔ انہوں نے سمدھن

سے کہلوا یا کہ بہت دنوں تم سے ملے ہو گئے ہیں آج ذرا دو گھڑی کو ہو جانا۔ حسینی بیگم چلتی ہوئی عورت تھی تاڑ گئی اور کہلوا دیا کہ ہاں آج ضرور آؤنگی دو گھنٹہ بعد بہو کو ساتھ لے جا پہنچیں۔ سلام دُعا ادھر اُدھر کی باتوں کے بعد نعیمہ کی ڈگری بھائیوں کے حصہ کا بھی ذکر آگیا حمیدہ نے خوب آڑے ہاتھوں لیا۔ سمدھن کو بھی اور داماد کو بھی خوب سنائیں۔ حسینی بیگم بھی موقعہ موقعہ سے جواب دیتی رہیں شام کا کھانا کھا ساس بہو گھر آئیں ماں نے بیٹے سے سمدھن کا کہا ہوا دوہرا دیا اور کچھ نمک مرچ بھی لگایا۔ حمیدہ کا کہنا حق بجانب تھا مگر حق ہمیشہ کڑوا ہوتا ہے۔ کلیم اللہ کو بہت ناگوار گذرا۔ بیوی کو بے نقط سُنانے لگے۔ شکیلہ دم بخود سُنا کی۔ پھر تو روز کا معمول ہو گیا تھا کہ کسی نہ کسی بات پر طعنہ ضرور ملجاتا۔ انسان ہے کب تک سُنے آخر ایک دن جواب دے ہی دیا کہ "میری اماں جو کہتی ہیں بالکل حق بجانب ہے یہ مُصیبت اُنسے کب دیکھی جائے گی۔ انہوں نے لیاقت نہیں دیکھی عمر نہیں دیکھی آپ کے بیوی بچے نہ دیکھے صرف یہ ہی ایک خوبی تھی کہ آپ دولتمند تھے سو وہ بھی نہ رہی" کلیم اللہ نے جواب دیا کہ "تمہاری اماں اتنی نادان نہ تھیں جہاں یہ کچھ سمجھ کے دیا تھا وہاں یہ نہ جانیں کہ بیوی بچے بھائی بند سب ہی جو ہوئے کوئی اپنا حق اور حصہ کیسے چھوڑ دے گا۔ اگر تمہیں میرے یہاں رہنا ہے تو جس حال میں رہنا پڑے صبر اور شکر سے رہو۔ اگر ایسی اماں چاہیتی بیٹی کی تکلیف نہیں دیکھ سکتیں تو اپنے گھر رکھکر خوب ناز برداریاں کریں۔ بیشک نعیمہ کی ڈگری ہو چکی ہے۔

روپیہ تو بہر صورت ادا کرنا ہو گا ادا بھی کرونگا اور جہاں تک کوشش ہو سکے گی اسے ضرور جا کر لاؤنگا میں نے دوسری شادی کی ہے مگر وہ میری بیوی ہے اور پہلی حقدار پھر بچوں والی پھوپی کی بیٹی۔ آخر پھوپی کیا کہتی ہونگی۔ نعیمہ کے آنے سے جائداد بھی گھر میں رہے گی۔ بچوں کی بھی خبر گیری ہوگی کچھ اس غریب کی بھی دلدہی ہوگی۔ اور یہ سب تمہیں سہنا ہوگا۔ تم سوکنیں نہیں بلکہ بہنیں ہو کر رہو تو شوق سے رہو اگر تم چاہو کہ میں نئی بیوی کی خاطر الگ گھر کر لوں تو یہ مجھ سے ہو ہی نہیں سکتا۔ نعیمہ کی ہی آہیں تھیں جنہوں نے مجھے چین سے بیٹھنے نہ دیا۔ مجھے رہ رہ کر اس کی لاوارثی پر رحم آتا ہے بہت کچھ سختیاں اس غریب پر میری جانب سے ہوئی ہیں اسکا تو کیا بدلہ دے سکتا ہوں۔ اتنا ضرور کروں گا کہ دونوں حقدار بن کر رہینگی۔ کہو تمہاری کیا مرضی ہے"

شکیلہ پر سکتہ کا عالم طاری تھا نہ جواب دیتے بن پڑتی تھی نہ خاموش رہتے۔ کہنے لگی "بدقسمت کا لکھا تھا پورا ہوا خوب ہوتا جیسی دونوں بہنیں مرگئیں میں بھی مرجاتی اور مجھے یہ دن نہ دیکھنے پڑتے میری تو خیر گذر ہی جائے گی دُنیا میں اِنسان خوشی یا رنج دُکھ یا سکھ دو ہی باتوں کے واسطے پیدا ہوا

ہے مگر اماں پر خدا معلوم کیا گذرے۔ اب آپ کے وہ وعدہ وعید کیا ہوئے ہزار ہزار باتیں کیں کروڑوں وعدے ہوئے آپ نے بھی اور اماں جان نے بھی بروقت یہی کہا کہ اِس بیوی سے نباہ مشکل ہے اور وہ کوئی دنوں کی مہمان ہیں خیال ہے کہ شادی تک کام بھی تمام ہوجائے گا افسوس میری قسمت نے مجھ سے دغا کی اور میں کہیں کی نہ رہی"

کلیم اللہ۔ اِسقدر افسوس کرنے سے کیا فائدہ دُنیا میں ہزاروں سوکنیں بس رہی ہیں اگر سب کا تم سا خیال ہو تو گذر کیسے ہو۔ بہتر ہو تم میکے ہی میں رہا کرو۔

شکیلہ۔ ہاں ہاں میکے میں رہوں۔ یہ تو آپ کے نزدیک بہت آسان ہے مگر میری روٹی کپڑے کا کیا انتظام ہے کس کے سر رہوں ماں باپ کو بیاہی بیٹی کی مسی بھاری ہوتی ہے۔ بہتر ہو آپ میرے لیئے بھی کچھ کردیں +

کلیم اللہ۔ میری حالت اب اس لایق نہیں رہی کہ تمہارے لئے بھی کچھ کردوں۔ اگر تمہاری اماں سمجھدار ہوتیں ضرور مہر کے وقت کچھ کروالیتیں۔ جو کچھ زیور کپڑا ہے وہ تمہارا ہی ہے جان رہی تھیں کہ سوکن پر بیٹی دی جارہی ہے اب تو میں ہر طرح مجبور ہوں مجھے تمہارے رکھنے سے انکار نہیں جو کچھ میسر ہے تمہارا ہے شوق سے کھاؤ رہو۔ تمہاری طرف داری کرتا ہوں تو مجھے بھی روٹی کے لالے ہیں سوالاکھ تو نعیمہ کا مہر نان نفقہ نکل ہی جائے گا بچوں کی تعلیم تربیت کے لیئے اگر وہ مجھ سے مانگے تو بچانہ ہوگا اگر بچوں کو بلالیتا ہوں تو اور میری جان عذاب میں ہوگی نعیمہ آجائے گی تو سب جھگڑوں سے نجات ہوجائے گی۔

یہ خبریں حمیدہ تک بھی اُڑتے اُڑتے پہنچ گئیں انہوں نے بیٹی کو ملنے کے بہانے بلایا مگر شکیلہ نے خرابی طبیعت کا بہانہ کرکے جانے سے انکار کیا۔ وہ خود آگئیں کچھ تو شکیلہ سے کچھ اس کی ماما سے کچھ گھر کی چھوکرا چھوکریوں سے غرض حمیدہ پورے حال سے واقف ہوگئی۔ بیٹی کی قسمت کو خوب روئیں پیٹیں ساتھ لیجانا چاہا مگر شکیلہ نے صاف انکار کردیا اور کہا "جو قسمت میں تھا بھگت رہی ہوں اور بھگت لونگی یہ سب کیا دھرا آپ ہی کا ہے اب وہ دولت کہاں گئی جس کے برتے پر میری قربانی کی تھی آپ نے اپنے آگے ابا پھوپی خالہ نانی عزیز قریب کسی کی نہ چلنے دی۔ دولت مند شادی شدہ سے قسمت پھوڑ دی۔ چچی جان نے ہزاروں خوشامدیں کیں مگر آپنے انہیں یہ کہہ کر کہ تمہارے بیٹے جیسے وکیل میری بچی کے گھر ہزار جوتے چٹخاتے آئیں گے صاف دھتکار دیا۔ خیر میری قسمت جیسے آپ نے دونوں مردہ بیٹیوں کو صبر کیا مجھے بھی مردہ سمجھ کر

صبر کر لیجے"

حمیدہ گھر واپس ہوگئیں۔ میاں سے سب حال سُنایا۔ انہوں نے کہا آپ مجھ سے نہ کہو تمہارے ہاتھوں سے شکیلہ قربان ہونی تھی ہو چکی۔ ہاں کرتے وقت میری کب چلنے دی تھی کہ اب معاملہ پڑنے پر مجھے سُناتی ہو۔ دونو میاں بیوی کی خوب ہوئی مگر اب سب باتیں بے سود تھیں۔ جو ہونا تھا ہو چکا چار دن سب جگہ ذکر تذکرے رہے سمجھداروں کو بوڑھے شخص اور بیوی بچے والے کو دینے کا سبق مل گیا۔ سُنا جاتا ہے کہ ڈگری کا روپیہ ادا ہو کر تھوڑا عرصہ ہوا ہوگا کلیم اللہ خود گئے اور ساس کے آگے ہاتھ جوڑے پیر پڑے ہزار خوشامد منت سے تصور کی معافی مانگ کر لانے کے لئے اصرار کیا پہلے تو سب نے صاف انکار ہی کیا مگر عورت کے لیئے مرد کی ایک محبت بھری نگاہ ہزاروں روپیوں اشرفیوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ نعیمہ نے الگ رہنے کا سوال کیا مگر کلیم اللہ نے اپنی حالت بتلا کر وہ بھی منوا لیا۔ اللہ رے جفا کار مردوں۔

پندرہ روز سُسرال رہ کر بیوی بچوں کو لے آئے اب دونوں بیویاں ہیں اور کلیم اللہ حسینی بیگم کی دونوں بہوؤں سے خوب گت بن رہی ہے۔ نعیمہ پچھلی باتوں سے کلیجہ چھیدتی ہے تو شکیلہ اپنی حالت زار پر ہزاروں صلواتیں سُناتی ہے نعیمہ کی زندگی بھی ایک حد تک ٹھیک کیا اچھی گذر رہی ہے مگر شکیلہ کی حالت قابل رحم ہے۔ یہ ہیں سوکن پر دولت کے لالچ میں بیٹی دینے کے نتیجے +

غوثیہ مظفر حسین بیگم (امراؤتی)

دولت اور رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیوں

قناعت

دُنیا میں ان باتوں کے سوا ہمارا کیا حق ہو سکتا ہے۔ کہ زیادہ کی طلب کریں۔ گھر رہنے کو ساتھ ضروری سامان گزراں کے لیئے۔ کپڑا صرف ستر پوشی کے واسطے سوال سے بچ کر محنت وسعی سے حلال روزی نفس پروری کے واسطے۔ کیونکہ خدا نے دُنیا کو فنا کے واسطے پیدا کیا ہے۔ پھر اس چندروزہ زندگی کے لیئے مزید کاوشوں میں پڑنا ہے سو معلوم ہوتا ہے جبکہ ہم دنیا میں بصورت ایک مہمان کے آتے ہیں تو پھر جس قدر زیادہ دل لگائیں گے۔ اُسی قدر زیادہ کوچ کے وقت قلق و بے صبری ہوگی۔

تذکرۃ الواعظین میں ہے "حدیث ہے۔ کہ جب پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سیدۃ النسا فاطمۃ الزہرا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ سے کیا۔ تو ابوبکر صدیق رض عمر فاروق رض حضرت سلمان رض حضرت اسامہ رض کو بی بی فاطمہ زہرا کا جہیز اُٹھانے کے واسطے بلایا۔ چکی اور تکیہ جس کا بھراؤ چھوہارے کی کھال سے تھا۔ ایک مسواک بیلوں کی۔ اور لکڑی کی جوتیاں۔ عصا۔ جھاڑو اور سوتی۔ ایک چٹان۔ اور مٹی کا پیالہ اور چادر تھی۔ ابوبکر صدیق رض روتے اور کہا یہ حضرت فاطمہ رض کا جہیز ہے پیغمبر اللہ نے فرمایا، اے ابوبکر یہ اس کے واسطے بہت ہے۔ جو دنیا میں مسافر کی طرح ہو کر درخت کے سایہ میں بیٹھ گیا اور چلا گیا۔ پس حضرت فاطمہ رض دُلہن بنکر نکلیں تو صوف کی چادر جس میں پیوند تھے اوڑھے ہوئے تھیں۔ پس اے دُنیا کی فریفتہ (بیبیو) خاتون جنت کو دیکھو جن کا رتبہ اتنا عالی تھا۔ نکاح کیسے جہیز سے ہُوا۔

بی بی زہرہ رض ایک ہاتھ سے جو پیستی تھیں اور زبان سے تلاوت قرآن کرتی تھیں۔ اور دل سے تفسیر کرتی تھیں۔ آنکھوں سے سبب خوف الٰہی کے روتی تھیں۔ زمانہ حال کی عورتیں ہاتھ سے ڈھولک بجاتی ہیں۔ اور زبان سے فحش گیت بولتی ہیں۔ دل سے دُنیا کو دوست رکھتی اور آنکھوں سے اغماز کرتی ہیں"

حضرتِ عایشہ صدیقہ نے فرمایا۔ مجھے دُنیا کی تین باتیں محبوب ہیں۔ خدا پر بھروسہ کرنا۔ خلق سے علیحدہ رہنا۔ جو ہاتھ میں ہو اِس پر قناعت کرنا۔ حضرت فاطمہ زہرہ رض نے فرمایا۔ مجھے دُنیا کی تین باتیں پسند ہیں۔ طاقت ہوتے خرچ کرنا، ندامت کے وقت رونا، فاقہ پر صبر کرنا +

سو اے بیبیوں۔ ہم بھی ان نیک بیبیوں کے نقشِ قدم پہ چل کر کیوں نہ دونوں جہاں میں فلاح حاصل کریں +

ایس۔ بی طاہرہ

انگلستان اور فرانس میں قیام کے طریقے

از مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی ام ار اے ایس اف ار ایس اے (لندن)

انگلستان میں رہنے کے لیے مختلف طریقے ہیں جن کی صراحت دلچسپی سے خالی نہیں۔ یہاں آنے والوں کی مختلف نوعیتیں ہوتی ہیں بعض تو سیر و تفریح کے لیے چند روز یا چند ہفتے قیام کرتے ہیں یا تعلیم وغیرہ کی غرض سے ان کو مہینوں یا سال رہنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح رہنے کی جگہ مختلف مثلاً ہوٹل۔ بورڈنگ ہوس۔ فیملی۔ اور فلاٹ۔ ہر ایک کی صراحت ضروری ہے۔

ہوٹل۔ ہوٹلوں کے متعدد اقسام۔ اعلیٰ۔ اوسط۔ ادنیٰ ہونے کے علاوہ اور بھی قسمیں ہیں۔ بعض ہوٹلوں میں رہنے کے انتظام کے ساتھ تین وقت کے کھانے دو وقت کے چاء کا انتظام بھی ہوتا ہے بعض ہوٹل صرف بستر اور ناشتہ کے لیے مخصوص ہوتے ہیں بعض میں بستر ناشتہ کے ساتھ شام کے کھانے (ڈنر) کا انتظام بھی ہوا کرتا ہے۔ بعض ہوٹل صرف کھانے کے لیے مخصوص ہوتے ہیں رہنے کا انتظام نہیں ہوتا۔ چونکہ لنڈن اور انگلستان کی معاشرت عموماً ایک ہی قسم کی ہے اس لیے بلحاظ ضروریات زندگی اسی قسم کے ہوٹلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔

ہر ہوٹل اپنے درجہ کے موافق آراستہ و پیراستہ ہوتا ہے اعلیٰ ہوٹل کے قطع نظر اوسط اور ادنیٰ ہوٹل بھی ہندوستان کے ہوٹلوں سے عمدہ اور بہتر ہوتے ہیں۔ ہر کمرہ کے ساتھ اس کی حیثیت کے موافق فرش فرنیچر۔ بستر منہ ہاتھ دھونے کا سامان تولیہ وغیرہ ہوتا ہے۔ کام کرنے کے لیے خدمت گار عموماً لڑکیاں ہوتی ہیں۔ ہوٹل کا قیام ان لوگوں کے لیے نہایت ضروری اور مفید ہے جو نہایت مالدار ہیں یا صرف ہفتہ عشرہ کے لیے لنڈن یا انگلستان میں قیام کرنا ہوتا ہے۔ طلبہ بھی جو انگلستان جاتے ہیں اپنے عارضی قیام میں اسی کو پسند کرتے ہیں مگر عام طور پر بستر اور ناشتہ BED AND BREAKFAST والے ہوٹلوں میں ٹھیرتے ہیں کم از کم شرح روزانہ چار یا پانچ شلنگ تک ہوتی ہے زیادہ کی حد نہیں۔

بورڈنگ ہوس اس کی حالت کچھ ہوٹل اور کچھ فیملی کی ہوتی ہے اکثر و بیشتر بستر ناشتہ ڈنر وغیرہ کے ساتھ ہوتی ہیں دوپہر کا کھانا شامل نہیں ہوتا۔ ہر بورڈنگ ہوس میں گنجایش کے موافق آدمی رہتے ہیں۔ ہمارے بورڈنگ ہوس سے یہ علیحدہ ہیں کیونکہ یہاں کے بورڈنگ محض کالج اسکول وغیرہ کی حد تک مخصوص ہوتے ہیں

گر یہ بورڈنگ اس حیثیت کے نہیں ہوتے ان کو کالج یا اسکول سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ خانگی حیثیت سے لوگ اسکو اپنی آمدنی کے لیئے رکھتے ہیں دوسری قسم کے بورڈنگ بھی ہوتے ہیں اس قسم کے بورڈنگ کا مجھے تجربہ نہیں ہے اس لیے میں ان کے متعلق کچھ زیادہ لکھنے سے قاصر ہوں۔

فلاٹ۔ یعنی مکان یا مکان کا حصہ فلاٹ کہلاتا ہے یہ بھی کرائے سے ملتے ہیں بعض تو فرنیچر سے آراستہ ہوتے ہیں اور بعض بلا فرش و فرنیچر کے ملتے ہیں۔ ساتھ رہنے والے دو تین اصحاب ہوں تو فلاٹ نہایت عمدہ شئے ہے کیونکہ اپنا مکان ہوتا ہے آنے جانے میں کسی وقت کی پابندی کھانے کے لیئے دوسروں کی اطاعت کی ضرورت نہیں ہوتی کھانا باہر ہوٹل میں کھایا جا سکتا ہے یا خود ملازمہ نوکر رکھ سکتے ہیں۔ بہر حال اس میں بہت کچھ آرام مل سکتا ہے بشرطیکہ کم ازکم تین اصحاب ہوں۔ اس کا کرایہ جائے وقوع کے لحاظ سے کم وزیادہ ہوتا ہے ایک اوسط مقام پر اوسط درجہ کے فلاٹ کا کرایہ جس میں تین اصحاب قیام کر سکتے ہیں۔ باورچی خانہ اور حمام و بیت الخلاء کے ساتھ کم ازکم ہفتہ وار چار پانچ پونڈ ہوتا ہے

فیملی۔ فیملی کے قیام کے متعلق میں کسی قدر تفصیل سے صراحت کرونگا کیونکہ مجھے اپنے قیام کے باعث اسکا تجربہ ہے۔ طالب العلم وغیرہ جن کو دو تین سال بلکہ اس سے بھی زیادہ رہنے کی ضرورت ہوتی ہے وہ مختلف وجوہ سے فیملی کے قیام کو پسند کرتے ہیں۔

انگلستان کے ہر شہر قریہ میں ایسے فیملی ہیں جو ایک یا دو یا اس سے زیادہ اشخاص کو اپنے ساتھ رکھتے ہیں کیونکہ اگر ان کے مکان میں ان کی ضروریات سے زیادہ کمرے ہوں تو وہ ان کو خالی نہیں رکھتے۔ لنڈن کے اکثر محلوں میں متعدد ایسے فیملی ہیں جو اوسط ادنیٰ اور اعلیٰ حیثیت کے کہے جا سکتے ہیں۔

فیملی کے حاصل کرنے کے مختلف طریقے ہیں ایک تو یہ ہے اپنے سابقہ دوست احباب جن کا قیام اس مقام پر ہے ان کے ذریعہ سے ان کی معلومات حاصل کی جائیں۔ کیونکہ اکثر ہندوستانی اصحاب ایسے ہوتے ہیں جن کے کوئی نہ کوئی عزیز یا دوست انگلستان میں تعلیم وغیرہ کی غرض سے مقیم ہوتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہو بلکہ ہر صورت میں فیملی کے معلومات حاصل کرنے کے لیے روزانہ اخبار میں اشتہار دینا چاہیئے۔ لنڈن اور اس کے قرب وجوار میں ڈیلی میل اس کے لیئے زیادہ مفید ہوتا ہے واگرچہ ہر روزانہ اخبار میں اس کے متعلق اشتہار ہوتے ہیں کیونکہ یہ زیادہ تر عورتوں کے نظر سے گزرتا ہے اور امور خانہ داری کا انتظام ان ہی سے وابستہ ہوتا ہے اس لیئے اکثر اشخاص اسی اخبار میں اشتہار دیتے ہیں ایک دن کا اشتہار کافی ہوتا ہے کیونکہ بیسوں خطوط آجاتے ہیں ان خطوط میں ترغیب کے لیئے مختلف امور درج کیے جاتے ہیں مثلاً کوئی لکھتا ہے ان کے پاس ٹینس کورٹ ہے کوئی لکھتا ہے ان کے پاس برج پارٹی ہوتی ہے وغیرہ۔

ان خطوط کے وصول ہونے پر ان میں سے چند کا انتخاب کیا جاتا ہے اور اس کے بعد ان فیملیوں میں جاکر کمروں وغیرہ کا معائنہ ضروری ہوتا ہے اور پھر وہاں منتقل ہوسکتے ہیں۔ ان کا انتخاب بڑا دشوار امر ہے مختلف وجوہ سے وہ بعض وقت آرام دہ نہیں ہوتے کبھی بے احتیاطی کے باعث موافقت نہیں ہوتی اس میں دونو جانب سے زیادتی ہوتی ہے مثلاً یہ کہ کھانا مرضی کے موافق نہیں ہوتا تو ذرا ذرا سی بات پر ٹوکا جاتا ہے۔

واقعی ہندوستانی اصحاب معاف فرمائیں اکثر بنگالی اور پنجابی اصحاب صفائی وغیرہ کا پورا خیال نہیں رکھتے مثلاً بیت الخلاء میں پانی بہا دیا جاتا ہے حمام کی صفائی کا خیال نہیں رکھا جاتا چونکہ ان تمام چیزوں کو یہاں کے لوگ نہایت پاک وصاف رکھتے ہیں اس لیئے دونوں کی نہیں بنتی۔ بہر حال کبھی اس طرف سے اور کبھی اس طرف سے ایسی وجوہ ہوتی ہیں جس کے باعث فیملی تبدیل کرنی ہوتی ہے افسوس بعض ہندوستانی اصحاب ایسے بھی ہوتے ہیں جو فیملیوں میں قیام کرکے وہاں کی لڑکیوں سے تعارف بڑھاتے ان سے شادی کے اقرار کرتے اور آخر دغا کرتے یا دھوکہ دیتے ہیں اسی قسم کے واقعات سے اکثر ایسے فیملی بھی ہوتے ہیں جو ہندوستانیوں کو اپنے مکان میں جگہ دینے سے خوف کرتے ہیں۔ اس طرح فیملی کا ملنا اور اچھے فیملی کا دشوار نہیں، تو مشکل ضرور ہے۔ مثلاً میرے بعض دوستوں کو چند ماہ کے عرصہ میں تین چار فیملی تبدیل کرنے کی ضرورت ہوئی مگر مجھے جو فیملی ملی وہ ایسی آرام دہ تھی کہ میں نے اپنے پورے قیام میں وہاں سے تبدیلی کو پسند نہیں کیا اور اب تک ان سے میری خط وکتابت باقی ہے۔ بعض دوست ایسے بھی تھے جو برسوں سے ایک ہی جگہ تھے کیونکہ ان کو وہاں ہزار آرام اور آسایش تھی۔

فیملی کے کھانے کے طریقے بھی مختلف ہیں یعنی لندن کے باشندہ کے کھانے اور ان کے اوقات جداگانہ ہیں اور اسکاٹ لینڈ کے باشندوں کے علیحدہ۔

انگلینڈ کے باشندے صبح کے ناشتہ کے بعد ایک بجے ہلکی غذا کھاتے ہیں پھر سہ پہر کی چاء کے بعد شام میں ڈنر کھاتے ہیں۔ اس کے برخلاف اسکاٹ لینڈ کے باشندے صبح کے ناشتہ کے بعد ایک دو بجے پوری غذا کھاتے ہیں اور شام کا ڈنر نہیں کھاتے بلکہ سہ پہر کے چاء کے بعد آٹھ نو بجے ہلکی غذا کھاتے ہیں مگر اس سے یہ منشا نہیں ہے اسکاٹ لینڈ میں ڈنر کا کھانا ہوتا ہی ہے بلکہ منشاء یہ ہے عام طور پر متوسط طبقہ کا یہی دستور ہے۔

فیملی کا قیام گویا خاندان کے ایک فرد کی حیثیت رکھتا ہے گھر کے لوگ رقم ادا کرنے والے مہمان (پے انگ گیسٹ) کو بھی اپنا ایک فرد تصور کرتے ہیں کرسمس وغیرہ کے موقع پر تحفہ دیتے ہیں بعض مرتبہ سالگرہ کے دن بھی

تحفہ دیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ ہنسی مذاق دِلّگی وغیرہ غرض کہ بالکل اپنائیت کی سی حالت برتی جاتی ہے اور ہم کو بھی اسی طرح رہنا ہوتا ہے کرسمس پر ہم بھی تحفہ دیتے ان کے خوشی اور غم کے موقعوں پر انکے گھر والوں کی طرح ساتھ دیتے ہیں۔ کھیل تماشوں میں ساتھ جاتے اور لے جاتے ہیں۔

ہر فیملی بلکہ ہر قیام کی جگہ جہاں آپ دوسروں کے ساتھ رہتے ہیں وہاں یہ ضرور دریافت کیا جاتا ہے کہ صبح کس وقت بیدار کیا جائے اس مقررہ وقت پر گرم پانی دیا جاتا ہے اس کے بعد ضروریات سے فارغ ہو کر لباس پہنکر ناشتہ کے لیے جاتے ہیں اور عموماً گھر والوں کے ساتھ ناشتہ ہوتا ہے شام کا کھانا (ڈنر) بھی عموماً گھر والوں کے ساتھ کھاتے ہیں۔ چونکہ یکشنبہ کو تعطیل ہوتی ہے اس لیئے دوپہر کا کھانا بھی فیملی میں ملتا ہے۔

فیملی کے اخراجات مختلف ہوتے ہیں جہاں تک مجھے معلوم ہوا ان کا ہفتہ خرچ ایک پونڈ دس شلنگ سے لیکر تین پونڈ تین شلنگ تھا۔

فیملی کے لوگ قسمت سے اچھے مل جائیں تو بڑا آرام ملتا ہے کسی شئے کی تکلیف نہیں ہوتی گھر سے زیادہ آرام ہوتا ہے اور پھر ان کے طرز معاشرت کے لحاظ سے ہماری دلچسپی اور دل بہلائی ہو جاتی ہے کبھی بیمار ہو جائیں تو وہ بالکل اپنوں جیسی خدمت کرتے ہیں۔

یہ ہے مختصر طور پر انگلستان میں قیام کا طریقہ۔ فرانس کا طریقہ گو کہ ایک حد تک اسی قسم کا ہے مگر وہاں عام طور پر زیادہ تر لوگ ہوٹلوں میں رہتے ہیں کوئی محلہ ایسا نہیں جہاں دس بیس ہوٹل نہوں بلکہ یوں خیال کرو پیرس ہوٹلوں کا شہر ہے جدہر دیکھو ہوٹل ہی ہوٹل ہے۔

یہاں کے ہوٹل بھی مختلف حیثیت کے اعلیٰ اوسط اور ادنیٰ ہوتے ہیں۔ یہاں اکثر بڑی مدت یعنی مہینہ دو مہینے رہنے والے اصحاب پورے مہینہ کے کرایہ کا نصف کر لیتے ہیں جس میں کفایت ہوتی ہے۔ عموماً ان ہوٹلوں میں کمرہ اور ناشتہ شامل ہوتا ہے۔ پیرس کے دو حصے ہیں ایک حصہ جو دریائے سین کی اس جانب ہے جہاں بڑے شاپ تھیٹر وغیرہ میں عموماً ہوٹل گراں نرخ پر ملتے ہیں دوسری جانب جہاں یونیورسٹی واقع ہے اس طرف عموماً کرایہ ارزاں ہے۔

فرانس میں فیملی کا طریقہ بھی ہے مگر چونکہ مجھے اسکا تجربہ نہیں ہے کیونکہ میں نے اپنے قیام کے دو ماہ ہوٹل ہی میں بسر کیئے ہیں اس لیئے انکی صراحت سے قاصر ہوں۔

پارسی یتیم خانہ

ایک بہت مالدار پارسی بی بی ہیرا بائی پٹیت تھیں انہوں نے اپنے لاجواب قیمتی زیورات خیرات میں دے دیئے انکی ایک لڑکی تھیں جنہوں نے انکی وفات کے بعد ان زیورات کو فروخت کر کے تقریباً پندرہ لاکھ روپیہ کی رقم ماں کے نام سے پارسی یتیم لڑکیوں کے واسطے وقف کر دی اس کے بعد اور پارسیوں نے بھی ان کر ۵ لاکھ کا اضافہ کیا اور باندرہ کے متصل پالی ہل کرئی ۵ ایکڑ زمین ۱۰-۱۲ سال پیشتر خریدی وہ ایسے موقع کی زمین ہے کہ جہاں سے سمندر کی روانی اور ڈھلوان زمین کی وسعت کا خوبصورت منظر دیکھ کر دل خوش ہوتا ہے اسی زمانے میں۔ یتیم خانہ تعمیر کرایا گیا اور کام جاری ہو گیا کوٹھی کو جہاں ان لڑکیوں کی تعلیم ہوتی ہے ضروری سامان سے سجایا گیا ہے۔ یہیں ان کا مدرسہ ہے یہیں ہر قسم کی دستکاری، نقاشی، گانا، بُننا سینا پرونا۔ فوری امداد کے اصول۔ ناچین وغیرہ سب کچھ سکھایا جاتا ہے۔ اس عمارت کے اردگرد چار کاٹیج بنائے گئے ہیں جن میں ۱۶۰ لڑکیاں منقسم ہو کر رہتی ہیں۔ انکے لئے کوئی نوکر خدمت کے واسطے معین نہیں ہے۔ بلکہ ہر کاٹیج میں صفائی، جھاڑو بہارو۔ رکھ رکھاؤ اور کھانا پکانا سب باری باری سے یہ ہی لڑکیاں کرتی ہیں تاکہ یہ نادار لڑکیاں امارت کے گھمنڈ میں تباہ نہ ہو جائیں بلکہ اپنی ہستی کو پوری طرح کار آمد بنانے میں منہمک رہیں۔ اس کے ساتھ قسم قسم کے ورزشی کھیل کرتی ہیں تاکہ تندرست رہیں۔ اس یتیم خانہ کو مدتوں سے دیکھنے کا قصد تھا مگر پورا نہ ہو سکا مگر اب سے چند روز پہلے ہمشیرہ صاحبہ ہر ہائینس بیگم صاحبہ جنجیرہ کے ہمراہ ایک دن سفر کر کے جانے کا موقع آیا۔ سچ کہتی ہوں جتنا سنا تھا اس سے بڑھ کے پایا۔ ایک پارسن بی بی مس پانک نامی ہیں جن کی نگرانی میں یہ یتیم خانہ چل رہا ہے۔ ناظر وہی ہیں نگراں وہی ہیں محاسب وہی ہیں۔ الغرض اس دائرے میں ہر بات کی ذمہ دار اور مختار یہ ہی ہیں۔ البتہ انکو مدد کرنے والی بیبیاں ہیں جن سے وہ کام لیتی ہیں مگر بہت تھوڑا۔ انکو جیسے مناسب معلوم ہوا اور جس بات میں ان لڑکیوں کی بہبودی معلوم ہوئی اُنہوں نے اسی پیرائے پر اس تعلیم گاہ کو مرتب کیا ہے۔ آفریں بلکہ صد آفریں ہے۔ جس طرح وہ چلا رہی ہیں۔ اور جس دل سے ہر اچھے پہلو کو مدِ نظر رکھتی ہیں یہ ان ہی لوگوں کا حصہ ہے۔ پارسیوں میں عورتیں چاہے غریب ہوں سوتی ساڑھی پہننے کا رواج ہے ہی نہیں۔ ہمیشہ ریشمی ساڑیاں پہنتی ہیں۔ کیونکہ پارسی بڑے مخیر اور اپنی قوم کو سنبھالنے والے ہیں۔ ہر بات

میں ہر امیر اپنی قوم کا بے حد خیال رکھتا ہے۔ اسی واسطے انہیں فقیر اور گداگر سڑکوں پر پھرتے کبھی دکھائی
نہیں دیتے۔ مگر اس بی بی مس پاٹک نے ان لڑکیوں کو کھدر پہنایا سوتی کپڑا پہنایا ہر طرح کا کپڑا پہنایا مگر صاف
ستھرا سلیقہ سے پہنایا۔ میلی کچیلی یہ لڑکیاں کبھی نہیں رہتیں بے حد صاف ستھری جو بات ضرورت
اور صحت کے لئے لازمی ہے وہ سب یہ جانتی ہیں۔ اور اکثر کھلے پیروں سے بھی پھرتی ہیں۔ اس سے
چہروں پر تندرستی اور خوشی نمایاں ہے۔ اور اخلاق کا معیار بھی بہت بڑھا ہوا ہے۔ ۱۰ اُستانیاں ہیں
انگریزی میں چار کتابیں پڑھا ہوا ہیں تاکہ اپنی ضروریات زندگی کو آپ رفع کر سکیں انگریزی سند بھی پیدا
ہو جاتی ہے بس اس سے زیادہ انکا مطلب نہیں ہے۔ انکی مادری زبان گجراتی میں پورا کورس سکھایا
جاتا ہے۔ بعض سرپرست ان لڑکیوں کے لئے مس پاٹک سے بحث کرتے رہتے ہیں بلکہ اپنی ناپسندیدگی
ظاہر کرتے ہیں کہ ان لڑکیوں کے ساتھ ایسے چھوٹے کام کیوں کرواتی ہو۔ یعنے جھاڑو کپڑے دھونا وغیرہ
مس پاٹک ایک بہت ہی شائستہ معقول بی بی ہیں۔ وہ انکی فضول بکواس پر کب دھیان دینے والی ہے۔
وہ بی بی مناسب اور ضروری باتوں کے لئے ڈرتی نہیں ہیں۔ واقعی عجیب عورت ہیں۔ ماہوار ۳ ہزار
کا خرچ ہے۔ کھانا ۳ وقت دیا جاتا ہے۔ صبح روٹی مکھن چائے اور کسی قسم کی لواز بعد از ظہر دال
چاول اور ترکاری۔ رات کو روٹی اور کسی قسم کا ساگ میں گوشت ڈالا ہوا سالن دیا جاتا ہے۔ اپنے اپنے
کالج میں لڑکیاں پکانے کا اپنا انتظام کرلیتی ہیں۔ اس لئے بے انتہا بڑا طومار ایک جگہ نہیں ہوتا ہے
سب سہولت سے طے ہو جاتا ہے۔ اور باری باری سب کو موقع ملتا ہے۔ ان لوگوں کو کسی چیز کی
ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ یہ رقم کافی سے زیادہ ہے۔ آنے جانے والیاں کچھ میوہ مٹھائی بھیجدیتے ہیں
ہمیشہ پہننے کے ایک ہی قسم کے کپڑے ہیں۔ ہم نے یہ سب کچھ دیکھا مگر برسات کی وجہ سے
باغ اور لڑکیوں کے باہر کے کھیل نہ دیکھ سکے۔ تہ خانے میں ایک گجراتی شخص کی رہنمائی میں بننا
سیکھتی ہیں یہ شخص سورت کا رہنے والا ہے اور اسکو بیلیں بنتا کپڑے بنتا ساڑیاں طیار کرنا آتا ہے۔
عمدہ عمدہ سنہری روپہلی رنگ رنگ کا بادلہ شامل کر کے خوبصورت بیلیں ۲ دن میں ۸ گز طیار کرلیتی ہیں
اسی طرح کشیدہ کاڑھی اور مشین سے بھی کام بناتی ہیں۔ تھوڑے طیار نمونہ بہت اچھے خوشنما دیکھے۔
ایک گجراتی کھیل جو بہت مشہور ہے اور کسی تقریب کے موقع یا تہوار کے وقت آپس میں کھیلتی ہیں انکی بھی
تعلیم دی جاتی ہے۔ ۲۵ بڑی اور ۲۵ چھوٹی لڑکیوں نے بڑی اچھی طرح سے گربا کھیل کے دکھایا گانا اور بجانا
بھی ساتھ ہوتا ہے۔ اسکا رواج کاٹھیاوار میں بے حد ہے۔ شادی بیاہ کے موقع پر بڑی بڑی بیبیاں بھی

حریب اسی طرح یکساں قدم اٹھاکر دائرہ بناتی ہیں۔ اور ایک عورت ڈھول لیکر بیچ میں اس حلقہ کے بیچ میں ہے اور تالیاں بجا بجاکر کے بڑے انداز سے سو سو عورتیں اور لڑکیاں بڑے حلقہ میں بن سنور کر گربہ [illegible] ہیں۔ واقعی دیکھنے کے قابل ہے اور بڑی ورزش کی چیز ہے سب کو دکھا کر اس پانک نے جہاں چلے [illegible] سا تھا [illegible] سے گئیں۔ لڑکیوں نے اچھی اچھی چیزیں اپنے ہاتھوں سے پکائی تھیں۔ واقعہ اچھی تھیں [illegible] بیویاں تعلیم یافتہ اور مدبر ہیں جن کے طفیل ایسے ایسے محتاج خانہ خوبی سے چلتے ہیں وہ اپنے [illegible] امانت داری بجا لاتی ہیں۔

[illegible] دینے میں پارسیوں نے واقعی کمال کیا ہے۔ ہر عورت اور مرد اپنی قوم کی ترقی اور [illegible] دینے کے لیئے کوشاں ہے۔ ایک اور خصوصیت اس قوم کی یہ ہے کہ بلا فرق قوم جہاں کہیں کسی خدا کے بندے کو مصیبت میں دیکھا اپنی ذات سے فوراً مدد کی۔ مثلاً کوئی موٹر کا واقعہ ہوا یا کسی کو کوئی تکلیف سڑک پر پہونچی یا اور کوئی پارسی وہاں سے جا رہا ہے تو ٹھہر کر اس کی مدد کرے گا۔ بمبئی میں تو یہ عام بات ہے کہ اگر ذری مدد چاہیئے تو ضرور پارسی کرے گا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ ہم اپنی منزل سے دور کہیں مصیبت میں پڑے ہیں تو پارسی کو ضرور یاد کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر خوش قسمتی ہوئی تو وہ آنکلتا ہے اور اپنا کام چھوڑ دوڑ دھوپ ہر بات کے لیے طیار اور مصیبت دور کرنے میں پورا حصہ لیتا ہے وہ اس وقت اپنے کام کا خیال نہیں کرتا۔

زہرا بیگم

نوائے ادا

مسعودہ بیگم ادا

اُمید کا دیا یہ جلتا میرا رہے گا — گو ٹمٹما رہا ہے لیکن نہیں بجھے گا

میں کس طرح بہاؤں آنکھوں سے اپنی آنسو — آنسو جہاں گریں گے دریا وہاں بہے گا

کیونکر بھلا دکھاؤں درد جگر کسی کو — ظاہر کبھی نہ ہوگا جی اور بھی کڑھے گا

ہاتھوں میں پھنس گیا جب صیاد کے پرندہ — قید قفس سے پھر تو مشکل سے وہ بچے گا

پانی کے جوش سے جب اک چشمہ بہ رہا ہو — کنکر کے پھینکنے سے کیسے بھلا رکے گا

سچی ہے گر محبت ظاہر وہ آپ ہوگی — اُلفت کا تیز شعلہ آخر بھڑک اٹھے گا

جی میں رہے کدورت ظاہر کرو صفائی — ایسا پیار ہرگز قایم نہیں رہے گا

طینت میں ہو صفائی گر آئینے کے مانند — بغض و حسد و کینہ اس پر نہیں جمے گا

اس موت و زندگی کا کیا بھید ہے الٰہی — مرکر ادا کو اسکا شاید پتہ لگے گا

دلچسپ لطیفے

(طبع زاد)

(۱) منگیتر (منسوبہ سے) آپ کے ابا جان سے شادی کی تاریخ کے متعلق کس وقت گفتگو کرنی مناسب ہوگی۔

منسوبہ۔ جب ابا جان گھر آکر جوتے نکال رہے ہوں۔

(۲) میرا بھائی سیکل پر سے بُری طرح گرا تھا ہتھیلیوں اور ہتھیلیوں پر سخت خراش آئی تھی مگر منہ محفوظ تھا ڈاکٹر نے دیکھتے ہی کہا۔

ڈاکٹر۔ آہا آپ نے زمین چوم لی۔

زخمی۔ جی نہیں میں نے چومی تو نہیں۔ صرف بغلگیر ہوا تھا

(۳) بیمار۔ (جو بہت سے خربوزہ کھا جانے کی وجہ سے سخت متلی میں مبتلا اور بیقرار تھا) ہائے مرے اللہ میں کیا کروں؟

ڈاکٹر۔ حلق میں انگلی ڈالکر ابکائی لو۔ تاکہ قے ہوکر آرام ہوجائے

بیمار۔ اگر اتنی جگہ ہوتی تو دو ایک پھانک نہ کھالیتا۔

(۴) بیگم (ماما سے کھانا کھاتے وقت) تھوڑا نمک دو۔ ماما چند کنکریاں ہاتھ میں اُٹھا لائی۔ تو بیگم نے تیز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے تاکید کی "خبردار آئندہ جب مانگوں تشتری میں رکھکر تمیز وادب سے پیش کرنا"

دوسرے وقت بیگم صاحبہ نے جوتیاں طلب کیں تو ماما نے تشتری میں رکھکر پیش کیا۔

(۵) ایک بڑھی عورت نے پوتی سے پانی مانگا۔ پوتی پانی لینے گئی تو گھڑے میں اپنی پرچھائیں دیکھ کر ڈر گئی۔ اور چلاکر کہا دادی اماں گھڑے میں چڑیل بیٹھی ہے۔ دادی جو پوتی سے بڑھکر عقلمند تھی فوراً لاٹھی لیکر مٹکے کے پاس گئی اور جھانکنے لگی تو سچ مچ ایک بوڑھی چڑیل نظر آئی۔ اب تو بوڑھی دادی کو پوتی کے کہنے کا یقین آگیا۔ اور لاٹھی اُٹھا کر دے ماری کہ یہیں چڑیل مٹکے میں بیٹھی ہے۔

مٹکا پھوٹ گیا اور چڑیل غایب ہوگئی۔ اور بڑھیا اپنی فتح پر نازاں۔

(۶) ایک لڑکا کسی دوسرے شہر کے اسکول میں داخل ہوا۔ اور باپ کو خط لکھا کہ مجھے جلد از جلد نئے جوتے روانہ کیجئے۔ باپ بڑا دیوانہ تھا۔ اپنے دوست سے رائے لینے لگا۔ جو اُس سے زیادہ بیوقوف تھا کہنے لگا بھائی یہ کونسا مشکل کام ہے۔ نئے بوٹ کر خرید کر تار سے باندھ دو بہت جلد چلے جائینگے۔ لڑکے کا باپ نہایت خوش ہوا اور نئے جوتے خرید کر تار سے باندھ دئے۔ اسوقت تو اندھیرا ہو رہا تھا۔ جوتے تار سے باندھکر رخصت ہوا۔ دوسرے دن علی الصباح دیکھنے آیا تو نئے جوتوں کے عوض پُرانے جوتے بندھے ہے لے۔ بوڑھا باپ نہایت خوش ہوا کہ میرے لڑکے نے نئے جوتے لیکر پُرانے واپس کئے ہیں۔ اللہ رے کم عقلی۔

مس فاطمہ حسین صدیقی بنگلور سٹی

دَورِ جدید میں خواتین کی کامیابی

(۱) کماری پدما دیوی مسٹر (چتر ویدی) مین پوری کے شری لکشمی پت جی چتر ویدی کی صاحبزادی ہیں جنہوں نے بارہ سال کی عمر میں سنسکرت کے "پرتھما" امتحان میں کامیابی حاصل کی ہے۔

(۲) مس چتر لکشمی جوشی ایم۔ اے۔ نے سرکاری وظیفہ حاصل کیا ہے اور اعلیٰ تعلیم کے حصول کی غرض سے انگلستان گئی ہیں۔

(۳) مس منشر یکرا دو برس تک یورپ میں قیام کر کے مزدوروں کی حالت کا مطالعہ کرنے کے بعد کچھ عرصہ ہوا ہندوستان کو واپس آئی ہیں۔

(۴) شریمتی یو۔ ابھیمبل۔ میسور کے زنانہ کالج میں ہندو شاستر کی پروفیسر ہیں۔ حال ہی میں سلطنت میسور کی جانب سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے انگلستان بھیجی گئی ہیں۔

(۵) مس لینا ایڈورن۔ بی۔ اے۔ ایل۔ ٹی۔ متاولی (مدراس) کے زنانہ ٹریننگ مدرسہ کی افسر معلمہ مقرر کی گئی ہیں۔

(۶) مس ایلی جوشوا۔ ایم۔ اے۔ عدالت سیلون کے جج مسٹر جوشوا کی صاحبزادی ہیں۔ تھوڑا عرصہ ہوا اعلیٰ تعلیم کی تحصیل کے لئے انگلستان گئی ہیں۔

(۷) شریمتی کے۔ ناگر نتم۔ نے کلکتہ یونیورسٹی سے بی۔ ایس۔ سی کے امتحان میں اعلیٰ درجہ میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اور آجکل اسی یونیورسٹی میں لیکچرر کے عہدہ پر مامور ہیں۔

(۸) شریمتی میامنی مینوئل۔ تری کورن (مدراس) کی جدید قایم شدہ زنانہ مجلس کی معتمد مقرر کی گئی ہیں۔

(۹) مس زیڈ۔ لانجرس۔ بنگلور (مدراس) زنانہ انٹر میڈیٹ کالج کے مہتمم ونگراں کے عہدہ پر فائز ہیں۔

(۱۰) مس ای۔ بی۔ کانراپٹ ایم۔ اے۔ ایل ٹی۔ نے اکیس سال تک ٹراونکور کے مدارس کی "انسپکٹرس" کے عہدہ کی خدمات انجام دینے کے بعد حال ہی میں ملازمت سے کنارہ کشی اختیار کی ہے۔

(۱۱) شریمتی کے۔ پاروتی اَتّل بی۔ اے۔ نے مدراس یونیورسٹی سے بی۔ اے کے امتحان میں "سائن شاستر" میں اعلیٰ درجہ میں کامیابی حاصل کی ہے۔ نیز انگریزی علم ادب خاص قابلیت اور مہارت حاصل کرنے کے صلہ میں دو طلائی تمغے بھی بطور انعام پائے ہیں۔

(۱۲) ڈاکٹر مس تھلا ایم وِلکم۔ نے امریکہ کی مشہور کلبیا یونیورسٹی (نیویارک) سے علم الہیات کی اعلیٰ سند ڈی۔ ایس سی کی حاصل کی ہے اور فی الحال لکھنؤ کے ازابیلا زنانہ کالج میں بطور معلمہ کام کر رہی ہیں +

عبدالرحمٰن علوی بی اے کاکوروی

لکشمی

موضع سری پور میں شام کا وقت تھا۔ چند نوجوان ہم عمر لڑکیاں ایک کوئیں پر سے پانی بھر رہی تھیں غروب ہوتے ہوئے سورج کی سنہری کرنیں انکے پیتل کے برتنوں پر پڑکر انکو جگمگا رہی تھیں۔ اور یہ ایک نہایت دلکش منظر معلوم ہوتا تھا۔ خوبصورت لڑکیاں پانی بھرتے ہوئے ہنسی مذاق بھی کرتیں جاتی تھیں۔

تھوڑی دیر میں آفتاب عالمتاب نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال لی۔ سورج کے غروب ہوتے ہی سب لڑکیوں نے اپنے گھروں کی راہ لی۔ لیکن ایک سولہ سالہ لڑکی جوکہ ان خوبصورت لڑکیوں میں حسن کی دیوی معلوم ہوتی تھی۔ اپنی جگہ خاموش کھڑی رہی۔ معلوم ہوتا تھا۔ کہ وہ کسی گہرے سوچ میں مستغرق ہے۔ غروب آفتاب کی مدھم کرنوں نے اس پرکچھ اثر نہ کیا تھا۔

لکشمی۔ (اس لڑکی کا نام) کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ کیونکہ دوسرے دن صبح کو اسکا شوہر سات سمندر پار انگلینڈ سے اپنی تعلیم کے اختتام پر وطن آرہا تھا۔ لکشمی نے اسکو برسوں سے نہیں دیکھا تھا۔ انکی آخری ملاقات اس وقت ہوئی تھی۔ جبکہ لکشمی صرف آٹھ سال کی تھی۔ اور وہ اٹھارہ سال کا تھا۔ یعنی ایک ہندوستانی شادی کی زندہ مثال تھی۔ ستیش کا فوٹو جوکہ اس نے بوقت روانگی انگلینڈ لکشمی کو دیا تھا۔ اسے وہ ہر وقت اپنے شوہر کی یادتازہ رکھتی تھی۔

لکشمی سوچتی تھی۔ کہ "میرا شوہر لندن کے آٹھ سالہ قیام اور اس شاندار کامیابی کے بعد میری نسبت کیا خیال کرتا ہوگا؟ کیا وہ مجھکو اب بھی پسند کرے گا؟ کیا اس کے دل میں حسینان یورپ کی یاد باقی نہ ہوگی؟"

وہ سوچتی تھی اور خاموش تھی۔ خاوند کی واپسی پر نہال تھی۔ لیکن یہ خیالات رہ رہ کر اس کے معصوم دل کو بے چین کر رہے تھے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے۔ اور رخساروں پر بہتے ہوئے زمین پر گرنے لگے۔ نہ معلوم ابھی کب تک لکشمی اسی حالت میں رہتی۔ کہ ایک مدھم سی آواز نے اسکو ہوشیار کر دیا۔ اور وہ جلد جلد قدم اٹھاتی ہوئی اپنے گھر کی جانب روانہ ہوئی۔ اور رات کی تاریکی میں غائب ہوگئی۔

(۲)

مندرجہ بالا واقعہ کے ایک ماہ بعد کا ذکر ہے۔ کہ مہ جبین لکشمی ایک چھوٹے سے کمرے میں تنہا بیٹھی تھی۔ کیا وہ اب خوش تھی؟ بالکل نہیں۔ اس کے خوشنما چہرے سے فکر و تردد کے آثار نمایاں تھے۔

ایکدم دروازہ کھلا۔ اور ستیش کمرے میں داخل ہوا۔ ستیش نہایت خوبرو جوان تھا۔ اس کے چہرے سے نیک سیرتی اور شائستگی ظاہر تھی۔ لیکن وہ بھی خوش نہ تھا۔

اس نے دیکھا کہ اس کی بیوی خاموش قالین پر کُشن کے سہارے بیٹھی ہے۔ "لکشمی" اس نے کہا۔ "تم کرسی پر کیوں نہیں بیٹھتیں؟ تم انگریزی فرنیچر سے کیوں نفرت کرتی ہو؟ میں تمہارے اِس مشرقی طریقہ کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔ پیاری لکشمی دیکھو یہ کیسی آرام دہ کرسی ہے۔ اُٹھو اس پر بیٹھو اور میرے ساتھ باتیں کرو" لکشمی خاموشی سے اُٹھی اور ایک تابعدار ہندوستانی بیوی کی مانند اپنے مجازی خدا کے حکم سے کرسی پر بیٹھ گئی۔ لیکن مُنہ سے ایک لفظ نہ نکلا۔

ستیش نے کہا "پیاری کیا تم باتیں نہیں کرسکتیں؟ کیا تم خوش نہیں ہو؟ تمہاری ضروریات کے مطابق تمام چیزیں موجود ہیں۔ کیا نہیں ہیں؟ لکشمی کاش میں تمہارے خیالات پڑھ سکتا۔ تمہارے خیالات ایک پوشیدہ کتاب کی مانند ہیں"

دفعتہً ستیش کی نظر لکشمی کے بالوں پر پڑی۔ اور اس نے کہا "لکشمی کیا تم اپنے بال ذرا ڈھیلے نہیں بناسکتیں؟ انگریزی شُو اور جرابوں کی عادت نہیں ڈال سکتیں؟"

"میں انکو پسند نہیں کرتی" لکشمی نے نفرت سے کہا "وہ غیر ملکی چیزیں ہیں اور ہندوستانی لڑکیوں کے لباس کے لئے موزوں نہیں"

"لیکن اگر میں تم سے اِن چیزوں کے پہننے کے لیئے خواہش کروں؟"

"آپ کے حکم کی تعمیل کے لئے میں بسر و چشم حاضر ہوں" لکشمی نے تابعداری سے کہا۔

"لیکن لکشمی میں یہ بات پسند نہیں کرتا۔ کہ تم ہر وقت ان چیزوں سے نفرت کرو۔ اور ایک ناراض دیوی کی مانند رہو۔ خدا کی قسم۔ لکشمی میں تمہاری مستقل مزاجی کا قائل ہوگیا ہوں۔ اچھا۔ پیاری لکشمی اِس طرح سے کرو۔ جس طرح تمہاری مرضی" یہ کہتے کہتے ستیش نے ٹھنڈے سانس بھرے۔ اور اپنی جیب میں سے ایک فوٹو نکالا۔ اور بیوی کے ہاتھ میں دے دیا "لکشمی تم اس کے بارے میں کیا خیال کرتی ہو؟ کیا یہ لڑکی خوبصورت اور دلفریب نہیں ہے؟ قیام لندن میں یہ میری دوست تھی۔ اور اب بھی ہے۔ اور میں نے اس سے وعدہ کیا تھا۔ کہ ہمیشہ خط و کتابت جاری رکھوں گا۔ خدا کی قسم۔ وہ صرف میرے ایک دوست کی مانند ہے۔ لکشمی میری دلی آرزو ہے۔ کہ تم بھی اسی کی طرح ہو جاؤ۔

ہاں لکشمی تمہارے مطالعہ انگلش کا کیا حال ہے؟ میرا خیال ہے۔ کہ کچھ نہیں ہوگا۔ کیونکہ تمہیں انگریزی کے ساتھ دلبستگی نہیں ہے۔ تم مدد کے لئے میرے پاس کیوں نہیں آتیں؟"

لکشمی نے ایک سوال کا جواب بھی نہیں دیا۔ کیونکہ وہ یورپین لڑکی کے خیال میں مستغرق تھی۔ گرم گرم آنسو اس کی آنکھوں میں ڈبڈبا آئے۔ لیکن اس نے انتہائی کوشش کے ساتھ انکو ضبط کر لیا۔

ستیش کمرہ چھوڑنے کے خیال سے اُٹھا۔ لیکن دروازہ میں جا کر رُکا۔ اور اپنی بیوی کے پریشان چہرے پر نظر ڈالی۔ جو سر جھکائے اپنی حالت پر غور کر رہی تھی۔

(۳)

اس رات وہ باورچی خانے میں ایک چھوٹے سے سٹول پر بیٹھی آگ تاپ رہی تھی۔ وہ پریشان اور خستہ دل نظر آرہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھرے تھے۔ لیکن انہیں گرانے کا اسے حوصلہ نہ تھا۔ کیونکہ وہ اپنی ساس کی کرخت زبانی سے خائف تھی۔

دفعتہً اس کی ساس مجنونانہ حالت میں کمرہ میں داخل ہوئی۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس میں طاقتِ گفتار نہیں ہے۔ لیکن اس نے ہمت کر کے کہا "لکشمی میرے بچے کو میرے دل کے ٹکڑے کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ ہماری قسمت میں یہی لکھا تھا۔ اب تم جلدی ہی بیوہ ہو جاؤ گی۔ اور میں ...." بدقسمت عورت اس سے زیادہ نہ کہہ سکی۔ اور اپنا چہرہ اپنی ساری کے پلہ سے ڈھانپ کر گر گئی۔ لیکن لکشمی نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ کمرے سے باہر تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی چلی گئی۔ صرف ایک ہی خیال اس کے دماغ پر تسلط کیئے ہوئے تھا۔ اسکا شوہر مر رہا تھا۔ اب اس کے لیئے اس دُنیا میں کیا باقی رہ گیا تھا۔

جب وہ باغ میں پہنچی۔ تو اس کی آنکھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ لالٹین ہاتھ میں لیئے تین چار آدمی کھڑے تھے۔ انکے ہاتھوں میں لکڑیاں تھیں۔ اور وہ سب ایک سانپ پر جھکے ہوئے تھے۔ سانپ زخمی ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی اس میں جان باقی تھی۔ اور وہ بہت تند نظر آتا تھا۔ لکشمی نے جلدی سے دوسری طرف دیکھا۔ جہاں کہ اسکا خاوند بیٹھا تھا۔ جس نے ایک سفید رومال دورانِ خون کے روکنے کے لیئے زخم کے اوپر باندھ لیا تھا۔ جب لکشمی اس کی طرف گئی۔ تو اس نے نظر اوپر اُٹھائی۔ اور کہا "کیوں لکشمی تم یہاں کیسے آئیں؟"

"سانپ نے کس جگہ کاٹا ہے؟ کیا تم اس کے لیئے کچھ نہیں کر سکتے؟" لکشمی نے جلدی سے سوال کیا۔

"میں کیا کر سکتا ہوں؟ میں نے ڈاکٹر کو بلوانے کے لئے نوکر بھیجا ہے۔ میرا خیال ہے۔ کہ یہ کوبرا ہے۔ کیوں لکشمی تم کہاں جا رہی ہو؟"

اس وقت لکشمی نے ایک عجیب بات کی۔ وہ مجنونانہ انداز میں سانپ کے نزدیک گئی۔ نوکروں کو ایک طرف ہاتھ کے اشارہ سے ہٹا کر اس نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور اپنا ہاتھ سانپ کے مُنہ کے نزدیک کر دیا۔ معاً سانپ طیش کے ساتھ بڑھا اور اپنا منہ لکشمی کے نازک اور خوبصورت ہاتھ پر رکھدیا۔ اور وہ

بیہوش ہو کر فرش پر گر گئی ۔

(۴)

جس وقت لکشمی کو ہوش آیا۔ اس نے سنا کہ ڈاکٹر کہہ رہا ہے۔ کہ "اب وہ جلدی ہی اچھی ہو جائے گی۔ میں جاتا ہوں"

اس نے آہستہ سے اپنی آنکھیں کھولیں۔ اور ستیش کی طرف دیکھا جو پاس ہی بیٹھا تھا۔ لیکن شرم سے جلدی ہی آنکھیں پھر بند کر لیں۔

"لکشمی" ستیش نے کہا "کیا تم جاگتی ہو"

"سانپ" لکشمی نے چلا کر کہا "کیا اب تم اس سے محفوظ ہو"

"ہاں لکشمی پیاری! ہم دونوں محفوظ ہیں۔ اور ہمیں کسی قسم کا خوف و خطرہ نہیں ہے۔ لیکن مجھے بتاؤ۔ کہ تم نے اس طرح سے کیوں کیا؟"

"تم میرے مالک ہو۔ اور میں تمہارے بعد زندہ رہنا نہیں چاہتی تھی"

ستیش کی آنکھوں سے محبت اور خوشی سے آنسو بھر آئے۔ اور اس نے کہا "لکشمی مجھے معاف کر دو۔ اور میرے صبح کے الفاظ واپس کر دو۔ اب میں تمہیں ہمیشہ اسی طرح سے دیکھنا چاہتا ہوں۔ اور میں کبھی تمہیں بدلنے کی کوشش نہ کرونگا۔ میں تم سے ہمیشہ محبت کرتا رہا ہوں۔ لیکن میں تم سے ڈرتا تھا"

لکشمی نے شرمیلے پن سے پوچھا "اور انگریزی کی کتابیں" "اگر تم پسند کرتی ہو۔ تو پڑھتی رہو۔ کیونکہ انگریزی لٹریچر میں معلومات وسیع ہوتے ہیں"

(ترجمہ از ٹائمز آف انڈیا)

اقبال جہاں از بہاولپور

(صفحہ ۳۲۰ کا بقیہ) مددگار صاحب کی بیگم صاحبہ نے ... پر بلایا۔ صبح مولوی عبد الحکیم صاحب نے اور دوپہر ... کے کھانے پر بیگم احمد عبد القادر صاحبہ تحصیلدار نے ... اخلاق حسین صاحب زبیری سے ملکر جی بہت خوش ... اچھے قدرداں اور نہایت مخلص مسلمان ہیں اسلام کا حقیقی درد ان کے دل میں موجود ہے۔ رات کے وقت یہاں سے بلدہ روانہ ہوئے۔ اسٹیشن پر زبیری صاحب حکیم صاحب۔ مولانا اکرم علی صاحب اور دوسرے حضرات پہنچانے آئے۔ سکنڈ کلاس ہی میں دکن کے ایک معزز عہدہ دار سرکار ہمسفر تھے انہوں نے ازراہ ہمدردی فرمایا کہ قیام کسی بڑے آدمی کے ہاں کیجئے یہ نصیحت میرے واسطے جگر خراش تھی میں نے ان سے عرض کیا کہ مرحوم عظمت اللہ میدان سخن کا تاجدار تھا اور میں اس کے گھر کو بھی بڑے آدمی کا گھر سمجھتا ہوں ۔ (باقی)

راشد الخیری

دکن کی سیاحت

دلّی سے روانگی کا ابھی پوری طرح فیصلہ نہ ہوا تھا کہ بیگم صاحبہ وآئی کے انتقال کی خبر پہنچی۔ مرحومہ تربیت گاہ کی قدیم محسنہ تھیں اور قدرت نے ان کی طبیعت میں کچھ ایسی انسانیت ودیعت کی تھی کہ وہ دل جس نے والیۂ بھوپال اور والیٔ ٹونک جیسے محسنوں کی موت کو خاموشی سے سُن لیا بیگم صاحبہ وآئی کی رحلت پر صبر نہ کر سکا اور میں اس خیال سے جاورہ روانہ ہوا کہ جس کے کرم کی کل تک تربیت گاہ محتاج تھی آج اس کی قبر پر فاتحہ پڑھکر اس کے احسانات کچھ معاوضہ کر سکوں۔

رتلام کے اسٹیشن پر جہاں سے گاڑی بدلنی تھی رات کے نو بجے پہونچا۔ میں چاہتا تھا کہ بیگم مرحومہ کی رحلت کا جو اثر دماغ پر ہو رہا ہے اس میں مستغرق رہوں مگر احمد بخش صاحب اسٹیشن ماسٹر نے دیکھ لیا اور رات بھر رتلام ٹھیرنے پر مجبور ہو گیا صبح جاورہ روانہ ہوا اپنے قصد کی اطلاع خان بہادر نواب سرفراز علی خاں صاحب چیف سکرٹری کو اسلئے دیدی تھی کہ وہ سواری اور رہنا کا انتظام فرمادیں۔ اس کے ساتھ ہی انسے یہ خواہش بھی کی تھی کہ میری حاضری کی تشہیر نہ ہو لیکن حیدرآباد آکر جو ڈاک دیکھی تو معلوم ہوا کہ بعض احباب کو میری اس خاموش حاضری و روانگی پر شکایت ہے یہ شکایت میرے سر آنکھوں پر مگر کاش یہ جماعت میری عادت اور خصلت سے واقف ہوتی اور اتنا سمجھتی کہ ان چند لمحوں میں تخیل جو کیفیت میرے سامنے لارہا تھا اس سے میں کسی قیمت پر جدا ہونا پسند نہ کرتا تھا۔

آٹھ بجے میں قبرستان پہنچا یہاں داخل ہوتے ہی دل نے بیساختہ صدا دی کہ وہ بیگم جو کل تک قصر جاورہ میں بیٹھی میری راحت و آسایش کے احکام صادر فرماتی تھی آج قبر میں بیٹھی میری مہماں نوازی کے فرایض انجام دیرہی ہے۔ مرحومہ بیگم وآئی کا خلوص انکی محبت، انکی قدردانی ان کی مہمان نوازی ان کا فیض، ان کا کرم آنکھ کے سامنے تھا اور انکی بیشل عنایتیں ایک ایک کر کے یاد آرہی تھیں۔ کس قدر حسرت نصیب تھا یہ منظر کہ قصر جاورہ کی وہ شمع جس کی روشنی ملک بھر کو جگمگا رہی تھی قبر کے آغوش میں استراحت فرما رہی تھی اور نیم کی پتیاں اسکی وداع ابدی کا مرثیہ پڑھ رہی تھیں۔ سہ پہر کے قریب میں واپس ہوا تو چیف سکرٹری صاحب میرے منتظر تھے مگر میں چند لمحے سے زیادہ ان کے نہ ٹھہر سکا اور یہاں تک کہ نواب معشوق علی صاحب اور نواب صاحب وآئی سے بھی ملا اور شام ہی کی گاڑی سے واپس ہوا اور کھنڈوہ پہنچا۔ یہاں ٹھہرنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک غیر مسلم جج ایک مسلمان لڑکی کو تربیت گاہ میں داخل کرانا چاہتے ہیں۔ میں نے سید حفاظت علی صاحب ایم ایل سی کو تار دیدیا تھا اس لیئے اسٹیشن پر موٹر اور استقبال کے لیئے بہت سے لوگ موجود تھے مگر بیگم حفاظت علی صاحب جو تربیت گاہ میں ہو آئی ہیں تشریف فرما نہ تھیں انہوں نے جج صاحب کی بیوی صاحبہ سے تربیت گاہ کی تعریف کی ہے۔ کھنڈوہ میں صرف ایک رات ٹھیر کر دوسرے روز روانہ ہوئے۔ راستے میں بھساول تھا اور چونکہ تربیت گاہ سے علیحدگی کا انتظام

چھ ہفتہ کا تھا اس لیے خیال تھا کہ کمنڈوے کے سوا جہاں اس لڑکی کا معاملہ طے کرتا تھا کہیں مقام نہ کروں تاکہ یہ مدت چند آباد کے لئے کافی ہو مگر خان بہادر قمر الدین صاحب اور سیٹھ ہاشم کی وجہ سے ایک دن بھساول ٹھیرنا پڑا۔ یہاں کی عصمتی لڑکیوں نے چلتے وقت تربیت گاہ کے واسطے ایک رقم بھی دی +

بھساول سے علی الصباح منماڑ روانہ ہوا ملک نظام کا پہلا مقام دیجاپور تھا مگر مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ ریلوے اسٹیشن سے مستقر کتنی دور ہے۔ نواب وقار الملک مرحوم کے خویش نواب احمد خاں صاحب یہاں منصف ہیں اور چونکہ علیگڑھ کے گریجویٹ اور ال ال بی ہیں اور سال گذشتہ انکی بیگم صاحبہ چھ سال کا بچہ چھوڑ کر انتقال کر چکی ہیں ان کے پاس ٹھہرنا اس لئے ضروری تھا کہ بچہ کی موجودگی میں نکاح ثانی کی ضرورت اور اس کے نشیب و فراز پر گفتگو کر سکوں ان کو خط لکھدیا گیا تھا اور انھوں نے اپنا ایک آدمی منماڑ اسٹیشن پر بھیجدیا تھا جس سے ہمیں سفر میں بہت مدد ملی۔ دیجاپور کا اسٹیشن گاؤں ہے بستی یہاں سے تین میل کے قریب ہے چونکہ نواب احمد خاں کے ہاں زنانہ تھا اس لئے بیگم راشد الخیری صاحبہ کے قیام کا انتظام اسٹیشن کے ڈاک بنگلہ میں ہوا اور ہم ان کو وہاں ٹھیرا کر دیجاپور پہنچے۔ پانچ بج چکے تھے۔ عید میلاد کا جلسہ شروع ہونے والا تھا اس قسم کی مجالس پر میں ضرورت سے زیادہ بحث کر چکا ہوں اس لیے اب اس پر کچھ لکھنا بے سود ہے۔ جلسہ ختم ہوا تو حاضرین نے خواہش کی کہ میں بھی کچھ کہوں میں نے کہا کہ میں واعظ نہیں اور یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر لکھنے والا بولنے والا بھی ہو اس کے علاوہ جو کچھ میں کہوں گا وہ آپ کو پسند نہ ہوگا مگر ان حضرات نے تسلیم نہ کیا اور میں تقریر کرنے پر مجبور رہا۔ بیس منٹ کے قریب تقریر کرنے کے بعد نماز مغرب کا وقت آگیا۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور خاموش ہو گیا۔ مگر بعد مغرب پھر کچھ کہنا پڑا۔

مسلمان مجالس وعظ کے بادشاہ ہیں۔ دوسرے روز بھی ایک مجلس کا انتظام ہوا اور سلام وغیرہ خوب پڑھے گئے تیسرے روز بھی جلسہ تجویز ہوا مگر میں نہ ٹھیر سکا اور یہاں سے روانہ ہو گیا۔ قریباً تمام سربرآوردہ حضرات اسٹیشن پر موجود تھے مولوی ابوطلحہ نذیر احمد صاحب وکیل، سررشتہ دار صاحب اور مولوی حبیب اللہ صاحب کی عنایتوں کا شکریہ ادا کرتا ہوا اورنگ آباد چلا +

آج سے قریباً بیس سال قبل جب حجاز ریلوے تیار ہو چکی ہے اور ایک مشہور ادیب نے جو اس وقت تاج برطانیہ کا معزز عہدہ دار ہے اپنے سفرنامہ میں یہ فقرہ لکھا تھا کہ "میل ٹرین کو ایک ترکی ٹوپی لے جا رہی تھی" آج ٹکٹ لیتے وقت میں نے یہ لفظ سنے کہ "یہ نہیں چاہئے حالی روپیہ دو"!

اورنگ آباد میں عصمتی خواتین کی تعداد کافی ہے اس کے علاوہ دیجاپور کے بھائیوں نے ایک صاحب کو اس غرض سے میرے ہمراہ کر دیا تھا کہ حیدرآباد تک کا ساتھ دیں۔ وہ ایک روز قبل آ گئے تھے۔ چنانچہ اسٹیشن پر مشہور وکیل مرزا رحیم بیگ صاحب کے صاحبزادہ مع موٹر کے اور دوسرے حضرات موجود تھے۔ یہاں ٹھیرنے کا انتظام دو جگہ ہوا مگر مرزا صاحب کا اصرار غالب تھا اس لئے میر صاحب کی بچی سے معذرت کی۔ مرزا صاحب اپنی بچی کو تربیت گاہ میں بھیجنے کا قصد فرما رہے ہیں۔ ان کے دو بچے ولایت میں ہیں انکی ترقی مسلمانوں کے واسطے نمونہ ہے۔ انکی بہوؤں نے نہایت فراخ حوصلگی سے بیگم راشد الخیری صاحبہ کا استقبال کیا۔ مرزا صاحب اسی وقت مجھکو شہر کے باہر لے گئے۔ رابعہ درانی کا مقبرہ دکھایا کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب کی بیوی کا ہے مگر مجھے اس کے یقین میں تامل ہے۔ شہنشاہ کی کوئی لڑکی یا بیوی اس نام کی نہ تھی، اس مقبرہ کی ساخت تاج گنج آگرہ کے نمونہ کی ہے مگر غالباً شہنشاہ کے بعد کی تعمیر ہے۔ کیونکہ وہ اس اسراف کو کبھی جائز نہ سمجھ سکتا تھا +

اورنگ آباد کی تمام عصمتی بہنیں اور بچیاں میری دلی دعاؤں کی مستحق ہیں البتہ صدیقی صاحب مددگار سے مجھے شکایت ہے کہ انھوں نے اپنی تشریف آوری کا وقت لکھکر انتظار کی تکلیف دی اور جس قدر وقت انتظار میں گزرا وہ اس سے اچھے کاموں میں صرف ہو سکتا تھا۔ مرزا صاحب نے تربیت گاہ کو کافی مدد دی ان کی مہمان نوازی میں خلد آباد کی سیر اور غارہائے الورا کا معائنہ اور قلعۂ دولت آباد کا دیکھنا بھی شامل تھا۔

منشی ممتاز علی صاحب جو دیجاپور سے ہمارے ساتھ تھے ایک روز قبل جالنہ پہنچ گئے تھے چنانچہ اسٹیشن پر یہاں مرحوم احمد جو مشہور مہمان نواز باپ مولوی غلام احمد صاحب کے لڑکے اور

علیگڑھ یونیورسٹی کے گریجویٹ ہیں اپنی موٹر لئے مع دوسرے مسلمانوں کے اسٹیشن پر موجود تھے۔ ان کی شادی حال ہی میں محمد خاں صاحب رئیس کی لڑکی سے ہوئی ہے اور یہ بچی عصمت کی قدیم خریدار ہے۔ عروج میاں دتی بھی مجھ سے ملنے آئے تھے۔ جالنہ میں چونکہ آبادی دور ہے اس لیے میں ڈاک بنگلہ ہی میں ٹھہرا۔ محمد خاں صاحب عروج میاں اور انکی دلہن نے مہماں نوازی کا کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ میرے پہنچتے ہی حاجی محمد عبدالرحیم صاحب منصف اور سید مصطفےٰ علی صاحب وکیل مع دوسرے احباب کے ملاقات کو تشریف لائے۔ رات کو میں منصف صاحب کے پاس گیا۔ بہت سیدھے اور نیک مسلمان ہیں۔ ان کے مکان پر ایک پارسی صاحب مسٹر بینر جی سے ملاقات ہوئی یہ نہایت باذاق اور سلجھی ہوئی طبیعت کے انسان ہیں۔ کئی جگہ سنا کہ ان کو مسلمانوں سے بہت ہمدردی ہے اور تعلیمی معاملات میں اکثر دلچسپی لیتے ہیں۔ وہ تربیت گاہ کے چندے میں بھی شریک ہوئے۔ دوسرے روز روانگی کا قصد تھا مگر ادھر تو مولوی عبدالرحیم صاحب کی خواہش تھی کہ شام کا کھانا ان کے ساتھ کھاؤں اور ادھر مولوی ایوب علی صاحب وکیل کی۔ آخر فیصلہ یہ کرنا پڑا کہ میں اور رازق میاں منصف صاحب کے ہاں جائیں اور بیگم راشد الخیری صاحب بیگم مولوی ایوب علی صاحب کے ہاں۔ قاضی صاحب نے جن کا نام اس وقت مجھے یاد نہیں رہا میرے قیام جالنہ کے دونوں دن میرے لئے وقف کر دئے جس کے لئے میں ان کا شکر گذار ہوں۔ تیسرے روز علی الصباح ہم جالنہ سے روانہ ہوئے۔ مولوی ایوب علی صاحب اور دوسرے حضرات اسٹیشن پر تشریف لائے اور میں ان سب کا ممنون ہوں +

جالنہ سے آگے قیام کے قابل اسٹیشن پربھنی ہے مگر یہاں صرف دو عصمتی بچیاں ایسی تھیں جن کی وجہ سے میں ٹھیر سکتا تھا ایک زبیدہ خاتون اور دوسرے بھائی قاسم حسین کی بچی۔ ممتاز صاحب جو پہلے سے پربھنی جا چکے تھے ہم کو راستہ میں ایک اسٹیشن پر واپس ملے اور کہا پربھنی کی آب ہوا بہت خراب ہے اور زبیدہ خاتون کا انتقال ہوگیا۔ اب اس کے سوا کیا ہو سکتا تھا کہ ہم ناندیڑ ٹھیریں مگر چار بجے کر چلے تھے اور کھانے کا وقت آگیا تھا۔ پورنہ اسٹیشن پر دریافت کیا تو منیجر صاحب نے جواب دیا سب کھانا موجود ہے ابھی آتا ہے۔ آپ تشریف رکھئے۔ چنانچہ میں نے تشریف بھی رکھی اور گاڑی بھی چھوٹ گئی مگر کھانا نہ آیا۔ ایک بج چکا تھا۔ اور ناندیڑ میں بھی کوئی اطلاع نہ دی تھی کہ مولوی قدوس حسین صاحب نے جو نظام آباد میں محکمہ انجنیری میں ہیں اور میرے ہمسفر تھے میرا نام پوچھا اور فرطِ محبت سے لپٹ گئے اور فرمایا آپ ناندیڑ تشریف لے چلیے میں حیدرآباد جا رہا ہوں مگر اب ناندیڑ ہی اتر جاؤں گا۔ وہاں آپ کا بے چینی سے انتظار ہو رہا ہے ابھی کھانے کا انتظام ہو جائے گا۔ چونکہ میں نے کوئی اطلاع نہ دی تھی اس لئے سیدھا ڈاک بنگلے میں آیا اور دو ڈیڑھ گھنٹے بعد مولوی محمد اخلاق حسین صاحب زبیری وکیل کے ہاں سے نہایت پُر تکلف کھانا آگیا۔ ہم فارغ ہی ہوئے تھے کہ زبیری صاحب مولوی روح الحسن صاحب مولوی عبدالحکیم صاحب مولوی منظور علی صاحب وغیرہ تشریف لے آئے۔ یہ ناندیڑ کے وکلا ہیں۔ شام ہو رہی تھی کہ مولوی رحمۃ اللہ صاحب تعلقدار نے اپنی موٹر بھیجی کہ کلب میں تشریف لے آیئے۔ میں وہاں گیا اور قریب قریب سب عہدہ داروں سے ملاقات ہوئی۔ صبح بیگم اخلاق حسین صاحبہ بیگم راشد الخیری سے ملنے آئیں اور تھوڑی دیر بعد بیگم احمد اللہ صاحبہ ناظم کا پرچہ آیا کہ وہ آ رہی ہیں۔ ان کے ساتھ اور بیگمات بھی تھیں۔ قریب قریب یہ سب عصمتی لڑکیاں تھیں۔ بیگم اخلاق حسین صاحبہ نے نہایت فراخ حوصلگی سے ہماری مہماں نوازی کی اور دوسری بیگمات نے بھی تربیت گاہ کی اعانت میں حصہ لیا شام کو

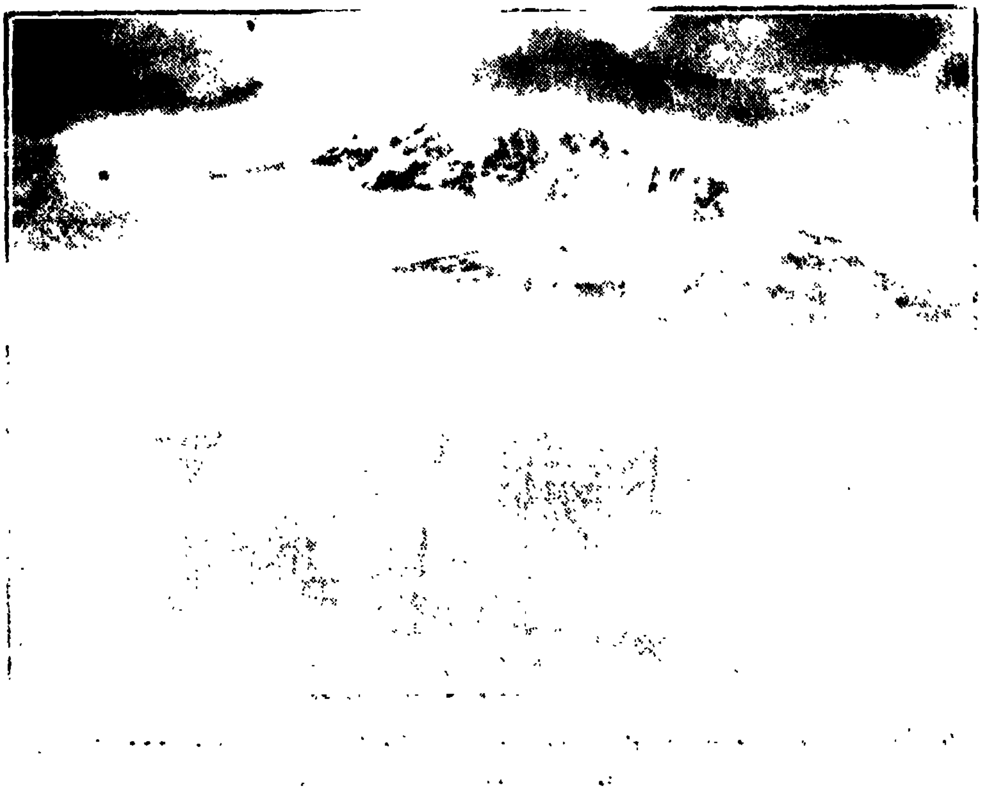
(اسکا بقیہ صفحہ ۳۱۷ میں دیکھئے)

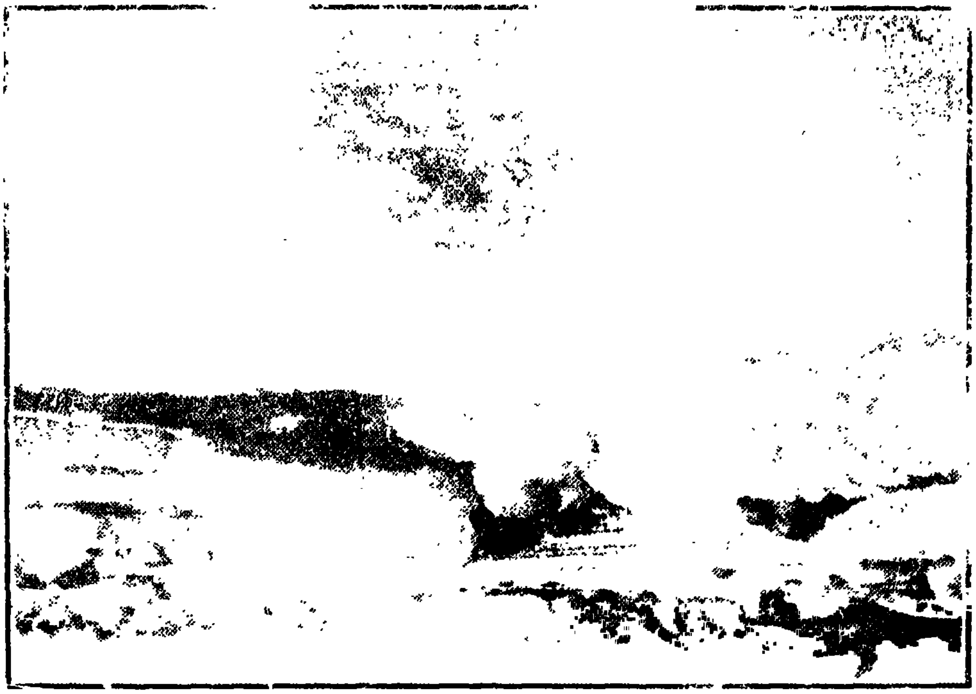


[illegible]



[illegible]





[illegible]

پردہ ایک مغربی خاتون کی نظر میں

جب اُس پراسرار زندگی کا خیال کیا جاتا ہے، جو مشرقی پردہ نشین خواتین بسر کرتی ہیں تو عجیب غریب قصے جو اُن کی نسبت بیان کئے جاتے ہیں سچ ہی ماننا پڑتے ہیں۔ راز کا نتیجہ ہے رومان، اندرواں انسانوں کی ماں ہے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ پردہ نشین زندگی میں کوئی راز نہیں۔ ہندوستانی پردہ نشین خواتین مغربی عورتوں سے زیادہ مسرور اور زیادہ قانع ہوتی ہیں۔ میرے کہنے کا یہ مطلب نہیں کہ وہ رنج و غم سے آزاد ہیں رنج و غم تو ہم خاکیوں کے ساتھ لگا ہی رہتا ہے۔ لیکن میں یہ ضرور کہوں گی کہ ان مغربی عورتوں سے زیادہ رنج و غم نہیں۔ پردہ نشین خاتونوں کی ایک جدید قسم کا ذکر بھی ضروری ہے جو پردہ کی قیود سے باہر نکل کر اپنی مغربی بہنوں کے دوش بدوش چلنے کی کوشش کرتی ہیں۔ اُنکو غالباً یہ معلوم نہیں کہ ہم مغربی عورتوں میں سے بھی اکثر اس قدر پابند رہتی ہیں جس قدر کہ کوئی زنانہ لیڈی۔

ہندوستان میں یہ تحریک پھیل رہی ہے کہ بہو بیٹیوں کو جدید ترین تعلیم دی جائے۔ اس تحریک کی بدولت انگریز عورتوں کو زنانہ مکانوں میں جانے اور مشرقی خواتین کے حالات اور خیالات معلوم ہونے کا موقع ملا اور فرضی انسانوں کے بجائے پردہ نشین زندگی کی حقیقت نظروں کے سامنے آئی۔ کسی انگریز خاتون کا زنان خانہ میں جانا اُن بچاریوں کے لئے ایک عجیب غریب اچنبا ہے۔ ہماری ٹوپیاں ہی اُن کے لئے اس قدر قابل تضحیک ہیں کہ ہنستے ہنستے اُن کی آنکھ سے آنسو نکل آتے ہیں اور واقعہ بھی یہ ہے کہ خوبصورت ہندوستانی دوپٹوں کے مقابلہ میں ہماری ٹوپیاں ہیں بھی خوفناک اور قابل تضحیک۔

کسی انگریز خاتون کے ورود کے معنی ہیں بہترین کپڑے بدلنا قیمتی جواہرات پہننا اور اپنے لباس اور زیورات کی تعریفیں سُننا یہ سُنکر غالباً آپ لوگوں کو تعجب ہوگا کہ اُن کی اپنی زنانہ مجلسیں ہوتی ہیں۔ جالی دار کھڑکیوں سے واعظوں کے واعظ اور شاعروں کی نظمیں سُنی جاتی ہیں۔ اُن کی اپنی سہیلیاں، یا خاندان والیاں آکر ہفتوں تک مہمان رہتی ہیں۔ صرف ایک محرومی یہ ہے کہ وہ غیر مردوں کے سامنے نہیں آسکتیں۔ بلا کسی واقفیت کے بالکل اجنبی طور پر تھوڑے عرصے میں مرد حاکم اور عورت محکوم ہوجاتی ہے۔ ہندوستان جیسے گرم جذبات والے ملک میں پردہ حفاظت ہے یا قید؟ یہ سوال بڑا اہم ہے۔

ایک اور بات جو ہم لوگوں نے نظر انداز کر دی ہے یہ ہے کہ ہر مہارانی یا شریف خاتون اپنی بہو خود تلاش کر لیتی ہے میں نے اکثر شریف خواتین کی زبانی یہ اعتراض سُنا ہے " میں ایسی بہو کی خواہاں نہیں جو اپنا چہرہ اور جسم رذیل عورتوں کی طرح غیر مردوں کو دکھاتی پھرے"۔

ایک حسین تعلیم یافتہ ہندوستانی لڑکی نے ایک مرتبہ مجھ سے کہا کہ مغربیوں میں شادی، محبت کا آخری باب ہے اور مشرقی خواتین میں پہلا باب۔ میں نے اس کی رائے سے اختلاف کیا اور بحث کی لیکن میں اس کی قائل ہوگئی کہ اُس کی رائے ایک بڑی حد تک معقولیت پر مبنی تھی۔

یہ فراموش کردہ عورتیں —— فراموش کردہ اس لئے کہ حسن اور تعلیم سے محروم ہیں۔ یورپ میں اور زیادہ ناقدری کی نظر ہوتیں مگر ہندوستان میں غنیمت ہے کہ اُن کو شوہر اور اکثر بچے بھی مل جاتے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ وہ اپنے شوہروں کی محبت کو عرصے تک قائم نہیں رکھ سکتیں۔

بیواؤں کی قسمت البتہ بہت خراب ہے۔ میرا مطلب ہے امیر طبقے کی بیوائیں —— جنکو نکاح ثانی کی اجازت نہیں بیوگی کی طویل زندگی جاری رہتی ہے مگر محبت کی شیرینیوں سے محروم۔ موجودہ مہاراجہ جودھپور کی ماں۔ بوندی کوٹہ کی شہزادی تھیں۔ بیوہ ہونے کے بعد بھی اُن کو کافی آزادی حاصل تھی۔ .... اُنہوں نے بہت کافی سفر کیا اور جام نگر میں انتقال فرمایا۔ اُن کی سوکن نے جو اودے پور کی شہزادی اور نہایت شریف راجپوت خاندان سے ہیں اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اب تک قلعہ سے باہر قدم نہیں نکالا۔ سر الکزنڈر رینی ایک مرتبہ جودھپور آئے تو مہاراجہ سردار سنگھ نے اپنی سوتیلی والدہ کو بلا بھیجا وہ بہت ناراضامندی سے ایک بند گاڑی میں آئی۔ جس میں چاروں طرف نہایت سخت دبیز اور سیاہ پردے لگے ہوئے تھے۔ ایک خاص طریقے سے نیچے سے ہوا آتی تھی۔ اُنہوں نے عام زنانی پالکیوں میں بھی آنا پسند نہیں کیا۔

یہ نہیں کہا جاسکتا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف مقفل کردی جاتی ہیں رسم و رواج طریقے مذہب، سب ملکر گھر کی عورتوں کو فرشتہ بنا دیتے ہیں۔ راجپوت شاہی خاندانوں میں جتنا سخت پردہ ہے ویسا شاہی خاندانوں میں نہیں مسلمانوں میں پردے کا بڑا سخت رواج ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ہندو فرمانرواؤں نے پردہ اپنے مسلمان فاتحین سے سیکھا۔ یہ غلط ہے۔ راجپوتوں کو دیکھکر ہر شخص یہ نتیجہ نکال سکیگا کہ وہ اسلامی رسم و رواج سے کس درجہ متنفر ہیں۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ مغلوں سے پہلے ہندوستان میں پردے کا وجود نہ تھا۔

یہ پردہ مسلمانوں سے نہیں لیا گیا کیونکہ مسلمانوں میں تو صرف چہرہ اور جسم چھپانے کی ہدایت ہے۔ قرانی پردہ صرف اسی قدر ہے مسلمان عورتیں برقعہ پہن کر خرید و فروخت کرسکتی ہیں لیکن راجپوتوں میں ناممکن۔ بیگم صاحبہ بھوپال اپنے برقعہ میں ملبوس، بالکل قرانی ہدایت کے مطابق پردے کی پابند معلوم ہوتی ہیں۔

(ایلزبتھ شارپ)

عزیز احمد
(کلیہ جامعہ عثمانیہ)

جواہر ریزے
انعامی مقابلے کے مقولے

اقوال مہاتما بدھ

(۱) ایک آدمی صرف اسی لئے بزرگ نہیں کہ وہ سفید ریش ہے ممکن ہے کہ وہ پختہ سال ہو اور تجربہ میں بالکل خام ہو۔

(۲) ہمارے بھلے اور برے کام سایہ کی طرح ہمارے پیچھے لگے رہتے ہیں۔

(۳) انسان کو سب سے بڑھ کر جس چیز کی ضرورت ہے وہ محبت کرنے والا دل ہے۔

(۴) اپنی رعیت کو ایسا سمجھو جیسا کہ اپنے اکلوتے بچے کو اس پر ظلم مت کرو

(۵) چونکہ ہمارے لئے اپنے افعال سے بچنا ناممکن ہے بس جہاں تک ممکن ہو سکے ہر کام نیک کریں۔

(۶) جب مصیبت آتی ہے تو کوئی ساتھ نہیں دیتا جیسا کہ اندھیرے میں سایہ بھی جدا رہتا ہے۔

(۷) اپنے دل کو اعلیٰ بناؤ اور مستقل و مستحکم مقصد رکھکر پیدا یقین حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

(۸) چھوٹے دل بہت تھوڑی بات سے بھر جاتے ہیں جیسے کہ چھوٹے نالے برسات میں بہت جلد اچھل پڑتے ہیں۔

(۹) شاہی عزت اور منصب کا خیال مت کرو اور نہ خوشامدیوں کی چکنی چپڑی خوشامد آمیز باتوں کو سنو۔

(۱۰) جیسے ایک درخت پر جو آگ کے تیز جھونکوں سے جل رہا ہے پرند جمع نہیں ہو سکتے۔ ویسے ہی دل میں خواہشات کی آگ جلتی رہتی ہے تو راستی کا گذر نہیں ہو سکتا۔ (۱۱) گیان کے بغیر ایک عالم شخص بھی خواہ لوگ اسکی داناؤں کی مانند عزت کرتے ہوں درحقیقت وہ جاہل ہے۔

ب۔ بس۔ سید محمد حسین

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سات مقولے۔

(۱) انصاف کی ایک صورت ہے اور ظلم کی بہت صورتیں ہیں۔ اس لئے ظلم بہت آسان اور انصاف بہت مشکل ہے (۲) جو شخص اپنے آپ کو بڑا سمجھتا ہے وہ ذلیل و خوار رہتا ہے (۳) صحت سے لذت مال اور زہد سے حکمت حاصل ہوتی ہے (۴) جو شخص اپنے مال سے لوگوں کو محروم رکھتا ہے وہ شفا اور تندرستی سے محروم رہتا ہے (۵) جو شخص تقدیر الٰہی کا مقابلہ کرتا ہے وہ مغلوب ہو جاتا ہے (۶) جو شخص لوگوں کے سامنے گناہوں سے پرہیز نہیں کرتا وہ تنہائی میں خدا کا خوف نہیں کرتا۔ (۷) جس شخص کے اخلاق برے ہوتے ہیں وہ اپنے آپ کو عذاب اور تکلیف میں مبتلا رکھتا ہے۔

افلاطون کے تین مقولے (۱) اکثر لوگوں کی رنجیدگی کا باعث یہ ہے کہ بیش از قسمت اور قبل از وقت چاہتے ہیں (۲) جو شخص مفلسی میں از راہ تکلف امیروں کا طریقہ اختیار کرے وہ مانند صاحب ورم کے ہے کہ اپنے آپ کو جسیم و شحیم لوگوں میں سے سمجھے اور جو بیماری اس کے ورم کا سبب ہے اسے چھپائے (۳) غربت اور وطن کی موت میں کچھ فرق نہیں ہے۔

لقمان کا قول ہے کہ غصے کی آگ اور غرور کی آندھی سے بچنا بڑی ہمت کا کام ہے۔

حسن بصری کا قول ہے کہ جو شخص بری جگہ جاتا ہے وہ برائی کے ساتھ متہم ہو جاتا ہے۔

عبداللہ انصاری کا قول ہے کہ سب ذخیروں سے بہتر جود و سخا ہے۔ **لقمان** کا قول ہے کہ طبیبوں سے اپنا مرض چھپانا اپنے جسم کے ساتھ خیانت کرنا اور نقصان پہنچانا ہے

عبداللہ بن مبارک کا قول ہے کہ وہ شخص بہت بڑا گنہگار ہے جو مخلوق کی رضامندی خالق کی ناراضگی سے حاصل کرتا ہے۔

حسن بصری کا قول ہے [illegible]

سائنس اور مذہب

آج ہر باخبر شخص جانتا ہے کہ سائنس کی روزافزوں اور حیرت انگیز ترقی نے دنیائے مذہب میں قیامت کی ہل چل مچا رکھی ہے سائنس اور مذہب کا مسئلہ ایک عالمگیر مسئلہ ہے جو نہ صرف مسلمانوں ہی کے لئے بلکہ دنیا کی تمام اقوام کے نزدیک یکساں اہمیت رکھتا ہے۔ زمین گول ہے۔ آسمان حد نظر کا دوسرا نام ہے۔ آفرینش کائنات ذروں سے ہے جو خود بخود یکجا ہو گئے ہیں۔ الحیات بعد الممات کی حقیقت اس افسانہ سے زیادہ نہیں جو بوڑھی عورتیں بچوں کو ڈرانے کے لئے سنایا کرتی ہیں وغیرہ وغیرہ ہزاروں ایسی باتیں سائنس نے دریافت کی ہیں۔ جو ہندوؤں مسلمانوں۔ عیسائیوں، پارسیوں۔ یہودیوں۔ بودھیوں جینیوں سب کے مذہبی عقائد کے خلاف ہیں۔ برسوں سائنس اور مذہب میں جنگ رہی اور اب بھی جاری ہے۔ جہاں تک دلائل و براہین سے ہو سکا ایک نے دوسرے کو مغلوب کرنے کی کوشش کی۔ پھر جب یوں بھی کام نہ چلا تو لعنت و ملامت۔ گالی گلوچ تمسخر و استہزا تک نوبت پہنچی لیکن کوئی مفید نتیجہ نہ نکلا۔ حامیان اسلام نے بھی ان معرکہ آرائیوں میں برابر کا حصہ لیا اور لے رہے ہیں۔ چونکہ یہ مختصر مضمون بالخصوص مسلمان بہنوں کے مفاد کے لئے لکھا جا رہا ہے۔ اس لئے اس مسئلہ پر بعض اسلامی نقطۂ نظر سے بحث کی جائے گی۔

ہندوستان میں سائنس اور مذہب کے مابین جو پہلی تاریخی معرکہ آرائی ہوئی وہ ۱۸۵۷ء کے غدر کی صورت میں نمایاں ہوئی اس میں کوئی شبہ نہیں کہ غدر کے اصل اسباب سیاسی تھے۔ لیکن اس واقعہ سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ باشندگان ہند نے اپنے اغراض کے حصول کے لئے مذہب کا دامن پکڑا۔ تار برقی اور ریل کی سڑکوں کے متعلق یہ مشہور ہوا کہ انگریز خدا کی زمین کو مقید کر رہے ہیں۔ انگریزی تعلیم کا مقصد ہندوستانیوں کو عیسائی بنانا خیال کیا گیا۔ حکومت کو لعنت و ملامت کرنے کا حق قرآن اور ویدوں سے ثابت کیا گیا۔ غدر کے اختتام پر اُس کا سیاسی پہلو تو باقی نہ رہا۔ لیکن مذہب اور سائنس کے درمیان جو جنگ چھڑ چکی تھی بدستور جاری رہی۔ جب سر سید نے علی گڑھ کالج کی بنیاد ڈالی اور قرآن مجید کی تفسیر لکھی تو مسلمانوں نے اپنی چیخ و پکار سے ہندوستان کا گوشہ گوشہ ہلا دیا۔ سر سید کو قدم قدم پر مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور انہیں مطعون کرنے میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا گیا۔ اُن کی وفات کے بعد اگلا جوش و خروش نہ رہا۔ مگر جو آگ ایک دفعہ مشتعل ہو چکی تھی اس کے شرارے برابر سلگتے رہے۔

ہندوستان کے علاوہ جہاں کہیں مسلمان آباد ہیں وہاں وقتاً فوقتاً سائنس اور مذہب کے درمیان لڑائیاں ہوتی رہی ہیں۔ تازہ ترین مثالوں میں بالخصوص ٹرکی اور کابل قابل ذکر ہیں۔ لیکن بخوف طوالت میں اُن کا ذکر اس جگہ نہ کرونگا

پھر یہ کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے جو ان ممالک کے جدید حالات سے ناواقف ہوں۔ اس امر کا فیصلہ کہ کہاں کہاں اور کس حد تک مذہب یا سائنس کو فتحیابی نصیب ہوئی میں مصلحتاً نہ کروں گا کیوں کہ میری منشا کسی خاص طبقہ کی دلشکنی نہیں ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر یہ جنگ کیوں جاری ہے؟ میری عقل ناقص میں اس کے دو خاص اسباب ہیں۔ زبردستی اور غلط فہمی۔ اول الذکر کی مثال غدر کے واقعات سے ظاہر ہے۔ آج کل ہر شخص ریل پر سفر کرتا اور تار برقی سے خبریں منگاتا ہے اور کوئی خدا کی زمین کو پابند سلاسل نہیں خیال کرتا۔ ہزاروں مسلمان انگریزی تعلیم پا رہے ہیں۔ لیکن کوئی عیسائی سمجھ کر اُن کا سوشل بائیکاٹ نہیں کرتا۔ ان سب باتوں سے ثابت ہے کہ ایام غدر میں مذہب کو سیاسی یا غیر مذہبی اغراض کے حصول کے لئے ایک آلہ کار بنایا گیا تھا۔ ایسی صورت میں جو لڑائی سائنس اور مذہب کے درمیان ہوئی وجہ زبردستی پر مبنی تھی۔ اس کے برخلاف جو لوگ نادانی سے مگر سچے دل سے مذہب کو خطرہ میں سمجھیں تو یہ لڑائی غلط فہمی پر مبنی ہوگی۔ زبردستی کا علاج سوا زبردستی اور ہٹ دھرمی کے دوسرا نہیں البتہ غلط فہمی کا ازالہ کسی حد تک افہام و تفہیم سے ممکن ہے اور یہی مضمون ہذا کا مقصد ہے۔

مذہب کی بنا عقائد پر ہے۔ مسلمان بحیثیت مسلمان ہونے کے جو کچھ کرے گا اس کے واجب العمل ہونے کے ثبوت میں آیات قرآنی یا احادیث نبوی پیش کر سکتا ہے اس کے پاس ہر کیوں کا عقلی جواب نہیں ہے۔ سائنس کا دارومدار تجربات و مشاہدات پر ہے جن کی غایت عقائد کا اصول مقرر کرنا ہے۔ ان کے مقرر ہونے کے بعد حامیان سائنس اور شیدائیان مذہب میں بلحاظ عمل کوئی فرق نہیں رہتا۔ یعنی دونوں اپنے اصول یا عقائد پر کاربند ہوتے ہیں۔ احکامات مذہب کا جزو اعظم ہیں۔ نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ حج کرو۔ زکوٰۃ دو۔ شراب نہ پیو۔ چوری نہ کرو۔ جھوٹ نہ بولو وغیرہ وغیرہ ارکان مذہب ہیں۔ ان احکامات کی خلاف ورزی کا نتیجہ مذہب کی عمارت کا انہدام ہے سائنس کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے کوئی واسطہ نہیں۔ اُس کا کام قوانین قدرت کی توضیع و تشریح ہے جن کے مطابق عمل کرنا نہ کرنا افراد سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ قوانین ایسے ہیں جو کبھی بدل نہیں سکتے۔ ان میں نفع و ضرر دونوں پہنچانے کی اہلیت ہے۔ مثلاً بجلی کی مدد سے روشنی ہوتی ہے۔ پنکھے چلتے ہیں۔ خبریں آتی جاتی ہیں اور یہی بجلی ہے کہ ایک سکنڈ کے اندر انسان کو ہلاک کر دیتی ہے۔ یہ قوانین نظام قدرت کے ایک زبردست قانون کے تحت ہیں۔ جسے انگریزی میں Law of Causation کہتے ہیں اس کے مطابق ہر واقعہ کسی دوسرے واقعہ کی علت یا اس کا معلول ضرور ہوتا ہے اور کوئی علت ایسی نہیں ہو سکتی جو نیچر کی محکوم نہ ہو۔ چند مخصوص اسباب کے اجتماع سے جو نتائج ظاہر ہوں گے وہ بھی مخصوص ہوں گے۔ یعنی جب کبھی یہ نتائج ظاہر ہوں اُن کے اسباب دوسرے نہیں ہو سکتے۔ یہ قانون کسی کی رو رعایت نہیں کرتا۔ ہندوؤں کا وہ قانون جو کرما (   ) کے نام سے موسوم ہے اس سے ملتا جلتا ہے۔ اگر تم شراب پیو گے۔ جھوٹ بولو گے یا کوئی

اور گناہ کروگے تو تمہیں اس کی سزا مرنے کے بعد ضرور ملے گی۔ کیونکہ کرما کے قانون کے مطابق نہ کوئی تمہارا شفیع ہو سکتا ہے اور نہ پرمیشور خود تم پر رحم کر سکتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام کا یہ دعویٰ ہے کہ جس ذات نے قوانین بنائے ہیں اُسے یہ بھی اختیار ہے کہ بعض حالتوں میں بعض اشخاص کو کسی قانون کی گرفت سے مستثنیٰ کر دے۔ وہ اگر چاہے تو اپنے بنائے ہوئے قوانین کو کلیتاً منسوخ کر دے۔ اُسے قدرت ہے کہ آفتاب کو مغرب سے طلوع کر دے۔ ستاروں کو آپس میں ٹکرا دے بلکہ یوں کہئے کہ ہر محال اس کے لئے ممکن ہے۔

سائنس کی تعلیم حاصل کرنا فی نفسہ کوئی بُری بات نہیں ہے کیونکہ وہ مذہب کی طرح تمہارے سامنے احکامات نہیں پیش کرتی اور نہ مذہب کی طرح کسی اصول پر کاربند ہونے کے لئے مجبور کرتی ہے۔ وہ خود اس بات کی مقر رہے کہ اس سے غلطی ہو سکتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس کی غرض نجات اُخروی نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد تمہیں دنیا میں بیدار مغز، ہوشیار اور صاحب فہم و ذکا بنانا ہے۔ اس کی ہدایت یہ ہے کہ ہر شخص اپنے عقائد کی بنا تجربات و مشاہدات پر قائم کرے۔ غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مذہب کی ابتدا بھی انہی دو باتوں سے ہوئی ہے۔ جب کوئی نبی دنیا میں آیا تو لوگوں نے تجربات و مشاہدات کی کسوٹی پر کسنے کے بعد اس کی تصدیق یا تکذیب کی۔ اگر بنی اسرائیل عقل اور حواس خمسہ کو بالائے طاق رکھ دیتے تو موسیٰ علیہ السلام لاکھ بلائیں لاتے اور اژدہے دکھاتے مگر فرعون ہمیشہ خدا خیال کیا جاتا اور انہیں کوئی خدا کا نبی نہ تسلیم کرتا۔ علاوہ ازیں اگر وہ خود تجربات و مشاہدات کے دشمن ہوتے تو اپنی قوم سے پہلے ہی کہہ دیتے کہ میں تمہیں خدا کی نشانیاں مطلق نہ دکھاؤں گا بلکہ تمہیں آنکھیں بند کر کے میرے اقوال پر آمنا و صدقنا کہنا ہوگا۔ موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ بھی جتنے انبیاء علیہم السلام گزرے ہیں سب نے عوام کی عقل سے اپیل کی اور لا اکراہ فی الدین کا لحاظ رکھتے ہوئے کسی کے سر زبردستی اپنا دین منڈھ نہیں دیا۔ پیغمبر اسلامؐ نے جس قدر اہمیت تجربات و مشاہدات کی بتائی ہے غالباً اور کسی مذہبی پیشوا نے نہیں بتائی۔ قرآن مجید میں آیہ "سیروا فی الارض" کا مطلب محض دنیا کی زمین ناپنا نہیں ہے ورنہ "ہنوز خربا شد" سے زیادہ نتیجہ نہیں پہنچ سکتا۔ ارشاد خداوندی یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے عجائبات قدرت کا مشاہدہ کرو، عقل کو کام میں لاؤ اور اس طرح اُن امور سے واقف ہو جاؤ جو پردۂ جہالت کے باعث تمہاری نظروں سے روپوش ہیں۔ اس ارشاد پر عمل کرنا اور سائنس پر عمل کرنا دو متضاد باتیں نہیں ہیں بلکہ ایک ہی بات ہے۔

تجربات و مشاہدات کے سلسلہ میں یہ امر بھی فیصلہ طلب ہے کہ آیا عقل انسانی محدود ہے یا غیر محدود؟ میرا خیال یہ ہے کہ ایک اعتبار سے محدود کہا جا سکتا ہے۔ اس کے سامنے کوئی مستقل حد سدِ سکندر یا دیوار چین ... عقل کا دوسرا نام جہل ہے جس کا غیر مستقل ہونا ہر شخص پر روشن ہے۔ تاریخ عالم اس بات ... کے ساتھ گھٹتی بڑھتی ہے۔ میں صرف چند مثالوں پر اکتفا کروں گا۔ کسی زمانہ میں یہ بات ... انسان ہفتوں کا راستہ چند گھنٹوں میں طے کر سکتا ہے۔ لیکن جارج اسٹفنسن نے متحرک

بجن ایجاد کر کے عقل کو وسعت دی جس سے جہل کی حد دور جا پڑی۔ اس کے بعد ایک عرصہ تک کسی کے ذہن میں یہ بات نہ آسکتی تھی کہ انسان زمین سے اوپر بھی جا سکتا ہے۔ لیکن بقول اکبر مرحوم

میسر خاکساروں کو بھی اب تخت سلیماں ہے

اگلے خیالات غلط ثابت ہوئے اور قیود عقل کا ایک بند اور ٹوٹ گیا۔ اسی طرح گراموفون۔ تار برقی۔ جر ثقیل۔ ایکسرے X وغیرہ وغیرہ ہزاروں باتیں سائنس نے ایسی دریافت کی ہیں جن کی وجہ سے عقل کی مملکت بہت وسیع ہو گئی ہے علیٰ ہذا القیاس عقل کے حدود تنگ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ قدیم یورپ کی تہذیب و تمدن کا موازنہ ازمنۂ وسطیٰ کی جہالت کے ساتھ کرنے پر معلوم ہوتا ہے۔ ان باتوں سے یہ ثابت ہوا کہ ہر مسئلہ سعی و محنت سے حل ہو سکتا ہے۔ یہ وہم کہ فلاں بات کبھی سمجھ میں نہ آئیگی بے بنیاد ہے۔ جہاں ایسا خیال پیدا ہوا کہ ترقی کا زینہ ختم ہو گیا۔ لیس للانسان الا ما سعیٰ۔ خدا نے انسان کو عقل سے ممتاز فرما کر اشرف المخلوقات کا خطاب عطا کیا۔ پھر عقل ایسی نعمت غیر مترقبہ پا کر اس سے متمتع نہ ہونا بہیمیت اور کفران نعمت نہیں تو اور کیا ہے سائنس اس امر کے متعلق جو کچھ کہتی ہے وہی مذہب کی بھی تعلیم ہے۔

لیکن یہ بات کبھی فراموش نہ کرنی چاہیئے کہ انسان خطا و نسیان کا پتلا ہے۔ ممکن ہے کہ ایک معمولی امر کی تحقیق میں تم نادانستہ غلطی کر بیٹھو۔ بڑے اور اہم امور کی تحقیق تو بہت ہی دشوار اور پر از خطر ہے اس غلطی کے امکان کو مذہب ہی نہیں بلکہ سائنس بھی تسلیم کرتی ہے۔ خود سائنس کی تاریخ ارتقا اس بات کی شاہد ہے کہ بڑے بڑے ماہرین سائنس اغلاط کے مرتکب ہو چکے ہیں۔ جن کی مقبول عام تھیوریاں یکبارگی خاک میں مل گئیں۔ آج کل چند زبردست سائنس داں یہ کوشش کر رہے ہیں کہ نیوٹن کی کشش اجسام اور ڈارون کی انتخاب فطری کی تھیوریاں غلط ثابت کر دیں۔ ان کی کوششیں کسی بری نیت سے نہیں ہیں۔ کوئی تعجب نہیں کہ ایک دن انہیں کامیابی حاصل ہو اگر ایسا ہو گیا تو دنیائے سائنس میں انقلاب عظیم پیدا ہو جائے گا اور بہت سی تھیوریاں جو متذکرہ بالا تھیوریوں پر مبنی ہیں نیست و نابود ہو جائیں گی۔ حاصل کلام یہ کہ قرآن مجید کی طرح سائنس کی کتاب لاریب فیہ نہیں کہی جا سکتی اور نہ سائنس کو اسکا دعویٰ ہے۔ اکثر ایسا ہوا ہے کہ مدتوں اصول مذہبیہ سے انکار کرنے کے بعد سائنس نے ان کی تصدیق کی۔ صدیوں کی تحقیقات کے بعد سائنس اسی نتیجہ پر پہنچے جس کی تصدیق مذہب نے ابتدا ہی میں کر دی تھی چنانچہ سر الیور لاج جو فی زمانہ انگلستان کے بڑے سائنس دانوں میں گنا جاتا ہے عالم ارواح کے متعلق تحقیقات میں مصروف ہے۔ اس نے بعض ایسی باتیں دریافت کر لی ہیں جو عرصہ سے مسلمانوں کی مذہبی کتابوں میں مذکور چلی آتی ہیں۔ جس طرح ماہرین سائنس اغلاط سے پاک نہیں اسی طرح یہ بھی ممکن ہے کہ ہم اپنی مذہبی کتابیں سمجھنے میں غلطی کر بیٹھیں۔ اس لئے ہمیں لازم ہے کہ قرآن مجید اور احادیث نبوی کے مطالب بغور سمجھنے کی کوشش کریں محض سطحی معانی پر اکتفا نہ کر لینا حامیان سائنس کو نفرت یا تعصب کی نگاہوں سے دیکھنا کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا ہمیں چاہیئے کہ اسلامی کتابوں کو عقل کی روشنی میں پڑھیں کیونکہ یہی وہ طریقہ ہے جو مذہب اور سائنس کے باہمی نفاق کو دور کر سکتا ہے اور جو مسلمانوں کی فلاح و بہبودی کا باعث ہو سکتا ہے۔ خدا کے فضل سے آج ہماری حالت ایسی ابتر نہیں ہے جیسی عیسائیوں کی مارٹن لوتھر کے زمانہ میں تھی لیکن بایں ہمہ ہماری حالت قابل اطمینان ہرگز نہیں ہے اگر دنیا میں رہ کر ترقی کرنا ہے تو ہمیں اپنے دماغوں

[illegible]

دل کی دنیا

صبح کا وقت بھی کتنا سبق آموز نصیحت خیز ہوتا ہے جبکہ آفتاب نہایت آب و تاب شان و شوکت سے اپنی زرین شعاعوں کے تیروں کی بارش غافل بے ہوش مخلوق پر کرتا ہوا برآمد ہوتا ہے۔ شب بھر کا آرام آفتاب میں نئی تازی روح پھونک دیتا ہے جس سے وہ اپنے کام میں پھر سرگرمی سے مصروف ہو جاتا ہے۔ باوجود موسم کی خرابیوں اور باوجود ابر غلیظ کے موٹے موٹے نقابوں کے آفتاب کی ضو ان سب کے پار نکل جاتی ہے۔ ذری سی جگہ تھوڑی سی آسانی بھی پا لیتا ہے تو دنیا کو اپنی رنگین سنہری شعاعوں سے منور کر دیتا ہے۔

اس موثر موقع پر میرے دل عبرت آشنا نے کہا انسان خلعت شرافت میں ملبوس ہونے والا انسان ذری سی رکاوٹ تھوڑی سی تکلیف مصیبت میں ہمت ہار دیتا ہے۔ باوجود ہر قسم کی سہولت و آسانی اپنے شامل ہونے کے اپنے کار منصبی میں ناکام رہتا ہے۔ بایں ہمہ خلاق عالم کی نوازشوں، مہربانیوں کے اپنے آپ کو ناکارہ ثابت کرتا ہے۔ وہ زندہ کہلانے کا ہرگز مستحق نہیں۔

چھوٹا سا مٹر کا دانہ ابھی بویا ہی گیا تھا کہ ظالم برسات کے پے بہ پے جاں گسل حملے اس پر ہوتے گئے۔ مٹی نے اپنی عمیق آغوش میں چھپا لیا۔ انسانوں کے قدم نے بھی اس کو ملنے میں حصہ لیا۔ کیڑے مکوڑے نے بھی نیست و نابود کرنا چاہا لیکن ننھے سے دانہ نے ان سب مصائب آلام سختیوں کو اپنے نازک جسم پر دلیرانہ سہا۔ اُف نہ کی۔ بارش تھک ہار کر چپ ہو رہی۔ سورج کی شعاعوں نے مٹی کو خشک کر دیا۔ ہوا نے اپنا کام کرنا شروع کیا۔ بیچارہ ننھا مٹر جس کی ہستی قریب فنا کے پہنچ چکی تھی نئی آرزوں امنگوں کے ساتھ سربلند ہو کر سرسبز شاداب لہلہانے لگا۔

میرے دل ہمت آفرین نے کہا۔ اس مٹر کے دانے سے سبق حاصل کر۔ دنیا کی مصیبتوں اور آفتوں پر چیخ نہ اُٹھ۔ صبر تحمل بردباری علو ہمتی سے کام لے۔ سب کچھ سہہ اپنی ہستی کو ناکارہ مت تصور کر۔ بحر فنا کے امواج گرداب سے نکلنے کی پیہم کوشش کر۔ یہی ہمت جرأت ایک دن تیری کامیابیوں کا زریں سہرہ بن جائے گی۔ اگر تجھ سے اتنا نہ ہو سکے تو آبادیوں کو خیر باد کہہ۔ کوہساروں اور ریگستانوں میں بے سروسامان بھٹکتی پھر۔

شام کا پرلطف وقت عالی شان محلسرا کے پائیں باغ میں سنگ سرخ کے حوض میں سنگ یشب کے فوارے

سے پانی اچھل اچھل کر زریں مورتی پر گر رہا ہے۔ بہار کا موسم اپنی تمام رنگینیوں دلکشیوں سے رونما ہوا ہے۔ آبشار اپنا نغمہ شیریں گاتا ہوا گر رہا ہے ندی دھیمی لے میں گن گناتی بہتی ہے۔ دور سبز مخملی فرش خاکستری ہرنیاں عالم فرحت انبساط میں کلیلیں بھر رہی ہیں۔ نسیم خوشگوار کے عنبریں جھونکوں سے مست ہو کر ایک عجیب کیف سرور کی مدہوشی میں اشجار جھوم رہے ہیں۔ ڈوبتے ہوئے آفتاب کا ارغوانی عکس مورتی پر پڑ کر قوس قزح کا دلفریب سماں پیش کر رہا ہے۔ حسین لڑکی اس فرحت آگیں اور روح پرور سین سے اتنی متاثر ہوئی کہ عالم بیخودی میں مورتی کے آگے سرنگوں ہو گئی۔

میرے دل حقیقت آشنا کی دنیا میں ایک طوفان برپا ہو گیا۔ ایک ہیجان بچ گیا۔ ایک نئی دنیا نظر آئی۔ اس مہ جبیں کے اس عقیدت مندانہ فعل پر میرا سر اس ہستی فوق الادراک اس حسن ورنگینی کے مبدا کے آگے ایک بے اختیاری کے عالم میں جھک گیا۔

مہرالنسا والا

گلے کے غدود

گلے کے غدودوں کی نسبت بہن ملقیس بیگم صاحبہ کا خط بزم عصمت میں دیکھا۔ ابھی تین ماہ کا عرصہ ہوا کہ میری دس سالہ لڑکی صابرہ کے غدود اپریشن سے نکالے گئے۔ یہ کوئی خطرناک اپریشن نہیں ہے اور خدا کے فضل سے اس میں کوئی اندیشہ کی بات نہیں ہے دو سال سے صابرہ کے گلے میں یہ شکایت تھی۔ اوپری علاج بہت کیا گیا لیکن کوئی فائدہ نہ ہوا۔ ہر ایک ڈاکٹر کی یہی رائے تھی کہ اپریشن کرایا جائے۔ لیکن مجھکو اپریشن کراتے ہوئے خوف معلوم ہوتا تھا۔ آخرکار مجبور ہو کر میں اپریشن کے لئے راضی ہوئی۔ اس کے بہت سے خراب نتائج مجھکو بتلائے گئے۔ میں نے اس تکلیف کو آئندہ کی تکلیف پر ترجیح دی۔ ہم سب اندور گئے۔ میرے والدین بھی اس موقع پر ایک ہفتہ کی رخصت لیکر آگئے اور بہت سے عزیز بھی آئے کیونکہ سب کو فکر تھی۔

عیدالفطر کے ایک روز پہلے صبح سات بجے بچی کو اپریشن کے لئے طیار کیا اور ایک ہشیار ڈاکٹر کو بلایا اس نے بہت آسانی کے ساتھ لڑکی کو بٹھا کر بغیر کلورا فارم دئیے دو منٹ میں غدود نکال لئے اس وقت بچی کو ذرا تکلیف رہی شام کو خفیف سی حرارت بھی ہوگئی تھی۔ دوسرے روز خوشی خوشی عید منائی۔ گردن پر کچھ تھوڑا سا ورم بھی آگیا تھا جو کہ سینکنے سے رفع ہوگیا۔ دو روز تک ساگودانہ کی پتلی کھیر پلائی گئی۔ اس کے بعد کھچڑی دی گئی ایک ہفتہ کے اندر ہی حلق بالکل صاف ہوگیا۔ دو تین ماہ تک تیل کھٹائی وغیرہ سے پرہیز کرایا گیا۔ چار پانچ شیشی ٹمن کا لیور آئل کی پلائی گئیں اب بفضلہ خدا کسی بات کی شکایت نہیں ہے۔

آج کل یہ مرض عام ہوگیا ہے۔ اس قسم کے ہزارہا اپریشن ہر ہفتہ ہوتے ہیں اور ان کا اثر نہایت تسلی بخش ہوتا ہے اپریشن سے یہ تکلیف ہمیشہ کے لئے دور ہو جاتی ہے۔ اس کے ہونے سے جو تکالیف محسوس ہوتی ہیں وہ جاتی رہتی ہیں۔ بعض اوقات یہ غدود بے شمار بیماریوں کے موجب ہوتے ہیں۔ بعض وقت جسم کی نشو و نما بھی رک جاتی ہے اور قد پست ہی رہجاتا ہے غدود خواہ گلے کے ہوں یا تنفس کی نالی کے جسم کا ایک ضروری حصہ ہوتے ہیں اور جراثیم کے مضر اثرات کا مقابلہ کرتے ہیں لیکن اکثر اوقات ان میں بھی خرابی پیدا ہو جاتی ہے اور مضر اثرات کا مقابلہ کرنے کی بجائے یہ مزید زحمت کا باعث بنتے ہیں۔ جب اُن کی جسامت بڑھ جاتی ہے تو آسانی سے سانس نہیں لیا جاتا۔ کیونکہ اُن کے ساتھ تنفس کی نالی کے غدود بھی متورم ہو جاتے ہیں اس سے یا تو منہ سے سانس لینے کی بیماری پیدا ہو جاتی ہے اور اگر بیماری پیدا نہیں ہوتی تو .... کافی طور پر سانس ہی نہیں لیا جا سکتا۔ بعض وقت یہ تکلیف بہت بڑھ جاتی ہے

اگر یہ غدود زیادہ متورم ہوں اور سوزش بھی اس کے ساتھ ہو تو تمام جسم میں ان کا زہر سرایت کر جاتا ہے اور قوت ہاضمہ میں بھی فتور آجاتا ہے۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہوتی ہے کہ غدودوں کا گندہ مواد غذا کے ساتھ معدے میں جانے لگ جاتا ہے۔ جسم میں اس کا اثر پھیل جانے سے سوء ہضمی کی شکایت ہی نہیں پیدا ہو جاتی ہے بلکہ بچوں کی تندرستی اور بڑھاؤ پر بہت نمایاں اثر ہوتا ہے۔

بہن بلقیس بیگم کی خالہ صاحبہ کو چاہیئے کہ فوراً ہی ڈاکٹر کی رائے پر عمل کریں بلا کسی خوف و اندیشہ کے انشاء اللہ تعالےٰ آپ کی لڑکی کو شفا ہوگی۔ (آمین)

ص۔ ق۔ بیگم مسز عبدالرشید خاں۔

خوشی کی قدر

دنیا میں خوش رہنا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔ اگر تم یہ خیال کرتی ہو کہ میں خوش نصیب ہوں تو واقعی تم دنیا میں سب سے زیادہ خوش نصیب ہو۔ جو لوگ اپنے بچوں کو درازی عمر کی دعا دیتے ہیں اس سے یہ کہیں بہتر ہے کہ وہ کہیں کہ خدا تم کو ہمیشہ خوش رکھے کیونکہ موت یقینی ہے پھر وہ زندگی ہی کیا جو بدمزگی سے کٹے۔

بقول شاعر ؎

عیبت اور لمبی زندگانی بزرگوں کی دعا نے مار ڈالا

ہمیشہ خوش رہنے کی کوشش کرو خواہ وہ تمہیں زبردستی ہی حاصل ہو کیونکہ تمہارے چہرے کی خوشی کا اظہار دوسرے کے فکر و تردد کو مٹا دے گا۔

اگر تم اپنے بچوں سے خوش خوش پیش آؤ گی تو وہ بھی ہمیشہ خوش رہیں گے۔ جس سے اُن کی صحت پر بہت اچھا اثر پڑیگا کیونکہ دیکھا گیا ہے کہ جن بچوں کے والدین مزاج کے چڑچڑے اور غصیلے ہوتے ہیں اُن کے بچوں کی صحت بھی ٹھیک نہیں رہتی۔ اگر تم کسی بچے سے کہو کہ کیوں رے کم بخت تو نے آتے ہی اپنی واسکٹ اُتار کر یہاں پھینک دی چل اسے اُٹھا کر کھونٹی پر ٹانگ،، اور اگر اسی جملہ کو اس طرح کہا جائے "بیٹا عبدالخالق تم سکول سے آکر اپنی واسکٹ اُتار کر اس طرح کیوں پھینک دیتے ہو اسے کھونٹی پر ٹانگ دینا چاہیئے نا،، تو سمجھ لیجئے کہ ان دونوں جملوں سے بچے پر کیا کیا اثر پڑیگا بچوں سے نرمی سے پیش آنے پر وہ ہمیشہ فرمانبردار رہیں گے طبیعت کے خوش مزاج ہوں گے۔ اُن کی صحت اچھی رہیگی۔ اور عادت کے مہذب شوہروں کو بھی چاہیے کہ جب وہ گھر میں آئیں تو اُن کا چہرہ بشاش ہو خواہ اس کے لئے اُنہیں بناوٹ سے ہی کام لینا پڑے کیونکہ جب انہیں بچے دیکھیں گے تو وہ بھی خوشی خوشی اپنے باپ سے میٹھی میٹھی باتیں کرینگے جس کی وجہ سے باپ کا تمام رنج و فکر دور ہو جائیگا اور وہ بیوی بھی جنکی مسرت کا مرکز تم ہو ہمیشہ خوش رہیگی۔ دنیا پہلے ہی غم سے بھری ہوئی ہے اسے اور غم نہ پہنچاؤ۔ خود بھی خوش رہو اور دوسروں کو بھی خوش رکھنے کی کوشش کرو۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اپنے چہرے پر رعب و دبدبہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور اُنکا گھر کے اندر بھی یہی حال رہتا ہے مگر ایسے لوگوں کی صحت اچھی نہیں رہتی لوگ اُن سے ڈرتے ہیں کوئی اُن کا ہمدرد دوست بھی نہیں ہوتا۔ بچے ان سے خوف کھاتے ہیں اور خانگی معاملات میں ہمیشہ کشیدگی رہتی ہے بس تم ہمیشہ خوش رہا کرو خوش رہنے کی کوشش کرو اور اپنی خوش مزاجی سے سب کو خوش رکھو کیونکہ دنیا کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک بڑی نعمت ہے۔

س۔ ن۔ بیگم۔ اہلیہ جمال الدین۔ دہلی

چیچک اور اس کا علاج

چیچک ایک متعدی بیماری ہے جو دوسری تمام متعدی بیماریوں سے زیادہ خطرناک ہوتی ہے چونکہ یہ بیماری ایک شخص سے بہت جلد دوسرے کو لگ جاتی ہے اس لئے جس گھر میں اس کا ایک مریض بھی ہوتا ہے تو بہت جلد دوسرے تندرست لوگ بھی اسی مرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں جس کی زیادہ تر یہی وجہ ہوتی ہے کہ کثرت سے پھیلنے والی بیماری ہے۔ لیکن بعض احتیاطات کافی احتیاط نہ کرنے سے بھی لگ جاتی ہے خصوصاً ایسے بوڑھے بچوں یا جوانوں کو جن کے چیچک کا ٹیکہ نہیں لگایا ٹیکہ لگے بہت عرصہ ہو جاتا ہے۔ زمانہ قدیم سے لوگ اس موذی مرض سے ڈرتے چلے آرہے ہیں۔ کیونکہ ٹیکہ نہ لگنے کی حالت میں فی صدی ۲۵ سے ۵۵ تک تو ضرور موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں۔ اس مرتبہ مارچ ۱۹۳۶ء میں میری چھوٹی بہن کو بھی بیماری لگ گئی تھی تو میں نے اس کا جس طریقہ سے علاج اور پرہیز کیا اس سے بہت جلد میری بہن تندرست ہو گئی۔ اور خدا کے فضل سے آنکھیں بھی بالکل درست رہیں اور چہرے وغیرہ پر نشان بھی نہ پڑے چنانچہ وہی تجربات اور علاج عصمتی بہنوں کی خدمت میں پیش کرتی ہوں امید کہ خاطر خواہ فائدہ ہوگا۔

علامات } جب اس بیماری کے جراثیم کسی میں داخل ہو جاتے ہیں تو قریب ۱۲ روز تک چیچک ظاہر نہیں ہوتی۔ بچوں کے ہاتھ پیر پیٹھ اور سر میں درد ہوتا ہے اور اکثر پہلے روز ۱۰۴ تک بخار رہتا ہے۔ چوتھے دن پیشانی پشت اور ہاتھ پیر پر دانے دکھائی دیتے ہیں۔ یہ پھنسیاں بیشتر سرخ ہوتی ہیں اور دو ایک دن میں بڑھ جاتی ہیں نیز صاف رطوبت سے بھر جاتی ہیں وہی رطوبت دو ایک دن بعد پیپ بن جاتی ہے۔

بستر } ایسی حالت میں تیماردار کو لازم ہے کہ مریض کا خاص بستر (جس پر وہ تندرستی کی حالت میں سوتا ہو) اٹھا کر پرانا صاف ستھرا موسم کے لحاظ سے دوسرا بستر لگا دے اور اس پر مریض کو بہ آرام لٹا دینا چاہیئے۔

کمرہ } مریض کا کمرہ صاف ستھرا اور دیگر اشیاء سے سوا مریض کی ضرورت کی چیزوں کے خالی ہونا چاہیئے کمرہ کی کھڑکیاں بند کر کے اس کو تازی ہوا سے محروم نہ رکھنا چاہیئے۔

غذا } مریض کی غذا نمکین و مرچ دار چیزوں سے ہرگز نہ ہونا چاہیئے ورنہ پھنسیوں میں بیحد خارش ہوگی اور مریض مجبور ہو کر پھنسیاں پھوڑ دیگا۔ اس لئے غذا ہمیشہ زود ہضم و بے نمک مرچ کی ہونی چاہیئے۔ مثلاً دودھ ڈبل روٹی۔ فرنی یا ساگودانہ وغیرہ۔ چائے بھی دیجا سکتی ہے مگر عام طور پر چائے سے گرمی میں اضافہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ چنانچہ نہ دینا ہی بہتر ہے۔

علاج } اس کا کوئی عمدہ علاج نہیں ہے۔ صرف اچھی تیمارداری و صفائی کی ضرورت ہے۔ اگر بخار شدت سے ہو تو ٹھنڈے پانی کا اسپنج کرنا بہتر ہے اور دوسرے تیسرے دن اسپم سالٹ Epsom Salt وغیرہ کا مسہل دینا چاہیئے پیپ اور سکرنڈ کے متعلق ذیل کی تدابیر پر عمل کرنا چاہیئے۔ ٹھنڈا پانی جس میں فیصدی دو پونڈ کاربولک ایسڈ ملا ہوا اس میں کپڑا بھگو کر ہاتھ اور چہرے پر پھیرنا چاہیئے اور جب پیپ خشک ہو کر کھرنڈ ہونے لگے تو اکثر اس پر ویسلین لگانا چاہیئے اور مریض کو پھنسیاں کھجلانے سے روکنا ضروری ہے ورنہ بدنما داغ پڑ جائیں گے۔

آنکھ کی حفاظت } اس بیماری میں آنکھ کو نقصان پہنچنے کا بہت احتمال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر تین گھنٹہ بعد پپوٹوں کو بورک ایسڈ لوشن سے دھونا چاہیئے۔ آنکھ دھونے کے بعد پپوٹوں کو صاف کپڑے سے پونچھ کر ویسلین لگا دینا بہتر ہے اگر دوسرے تیسرے گھنٹے بورک ایسڈ لوشن کانوں میں بھی ڈال دیا جائے تو مفید ہے۔

منہ اور حلق کی صفائی } منہ اور حلق کو صاف کرنا بھی نہایت ضروری ہے ورنہ لاپرواہی کرنے سے پائریا ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے چنانچہ مندرجہ ذیل نسخے سے دو دو گھنٹہ بعد کلی کرائیں تو نہایت مفید ثابت ہوگا۔

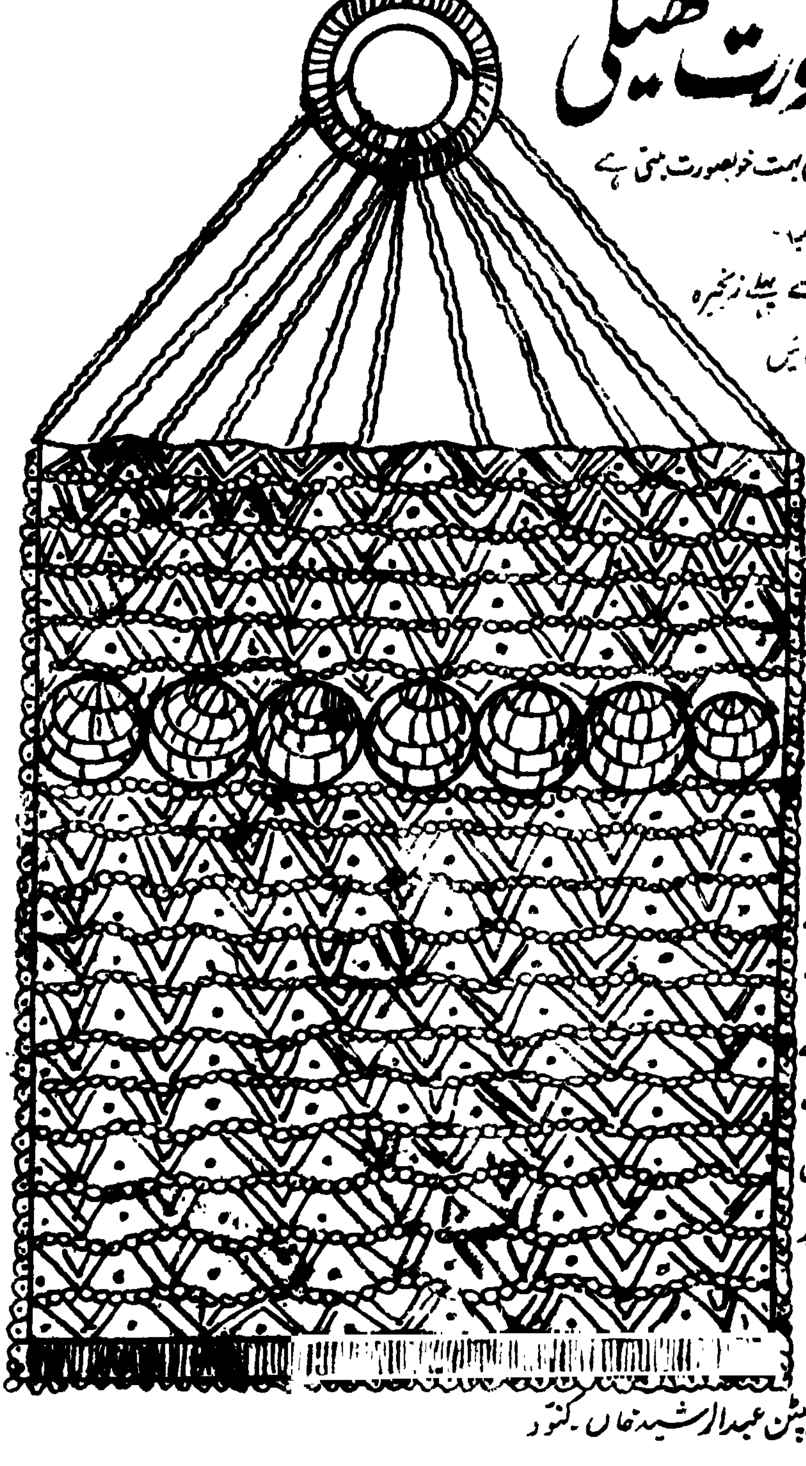
کاربولک ایسڈ	۱ ڈرام
گلیسرین	۱ آونس
سیچوریٹیڈ بورک ایسڈ سولیوشن	۱۰ آونس

ان سب دواؤں کو ایک شیشی میں دکان سے بنوالیں اور مریض کو کلی کرائیں (یہ دوا جب کسی کا منہ آ جائے تب بھی استعمال کرانا مفید ہے)

چند اور ضروری ہدایتیں } جب مریض بالکل اچھا ہو جائے تو غسل کرائیں۔ بستر وغیرہ کو جلا دینا بہتر ہے۔ ورنہ خوب کھولتے پانی میں نصف گھنٹہ تک پکانا چاہیئے۔ بعد کو نکال کر فنیل گھلے پانی میں غوطہ دیکر چار پانچ روز تیز دھوپ میں سکھائیں۔ کمرہ اور پلنگ وغیرہ بھی خوب دھوئیں۔ شیشیاں اور برتن بھی اسی طرح کھولتے پانی سے صاف کرنا چاہیئے۔ نیز واضح ہو کہ جب مریض چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے تو مہینہ ڈیڑھ مہینہ تک گھر سے نہ نکلنا چاہیئے۔ چھوٹے دانوں میں پندرہ بیس دن تک نہ نکلنا چاہیئے۔ اکثر اس بیماری سے اچھے ہوتے ہی کھانسی آنا شروع ہو جاتی ہے۔ لہذا مریض کو کافی دودھ۔ میٹھا دہی۔ تازہ مکھن و بالائی استعمال کرائیں۔ میٹھے پھل بھی خوب کھلانا چاہئیں۔ بعض مریضوں کی رنگت خراب ہو جاتی ہے۔ مگر اس طرح علاج کرانے سے اتنا اندیشہ نہیں۔ پھر بھی اگر شکایت ہو تو کھرنڈ جھڑنے کے چار پانچ روز بعد تازہ مکھن (سفید جو نمکین نہیں ہوتا) اور کچے ناریل کا پانی باری باری سے چہرے اور ہاتھوں پر لگانے سے یہ شکایت بھی رفع ہو جاتی ہے۔

کشور مس یونس خاں لکھنو

کروشیا کی خوبصورت تھیلی



یہ تھیلی ہلکے رنگ کی اٹیشن تاگے کی بہت خوبصورت بنتی ہے

اس میں روپیہ پیسہ وغیرہ رکھو تو گرتے نہیں ہیں۔

یہ نمبر ایک سے شروع کی جاتی ہے پہلے زنجیرہ بن کر اس کو دوہرا کریں پھر گول بنتی چلی جائیں اس کی تمام لائن سیدھی رہیں گی نمبر ۲ تک بن کر اس کا آدھا حصہ چھوڑ کر جو کہ پیچھے کی طرف رہیگا۔ اگلے حصہ میں زنجیریں بنائیے اور ایک تاگے کا چھلا الگ بنا کر اس میں زنجیروں کو آویزاں کردیں۔ یہ کرنے کے بعد پیچھے والا حصہ بنائیں پھر ایک خانہ میں دو دو زنجیریں کھنچی جائیں اور بڑے بڑے کنگوروں تک لا کر ختم کر دیں یہ نمونہ بند تھیلی کا ہے۔ ہاں ختم کرنے سے پہلے ایک چکر اُسی تاگہ کا یا دوسرے رنگ کے تاگہ کا چاروں طرف کریں اور نمبر ا والے منہ کو بھی ملا دیں۔ یہ بنی ہوئی بہت اچھی ہوتی ہے۔ بیچ کے کنگورے میں ایک پریس بٹن لگا دیں بند کرنے کے لئے اور اوپر کا چھلا بیچ والے کے برابر رکھیں۔

صابرہ بانو بیگم بنت کیپٹن عبدالرشید خاں۔ کنتور

عصمتی کشیدہ کی دو بیلیں



یہ بیل ریشمی ساڑھیوں اور دوپٹوں کے کناروں پر بڑے فراک جیمپر کے دامن پر یا پائجاموں کی گوٹ پر تو پیوں کی دیواروں پر جوتی کامدانی
کٹوری شاروں کی کڑھت کے لئے موزوں ہے۔

سائرہ بنت عبد الرحمٰن از بمبئی

پہلا پھول

اس پھول کو تکیہ کے غلاف پر یا کرتہ کے آستین پر یا ساری کے کنارہ پر بنانا چاہیئے۔ ریشمی دھاگا استعمال کرنا زیادہ اچھا ہوگا پھول گہرے سُرخ دھاگے سے پتیاں سبز دھاگے سے اور پھول کے بیچ کی لکیروں کو گلابی دھاگے سے بنانا ہوگا اور پھر اس کے سرے پر موتیاں ٹانکنی ہوں گی۔



حاشیہ کے لئے بہترین نمونہ ہے　　شہربانو

(کتاب عصمتی کشیدہ سے نقل کی گئیں)

مذہبی معلومات

میرے پاس عصمتی لڑکیوں کے جو بھی خطوط آتے رہتے ہیں ان کے بعض جواب دوسری بہنوں کے لئے بھی مفید ہوسکتے ہیں اس کے علاوہ بعض ایک ہی قسم کے سوالات مختلف بہنوں کے ہوتے ہیں۔ اس لئے میں آیندہ سے اس قسم کے سوالات عصمت میں لکھکر جواب دوں گا تاکہ میرا وقت بھی کم صرف ہو اور سب لڑکیوں کو فائدہ پہنچے۔

راشد الخیری

(۱) حضرت مولانا۔ سلام علیکم۔ سنا ہے کہ ساری باندھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں مہربانی فرما کر مفصل جواب تحریر فرمایئے ممنون ہوں گی۔ بیگم حشمت علی ڈپٹی کلکٹر

(۱) سب سے پہلے آپ کو یہ یقین کرلینا چاہیئے کہ اسلام گورکھ دھندا نہیں ہے ایک سیدھا سادہ مذہب جس میں کوئی پیچیدگی کوئی مشکل کوئی دقت نہیں مسلمانوں کے ہاتھوں کٹ پتلی بن گیا ہے۔ اس کا ہر فیصلہ۔ ہر حکم۔ ہر معاملہ ان کی معاشرت اور زندگی سے تعلق ہے۔ قدامتوں کا جھوٹا انبار اور قرآن کی غلط تاویلیں اور تفسیریں غریب مسلمانوں کو پریشان کر رہی ہیں۔ وہ گروہ جو آپ کے سامنے قرآن و حدیث کا عالم و عامل بنکر آتا ہے اس کو چھوڑ کر خود غور فرمایئے کہ ساری میں کوئی خرابی ہے؟ اگر اس کی ممانعت ہوتی تو کیوں؟ مختلف ممالک میں مختلف قسم کا لباس استعمال ہوتا ہے اگر نماز صرف پاجامہ سے ہوسکتی ہے تو دنیا کے جن مقامات پر پاجامہ نہیں ہے اُن لوگوں کو نماز بھی نہ پڑھنا چاہیئے۔ پاجامہ کا استعمال سرور کائنات کے عہد زریں میں عرب میں بھی کم تھا اور خود سرور عالم تہمد کا استعمال فرماتے تھے جو بمقابلہ پاجامہ کے ساری سے زیادہ مشابہ ہے پھر یہ اعتراض اندیشہ اور ڈر کیسا۔ اگر اسلام کو پاجامہ زیادہ مرغوب ہے تو میت کو بھی پاجامہ میں دفن کرنا چاہیئے۔ تہمد میں کیوں تاکہ حشر میں بھی پاجامہ پہنکر اٹھیں اور خدا کے سامنے بھی پاجامہ سے نمودار ہوں۔ اگر یہ صحیح ہو تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ وہ غریب عورت جس کو پاجامہ میسر نہیں صرف ایک جامہ کی مالک ہے نماز نہ پڑھے تو گنہ گار نہیں۔ ساری اگر کسی خاندان میں ناپسندیدہ ہو یا کچھ لوگ اس کو پسند کریں تو وہ دوسری چیز ہے۔ مگر مذہب کو اس سے کوئی تعلق نہیں۔

(۲) علامہ محترم۔ سلام مسنون۔ موسم سرما میں بچہ کے پیشاب کردینے سے کپڑے خراب ہو جاتے ہیں اور صبح کے وقت نماز ادا نہیں ہوسکتی۔ اتنی استطاعت نہیں کہ روز کپڑے تبدیل کریں۔ اس گناہ سے بچنے کا کیا علاج کیا جائے۔ ذکیہ ناگپور

(۲) رات کو سوتے وقت نماز کے کپڑے اتار کر آرام فرمایئے۔ اگر اس میں کوئی دقت ہو تو جہاں تک ممکن ہو کپڑوں کو بچانے کی کوشش کیجیئے اگر ناممکن ہو اور دوسرے کپڑے میسر نہ ہوں تو انہی کپڑوں سے نماز پڑھ لینا نہ پڑھنے سے بہتر ہے۔

راشد الخیری

خانہ داری

جھریاں دُور۔ انڈے کی سفیدی زردی سے علیحدہ کریں۔ سفیدی میں روغن زیتون نصف چمچہ اور دس قطرہ ٹنکچر بینزائن ملا کے خوب پھانٹ لیں۔ چہرہ اچھی طرح صاف کرکے کوئی عمدہ ٹھنڈی کریم رگڑ لیں۔ پھر اسے پونچھ ڈالیں اور گرم پانی سے سینک کریں اور کھال کو خشک کرلیں۔ پھر اس انڈے کے مرکب کو نرمی سے چہرہ اور گردن پر پھیلائیں۔ باچھوں اور آنکھوں کے گرد اور جہاں جھریاں زیادہ ہوں۔ ذرا زیادہ لگائیں۔ خشک ہونے اور آدھ گھنٹے تک لگا رہنے دیں۔ روز واٹر (گلاب کا پانی) تیز گرم کرکے اس سے منہ تھپک تھپک کے دھو ڈالیں +

موٹی اور چکنی کھال فلرس ارتھ لگانے سے ٹھیک ہو جاتی ہے۔ ایک چمچہ فلرس ارتھ میں لکوئڈ ایکسٹریکٹ آف وچ ہیزل کی ایک چھوٹی چمچہ ملائیں۔ تھوڑا سا روز واٹر گرم کریں اور دونوں چیزیں ملا کے ملائم لئی بنالیں۔

چہرہ صاف کرکے یہ لئی گلے اور چہرہ پر لگائیں۔ باچھوں اور ٹھوری سے کانوں کی طرف اور پیشانی پر ابروؤں سے بالوں کی جڑوں تک اور گلے پر ٹھوری سے گلے کے نیچے تک لگائیں۔ اسے خشک ہو جانے دیں اور ممکن ہو تو آدھ گھنٹے تک لگا رہنے دیں۔ کسی ملائم کپڑے کو گرم پانی میں بھگو کے اس سے چہرہ تھپک تھپک کر صاف کر ڈالیں +

صابن کے ٹکڑے۔ صابن گھس گھس کے ذرا سا رہ جاتا ہے جو گھسنے سے بھی نہیں گھستا۔ عام طور پر جھنجھلا کے اسے یونہی پھینک دیتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے۔ ایک مٹی کا برتن کسی کونہ یا مناسب مقام پر رکھ لینا چاہئے۔ جب کبھی صابن ذرا سا رہ جائے اُسے پھینکنے کی بجائے اس میں ڈالتے رہیں +

ان ٹکڑوں کو کسی برتن میں پانی میں گھول کے برتنوں کے صاف کرنے یا اونی کپڑوں کے دھونے میں کام میں لایا جاسکتا ہے منہ دھونے کے صابنوں کے ٹکڑے کسی برتن میں ڈالیں اور آنچ پر کھولتا ہوا پانی ڈالیں۔ صابن برتن کے اوپر آجائیگا۔ گرم حالت میں ان ٹکڑوں کو دبا دبا کے ایک ٹکیہ بنایا جاسکتا ہے۔ صابن تراش کے کسی تھوڑے سے پانی کے برتن میں ڈالیں اور اسے کسی گرم جگہ رکھدیں اسے وقتاً فوقتاً ہلاتے رہیں۔ جب صابن پگھل جائے اور پانی ٹھنڈا ہو جائے اس سے ملائم کپڑے خوب دُھلتے ہیں۔ صابن کو پگھلا کے اس میں جسقدر بالو ریت ممکن ہو ملائیں۔ گولے بنا کے اس سے میز فرش وغیرہ خوب منجھتے ہیں۔ میٹھے تیل کے چند قطروں میں تھوڑا سا کافور حل کرکے بالو ریت کی بجائے پگھلے ہوئے صابن میں ملائیں۔ کھردرے اور ناملائم ہاتھوں کے لئے یہ صابن نہایت مفید ہے۔ پگھلے ہوئے صابن میں کھریا پیس کے ملائیں اور لئی بنالیں۔ سفید چمکدار رکابیوں پر خوب ملیں اور گرم پانی سے دھو ڈالیں اور ملائم روئیں دار کپڑے سے چمکا دیں۔ کیواڑ سے چوں چوں کی آواز آتی ہو تو چول میں صابن رگڑنے سے یہ آواز بند ہو جاتی ہے۔

چکنائی کے دھبے۔ ایسے دھبے جنکا پتہ نہ چلے کہ کن چیزوں کے ہیں یوکلپٹس تیل سے اور پانی کا اسپنج پھیرنے سے جاتے رہتے ہیں۔ انڈے یخنی اور دودھ کے دھبوں کو پہلے ٹھنڈے پانی سے خوب دھولیں۔ پھر صابن لگاکے گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ اگر انڈے یا دودھ کے بڑے بڑے دھبے پڑ گئے ہوں تو ٹھنڈے پانی سے دھونے کے بعد کوئی چکنائی دور کرنیوالا مصالحہ وہاں لگانا چاہیے۔ یخنی کے دھبوں پر سیڈرو جن پر اکسائڈ لگاکے کپڑا سفید کیا جاتا ہے۔ ریشمی کپڑوں پر انڈے کے دھبوں پر ایسٹک ایکسٹر ایکٹ بیس گنے گرم پانی میں حل کرکے لگائیں۔ پندرہ منٹ بعد گرم پانی سے دھو ڈالیں۔ چاکولیٹ اور کوکو کے تازہ دھبے گرم پانی کی دھار بلندی سے ڈالنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ دیر کے دھبوں کو صابن و گرم پانی سے خوب دھونا چاہیے۔ بہتر طریقہ یہ ہے کہ دھبہ پر سہاگہ ملیں اور رات بھر ٹھنڈے پانی میں کپڑا پڑا رہنے دیں صبح کو دھو ڈالیں۔ جو کپڑا دھلنے والے نہ ہوں انکے دھبوں پر متھلی لیٹیڈ اسپرٹ جس میں چند قطرے امونیا کے ملے ہوں لگائیں۔ یوڈی کولون بھی سپرٹ کا سا کام کرتی ہے۔ پہلی کے تیل کے دھبے خشک ہو کے بڑا پریشان کرتے ہیں۔ کپڑا مقابلہ کر سکے تو سلفرک ایسڈ بیس گنے پانی میں ملاکے لگائیں۔ یہ احتیاط رکھیں کہ ایسڈ کو پانی میں ڈالیں۔ پانی ایسڈ میں ہرگز نہ ڈالیں۔ بیس منٹ کے بعد پانی سے دھوئیں۔ آخر میں ایسے پانی سے دھوئیں جس میں تھوڑا سا امونیا ملا ہوا ہو۔

چالیس سال کی عمر میں۔ چالیسواں سال قدرت کا اشارہ ہے کہ جوانی رخصت اور بڑھاپے کا راستہ شروع ہے۔ مغرب میں تو عورتیں چالیس سال کی عمر میں یہ خیال کرکے کہ جوانی کی دلکشی اب ہاتھ سے جا رہی ہے سنگھار کمروں میں دوڑ دوڑ کے جاتی ہیں اور جوانی کی خوبصورتی واپس لانے کے لیئے اپنے مقدور سے زیادہ خرچ کر ڈالتی ہیں۔ ستاں ایسی بھی ہیں اور ہمارے ملک میں تو تقریباً سب ایسی ہی ہیں کہ جوانی کی رعنائی نے جواب دیا اور صبر کر لیا کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ بڑھاپا آنا ہی تھا۔

لیکن سمجھدار عورت دونوں باتوں میں سے کسی کو پسند نہ کرے گی۔ وہ اپنے جسم و چہرہ کا بغور موازنہ کرکے اپنے مشاغل کو دیکھتے ہوئے روزانہ کچھ نہ کچھ وقت بڑھاپے کا اثر زائل کرنے کے لیئے وقف کر دے گی۔ ذرا سے صبر و استقلال سے حیرت انگیز نتائج برآمد ہونگے۔

چالیس سال کی عمر میں معدہ کی قوت ایسی نہیں رہتی جیسی بیسویں سال میں۔ لہٰذا غذا کا خاص خیال رکھنا چاہیئے۔ معدہ اُن چیزوں کو آسانی سے ہضم نہ کرے گا جو اس کے لیے جوانی میں ایک معمولی بات تھی۔ صاف و نرم جلد کا انحصار عمدہ ہاضمہ پر ہے۔

ورزش بھی نہایت ضروری ہے۔ ورزش معمولی ہونی چاہیئے۔ زیادہ اور سخت ورزش دل و دماغ پر خراب اثر ڈالے گی۔ جنہیں ورزش کرنا دوبھر ہو وہ آدھ گھنٹہ روزانہ سیر کیا کریں۔ بدن چست رہیگا۔

جوانی اور خوبصورتی برقرار رکھنے کے لیئے مالش ایک اچھی دوا ہے۔ اعصاب کو قوت دینے والی کریم

روزانہ چہرہ پر ملنی چاہیئے۔ جس بی بی کو نظر آئے کہ چہرہ کا تناسب غائب ہوتا جا رہا ہے اور کھال ڈھیلی ہوئی جاتی ہے وہ کھال کسنے والا لوشن روئی کی گدی سے تھپک تھپک کے کھال میں ملیں۔ زیادہ موٹی بی بی روئی سے مالش کرنے سے چہرہ و گردن کو درست کر سکتی ہیں اور پتلے جسم والیاں روغن زیتون میں خالص لینولائن ملا کے گردن اور بازوؤں پر آہستہ آہستہ ملیں۔ اس سے گڑھے دور ہو جائیں گے۔

جو جوان رہنا چاہیں جی بھر کے سویا کریں۔ کم از کم آٹھ گھنٹے سوئیں۔ دوپہر کا کھانا کھا کے آدھ گھنٹہ آرام کر لیا کریں خواہ سو جائیں۔ اگر نیند نہ آئے تو خاموش اندھیرے کمرہ میں قیلولہ کرنا تازہ دم کر دیگا۔ ہمیشہ ہوادار لیکن اندھیرے کمرہ میں سوئیں۔ روشنی کی چمک والے کمرہ میں آنکھ کا کھلنا آنکھوں کے لیئے مضر ہے۔ صبح کی روشنی نیند سے جاگنے والی آنکھوں کے گرد لکیریں ڈال دیتی ہے۔

سب سے آخر میں لیکن سب سے ضروری یہ ہے کہ جوان رہنے کی خواہشمند بی بی اپنے آپکو جوان کہے۔ اس خیال کا نہایت زبردست اثر پڑتا ہے۔ اپنے آپکو بڈھی سمجھے اور آئینہ میں دیکھے کہ بڑھاپا کیا رپ رپ کرتا آ رہا ہے۔

کپڑوں پر سیاہی۔ املی کا چھلکا اور بیج دور کر کے اس کا گودا پانی میں حل کر کے لئی سی بنائیں۔ سیاہی کے دھبے پر ہلکے ہلکے لگائیں۔ خشک ہو جانے دیں۔ اس پر سنلائٹ صابن گھس دیں اور اسے بھی خشک ہو جانے دیں پھر رگڑ کے پانی سے دھو ڈالیں۔ ضرورت پڑے پھر صابن لگائیں۔ دھبہ جاتا رہیگا۔ دوسری ترکیب یہ ہے کہ سالٹس آف سورال لگا کے کپڑے کو پانی میں ڈبو دیں۔ یا دھبہ کو گیلا کر کے معمولی نمک لگائیں اور اس پر لیموں نچوڑیں اور اسے دھوپ میں رکھدیں۔ دھبہ دور ہو جائے تو پانی سے دھو ڈالیں یا سیاہی کے دھبہ پر نمک چھڑک کے تھوڑا سا دودھ ڈالیں اور آہستہ آہستہ ملیں پھر صاف پانی سے دھو ڈالیں۔

بازوؤں کی خوبصورتی۔ بازوؤں پر نظر ڈالتے ہی عمر کا پتہ چل جاتا ہے۔ شباب میں بازو بھرے بھرے رہتے ہیں۔ شباب کے بعد کھال میں کچھ ڈھیلاپن شروع ہو جاتا ہے۔ بڑھاپے میں کھال لٹک جاتی ہے۔

ہندوستان میں بہت جگہ ساڑی پہنی جاتی ہے اور اوپر کے جسم پر صرف انگیا یا شلوکہ رہتا ہے۔ ایسی حالت میں تو بازو بہت ہی جلدی چغلخوری کرنے لگتے ہیں۔ ڈھیلی آستینوں کے کرتوں میں بھی کہنی تک بانہہ کھل کھل جاتی ہے اسلیئے بازوؤں کی طرف خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

بانہوں کو گرم صابن ملے پانی میں ڈبو ڈبو کے دھوئیں اور ملایم تولیہ سے تھپک تھپک کے خشک کر ڈالیں۔ کوئی ٹھنڈی کریم چھالیا کے برابر ہتھیلی میں لیں اور دوسری بانہہ میں حلقہ کی شکل میں ملیں۔ کلائی سے شروع کرتے ہوئے کہنی کی طرف جائیں۔ کہنی سے پھر کندھے تک جائیں۔ ایک ہاتھ کی کلمہ کی انگلی اور انگوٹھے پر کریم لے کے دوسرے ہاتھ کی کلائی پر کڑے کی شکل میں گول گول خوب ملیں۔ جب سارے بازو پر یہ عمل ہو جائے اور مسام کریم جذب کر لیں تو بازو پر ٹھنڈے پانی کا سپنج پھیر ملا

اور ٹیلکم پوڈر چھڑک دیں۔ دوسرے بازو پر یہی عمل کریں۔ اس کے بعد ذیل کی ورزش کریں:۔

(۱) سیدھی کھڑی ہو جائیں۔ مٹھیاں بند کریں لیکن بانہیں ڈھیلی چھوڑ دیں۔ انہیں آہستہ آہستہ کندھوں کے برابر پھیلائیں پھر ہاتھوں سے کندھے چھوئیں۔ انکو پھر اصلی جگہ پر لیجائیں اور دُہرائیں۔ اس عمل سے بانہہ کا اوپر کا حصہ خوبصورت بنتا ہے۔

(۲) بانہوں کو پہلو میں ڈھیلا چھوڑ کے کھڑی ہو جائیں۔ کہنیوں پر موڑتے ہوئے ہاتھوں کو کولھے تک لے آئیں اور ہتھیلیوں کا اوپر کی طرف کریں۔ کلائی کے پاس ہاتھوں کو ڈھیلے ڈھیلے اس طرح گھمائیں کہ بانہہ کسی اور جگہ سے نہ ہلے۔ اس سے بانہہ کا نچلا حصہ بڑھتا اور خوشنما ہو جاتا ہے اور کہنی سے کلائی تک وہ خوشنما خم پڑ جاتا ہے جس کی شاعر تعریف کیا کرتے ہیں۔

پڈنگ۔ ڈبل روٹی کے ٹکڑے۔ اندر کا گودا اور اوپر کا چھلکا آدھ سیر۔ بیٹھے کی چربی چھلکوں کی طرح کتری ہوئی۔ میدا اور بُورا ہر ایک ڈیڑھ۔ چھٹانک۔ ایک انڈا۔ تھوڑا سا دودھ اور اگر چاہو تو ایک چٹکی نمک لو۔ انڈے کو پھانٹ کے الگ رکھ لو۔ روٹی کو ٹھنڈے پانی میں آدھ گھنٹے تک بھیگا رہنے دو۔ پھر نچوڑ کے خشک کر لو اور ایک کانٹے سے انہیں پھینٹ کے ہلاتے رہیں۔ میدہ نمک چربی اور پورا انڈا اور اتنا دودھ کہ سب جم جائیں ملاؤ۔ چکنائے ہوئے برتن میں اسے ڈالو اور اسے کسی چکنے کاغذ سے ڈھک دو اور تین گھنٹہ تک بھاپ دو۔ پڈنگ ملیا۔ ہوگئی پھر اس میں مندرجہ ذیل ایک مصالحہ ملاتے ہیں:۔

(۱) دو چھٹانک کشمش اور ایک چمچہ مصالحہ (۲) دو لیموں یا دو سنگتروں کے چھلکے پسے ہوئے اور چھنا ہوا عرق (۳) تھوڑے سے کریٔ مغز (۴) ایک چمچیہ پسا ہوا ادرک۔ آدھ پاؤ سنہری شربت (گولڈن سائرپ) آدھی چمچیہ سوڈا بائیکارب۔ آدھ پاؤ دودھ۔ سب کو ملا لینا چاہیئے۔

خانگی ٹوٹکے۔ استری کرتے وقت اگر کپڑے بہت خشک معلوم ہوں تو بھیگا ہوا کپڑا گیلا کر دینا چاہیے۔ استری کے پھیرے جانے سے اس میں سے دھواں اُٹھ کے کپڑوں میں ایک نمی پیدا کر دیگا جو پانی چھڑکنے کے مقابلہ میں بہتر ہوگی۔

لیموں کو کاٹ کے نمک میں ڈبو کے سماوار پر رگڑنے سے اس پر دیر تک آب رہتی ہے۔ جب خشک ہو جائے تو روغن زیتون میں کپڑا ڈبو کے پالش کر دینا چاہیئے۔

اگر سفید تنکے کی ٹوپی میلی ہو جائے تو لیموں کے عرق میں تھوڑا سا نمک ملائیں اور اسپنج کے ذریعہ ٹوپی پر لگائیں۔ دھوپ میں سکھانے کے بعد سادہ پانی کا اسپنج پھیریں اور پھر خشک کریں۔ سفید کپڑے پر میوے کے دھبے پڑ جائیں تو ان پر نمک چھڑک دیں۔ جب کپڑا دھوئینگے تو دھبے جاتے رہیں گے۔

پھٹی ہوئی جرابیں پھینکنے کی ضرورت نہیں۔ اُنسے پالش کرنے کی گدیاں خوب بنتی ہیں۔ جرابوں کی ٹانگوں میں پرانے چیتھڑے وغیرہ ٹھونس ٹھونس کے بھر دو۔ پھر دونوں سرے سی دو اور اس پر ایک پرانی جراب پاؤں کا حصہ خوبصورتی سے اندر کر کے چڑھا دو۔ جب یہ باہر کا غلاف خراب ہو جائے اسے دھو ڈالو یا اسی قسم کی اور چڑھا دو۔ پرانی ریشمی جرابوں کی گدیاں آئینوں اور نازک چیزوں کو خوب صاف کرتی ہیں۔

محمد ظفر

تربیت گاہ بنات دہلی

حیدر آباد دکن کی جن عصمتی بہنوں اور حضرات نے تربیت گاہ بنات کیلئے ۲۰ ستمبر تک روپیہ (سکہ عثمانیہ) عطا فرمایا ان کے اسمائے گرامی دلی شکریہ کے ساتھ شایع کیے جاتے ہیں:۔

بنت مولوی لیاقت اللہ صاحب حیدر آباد دکن	مار
اہلیہ قاضی محمد فیاض الدین صاحب وکیل	سے
محل مولوی محمد یونس صاحب	صہ
بیگم ہمایوں علی بیگ صاحب انجنیر	صہ
مولوی ولی داد خاں صاحب	صہ
بنت خواجہ عبد الہادی صاحب	سہ
نواب اکبر جنگ بہادر	ریسہ
خواجہ محمد فیاض الدین صاحب (آبکاری)	ریسہ
نواب عنایت جنگ بہادر	ریسہ
محل غلام محمود صاحب قریشی	ریسہ
محل نواب کرامت جنگ بہادر	ریسہ
مولوی جمال الدین صاحب	ریسہ
سید تراب علی صاحب (ریلوے)	ریسہ
بیگم پروفیسر ہارون خاں صاحب شروانی	عسہ
محل سید علی رضا صاحب انجنیر	عسہ
مولوی سید فضل اللہ صاحب ایچ سی ایس	عسہ
مولوی محمد فیض الدین صاحب وکیل	عسہ
نواب صمد جنگ بہادر	عسہ
محل نواب مرزا یار جنگ بہادر	مار
اہلخانہ مرزا عبد اللطیف خاں صاحب	صہ
نواب بشیر یار جنگ بہادر	صہ
بیگم آقا یاور علی صاحب	صہ
محل نواب شہزور جنگ مرحوم	للعہ
محل نو میر ہادی علی خاں صاحب	سہ
بشیر النسا بیگم صاحبہ بشیر	ریعہ
نواب لطیف جنگ بہادر	ریسہ
مسز ابو سعید مرزا صاحب ناظم	ریسہ
محمد شیخ حسین صاحب	ریسہ
محل سید عبد القادر صاحب	ریسہ
بیگم عبد الرب صاحب تحصیلدار	سہ
بنت میر واجد بیگ صاحب میر مجلس	سہ
بیگم صمصام الدین حیدر صاحب	عسہ
سید عارف الدین صاحب ناظم	عسہ
بذریعہ خواجہ نصیر الدین صاحب	لعسہ
نواب ہاشم جنگ بہادر	عسہ

(باقی آئندہ)

راشد الخیری

بزمِ عصمت

سے دور کرنے کا نہایت ہی آسان اور کئی دفعہ کا آزمایا ہوا نسخہ حسب ذیل ہے۔ ایک ادرک کے ٹکڑے کو چھیل کر نوک دار بنا لیا جائے، مسے پر چونہ لگا کر آہستہ آہستہ ادرک سے گھسیں برائے نام سوزش ہوگی، مسہ کٹ کے غایب ہوجائیگا اور انشاء اللہ دوبارہ نہ نکلے گا، داغ بھی جلد پڑ جائے گا ٭

سعیدہ خانم۔ بانکوڑا

میں دلی مسرت کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میری ہمشیرہ مسز علی احمد صاحب بی اے علیگ کو خدا تعالیٰ نے بتاریخ یکم عید الضحیٰ فرزند ارجمند عطا فرمایا میں ممنون ہونگی اگر کوئی بہن بچہ کا تاریخی نام جو باپ کے نام کے ہموزن ہو تجویز فرمادیں۔

سائرہ بیگم الہ آباد

میری ہمشیرہ مسز عبد القدوس صاحب زبیری کے بتاریخ ۲۴ راگست ۱۹۳۰ء۔ پنجشنبہ ساڑھے نو بجے شب کو فرزند ارجمند تولد ہوا، بچے کے بھائیوں کے نام محمد عارف محمد خالد وغیرہ ہیں کوئی بہن اسی وزن پر کوئی تاریخی نام تجویز کردیں تو مہربانی ہوگی۔

ظ۔ ج۔ اخلاق حسین زبیری

میں نہایت افسوس سے اطلاع دیتی ہوں کہ میری بھتیجی اقبال فاطمہ مرحومہ نے تین دن بیمار رہ کر ۲۴ جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ۹ صفر کو اس دار فانی کو الوداع کہا اور ہم سب کو داغ مفارقت دے گئیں۔ مرحومہ کی عمر صرف ۸ ماہ تھی۔ بڑی پیاری بچی تھی۔ اگر مہربانی فرما کر کوئی بہن صاحبہ قطعہ تاریخ وفات لکھدیں تو بڑی عنایت ہوگی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ؎

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
افسوس ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے

ہمشیرہ عبد المعبود خاں سب انسپکٹر

عصمت سالگرہ نمبر میں ایک بہن صاحبہ نے منجن کا نسخہ دریافت کیا ہے انکے لیئے آزمودہ نسخہ حاضر خدمت ہے۔

بادام کے چھلکے۔ نمک لاہوری۔ پھٹکری۔ کالی مرچیں۔
آدھ سیر تین تولہ ایک تولہ ایک تولہ

کسی توے میں آگ ڈال کر بادام کے چھلکے جلائیں۔ جب اچھی طرح جل جائیں تو کوئلے نکال لیں اور پھٹکی لیں کہ راکھ نہ رہ جائے۔ پھر پھٹکری کھیل کریں۔ پھر ان چاروں چیزوں کو باریک پیس لیں۔ پھر رات کو سوتے ہوئے اس منجن سے دانت صاف کریں۔ اور صبح بھی اس منجن سے دانت صاف ٭ انشاء اللہ ضرور فائدہ ہوگا ٭

ب۔ س۔ بنت سید محمد حسین لاہور

کچھ عرصہ ہوا میں نے کشیدہ کاری کی مشین "دی چیری آف دی ہوم۔ رائل برنس کمپنی سے منگوائی۔ بہت کوشش کی مگر اس کے استعمال کا طریقہ نہیں سمجھ میں آیا لہذا التماس ہے کہ اگر کسی عصمتی بہن کو طریقہ استعمال معلوم ہو تو بذریعہ بزم عصمت مجھے مطلع فرمادیں مشکور ہونگی ٭

خاکسار نذیر رفیع اختر از ٹانڈہ

۱۰ ستمبر کے پرچہ عصمت میں کسی بہن صاحبہ نے اپنے عزیز کی گندہ دہنی کا علاج دریافت کیا ہے - HYDROGEN PER-OXIDE. انہیں معلوم ہو کہ ہائڈروجن پر اکسائیڈ۔ یا لسٹرین LISTERINE. کی کلیاں بعد از طعام کرنا اس مقصد کے لئے یعنی بو کے تدارک کے لیئے مفید ہونگی۔ یہ دونوں چیزیں انگریزی دوا فروشوں کے ہاں سے دستیاب ہوسکتی ہیں نیز معدہ کی صفائی کے لیئے کوئی نہ کوئی مسہل ضرور کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ بو دو طرح سے پیدا ہوتی ہے ایک معدہ غلیظ ہونے کے باعث۔ دوسرے دانتوں کی خرابی کی وجہ سے۔ بہرصورت یہ دونوں تدبیریں مفید ثابت ہونگی ٭

گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابو الفضل چیف ڈائرکٹر ویسٹرن یونیورسٹی

ہمشیرہ فاطمہ بیگم صاحبہ کا مضمون جو پردہ نشین خواتین کی دستکاری پر ہے نظر سے گذرا واقعی بہت مفید مضمون ہے میں چاہتی ہوں نواڑ بننے کا کام شروع کروں میں ایک قصبہ میں رہتی ہوں نہ یہاں کوئی بتانے والا ہے اور نہ عزیز اسکو گوارہ

کرتے ہیں کہ گھر سے باہر قدم رکھو۔ اس لیے میں چاہتی ہوں کہ نواڑ بننے کی ترکیب جن بہن کو معلوم ہو وہ ایسے آسان طریقہ سے تحریر کریں اور اوزار وغیرہ سب چھپوا دیں تاکہ نقشہ دیکھنے سے سمجھ میں آجائے میں بڑی ممنون ہونگی ÷

ایک پردہ نشین

شاہجہاں بیگم بدایونی صاحبہ نے چینی اور شیشے کے ٹوٹے برتن جوڑنے کی ترکیب پوچھی ہے انکو بتا دیجیے گا کہ تھوڑی سی پھٹکری لیکر کسی برتن میں آگ پر گلائیں اور جب وہ گھل جائے تو ایک پھریری سے جو برتن جوڑنا ہو اُس پہ لگا دیں اور احتیاط کے ساتھ اسکا ٹکڑا بھی اسی طرح پھٹکری لگاکر جوڑ دیں مگر کم از کم ۲۴ گھنٹہ اُس برتن کو استعمال نہ کریں بعد ۲۴ گھنٹے کے اسکو استعمال کر سکتی ہیں ÷

محمود علی بیگ

۱۳ر جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ۱۴ر ربیع الاول ۱۳۴۹ھ بروز پنجشنبہ بوقت صبح ۵ بجے میرے بھائی حامد علی خاں زبیری کے دختر پیدا ہوئی ہے اُسکا تاریخی نام مطلوب ہے ÷

خاک نشیں گم نام خریدار عصمت

ماہ اگست کے پرچے میں بہن شاہجہاں بیگم نے شیشہ کے برتن جوڑنے کی ترکیب پوچھی تھی سو اسکا ایک نہایت آسان اور آزمودہ علاج یہ ہے۔ کہ انڈے کی سفیدی اور چونا باہم ملاکر چینی یا شیشے کی ٹوٹی ہوئی چیزوں کو لگاکر جوڑ لیں تو پھر کبھی نہیں ٹوٹتے یہ میرا آزمودہ نسخہ ہے۔ برائے مہربانی شائع کرا دیجیے۔ تاکہ انکا بھلا ہو ÷

حامد مرزا۔ قلعہ سیف اللہ

محترمہ بہن شاہجہاں بیگم بدایونی نے چینی کے برتن ٹوٹے ہوئے جوڑنے کا مصالحہ دریافت کیا ہے۔ جواب لتھیرج ۲ حصہ اُبلتا ہوا تیل تل ۲ حصہ۔ سفیدہ ایک حصہ۔ کوپال ایک حصہ آنچ پر ان سب کو ملایا جائے اور گرما گرم شکستہ ظروف پر لگا دیا جائے برتن اچھی طرح جُڑ جائے گا! نسخہ کم قیمت ہے ÷

مس تاج سلطان

میری ایک عزیز بہن کی گردن کا رنگ بہت کالا ہے۔ منہ اور جسم کا رنگ سفید ہے۔ اگر کسی بہن یا بھائی کو۔ کوئی صابن یا دوائی۔ یا نسخہ معلوم ہو تحریر کریں۔ تاکہ منہ جیسا رنگ گردن کا بھی ہو جائے ممنون ہونگی ÷

ایک عصمتی بہن

میں نہایت افسوس کے ساتھ تحریر کرتی ہوں کہ میری پارۂ جگر نورِ نظر غنچہ ناشگفتہ ایام طفلی میں یعنی ۳ سال کی عمر میں ۲۷ر ذی الحجہ ۱۳۴۸ھ کو بوقت ۱۰ بجے شب کو اس عالم فانی سے راہی ملک عدم ہوئی۔ جس کی جدائی میرے جگر کو پارہ پارہ کیے دیتی ہے۔ عصمتی بہنوں سے استدعا ہے۔ کہ وہ تلاوت قرآن مجید کرکے رضیہ بیگم کی روح کو بخشدیں اور ایک قطعہ تاریخ وفات عصمت میں چھپوا کر مجھکو ممنون احسان کریں۔

راقمہ ک۔ ب لکھنوی

جولائی و اگست کے مشترکہ سالگرہ نمبر میں کسی عصمتی بہن خریدار ۳۵۸۹ نے اپنے بھائی کے لیے تاریخی نام طلب فرمایا ہے۔ اب ذیل کے چند نام میں نے تجویز کیے ہیں۔ ان میں جو نسا پسند خاطر ہو رکھ لیں اور دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ پسندیدگی سے مطلع فرمائیں تو نوازش سے خالی نہ ہوگا۔ افسوس کہ انہوں نے بجائے نمبر خریداری اپنا پورا پتہ درج فرمایا ہوتا تو براہ راست انہیں اطلاع دی جاتی۔ تاریخی نام یہ ہیں:-

طیب حفیظ الرحمن، فاضل لطف الرحمن، خسرو جہاں عزیز الرحمن

مس جاں محمد بن اسمٰعیل سیٹھ جاؔنی

میں بے انتہا مسرت و شادمانی کے ساتھ مطلع کرتی ہوں کہ میری پیاری ہمشیرہ زبیدہ خاتون کی شادی خانہ آبادی حیدرآباد سندھ کے مشہور ڈاکٹر شمس الدین صاحب کے صاحبزادے ڈاکٹر شیخ ضیاء الدین کے ساتھ ۱۱ر اگست ۱۹۳۰ء بروز دوشنبہ کو بخیر و خوبی سرانجام ہوئی۔ اس خوشی میں تین روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ بنات کے واسطے بذریعہ منی آڈر ارسال خدمت کرتی ہوں۔ قبول فرماکر مشکور فرمائیں ÷

زکیہ بنت شیخ محمد اسحاق۔ سرینگر۔ کشمیر

صفحہ نمبر ۵۳۱ غنیمت

تصنیفات فخر نسوان ہند محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی بہترین انشاپرداز تھیں جنکی مضمون نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بج چکا ہے جنکے فلسفیانہ خیالات نے جن کے دردو اثر میں ڈوبے ہوئے طرز تحریر نے بڑے بڑے قابل مردوں سے خراج تحسین وصول کیا تھا اور جنکی تحریریں دیکھ کر مشہور مصنفین بھی عش عش کرتے تھے ہندوستان کے تمام مشہور انگریزی اردو رسائل اخبارات مرحومہ کے افسانوں اور مضامین کی بیحد تعریف کر چکے ہیں۔

جمال ہمنشیں

خاتون اکرم مرحومہ کے بے مثل ادبی مضامین کا شاندار مجموعہ ثانی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگ زمانہ، عورت کا دنیا، موسم بہار فلسفۂ غم، ساون، عہد، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن، نغمۂ ... ولادت مرزا، وغیرہ مضامین ہیں جو کہ عصمت، تہذیب، استانی، شباب اردو وغیرہ میں شائع ہو کر داد حاصل کر چکے ہیں۔ جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی ہے" انڈین ڈیلی میل کی رائے ہے "ان مضامین کی اردو صاف رواں ہے" رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بہ لحاظ زبان خیال نہایت بلند ہیں اور انکی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" انجمن ترقی اردو کا مشہور سہ ماہی اردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح اور بے تکلف ہے" اخبار وکیل "جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کے لیے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین نہایت بلند پایہ ہیں" حضرت علامہ راشد الخیری نے دیباچہ لکھا ہے تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں آرٹ کاغذ پر نہایت نفیس چھپی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (عه)

پیکر وفا ایک دلآویز نتیجہ خیز افسانہ

جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی فطرت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کے لیے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جاتی ہے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب و مفید افسانہ ہے جس میں عورت کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جسکی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے" انداز بیان دردانگیز عبارت شاداب و شگفتہ" اخبار ریاست لکھتا ہے "طرز بیان اسقدر صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی" اخبار کشمیر لکھتا ہے "پیرایہ بیان دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے ہے "کہ پلاٹ اور کیرکٹر دونوں کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے" یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۸/

بچھڑی بلی

نہایت دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے۔ اس کی جدائی میں ماں کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی کس طرح ملتی ہے کہ بہت مکانی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے۔ بے حد دلچسپ قصہ ہے یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶/

تینوں کتابیں آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں ایک جگہ مجلد بھی مل سکتی ہیں عه

محترمہ صغرا ہمایوں مرزا

ام ار اے ایس (لندن) کی کتابیں

موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھربار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے، ایران کی معاشرت، مہمان داری، زچہ خانہ، شادی بیاہ رسوم و رواج پر ایسی مفید معلومات اور کسی کتاب میں نہ ملیں گی بہت دلچسپ اور سبق آموز قصہ ہے، مصنفہ کی تصویر بھی ہے قیمت ۱۲/

تحریر النسا

لڑکیوں اور عورتوں کے لیے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب اخلاقی و معاشرتی و مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ۔ جس میں مستورات کو علاوہ کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں۔ یہ کتاب انشا کی انشا ہے اور نتیجہ خیز ... مضامین کا مجموعہ بھی۔ اسکے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے ... خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی مفید اضافہ ہوتا ہے ضخامت سوا سو صفحے قیمت ۱۲/

محصول ڈاک بذمہ خریدار

THE ISMAT DELH

ESTD 1908.



ہندوستانی بیبیوں کے لیے

ایڈیٹر رازق الخیری

نومبر
۹۳۰
قسم اول

۴ کتابیں جو پھوہڑ سے پھوہڑ لڑکی کو ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دینگی

اُمورِ خانہ داری کی ماہر ہونے کیلئے ہر لڑکی اور ہر عورت کے لیے ان کتابوں کا ہونا ضروری ہے

۱۔ عصمتی کروشیا

جسمیں کروشیا کے اچھے اچھے ۸۵ صاف نمونے ہیں ۱۱ دلاویز جھالریں، ۲۶ خوبصورت کونے ۵ انسرشن بیں، ہیں ہر نمونہ کے متعلق ہدایتیں اسقدر عام فہم دی گئی ہیں کہ لڑکیاں بہت آسانی سے بنا سکتی ہیں۔ کروشیا کا شوق رکھنے والی لڑکیوں کیلئے بہترین تحفہ ہے قیمت عہ ملنے کا پتہ، منیجر عصمت دہلی

۲۔ عصمتی دسترخوان

کھانے پکانے کے فن پر اردو زبان میں بے نظیر کتاب جسمیں ہندوستانی اور انگریزی عربی، ترکی ایرانی کھانوں کی چار سو ترکیبیں صحیح ترکیبیں صحیح وزن تجربہ کرنے کے بعد درج کی گئی ہیں سینکڑوں بہنوں نے اس کتاب کی تعریف میں خطوط لکھے ہیں اس سے بہتر کوئی کتاب اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی۔ بہت محنت اور صدہا روپے کے خرچ سے طیار کی گئی ہے اور ۸۰ عصمتی بہنوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ قیمت عہ مجلد عہ

۳۔ عصمتی کشیدہ

اس کتاب کی مدد سے لڑکیاں کشیدہ کاری کے نہایت عمدہ عمدہ پھول بیلیں کاڑھ سکتی ہیں اور بناکر بلنگ پوش، میز پوش، چادروں، پردوں، ساڑیوں، قمیضوں، بچوں کے فراکوں وغیرہ پر چار چاند لگا سکتی ہیں، پھوہڑ لڑکیاں اس کتاب کی بدولت ہنرمند اور سگھڑ لڑکیاں اس فن کی ماہر ہو سکتی ہیں۔ قیمت صرف (عہ)

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ام ار اے ایس (لندن)

تحریر النساء

لڑکیوں اور عورتوں کے لیے جدید طرز پر خط و کتابت کی بے نظیر کتاب اخلاقی و معاشرتی، مذہبی سبقوں کا لاجواب مجموعہ۔ جس میں مستورات کو علاوہ کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشا کی انشا ہے اور نصیحت خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ بھی اسے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی مفید اضافہ ہوتا ہے۔ ضخامت سوا سو صفحے قیمت ۱۲ر محصول ڈاک بذمہ خریدار۔

موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھربار چھوڑکر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے بہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمان داری، زچہ خانہ، شادی بیاہ رسوم و رواج پر ایسی مفید معلومات اور کسی کتاب میں نہ ملیں گی۔ بہت دلچسپ اور سبق آموز قصہ ہے، مصنفہ کی تصویر بھی قیمت (۱۲ر)

سرگذشت ہاجرہ دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے دلآویز پیرایہ میں اخلاقی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ بار دوم قیمت ۱۲ر

شمع خاموش

اردو کی مشہور شاعرہ مرحومہ نجمہ بیگم لکھنوی کی دردانگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ شیخ راشد الخیری اڈیٹر عصمت و بنات نے دیباچہ لکھ کر مرتب کیا ہے یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہے اردو رسائل میں شایع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں قیمت ۸ر

پتہ، منیجر عصمت دہلی

بالشتیوں کی دُنیا

انگریز سیاح گلیور صاحب بالشتیوں کی دنیا میں چلے گئے تھے جنہیں بالشتئے دیو سمجھتے تھے سیاح کبھی دو جنوں بالشتیوں کو ہتیلی پر اٹھا لیتا تھا کبھی کئی کو جیب میں ڈال لیتا تھا اور سینکڑوں بالشتیوں کا جو کھانا اہتمام سے تیار ہوتا ایک لقمہ میں ختم کردیتا تھا بڑے مزیدار کہانی ہے لڑکے اور لڑکیاں پڑھینگے تو خوب ہنسینگے صاحبزادہ ولی احمد خان گھتانی بی اے نے ترجمہ کیا ہے کتاب کا نام ہے "مختصر دُنیا" قیمت صرف ۵ر

بچوں کی پرورش

بچوں کی پرورش اور تربیت پر اسقدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں آج تک شائع نہیں ہوئی دلی کے شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش میں جن جن باتوں کا خیال رکھا جاتا تھا اور جن جن باتوں پر اکثر زیادہ خرچ ہوتا تھا اور اسوقت جو نہیں کام ہوجاتا تھا وہ سب اسمیں جمع کی گئی ہیں پھر سائنس اور حفظانِ صحت کے اصولوں پر لکھی گئی ہے اور ذاتی تجربہ بیان کیے گئے ہیں ازمولوی عبد الغفار صاحب انجیری سابق پروفیسر ٹرکش یونیورسٹی بیروت ۱۰ر

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی یہ ناز مضمون نگار محترمہ شہر بیگم صاحبہ خیبری بی کے نہایت مفید مضامین سلسلہ وار تندرستی کے بارہ میں صحت اور قوت اور رادی کے عنوان سے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں ان مضامین میں محترمہ موصوفہ نے صحت قائم رکھنے کے چند اصول بڑی خوبی سے بیان فرمائے ہیں اور ساتھ ہی ساتھ اپنی سیاحت امریکہ اور یورپ کے تجربات بھی تحریر فرمائے ہیں جن مضامین جدید اضافہ اور دیباچہ کیساتھ کتابی صورت میں شایع ہوئے ہیں۔ آنکھیں، آنکھوں کا تعلق ہاضمہ سے دانت ہاضمہ کی خرابی کا حل سپے کا پانی غذا نیند کتاب کے اہم عنوانات ہیں۔ قیمت ۴ر

مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ کی تصانیف

صبحِ زندگی، شامِ زندگی، شبِ زندگی

اردو زبان میں کوئی کتاب ان کتابوں سے زیادہ گذشتہ دس سال میں مقبول نہیں ہوئی اب تک پچاس ہزار سے زیادہ فروخت ہو چکی ہیں اور آج بھی مانگ کا وہی حال ہے جو شروع میں تھا۔ یہی وہ کتابیں ہیں جنہوں نے ہزاروں خاندانوں کو تباہی اور بربادی سے بچا دیا اور ہزاروں بگڑے ہوئے گھرانے سنوار دیئے۔

(۱) **صبحِ زندگی** لڑکیوں کی تربیت پر اس قدر موثر پیرایہ میں اس سے بہتر کتاب آج شائع نہیں ہوئی اس میں نسیمہ بیگم کی پیدائش سے شادی تک کے تمام واقعات ہیں پندرہ دفعہ چھپ چکی ہے۔ قیمت ۱۲؍

(۲) **شامِ زندگی** نسیمہ بیگم کی شادی سے موت تک کے تمام واقعات بیوی اور شوہر دونوں کے لئے بے مثل چیز ہے، یہی وہ کتاب ہے جس نے مصنف کو قوم سے مصورِ غم کا خطاب دلوا دیا۔ حال میں پندرہویں دفعہ چھپی ہے۔ قیمت ۱۲؍

(۳) **شبِ زندگی** یہ علامہ محترم کا ماسٹر پیس یعنی سب سے بہتر کتاب کہی جاتی ہے، اس میں نسیمہ کی موت کے بعد کا بیان ہے اس سے معلوم ہوگا کہ نسیمہ بیگم نے دنیا میں وہ کون سے کام کئے تھے کہ حوریں اس کا استقبال کرتی ہیں عالمِ ارواح کی سیر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھیئے اور معلوم کیجئے کہ وہ کون سی دو عورتیں ہونگی جن میں ایک دوزخ میں بھی جنس رہی ہے اور دوسری جنت میں بھی مقید ہے نسیمہ جیسی بیر اساس کی بہو وسیم دلہن ایسی پتھر نکلتی ہے کہ الامان والحفیظ۔ ان کے ہاتھوں بچوں کی پٹیید اور گھر کی تباہی بچوں کو زہر دینا اور اپنے اعمال کی سزا بھگتنا اور اس کے ساتھ نسترن کی سلیقہ شعاری اور انسانیت یہ ایسے ایسے باب ہیں کہ ایک ایک سطر دل کے پار ہوتی ہے اور بیساختہ آنسو نکل پڑتے ہیں۔ حال میں اس کا گیارہواں ایڈیشن چھپا ہے، کاغذ لکھائی چھپائی نفیس۔

قیمت عہ (ایک روپیہ)

(۴) **شبِ زندگی حصہ دوم** بتائے گی کہ دنیا کی بدترین مخلوق وسیم دلہن کس طرح ایک خدا ترس اور نیک بی بی بن جاتی ہے اور اس کے بگڑے ہوئے دل کس طرح اس سے نئے ہیں کتاب کی ہیروئن فاطمہ ساس اور شوہر کے تمام مظالم سہتی اور ایسی ایسی قربانیاں کرتی ہے کہ آپ دنگ رہ جائیں گے، اتنا دلکش پلاٹ بہت کم اردو کی کسی کتاب میں ملنا ناممکن ہے، یہی وہ بے مثل کتاب ہے جو علامہ محترم نے اپنی بہو خاتون اکرم کو رونمائی میں دی تھی۔ کاغذ لکھائی چھپائی عمدہ قیمت عہ (ایک روپیہ)

اس کے بھی کئی کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ شبِ زندگی مکمل کی قیمت ۲؍ مجلد ۲؍ (دو روپے چھ آنہ) علاوہ محصول ڈاک)

صالحات یعنی حیاتِ صالحہ

جو بیس سال سے ناپید تھی اور کئی کئی گنی قیمت پر بھی کہیں نہ ملتی تھی زرِ کثیر خرچ کرکے اور کئی سال کی کوشش کے بعد پھر چھپوائی گئی ہے۔ اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر گھرانوں میں پیش آتے ہیں صالحات ہی وہ تصنیف ہے جس نے علامہ راشد الخیری مدظلہ کے کمال افسانہ نگاری کا ہندوستان بھر میں ڈنکا بجا دیا تھا ڈپٹی نذیر احمد اور مولانا حالی جیسے بے مثل مصنفوں نے نہایت شاندار الفاظ میں جس کی تعریف کی تھی ہندوستانی زبانوں میں اتنے بلند پایہ کے معاشرتی اصلاحی ناول مستورات کے مطلب کے بہت کم لکھے گئے ہیں، زبان قلعہ معلی کی بیگماتی، طرزِ بیان بے حد موثر، اور دلنشین واقعات نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز قیمت ۱۲؍ علاوہ محصول

منازل السائرہ ایک لڑکی کی پیدائش سے موت کے تمام واقعات بے انتہا دلچسپ اور پُر لطف کہ بار بار پڑھنے کو جی چاہتا ہے علامہ مکرم کے بہت مشہور تصنیف ہے جو یونیورسٹی کی بڑی جماعتوں کے کورس میں داخل ہے، قیمت حصہ اول ۱۲؍ حصہ دوم ۱۲؍

نوحۂ زندگی بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصورِ غم مصنف نے معرکۃ الآرا تصنیف جو تبائیگی کہ سنگ دل ماں اور جفا شعار باپ کی بدولت ایک لڑکی نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبت بھگت رہی ہے، چھٹا ایڈیشن قیمت صرف ۱۲؍ (بارہ آنہ)

جوہرِ قدامت دو بہنوں کی مفصل زندگی دو عورتوں کی بگڑ خوش داستان جنہیں ایک دورِ قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرزِ جدید کی دلدادہ

اصلاحی معاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی شیطان کا تمغہ حاصل کرنے کے لئے دنیا کے سات بہترین کیرکٹر پیش کئے جاتے ہیں ہر کیرکٹر اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھئے جہاں ناکردہ والی بہری ملاجی خانصاحب جلالی پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجائیں گے، وہاں شمس بیگم شیرازی کے واقعات آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں بے حد موثر اور مفید ہے اور بے انتہا سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲/

ستونتی نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھکر کوئی نعمت نہیں ہوسکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کرکے وفاداری و ایثار کے جوہر دکھاکر دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے۔ قیمت ۸/

تفسیر عصمت ایک مختصر دلآویز افسانہ ہے عبدل کا کیرکٹر اس قدر پرلطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں اور واقعات اس قدر درد انگیز کہ بیساختہ آنسو نکل آتے ہیں، غلط اور ارتداد اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا قیمت صرف چھ آنہ (۶/)

سات روحوں کے اعمالنامے عالم بالا کی سیر، تمغۂ شیطانی کے جوڑ کی کتاب نہایت درد انگیز، قیمت صرف آٹھ آنہ (۸/)

انگوٹھی کا راز (جدید) تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ ہے زلیخہ کا عبرت انگیز انجام، اصلاح کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز اس خوبی سے حل کیا ہے کہ پڑھنے والے محو حیرت ہوجائیں جدید ایڈیشن میں بہت کچھ اضافہ ہوا ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنہ

ولایتی ننھی (باتصویر) نانی عشو کے جوڑ کا نہایت پرلطف افسانہ ہے، جس کے ہر ہر فقرہ پر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑجاتے ہیں بی ننھی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنہ ۸/

منازل ترقی اس عبرت انگیز افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق، انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے۔ قیمت صرف ۴/ (چار آنہ)

بچہ کا کرتہ ایک عاشق زار بدنصیب ماں اپنے جوان بچے کی بدولت وہ مصیبتیں اٹھاتی ہے کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے دنیا کی اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز جواب دیتی ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں قیمت صرف چار آنہ (۴/)

وڈیا کی سرگذشت مگر آہ وہ سوتی تو وہاں بھی نہ تھا! فیشن اور جدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپین میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو قیمت ۴/

بنت الوقت ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا مکمل مرقع وقت کا اندھا دھند ساتھ دینے والی ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام - قیمت آٹھ آنہ

سراب مغرب غیر مسلم مدارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور کتاب ماں باپ کی ناعاقبت اندیشی اور لڑکی کی تباہی - قیمت ۸/

شہید مغرب طرابلس اور مراکش میں مسلمان اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں، مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر حد درد انگیز افسانے دو آسمانی مسافر، شہید مغرب، شہید طرابلس، طرابلس سے صدا، عرب میدانی، سیاہ داغ، افراط تفریط، صدائے دلگداز، کلو تیاں سیمونہ، اگر جوش ایمان آپ کے دل میں ہے اور اسلامی خون رگوں میں دوڑ رہا ہے تو شہید مغرب کا مطالعہ کیجئے - قیمت ۱۲/

نانی عشو آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ناممکن ہے نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں بل نہ پڑ جائیں نانی عشو کے ساتھ تین اور ایسے ہی ظرافت آمیز مگر نتیجہ خیز افسانے عرب اور گلشن، رفاہی اور سجدہ ندامت بھی ہیں۔ قیمت صرف ۱۰/

رُوداد قفس حضرت علامہ محترم کی درد اثر میں ڈوبی ہوئی مشہور نظموں کا مجموعہ، مظلوم حسینہ روضہ اقدس سرور عالم کا خط شوہر کے نام، ان کا پیام، سرخاب کا دم واپسیں، التجائے قیصر، بیٹوں کی فریاد، بچپن کی یاد، وغیرہ وغیرہ وہ نظمیں ہیں جن کا ہر شعر کلیجہ کے پار ہوتا ہے یہ بیکس اور مظلوم عورتوں کے جگر خراش نالے ہیں مسلمان گھروں کی عبرت معاشرتی مناظر ہیں علامہ محترم کو جذبات نگاری میں جو کمال حاصل ہے وہ پورے طور پر ان نظموں میں نمایاں ہے قیمت صرف بارہ آنہ

گلدستۂ عید ۱۴ سبق آموز افسانے اور مضامین بہت دلچسپ اور نتیجہ خیز اور ہر وقت پڑھنے کی چیز ہے۔ قیمت ۱۲/

فسانۂ سعید بیوہ کے نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر جس قابلیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے، سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دے گی قیمت صرف آٹھ آنہ (۸/)

موؤدہ ہندوستان کے کئی صوبوں میں رواج کو ترجیح دیکر ترکہ پدری سے لڑکیوں کو محروم کر رکھا ہے اس موضوع پر نہایت بہتر کتاب ہے پڑھکر آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنہ (۸/)

مختصر افسانوں کے مجموعے

علامہ محترم کے مختصر افسانوں کا تیس سال سے ہندوستان بھر میں ڈنکا بج رہا ہے علامہ راشد الخیری ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے اردو زبان میں مختصر افسانہ نویسی کو درجہ معراج پر پہنچایا، جذبات نسوانی کے درد و اثر میں ڈوبی ہوئی صحیح ترجمانی جس جادو نگاری سے مصور غم مصنف نے کی ہے زبان اردو ہمیشہ اس پر ناز کریگی ناممکن ہے کہ سنگدل سے سنگدل انسان بھی ان افسانوں کو پڑھکر آنسو بہائے بغیر رہ سکے، شہنشاہ ٹریجڈی کے وہ معرکتہ الآرا افسانے جو لٹریچر میں غیر فانی درجہ رکھتے ہیں اب مختلف مجموعوں کی صورت میں شائع کئے جارہے ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل مجموعہ اس وقت تیار ہے۔

جوہر عصمت ۱۴ سبق آموز افسانے (۱) مظلوم بیوی کا پاک جذبہ، کھنور کی دلہن، (۳) اگلی محبتیں (۴) فسانہ تنویر، (۵) بیگناہ کا قتل، (۶) بھاوج کا کنبہ (۷) ہارون رشید کا دربار (۸) ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری، (۹) شہنشاہ جہانگیر کا انصاف، (۱۰) ہبل کی شہادت (۱۱) ملکہ شہر زاد (۱۲) بہرحم کی مستحق (۱۳) غلط فہمی (۱۴) خاتمہ بالخیر، ان ۱۴ افسانوں دکھایا گیا ہے کہ شریف عورت اپنی عزت و عصمت کے مقابلہ میں دنیا کا کس طرح مقابلہ کرسکتی ہے بے انتہا سبق آموز اور موثر افسانے ہیں ان افسانوں کی دھوم مچ چکی ہے بہت مشہور و مقبول کتاب ہے۔ قیمت ۱۲/

سیلاب اشک (با تصویر)، درد انگیز افسانے (۱) پرستار محبت (۲) الہڑپن کے تین رنگ ایک خوددار لڑکی وفاداری اور انتقام اور احسان کے جوہر دکھا کر محو حیرت کردیتی ہے (۳) طلاق کا سفید بال، میاں بیوی کے تعلقات کیا چیز ہیں، خودداری اور ایثار کسے کہتے ہیں ضمیر و ایمان کیا کام کرتا ہے (۴) اج اکبر، ماں کا دل کس قسم کی محبت سے لبریز ہوتا ہے اور سچی خوشی کسے کہتے ہیں (۵) عدل گلبدن، شہنشاہ بابر کی لخت جگر شہزادی گلبدن کی شجاعت عدل و کرم احسان و عفو کے حیرت انگیز کارنامے (۶) بے قصور بچی بے انتہا موثر افسانہ (۷)، ثریا کا تخیل ہر افسانے کے ساتھ قدر کثیر صرف کرکے بلاک کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ قیمت صرف ۱۲/

طوفان اشک رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں مندرجہ ذیل بارہ دل ہلادینے والی کہانیاں ہیں رواج کی بھینٹ، محرم دولت، اس ہاتھ دے، میں نے کیا دیکھا، ملنگ کا ٹیکہ، سوتیلی ماں کا آخری وقت، تفسیر عبادت، شہید معاشرت، بیوی کی منگ، توصیف کا خواب، نئی دلہن، طوفان اشک قیمت صرف ۱۲/

تاریخ ادب و سیر ادب و انشا

اُمت کی مائیں رسول اکرم صلعم کی بیویوں کے حالات زندگی یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین دنیا کی کامیابی کا راستہ بتاتی ہے قیمت ۱۲/ (بارہ آنہ)

الزہرا اردو زبان میں جگر گوشہ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ کی بہترین سوانحعمری اس قدر موثر کہ ہچکی بندھ جائے آخر میں واقعہ کربلا کا بیان اور مصور غم کا قلم، قیمت صرف بارہ آنہ ۱۲/

قلب حزیں چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ، جذبات نسوانی کی درد انگیز ترجمانی ان مضامین میں علامہ محترم نے شاعری کی نظم نما نثر کا بہترین نمونہ ہے۔ قیمت صرف آٹھ آنے (۸/)

امین کا دم واپسیں شہنشاہ ہارون رشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قیمت صرف چھ آنہ ۶/

نوبت پنج روزہ بہادر شاہ دلی کے آخری بادشاہ کے پانچ جشن غدر کے جگر خراش حالات، دلی کی اپنے بادشاہ کو الوداع علامہ محترم کی بڑے معرکہ کی کتاب ہے، مفصل اشتہار مکمل کے آخری صفحہ پر بعنوان دہلی کے کھنڈروں سے ایک صدا ملاحظہ فرمایئے ۸/

وداع خاتون جنت مکانی محترمہ خاتون اکرم کے اشعار پر ان کے خسر حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے جو قیامت انگیز مضامین تحریر فرمائے تھے وداع خاتون کے نام سے شائع ہوئے ہیں جو بتاتے ہیں کہ بہو کسے کہتے ہیں اور لڑکی کی شادی کے بعد سسرال کو کیسے خوش رکھ سکتی ہے قیمت صرف ۶/

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۴۳	بابت ماہ نومبر ۱۹۳۰ء	نمبر ۵

تصویریں

فہرست مضامین

چندہ سالانہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ قسم خاص (جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں) ۱۰ روپیہ رؤسا سے ۲۵ روپیہ والیان ریاست ۱۰۰ روپیہ - فی پرچہ ایک روپیہ (عہ) قسم اول - (جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے) ۵ روپیہ فی پرچہ ۸/ قسم دوم - (جس کے مضامین، تصاویر، ٹائٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہلکا ہوتا ہے) ۴ روپیہ فی پرچہ ۶/

ان قواعد کی پابندی کیجیے

تاکہ آپ کی اور ہماری سہولت ہو اور آپکو کبھی ہم سے شکایت کا موقع نہ ملے

(۱) عصمت ہمیشہ نہایت پابندی وقت سے ۳۰ تاریخ کو شایع ہو کر تیسری چوتھی تاریخ تک ہندوستان کی تمام خریدار بہنوں کو پہنچ جاتا ہے۔ اشاعت میں خدا کے فضل سے کبھی دیر نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ڈاکخانہ کی غلطی سے وقت پر پرچہ نہ ملے تو ۵ تاریخ کے بعد مگر ۱۵ تاریخ تک ڈاکخانہ کو نمبر خریداری کے حوالہ سے دوبارہ پرچہ منگالیں اس کے بعد قیمتاً ملے گا۔

(۲) اگر ایک مقام سے دوسرے مقام تبادلہ ہو جائے تو نمبر خریداری کے حوالہ سے فوراً دفتر کو تبدیلی پتہ کی اطلاع دیدی جائے۔ کئی کئی ماہ بعد پتہ بدلوانا دفتر کو نقصان پہنچاتا ہے۔ کیونکہ صحیح پتہ نہ ہونے کی وجہ سے پرچہ تلف ہو جاتا ہے اور خریدار بہن کو شکایت ہوتی ہے کہ دفتر سے نہیں بھیجا گیا حالانکہ تمام خریداروں کو ۳۰ تاریخ کو رسالہ بھیجا جاتا ہے۔

(۳) آپ جب خط لکھیں خریداری نمبر ضرور لکھدیں ورنہ تعمیل میں کئی دن لگ جائیں گے۔ اگر آپکو خریداری نمبر یاد نہ رہا ہو یا آپنے نوٹ نہ کیا ہو تو جوابی پوسٹ کارڈ بھیجکر دفتر سے معلوم کر لیجیے کیونکہ بغیر خریداری نمبر لکھے آپ کے خط کی تعمیل فوراً نہ ہو سکے گی۔

(۴) جواب طلب امور کے لیے جوابی پوسٹ کارڈ یا ٹکٹ بھیجیے۔

(۵) منی آرڈر کی کوپن پر خریداری نمبر اور پتہ بھی درج فرمائیے۔

(۶) اختتام سال کی اطلاع ایک ماہ پہلے دیدی جاتی ہے اگر کسی بہن کو آیندہ خریدار رہنا نہیں ہے تو دفتر کو مطلع کر دیں۔ اور اگر بدستور پرچہ جاری رکھنا ہے تو منی آرڈر کے ذریعہ آیندہ سال کا چندہ بھیجیں۔ جو بیبیاں اسکا کچھ جواب نہیں دیتیں انہیں وی پی بھیجا جاتا ہے۔ وی پی کی واپسی عصمت کو سخت نقصان پہنچاتا ہے اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی واپسی عصمت کو سخت نقصان پہنچاتا ہے اگر کوئی بات دریافت طلب ہو تو بھی وی پی ضرور وصول کر لینا چاہیے۔

(۷) عصمت کا سالانہ چندہ پیشگی مع محصول ڈاک وغیرہ پانچ روپیہ ہے لیکن جو متمول ہمدرد بیبیاں عصمت کی مالی مدد کرتی ہیں انکے لیے قسم خاص آرٹ کاغذ پر چھاپا جاتا ہے جسکا عام چندہ ۱۰ ہے۔ کم استطاعت بہنوں کے لیے قسم دوم معمولی ہلکے کاغذ پر چھاپا جاتا ہے اسکا چندہ سالانہ صرف ۴ ہے ممالک غیر سے سالانہ چندہ قسم اول ۱۰ شلنگ قسم دوم ۶ شلنگ۔

مضمون نگاری کے قواعد

مضمون نگاروں کو عصمت کے لیے مضامین بھیجنے سے قبل ان باتوں کا خیال رکھنا چاہیے

(۱) مضامین کاغذ کے ایک رُخ پر، روشن سیاہی سے، نظر ثانی، مناسب ترمیم، اصلاح و اضافہ کے بعد ایک سطر چھوڑکر، خوشخط لکھنے چاہئیں۔

(۲) اڈیٹر کے نام خط میں مضمون نگار کا صحیح نام اور پورا پتہ درج ہونا ضروری ہے

(۳) مضمون جہاں تک ہو مختصر لکھنا چاہیے لیکن بڑا مضمون ہو تو مکمل بھیجا جائے نامکمل مضمون کسی حالت میں شایع نہیں کیا جاتا۔

(۴) مضمون کسی کتاب یا رسالہ سے نقل ہو یا ترجمہ یا اخذ ہو تو اسکا حوالہ ضرور دیدیا جاتے۔

(۵) عصمت کیلئے صرف وہی مضامین بھیجئے جو عصمت کے لیے لکھے جائیں۔

(۶) عصمت کے مضامین کے لیے پامال پرانے عنوانات جن پر بارہا عصمت میں مضامین شایع ہو چکے ہیں انتخاب نہیں کرنے چاہئیں نئے نئے موضوعات پر چھوٹے چھوٹے مضامین جو اسلوب بیان۔ ندرت خیال وغیرہ کے اعتبار سے دلچسپ سمجھے جا سکتے ہیں خوشی کے ساتھ شایع کیے جاتے ہیں۔

(۷) مضامین میں تہذیب و سنجیدگی کا پورا خیال رکھنا چاہیے، جو مضامین فرقہ وارانہ آلودہ ہوتے ہیں یا جن سے کسی مذہبی فرقہ کی دل آزاری ہو سکتی ہے ردی کر دیے جاتے ہیں۔ عصمت مذہبی جھگڑوں کا اکھاڑہ نہیں ہے عصمت کے لیے ایسے مضامین بھیجنے چاہئیں جو ہندو مسلمان عیسائی پارسی سب کے لیے مفید ہوں کیونکہ عصمت "شریف ہندوستانی بیبیوں" کا پرچہ ہے۔

(۸) مضامین کی زبان سلیس اور عام فہم ہونی چاہیے۔ رنگین بے معنی عبارت ہمیں ناپسند ہے، فارسی عربی، انگریزی الفاظ ٹھونسنے سے مضمون بھدا ہو جاتا ہے۔

جو مضامین عصمت میں شایع ہوتے ہیں انکا دائمی حق اشاعت محفوظ ہوتا ہے مضمون نگار ان سے مالی فائدہ نہیں اٹھا سکتا

عصمت سال کے بہترین مضامین پر جولائی میں قریباً چار سو روپیہ کے انعامات مضمون نگار خواتین میں تقسیم کرتا ہے۔ نادار کم استطاعت مضمون نگار عورتوں کو معاوضہ بھی دیتا ہے غیر مسلم خواتین کے مضامین بڑی خوشی سے معاوضہ شایع کیے جاتے ہیں۔

تربیت گاہ بنات دہلی

حیدر آباد دکن کی جن عصمتی بہنوں اور بھائیوں نے تربیت گاہ کیلئے روپیہ (دکرہ عثمانیہ) مرحمت فرمایا انکے کچھ نام پچھلے پرچہ میں شایع ہوئے ہیں باقی یہ ہیں۔ نواب سالار جنگ بہادر صاحب ۵۰ نواب معین الدولہ بہادر صاحب بیگم صاحبہ نواب کمال الدین صاحب ۵۰ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ۔ آرسی مظفر یار جنگ بہادر نواب مظفر الدین صاحب ۵۰ محل عبد القادر صاحب رجسٹرار یار داہوار ۵۰ (اقساطوں میں) بتوسط مسز ابو سعید مرزا صاحب ناظم الامور ۵۰ (تفصیل آیندہ پرچہ میں) بذریعہ مسز منیر الزماں صاحبہ للہ ۵۰ (تفصیل آیندہ پرچہ میں۔ قسط دوم) بیگم نواب دوست محمد خانصاحب ۵۰ مسز سید جعفر علی خانصاحب مولوی عبد الصمد صاحب انجنیر ۵۰ بیگم نواب محل سید عبد القادر صاحب (آبکاری) ۵۰ خواجہ عبد العزیز صاحب وکیل ۵۰ مسز بیگم حبیب محسن صاحب ۵۰ مسز ظہیر الدین احمد صاحب ۵۰ ڈاکٹر اکبر خانصاحب ۵۰ سید مظفر الدین صاحب عثمان آباد ۵۰ بنت میر ریاست علی صاحب ۵۰ لالہ دا علی شیخ فخر الدین صاحب ۵۰ بنت محمد احمد صاحب ڈپٹی پوسٹماسٹر ۵۰ سید بندہ علی خانصاحب ۵۰ محل مظہر اللہ صاحب انجنیر ۵۰ دختر مظہر اللہ صاحب محل ۵۰ سید محمد یونس صاحب ۵۰ ڈاکٹر عبد الرحمن صاحب ۵۰ احمد محی الدین صاحب محل ۵۰ محمد سیر خاں صاحب ۵۰ ڈاکٹر خواجہ معین الدین صاحب ۵۰ مولوی سید اعجاز حسین صاحب ۵۰ محمد نواز جنگ صاحب ۵۰ حاجی سید لطف اللہ صاحب ۵۰ محل سید محمد کرم صاحب ۵۰ مولوی سید اللہ صاحب ۵۰ محل سید محمد ہادی صاحب "مسکن" ۵۰ مولوی نصیر الدین صاحب ہاشمی ۵۰ مولوی خواجہ معین الدین صاحب انصاری ۵۰ مزید النسا بیگم صاحبہ ایک اشرفی۔ بنت سید عبد الحی صاحب ۵۰ دری ۵۰ محل سید ناصر علی صاحب بیرسٹر ۵۰ غلام غوث خاں صاحب ۵۰ سید دوست علی صاحب ۵۰ غلام ... صاحب مددگار ۵۰ بیگم جی اے مہدی صاحب ۵۰ رحیم بخش صاحب کنٹرکٹر ۵۰ نواب غلام محی الدین خانصاحب ۵۰ محمد مولانا صاحب سیٹھ سکندر آباد ۵۰ محمد احمد علی صاحب ۵۰ بیگم حبیب احمد صاحب ٹھیکہ دار ۵۰ غوث محی الدین صاحب ۵۰ ڈاکٹر عزیز حسن صاحب ۵۰ مسز رفیق بیگ صاحب ۵۰ محل نواب صاحب گیلانی ۵۰ اللہ رکھی بیگم صاحب عثمان شاہی ۵۰ از فاقہ ... مولوی رحمت اللہ صاحب تعلقدار ۵۰ محل مولوی احمد اللہ صاحب ناظم ۵۰ مولوی عارف خانصاحب ۵۰ مولوی غلام غوث صاحب ۵۰ مولوی عبد المجید خانصاحب ۵۰ مولوی عبد المجید صاحب تعمیرات ۵۰ (باقی آیندہ پرچہ میں)

راشد الخیری

عصمت کی لاج

۲۵ جولائی سے ۱۵ اکتوبر تک جن معزز خواتین اور حضرات نے اپنے پرچہ کو خریدار دئے انکے نام دلی شکریہ کے ساتھ درج ذیل کیئے جاتے ہیں

بیگم ملک سید ابو صالح صاحب سررشتہ دار دیجاپور دکن **۸** خریدار
ہمشیرہ خواجہ **نصیر الدین** صاحب چنچل گوڑہ حیدر آباد دکن **۵** خریدار۔
مولوی عبد الرحیم صاحب منصف جالنہ **۴** محترمہ آمنہ تسیم صاحبہ **۴**۔ محمد عبد الحکیم وکیل نانڈیر **۴**۔ مسز شیخ رحمت اللہ خانصاحب رئیس لاہور **۳**۔ مولوی لیاقت اللہ ... حیدر آباد دکن **۳**۔
مسز سید حشمت علی صاحب سیتاپور **۳**۔

دو دو خریدار دینے والوں کے نام

جناب صمصام الدین حیدر صاحب حیدر آباد دکن۔ سید ممتاز علی صاحب دیجاپور۔ سید سکندر علی صاحب وجد اورنگ آباد۔ اہلیہ مرزا علی احمد خاں اور سیر بالاکنڈہ۔ عبد الجبار صاحب انجنیر ... رضیہ بیگم صاحبہ۔ مسز سید صبغت اللہ۔ لاڈ دنی۔ اہلیہ محمد ... حیدر آباد۔ محمد اخلاق حسین صاحب زبیری نانڈیر۔ احمد ... حیدر آباد دکن۔

جنہوں نے صرف ایک خریدار دیا

مس سید شمس الدین علی صاحب حیدر آباد دکن۔ زب ہمشیرہ شیخ عتیق اللہ خانصاحب قلعہ رہتو۔ بنت سید افتخار حسین صاحب ...پور۔ محمد امین خلف میاں محمد شریف صاحب امرتسر۔ حسن زاہد صاحب ترنگی۔ ایس بی طاہرہ صاحبہ خریدار نمبر ۶۱۸۔ اختر فاطمہ صاحبہ سیدان پور۔ مسز محمد صدیق صاحب کپور تھلہ۔ ایس کے صغری بیگم صاحبہ مسز ... کلکتہ۔ مسز مرزا محمد کاظم صاحب رئیس بنگلور۔ سید خورشید علی صاحب حیدر آباد دکن۔ بنت احمد عبد الرحیم صاحب ہلال حیدر آباد دکن۔ خلیل الرحمن خانصاحب عباسہ۔ فیض محمد صاحب اوزری لدھیانہ۔ ہاجرہ خاتون صاحبہ جلپور۔ مسز عبد الباسط صاحب سیوہارہ۔ بیگم ڈاکٹر محمد اعظم صاحب احراری منجھن پور۔ ... صاحبہ بنت ایوب حسن صاحب انجنیر بہرائچ۔ مسز شاہ وحید الدین احمد صاحب سہرام۔ مسز عبد السلام صاحب ... گاؤں۔ مسز ایم اے قیوم صاحب رائے پور۔ مسز رشید احمد صاحب کلکتہ۔ اہلیہ ... مسز عزیز حسن صاحب رضوی لکھنؤ۔ سید محمد انور شاہ صاحب ... ۴

پیام حسرت

(جنت مکانی خاتون اکرم کی خدمت میں خواتین ہند کی طرف سے)

"درد دل دور سے ہم تم کو سنائیں کیونکر　　پہنچیں درِ خلد کو آہوں کی صدائیں کیونکر"
ہم کو نقصان جو پہنچا وہ اُٹھائیں کیونکر　　سختیٔ و کلفت ایام بتائیں کیونکر

حسرتیں مٹ گئیں اُمید کا سامان نہ رہا　　ولولے ختم ہوئے شوق فراواں نہ رہا
[illegible] سے ترے خاک بھی ارمان نہ رہا　　کیسی اُمید کہ اُمید کا امکان نہ رہا

دل کے ہر گوشہ میں ویرانی ہی ویرانی ہے　　کیا بتائیں کہ ہمیں کیسی پریشانی ہے
بزم سونی ہے دل زار کو حیرانی ہے　　ولولہ اب ہے نہ وہ شوق کی جولانی ہے

ایسی کچھ اوس پڑی دل کے شگوفے نہ کھلے　　ٹھیس لگنے سے ہرے زخم ہوئے سینہ کے
آنکھ روتی ہے مگر ہوتا ہے کیا رونے سے　　اب وہ ایام گذشتہ تو پلٹنے سے رہے

بزم خاموش پڑی ہے کوئی آواز نہیں　　کوئی مطرب نہیں نغمہ بھی نہیں ساز نہیں
پر شکستہ ہیں پڑے طاقت پرواز نہیں　　اب تو قسمت کے بدلنے کے کچھ انداز نہیں

تم گئیں ساتھ تمہارے دل مضطر بھی گیا　　حسرت دل گئی سودا بھی گیا سر بھی گیا
راہ اُمید کہاں اپنا تو رہبر بھی گیا　　جستجو کیسی کہ وہ پائے سعی گر بھی گیا

بیچ منجدھار میں چھوڑی ہے ہماری کشتی　　بے وفائی کی ہمیں تم سے یہ اُمید نہ تھی
کس اڑے وقت میں اُف تم نے یہ بے مہری کی　　دل کے چھالوں کو لگی آہ یہ ٹھوکر کیسی

"جوئے خون می چکد از حسرتِ پارینہ ما　　می طپد نالہ بہ نشتر کدۂ سینہ ما"
خاک آلود و مکدر شدہ آئینہ ما　　زندہ شد آہ جمالہ غم دیرینہ ما

بلقیس جمال

سلام براو کہ بعد مردن بہ بزم عالم قیام دارد

فلک کی نیرنگیوں پہ قسمت۔ سرِشک خونیں بہا رہی ہے ۔ مشیتِ ایزدی کی قوت۔ نقوشِ ارماں مٹا رہی ہے

بشر ہے مجبوریاں بداماں۔ کشاکشِ روزگار ساماں ۔ یہ شعبدہ زارِ حزن و حرماں۔ اثر کی تشنہ دعا رہی ہے

سکوں کا شیرازہ آہ برہم۔ بت مسرت کی چشم پرنم ۔ عدم کی جانب رواں ہیں ہر دم۔ حیات مشق فنا رہی ہے

قیام کی جس کو ہو ضرورت۔ ہو زندگی جس کی وجہ راحت ۔ اجل اُسے کھینچتی ہے حسرت۔ جفا بدامن قضا رہی ہے

ہیں حاملِ زیست سال خوردہ۔ نہ زمیں ہیں نہال تازہ ۔ شکستہ ہے ساغرِ تمنا۔ قضا سم غم پلا رہی ہے

نتیجۂ ابتسام غنچہ۔ فسردگی۔ انتشار و گریہ ۔ طلوعِ مہر سرا پا لمعہ۔ غروب در پردہ آ رہی ہے

فنا کے آئین منضبط کا۔ اسیر دنیا کا ذرہ ذرہ ۔ ہے شمعِ وقتِ پگاہ کشتہ۔ نہ انجمن جگمگا رہی ہے

کلام رنگین و نثر شیریں و لے بقائے دوام دارد
سلام بر او کہ بعدِ مردن بہ بزمِ عالم قیام دارد

کلی شبابِ جمال کی جو۔ ریاض عالم میں مُبتسم تھی ۔ شبیہ علم و کمال کی جو۔ ورق پہ دنیا کے مرتسم تھی

وہ مست صہبائے صد معانی۔ وہ پردۂ غیب کی مغنی ۔ وہ نازشِ محفلِ نسائی۔ جو زخم ہستی کی ملتئم تھی

وہ عندلیب ترانہ پیکر۔ تھی شاخ "خیری" پہ نغمہ گستر ۔ وہ ہستی نورِ علم پرور۔ مثالِ نیر جو منتجم تھی

ہوئی سوئے باغِ خلد درا۔ روانِ بہارِ شباب میں آہ ۔ وہ شمع ضوبار و بزم آرا۔ جو صاحبِ عزم و محتشم تھی

ہمائے اوجِ علوم خاتون تھی عزم و ہمت کی طرح جیحون ۔ تھی سر بدگل یا دُرِ مکنون۔ فلک کی ناہید منقسم تھی

تخیلات بلند شعروں۔ دماغ عظمت مآب خاتون ۔ رسائی فکرِ طبع موزوں۔ پرے فلک عرش ملتزم تھی

تھا خامۂ دُر فروش رنگین۔ امینِ جانِ ادب مضامین ۔ اور دولت نثر شعریت گین۔ ازل سے خاتون کو نقسم تھی

خموش شد بلبل نواگر۔ اگرچہ در گلشن خزا تین
ولیک خورشید ہست باقی۔ نوائے دیرین و لحن شیریں

خاتونِ اکرم آنجہانی

عصمت کے ہر پرچہ کو دیکھتے ہوئے مرحومہ بہن خاتون اکرم کی یاد حسرت و یاس کے ساتھ اس لیے تازہ ہو جاتی ہے کہ کاش زنانہ لٹریچر کی یہ ہیروین آج اگر اس دُنیا میں زندہ ہوتیں تو عصمت کے صفحات کو بھی اور چند سال اپنے ادبی تخیل کی سحر بیانی سے مسحور و منور کرتیں۔ انھوں نے اپنی اوائل عمری کے سترویں سال یعنے ۱۹۱۰ء سے اپنی خداداد قابلیت و ذہانت پر ہر طرف سے خراج تحسین حاصل کر کے چوبیسویں سال میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور ادبی دُنیا کی انجمنوں کے علاوہ اپنے گھر کی نشاط افزا محفل کو بھی سونا کر گئیں۔ خدائے حکیم کی ہر بات حکمت و مصلحت سے خالی نہیں ہوتی۔ مرنا تو ہر متنفس کے لیے لازمی ہے۔ مگر خوبیوں اور قابلیت کے ساتھ مرنا ہمیشہ زندہ رکھنے والا ثابت ہوتا ہے۔ چنانچہ دورِ حاضرہ کی ادبی دنیا میں ہماری مرحومہ بہن درخشاں ستاروں میں شمار ہوتی تھیں۔ جن کی قابلیت و لیاقت عمر کے لحاظ سے طبقہ نسواں کے سوا مردوں میں بھی بے مثل مانی گئی۔ جسکا ذکر میرے بیان کا محتاج نہیں۔ مگر اس وقت مرحومہ کی یاد میں قابل ذکر یہ بات محسوس ہو رہی ہے کہ ایسی قابل قدر و مایۂ ناز ہستیوں کے لیے اُنکا ماحول بھی قدر شناس ہونا چاہیے تاکہ مرنے کے بعد انکی یاد تازہ رہ سکے۔ جس طرح خدائے قدیر نے ہماری ہونہار بہن خاتون اکرم کو کمسنی کے عالم میں ہی جو عام طور پر تکمیل کود کا زمانہ مانا جاتا ہے۔

اعلیٰ پایہ کے مصنف کا سا دل و دماغ اور پُر زور قلم عطا فرمایا تھا۔ اسی طرح اُسے جگمگا دینے کے لیے خوش قسمتی سے ایسے محبت شعار و قدر شناس ہستیوں سے زندگی بھی وابستہ کر دی تھی کہ آج مرحومہ کے مرنے کے چھ سات سال بعد بھی میاں تو میاں سسرال کا ہر فرد اور علامہ راشد الخیری قبلہ ایسے خسر انکی یاد کس سوز و تڑپ کے ساتھ کر رہے ہیں اور کسی طرح مرحومہ کو بھلا نہیں سکتے۔ جسکا بیّن ثبوت جمالِ ہمنشیں اور پیکر وفا کے تمہیدی اوراق پر ہم کس پُر حسرت جلووں میں دیکھ رہے ہیں۔ کسی نے بالکل ٹھیک کہا ہے ؎

قدر زر زرگر بداند۔ قدر جوہر جوہری
قدر گل بلبل شناسد۔ قدر قنبر را علی

یہ کیا ہے۔ ہماری اس مرنے والی بہن کے جنتی ہونے کی دلیل۔ جو ایک حدیث کے مطابق کہ جس سے میاں خوش اس سے اسکا خدا اور رسول خوش یہ اُخروی کامیابی کی کچھ کم نشانی نہیں۔ اور عورت کے لیے دنیاوی کامیابی و سعادت۔ نعمت و راحت دولت و وقعت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ اپنے میاں کی چاہتی اور سسرال والوں کی لاڈلی بہو۔ پس اس کمال میں فتح و نصرت کا سہرا بلا شک و شبہ ہماری جنت مکانی بہن کے سر آج مرنے کے بعد بھی ہے۔ کہ ان سے محبت شعار و قدر دان شوہر اور خسر جیسی

بزرگ ترین ہستی کی یاد کو زندہ و تازہ رکھنے
کے لئے عملاً کوشاں ہیں۔ چنانچہ خاتون اکرم مرحومہ
کی یادگار میں مختلف موضوعات کے بہترین مضامین پر
عصمتی مضمون نگاروں کو ہر سال انعامات تقسیم
کئے جاتے ہیں۔ اور بطور مستقل یادگار کے ان کے
اعلیٰ پایہ کے مضامین مختلف اخبارات و رسائل سے
منتخب کر کے جمال ہمنشین جیسی بے نظیر کتاب شائع
کر دی ہے و نیز پیکر وفا و بچھڑی ہوئی بیٹی جیسے سبق آموز افسانے
جو مرحومہ کی زندگی میں غیر مطبوعہ تھے نہایت اعلیٰ کاغذ پر
اعلیٰ کتابت میں طبع کر کے ملک کے سامنے مرحومہ کے
ادبی تخیل کا نمونہ پیش کر دیا ہے۔ علاوہ ازیں ابتک دنیا
سے مرحومہ کی مدح و توصیف سننے کے متمنی ہیں۔ باوجودیکہ مرحومہ
کے مرنے کے بعد انکے میاں نے پانچ چھ سال یوں ہی مرحومہ
کی یاد میں گزار دیئے اور بہ ہزار منت و سماجت والدین
دوسرا عقد بھی کر لیا۔

مگر ہم اسوۂ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے
تقلید کا کامل نمونہ یہاں دیکھ رہے ہیں ہمارے
نبی کریم صلعم نے حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ
عنہا کو انکے وفات کے بعد آپ نے کئی بیویاں
کر لینے پر بھی آخر دم تک بھلا نہ سکے۔ جسکا اعتراف
حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا جیسی کم سن دلاڈلی
بیوی خود اس طرح فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ صلعم کو
بی بی خدیجہ رضہ سے اتنی محبت انکے وفات کے بعد
بھی تھی کہ جب کبھی آپ گھر میں تشریف لاتے
تو ہمیشہ بی بی خدیجہ رضہ کا ذکر تعریف کے ساتھ
کہا کرتے۔ ایک دفعہ میں نے بی بی خدیجہ رض کے شان میں
یہ کہدیا کہ دنیا میں خدیجہ رض سے اچھی کوئی عورت نہیں۔
وہ تو ایک بوڑھی و بیوہ عورت تھیں۔ خدا نے آپ کو
ان سے بہتر بیوی عنایت کی ہے۔ اب بار بار
ان کا ذکر نہ کرنا چاہئے۔ یہ سُنکر حضرت کا چہرہ
غصہ سے سُرخ ہو گیا اور فرمانے لگے کہ خدا کی قسم
مجھے خدیجہ رض سے اچھی بیوی نہیں ملی۔ کہ سب سے
پہلے وہ مجھپر ایمان لائیں اور میری رسالت
کی تصدیق کی۔ اور اپنا تمام مال و زر مجھپر
قربان کر دیا۔ اور انہیں سے مجھے اولاد بھی
ہوئی۔ اسی طرح جب کبھی آپ بکری ذبح کرتے
تو حضرت خدیجہ رض کے سہیلیوں کے پاس اس کے
ٹکڑے بھیجا کرتے"

یہی اسوۂ حسنہ آج ہم اپنی خلد آشیانی
بہن خاتون اکرم کی یاد میں انکے شوہر اور سسرال
والوں کو دیکھ رہے ہیں۔ ورنہ مرحومہ کی ہم عصر
کئی ہستیاں اس دورِ حاضرہ میں پیدا ہوئیں اور
حتی الامکان اپنے فرض منصبی کے جوہر دکھلا کر
چل بسیں۔ مگر ان کے اوصاف جمیلہ اور اخلاق
حمیدہ کا ذکر تو کجا۔ ماحول کی بے حسی نے مرنے
والی کے ساتھ ہی اس کے نام و یاد کو بھی
ایک لخت خاک میں ملا دیا۔ بلکہ زندگی میں
ہی ناقابل التفات ہو گئیں۔ اور اپنی بدنصیبی
پر کفِ افسوس ملتے ہوئے حسرت و یاس کے ساتھ
انہیں دنیا کو خیرباد کہنا پڑا۔

غرض جہاں ہمیں اپنی اس پُر حسرت و ارمان جوانا مرگ بہن خاتونِ ارم کے بے وقت موت پر دلی رنج و قلق ہوتا ہے۔ وہاں مرحومہ کی کامیاب زندگی اور خوش نصیبی پر تسکین بھی ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنے عرصۂ حیات کے تھوڑے دنوں کو تحسین و آفرین کی صداؤں میں ختم کرکے اپنے خاوند و خسر اور عزیزوں کے ہاتھوں جس شان سے دلہن بنکر آئی تھیں اُنہیں کے ہاتھوں دُلہن کی دُلہن سہاگن چل بسیں۔ اور اپنی ۱۲ سنہ جولائی کی پیشین گوئی کو سچا کر دکھایا جو جناب ہمنشین کے صفحہ ۴۸ پر اپنے ایک مضمون "تعزیت نامہ" میں یہ جملہ لکھا ہے۔

کہ "دُنیا میں زیادہ رہنا گناہوں میں مبتلا ہونا ہے" جو بے شک انسان اکثر دُنیا کے جھمیلوں میں پڑکر خدا کو بھول جاتا ہے اور نہ دین کا رہتا ہے نہ دُنیا کا۔ اس لحاظ سے بھی مرحومہ کی موت زندوں میں زندہ ہے کہ آپ نے مذہبی اُصولوں کی پابندی کے ساتھ دُنیا کو بھی حاصل کیا ؎

تمہیں کہتا ہے مردہ کون۔ تم زندوں کی زندہ ہو
تمہاری نیکیاں زندہ۔ تمہاری خوبیاں باقی

سردار محمدی بیگم

بنت مرحوم نواب آف وائی لونکی۔ قلابہ

جنتی بہن کی یاد میں

پھر ہمارے واسطے ماہِ محرم آگیا
موت انکی آئی کیا اک پیکِ ماتم آگیا

آہ اے خاتونِ ارم! رونقِ بزمِ جہاں
مضطرب رہتا ہے تیری یاد میں قلبِ تپاں

ہم تمہاری دید سے کس واسطے محروم ہیں
تم سے ہوکر دور ہم محروم ہیں مغموم ہیں

خوگرِ غم کر دیا ہے اُف! تمہاری یاد نے
چشم سے آنسو بہائے نالۂ و فریاد نے

آپ کا اسمِ گرامی دہر میں مشہور ہے
یعنی وہ "عصمت" میں جو موجود شکل نور ہے

دِل میں جا دیجئے ذرا اس پیکرِ تصویر کو
سیم و زر سے تولیے اس دلنشین تحریر کو

تم سراپا حور بنکر کیوں یہاں آئیں بہن
جب تمہیں بھاتا نہ تھا معمورۂ دارِ محن

جب تمہیں باغ ارم ہی دہر میں مطلوب تھا
کیوں یہاں آکر ہمارے قلب کو تڑپا دیا

طاہر روح وہاں ہر فکر سے آزاد ہے
دم قدم سے آپ کے باغ جناں آباد ہے

حمیدہ خاتون الماس بنت اسلام حامد خانصاحب ڈپٹی کلکٹر

غدر کی ماری شہزادیاں

بیلہ میں میلہ

از مصورِ غم حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ

(سلسلے کے لئے سالگرہ نمبر دیکھئے)

قیصر جہاں بیگم کی داستان ختم ہوئی تو آدھی رات ختم ہو چکی تھی نیاز و مجبر پر چاروں طرف سے لعنت کے نعرے پڑنے لگے آخر گوہر آرا بیگم نے کہا "بیویوں وہ مر گیا اب اس کو برا کہنے سے کیا فائدہ اس نے جیسی کی بھگت رہا ہو گا"!

جب مجمع خاموش ہو گیا تو پھر وہی صدا گونجی "پیٹیں آرہی ہیں موتیا کی" بیگم کی سُریلی آواز نے دلوں کی کلفت زائل کر دی ادہر پھولوں کی مہک، ادہر تیموری بلبل کا نغمہ، آدہی رات کا وقت، سناٹے کے عالم میں دلوں کی عجیب کیفیت ہو گئی صاحبِ بزم یعنی گوہر آرا بیگم نے اپنی چچا زاد بہن برجیس دولہن کے سامنے شمع رکھی اور کہا۔

"بیگم اب مجلس آپ کی داستان سُننے کی مشتاق ہے آپ جہاں پناہ کو سب سے زیادہ عزیز تھیں اور حضور اپنی آنکھ سے دم بھر کو اوجھل نہ فرماتے تھے۔ آپ اپنی بپتا سُنایئے"

برجیس دولہن نے اِدھر اُدھر دیکھ کر آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر کہا "بیویوں حضور ہم سے جدا ہو گئے اور سات سمندر پار بس رہے ہیں۔ ہم کو انکا دیدار نصیب نہ ہو گا۔ زندگی کے جو تھوڑے دن باقی ہیں وہ اسی آرزو میں کٹ جائیں گے۔ سب سے پہلے حضور کی سلامتی اور درازی عمر کی دُعا کرو" برجیس دولہن کی زبان سے اِدھر حضور کا نام نکلا اُدھر آنکھ سے آنسو نکلے اور انکے ساتھ ہی مجمع پر رقت طاری ہو گئی عورتیں اور مرد سب اپنے بادشاہ کی یاد میں رو رہے تھے جب برجیس دولہن نے خاتمہ دُعا پر یہ لفظ کہے۔

"الٰہی تو ہی نگہبان ہے اور ہم نے اپنے آقا کو تیری حفاظت میں دیا ہے"!

لوگوں کی ہچکی بندھ گئی دعا ختم ہو چکی تو گوہر آرا بیگم کے تقاضے پر برجیس دولہن نے کہا۔

"جب گولیوں کی باڑ اور پھانسیوں کی قطار کا زور ہو رہا تھا تو میں بد نصیب شہر ہی میں تھی۔ ننھے دولہا کو موتیا جھرا نکل رہا تھا۔ گھر میں صرف ہم دو میاں بیوی ہی تھے اور کوئی اتنا نہ تھا کہ دوائی ٹھنڈائی تو درکنار دو گھونٹ پانی ہی کے لادے۔ پکڑا دھکڑی کا یہ عالم کہ جو باہر نکلا پھر نہ پلٹا۔ صبح کو گیا تو دوپہر کو اور دوپہر

نکلا تو شام کو پھانسی کی خبر آگئی۔ ہماری گلی میں کھاری پانی کا کنواں تھا رات کو میں چپکے سے جاگی اور دو لوٹے بھر لائی خدا بھلا کرے بیچارے احمد عطار کا کہ اس نے مجھکو خاکسیر اور عناب کے شربت کی ایک بوتل دیدی تھی۔ دونوں وقت بیمار کو وہی پلا دیتی دوسرے تیسرے وقت خالہ کبریٰ کچھ چنے دیدی تھیں۔ وہی کھاکر پانی پی لیتی مہینہ سوا مہینہ اسی طرح گیا مگر ننھے دولہا کا بخار نہ اترا۔ صبح کو ہلکا ہو جاتا مگر دوپہر سے پہلے اور چڑھتا ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی تھیں مزاج ایسا چڑچڑا ہو گیا تھا کہ بات بات پر بگڑتے تھے۔ میرا محلہ تیاتہیے کے بازار سے ملا ہوا تھا۔ اور ابھی تک اللہ کا فضل تھا کہ سیم بادلے کے داماد نے ایک دن نشہ میں کسی گورے کی ٹوپی اچھالی اور اس کی میم کو پکڑ لیا۔ اب کیا تھا شام تک تو چاروں طرف گورے ہی گورے تھے۔ گھروں میں گھس گھس کر مردوں کو پکڑا اور مارا یکوں آدھی رات کو جاکر امی جمی ہوئی۔ میں کنڈی لگاکے جانماز پہ بیٹھی اللہ اللہ کر رہی تھی اور سست ہی سست پہ جان تھی۔ پچھلا پہر ہو گا کہ خالہ کبریٰ نے آواز دی۔ میں نے دروازہ کھولا وہ اندر آئیں اور کہا "جس طرح ہو ابھی یہاں سے بھاگ صبح کو سارا محلہ توپ سے اُڑے گا"

میں سر پکڑ کر بیٹھ گئی اور کہا "بھلا خالہ میں کس طرح بھاگ سکتی ہوں ننھے دولہا کو کیونکر لوں۔ یہ نہ چل سکتے ہیں نہ اُٹھ سکتے ہیں ان میں رکھا ہی کیا ہے ہڈیاں ہی رہ گئی ہیں" وہ بولیں "دیر کا موقعہ نہیں جس طرح ہو اُٹھاؤ" سب پکڑ کر سے چلیں گے میں تو جانوں تین بجے ہونگے کہ ہم سب بھرا گھر چھوڑ چھاڑ شہر سے نکلے۔ بیمار کو ڈنڈا ڈولی کیا اور ایک طرف کو چلے۔ صبح ہم کو نظام الدین میں ہوئی مگر ہم آگے بڑھے گئے۔ دن بھر کیا گذری رستہ کس طرح کٹا اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کھیل کا دانہ بھی اُڑ کر منہ میں نہ گیا پیاس کے مارے جان نکلی جاتی تھی مگر پانی کا پتہ نہ تھا کنوئیں تھے مگر رسی تھی نہ ڈول۔ شام کو خواجہ صاحب کے قریب ہم کاکا گاؤں میں پہونچے پنہاریاں ایک کنوئیں میں پانی بھر رہی تھیں وہاں ٹھہر کر پانی پیا اور بیمار کو بھی پلایا۔ چاند نکل آیا تھا اور ہم بڑکے نیچے پڑے تھے کہ جاٹ آئے اور دونو مردوں کو پکڑ کر لے گئے میں اور خالہ کبریٰ رہ گئے۔ سوچ رہے تھے کہ کیا کریں۔ اتنے میں دونو مرد خالہ کے میاں اور لڑکا خوش خوش آئے۔ خشکے کا بھرا ہوا تھال شکر اور دہی پڑا ہوا انکے پاس تھا دیکھ کر جان میں جان آگئی اور اس بری طرح ٹوٹے کہ کنگلوں کو بھی مات کیا۔ رات ہم نے وہیں گذاری اور صبح ہم پانچوں آگے بڑھے +

عورتیں ملک کی کیا خدمت انجام دے سکتی ہیں

اس دور میں جبکہ ہر طرف سیاسی ہلچل مچ رہی ہے ایک سوال اکثر میرے دل میں پیدا ہوتا رہا ہے کہ وہ کونسی سچی ملک کی خدمت ہے جو ہندوستانی خواتین انجام دے سکتی ہیں۔ میرے ناقص خیال میں بجائے شراب وتاڑی ولایتی کپڑوں کی دوکانوں پر پکٹنگ کرنے اور جیل خانے کی سیر کرنے کے عورتیں دوسرے طریقوں سے ملک کی اقتصادی وتعلیمی و معاشرتی حالات کو درست کرنے میں اپنی حب الوطنی کا ثبوت دے سکتی ہیں۔ گو کہ اس قسم کے ٹھوس کام کرنے میں انکو اخباروں میں شہرت ونام نمود حاصل کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ تاہم میں اس ملک کی اُن خواتین کی جو خاموش طریقہ سے مادر وطن کی خدمت انجام دینا چاہتی ہیں توجہ چند نہایت اہم سوالات کی طرف مبذول کرنا چاہتی ہوں۔

اس ملک کی ۳۲ کروڑ کی آبادی میں ۲۵ کروڑ سے زیادہ گاؤں کے باشندے ہیں۔ شہر کے رہنے والوں کی تعداد قریب ۶ یا ۷ کروڑ سے زیادہ نہیں ہے۔ کبھی آپ بہنوں نے غور کیا ہے کہ ان گاؤں کے باشندوں کا کیا حال ہے۔ اس گاؤں کے ۲۵ کروڑ مردوں اور عورتوں میں قریب ۹۰ فی صدی جاہل مطلق ہیں۔ اُنکی معاشرتی و تمدنی حالت نہایت ابتر ہے۔ اُنکی اقتصادی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ مفلسی اور قرض ہمیشہ اُنکے جھونپڑوں میں مہمان رہتے ہیں۔ اُنکی عورتیں ایسی افسوسناک زندگی بسر کرتی ہیں کہ میری بہنوں کو یقین نہ ہوگا۔ گو ہم لوگوں کو مس میئو کا ہندوستانی عورتوں پر حملہ بہت بُرا معلوم ہوا مگر کیا ہم لوگوں کے تعلیم یافتہ طبقہ نے کبھی عام عورتوں کی حالت کی طرف توجہ بھی کی ممکن ہے میری بہتیری شہری بہنیں انکی مصیبتوں سے ناواقف ہوں۔ میں اپنے ذاتی تجربوں کے بناپر دعوے سے کہتی ہوں کہ گاؤں کی عورتیں جانوروں سے بہتر زندگی بسر نہیں کرتیں۔ انہیں روزمرہ ایسے فرایض انجام دینے پڑتے ہیں جو کسی ترقی یافتہ ملک میں عورتیں انجام نہیں دیتیں اُنکے کپڑوں اور گھروں کی گندگی جو کہ سینکڑوں بیماریوں کو دعوت دیتی ہیں اظہر من الشمس ہیں۔ ولادت کے وقت کی مصیبتیں حسرتناک ہیں۔ ایسے نازک وقت میں گاؤں کی گندی وجاہل دائیوں کی خدمت انکو نصیب ہوتی ہے جو بوڑھی اور اکثر اندھی ہوتی ہیں۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ زچہ وبچہ دونوں قسم قسم کی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اُنکی

لڑکیوں کی شادی ۸ یا ۶ سال کی عمر میں عموماً انجام پاتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کمسن بچیوں کو قبل از وقت ولادت کا بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ اور اس طرح سے نہ صرف لاکھوں معصوم بچیوں کی جانیں تلف ہوتی ہیں بلکہ اس کم سنی کی ولادت کی وجہ سے ملک کی نسل روز بروز کمزور ہوتی جا رہی ہے۔ ایسی حالت میں یہ کیا کچھ تعجب کی بات ہے کہ اس افلاس زدہ ملک میں اموات کی تعداد سب ملکوں سے زیادہ ہے۔ شہری بہنوں! یہ ہے ہمارے گاؤں کی عورتوں کی زندگی کی دردناک تصویر۔

ان حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے کیا تعلیم یافتہ خواتین کا یہ فرض منصبی نہیں ہے کہ پہلے ان بدنما دھبوں کے رفع کرنے کی طرف توجہ کریں۔ میرے ناچیز خیال میں تو ان امور کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا سیاسی شور و غل میں حصہ لینے سے کہیں زیادہ اہم و ضروری ہے۔ صوبہ پنجاب میں کچھ خواتین تحریک اتحاد باہمی کے ذریعہ سے عورتوں کی اقتصادی۔ تعلیمی۔ معاشرتی۔ تمدنی حالت درست کرنے میں مشغول ہیں۔ دوسرے صوبوں کی عورتیں بھی اس تحریک سے کافی فائدہ اٹھا سکتی ہیں۔ اگر اس تحریک سے کوئی خاص دلچسپی نہ بھی ہو تو وہ عورتیں جو حب الوطنی کے جوش میں آکر پکیٹنگ وغیرہ میں مشغول ہیں اپنا وقت بے زبان گاؤں کی عورتوں کے تعلیم دینے اور ان کی مصیبتوں کو دور کرنے میں بڑے مفید طریقہ سے صرف کر سکتی ہیں۔ کیا اس بڑے ملک کی نصف آبادی کی جہالت۔ افلاس و بُرے رسم و رواج کو دور کرنا ملک کی ترقی کا باعث نہ ہوگا۔ میرا اعتقاد ہے کہ ہندوستان کی خواتین ان امور کی طرف توجہ کرکے ملک کی اصلی خدمت انجام دے سکتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ میرا تو ایمان ہے کہ ان بے زبان کروڑوں خلق اللہ کے مصائب کے رفع کرنے میں ہم لوگوں کو ثواب دارین بھی نصیب ہوگا۔

اگر میری بہنوں نے اس قسم کی تحریک نسواں کی طرف توجہ فرمائی تو میرا ارادہ ہے کہ میں مسلسل کئی مضامین مفصل لائحہ عمل کے متعلق "عصمت" میں تحریر کروں۔

بیگم طاہرہ داؤدی (صوبہ بہار)

صنعت و حرفت خانگی

کسی کا کتنا اچھا مقولہ ہے کہ صنعت و حرفت خانگی امرا کے لئے باعث دلبستگی ہے متوسط لوگوں کے لیئے باعث عزت اور غریبوں کے لیئے انکی پرورش کا ذریعہ ہے کوئی شخص بیکار رہنے کی حالت میں کبھی سچی مسرت حاصل نہیں کر سکتا جس وقت کوئی چھوٹے سے چھوٹا کام بھی ختم کیا جاتا ہے کتنی خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں جس نے کچھ کیا ہی نہ ہو وہ نہیں سمجھ سکتا ۔

جو وقت ہم کسی چیز کے بنانے میں صرف کرتے ہیں وہ ہماری زندگی کے بہترین لمحے ہوتے ہیں اور ہم ان سے بہت کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔ مشہور ہے کہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سلائی اور دستکاری کر کے اس کی اُجرت غریبوں کو خیرات کیا کرتی تھیں اسی وجہ سے آپ کا لقب ام المساکین (غریبوں کی ماں) ہو گیا تھا۔ یہی بات سابق خلیفہ ٹرکی سلطان عبد الحمید خاں کے بہنوں کے متعلق بھی سُنی گئی ہے اور یاد بخیر میری ایک منہ بولی بہن جو بڑے آسودہ گھر کی لڑکی اور ایک ڈپٹی مجسٹریٹ کی بیوی تھیں اپنی دستکاری کا یہی مصرف کرتی تھیں انہوں نے میلاد شریف کے لئے ایک رقم جمع کرنی شروع کی تھی اور اس خیال سے کہ یہ محفل مبارک میں اپنے ہاتھ کی محنت سے کروں گی اس قدر خوش تھیں کہ بیان میں نہیں آسکتا۔ اب خیال کیجئے کہ دستکاری سے کتنے فائدے ہوتے۔ ایک کارآمد چیز۔ دلی مسرت۔ عزت اور ثواب۔ اور اس میں لگا کیا وہی تھوڑا سا وقت جو ہم بیکار خیالی پلاؤ پکانے اور فضول باتیں بنانے میں ضایع کر دیتے ہیں۔ سُبحان اللہ کیا نفع کا سودا ہے ہم خرما و ہم ثواب والا مقولہ اس سے بڑھکر اور کہیں چسپاں نہ ہوگا۔ کیونکہ اس قسم کے کام کرتے وقت محنت اور تکلیف تو ذرا محسوس نہیں ہوتی ۔

صنعت و حرفت کا ایک بہت بڑا فایدہ یہ بھی ہے کہ اس سے جوش عمل اور استقلال پیدا ہوتا ہے جو کسی کام کی تکمیل کے لیئے ایک لازمی چیز ہے اور جس کے بغیر دُنیا کا کوئی کام انجام نہیں پا سکتا۔ صنعت و حرفت خانگی میں جہاں مصوری نقاشی اعلیٰ درجے کے زری اون اور ریشم کے کام ہیں

وہاں متوسط گھروں میں چکن کاڑھ۔ کامدانی۔ مردانے زنانے ہر قسم کے کپڑوں کی سلائی۔ جانمازیں۔ دستر خوان۔ زردوزی اور پوتھ کے ر اور خوبصورت پنکھے اور ٹوکریاں بنانا بھی شامل ہے۔ ان کاموں کو گھر ہی کر لینے سے خاص کفایت بھی ہو جاتی ہے اور گھر کی حیثیت اور سجاوٹ میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ مختلف قسم کی مٹھائیاں۔ پکوان۔ حلوے۔ مربے۔ چٹنی اچار بنانا بھی خانگی صنعت کی ایک بڑی ضروری اور دلچسپ شاخ ہے جن کی طبیعت کا رجحان اس طرف ہوتا ہے وہ عجیب وغریب ایجادیں کیا کرتے ہیں اور بعض دفعہ ایسی نادر چیزیں تیار کرتے ہیں جنہیں کھا کر طبیعت خوش ہو جاتی ہے مگر بڑے بڑے بصر بھی یہ نہیں بتا سکتے کہ یہ کیا ہے۔ رنگنا چھاپنا بھی گھریلو کاموں میں ایک مفید اور کارآمد ہنر ہے پڑیہ کے رنگ ارزاں ہونے کی وجہ سے اس کی بہت آسانی ہوگئی ہے کہ بغیر کسی دقت کے جیسا رنگ چاہیں منٹوں میں رنگ سکتے ہیں لیکن پختہ اور صوفیانے رنگوں کے لیے ذرا محنت اور استقلال کی ضرورت ہے۔ دو تین رنگ ملا کر نئے رنگ بنانا ایک رنگ کا کپڑا خراب ہو جائے تو اس میں کوئی دوسرا رنگ دیکر درست کرنا تھوڑے تجربے اور مشق سے آجاتا ہے مثلاً ماش اور سرخ رنگ ملا کر کتھئی۔ عنابی اور سیاہ ملا کر کاکریزی۔ بہت خوبصورت رنگے جاتے ہیں اور کپڑے کی حیثیت بالکل بدل جاتی ہے اس طرح جو کپڑا ایک سال کے استعمال کے بعد خراب ہو جاتا ہے وہ رنگ بدل کر اگلے جاڑوں میں پھر نئے کا سا کام دیتا ہے کچے رنگ آسانی کے خیال سے اکثر یوں رنگ لئے جاتے ہیں کہ پہلے رنگ جوش کر لیا پھر اس میں کپڑا رنگ لیا لیکن زیادہ پختہ اس طرح ہوتا ہے کہ پہلے ہم وزن نمک یا سوڈے کے ساتھ رنگ کو گھولیں پانی اتنا زیادہ ہو کہ کپڑا آسانی سے ڈبو کر ملا جا سکے پھر کپڑا رنگ کر اسے پکالیں اور برابر الٹ پلٹ کرتے جائیں ورنہ دھبے پڑنے اور کپڑے کے جلنے کا اندیشہ ہے جس وقت کپڑا رنگ جذب کرلے اور پانی دھوون کی طرح رہ جائے اتار لیں ٹھنڈا ہونے کے بعد اچھی طرح نچوڑ کر ایک پانی سے کھنگال ڈالیں یہ سوکھ کر بالکل پختہ ہوگا۔

اسی قسم کا ایک کام یہ بھی ہے کہ پرانے کپڑوں سے جاڑوں کے استعمال کے روئی دار کپڑے بنائے جائیں کیونکہ روئی دار کپڑے ایک برس پہن کر پھر دوسرے سال استعمال کرنے کے قابل نہیں رہتے ہاں اگر مضبوط ہو اور رنگ اچھا رہے تو یہ ہو سکتا ہے کہ روئی بدل کر کام میں لائے جائیں۔ لیکن محنت اس میں بھی قریب قریب نئے ہی کے ہو جاتی ہے۔ زنانی رضائیاں عموماً پرانے دوپٹوں کی بنائی جاتی ہیں جو بہت خوشنما اور آرام دہ ہوتی ہیں اسی طرح بچوں کے روئی دار

کوٹ۔ کنٹوپ۔ کریاں صدریاں بھی اچھے بنتے ہیں اور بچوں ہی کے لئے پُرانے کپڑے کا استعمال زیادہ مناسب بھی ہے کیونکہ انکے پاس کپڑے خراب بھی جلدی ہوتے ہیں اور چھوٹے بھی۔ اس لئے وہ ایسے ہی ہونے چاہئیں کہ آسانی سے انہیں علیحدہ کر دیا جائے ؞

اُونی سامان زیادہ قیمتی ہوتا ہے اور اس کے دُھلنے کی بھی مشکل رہتی ہے کتنی بھی احتیاط کی جائے دو چار دفعہ دُھلنے کے بعد ضرور خراب ہو جاتا ہے اس لئے وہ روزمرہ استعمال کرنا معمولی استطاعت والوں کا کام نہیں۔ جن کپڑے خوش نما رنگ وغیرہ ابرے اور جھاڑ کے کام میں لائے جاتے ہیں اور جو دبیز ہوں ان کے استر اور گوٹ لگا سکتے ہیں۔ جن خواتین کو اس میں دلچسپی ہوتی ہے وہ چھوٹے بچوں کے لئے بنیان اور موزے تک بڑے بنیان اور موزوں میں سے کاٹ کر بنا لیتی ہیں اور کئی کئی برس ان کے لباس پر روپیہ خرچ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہوتی ؞

ردی کاغذ بھی سلیقہ مند اور کفایت شعار بیویاں خوب کام میں لاتی ہیں اور ان سے چھوٹی بڑی ٹوکریاں۔ پٹاریاں۔ پیالے۔ طشتریاں خشک چیزیں رکھنے کے لایق بہت اچھے بنتے ہیں ترکیب یہ ہے کہ کاغذ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے پانی میں بھگو دیتے ہیں اور چار پانچ دن بعد جب وہ خوب نرم ہو جاتے ہیں تو انہیں کوٹ کر دھوئی ماش کی دال یا میتھی مہین پیس کر ملا لیتے ہیں اس وقت وہ گندھے ہوئے آٹے کی طرح لوچ دار ہو جاتا ہے اور جو کچھ جی چاہے آسانی سے بنا سکتے ہیں۔ رنگین کاغذوں کے گلدستے۔ پنکھیاں۔ دیوارگیریاں اور زنجیرے بنانا بھی تفریح کا اچھا مشغلہ ہے۔ بالکل ذرا سے خرچ میں گھر گلزار ہو جاتا ہے اور احتیاط کی جائے تو بہت دنوں تک اچھا رہتا ہے۔ کچھ مشکل کام بھی نہیں ذرا غور کرنے سے فوراً سمجھ میں آ جاتا ہے۔ ہاں صفائی ہر کام میں مشق سے آتی ہے ؞

غرض انسان کو کام کرنے کا شوق ہو تو اس قدر مُفید اور دلچسپ کام ہیں کہ شمار میں نہیں آ سکتے۔ یہ مختصر زندگی ہی اس کے لئے کافی نہیں کہ ہر کام کو مکمل طور پر سیکھ کر اس سے فایدہ اٹھایا جا سکے۔ اس لئے ہمیں ایک ایک لمحہ غنیمت سمجھنا اور اس کی قدر کرنی چاہیئے ؎

نوجوان بیچکر بھی جو فضل و ہنر ملے ❊ جس سے ملے جہاں سے ملے جس قدر ملے

یہ مضمون بھوپال کی ۱۹۲۷ء کی نمایش میں انعامی مقابلے میں شامل ہونے کے لئے لکھا تھا اور حضور سرکار عالیہ مرحومہ و مغفورہ نے اسے پسند فرما کر اس پر ۵۰ روپیہ کا اول انعام عطا فرمایا تھا ؞

و۔ ا

یادِ گذشتہ

اکثر رات کی پر سکون فضا میں جب کائنات پر موت کی سی خوفناک سیاہی چھا جاتی ہے اور انسان کی نظر سے عالم خواب میں ماضی یا حال یا مستقبل کے واقعات یکے بعد دیگرے گزرتے ہیں۔ قبل اس کے کہ نیند مجھے اپنی سنہری زنجیر میں باندھ لے میرا پُر شوق و مغموم حافظہ مجھے عہدِ گزشتہ کی شیریں یادوں میں محو کر دیتا ہے۔ بچپن کی معصوم مسکراہٹ۔ بچپن کے بے گناہ آنسو۔ اور وہ پُر محبت باتیں۔ آہ۔ اب خواب و خیال ہو گئیں۔ وہ آنکھیں جو اس وقت محبت و ہمدردی سے چمکا کرتی تھیں اُف کس طرح دھندلا کر آخر کار بے نور ہو گئیں۔

میرا وہ مسرور دل جو کبھی شگفتہ پھول کے مانند تھا جسے گلچیں کے بے درد ہاتھوں نے شاخ کے پہلوؤں سے جدا کر کے مسل ڈالا ہو اب کمھلا گیا ہے اور انکی یادوں سے بے قرار ہے۔

اکثر رات کے خاموش فضا میں جب سمندر میں جل پریاں محو رقص ہوتی ہیں اور انکے دلگداز نغموں کے سوا کائنات میں بلا کا سکون چھایا ہوتا ہے نیند کے خمار مجھ پر حملہ آور ہونے سے پیشتر میرا اداس حافظہ گزری ہوئی خوش آیند زندگی کے اوراق میرے سامنے بکھیر دیتا ہے۔ شب دیجور کی تاریکی میں جب آبشار کی پرشور صدا ہوا کی سرسراہٹ۔ درختوں کی باہم سرگوشیاں فضا میں ایک عجیب کیف پیدا کرتی ہیں۔ قبل اس کے کہ نیند کی حسین پری مجھے تھپک تھپک کر اپنے آغوش میں سُلا دے میرا الم ناک حافظہ میرے سامنے زمانہ گزشتہ کے خوشگوار واقعات دوہرایا کرتا ہے اور جب میں اُن دوستوں کو جو کہ زندگی کے مسرور لمحات ساتھ ساتھ گزارا کرتے تھے یاد کرتی ہوں۔ آہ۔ جنکو میں نے اپنی بدنصیب آنکھوں سے خزاں کے موسم کی پتیوں کی طرح مرجھاتے ہوئے دیکھا میں اپنے کو اس شخص کی طرح محسوس کرتی ہوں جو تنہا ضیافت کے کسی ویران ہال میں جس کی روشنی غائب ہو چکی ہے جس کے پھول کمھلا گئے ہوں بیٹھا ہو اور اس کے سوا سب مہمان رخصت ہو چکے ہوں۔ اکثر شب کی پچھلی تنہائیوں میں جب کوئل اپنی رسیلی آواز میں نغمہ بار ہوتی ہے اور پپیہا اپنی دلدوز آواز میں "پی کہاں" کی رٹ لگاتی ہے میرا غمناک حافظہ مجھ سے سرگوشیاں کرتا ہوتا ہے۔

تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را   گاہے گاہے باز خوان ایں قصۂ پارینہ را

عطیہ نصرت خانم

اِنتہائے تحقیقات

پہلا رُخ

یہ شاید محکمہ آثار قدیمہ مصر کی خوش قسمتی تھی کہ بہت طول وطویل خط وکتابت کے بعد گورنمنٹ مصر دنیا کے چند مشہور ترین اور قابل ترین ماہرین "مصریات" کی خدمات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ جرمن پروفیسر ریخینٹ مشہور ماہر مصریات تھے اور انکی امداد پر روح رواں عجائب خانہ سے مصر مسٹر ڈینچ مشہور ماہر مصریات اور پھر مسٹر لوٹو ایک انگریز ماہر مصریات۔ قصہ مختصر جہاں یہ تین ماہر مصریات یکجا جمع ہوکر مصری قبروں کو اکھیڑیں تو یہ ناممکن کہ "ممی" کی سات پشت تک نام معہ اعمال نامہ نہ پیش کرسکیں۔ آپ مصری کھنڈروں کا کتبہ کیسا ہی انکے سامنے پیش کردیجئے وہ فوراً بتادیں گے کہ اس میں کیا لکھا ہے اور پھر یہ بھی کہ کس سن میں اور کس دن اور کے بجکر کے منٹ پر لکھا گیا۔ ان تینوں حضرات کو مصری گورنمنٹ نے محض اسوجہ سے بلوایا تھا کہ سنٹرل عجائب خانہ کے پاس سینکڑوں پرانے کتبے اور برآمدہ شدہ اشیاء ایسی ہیں کہ جن کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ کیسی ہیں اور کب کی ہیں لہذا یہ حضرات اس لیئے آئے تھے کہ تمام چیزوں کا معائنہ کرکے اور جدید سائنٹفک اصول پر تحقیقات کرکے تمام کتبوں کو پڑھیں اور اس کے ترجمہ سے دُنیا کو حیرت میں ڈالیں اور نیز مختلف اشیا کے بارہ میں کچھ ارشاد فرمائیں تاکہ اس زمانہ قدیم کی معاشرت پر کچھ روشنی پڑسکے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان تینوں حضرات نے اس کام کرنے کے عوض ایک ہزار پونڈ ماہانہ فی کس معاوضہ ٹھہرایا تھا۔

آخرش کام شروع ہوگیا۔ ایک لمبی چوڑی فہرست تھی جس کی امداد سے عجیب غریب چیزوں کو اور پتھروں کے ٹکڑوں کو اٹھا اٹھاکر طرح طرح سے دیکھا گیا اور پندرہ بیس روز تک ان ماہرین نے صرف یہ کام کیا کہ ہر ایک چیز جو وہاں موجود تھی اسکو اٹھاکر دوسری جگہ کسی دوسری کروٹ سے رکھدیا۔ اس کے بعد پھر اصلی کام کا نمبر آیا۔ کتبے تیزی سے پڑھے جانے لگے اور انکی تاریخیں مقرر کی جانے لگیں۔ اشیاء برآمدشدہ کی ساخت پر روشنی ڈالکر انکے نام رکھے جانے لگے۔

انگلش پروفیسر ڈاکٹر لوٹو نے اپنے کتے کی گردن پر ہاتھ پھیرتے ہوئے ایک خاص چیز کے بارہ میں رائے دی۔

"یہ کتوں کو دودھ پلانے کا برتن ہے۔" یہ محض اتفاق کی بات تھی کہ انھیں کتوں سے بیحد شوق تھا۔

"تو کیا آپ کی تھیوری یہ ہے کہ کتوں کو بھی مصری لوگ پسند کرتے تھے۔" ڈاکٹر ریچینج نے کہا۔

"میرا تو قطعی یہ خیال ہے کہ باوجود کہ بلی کی پرستش ہوتی تھی اور بلی اور کتے سے سخت دشمنی ہے لیکن پھر بھی کچھ لوگ ضرور کتے پالتے ہونگے۔"

"اور وہ چھپ کر پالتے ہونگے!" فرانسیسی ماہر نے کہا۔

"یا پھر ذی اختیار لوگ ایسا کر سکتے ہونگے۔" جرمن پروفیسر بولے۔

"اجی صاحب" انگلش پروفیسر نے کہا۔ "بعض اور لوگ بھی پوشیدہ طور پر کتے رکھتے ہونگے۔ آپ اس برتن کو کتوں کا کونڈا ہی قرار دیجئے۔" چنانچہ باتفاق رائے یہ تجویز پاس ہوگئی۔

اسی مہینہ میں ڈاکٹر رڈ کی جدید تحقیقات یعنی "قدمائے مصر اور کتے" کا مضمون لندن کے ایک اخبار میں بڑے زور وشور کا نکلا جس میں بتایا گیا تھا کہ کس طرح تین پروفیسروں نے کتوں کا ایک راتب کھانے کا کونڈا پایا ہے جس کی تصویر بھی دی گئی تھی۔

اسی طرح دوسری چیز ہاتھ لگی۔ "یہ تو صابن دانی ہے۔" ڈاکٹر رڈ بولے۔

جرمن پروفیسر نے کہا "صابن! صابن دانی نہیں۔ بھلا صابن کیسے . . . . . ."

"اچھا پھر شمعدان لکھدیجئے۔" فرانسیسی پروفیسر نے تجویز کیا۔

اگر اُس زمانہ میں سگرٹ نوشی رائج ہوتی تو بلاشبہ سگرٹ کا راکھ دان تو یہ بہترین ہے۔" یہ جرمن پروفیسر نے کہا۔ تینوں پروفیسر اس عجیب شکل کے برتن کے کام کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ فرانسیسی ماہر نے کہا: "یہ عود دان ہے"

"عود دان! عود دان تو سینکڑوں ہر عجائب خانہ میں موجود ہیں۔ میری دانست میں تو اسے سنگار دان کا ایک خاص برتن قرار دیا جائے۔ کیوں ڈاکٹر رڈ صاحب آپکی کیا رائے ہے؟" جرمن ماہر نے کہا۔

ڈاکٹر رڈ اپنے کتے سے کھیل رہے تھے کچھ چونک سے پڑے اور بے سوچے سمجھے بول اُٹھے: "میرا بھی ایسا ہی خیال ہے مگر الائچی داں کیسا رہے گا؟"

الائچی داں ہی لکھدیجئے" جرمن پروفیسر نے لاپرواہی سے کہا: "یہی ٹھیک بھی معلوم ہوتا ہے۔" چنانچہ لکھدیا گیا۔ اسی طرح ہر چیز کی تحقیقات کرکے فوراً بتا دیا گیا کہ کیا چیز ہے اور پھر اٹکل پچو انکی تاریخیں بھی لکھدی گئیں کہ یہ کب بنے تھے۔ اس کے بعد پھر کتبوں کا نمبر آیا۔ سب سے پہلے تو جرمن پروفیسر ایک اینٹ لیکر جرمنی لے دوڑے کہ وہاں برلن کے عجائب خانہ میں ایک نہیں بلکہ کئی کتبے ہیں جن کی امداد سے

بغیر یہ نہیں پڑھا جاسکتا۔ اسی طرح بقیہ دو پروفیسران بھی دو تین چیزیں لے لیکر اپنے اپنے گھروں کو بھاگے۔ واقعہ بھی دراصل یہ نہی تھا کیونکہ موجودہ مشہور عجائب خانوں کے بیش قیمت تحائف اکثر ایسے ہیں جو بعض اوقات مصری معاملات پر روشنی ڈال سکتے ہیں۔ لیکن ایک اور واقعہ بھی تھا کیونکہ موسم گرمی کا بھی آگیا تھا اور پھر مصری گرمی سے گھر کی گرمی کہیں زیادہ بہتر ہے۔

جب سب لوٹ کر آئے تو ہر ایک کی دریافت اور تحقیقات کی دوسرے نے قدر کی۔ فرانسیسی نے جرمن اور انگریز ماہر کی تحقیقات کے بارہ میں ایک خاص بلیٹین شایع کیا اور اسی طرح انگریز اور جرمن ماہر نے کیا۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ان رسالوں نے ماہر مصریات کی آنکھیں کھول دیں۔

اسی دوران میں ایک امریکن ماہر مصریات بھی آنکلے اور انہوں نے ان میں سے ایک کتبہ کا فوٹو لیکر ایک علیحدہ بلیٹن شایع کر دیا اور دنیا کو مخاطب کرکے کہا کہ ڈاکٹر لوٹو نے جس کتبہ کو پڑھ کر دنیا کے سامنے پیش کیا اس پر کوئی کتبہ ہی درج نہیں بلکہ اس پر تو محض کنگی کے باعث کچھ نشانات ہیں اور بس۔ بدقسمتی سے ان پروفیسر صاحب کی خدمات کو مصری گورنمنٹ نے قبول نہیں کیا تھا۔

دوسرا رُخ

"یہ امر پایۂ تحقیق کو پہونچ چکا ہے۔" پروفیسر آچاریہ نے اپنے لیکچر کے دوران میں کہا کہ "ہمارے آباؤ اجداد یعنی قدیم ہندو مصر و عرب و شام و چین نہیں بلکہ یونان در و ماپر قابض تھے اور اسی ہندوستانی تہذیب کا دُنیا میں دَور دورہ تھا" (چیمز) ایک عرب سیاح خود کہتا ہے کہ دریائے نیل کا نام "نیل" دراصل ہندو نام ہے۔ باب المندب دنیا جانتی ہے کہ عربی مقام اور عربی نام ہے معنی یہ ہوئے کہ آنسوؤں کا دروازہ۔ وجہ اس کی یہ ہے اس آبنائے میں جہازرانی اس قدر کسی زمانہ میں دشوار تھی کہ وہاں جہاز اکثر ٹوٹ جاتے تھے۔ چونکہ پُرانے زمانہ کے ہندوؤں میں تصوف کا اثر زیادہ تھا اور وہ موت کو زیست سے کم نہیں سمجھتے تھے لہٰذا جب اُنکے جہازات وہاں شکست ہوتے تھے اور وہ مرجاتے تھے تو وہاں ہندو ملاحوں نے ایک ویران جزیرہ پہ بابا جی کا استھان بنا دیا تھا۔ ہوتے ہوتے وہ باب المندب ہوگیا اور مناسبت یوں پیدا ہوگئی کہ ملاحوں کے مرنے پر اُنکے عزیز آنسو بہاتے تھے۔ اسی طرح آپ دیکھ لیجئے کہ جزائر کے نام بھی آج تک ہندو ہیں۔ مثلاً سماٹرا۔ اصل میں یہ یاترا کا مقام تھا اور یہاں یاتری لوگ بہت جاتے تھے امتداد زمانہ سے سماٹرا ہوگیا۔ اور پھر یہ لفظ بھی دراصل ہندی ہے لہٰذا یہ قطعی امر ہے کہ

یاترا میں "سَم" ہی ہندوؤں ہی کے زمانہ میں لگ گیا۔ جیسے "شمیکتا" جو مہاراج پرتھی راج کی رانی تھیں اسی طرح سماترا ہوگیا۔ اسی طرح لفظ مد نیو اصل میں لفظ بَرن کا بگڑا ہوا ہے۔ ہندوؤں کے بعد جو اور قومیں وہاں آباد ہوئیں انہوں نے اسکو برنیو کہا۔ اسی طرح بالی۔ یہ بالی ہی صرف ایک جزیرہ رہ گیا ہے جہاں آج تک ہندو دھرم موجود ہے۔ یا ہندوستان میں ہندو رہ گئے ہیں اور یا اُن جزائر میں سے بالی کے جزیرہ میں۔ اسی طرح جزائر برموڈس بھی ہندوؤں کی نوآبادیات تھیں اور مہاراج برہم داس کی بسائی ہوئی تھیں آج اسکا نام برموڈس کر دیا گیا ہے۔

امریکہ کہ جسکو کولمبس نے دریافت کیا در اصل خود ہندوستان قدیم کی نوآبادی تھی۔ چنانچہ پروفیسر زیٹ نے ڈاکٹر عنب کی امداد سے یہ امر پایہ ثبوت کو اس طرح پہونچا دیا ہے کہ دریافت سے معلوم ہوا ہے کہ امریکہ کے جنگلوں اور پہاڑوں میں اب بھی اس قسم کی قومیں آباد ہیں جن کے الفاظ سنسکرت سے ملتے جلتے ہیں اور انکی عبادت گاہوں میں ہندو مندروں کے سنگاسن وغیرہ سے ملتی ہوئی چیزیں اب بھی موجود ہیں اور پھر پُرانے زمانہ کی امریکن دیسی زبان اور سنسکرت اور پراکرت کے الفاظ بہت ملتے جلتے ہیں۔ میں اس بارہ میں ایک تھیسس لکھکر خود برلن یونیورسٹی میں پیش کرنے والا ہو رہا ہوں۔"

تیسرا رُخ

تخم تاثیر صحبت کا اثر ان پروفیسر آچاریہ کے ساتھ ایک لدھیانہ کے رہنے والے سفید پوش مسلمان منشی ملازم بھی تھے پڑھے لکھے بھی تھے اور طاقتور بھی تھے۔ وضعدار ووفادار و نیک خو ایسے تھے کہ پروفیسر صاحب کے ساتھ ایسے ہوئے کہ پروفیسر اور ان کا یہ مضمون ہو گیا کہ تجھکو اور نہیں اور مجھکو ٹھور نہیں۔ کارآمد ملازم کو کوئی نہیں نکالتا تو مہربان آقا سے کوئی کیوں روگشتی کرے۔ قصہ مختصر صحبت کا اثر کا یہ حضرت بھی اسی قسم کی تحقیقات کی طرف مائل ہوگئے۔ پروفیسر صاحب کے منہ چڑھے نوکروں میں سے اور پھر انگریزی بھی پڑھ چکے تھے تحقیقات کی کنجی تو انکے ہاتھ آہی گئی تھی اور یہ خوب جانتے تھے کہ جہاں الفاظ کے "تلفظ" ملیں دراصل وہیں پھر تحقیقات کی ابتدا اور انتہا بھی ہے۔ چنانچہ غور کرنا شروع کیا کیونکہ انکو کچھ بھبکی سی معلوم ہو رہی تھی کہ پرانے زمانہ کے ہندو تو ایسے سورما نکلے کہ جہاں جہاں

مارا اور جگہ جگہ نوآبادیات قایم کیں اور ہم مسلمان کچھ نہیں۔ سُنتے آئے تھے کہ مسلمانوں نے بھی ساری دُنیا چھان ماری ہے اگر کوئی غور کرے تو عجب نہیں انکشافات کا ڈھیر لگ جائے۔ مینڈک کی دنیا کنواں اور ان خاں صاحب کے مسلمانوں کا منبع اور خزانہ لدھیانہ۔ انھوں نے جرات کو چائے پی کر حقہ پیتے میں اپنے دماغ پر زور ڈالا تو کام چل گیا۔ جزائر برموڈس اگر لاہور کے پنڈت پریم داس نے بسائے ہونگے تو شیخ چلی نے جن کے نام سے لدھیانہ کا ہر فرد و بشر آگاہ ہے ضرور اپنا جہاز آگے بڑھا کر امریکہ کے اُس صوبہ کو بسایا ہوگا جو آج تک اونکے نام سے "چلی" مشہور ہے اور امریکہ کی مشہور جمہوری سلطنت ہے۔ ٹھیک۔ بالکل ٹھیک۔ آگے چلئے۔ پیر بخش ایسا نام ہے کہ اس نام کے اگر آدمی تلاش کیے جائیں تو صرف لدھیانہ ہی میں دس بیس نہیں بلکہ سو ڈیڑھ سو نکل آئیں۔ یہ نام ظاہر ہے نیا نہیں لہذا پتہ چلتا ہے کہ مہاراج برہم داس کے ساتھ ساتھ علاوہ شیخ چلی کے پیر بخش پنجابی عرف پیرو بھی تھے۔ جو پنڈت جی مہاراج کو جزائر میں چھوڑتے ہوئے شیخ چلی کے ساتھ ساتھ گئے شیخ صاحب کو وہیں چھوڑ کر خود یہ آگے بڑھ گئے اور چل کر شمالی ساحل پر اُترے اور وہاں اپنے نام پر اُس حصہ ملک کو "پیرو" مشہور کیا چنانچہ آج تک مملکت "پیرو" اُسی نام سے مشہور چلی آتی ہے۔

اتنے میں پروفیسر چہل قدمی کرتے آنکلے اور ان سے پوچھا کہ کیا کر رہے ہو۔ انھوں نے فوراً اپنی تحقیقات پیش کرکے داد و تصدیق چاہی۔ پروفیسر صاحب نے اس جہالت پر برافروختہ ہو کر کہا۔ "یہ جہالت کی باتیں مت کرو" خانصاحب کا رشتہ پروفیسر صاحب سے ایسا نہ تھا کہ کچھ زیادہ حجت کرتے لہذا مجبور ہوگئے۔

نتیجہ

اس وقت تو خانصاحب خاموش ہوگئے تھے مگر حسن اتفاق کہ لاہور کے مشہور پرچہ "ہمایوں" کے جون کے پرچہ میں ایک مضمون اونکی نظر سے گذرا "**کولمبس سے پہلے امریکہ میں عربیت**" یہی کیا کم تھا آگرہ کا مشہور رسالہ پیمانہ بابتہ ماہ مئی ۱۹۳۱ء بھی یہ کہیں سے پاگئے جس میں پہلے مضمون کی سرخی "**کیا سری کرشن جی اسرائیلی**

لکھے" انکے لئے جاذب نگاہ تھی۔ مضمون شروع سے آخر تک پڑھا اور پھر ہمایوں کا کولمبس والا مضمون پڑھا۔ کئی بار دونوں کو پڑھا۔ پڑھکر ایک رائے قائم کی" خواہ نوکری رہے یا جائے آج پروفیسر صاحب سے کہلکر یا تیں کرونگا" یہ سوچکر پروفیسر صاحب کے پاس پہونچے۔ پروفیسر صاحب اپنی لائبریری میں بیٹھے کیا تھے بلکہ ادبی دیگر کتابوں رسالوں اور مسودوں کے انبار میں پوشیدہ تھے خانصاحب نے دونوں مضمون دکھائے۔ پروفیسر صاحب نے غور سے پڑھے اور پھر پڑھے بجائے بحث کرنے کے وہ خاموش سے ہو گئے۔ اٹھکر ٹہلنے لگے دیر تک سر کھجایا کئے۔ پھر میز پر آئے "اور یہ سب حماقت ہے" کہکر اپنا وہ تحقیقاتی مضمون جو وہ خود دوران یونیورسٹی لیکر جارہے تھے پھاڑ کر ردی کی ٹوکری میں ڈال دیا۔ خانصاحب کی طرف دیکھکر کہا" یہ رسالے تمہارے ہیں؟" انہوں نے کہا" جی نہیں" پروفیسر صاحب بولے" اگر تمہارے ہوں تو ان میں سے وہ دونوں مضمون بھی پھاڑ ڈالو" خانصاحب نے کہا "کیوں"؟ پروفیسر صاحب بولے" یہ مرض ٹھیک نہیں ہے" واللہ اعلم

مرزا عظیم بیگ چغتائی۔ بی۔ اے ایل ایل۔ بی (علیگ)

ڈاکخانہ کا نیا قاعدہ

گذشتہ چند سال سے محکمۂ ڈاکخانہ نے نئے نئے قاعدے نکال کر اخبارات و رسائل کے لئے مشکلات بہت بڑھا دی ہیں۔ چنانچہ اب یہ نئی اطلاع آئی ہے کہ رسالہ کے لفافہ پر پتہ سے اوپر جو خریداری نمبر ۲۲ سال سے درج ہوتا تھا اب قطعی نہ لکھا جائے ۔

خریداری نمبر اتنی ضروری چیز ہے کہ اگر تبدیلیٔ پتہ اور رسالہ نہ ملنے کی شکایت کے خط یا منی آرڈر کوپن پر درج نہ کیا جائے تو کئی کئی روز تک بلکہ بعض حالات میں ہفتوں تعمیل نہیں ہوسکتی کیونکہ ہزاروں ناموں میں سے ایک نام رجسٹر میں ڈھونڈھنے کے لئے دفتر کے کلرکوں کے پاس وقت نہیں ہے۔ ایک ایک نام کے درجنوں خریدار ہیں کئی مقامات میں ایک ہی نام کے ایک سے زیادہ کئی خریدار ہیں ان حالات میں صرف خریداری نمبر ہی ایسی چیز ہے کہ اگر تبدیلی پتہ یا اور کسی امر کے لیے خط پر درج ہو تو فوراً تعمیل ہو جاتی ہے ۔

چونکہ ڈاکخانہ کے نئے قاعدہ کی رو سے اب ہم رسالہ کے لفافہ پر خریداری نمبر نہیں لکھ سکتے اسلئے جن جن بہنوں کو اپنا خریداری نمبر یاد نہ ہو یا انھوں نے نوٹ بک میں نہ لکھ لیا ہو وہ براہ کرم فوراً خط لکھ کے ہم سے معلوم کریں اور جب کبھی ہمیں خط بھیجیں یہ نمبر خریداری لکھدیں اور یقین کریں کہ **بغیر خریداری نمبر کا حوالہ دئے انکے خط کی تعمیل نہیں ہوسکتی**۔ یہ بھی یاد رکھئے کہ پرچہ نہ ملنے کی اطلاع ۱۵ تاریخ تک آجانی چاہئے اور جواب طلب امور کے لئے ٹکٹ یا جوابی کارڈ بھیجئے ۔

منیجر

معیارِ زندگی

اے دوست! ہرروز۔ جبکہ نسیم سحر اٹکھیلیاں کرتی ہوئی پیام صبح دیتی ہے جس کی آہٹ سے ذرہ ذرہ انگڑائی لیکر بیدار ہوجاتا ہے! عین اسی وقت ننھی ننھی حسین چڑیاں نازک ٹہنیوں پر" معبود حقیقی" کی یاد وستایش میں نغمہ ریزیاں کرتی۔ جس سے ایک ارتعاش پیدا ہوتا ہے تو بعینہ یہ معلوم ہوتا کہ کوئی معتوب فرشتہ۔ دردناک سروں میں ندامت کا گیت الاپ رہا ہے غرضکہ ہر چیز میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی ہے اور ہر ہستی" اپنے فرائض" کی ادائیگی میں مست ہوتی ہے! لیکن تو۔ آہ تو اس بہترین وقت سے بے خبر سب فرایض سے لاپرواہ۔ اپنی نازک بھری پشمینہ کے نیچے خواب ناز میں مدہوش ہوتا ہے۔ تو کیا اے دوست اسی کا نام" معیار زندگی" ہے جب پیک سحر منادی میں مشغول ہوتا ہے۔ خوبصورت چنچل، نازک چڑیاں! ہلکے قہقہوں سے خوشبو ریزیاں کرتی ہیں۔ اور حسین" قمر" افسردہ مسکراہٹ کے ساتھ آہستہ آہستہ رخصت ہوتا ہے تو۔ تو اس بہترین فضا سے اکتاکر اپنے کمزور۔ کندھوں پر بیش قیمت۔ بنفشئی رنگ کی حسین شال ڈال کر۔ سب افرائض سے" بے حس" جنگل کا راستہ لیتا ہے جہاں کی ادائیں تجھے بہت بھلی معلوم ہوتی ہیں یعنی۔ یعنی" وحشی ہرنوں" کی مست آنکھیں۔ آنکھیں۔ خوبصورت پرندوں کا مسکرا مسکرا کر شرارت کرنا اور نازک لہروں سے۔ حسین دریا کا طویل خاموشی کے بعد شوخی سے چھیڑ چھاڑ کرنا۔ بس اے دوست یہی تیرے عزیز تریں۔ دلپسند مشغلے ہیں۔ جن میں تو محو۔ اور باتوں سے قطعی لاپرواہ ہوگیا ہے تو کیا میرے دوست بہترین ذی حیات کا" معیار زندگی" صرف یہی ہونا چاہیئے۔ نہیں اے دوست نہیں انسان کی عظیم الشان ہستیوں کے رافع مقاصد نہیں۔ اے دوست" خدمت قومی" ہی ہماری زندگی کا عظیم مقصدِ حیات ہے اور جس کی تکمیل کی کوشش میں شب وروز منہمک رہتا ہے" معیار زندگی" ہے اور اے میرے پیارے دوست عبادت الٰہی کی ادائیگی اور اس کی ستایش میں مدہوش انسان کو" بزرگ ترہستی" بنادیتی ہے۔ اے میرے دوست ان اہم فرائض کی ادائیگی ہمارا" معیار زندگی" ہے۔

ادریس بیگم از شاہ جہان پور

میرے تجربے

سب سے بڑی کامیابی انسان کی ترقی کی یہی ہے کہ وہ ہمیشہ اپنے آپ کو خوش رکھنے کی کوشش کرے جو آدمی خوش رہتا ہے وہ دنیا میں کچھ نہ کچھ ضرور کرسکتا ہے۔ رنجیدہ اور غمگین آدمی کچھ کر ہی نہیں سکتا بلکہ اس کے وجود سے دوسروں کو تکلیف رہتی ہے اگر ایک آدمی رنجیدہ رہا تو اسکا اثر تمام گھر پر ضرور پڑتا ہے۔

اپنے کاموں کا خود خیال رکھو دوسروں کے بھروسے پر مت چھوڑو۔

اپنا راز کسی سے مت کہو کیونکہ ممکن ہے کہ چند روز بعد تمہارے اس سے اچھے تعلقات نہ رہیں اور تمہارا راز وہ فاش کردے۔

نیک چلنی کو ہر چیز پر ترجیح دینی چاہیئے۔

دل کی پوری توجہ اور ثابت قدمی سے ہر کام مکمل ہو جاتا ہے۔

کسی کی برائی وغیبت مت کرو حسد و رشک مت کرو اگر کسی کی برائی سنو تو کبھی اعتبار نہ کرو جب تک کہ تم خود اس کی برائی اپنی آنکھ سے نہ دیکھو۔ لوگ نیک آدمیوں کو برا کہتے ہیں دیکھو کیسے کیسے بڑے بڑے پیغمبروں کو برا کہا ہے۔ سرسید احمد خاں مرحوم کو کیا کیا نہ کہا مولوی چراغ علی صاحب اعظم یار جنگ مرحوم کو طرح طرح سے بدنام کیا۔ ایسی بہت سی مثالیں ہیں اس سے ظاہر ہوا اچھے لوگوں کو بدنام کیا جاتا ہے تاکہ وہ ہمت ہار کر کچھ کام قومی نہ کریں چونکہ وہ خود نیک ہوتے ہیں اس لیئے وہ کسی کے برا کہنے اور گالی دینے کی پروا نہیں کرتے اپنا کام کیئے جاتے ہیں۔

ڈایری روزانہ لکھا کرو ڈایری لکھنے سے بہت سے فایدے ہیں تمہاری زندگی کے حالات تمہارے بعد تمہاری اولاد کو اور تمہارے ورثہ کو معلوم ہونگے۔

یتیم اور اسیر بھائی بہن یا کوئی رشتہ دار مرد ہو یا عورت اسکو تعلیم و تربیت دو ہر طرح اس کی مدد کرو لیکن اس کی شادی تم نہ کرنا جب تک کہ وہ خود سن بلوغ کو نہ پہنچ جائے اور اس سے کہدینا کہ اگر تم فلاں کو پسند کرتے ہو تو شادی کردی جائے ورنہ تم جس کو پسند کرو شادی کرلو۔

ہمت بلند رکھنی چاہیئے ہر ایک کام ہمت کے ساتھ کیا جائے ہمت بلند ہے تو کوئی کام مشکل ہی نہیں معلوم ہوتا ہر کام آسانی کے ساتھ ہو جاتا ہے۔

صغرا ہمایوں مرزا

بچّہ کی واپسی

ٹیگور کا دلچسپ افسانہ

رائے چرن جب اپنے آقا کے ہاں نوکر ہوا تو صرف بارہ سال کا تھا چونکہ وہ اُسی قوم سے تھا جو اُس کے صاحب کی تھی۔ اس لئے وہ خاص طور پر اپنے صاحب کے چھوٹے سے بچے کی خبرگیری پر مامور کیا گیا۔ رفتہ رفتہ بچہ بڑا ہو کر اسکول جانے لگا۔ اور اسکول سے کالج۔ کالج کی تعلیم سے فراغت پانے کے بعد محکمۂ عدالت میں داخل ہو گیا۔ یہاں تک کہ لڑکے کی شادی کے وقت تک رائے چرن اُس کا خاص نوکر تھا۔

مگر جب ایک نئی مالکہ بیاہ کے گھر آئی تو رائے چرن کو معلوم ہونے لگا کہ اب وہ ایک صاحب کے عوض دو کا خادم ہے۔ اِسکا سارا اگلا اثر نئی مالکہ کی طرف منتقل ہو گیا۔ مگر بہت جلد اسکا عوض ایک نوزائیدہ بچے کے ہونے سے مل گیا۔ یعنے انکل کے ہاں ایک بچہ ہو گیا۔ اور رائے چرن کو بہت جلد اپنے مخصوص صنعتوں اور توجہات کی وجہ سے نئے بچہ پر پورا اثر و اقتدار حاصل ہو گیا۔ یعنی وہی اپنی پرانی خدمات۔ وہ بچے کو اپنے کندھے پر اٹھاتا۔ اور بچوں کی مہمل زبان میں باتیں کرتا۔ اپنا چہرہ بچے کے منہ کے پاس لیجاتا اور ہنس کر نکال لیتا۔

رفتہ رفتہ بچہ نے چلنا شروع کیا۔ گھر سے باہر نکل جاتا۔ جب رائے چرن اسے پکڑنے جاتا تو بچہ شرارت کی ہنسی سے چیخنے لگتا۔ اور اُس سے بچ کر نکل بھاگنے کی کوشش کرتا۔ اپنا پیچھا چھڑانے کی کوشش بہت پھرتی سے کرتا جسے دیکھ کر رائے چرن دنگ ہو کر رہ جاتا۔ اور نہایت خوف و حیرت سے اپنی مالکہ کی طرف دیکھ کر کہنے لگتا "بیگم آپ کا لڑکا ایک دن جج بنے گا"!

پھر ایک زمانہ آیا۔ اور رائے چرن کی زندگی میں ایک اور دلچسپ انقلاب ہوا۔ یعنے بچہ چھوٹی چھوٹی باتیں کرنے لگا۔ جب بچہ باپ کو بابا اور ماں کو اماں۔ رائے چرن کو 'چھنا' کہتا تو رائے چرن کی خوشی کی انتہا نہ رہتی۔ وہ اپنی اِس خوشی میں ساری دُنیا کو شریک کر لینا چاہتا تھا۔ کچھ زمانے کے بعد رائے چرن کو اپنی چالاکی دوسرے طریقوں میں بھی استعمال کرنی پڑی۔ یعنے اسے گھوڑا بننا ہوتا تھا

وہ اپنے منہ میں لگام ڈالے چوپائے کے مانند چلتا تھا۔ اُسے اپنے چھوٹے مدمقابل سے کشتی بھی کرنی ہوتی۔ تھوڑے وقت کی کش مکش کے بعد وہ ہار مان کر چت پڑ جاتا۔ جس سے اُسکا چھوٹا صاحب بیحد خوش ہوکر اُس کی چھاتی پر چڑھ بیٹھتا۔

اسی اثنا میں انکل دوسرے ڈسٹرکٹ کو تبدیل ہوگیا۔ جو دریائے پدما کے ساحل پر واقع تھا۔ اثنائے راہ میں کلکتہ سے ہوتے ہوئے اس نے اپنے بچے کے لئے ایک چھوٹی سی گاڑی خریدی اور زرد ساٹن کی شیروانی اور سنہری لیس لگی ہوئی ٹوپی مزانی نیز ہاتھوں اور پاؤں کے لئے سنہرے کڑے بھی۔ رائے چرن کو یہ آرایشی اشیاء بیحد پسند آئیں اور جب کبھی وہ بچے کو باہر لیجاتا تو ضرور یہ تمام اشیا پہناتا اور بڑے فخر و خوشی سے لیجاتا۔

برسات کا موسم آیا۔ اور دن رات موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پیاسا دریا بھوکے سانپ کے مانند پاؤں کے چھوٹے راستوں۔ قریوں اور اناج کے کھیتوں کو اپنے بے پناہ طوفان کی لوٹوں سے ڈھانپ رہا تھا۔ بے گھاس اور سوال درخت بالو کے کناروں پر پڑے ہوئے نظر آتے تھے۔ ذرا ذرا وقت کے وقفے میں دریا کے ساحل کے کنارے ترق ترق کر گرتے اور پاش پاش ہوکر بہ جاتے تھے۔ اور انکی مہیب آوازیں فضا میں گونج کر رہ جاتیں۔ دریا کی روانی کا شور دُور دُور تک سُنائی دیتا تھا۔

ایک دوپہر برسات ٹھہر گئی۔ حالانکہ وہ دن ابر آلود تھا۔ مگر نہایت ٹھنڈا و چمکیلا نشاط آگین تھا۔ بھلا ایسی اچھی سہ پہر میں رائے چرن کا چھوٹا سرکار گھر کے اندر رہنا کیسے پسند کرتا۔ الغرض چھوٹے سرکار گاڑی میں چڑھ گئے۔ اور رائے چرن گاڑی دھکیلنے لگا۔ چلتے چلتے وہ ساحل کے کنارے کے دھانوں کے کھیتوں تک پہنچ گئے۔ اس وقت نہ اُن کھیتوں میں کوئی تھا۔ اور نہ دریا کے لوٹوں ہی میں کوئی کشتی ہی تھی۔ دریا کی دوسری جانب بادل منڈلا رہے تھے۔ اور ان میں شگاف بھی پڑ رہے تھے جو بہت دلکش نظارہ تھا۔ اس پر سورج اپنی ساری دلکشیوں کے ساتھ غروب ہو رہا تھا۔ یکایک ان خاموش لمحوں میں بچہ ایک طرف انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے چلا اُٹھا "چنا پنی فوراً"

انکے بالکل قریب چکنی مٹی کے ایک ٹیلے پر ایک بڑا سا کدمبا کا درخت تھا۔ اُدھر دا بچہ اُس درخت کی طرف حریص نظروں سے دیکھتے ہوئے چلا رہا تھا۔ رائے چرن بچے کے دلی مطلب کو پاگیا۔ کیونکہ اس نے چند دن پہلے اس درخت کے پھولوں سے اپنے چھوٹے صاحب کے لئے ایک گاڑی تیار کی تھی۔ جسے پاکر بچہ اتنا خوش ہوا تھا کہ تمام دن اُس پھولوں والی گاڑی کو ڈوری سے

باندھکر کھینچنے ہی میں گزار دیا۔ جس سے رائے چرن کو گھوڑا بننے کی زحمت نہ برداشت کرنی پڑی۔ نیز اُسے گھوڑا بننے کے عوض سائیں کے منصب کی ترقی بھی ہوئی۔ مگر رائے چرن اُس شام کیچڑ میں جانا پسند نہ کرتا تھا۔ اس لیئے وہ نہایت ہی عجلت سے دوسری طرف اشارہ کرکے کہنے لگا "بچہ وہ دیکھو۔ وہ دیکھو چڑیا" یہ کہتے کہتے وہ عجیب و غریب آوازیں بناتے ہوئے گاڑی دھکیل کر پھولوں کے درخت سے دُور چلا گیا۔

مگر ایک بچہ وہ بھی جج بننے والا۔ اتنی آسانی سے کہیں مان سکتا تھا۔ اس کے علاوہ اس اثنا میں کوئی ایسی چیز نہ نظر آئی جو بچے کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کرسکتی۔ اور وہ بھی ایک فرضی چڑیا۔

چھوٹے سرکار کو ضد سی آگئی۔ اور رائے چرن کی ساری تدبیریں بیکار ہو گئیں۔ "بہت اچھا بچے میں جاکر پھول لاؤنگا۔ تم گاڑی میں خاموش بیٹھے رہو۔ یاد رکھو پانی کے پاس نہ جانا" کہتے ہوئے اس نے پاؤں سے پاجامہ اُونچا کر لیا۔ اور کیچڑ کے ٹیلے پر چڑھکر درخت کی طرف جانے لگا۔

اسی لمحے میں جبکہ رائے چرن چلا گیا تھا۔ چھوٹے سرکار کا خیال پانی کی طرف منتقل ہو گیا تھا۔ بچہ پانی کی آوازوں کو دیکھ اور سُنکر نہایت خوش ہوا۔ اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا۔ گویا ہزار ہا بچے کسی بہت بڑے رائے چرن کی فرمانبرداری سے شرارتاً نافرمانی کرتے ہوئے دوڑ رہے ہیں۔ پانی کی آواز سے انسانی بچے کا دل بھی بیقرار ہو گیا۔ وہ نہایت آہستگی سے نیچے اُترا اور دریا کی طرف گیا۔ چلتے چلتے ایک چھوٹی سی چھڑی اُٹھالی۔ ساحل کے کنارے جاکر جھک گیا۔ جس طرح مچھلیاں پکڑنے کے لیئے جھکنے کی ضرورت ہوتی ہے دریا کی شریر پریاں اپنی مسحور کُن آواز سے اُسے اپنے کھیل گھر میں داخل ہونے کے لیئے مدعو کر رہی تھیں۔

رائے چرن ایک مٹھی بھر پھول توڑ کر کپڑے میں باندھ کر واپس ہوا۔ وہ خوشی و شادمانی سے مسکرا رہا تھا۔ مگر آہ جب وہ وہاں پہونچا تو گاڑی بالکل خالی تھی۔ چاروں طرف دیکھا مگر افسوس وہاں کوئی نہ تھا۔ دوبارہ گاڑی دیکھی مگر وہاں کیا رکھا تھا۔

چشم زدن میں اُسکا خون منجمد ہو گیا۔ اور اُس کے آنکھوں میں دُنیا ہنڈولے کے مانند ناچتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔ اور آنکھیں اندھیری ہو رہی تھیں۔ پھر بھی ہمت کرکے اس نے آوازیں "صاحب صاحب چھوٹے صاحب" مگر افسوس کوئی جواب نہ ملا اور نہ کسی بچے کی شرارت آمیز ہنسی کی آواز آئی نہ چیخ کی، صرف دریا معمول کے مطابق چیخیں مارتے ہوئے بہ رہا تھا۔ اسے اتنی فرصت نہ تھی کہ وہ ایک انسانی

بچے کی موت کا خیال کر سکے۔

جیسے جیسے شام ہوتی گئی۔ رائے چرن کی مالکہ کی فکر بڑھتی گئی۔ تلاش کے لیے اس نے آدمیوں کو لالٹین دیکر روانہ کیا۔ متلاشی آدمی آخر دریائے پدما کے کنارے آئے جہاں انہوں نے رائے چرن کو وحشی جانور کے مانند نیچے اوپر دوڑتا ہوا دیکھا۔ وہ مثل طوفان چیخ رہا تھا۔ صاحب صاحب چھوٹے صاحب! جب متلاشی آدمی رائے چرن کو گھر لے گئے تو وہ اپنی مالکہ کے قدموں پر گر پڑا۔ وہ اُس سے سوالات کرتے رہے۔ اور مکرر سہ کرر کرتے رہے۔ کہ "تو نے بچے کو کہاں چھوڑا ہے"؟ مگر وہ اس کے سوا کچھ نہ کہتا "مجھے کچھ نہیں معلوم"

حالانکہ ہر ایک کی یہی رائے تھی کہ دریائے پدما بچہ کو نگل گیا۔ مگر ابھی ہر دل میں ایک ذرا سا شک تھا۔ کیونکہ خانہ بدوشوں کا ایک قافلہ اُسی دوپہر کو قریوں میں پھر رہا تھا۔ جن پر گمان ہو رہا تھا۔

ماں تو مارے رنج و غم کے اتنی دیوانی ہو رہی تھی کہ اُسے رائے چرن پر ہی گمان ہو رہا تھا۔ آخر وہ ممتا کی ماری تنگ آکر نہایت عاجزانہ التماس کرنے لگی "رائے چرن میرا بچہ مجھے واپس دے۔ میرا بچہ واپس دے۔ مجھ سے جتنا روپیہ چاہے لے لے۔ مگر خدا میرا بچہ واپس دے"!

جواب میں رائے چرن پیشانی پیٹ لیتا۔ مالکہ اور غصہ ہوئی اور اُسے گھر کے باہر دھکیل دینے کا حکم دیدیا"

انوکل اپنی بیوی کا شبہ دُور کرنے کی بہت کوشش کرتا "کیا دُنیا میں ایسا گناہ ہو سکتا ہے"! بیوی جواب دیتی "کون جانتا ہے؟ میرا بچہ تو سنہری زیورات پہنے ہوئے تھا" اس کے اس سوال کا جواب دینا ہر ایک کے لیے ناممکن تھا۔

(۲)

رائے چرن وہاں سے رخصت ہو کر سیدھا اپنے وطن گیا۔ اس کی کوئی اولاد تھی۔ اور نہ ہونے کی اُمید ہی تھی۔ مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ابھی ایک سال کا عرصہ بھی نہ گزرنے پایا تھا کہ اس کے ہاں بچہ ہوا، اور اس کی بیوی رحلت کر گئی۔

نومولود بچے کو دیکھتے ہی پہلے پہل رائے چرن کے دل میں ایک غرق کر دینے والی خفگی پیدا ہو گئی۔ اور دل ہی دل میں گمان ہونے لگا۔ کہ شاید میرے صاحب کے گم شدہ بچے کی روح اس بچے کے قالب میں آئی ہو گی۔ نیز اُسے اپنے مالک اور اس کے بچے کے واقعے کا خیال کرتے ہوئے اپنے بچے کے ساتھ خوش و خرم رہنا بڑا گناہ معلوم دیتا تھا۔ اگر اس کی بیوہ بہن نومولود بچے کی نگرانی کے لئے گھر میں موجود نہ ہوتی

یقیناً بچہ بہت دنوں زندہ نہ رہ سکتا۔

مگر رفتہ رفتہ رائے چرن کا خیال بدل گیا۔ کیونکہ تعجب انگیز بات یہ ہوئی کہ اس نئے بچے نے اب چلنا شروع کیا تھا۔ جس کی چال واداسب رائے چرن کے چھوٹے صاحب سے ملتی جلتی تھیں۔ بالکل اُسی طرح چالاکی سے بچ کر دوڑنے کی کوشش کرتا۔ اُس کی آواز، اُس کی ہنسی، اُس کے آنسو غرض اُس کی ہرادا اُس کے کھوئے ہوئے چھوٹے صاحب سے مشابہت رکھتی تھی۔ اکثر اوقات رائے چرن اس کی رونے کی آواز سنتا تو اسکا دل زور زور سے دھڑکنے لگتا اتنے زور سے گویا پسلیوں سے نکل جائے گا۔ اور اُسے ایسا محسوس ہوتا کہ گویا اُسکا چھوٹا صاحب اپنے چنا کو کھو بیکر کسی نا معلوم دُنیا میں بیٹھا رو رہا ہے۔

فیلنا نے (اس نو مولود بچے کا نام جو رائے چرن کی ہمشیرہ نے رکھا تھا) بہت جلد باتیں کرنی شروع کیں۔ بالکل اُس گم شدہ بچے کے مانند اُسی لب و لہجہ سے بابا اماں کہنا شروع کیا۔ جب رائے چرن کو یہ مانوس الفاظ سنائی دیئے تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ وہ خیال کرنے لگتا شاید میرے چھوٹے صاحب کو میری جدائی پسند نہ آئی۔ اس لیے میرے ہاں جنم لیا ہوگا۔

اس کے خیالات کی تصدیق کے لیئے وہ اپنے دل ہی دل میں یہ تین ثبوت پیش کرتا۔

نیا بچہ چھوٹے صاحب کے کھوئے جانے کے بعد جلد پیدا ہو گیا تھا۔

دوسرے۔ اس کی بیوی جس کے ہاں ساری عمر اولاد نہ ہوئی تھی۔ اِس واقعے کے بعد وہ بھی ادھیڑ عمر میں اس کے ہاں بچہ کا ہونا۔

تیسرے۔ اس بچے کے چلنے پھرنے اور بولنے کا طریق بالکل اُسی بچے سے ملتا تھا۔ یہ تینوں باتیں ایسی تھیں۔ جن سے رائے چرن کو اس بات کا یقین ہوتا تھا کہ بیشک یہ آیندہ جج ہی ہے۔

ان خیالات کے ساتھ ہی یکایک اُسے مالکہ کا یہ کہنا یاد آجاتا۔ اور وہ کانپ کر رہجاتا۔ وہ اپنے آپ کہنے لگتا۔ آہ بچے کی ماں کا خیال کتنا صحیح تھا۔ وہ جانتی تھی کہ میں نے ہی اُس کا بچہ چرایا ہے۔

آخر اس نے اپنے دل میں اپنی گذشتہ بے پرواہیوں کا بدلہ لینے کا پُورا تصفیہ کر لیا اور دل وجان سے بچے کا دلسوز مخصوص نگراں بن گیا۔ اور وہ اُس کی پرورش ایک متمول آدمی کے بچے کے مانند کرنے لگا۔ اسنے بچے کے لیئے ایک گاڑی لی۔ زردساٹن کا کوٹ اور زریں ٹوپی سلوائی۔ اور اپنی مرحومہ بیوی کے زیور گلا کر پاؤں اور ہاتھوں کے لیئے کڑے بھی۔ وہ رات دِن بچے کو اپنی پُوری نگرانی میں رکھتا۔ اور قریہ کے دیگر بچوں کے ساتھ بالکل نہ کھیلنے دیتا جب بچپن کا زمانہ گزر کر بچے نے لڑکپن میں قدم رکھا تو اس کے عادات اطوار نہایت شستہ تھے۔ قریہ کے لڑکے اُسے بطور طعنہ حضور کہہ کہہ کر خطاب کیا کرتے تھے۔ اور دوسرے آدمی بھی بچہ کے مقابل میں

باپ کی شکستہ حالی سے دل ہی دل میں ہنستے،

آخر لڑکے کو اسکول داخل کرانے کا وقت آیا۔ رائے چرن اپنی چھوٹی سی زمین فروخت کرکے لڑکے کو لیکر کلکتہ روانہ ہوگیا۔ جہاں پہنچکر وہ مشغول نوکر ہوگیا۔ اور بچے کو اسکول میں داخل کرا دیا۔ اس سے جہاں تک ممکن تھا بچے کے لیے اعلیٰ تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ عمدہ لباس اور غذا کا انتظام کر دیا۔ مگر اپنے تئیں صرف ایک مٹھی چاول پر قناعت کرتا۔ اور دل میں کہتا "آہ میرے چھوٹے صاحب پیارے چھوٹے صاحب تم مجھے اتنا چاہتے ہو۔ کہ دوبارہ میرے ناچیز گھر میں جنم لیا۔ اب تم میری طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہ پاؤ گے"

اسی طرح بارہ سال کا عرصہ گزر گیا۔ اب بچہ اچھی طرح لکھ اور پڑھ سکتا تھا، وہ نہایت خوبصورت تندرست اور ہونہار نظر آتا تھا۔ وہ بچہ اپنی نمود و نمایش پر پوری طرح توجہ دیا کرتا تھا۔ بالوں کو سنوار کر رکھتا۔ اور نہایت فراخدلی سے اپنی ضروریات رفع کیا کرتا تھا۔ اس نے رائے چرن کو کبھی باپ سمجھا ہی نہیں۔ کیونکہ اسکا برتاؤ اپنے لڑکے کے ساتھ بالکل نوکر کا سا تھا۔ حالانکہ دل میں محبت پدری جوش زن رہتی تھی۔ رائے چرن کی سب سے بڑی خطا یہی تھی کہ اس نے ایک بچے سے اور ہر ایک سے یہ بات پوشیدہ رکھی تھی کہ وہ خود اسکا باپ ہے۔

ہاسٹل کے لڑکے جس میں فلینا بورڈر تھا، رائے چرن کی تربیہ کی اخلاق و عادات کو دیکھ دیکھ کر تماشا کرتے۔ رائے چرن کے پیٹھ پھیرتے ہی فلینا بھی اُسکی ہنسی اُڑانے لگتا، مگر تمام لڑکے اس نیک بوڑھے مرد سے محبت کرتے تھے۔ خصوصاً فلینا کو اس سے بعد اُنس تھا مگر جیسا کہ آگے لکھا جا چکا ہے۔ ایک خاص قسم سے چاہتا تھا بیٹے کے مانند نہیں۔

جوں جوں رائے چرن بوڑھا ہوتا گیا۔ اِسکا نیا آقا اس سے ناراض رہنے لگا۔ کیونکہ اُس سے آگے جیسی محنت اب نہ ہو سکتی تھی۔ اس نے اپنے لڑکے کی خاطر اپنی صحت کا ناس کر لیا تھا۔ جسمانی کمزوری کے ساتھ ساتھ اسکا دماغ بھی بیکار ہونے لگا۔ وہ باتیں بھول جاتا۔ اور کام کاج چھوڑ کر ایک بیوقوف کے مانند بیٹھا رہتا۔ مگر اُسکا آقا اُس سے ویسا ہی کام لینا چاہتا تھا۔ جیسے کہ ایک تندرست جوان آدمی سے۔ اس کے علاوہ وہ روپے جو رائے چرن زمین فروخت کرکے اپنے ہمراہ لایا تھا۔ بالکل ختم ہو گئے تھے۔ اور لڑکے کے لباس وغیرہ کی ضروریات روز بروز بڑھ رہی تھیں۔ جس سے وہ ہر روز ناراضی سے اصرار کیا کرتا تھا۔

(۴)

آخرکار رائے چرن نے اپنے دل میں پکا ارادہ کرکے ملازمت سے استعفا دیدیا۔ نیز فلینا کو بھی چند روپے دیکے چھوڑ کر جانے سے پہلے فلینا سے وعدہ کیا کہ مجھے اپنے وطن میں بعض نہایت ضروری کام ہیں۔ انکو بہت جلد

انجام دے کر واپس آجاؤنگا۔ لڑکے سے یہ وعدہ کرکے وہ وطن کے عوض بار است آگیا۔ جہاں انوکل مجسٹریٹ تھا۔ انوکل کی بیوی ابھی تک گذشتہ حادثہ کی وجہ سے نہایت رنجیدہ رہتی تھی۔ کیونکہ اس کے ہاں کوئی دوسرا بچہ نہ ہوا تھا۔

ایک دن شام کے وقت انوکل تمام دن کی سخت دماغی محنت کے بعد آرام کرسی پر بیٹھا آرام لے رہا تھا۔ اور اُسکی بیوی کسی نیم حکیم سے نہایت گراں معاوضہ پر کوئی بوٹی خرید رہی تھی۔ جس کے متعلق اُسے یقین تھا کہ اس کے استعمال سے اُس کے ہاں بچہ ہوگا۔ یکایک مکان کے احاطے میں ایک آواز آئی جسے سُنکر انوکل کو خوشی ہوئی وہ اُٹھا اور دیکھنے کے لیے کرکر ن سے باہر گیا۔ وہاں اُس کے سامنے رائے چرن کھڑا ہوا نظر آیا۔ جب اُسنے اپنے بوڑھے نوکر کو دیکھا تو انوکل کا دل صاف ہوگیا۔ اور وہ اُس سے بہت سے سوالات کرتے ہوئے دریافت کرنے لگا "کیا تم دوبارہ اپنی پُرانی ملازمت پر آسکتے ہو؟" جس کے جواب میں رائے چرن مسکرا کر کہنے لگا "نہیں صاحب میں صرف اپنی مالکہ کو سلام کرنے کی غرض سے آیا ہوں"۔ انوکل رائے چرن کو ساتھ لیکر گھر کے اندر گیا مگر مالکہ اس کے ساتھ اتنی گرم جوشی سے نہ پیش آئی۔ جیسا کہ اِسکا مالک پیش آیا تھا۔ رائے چرن نے مالکہ کی اِس سرد مہری کی کچھ پروا نہ کی۔ مگر اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا "دریائے پدما نہیں تھا جس نے آپ کا بچہ چرایا۔ بلکہ وہ میں ہی تھا"

"اوخدا!" کہتے ہوئے، انوکل متحیر ہوگیا۔ اور دریافت کرنے لگا۔ کیا؟ اب وہ کہاں ہے؟ رائے چرن نے جواب دیا "وہ اب میرے ساتھ ہے۔ میں اُسے پرسوں یہاں لے آؤنگا"

آج اتوار ہے۔ اس لیئے مجسٹریٹ کورٹ کی آج تعطیل ہے۔ صبح سویرے ہی سے میاں اور بیوی دونوں چشم براہ منتظر بیٹھے ہوئے ہیں۔ اور رائے چرن کی آمد کا انتظار ہو رہا ہے۔

ٹھیک دس بجے وہ آیا فلینا کا ہاتھ پکڑے ہوئے۔ انوکل کی بیوی نے بغیر کچھ خیال کیے یا بغیر سوچے سمجھے لڑکے کو اپنی گودی میں لیلیا۔ کیونکہ وہ مدت سے دبے ہوئے جوش سے دیوانی ہو رہی تھی۔ وہ اُسے پکڑے ہوئے ہنس رہی تھی رو رہی تھی۔ اُس کے بالوں کو اور پیشانی کو جوش میں چوم رہی تھی۔ اور لڑکے کے چہرے پر نہایت جوش و خوشی سے نگاہیں جمائے ہوئے تھی۔ ایسے معلوم ہوتا تھا جیسے وہ نہایت حرص سے دیکھ رہی ہے۔ لڑکا نہایت خوبصورت تھا۔ اور مُہذب دولتمند آدمی کے بچے کی طرح معلوم ہوتا تھا۔ انوکل کا دل بھی اِس یکایک خوشی سے لبریز ہوکر رہ گیا تھا۔ پھر بھی چونکہ وہ ایک مجسٹریٹ تھا۔ رائے چرن سے دریافت کرنے لگا۔ "کیا تم کوئی ثبوت رکھتے ہو کہ یہی لڑکا میرا بچہ ہے"؟

رائے چرن نے جواب دیا "ثبوت؟ ایسی حرکت کا کہیں ثبوت ہو سکتا ہے؟ خدا کے اور میرے سوا کوئی تیسرا نہیں جانتا کہ میں نے آپ کا بچہ چُرایا تھا"

جب انوکل نے دیکھا کہ اس کی بیوی نہایت جوش سے لڑکے کو پیار کر رہی ہے تو اُسے ثبوت وغیرہ لاحاصل

معلوم ہوا۔ اس کے علاوہ یہ ماننا بھی قرینِ قیاس معلوم ہو رہا تھا کہ رائے چرن جیسا بوڑھا ایسا بچہ کیسے پا سکتا ہے۔ اب بھی اُس کے خیال میں آتا کیا؟ ایک وفادار نوکر ایسی دغا کر سکتا ہے؟ اور اسکو اس سے حاصل کیا ہو سکتا تھا۔

انوکل کو اسوقت تک علم نہ تھا کہ اُسکا پُرانا نوکر کیوں اپنی پُرانی نوکری چھوڑ کر یکایک چلا گیا۔ اسلئے اس نے کہا "رائے چرن تمہیں یہاں بہت وقت تک نہ رہنا چاہیئے" رائے چرن نے جواب دیا "میں کہاں جاؤں صاحب" نہایت عاجزی و صدمے سے ہاتھ جوڑ کر پھر اسنے کہا "صاحب میں بوڑھا ہوں۔ ایک بوڑھے کو کون اپنے ہاں نوکر رکھ لیگا" مالکہ کہنے لگی "اُسے رہنے بھی دیجئے۔ اس سے میرے بچے کا دل بہلتا رہیگا۔ میں اسکی خطا معاف کرتی ہوں" مگر انوکل کا مجسٹریٹی دماغ اس پر رضامند نہ ہوا۔ اور وہ کہنے لگا "نہیں! اسکی خطا ایسی نہیں کہ معاف کر دی جائے" رائے چرن جھک گیا اور انوکل کے قدم چوم کر کہنے لگا صاحب! "مجھے پڑا رہنے دیجئے۔ وہ میں نہیں تھا جسنے ایسا کیا۔ بلکہ خدا تھا"

جب رائے چرن نے یہ الزام خدا پر لگانے کی کوشش کی تو انوکل کے ضمیر کو بہت صدمہ ہوا اسنے جواب دیا "نہیں میں یہ معاف نہیں کر سکتا۔ میں تم پر آئندہ بھروسا نہیں کر سکتا۔ تم نے دغا کی ہے"۔

رائے چرن اُٹھا اور پھر کہنے لگا "صاحب وہ میں نہیں تھا جسنے ایسا کیا" انوکل نے دریافت کیا "پھر وہ کون تھا" رائے چرن نے جواب دیا "وہ میری قسمت تھی"

یہ جواب ایسا نہ تھا جو ایک تعلیم یافتہ کار آزمودہ مجسٹریٹ کیلئے اطمینان کا باعث ہوتا۔ لہٰذا انوکل ویسا ہی بے اثر رہا۔

جب فلینا نے دیکھا کہ وہ ایک دولتمند مجسٹریٹ کا لڑکا ہے رائے چرن کا نہیں تو اسے غصہ آگیا۔ کیونکہ اُسے اتنے طویل عرصے تک دغا میں رکھا گیا تھا۔ مگر جب رائے چرن کو بیحد پریشان دیکھا تو نہایت فیاضی سے اپنے باپ سے کہنے لگا "ابا جان اسے معاف کر دیجئے۔ اگر آپ اسکو اپنے ہمراہ نہ رکھنا چاہتے ہوں تو جانے دیجئے۔ کچھ ماہوار پنشن مقرر کر دیجئے"

ان الفاظ کے سُننے سے رائے چرن کی زبان بند ہوگئی۔ اور اس نے آخری دفعہ اپنے بچے کے چہرے کو دیکھا۔ اور اپنے پُرانے آقا و بیگم کو تسلیم کرتے ہوئے نکل گیا۔ اور راستے میں آدمیوں کی بھیڑ میں مل گیا۔ اور غائب ہو گیا۔

مہینے کے آخر میں انوکل نے تھوڑے روپے اُس کے قریئے کے پتہ پر روانہ کیئے۔ مگر وہ روپے واپس آگئے۔ کیونکہ عرصے سے اُس قریہ میں رائے چرن نامی کوئی آدمی نہ تھا۔ اور نہ پایا گیا +

(انگریزی سے ترجمہ)

فاطمہ بیگم (بنگلور)

مُسکراہٹ

بچہ جب ہنستا، کھیلتا ہے۔ تو دیکھ کر سب کا دل خوش ہوتا ہے۔ ننھی کلی کے مسکرانے سے پھول بن جاتا ہے۔ تو بہ نسبت اپنی پہلی صورت کے زیادہ حسین و دلکش معلوم ہونے لگتا ہے۔ جس طرح شگفتہ پھولوں کو دیکھنے سے طبیعت خود بخود بشاش ہو جاتی ہے۔ اسی طرح کسی خندہ رو بشر کا کھلا ہوا چہرہ پیارا معلوم ہوگا۔

یہ ضروری امر ہے۔ کہ جب تک کوئی قوم اپنے اندر صحت و مسرت نہ رکھتی ہوگی۔ وہ زندہ رہکر ترقی کی شارع عام پر کیسے چل سکے گی۔ جبکہ ترقی کا مدار ہی صحت و مسرت پر موقوف ہو۔ انسان کی زندگی ناپائدار اور بہت تھوڑی ہے۔ نامعلوم کس وقت ختم ہو جائے۔ اس قلیل عرصہ کو خواہ رنج و غم کو اپنا شعار بنا کر کھٹن کریں۔ خواہ اپنی عادت کو ایسا بنالیں۔ کہ باوجود یاس و ناامیدی کے ہر طرح بشاش نظر آئیں۔

خندہ پیشانی، خندہ چشمی، خندہ دہن، خندہ دلی، اور خندہ روی یہ مختلف ایسے جزو ہیں، بغیر جنکے صحت قایم نہیں رہ سکتی۔ حکما کی رائے کے مطابق ہنسی سے اکثر بیماریاں رفع ہو جاتی ہیں۔ بشاشت بہت سے مرضوں کا سستا علاج ہے۔ فراخی تنگی سے اور راحت مصیبت سے تبدیل ہو جاتے۔ لیکن یہ معصوم ہنسی نہایت صبر و تحمل سے ہمارے ساتھ نباہ کرے گی۔ بیمار اپنی اذیت کو اور ملول اپنی رنجش کو بھول جائے گا۔ اُداس و تاریک ساعتوں کو اکثر خوشی سے مبدل کر دے گی۔

مناظر قدرت میں ہر لحہ خوشی و انبساط کے نئے۔ نئے سامان پیدا ہوتے رہتے ہیں، دریا کی روانی، موجوں کی کشش، شفق کا پھیلنا، کوہسار و بیاباں کے دلفریب منظر، ننھے پرند کی دل لبھالینے والی حرکات، کبھی کالی گھٹا کو دیکھکر طبیعت بشاش ہونے لگتی ہے۔ شام کے اندھیرے میں سطح آسمان پر ستارے مسکرا دیتے ہیں۔ تو ان معصوم نگاہوں میں۔ رسیلہ پن رقص کرنے لگتا ہے۔ مسکرانے سے نہ صرف اپنی طبیعت شاد و بشاش رہتی ہے۔ بلکہ دوسروں کے خوش رکھنے کا یہ ایک مفید و عجیب اور آسان طریقہ ہے۔ یورپین لوگ اکثر بات کرتے وقت۔ خرید و فروخت میں موزوں طور پر مسکرا دینگے۔ سفر میں جب کسی سے واسطہ پڑے تو خفیف سی مسکراہٹ سے۔ گویا استقبال کرینگے گھر پر آپس میں دوستوں، بچوں، ملازموں سے بشاش نظر آئیں گے۔ سچ ہے۔ ع

زندگی زندہ دلی کا نام ہے مُردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

ایس بی طاہرہ

میری صحت کس طرح قائم رہ سکتی ہے

یہ ہم جانتے ہیں کہ جسم اور دماغ کا ٹھیک کام کرنا صحت اور تندرستی کہلاتا ہے صحت سے ہی زندگی خوشگوار معلوم ہوتی ہے بہت سی آفتیں انسان کے ساتھ لگی ہوئی ہیں جن سے صحت میں خلل پڑتا ہے لیکن اُن میں سے اکثر ایسی ہیں جن سے بچنا انسان کے اختیار میں ہے بشرطیکہ انسان اپنی عقل و تمیز کو کام میں کام میں لائے قدرتی قاعدوں کو سمجھے اور اونپر عمل کرے خدا نے انسان کے لئے بہت سی چیزیں عطا کی ہیں اور اونھیں کے وسیلے سے صحت قایم رہتی ہے جہاں ان میں خلل آیا اور صحت خراب ہوئی ہمکو لازم ہے کہ احتیاط کریں ان دس چیزوں کا خاص خیال رکھیں جو حسب ذیل ہیں۔

غسل۔ ہوا۔ پانی۔ غذا۔ روشنی۔ لباس۔ ورزش۔ موسم۔ زمین۔ مکان۔

غسل۔ یعنی جسم کی صفائی۔ ہم کو معلوم ہے کہ اگر انجن کا دھواں کش بندکر دیا جائے اور بھاپ نہ نکلے تو انجن پھٹ جائے گا۔ ایسے ہی انسان کا جسم مثل انجن کے اور مسامات اس کے دھواں کش ہیں کیونکہ بدن کی کسافت انھیں کی راہ سے نکلتی ہے دیکھو مسامات کیسے باریک اور چھوٹے ہوتے ہیں جنکو ہم بغیر خوردبین کے نہیں دیکھ سکتے انکا کھلا رہنا ضروری ہے اور یہ بات نہانے دھونے سے حاصل ہوتی ہے اس سے وہ کھل جاتے ہیں اور انکی صفائی ہوجاتی ہے اگر منہ صاف نہ رہے تو امراض پیدا ہو جانے کا اندیشہ ہے دانتوں اور مسوڑوں کا صاف رکھنا ہی صحت کے لئے بہت ضروری کام ہے کیونکہ انکے میلے رہنے سے امراض پیدا ہوتے ہیں اور منہ سے بدبو سی آنے لگتی ہے اس لیے انکی صفائی کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے ناخنوں کا صاف رکھنا بھی زیادہ ضروری ہے اور یہ اسی وقت صاف رہ سکتے ہیں کہ جب ذرا بڑھیں فوراً تراش دیے جائیں خصوصاً ہاتھ کے ناخنوں کی صفائی کا بہت ہی خیال رکھنا چاہیئے کیونکہ جو میل ناخنوں کے اندر جم جاتا ہے اس میں زہریلا پن پیدا ہوجاتا ہے اور یہ زہر کھانا کھاتے وقت غذا میں شامل ہوجاتا ہے اس قسم کے زہر اگرچہ فوراً اثر نہیں کرتے لیکن رفتہ رفتہ انکا اثر ظاہر ہونے لگتا ہے اسی طرح آنکھ، ناک، کان وغیرہ کو جہاں میں پیدا ہوتا ہے اور جم جاتا ہے صاف رکھنا چاہئے۔ صفائی تندرستی کی مددگار ہے، صفائی دماغی کام میں بھی مدد دیتی ہے اور طبیعت کو شگفتہ رکھتی ہے۔

ہوا۔ اس ظاہری صفائی کے علاوہ تندرستی کے لئے صاف ہوا بھی ضروری چیز ہے اور اس پر

انسان کی زندگی کا دارومدار ہے تازی صاف ہوا سے تازگی اور قوت حاصل ہوتی ہے اور سانس کی آمد و رفت خون کو صاف کرنے میں مدد دیتی ہے اور خراب ہوا اس میں زہر پیدا کرتی ہے جس قدر صاف اور تازہ ہوا ہمکو ملے گی اسیقدر جسم میں تازگی اور قوت پیدا ہوگی ہوا سب سے زیادہ ضروری چیز ہے دم بھر نہ ملے تو دم ہوا ہو جاتے اسی لیے قدرت نے اسکو ایسا بنایا ہے کہ ہمکو بے تردد ہر جگہ اور ہر وقت مل سکتی ہے یہ قدرتی قاعدہ ہے کہ آدمی اور جانوروں کی سانس لینے سے اور ہر طرح کی عفونت کے پھیلنے سے ہوا خراب ہو جاتی ہے اس خرابی کا علاج بھی رکھدیا ہے اور جب تازہ ہوا کے جھونکے چلتے ہیں تو خراب ہوا کو اڑا لے جاتے ہیں اس طرح اسکا نقص دور ہو جاتا ہے ہوا کے چلنے اور بدلنے کے راستہ کو ہرگز بند نہ کرنا چاہیئے درختوں سے بھی ہوا صاف ہوتی ہے لیکن رات کو درختوں کے پاس سونا نہایت مضر ہے ہوا صاف رکھنے کا سب سے اچھا طریقہ یہی ہے کہ گھر کو صاف رکھا جائے۔

پانی۔ ہوا کے بعد پانی کی زیادہ احتیاط کرنی لازم ہے اسی سے نباتات اور حیوانات کی حیات ہے خالص پانی تمام روے زمین پر ایک سا ہے مگر زمین کی چیزیں مل جانے سے پانی کا ذائقہ اور تاثیر بدل جاتی ہے کہیں کا پانی ہاضم اور بہترین ہوتا ہے کہیں کا خراب اور بدمزہ ہوتا ہے بڑے دریاؤں کا پانی چھوٹی ندی اور تالاب سے اچھا ہوتا ہے پانی ہر جگہ کا اچھا اور صاف ہوتا ہے لیکن انسان ہی اسکو خراب کر رہے ہیں مثلاً کپڑے دھونے جانوروں کو نہلانے بعض جگہ مردوں کو اور غلاظت ڈالنے میں اس طرح سے دریا کا پانی بھی خراب ہو جاتا ہے پھر اسکو پینے میں اور بیماری پیدا ہو جاتی ہے اس لیئے انسان کو لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو دریاؤں کو ان خرابیوں سے محفوظ رکھے تالابوں کا پانی اگر احتیاط نہ کی جائے تو بہت جلد خراب ہو جاتا ہے کیونکہ رکا ہوا ہوتا ہے اور خراب پانی پینے سے صحت میں خلل آتا ہے اس لیئے ہمیشہ صاف پانی پینا چاہیئے، سب سے اچھا اور صاف پانی مینہ کا ہوتا ہے لیکن اسکا ملنا مشکل ہے اس لیئے ہم کو چاہیئے کہ پانی اوٹنا لیا کریں تو بہت مناسب ہے کچھ تکلیف تو ضرور محسوس ہوتی ہے لیکن پانی صاف ہو جاتا ہے پھر اسکے پینے سے کوئی خرابی پیدا نہیں ہو سکتی۔

غذا۔ غذا کی سادگی انسان کی زندگی ہے لیکن غذا ایسی ہونا چاہیئے جو بالکل سادہ ہو کیونکہ وہ تندرستی کے لیے مفید ہوتی ہے مرغن غذائیں جیسے بریانی زردہ وغیرہ جن میں زیادہ گھی وچربی وغیرہ ہو نقصان پہنچاتی ہیں جو چیزیں ہم کھاتے ہیں انکی خاصیتیں جدا جدا ہوتی ہیں بعض تو بدن کی پرورش کرتی ہیں اور طاقت بڑھاتی ہیں جیسے گیہوں چنا۔ دودھ بعض چیز صرف گرمی قایم رکھتی ہیں جیسے روغن شکر انسان کو چاہیئے کہ ہر قسم

ان چیزیں استعمال کرے جن سے ہر طرح کا فائدہ حاصل ہو میوے اور ہری ترکاریاں بھی اکثر کھانا چاہیئے اگر بدن کو یہ چیزیں نہ ملیں تو خون فاسد ہو جاتا ہے بعض چیزوں کی کثرت بھی مضر ہے مثلاً گھی شکر چاول سے چربی بڑھتی ہے چربی کے افزایش سے موٹاپن زیادہ اور طاقت کم ہو جاتی ہے جو غذائیں حرارت کو بڑھاتی ہیں جیسے گھی گوشت اور مقویات اور انکا کھانا بھی زیادہ تر سرد ملک اور موسم سرما میں مناسب ہے گرم ملک اور موسم گرما میں غلہ ترکاری اور پھل زیادہ تر موافق آتے ہیں مصالحہ کی بھرمار سے بھی معدہ بگڑ جاتا ہے مصالحہ صرف اتنا ہونا چاہیئے کہ جس سے کھانے کے ذائقہ اور تاثیر کی اصلاح ہو جائے کھانا اس وقت کھاؤ جب کہ پہلا کھانا ہضم ہو جائے رات کا کھانا ایسی دیر کرکے نہ کھاؤ کہ کھاتے ہی جاؤ کچا اور سڑا بسا کھانا نہایت مضر ہے۔

روشنی۔ ہوا کے علاوہ ہمیں روشنی کی بھی ضرورت ہے مثلاً اگر کسی پودے کو اندھیرے مکان میں رکھا جائے تو وہ زرد ہو جاتا ہے تم نے ہجریوں کو دیکھا ہوگا جو ساون میں ہندو عورتیں لیکر نکلتی ہیں ان کو اندھیرے میں رکھا جاتا ہے حالانکہ تم نے کھیتوں میں گیہوں دیکھے ہونگے کیسے سبز ہوتے ہیں لیکن اندھیرے کی وجہ سے ہجریوں کی رنگت زرد ہو جاتی ہے ایسے ہی انسان، اگر انسان کسی اندھیری جگہ میں رکھا جائے تو ضرور بیمار ہو کر مر جائے گا جب ہمکو صحت کے لیئے روشنی کی ضرورت معلوم ہوگئی تو ایسے مکانات میں رہنا چاہیئے جس میں سورج کی روشنی کافی آتی ہو۔

لباس۔ گرمی سردی کی شدت سے بدن کو محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ اس کی اندرونی حرارت اعتدال کے ساتھ قایم رہے تمام جسم میں سر اور سینہ زیادہ حفاظت قابل بدن کی حفاظت کے لیئے انسان کو لباس کی ضرورت ہے سردی کھانے سے ہم بہت جلد بیمار ہو جاتے ہیں بڑھاپے میں اصلی حرارت کم ہو جاتی ہے اس لیئے جوانوں کی نسبت بوڑھوں کو لباس کی زیادہ حاجت ہے تر لباس پہننا ہمیشہ مضر ہے مثلاً کثیف اور بدبودار لباس بھی صحت میں خلل ڈالتا ہے موٹے جھوٹے کم قیمت کا مضایقہ نہیں مگر صاف اور ستھرا ضرور ہو لباس کی مقدار وضع حیا ادب کے برخلاف ہرگز نہ ہونا چاہیئے بغیر آستین کے کپڑے پہننا آجکل کے فیشن میں داخل ہے جس سے نہ بدن کی حفاظت ہوتی ہے اور نہ پردہ محض فضول اور حماقت ہے آستین نہ لگانے سے کفایت ضرور ہے لیکن حد درجہ کی بیحیائی ہے اس لیئے ہمکو لازم ہے لباس اچھا اور مناسب پہنے مثل مشہور ہے۔ پہنے جگ بھاتا۔ کھائے من بھاتا۔ لیکن ہم ہندو اور مسلمان اس کے خلاف کرتے ہیں اور انگریزی فیشن کی پیروی کرتے ہیں جو کہ سراسر حماقت ہے۔

ورزش۔ انسان وحیوان سب کے لیئے مفید ہے یہ اعضا کی قوت اور جسم کی صحت کو قایم وبرقرار رکھتی ہے جب اعضا بیکار رہتے ہیں تو انکی قوت روز بروز زائل ہونے لگتی ہے اسی طرح ایک قسم کی محنت کرتے کرتے انسان گھبرا جاتا ہے طبیعت سُست اور کند ہو جاتی ہے مگر ورزش کرنے سے اعضا کی قوت بحال رہتی ہے اور بجھی ہوئی طبیعت میں تازگی آجاتی ہے تازہ اور صاف ہوا میں ورزش کرنے سے ہاضمے کی قوت بڑھتی ہے۔ ہاضمے کی درستی سے تمام جسم چست اور قوی رہتا ہے جن لوگوں کو جسمانی مشقت یا ورزش کی عادت نہیں اونکو اکثر بھوک کم لگتی ہے اسی لیئے وہ ضعیف اور ناتواں رہتے ہیں جو لوگ نفیس غذائیں کھاتے ہیں مگر جسمانی ریاضت نہیں کرتے وہ اِن لوگوں سے کمزور ہوتے ہیں جو سادہ غذا کھاتے ہیں مگر ایسی مشقت کرتے ہیں جن میں تمام اعضاء پر زور پڑتا ہے کاشتکار اور مزدور اسی سبب سے زیادہ مضبوط اور طاقتور ہوتے ہیں کہ وہ اپنے پیشے میں مصروف رہتے ہیں غرض تندرستی کی ایک دوا ورزش ہے

یہ نسخہ کم خرچ بالا نشین ——— دوا کوئی ورزش سے بہتر نہیں

موسم۔ مناسب درجہ کی گرمی سردی صحت کے لیئے مضر نہیں ہوتی زیادہ گرم و سرد یا زیادہ خشک یا تر موسم بھی تندرستی میں فتور ڈالتا ہے۔

زمین۔ بلند اور ڈھالو بہت اچھی ہوتی ہے اور مکان بنانے کے لیے اچھی ہے تالاب اور دلدل کے قریب کی جگہ میں تری رہتی ہے اور تری نمی سے ہوا خراب ہو جاتی ہے جس زمین کے نیچے گندگی دبی ہوئی ہو وہاں رہنا یا مکان بنانا ہرگز نہ چاہیئے کیونکہ زمین کے سوراخوں میں ہوا گھس جاتی ہے اس کے ساتھ کثافت باہر آتی ہے اور اس جگہ کی تمام ہوا کو بگاڑ دیتی ہے۔

مکان۔ مکان کے بنانے کی سب سے بڑی غرض یہ ہے کہ دھوپ بارش سردی کی نوعیت سے پناہ ملے مگر اس کے ساتھ روشنی اور حرارت کے اعتدال کا اور ہوا کی تبدیلی کا لحاظ رکھنا بھی ضروری ہے اس مقصد کے واسطے دریچے روشندان مناسب طور سے رکھانا چاہیئے تنگ اور تاریک مکان میں جہاں ہوا کا گذر نہ رہے انسان وہاں تندرست نہیں رہ سکتا مکان کو ہمیشہ صاف رکھنا چاہیئے گندے اور میلے مکان میں کبھی تندرستی نہیں رہ سکتی ایسے مکان میں ہمیشہ بیماری رہتی ہے انسان کو چاہیئے مکان کی صفائی کا زیادہ خیال رکھے۔ اگر ہم مندرجہ بالا چیزوں کا کافی خیال رکھیں تو اُمید کی جاسکتی ہے کہ ہم ہمیشہ تندرست رہ سکتے ہیں ؂

بنت بلدیو پرشاد صاحب بھوپال

جمّن نے ٹٹّو خریدا

عرصہ سے میاں جمّن کے گھر ایک نئے گھوڑے کی خریداری کا مسئلہ زیر غور تھا۔ کھانے کے بعد جمّن اور جمّن بھو راتوں کو پہروں تک مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر غور کیا کرتے تھے لیکن فیصلہ ابھی نہیں ہوا تھا۔ روپیہ کا سوال سب سے اہم تھا کیونکہ موجودہ گھوڑی ضعیفی کی وجہ سے کام سے مجبور تھی اور سواری کے پیسوں پر زندگی کا دارومدار تھا لیکن اسکا مستقبل بھی اُمید افزا تھا کیونکہ گھروالی کی آنکھ کی شکایتیں شروع ہوگئی تھیں۔

خدا بھی بڑا رازق ہے۔ گھوڑی کا خریدار مل گیا اور سات روپیوں پر معاملہ طے ہوگیا۔ جمّن نے ایک ٹٹو بھی پسند کر لیا لیکن اس کی قیمت پندرہ تھی اور یہاں آٹھ روپیوں کی کمی پڑتی تھی۔ دو چاندی کے کڑے اور چند پتیلیوں کے فروخت سے اسکا بھی بندوبست ہوگیا۔

جمّن بقاتی کے یہاں ٹٹو کی خریداری کے لئے پہنچے۔ حقے کے چند کش لگانے کے بعد بقاتی نے ٹٹو دکھاتے ہوئے کہا "یہی جانور ہے۔ تم تو پرانے آدمی ہو لیکن اناڑی کی سنبھال میں مشکل سے آتا ہے۔ تمہاری وجہ سے میں اسکو الگ کرتا ہوں۔ دوسرے کو نہ دیتا اور پھر سستے داموں"۔

جمن پرانے یکہ بانوں میں سے تھے اور انکو اپنے کمال پر ناز تھا۔ مسکراتے ہوئے انھوں نے کہا۔ "ارے میاں میں نے تو بازیاں جیتی ہیں"

ٹٹو کا سر سے پیر تک جائزہ لیا گیا۔ ٹٹو نے جمن کو سونگھا اور برئے جنسیت جو مدت العمر گھوڑوں کے ساتھ رہنے سے ان میں پیدا ہوگئی تھی پاکر انکے ہاتھ چاٹنے لگا۔

اُس کی عمر کیا ہوگی؟ "یہ ابھی تو بچہ ہے دودھ کے دانت ہیں" معاملہ طے ہوگیا اور ٹٹو میاں جمّن کی ملکیت میں آگیا۔ بقاتی نے روپیہ لیتے ہوئے کہا "تمہارے سوا کسی دوسرے کو نہیں دیتا"

جمن ٹٹو کو لیکر گھر چلے اور پہنچانے کے خیال سے بقاتی بھی ساتھ ہولیے کیونکہ انہیں جمّن کے کمال میں شک تھا اور خوف تھا کہ ٹٹو انھیں راستہ میں پریشان نہ کرے۔

اندھیرا ہو چلا تھا اور بقاتی کو سوجھتا کم تھا الغرض جمن کو ٹٹو اور بقاتی دونوں کو لیجانا پڑا۔ مگر انھیں تمباکو کے

خرچ کی فکر پریشان کر رہی تھی کیونکہ بقاتی بغیر تباکر پہ اُٹھنے والے نہ تھے۔

دوسرے روز صبح کو جمن نے ٹٹو جوتا اور امتحان کے خیال سے اُسے نزدیک کے گاؤں کی طرف لے چلے۔ وہاں انھیں سلائی کے پیسوں کا تقاضہ بھی کرنا تھا۔

ٹٹو نہایت شان سے گردن اٹھا کر چلا لیکن آہستہ آہستہ کیونکہ یہ دونوں باتیں ایک جگہ ذرا مشکل سے ملتی ہیں۔ تھوڑے ہی دُور پر ایک کھیت میں ٹٹو یکہ سمیت اُتر گیا اور مارنے پر بیٹھ گیا اور لگا لوٹنے۔ بمشکل اٹھا اور اتنے زور سے بھاگا کہ جمن کا چابک وہیں رہ گیا۔ آفت یہ ہوئی کہ ایک کے مکان کے احاطہ میں گھس گیا اور دوسرے پھاٹک سے بھاگا۔ جمن کی کھوپڑی مالی کے ڈنڈے سے بچتے بچتے رہ گئی کیونکہ پہیوں سے روش کے کنارے ٹوٹ گئے تھے۔

سڑک پر پولیس کے افسر کی گاڑی سے یکہ نے ٹکر کھائی جس کی وجہ سے دوسرے ہی دن جمن کو حوالات میں گھنٹوں بند رہنا پڑا۔

وہ گاؤں کوئی دو میل کے فاصلہ پر تھا لیکن جمن نے یہ راستہ دو گھنٹوں میں طے کیا واپسی پر محلہ کے لوگ جمن کے نئے ٹٹو کو دیکھنے کے لیے جمع ہو گئے۔

"جانے میں کتنی دیر لگی؟" ایک شخص نے پوچھا۔

"یہی پندرہ بیس منٹ کچھ گھڑی تو تھی نہیں۔" جمن نے جواب دیا۔ حقیقت کو اس لیے چھپایا کہ لوگ انکے کمال میں شک کرنے لگیں گے۔

"تو پھر اتنی دیر کیوں لگائی۔ کیا کھانا وہیں کھایا" بیوی نے پوچھا

جمن کو "ہاں" کے سوا دوسرا جواب نظر نہ آیا۔ لیکن دن کو روزہ رکھ لینا پڑا کیونکہ صبح کو بھی بغیر ناشتہ کیے نکلے تھے۔

شام کو شہر جانا ضروری تھا کیونکہ گھر میں کوئی چیز نہ تھی کہ افطار کر سکیں۔ جمن نے پیدل ہی جانا مناسب سمجھا لیکن سب نے مل کے انکا ٹھٹھا اُڑانا شروع کیا اور بیوی بول اُٹھیں کہ گھوڑا پھر دیکھنے کے لیے خریدا ہے۔

مجبوراً ٹٹو پر زین کسی شروع کی لیکن یہ عرصہ تو ان پر قیامت کی طرح گذرا۔ کبھی تو ٹٹو اُچھلتا۔ کبھی لات مارتا۔ گاہ زمین پر لیٹ جاتا اور گاہ دونوں پیروں پر کھڑا ہو جاتا پھر کان نیچے جھکا لیتا۔ دانت کھول دیتا اور پیٹھ کو کمان کی طرح موڑ لیتا۔

حبیب کی ماں اور دوسرے لوگوں نے جو درخت کے نیچے بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے کہنا شروع کیا: "یہی پندرہ روپیہ کا گھوڑا ہے۔ ذرے سے ٹٹو کو قابو میں نہیں رکھ سکتے۔ جمن کو تیر سا لگا لیکن چُپ رہ گئے کہنے لگے۔

"جانور نیا ہے۔ شروع میں سب کا یہی حال ہوتا ہے۔ رفتہ رفتہ شایستہ ہوتے ہیں" لیکن سب ہنس پڑے اور کہنے لگے۔

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ خود بوڑھے ہو گئے ہیں"

جمن ٹٹو پر سوار ہوئے اور ٹٹو اپنی خاص چال سے آگے بڑھا۔ شرح رفتار فی میل ایک گھنٹہ تھی جمن شہر میں منجھے ہی مافیت پہنچ گئے لیکن واپسی کا خیال سوہان روح تھا۔

شام کا وقت تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی اور فضا بہت خوشگوار تھی ٹٹو خلاف اُمید سرپٹ چلا۔ جمن نے کہا کہ شہر جانے کے وقت ٹٹو سے سرپٹ کی اُمید کرنا غلطی تھی۔ ٹٹو کی چال تیز ہوتی گئی اور جمن کے چہرے پر مسکراہٹ نمایاں ہوئی۔ جمن اسی فاتحانہ انداز سے جا رہے تھے کہ ٹٹو بھڑکا اور پھر اتنے زوروں سے بھاگا کہ جمن سجدہ میں آ گئے اور لگام جس پر انھوں نے اپنی پوری قوت صرف کر دی تھی ٹوٹ گئی۔

بہزار مشکل جمن نے سر اٹھایا اور کسی طرح گھر پہنچے۔ خیریت ہوئی کہ رستہ میں کسی نے دیکھا نہیں۔ گھر میں پہنچتے ہی بیوی نے صلواتیں سنانی شروع کیں کیونکہ جمن نے سودا راہ میں لیا نہیں تھا اور آج فاقہ کی خبر تھی۔

دوسرے روز بقاتی اور جمن میں خوب جنگ ہوئی اور لوگوں کے کہنے سے بقاتی نے آدھے روپے واپس کیے آدھے انھوں نے خرچ کرڈالے تھے۔ ٹٹو تو اسکے یہاں شام ہی کو پہنچ چکا تھا۔

جمن کی گھوڑی نے اپنے نئے مالک کے یہاں ستیاگرہ شروع کر رکھی تھی وہ آکر پانچ روپیہ میں انھیں واپس دے گیا۔ دو روپیہ نفع ہوئے جو جمن صاحب نے زخموں کے علاج میں صرف کیے۔

پھر وہی سابق زندگی تھی اور جمن ٹٹو کے نام سے بیزار۔

شہربانو از مظفر پور

ریشم کے کیڑے

اُن کو شوقیہ یا فائدے کے لیئے پالنا

مختصر تاریخ اس میں کچھ شک نہیں کہ ہندوستان میں ریشم کی صنعت چین سے لائی گئی چینی قدیم روایتیں اس صنعت کو چین کے تیسرے شہنشاہ ہانگ ٹی سے منسوب کرتی ہیں۔ جو خود اور اسکی چالیس سالہ ملکہ سنگلی چی نامی کرم پیلے یعنی ریشم کے کیڑے محض شوقیہ پالتے تھے۔ ملکہ مذکورہ نے ایک دفعہ اس امر کا تجربہ کیا کہ آیا اُن کی کوکون (کویا) سے بُننے کے قابل تار کاتے جا سکتے ہیں یا نہیں۔ اس تجربہ میں وہ فوراً کامیاب ہوگئی۔ اس کے بعد اس نے کوکون سے نازک تار کاتنے اور اُن سے کپڑا بُننے کا طریقہ ایجاد کیا۔ اسی وجہ سے وہ چینی داستانوں میں "ریشم کے کیڑوں کی دیوی" مشہور ہے۔

ہندوستان میں ریشم کی صنعت سنہ ۱۱۰۰ء میں رائج ہوئی۔ اور اسی زمانے میں جاپان نے بھی اس کی طرف قدم بڑھایا۔ جب سے یہ دونوں مُلک اس صنعت میں ایک دوسرے کے حریف بنگئے۔

تقریباً تین صدیوں سے بنگال نے خصوصاً اور مغربی سرحدوں نے عموماً اس صنعت میں بیحد ترقی کی اور تھوڑے ہی عرصے میں یہ مقامات تمام دُنیا کے بازاروں میں اپنی ریشمی پیداوار کے لحاظ سے مقبول عام ہوگئے۔ ان صوبجات میں جہاں پر ڈچ فرانسیسی اور ارمنی سوداگروں سے مقابلہ کا سامنا ہوتا تھا ایسٹ انڈیا کمپنی نے بہت کچھ روپیہ کمایا۔ چنانچہ ہر سال یہ کمپنی کلکتہ کی بندرگاہ سے یہاں کا ساختہ ریشمی کپڑا لاکھوں روپئے کی مالیت کا اپنے ملک کو روانہ کرتی تھی۔ اب سے دو سو سال پیشتر ہندوستان کا بنا ہوا ریشمی و سوتی کپڑا یورپ میں ایسی ہی قدر و وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ جیسے سے کہ اس زمانے میں یہاں پر اُس ملک کا ساختہ کپڑا دیکھا جاتا ہے۔ مگر آہ دشمنوں نے ہندوستان کی مشہور پارچہ بافی کی صنعت کو اس طرح تباہ و برباد کر دیا کہ اب اسکو دوبارہ زندہ کرنا قریب قریب بہت مشکل ثابت ہو رہا ہے۔

غور جو ہندوؤں کا ایک قدیم متبرک دارالسلطنت تھا۔ ریشمی کپڑوں کی برآمد کا ایک عظیم الشان مرکز تھا۔ جہاں پر اس صنعت کے مشہور شہر وسا ڈھاکہ سنار گاؤں۔ بنگرام وغیرہ سے تیار شدہ کپڑا آکر جمع ہوتا تھا۔ وہاں سے اکٹھا ہو کر بندرگاہ پر پہنچتا اور ممالک غیر کو روانہ ہو جاتا تھا۔ غور جب مسلمانوں کے قبضہ میں آیا تو اس کی

تجارت گھٹنی شروع ہوگئی۔ کیونکہ مسلمان ریشم بوجہ حرام ہونے کے بہت کم پہنتے تھے۔ اس لیئے وہ اس کی تجارت کی طرف بھی کچھ زیادہ توجہ نہ کرتے تھے۔ مگر جب دارالسلطنت منور سے راج محل کو تبدیل ہوگیا تو اس کی تجارت پھر عروج پر آگئی۔ اُنہیں دنوں ایک المدہی سوداگر روس کو جانے لگا تو یہاں سے ریشم کے کپڑوں سے بھرے ہوئے تین جہاز اپنے ساتھ لیگیا تھا۔ جن میں سے دو جہاز بدقسمتی سے خلیج فارس میں تباہ ہوگئے +

ریشم کے کیڑوں کا پالنا اور پرورش کرنا نہایت ہی دلچسپ اور فایدہ مند مشغلہ ہے۔ اور ہندوستان کے دیہاتوں میں یہ کام خاص کر عورتوں اور بچوں کے لئے اسی قدر آسان ہے۔ جس قدر مرغیوں کا پالنا اور پرورش کرنا۔ مندرجہ ذیل سطور اسی مقصد کے لیے حوالہ قلم کی جاتی ہیں۔

ریشم کے کیڑوں کی مفصلہ ذیل قسمیں ہیں :-

"پٹانی"، "چھوٹا"، "باتو"، "بڑا پالو" "چینی پالو" اور "بلا پالو" ان میں سے پہلی اور دوسری قسمیں بہت زیادہ عام ہیں۔ "چینی پالو" موسم سرما میں کویا بناتا ہے اور "پڑانی" جو "مندرازی" کے نام سے بھی مشہور ہے۔ موسم گرما میں ریشم کاتنا شروع کرتا ہے +

کرم پیلیوں کی مختلف عادتوں کی پہچان

تتلیوں بھنگوں اور دیگر اسی قسم کے کیڑوں کے بچے جنکو انگریزی میں کیٹر پلر کہتے ہیں۔ جب اپنی خاص شباب کی حالت میں پہنچتے ہیں تو مضطرب حالت میں اِدھر اُدھر پھرنے لگتے ہیں۔ اور اپنے قدرتی پسندیدہ مقامات مثلاً پتوں ڈالیوں میں اپنے لیئے کویا بنانے کی غرض سے چھپ جاتے ہیں۔ مگر کرم پیلہ کھلی ہوئی کشتی یا بکس میں ہی جس میں اس کی پسندیدہ غذا یعنی شہتوت کے پتے کافی مقدار میں موجود ہوں؛ اگر رکھا جائے تو صبر و سکون سے رہ سکتا ہے جب وہ شہتوت کے پتے سب ختم کر جاتا ہے تو فوراً ہی پھر تازہ غذا کی خواہش کرتا ہے۔ جب اُس کے کوکون یا کویا بننے کا وقت آتا ہے تو اپنے ہم جنسوں کی طرح بجائے اس کے کہ وہ اِدھر اُدھر دوڑتا بھاگتا پھرے۔ وہ اسی جگہ جہاں اسکا مالک یا پالنے والا رکھتا ہے۔ اپنا گھر یا کویا بن لیتا ہے۔ بشرطیکہ وہ جگہ اس کی خواہش کے مطابق محفوظ وچوڑی چکلی اور ہوا دار ہو۔

جب کیٹر پلر پورا بڑھ جاتا ہے۔ تو اس کی لمبائی تین انچ کے قریب ہوتی ہے۔ انڈوں کا رنگ ہلکا سلیٹی یا سیاہ بکائن (ایک پھولدار جھاڑی) کا سا ہوتا ہے۔ یہ بازار میں فروخت ہوتے ہیں۔ عام طور سے سرکاری زراعتی فارموں باغوں یا ممالک غیر میں ان کی مخصوص فرموں سے آسانی سے خریدے جا سکتے ہیں۔ انڈے بہت ہوشیاری سے مناسب رنگ کے خریدنے چاہئیں۔ کیونکہ جنکا رنگ بلکل زرد ہوتا ہے۔ وہ ناقص ہوتے ہیں۔

جب ریشم کے کیڑے کا بچہ انڈے میں سے نکلتا ہے تو اسکا رنگ سیاہ ہوتا ہے۔ اور ایک چوتھائی انچ سے زیادہ لمبا نہیں ہوتا۔ پیدا ہوتے ہی وہ کھانے کی خواہش کرتا ہے اس وقت وہ نہایت سریع الاثر ہوتا ہے۔ پیدا ہونے کے دس روز بعد اس کا سر کافی بڑھ جاتا ہے۔ اور بیمار سا ہو جاتا ہے۔ کھانا چھوڑ دیتا ہے۔ اور تین روز تک غفلت کی حالت میں پڑا رہتا ہے۔ اسکی بیماری کی علامت یہ ہے کہ اگر اس کی پیٹھ کی کھال اُٹھاکر اور ذرا آہستہ سے دباکر دیکھو تو بہت سخت معلوم ہوگی۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے بدن کی جسامت جلد بڑھ رہی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قدرتِ باری تعالیٰ کیڑوں کی جسامت بڑھانے اور انکی کھالیں تبدیل کرنے میں بیحد فیاض واقع ہوئی ہے۔ جس قدر جلد خالق کریم کی یہ ننھی مخلوق بڑھ کر اپنی طبعی حالت کو پہنچ جاتی ہے۔ اس طرح اس کی کوئی دوسری مخلوق نہیں پہنچتی۔

کیٹرپلر کے جسم پر تقریباً بارہ حلقے ہوتے ہیں۔ جو ایک دوسرے سے ملے ہوتے ہیں۔ جسم کے دونوں طرف سانس لینے کے لیئے نو سوراخ۔ اور جبڑوں کے نیچے بھی ذرا ان سے بڑے دو سوراخ ہوتے ہیں۔ جن کے ذریعہ سے وہ اپنا مخصوص لعاب نکالتا ہے۔ جس سے ریشم کا کوکون یا کریا بنتا ہے۔

ریشم کے کیڑوں کے بچے نکالنا ان کی خوراک۔ اور درجہ حرارت

جب کرم پیلے کے انڈے مہیا کرو جو اپریل کے آخر میں کرنے چاہیں۔ (انڈے عام طور سے غذا کی پٹیوں پر پھیلے ہوئے فروخت ہوتے ہیں) تو ان کو ایک مضبوط کشتی میں جو وصلی یا لکڑی کی بنی ہوئی ہو رکھنے چاہئیں اور اس کشتی کو ریشمی یا باریک ململ کے کپڑے سے بخوبی ڈھک دو۔ بعد ازاں اسکو اُٹھاکر جنوب کی طرف کی کسی ایسی کھڑکی میں رکھدو جہاں پر انڈے دُھوپ سے بخوبی اکسپوز ہو سکیں۔ یعنی انکو دھوپ لگ سکے۔ جب تک انڈوں میں سے بچے نہ نکل آئیں۔ کشتی کو ساکن حالت میں رہنے دو۔ کپڑے کو خواہ موسم گرمی کا ہو یا سردی کا پانی سے ہمیشہ تر رکھو۔ اور احتیاط رکھو کہ کپڑا کسی وقت سوکھنے نہ پائے اور اس کی بھی احتیاط رکھو کہ کپڑا تر کرنے میں انڈوں پر پانی نہ پہنچنے پائے۔ چنانچہ کپڑا تر کرنے کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ ایک تھوڑی سی روئی پانی میں بھگولو اور اس سے کشتی کا کپڑا تر کر دیا کرو۔ جب بچے نکل آئیں تو انکو دوسری کشتی میں جس میں پہلے سے ہی عمدہ کتری ہوئی شہتوت کی پتیاں بچھی ہوں، پنسل کی نوک یا اونٹ کے بالوں کی برش سے بڑی احتیاط کے ساتھ تبدیل کر دو۔ شہتوت کے پتے جو چھوٹے بچوں کے لیئے جمع کیئے جائیں۔ وہ حتے الامکان تازہ اور نئے ہوں۔ اور عمدہ طریقہ سے چاقو یا قینچی سے کترے جائیں۔ کتری ہوئی پتیاں ایک سیم کی پھلی سے زیادہ بڑی نہ ہوں ؎

جیسے کہ ہر شخص جانتا ہے کرم پیلوں کی مرغوب غذا سفید شہتوت کے پتے ہیں۔ اگر یہ دستیاب نہ ہو سکیں تو سیاہ شہتوت کے بہتر ہیں۔ اگر ان کے ملنے کی بھی دقت ہو تو باغوں کے دوسرے چوڑے پتوں سے بھی بچوں اور بڑے کرم پیلوں کی پرورش کی جا سکتی ہے۔ مگر یہ یاد رکھو کہ جن کرم پیلوں کی پرورش دوسرے درختوں کے پتوں پر کی جائے گی۔ وہ اس قدر عمدہ اور نفیس ریشم پیدا نہ کرینگے جیسے کہ شہتوت کے پتوں پر پلے ہوئے کرینگے۔ پس یہی بہتر ہے کہ عمدہ اور یقینی کامیابی حاصل کرنے کے لئے ریشم کے کیڑوں کی پرورش شہتوت کے پتوں پر کرنی چاہئے۔ یہ درخت قریب قریب ہر جگہ تلاش کرنے سے مل سکتے ہیں۔ آسانی کے لئے اس درخت کا جوان پودا منگوا کر گھر میں کچی زمین میں یا کسی بڑے گملے میں لگایا جاسکتا ہے۔ جو متواتر بڑھتا رہیگا۔ جو پتے استعمال کے لئے توڑے جائیں وہ کافی پختہ اور اگر ممکن ہو تو ثمردار درخت کے ہوں۔ ان کے سمیٹنے اور جمع کرنے میں احتیاط مدنظر رہے مبادا ان پتوں میں کوئی کلی وار پتا کانٹا وغیرہ ہو جس سے بچوں کو نقصان پہنچ جائے۔

جس کمرے میں بچے پرورش پاتے ہوں وہ خشک اور گرد و غبار سے مبرا ہونا چاہئے۔ اور اسکی حرارت کی مقدار ۹۶ سے ایک سو ۷ ڈگری تک ہونی بہتر ہے۔ نومولود بچوں کو خاص طور سے گندگی اور گلے سڑے و مردہ پتوں سے قطعی پاک و صاف رکھنے چاہئیں۔ ان کو ایک کشتی سے دوسری کشتی میں تبدیل کرنے میں انگلیوں سے ہرگز نہ چھوؤ جیسے کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ اس مقصد کے لئے اونٹ کے بالوں کا برش یا پنسل کی نوک استعمال کرنی چاہئے۔ یا سوت کا ایک تاگا ان کے جسم کے نیچے سے گذار کر ان کو آہستہ سے اٹھانا چاہئے۔

پیدائش کے دس روز بعد بچوں کے جسامت میں بڑھنے کے چار مرحلے شروع ہو جاتے ہیں۔ جن کو انگریزی میں (**Mountings**) بھی کہتے ہیں۔ ہر مرحلہ یا **Mountings** چار روز کا ہوتا ہے۔ بشرطیکہ کمرہ کا درجہ حرارت ۹۵ سے ایک ۱۰۰ فارن ہائٹ تک ہو۔ ورنہ اگر ضرورت سے کم حرارت ہوتی ہے تو ان کے پہلے مرحلہ میں ایک یا دو روز کا اضافہ اور ہو جاتا ہے دوسرے میں بھی چار دن سے زیادہ لگ جاتے ہیں۔ اور تیسرے میں پانچ یا روز اور بھی صرف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد آٹھ روز اور دیگر باتوں میں لگ جاتے ہیں۔ زندگی کے بڑھنے کے ان مرحلوں کی پہچان یہ ہے کہ وہ ہر مرحلے کے درمیان ساکن پڑا رہتا ہے۔ اور اس کے اختتام پر اٹھکے وہ خوب کھاتا پیتا ہے اور پھر وہ پہلے کی طرح غافل پڑ جاتا ہے اور بڑھنا شروع ہوتا ہے۔ یہاں تک پیدائش سے تینتس دن بعد کیٹرپلر اپنی پوری جسامت اور قد کو پہنچ جاتا ہے۔

یا دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ بچہ پورے قد کا جوان ریشم کا کیڑا یا کرم پیلہ بنجاتا ہے۔ بچوں کی تمام تبدیلیوں کے دوران میں ان پر بجز بی غور و پرداخت کرنی لازمی ہے۔

کوکون یا کویا کی تیاری

جب کیڑہ پلہ یا بچہ اپنی پوری جسامت یا جوانی کو پہنچ جاتا ہے تو بالکل صاف گلابی یا سرخی مائل رنگ میں تبدیل ہوجاتا ہے۔ اور نہایت خوبصورت و چمکیلا معلوم ہوتا ہے۔ اب وہ چہرا اپنی خوراک کہانی چھوڑ دیتا ہے۔ اور اپنا طبعی اضطراب شروع کر دیتا ہے۔ یعنی قدرے عجلت کے ساتھ ادہر ادہر رینگنے لگتا ہے جو اس امر کی علامت ہے کہ اب اپنا مخصوص لعاب نکالنا یا بدیگر الفاظ اپنے لئے کویا بنانا چاہتا ہے۔ اس موقع پر بڑی ہوشیاری سے کام لینا چاہئے۔ کشتی کے چاروں طرف دیواریں اٹھا دو ورنہ وہ باہر نکل کر گم ہو جائیں گے۔ اب کویا یا کوکون کے لیئے تیاری کرنی چاہئے۔ اس مقصد کیلئے معمولی ہلکے کے ذرا سے کاغذ کے کونے موڑ کر اور اس کے کنارے نیچے کی طرف جھکا کر ایک چھوٹی سی کشتی بنالو۔ جس قدر کیڑے ہوں اتنی ہی ایسی کشتیاں بنالو اور ان کو ایک کاغذ کی پٹی پر مسلسل جوڑ دو جب کیڑے کہانا چھوڑ دیں اور انکی ایسی اضطرابی حالت شروع ہو جائے جیسی کہ اوپر بیان کی گئی تو ہر ایک کیڑے کو ایک ایک تیار شدہ کشتی میں رکھدو۔ ان میں وہ کویا بنانا یا ریشم کاتنا شروع کر دینگے۔

کویا یا کوکون میں تین حصے ہوتے ہیں۔ پہلے حصے میں جو ریشم ہوتا ہے وہ پھسپھسا کہا جاتا ہے۔ جو قطعی ناکارہ ہوتا ہے دوسرے اندرونی حصے میں جو ریشم آڑی ترچھی شکل میں لگا ہوتا ہے کم کارآمد ہے۔ مگر تیسرے حصے میں جو ریشم ہوتا ہے وہ نفیس ترین ہوتا ہے اور باہم مضبوطی سے چپکا ہوتا ہے۔

جب کویا مکمل ہو جاتا ہے۔ تو کرم پیلہ اپنی سابقہ کہال اتار پھینکتا ہے۔ اور معمولی بے پر کی تتلی کی مخروطی شکل میں ہو جاتا ہے۔ ابتدا میں کرم پیلہ کم زردی مائل لعاب نکلتا ہے۔ اور تین ہفتے بعد یہ لمبائی میں کچھ اور بڑھکر زیادہ تار نکالتا ہے۔ ان تاروں کا تانا بانا کر کے فاختہ کے انڈے کے برابر گولہ بنا لیتا ہے۔ جسکو کویا کہتے ہیں اور اسی میں چھپ جاتا ہے۔ بعض اوقات کرم پیلے اپنے اسی گھر میں مرکر رہ جاتے ہیں۔ اور اگر زندہ رہے تو جلد اپنے کویا کے اندرونی حصے کو کہا کر اور اسکو پھاڑ کر اڑ جاتے ہیں۔

ریشم صاف کرنا

کرم پیلے کو بہر حال اپنی کوکون (یا کویا) کو کہانے یا پھاڑنے سے باز رکہنا چاہئے۔ چونکہ اسکا جسم اندر پہنچکر سخت پڑ جاتا ہے۔ اس لیئے اگر کوکون کو اٹھا کر آہستہ سے ہلاؤ اگر اندر سے کھڑکھڑانے کی آواز آئے تو اس وقت ریشم کے گولے یا کوکون کو لپیٹ لینا چاہئے۔ تو کوکون کو ایک پانی سے بھرے ہوئے پیالے میں رکھو۔ اس طریقے سے جب کویا تھوڑا بہت کہلے گا تو

کیڑا دُور ہو جائے گا۔ پھر ریشم کو خشک کر کے کارڈ کے ایک ٹکڑے پر لپیٹ لو۔ ایک کوکون کے تاروں کی لمبائی ۹۰۰ سے ایک ہزار فٹ تک ہوتی ہے۔ اور وزن تین ساڑھے تین گرین سے زیادہ نہیں۔ ایک آونس انڈوں میں سے چالیس ہزار کرم پیلے پیدا ہوتے ہیں۔ جو اپنی زندگی بھر میں ۱۰۷۳ پونڈ پتے کھا جاتے ہیں۔ اور ۹۰ سے لیکر ۱۰۰ پونڈ تک کوکون پیدا کرتے ہیں جنکا چھٹا ہوا کچا کار آمد ریشم ۸ پونڈ ہوتا ہے ؂

جب ریشم لپیٹ لیا جاتا ہے اور کرم پیلہ باقی رہ جائے تو اسکو علیحدہ کیس میں رکھو۔ بارہ دنوں تک وہ اس میں بیجان سا پڑا رہیگا۔ بعد ازاں ایک ہلکا زردی مائل پتنگا (Moth) مع پروں کے ظاہر ہوگا۔ ایسی حالت میں وہ آہستہ آہستہ پروں کو جنبش دیتا ہوا اُس جگہ تک رینگے گا۔ جہاں پر وہ پیدا ہوا یعنی انڈے میں سے نکلا تھا۔ اور کچھ نہیں کھائے گا۔ نر جلد مر جاتا ہے۔ مادائیں ایک عرصے تک بغیر اُڑے ہوئے اِدھر اُدھر گھومتی پھرتی ہیں۔ بالآخر وہ کاغذ کی پٹیوں پر جو پہلے سے ہی اس غرض کے لیئے مہیا کر دی جاتی ہیں انڈے ڈال دیتی ہیں۔ اور فوراً ہی مر جاتی ہیں۔ ایک مادہ تین سو سے لیکر چار سو تک انڈے دیتی ہے۔

آج کل گورنمنٹ اور بنگال سلک کمیٹی ہندوستان میں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر ریشم تیار کرنے کے متعلق کوشش کر رہی ہے۔ کرم پیلے پالنے اور پرورش کرنے اور ریشم بنانے کے لیئے تعلیم یافتہ اور تجربہ کار اوورسیر قایم کیئے جا رہے ہیں۔ گورنمنٹ اور سلک کمیٹیاں لوگوں کو اس کام میں آسانیاں پیدا کرنے کے لیئے ہر قسم کی امداد دیتی ہیں ؂

(ترجمہ) سید رضا احمد جعفری

بادشاہ الفرڈ

اگر یہ دو سین ایکٹ کیئے جائیں تو حسبِ ذیل اشخاص کی ضرورت ہوگی۔

(۱) بادشاہ الفرڈ (۲) ایک بوڑھا آدمی (چرواہا)
(۳) ایک بوڑھی عورت (چرواہے کی بیوی)
(۴) چند آدمی (امرائے انگلستان) اور انکے ہمراہی

(آج سے ایک ہزار سال پہلے الفرڈ انگلستان کا ایک مشہور بادشاہ گذرا ہے۔ اس کی تخت نشینی سے تھوڑے ہی عرصہ بعد ڈینوں نے (ایک شمالی قوم) انگلستان پر حملہ کردیا۔ الفرڈ کو ان کے مقابلہ میں شکست ہوتی ہے۔ اپنی جان بچانے کے لیئے وہ ایک چرواہے کے گھر میں پناہ لیتا ہے۔ یہاں اس پر جو کچھ گذری اسکو قابل مصنف فری مین FREEMAN - نے اس طرح ادا کیا ہے)

پہلا سین۔

(ایک بوڑھا چرواہا اور اس کی بیوی ایک جھونپڑی میں آگ کے قریب بیٹھے باتیں کررہے ہیں)

چرواہا۔ کس قدر خوفناک رات ہے۔ کیا تم ہوا کی آواز سن رہی ہو۔

بیوی۔ یقیناً سخت خوفناک رات ہے۔ ایسے وقت کوئی ایک بلی کو بھی گھر کے باہر نہ نکالیگا۔ آج ہمارا لڑکا کہاں گیا ہے۔ خدا کرے وہ کسی محفوظ مقام میں ہو۔

چرواہا۔ اگر اسوقت کوئی شخص گھر کے باہر نکل گیا ہو تو اُسکی کیا حالت ہوگی؟

(کوئی شخص باہر دروازہ کھٹکھٹاتا ہے)

بیوی۔ کون ہے؟

(دوبارہ دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز آتی ہے)

چرواہا۔ کوئی شخص باہر کھڑا ہوا ہے۔ بیوی ذرا اُٹھکر دروازہ تو کھول دو۔

(دروازہ کھلتا ہے اور الفرڈ باہر کھڑا نظر آتا ہے)

الفرڈ۔ کیا تم اس طوفانی رات میں ایک خانماں برباد کو اپنے ہاں ٹھہرنے کی اجازت دوگے۔

چرواہا۔ یقیناً! اے لڑکے اندر آؤ اور آگ کے قریب بیٹھ جاؤ۔

بیوی۔ تمہارا آنا مبارک ہو۔ آج رات کوئی میرے لڑکے کے ساتھ ایسا ہی سلوک کرے جیسا میں تمہارے ساتھ کر رہی ہوں۔

چرواہا۔ آؤ ہمارے ساتھ کھانے میں شریک ہوجاؤ میری بیوی تمہارے لیئے کسی کرنے میں پھرتا کردیگی۔

الفرڈ۔ آپ کی اس عنایت اور مہربانی کا شکریہ ادا کرنے کے لیئے مجھے موزوں الفاظ نہیں ملتے۔

بیوی۔ (دبی ہوئی آواز میں اپنے شوہر سے) خدا معلوم یہ مسافر کون ہے۔ اس کا لب و لہجہ ہم سے بالکل مختلف معلوم ہوتا ہے۔

چرواہا (دبی آواز میں) ٹھیک ہے۔ دیکھو اسکی

آنکھیں کس قدر چمکدار ہیں۔

مسافر:- اے نوجوان آدمی کیا تمہیں ان ڈینوں کی بھی کچھ اطلاع ہے جو ہمارے ملک کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔

الفریڈ۔ ایک لمبی سانس کھینچکر۔ میں تمہیں کوئی اچھی خبر نہیں سنا سکتا۔ ایک گھمسان کی لڑائی ہوئی جس میں بہت ہی کشت و خون ہوا اور ہزاروں آدمی مارے گئے۔

دونوں ایک ساتھ ہوکر۔ افسوس! افسوس! آخر کس نے فتح پائی

الفریڈ۔ رات ہونے پر بھی لڑائی کا سلسلہ جاری رہا۔ ڈینوں کی تعداد انگریزوں سے کئی گنا زیادہ تھی۔ تھوڑے ہی عرصہ میں وہ تمام مردہ نظر آئے اور تمام میدان دشمن کے ہاتھ تھا۔

دونوں۔ افسوس! افسوس!

چرواہا۔ ہمارے نوجوان بادشاہ کا کیا حال ہوا۔

الفریڈ۔ شام تک وہ زخمی نہیں ہوا تھا۔ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ کہیں روپوش ہوگیا ہے اور جب اس کے جھنڈے کے نیچے کافی فوج جمع ہوجائے گی تو پھر وہ میدان میں نکل آئے گا۔

چرواہا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ وہ عاجز آکر ڈینوں کے ساتھ صلح کرے گا۔

الفریڈ۔ نہیں، ہرگز نہیں۔

بیوی۔ اے مسافر! کیا تم کو میرے لڑکے کی بھی کوئی اطلاع ہے۔ کیا تم نے اسے دیکھا ہے۔ لڑتے وقت وہ یقیناً پہلی صف میں ہوگا۔

(وہ روتی ہے)

چرواہا۔ بیوی! بیوی! خاموش رہو۔ رونا بے سود ہے۔ یہ اجنبی آدمی ہمارے لڑکے سے بھلا کیسے واقف ہو سکتا ہے۔

بیوی۔ میرے لڑکے سے واقف نہیں! کیا معنی۔ کیا اسے سب نہیں جانتے؟

الفریڈ۔ مجھے افسوس ہے کہ میں تمہارے لڑکے کی کوئی اطلاع نہیں دے سکتا لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ زندہ ہے اور آیندہ جنگ میں ان ظالموں کی خوب خبر لے گا۔

(اسی طرح دو مہینہ گزر جاتے ہیں اور الفریڈ ایک ادنیٰ ملازم کی حیثیت سے چرواہے کی جھونپڑی میں کام کرتا ہے)

دوسرا سین۔ وہی جھونپڑی

بیوی۔ الفریڈ سے۔ میں نے آگ پر کیک رکھے ہیں۔ ذرا انہیں دیکھتے رہنا۔ میں ابھی گائے کا دودھ دوہ آتی ہوں۔ جونہی وہ سرخ ہوجائیں انہیں فوراً پلٹ دو۔ خبردار وہ جلنے نہ پائیں۔

الفریڈ۔ ہاں میں سمجھ گیا اور ایسا ہی کرونگا۔

(چرواہے کی بیوی جاتی ہے۔ الفریڈ تنہائی پاکر تیر و کمان اٹھاتا ہے اور خود بخود اس طرح گویا ہوتا ہے)

الفریڈ۔ اسی حالت میں دو مہینہ گزر گئے مگر کوئی خبر نہیں ملی۔ کسی نے بھی مجھ سے یہاں ملنے کی

جرأت نہیں کی۔ آخر اس کا کیا مطلب ہے ؟ کہیں وہ مار ڈالے تو نہیں گئے ؟ (وہ اُٹھتا ہے اور ٹہلنا شروع کرتا ہے) تمام ملک برباد ہو رہا ہے۔ میری رعایا کے مکان نذرِ آتش کیے جا رہے ہیں۔ غریب عورتیں اور بچے بے رحمی کے ساتھ تہ تیغ کیے جاتے ہیں۔ لیکن میں، آہ میں ! بادشاہ ! یہاں ایک ڈرے ہوئے ہرن کی طرح چھپا ہوا ہوں اور یہ اپنی غریب مظلوم رعایا کی کچھ بھی فکر نہیں ہے۔ لیکن اس مجبوری کے عالم میں مجھ سے کیا ہو سکتا ہے (بیٹھ جاتا ہے) جب تک تمام باتیں ٹھیک نہ ہو جائیں اسوقت تک کچھ کرنے کی جرأت کرنا حماقت ہے۔ انتظار کرنا کام کرتے رہنے سے زیادہ دشوار ہے۔ لیکن ایک بادشاہ کو اس طرح جلد باز بھی نہ ہونا چاہیے۔ ایک ہفتہ تک اور انتظار کرنا چاہیے۔ اگر اسوقت تک کوئی اطلاع نہ ملے تو پھر خاموش بیٹھنا ٹھیک نہیں۔

(بیوی واپس آتی ہے اور جلتے ہوئے کیک دیکھکر آگ بگولا ہو جاتی ہے)

بیوی۔ کیک جل گئے، کیک جل گئے۔ تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو، کیا تم نہیں دیکھ رہے ہو کہ کیک جل کر کوئلہ ہو گئے ہیں۔ کھانے کے لیے ہمیشہ مستعد مگر اتنا کام نہ ہو سکا۔ بڑے کاہل ہو۔ تمہیں اس کی سخت سزا دینی چاہیے۔

الفریڈ۔ اے خاتون ! میں معافی کا خواستگار ہوں۔

بیوی۔ خاتون ! ہاں خاتون ! میں تو ایک غریب محنت کرنے والی عورت ہوں۔ مجھے اپنے گھر میں ایسے کاہلوں کی ضرورت نہیں ہے۔ چلو اب میرے گھر سے رخصت ہو (دروازہ کی طرف اشارہ کرتی ہے)

چرواہا۔ بیوی ! بیوی ! یہ کیا کر رہی ہو۔ خبردار ! یہ ہمارے بادشاہ ہیں۔ (بیوی متحیر کھڑی رہ جاتی ہے اور چھ آدمی اسیوقت اندر داخل ہوتے ہیں)

پہلا افسر۔ اے میرے بادشاہ ! کورنش۔ بندگی عرض ہے۔

(تمام ہمراہی آداب بجا لاتے ہیں)

دوسرا افسر۔ انگریز سپاہیوں کی ایک بڑی تعداد آپ کی منتظر کھڑی ہے اب ہمیں موت چاہیئے یا فتح۔

(چرواہا اور اس کی بیوی الفریڈ کے قدموں پر گر جاتے ہیں)

بیوی۔ میرے بادشاہ ! مجھے معاف کر دے میں تجھ سے واقف نہ تھی۔

چرواہا۔ اے بادشاہ۔ اسے معاف کر دے محض لاعلمی کی وجہ سے اس سے یہ قصور سرزد ہوا۔

الفریڈ۔ اے میرے محسنو ! اُٹھو۔ تم نے میری اس وقت مدد کی جب میں دشمن کے خوف سے پریشان پھر رہا تھا۔ اب میں تمہارے اس نیک سلوک کا شکریہ ادا کرتے ہوئے رخصت

کی درخواست چاہتا ہوں اور پھر اسوقت ملوں گا جب تخت پر میرا پورے طور سے قبضہ ہو جائے

خدا حافظ۔

الفریڈ۔ اپنے ساتھیوں سے۔ اب ہم مادرِ وطن کو دشمنوں کے پھندے سے چھڑانے کے لئے روانہ ہوتے ہیں۔ یہیں فتح نصیب ہو یا موت۔

تمام سپاہی اپنی تلواریں میان سے نکال کر نعرے لگاتے ہیں۔ "فتح یا موت"

بوڑھی عورت انہیں جاتے ہوئے دیکھتی ہے۔ جب وہ نظر سے غائب ہو جاتے ہیں تو اپنے شوہر سے کہتی ہے "وہ چاہے بادشاہ ہو یا غریب اسے چاہئے تھا کہ میرے کیک نہ جلنے دے"!

(ترجمہ)

صالحہ خانم حیدرآباد دکن

ایک مُفید تجویز

بزم عصمت کے صفحات اس میں شک نہیں بہت دلچسپ ہوتے ہیں مگر شادی غمی وغیرہ کے جو خطوط درج ہوتے ہیں ان سے نہ تو بہنوں کو کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے نہ رسالہ کو۔ اگر کسی صاحب کی شادی ہوئی یا کسی بہن کے ہاں بچہ ہوا تو دوسری بہنوں کا کیا انہوں نے منہ میٹھا کرادیا تھا جو رسالہ میں لکھا گیا یا اپنے رسالہ کی بھی کچھ مدد کی جو چار سطریں لے لیں۔ یہ معاملات بالکل نجی کے ہیں جن سے دوسری بہنوں کو عموماً کوئی خاص دلچسپی نہیں ہوسکتی ہاں جن بہن کے متعلق چھپا ہے وہ ضرور خوش ہولیں کہ ہزاروں بہنوں نے یہ خوشی کی خبریں پڑھی ہونگی مگر میں پوچھتی ہوں وہ مفت میں یہ خوشی کیوں حاصل کرتی ہیں۔ کسی عزیز کے انتقال پر پھولوں میں اور چالیسوں میں تو روپیہ اٹھایا جاتا ہے مگر ایصال ثواب کے لئے بیوہ نادار عورتوں کی مدد رسالہ مفت جاری کراکے کیوں نہیں کی جاتی۔ بچہ کی ولادت، شادی، امتحان کی کامیابی، غسل صحت وغیرہ وغیرہ کے موقعوں پر قرض دام تک کرکے اٹھایا جاتا ہے مگر یہ خوشی کی خبریں جو ہزاروں بہنیں پڑھتی ہیں رسالہ میں مفت کیوں درج کرائی جاتی ہیں؟ ایسے خوشی کے موقعوں پر علمی خیرات کیوں نہیں کی جاتی؛ میری رائے تو یہ ہے اس قسم کی ہر خط کے ساتھ کچھ نہ کچھ روپیہ بھی عصمت کے نادار فنڈ کے لئے ضرور بھیجا جائے اس سے پہلا فائدہ تو یہ ہوگا کہ غریب بہنوں کے نام رسالہ جاری ہوگا اور وہ مخیر بہن کے لئے دُعا کرینگی۔ دوسرے ہمارے پیارے رسالہ کی مدد ہوگی جو ہماری وجہ سے ہزاروں روپیہ کا نقصان اٹھا رہا ہے تیسرے اس خیال سے بھی خوشی حاصل ہوگی کہ کم استطاعت نادار بہنوں کو علمی شوق اس خوشی کی یادگار میں پورا کیا۔ چوتھے شہرت ہوگی۔

سعادت بیگم (بنارس)

مُہاسے دُور کرنیکے نسخے

فطرتی حسن وہ چیز ہے۔ جس پر دُنیا کی تمام چیزیں قربان کی جاسکتی ہیں۔ اور ہر عقلمند کی یہی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اس فطرتی چیز کو برقرار رکھے۔ چہرہ کی رعنائی کو جسطرح مہاسے اور سیاہ جھائیاں ملیامیٹ کر دیتی ہے کہ وہ رخسارے جو گلاب کے مانند سرخ اور مخمل کی طرح ملائم ہوتے ہیں چند روز میں ایسے ہو جاتے ہیں کہ انکی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنے کو بھی جی نہیں چاہتا۔ عصمتی بہنوں کے فائدے کی غرض سے چند مہاسے اور جھائیوں کے مجرب نسخے لکھتی ہوں جو میرے بھائی حکیم شفقت علی صاحب نے عطا فرمائے تھے۔

نمبر (۱) جو مشقر۔ شیر گاؤ میں خوب جوش دیکر سایہ میں خشک کریں اُس کے بعدہٗ اُسکو پیکر اسمیں زردچوب کتھرا۔ ملاکر سفوف بنائیں۔ سفیدی بیضہ مرغ میں ملاکر طلا کریں۔

نمبر ۲۔ حسن یوسف۔ آرد نخود بریاں۔ صندل سفید زیرہ سفید۔ آگر۔ تگر۔ عود صلیب۔ تخم مولی۔ اِنکا سفوف کر لیا جاوے۔ اور تین ماشہ سفوف عرق گلاب میں ملاکر طلا کریں۔

نمبر ۳۔ نمک مقسول۔ سفیدا کاشغری۔ دونو ہم وزن بالعاب بہدانہ خمیرہ کردہ قرص بسازند یک قرص با روح گلاب سائیدہ طلا کنند۔

ہمشیرہ حکیم شفقت علی صاحب آنولوی

کلی

نسیم صبح چمنستان کی فرحت افزا خوشبو کو دور دور پہنچانے کی کوشش کر رہی تھی بادِ صرصر کے جانفزا جھونکوں سے تمام چمن میں کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ پھول مسکرا مسکرا کر سرگوشیاں کر رہے تھے۔ مگر ایک کلی اپنی شاخ پر اطمینان سے آنکھیں بند کیے "مسلم ہندی" کی طرح محوِ خواب تھی وہ بے خبر تھی کہ چمن زار میں کیا ہو رہا ہے۔ نسیم صبح اسے تھپکیاں دے دے کر سلا رہی تھی مگر وہ بے خبر تھی کہ یہی نسیم اسے اپنے مسکنِ اطمینان سے چھٹی ہوئی زمین پر گرا دے گی۔

شام کا سہانا سماں ہے آفتاب کا چہرہ دن بھر کی جدوجہد سے سرخ ہو رہا ہے آہستہ آہستہ دور وادیوں میں اپنا منہ چھپا رہا ہے پھول اپنی شاخوں پر جھوم جھوم کر کھلکھلا رہے ہیں۔ ایک کلی گرم زمین پر مرجھائی ہوئی پڑی ہے مگر اب بھی وہ اپنی حالت زار پر خوش ہے اور محوِ خواب!

شرافت بیگم بنت محمد سعید خاں

جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ بھیجئے اور اگر تبدیلی پتہ کی ضرورت ہو فوراً ہمیں اطلاع دیجئے۔

منیجر

زچّہ خانہ

جن لوگوں نے اس انقلاب پذیر عالم اور ہر گھڑی متغیر ہو جانے والی دنیا میں تاریخ اقوام کو بغور مطالعہ کیا ہے۔ انھیں بخوبی معلوم ہے کہ ایک زمانہ وہ بھی تھا جب حضرت انسان وحشیانہ یا کم ازکم نیم وحشیانہ حالت سے درختوں پر رہے۔ غاروں میں منہ چھپائے پھرتے تھے۔ برگ پوشی و نباتات خوری پر انکی گذران تھی۔ لیکن زمانہ کی تدریجی ترقی کے ساتھ اون میں ایک تغیر عظیم واقع ہوتا ہے۔ انکی جہالت کی تاریکی میں عقل کا چراغ روشن ہو جاتا ہے۔ اسی کی وجہ سے اونھیں اپنے گرد وپیش کی چیزیں نظر آنے لگتی ہیں۔ اور یہی عقل اونھیں قعرِ ذلت سے نکال کر صراط مستقیم پر چلنے میں رہنمائی کرتی ہے عقل ایک ایسی شے ہے جو خداوندکریم نے ازل ہی سے ہر فرد بشر کو عطا فرمائی ہے اور اسی کی بدولت اسے تمام مخلوقات پر افضلیت بخش کر اشرف المخلوقات کے معزز لقب سے سرفراز کیا ہے۔ لیکن افسوس یہ ہے کہ انسان اسکا صحیح طور پر استعمال نہیں کرتا۔ بلکہ حالت یہ ہے کہ وہ عقل و سمجھ کو بالائے طاق رکھکر محض دقیانوسی و بوسیدہ خاندانی رسومات کا ایسا گرویدہ ہوتا ہے اور اس کی تکمیل اسقدر ضروری سمجھی جاتی ہے جس طرح مذہبی ارکان کی پابندی۔ اسکی تکمیل میں عقل کا وجود معطل مذہب کا خیال عبث۔ اخلاق کی صفت مسدود و رذائل اور احساس کی قوت کا خون کرنے میں کوئی رکاوٹ و تکلف نہیں ہوتا۔ مجھے نہایت افسوس کے ساتھ اظہار کرنا پڑتا ہے کہ تعلیم یافتہ گھرانوں میں خصوصیت کے اس قسم کا مرض جسے "خاندانی رسومات" کے نام سے نامزد کیا جاتا ہے عام طور پر رائج ہے۔ اسکا دائرہ اسقدر وسیع ہے کہ عقل حیران ہے۔ اور چنانچہ اسوقت میرا موضوع بحث انہیں رسومات واصول کی طرف کچھ روشنی ڈالنے کا ہے اور اس مضمون میں عورتوں کے ان رسومات کی طرف توجہ مبذول کرانی ہے جو بچہ کی ولادت کے سلسلہ میں ظہور میں آتی عمل میں آسکتی ہے۔ بہرکیف ضرورت اس امر کی ہے لیکن قبل اس کے کہ میں ان کے متعلق کچھ عرض کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ زچہ خانہ کا مرقع بھی ناظرین کے سامنے پیش کر دوں۔

مکان میں ایک تنگ و تاریک کمرہ جس میں حتی الامکان کھڑکیوں کا وجود نہ ہو۔ ہوا کا گذر بھی کسی طرح ممکن نہ ہو۔ ایسی جگہ واقع ہو جہاں سے مکان بھی نہ دکھائی دے۔ زچہ کے لئے جو درستی کی محافظت

کے لیئے قدرتاً مجبوراً ہے منتخب کیا جاتاہے پیدایش وولادت کے وقت یہ اہتمام ہوتا ہے کہ بلاتکلف وبلاتخصیص موسم کمرہ کے اندر جس کے تمام دروازے، کھڑکیاں، کواڑ۔ حتیٰ کہ سوراخ تک بند کر دیئے گئے ہیں۔ ہوا کا کہیں سے گذر ممکن نہیں ہے۔ کوئی روشندان بھی نہیں ہے۔ ایک مٹی کا برتن اوپلہ کی آگ سے پُر جس سے دھواں نمودار ہو رہا ہے زچہ کی چارپائی کے قریب رکھا ہوا ہے۔ اس کے علاوہ زچہ کا باس وبستر بھی نہایت کثیف ہوتا ہے۔ غرضیکہ اس آرایش وزیبائش کے بعد بچہ کی آمد آمد کا نہایت شدومد کے ساتھ انتظار کیا جاتا ہے۔ بچہ اسی تنگ وتاریک کمرہ میں آنکھیں کھولتا ہے۔ کمرہ کا دھواں۔ آنکھ، کان، ناک منہ میں داخل ہوتاہے وہ گھبراتا ہے۔ پریشان ہوتاہے۔ اپنی پریشانی کا اعادہ روکر، چیخ کرچلاکر کرتاہے۔ لیکن گھر والوں پر اسکا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ وہ اگر اسکا کچھ علاج کرتے ہیں تو یہ کہ دھواں دار آگ چارپائی کے اور قریب کر دیتے ہیں۔ مزید تاکید اس امر کی ہوتی ہے کہ کمرہ کا کوئی دروازہ نہ کھلنے پاوے تاکہ اوپری خلل وغیرہ سے نجات رہے۔ روشنی بھی کسی طرح کمرہ میں نہ داخل ہوسکے۔ یہیں تک اکتفا نہیں ہوتی بلکہ اکثر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ مٹی کے تیل کا چراغ بھی زچہ خانہ میں جس کے تمام دروازے بند ہیں رکھا ہوا ہے۔ جس کی سیاہی اُڑ اُڑکر تمام چہرہ پر پہونچتی ہے۔ اور ناک۔ مُنہ۔ کان میں داخل ہوتی ہے۔ جس وقت زچہ خانہ کے اندر سے کوئی باہر نکلتا ہے اس کی صورت دیکھنے ہی سے تعلق رکھتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ ایک جانئیں بھی جو گندگی کا مجسمہ ہوتی ہے اور سر سے پیر تک کثافت کی زندہ تصویر ہے پیدایش کے وقت زچہ کے تمام ضروری کام اپنے مُبارک ہاتھوں سے انجام دیتی ہے۔

نار کو ہنسوے ٹھیکرے یا اگر کچھ سمجھدار ہوئی تو زنگ آلودہ کُند قینچی سے تراشتی ہے۔
جس قدر کپڑوں کی ضرورت ہوتی ہے تمام کثیف۔ میلے۔ خراب وگندے پارچہ جات استعمال میں لائے جاتے ہیں۔ غرضکہ اس اہتمام وانتظام کے ساتھ نیز اس رسم کے زیر اثر بچہ دنیا میں قدم رکھتا ہے۔ اب میں اسقدر واقعات لکھنے کے بعد تعلیم یافتہ بہنوں سے انکی آزادانہ رائے لونگا۔ اور اُنسے اس امر کی درخواست کرونگا کہ وہ ذرا ٹھنڈے دل سے محض ایک سرسری نظر ڈال کر مجھے بتلائیں کہ اخلاقی، تمدنی، مذہبی کس حیثیت سے یہ فعل انکا کس حد تک حق بجانب ہے میرے خیال ناقص میں اسکا مختصر جواب تو یہی ہے کہ اخلاق، تمدن اور مذہب کوئی گندگی وکثافت کی اجازت نہیں دیتا۔ اب غالباً یہ سوال پیدا ہوگا اور اکثر گھرانوں میں اس قسم کے الفاظ سُنے گئے ہیں اور اسکا اعادہ کیا جاچکا ہے کہ آخر ان رسومات کے زیر اثر نقصان ہی کیا ہے۔ یہ تو خاندان میں ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے۔ بھلا اس میں اصلاح کیونکر ممکن ہے۔ آخر قوم کے نونہالاں اسی طرح بار آور ہوئے اور انکا زمانہ پیدایش انہیں رسومات کے

زیر اثر گذرا۔ میں سچ کہتا ہوں اور محض میں ہی نہیں بلکہ دُنیا کے بڑے بڑے حکما و ڈاکٹروں کا قول ہے کہ ہندوستان میں ۸۰ فیصدی جانیں اسی لاپرواہی، گندگی اور بد احتیاطی کی بدولت ایک مہلک اور لاعلاج مرض کے زیر اثر ضائع ہوتی ہیں۔ یہ مرض جسے تپ کہنہ یا دق کے نام سے موسوم کرتے ہیں عام طور پر ہندوستان میں بلائے بے درماں کی طرح پھیلا ہوا ہے اور ہماری ہی غفلت سے ہمارے گھروں میں نشوونما پاتا ہے۔ عورتوں کا زچہ خانوں میں اس گندگی اور عدم صفائی کی وجہ سے شکار کر رہا ہے۔ عورتوں سے بچوں پر اسکا اثر پڑتا ہے اور رفتہ رفتہ ان پر بھی اپنا تسلط جماتا ہے۔ کسی پر اس بیماری کا اثر فوراً زچہ خانہ ہی سے شروع ہو جاتا ہے اور کسی پر رفتہ رفتہ اپنا قبضہ کرتا ہے اور دو ایک ولادت کے بعد اپنا پورا رنگ جما دیتا ہے۔ اسے مدلل الفاظ میں یوں سمجھ لیجئے کہ انسان کے خون میں کچھ ایسے مادے ہوتے ہیں جو بیماری کے وقت بیماری کے جراثیم کا مقابلہ کرتے ہیں۔ قوی۔ توانا اور تندرست آدمی کا خون بیماری کے کیڑوں پر غالب آجاتا ہے اور اس طرح بیماری دفع ہو جاتی ہے۔ لیکن کمزور آدمی کے خون کی طاقت۔ کمزوری۔ گندگی اور عدم صفائی کی وجہ سے کم ہو جاتی ہے۔ اس لیئے بیماری کے کیڑے غالب آجاتے ہیں۔ پس اس طرح بیماری کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کمزور عورتوں پر بیماری کا اثر فوراً اول ہی ولادت میں رونما ہو جاتا ہے اور قوی عورتوں پر یہ مرض اپنا تسلط اس وقت جماتا ہے جب متواتر ولادت کے بعد۔ عدم صفائی۔ گندگی اور بدعنوانیوں کی وجہ سے ان کے قویٰ کمزور ہو جاتے ہیں۔

اس عالمگیر اور عام مرض کے علاوہ "زچہ خانہ کے بخار" کا نام بھی تجربہ کار اور سمجھدار عورتوں سے مخفی نہیں یہ مرض محض دائیوں کی ناتجربہ کاری اور ولادت کے بعد زچہ کے گندے وکثیف کپڑوں کے استعمال میں لانے سے نشوونما پاتا ہے۔ زیادہ دور نہ جایئے غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ آخر دوسری قوموں کے یہاں اُنکی عورتوں اور بچوں کی تندرستی وصحت کا راز کیا ہے۔ اُنکی تندرستی کیوں قابل رشک ہے آخر اسکا کیا باعث ہے۔ وہ کس چیز کے عامل ہیں۔ میرے خیال میں تو محض صفائی، ستھرا پن۔ اور پابندی اوقات یہی ایسے اوصاف ہیں جن کی وجہ سے اونکی نسل ہندوستانیوں سے زیادہ قوی وتندرست ہوتی ہے۔ دوسری قوموں کی مثال سے میرا یہ مقصد نہیں ہے کہ اونکی تقلید کی جاوے یا اُنسے اسراف بیجا کا سبق لیا جاوے لیکن جائز حمایت وصحیح اُصول پر کاربند نہ ہونا دانشمندی کے خلاف اور عقل سے انحراف کرنا ہے کوئی عقل سلیم اسے ایک منٹ کے لیئے بھی تسلیم نہ کرے گی کہ صفائی وستھرے پن کے لیے رقم وزر کی ضرورت ہوتی ہے میرے خیال میں تو انسان محض سلیقہ وانتظام کی مدد سے تھوڑی سی رقم کے ذریعہ

سے یہ اہم کام پایۂ تکمیل کو پہونچا سکتا ہے۔

ذیل میں ہم دوسری قوموں کے اس اصول یعنی زچہ خانہ کا نقشہ ناظرین کے سامنے پیش کر کے سوال کرونگا کہ انکی کس مد یا شق میں ایک معقول رقم کی ضرورت ہوتی ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ عورتیں اونسے کم از کم اس مسئلہ میں سبق حاصل کر کے اپنی مدد آپ کریں گی اور اسی بد انتظامی اور غلط اُصول کے تدارک میں اپنی کوشش بلیغ سے کام کو اس ہلاکت و تباہی سے بچائیں گی۔

۱- انکے یہاں زچہ کے لیئے ایک ہوادار۔ صاف ستھرا۔ کشادہ اور تاریک کے بجائے روشن کمرہ منتخب ہوتا ہے۔

۲- زچہ خود اپنی صفائی کا خاص اہتمام رکھتی ہے۔ اسکا بستر صاف ستھرا ہوتا ہے۔ کپڑے قیمتی نہیں لیکن دُھلے اور صاف پہنائے جاتے ہیں۔

۳- دردِ زہ شروع ہونے پر زچہ یعنی ماں کے قبض کا انسداد بذریعہ امل دا اینما کیا جاتا ہے۔

۴- انکے یہاں چمائین کے بجائے ایک ہوشیار و تجربہ کار۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ہوئے ایک دایہ موجود رہتی ہے جو زچہ خانہ کے تمام کام صفائی۔ ستھرے پن سے انجام دیتی ہے۔

نوٹ۔ اگر دائی کے بجائے تجربہ کار چمائن صاف ستھرے کپڑوں کے ساتھ ہو تو کوئی مضائقہ نہیں۔

۵- جس وقت حاملہ عورت زچہ خانہ میں منتقل کی جاتی ہے۔ اس امر کا خاص اہتمام ہوتا ہے کہ زچہ کے کمرہ میں پہلے سے تمام ضروری سامان موجود رہیں۔ اس لیئے کہ اسے نازک وقت میں نہ معلوم کیا ضرورت پیش آجائے۔ تلاش کرنے میں دیر کا احتمال اور اس پر جلدی میں خراب و گندی چیزوں کا دستیاب ہونا ممکن ہے۔ اسی لئے زچہ خانہ میں ولادت سے قبل مندرجہ ذیل چیزوں کا پہلے سے موجود رہنا لازمی ہے۔

ماں کے لیے

۱- ولادت کے بعد شکم پر بندش کے لیئے چار سوا گز لانبے اور نصف گز چوڑے مضبوط ٹکڑے۔

۲- نصف درجن گدی نما۔ ملائم و صاف

۳- کچا دھاگا جو تہہ کرنے کے بعد نار کے باندھنے کے کام آوے۔

بچّہ کے لیئے

۱- ولادت کے بعد بچہ کے لیئے فلالین خواہ پُرانے کمبل کا مربع نما ٹکڑا۔

۲- بچہ کی آنکھ، منہ، صاف کرنے لیئے کئی صاف۔ ملائم، چھوٹے ٹکڑے۔

۳- صاف روئی بچہ کی ناف پر رکھ کر باندھنے کے لیئے۔

۴- تھوڑی سی ویسلین۔

ماں کے لئے

۴۔ تھوڑی سی صاف روئی و اسپلین۔

بچہ کے لیے

۵۔ تھوڑا سا بورک ایسڈ ناف پر چھڑکنے کے لیے۔
۶۔ روغن زیتون یا کوئی اور تیل جس سے بچہ کے جلد سے روغن دار چیز صاف ہو سکے۔ ۷۔ ایک صابن جس سے بچہ نہلایا جائے۔ ۸۔ مناسب کپڑا جو پیدایش کے بعد نہلاکر بچہ کو پہنایا جا سکے۔ ۹۔ آنکھ میں ڈالنے کی دوا جو پیدائش کے بعد نہلاکر بچہ کی آنکھ میں ڈالی جا سکے۔ کاسٹک لوشن ۲ گرین ایک اونس پانی میں ملاکر، آنکھ میں ڈالنے کے لیے موزوں ہے۔

۱۔ مندرجہ بالا چیزوں کے علاوہ موسم سرما میں ایک انگیٹھی جس میں کوئلہ کی دہکتی ہوئی آگ ہو موجود رہنا لازمی ہو۔
۲۔ دو برتن جس میں گرم و ٹھنڈا پانی علٰحدہ علٰحدہ موجود رہے۔
۳۔ تین چار ظروف کا ہونا۔ ۴۔ کافی مقدار میں کھولتے ہوئے نیز ٹھنڈے پانی کا موجود رہنا
۵۔ پیدایش کے بعد بچہ کے پلانیکے لیئے ایک چھوٹا سا برتن ۶۔ ایک چھوٹا سا طشت جس میں بچہ نہلایا جا سکے۔
۷۔ تیز صاف قینچی سے نار کاٹی جا سکے۔

ان تمام اصول پر کاربند ہوکر دوسری قوموں کے بچے اس صفائی و ستھرے پن کے ساتھ دنیا میں قدم رکھتے ہیں۔ صاف ہوا۔ اُنکی خوراک ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اُنکے یہاں زچہ و بچہ دونوں صحت و تندرستی کے ساتھ زندگی گذارتے ہیں۔

یہانتک تو میرے مضمون کا تعلق زچہ خانہ کے رسم و رواج میں اصلاح سے تھا۔ جس سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہماری ہی غفلت سستی ناعاقبت اندیشی کی بدولت اور عدم صفائی و گندگی کی وجہ سے ہزاروں جانیں تلف ہوتی ہیں۔ اسی ضمن میں خالی از علت و خلاف مصلحت و موقع نہ ہوگا۔ اگر میں اسوقت معمولی لیکن اہم۔ ضروری و قابل عمل اصول بچوں کے دودھ پلانے کے متعلق بھی پیش کر دوں تاکہ اس قسم کی بدعنوانیاں جو عموماً بچوں کے دودھ پلانے کے متعلق برتی جاتی ہیں رفع ہوجائیں اور عورتیں اس اہم مسئلہ کی ضرورت و اہمیت کو محسوس کرکے اس پر کاربند ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ کچھ دنوں تک انھیں پابندی ضرور تکلیف دہ معلوم ہوگی لیکن بعد میں وہ ایسے قدر و عزت کی نگاہ سے دیکھکر پسند کرینگی۔

میں تمام باتیں مدلل و دلچسپ طریقہ سے قلمبند کرنے کی کوشش کرونگا تاکہ عورتیں ہر اُصول کے سبب و غایت اصلی سے اچھی طرح واقف ہوجائیں۔ بچہ کی پیدایش کے بعد یہ تو امر مسلمہ ہے کہ بچہ کی صحت و تندرستی کے لیئے ماں کا دودھ اس کے لیے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ لیکن کچھ صورتیں ایسی

ہیں مثلاً ماں کا تندرست نہ ہونا۔ ماں کے دودھ کا نہ اُترنا۔ بچوں کے ہونٹ میں کسی بیماری کا ہونا یا بچہ کا ایسی بیماری میں مبتلا ہونا جسکا اثر دودھ پلانے کی حالت میں ماں پر پڑنے کا احتمال ہو۔ ایسی صورت میں ماں اپنے بچہ کو قدرتی نعمت (اپنے دودھ) سے محروم رکھنے پر مجبور ہوتی ہے۔ اب دو ہی صورتیں پیش نظر ہیں یا تو ایک تندرست دایہ مقرر کی جاوے یا گائے کا دودھ خواہ ڈبہ کا دودھ خاص طریقہ کے ساتھ استعمال میں لایا جائے۔

صورت اولی یعنی دایہ کے تقرر میں طوالت اور زیر باری سے مفر نہیں جو عام طور پر معمولی حیثیت والے کے امکان سے باہر ہے پس صورت ثانی یعنی گائے کے دودھ ہی کا استعمال آسان و قابل عمل ہے۔

بچہ کو کسی قسم کا دودھ کیوں نہ دیا جائے ہر حالت میں اسکے دودھ پلانے میں تین باتوں کا خیال لازمی ہے۔

پابندی اوقات — صفائی — بچہ کے لیے مناسب غذا کا انتخاب

پابندی اوقات۔ بچوں کو مقررہ وقت پر دودھ پلانا چاہیئے۔ اگر بچہ مقررہ وقت پر سوتا رہے تو اُسے جگا کر دودھ دیا جائے ایسا ہرگز نہ ہونا چاہیئے کہ جس وقت بچہ روئے اُسے دودھ پلا کر خاموش کرنے کی کوشش کی جاوے اگر ماں بالکل تندرست ہو اور کوئی امر بچہ کو دودھ پلانے میں مانع نہ ہو تو پیدایش کے دو تین گھنٹہ کے بعد ۲۴ گھنٹہ میں کم از کم تین مرتبہ بچہ کو ماں کے سینہ سے لگانا ضروری ہے۔ اسکا فائدہ اور اصلی سبب یہ ہے کہ دودھ ہونے سے قبل ایک ایسی چیز پیدا ہوتی ہے جس کے پینے سے بچہ کی تندرستی پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ اس کے علاوہ زخم سے لوتھڑے و خون کے منجمد ٹکڑوں کے نکلنے میں مدد ملتی ہے۔

اول ماہ میں دن کو ہر دو گھنٹہ کے بعد اور رات میں ہر چار گھنٹہ کے بعد دودھ دینا چاہیے۔ یعنی اول ماہ میں دن میں ۶ مرتبہ اور رات میں ۳ مرتبہ بچہ کو دودھ دینا لازمی ہے۔ دوسرے ماہ میں دن میں ہر ۲½ گھنٹہ کے بعد اور تیسرے ماہ میں ہر ۳ گھنٹہ کے بعد یعنی دوسرے ماہ میں دن میں ۵ مرتبہ اور تیسرے مہینہ میں دن میں چار مرتبہ اور رات میں صرف دو مرتبہ دودھ دینا مناسب ہے۔ اسی طرح عمر کے تقاضہ کے ساتھ مقدار دودھ زیادہ ہوتی جاتی ہے اور دودھ پلانے کا درمیانی تفاوت بڑھتا جاتا ہے۔

۲۔ صفائی۔ اگر بچہ ماں کا دودھ پیتا ہے تو بہتر ہی ہے کہ ماں دودھ پلانے کے وقت صفائی کا خیال رکھے۔ اگر بچہ کسی وجہ سے ماں کا دودھ نہیں پیتا تو دودھ والی دودھ رکھنے سے قبل خوب اچھی طرح صاف کر لینی چاہئے۔ دودھ والی کشتی نما ہونی چاہئے۔ جس کے دونوں سرے کھلے ہوتے ہوں۔ اِس سے خاص فائدہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی صفائی میں آسانی ہوتی ہے۔ بچہ کو دودھ پلانے کے بعد دودھ دانی کو

فوراً ٹھنڈے پانی سے دھو ڈالنی چاہیئے۔ اس کے بعد کھولتے ہوئے پانی سے خوب اچھی طرح صاف کرینی چاہیئے۔ جب تک استعمال میں رہے بہتر یہ ہے کہ اُسے ایک سوڈا ملے ہوئے پانی کے برتن میں ڈبو کر رکھ دی جائے۔ پھر بروقت استعمال ٹھنڈے پانی سے صاف رکھکر بچہ کو دیا جائے۔ چوسنے کے ربڑ کو بھی ۲۴ گھنٹہ میں ایک مرتبہ خوب گرم پانی میں چند منٹ کے لئے ڈال کر نکال لینا چاہیئے۔

بچہ کو دودھ پلانے کا طریقہ یہ ہے کہ ماں یا دایہ کے گھٹنوں پر ایک ہاتھ کی مدد سے بچہ لیا جائے اور دوسرے ہاتھ سے دودھ دانی لیکر دودھ پلایا جائے۔ جب بچہ حسب خواہش دودھ پی چکے تو دودھ دانی کا بچا ہوا دودھ فوراً پھینک دینا چاہیئے۔ ایک مرتبہ کا پسماندہ دوسری مرتبہ ہرگز استعمال میں نہ لانا چاہیئے۔

محمد اعظم احراری میڈیکل افسر

ناانصافی

اس ماہ کے سالگرہ نمبر میں صفحہ ۴۴ پر ایک مضمون محترمہ شریفہ خانم صاحبہ کا بعنوان "نتھ کی رسم" چھپا ہے۔ مجھے افسوس ہے بہن صاحبہ موصوفہ نے مضمون میں کئی مقامات پر بڑی ناانصافی سے کام لیا ہے۔ رسالہ عصمت بابتہ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۲۹۵ پر میرا ایک مضمون بعنوان "چوتھی کا جوڑا" چھپا تھا بہن صاحبہ نے جا بجا میرے مضمون سے جملے لیکر اپنے مضمون میں شامل کر دئے ہیں۔ کہیں کہیں الفاظ بدل دئے ہیں لیکن اکثر یہ کیا ہے کہ جملے بجنسہ میرے مضمون سے نقل کر لئے ہیں۔ چنانچہ بہن صاحبہ کے جملے "خواہ تانی غریب ہو یا امیر ..... خوب جانتی ہے"۔ "ناعاقبت اندیش لوگ ..... کر دیتے ہیں"۔ "میں جانتی ہوں ..... کریں گی" "میری عزیز بہنو! ..... کوشش کریں"۔ میرے مضمون سے بجنسہ یا تھوڑے تغیر و تبدل کیساتھ لیئے گئے ہیں۔

مجھے اسکا چنداں افسوس نہیں کہ بہن صاحبہ موصوفہ نے میرے مضمون سے ناجائز فایدہ اُٹھایا۔ البتہ چونکہ عصمت کا ایک مقصد عظیم ہندوستانی خواتین میں انشاء پردازی کا ذوق پیدا کرنا ہے اس لئے جب تک مضمون طبع زاد نہ ہو کوئی فائدہ نہیں۔ علاوہ ازیں دوسرے کے مضمون پر بیجا دست اندازی کرنا اخلاقی نقطہ نظر سے بھی نہایت معیوب ہے۔

ص خانم بنارس

برما کی عورتیں

برما کی عورتیں کیا بلحاظ اپنی نسائیت اور کیا بلحاظ اپنی انسانیت کے مشرقی تہذیب کا قابل نمونہ ہوتی ہیں۔ وہ اپنے قبیلہ کی سرتاج ہوتی ہے۔ برما کی عورت مردوں کے دوش بدوش ہر شعبہ زندگی میں گامزن رہتی ہے۔ مغرب کی طرح عورت مرد کی حریف نہیں ہے کہ اسے ہر میدان میں زک دے بلکہ وہ صحیح معنیٰ میں "شریک زندگی" ہوتی ہے اور مرد کی حلیف بنکر اس کے بوجھوں کو کم کرتی ہے اور صحیح معنوں میں عورت کے مفہوم اور مقصود تخلیق کو پورا کرتی ہے۔

مندر۔ مکان، بازار غرض ہر جگہ عورت ایک قابل لحاظ عنصر ہے۔ اگر آپ کسی جوہری کی دوکان پر جائیں تو عورت کو ایک ایسے رفیع کام پر مامور دیکھیں گے جو دوسرے ممالک میں یکسر مردوں کے لئے مخصوص ہے۔ چھوٹی چھوٹی دوکانوں پر پھل اور پھول بیچتی ہوئی نظر آئے گی۔ ریلوے سٹیشن پر ٹکٹ بھی فروخت کرتی ہوئی نظر آئے گی۔ ملک کی تجارت کا بیشتر حصہ عورتوں کی مستعدی سے سرانجام پا رہا ہے۔ اگر کوئی چاہے تو زود نویس اور ٹائپ نویس لڑکیاں بھی فوراً مل سکیں گی۔

برما کی عورتیں کوئی ایسا لفظ اپنے نام کے پیچھے نہیں استعمال کرتیں جس سے یہ ظاہر ہو کہ وہ شادی شدہ ہے یا کتخدا۔ وہ اپنے بچوں کی مشفق بننے پر ماں تصور ہوتی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ عام پبلک سے تعظیم کی مستحق ہے۔

افسوس کہ برما کے مرد قدر عیش پسند اور آرام طلب ہوتے ہیں۔ انکی عورتیں بہت عرق ریزی سے محنت کرتی ہیں اور اس ایثار سے کام لیتی ہیں کہ مشرق ہی کے شایاں ہے۔ مردوں کے جملہ تعیشات کے لئے عورت سامان فراہم کرتی ہے اور صرف اتنے صلہ کی خواہشمند ہوتی ہے کہ جسم و روح کا تعلق برقرار رہے۔

شادی کے موقع پر ان میں کسی رسم کا انعقاد نہیں ہوتا۔ دُنیا میں سب سے سادہ رسم شادی صرف برمیوں میں ہوتی ہے۔ ایک کاٹ کے پیالہ میں دولہا دُلہن چاول کھا لیتے ہیں جو ایک عام دعوت کے درمیان ہوتی ہے۔ سب لوگ چاول اور چرٹ کھا پی کر چل دیتے ہیں۔ بس یہی شادی ہوتی ہے۔ وہاں کسی سرکاری اجازت یا مذہبی پروہت کی ضرورت نہیں ہوتی۔

ظاہر ہے کہ وہاں کی طلاق بھی بہت سہل ہوتی ہوگی۔ چنانچہ جب کبھی میاں بیوی میں نا چاقی ہو جاتی ہے تو وہ اپنے گاؤں کے مقدم کے پاس جاتے ہیں۔ وہ نیک آدمی انھیں راضی کرنے کی انتہائی کوشش کرتا ہے اگر وہ نہ مانیں تو وہ کہدیتا ہے کہ آج سے تم دونوں کی شادی فسخ ہوئی اور پھر وہ اپنے اپنے جوڑے کے لئے آزاد ہو جاتے ہیں۔ پھر کوئی جھگڑا نہیں رہتا اور ہر ایک الگ الگ شادی کر کے اپنی اپنی جگہ مطمئن ہو جاتا ہے۔

وہاں کی عورتوں کو اپنے بچوں کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں بہت مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے مگر وہ نہایت شفقت اور ہمدردی سے اپنے فرایض انجام دیتی ہیں۔ اپنے بچوں کو تعلیم سے آراستہ کرتی ہیں سب سے پہلے انہیں مذہبی نوشتے ازبر کراتی ہیں۔ گویا مذہبی زندگی کا سنگ بنیاد ہوتے ہیں شروع ہی سے انکے دماغوں میں حب وطن، مذہب پرستی اور اخلاقی رفعت کے خیالات پیدا کیے جاتے ہیں۔

گو برما میں طلاق کا طریقہ بہت سہل ہے لیکن وہاں اس کی گرم بازاری نہیں ہے کیونکہ میاں بیوی کے درمیان وہاں بہت کم نا چاقی ہوتی ہے۔

برما کی عورتیں ظاہری محاسن میں بھی کسی طرح کم نہیں ہوتیں۔ خوبصورتی کا مجسمہ ہوتی ہیں۔ آنکھیں چمکیلی، کالی اور کبھی کبھی بھوری ہوتی ہیں۔ پیشانی اونچی اور گول ہوتی ہے۔ وہ اپنے سر کے اوپر بالوں کی چوٹی اس طرح گوندھتی ہیں کہ انکے سر کی بناوٹ انڈے کے مانند ہوتی ہے۔ اور وہ انکے تصور میں بہت خوبصورت ہوتی ہے۔ ان کے جسم کا رنگ زردی مائل ہوتا ہے جب انکے سرخ لب ایک شیریں تبسم کے ساتھ ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں تو انکا چہرہ سکڑ جاتا ہے اور بہت حسین معلوم ہوتا ہے۔

وہ طرح طرح کے غازے بھی استعمال کرتی ہیں۔ بالوں میں تزئین کے لئے طرح طرح کے پھول گوندھتی ہیں اور خوبصورت مرباف باندھتی ہیں۔ چہرہ پر رنگ ملنے اور جسم گدوانے کی رسمیں قدیم ایام سے چلی آتی ہیں اور ان کے مرد اسے بہت عمدہ تصور کرتے ہیں۔

برما کی عورتیں زیورات کی زیادہ حریص نہیں ہوتیں۔ کبھی کبھی گلوبند، اور چوڑیاں پہن لیتی ہیں۔ ناک میں مرصع کیل کا بھی رواج ہے۔ چالیس برس کی عمر کے بعد عورت زیور کا استعمال بالکل ترک کر دیتی ہے اور اپنے زیورات کسی اور کم عمر لڑکی کو دیدیتی ہے۔ مثلاً ماں اپنی بیٹی کو، خالہ اپنی بھانجی کو۔

وہ صحت کا بہت لحاظ رکھتی ہیں۔ ناخن خوب صاف رکھتی ہیں۔ جسم ہمیشہ صاف ستھرا رکھتی ہیں۔ ان کے گھروں سے نفاست پسندی کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ فطرتاً سادہ مزاج ہوتی ہیں اس لئے غیر ملکی لوگ انہیں اکثر دام تزویر میں پھنسا لیتے ہیں لیکن بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے مردوں

سے بیوفائی کریں۔

برما کی عورتیں تعلیم یافتہ ہوتی ہیں جس کی وجہ سے بری قوم ایک بلند تعلیم یافتہ قوم بن رہی ہے۔ ان پر سکولوں کے دروازے عرصہ سے کھلے ہوئے ہیں۔ انھیں فنون لطیفہ سے از حد شوق ہوتا ہے۔ اپنے گھروں کو خوبصورت تصویروں اور رنگین نقوش سے مزین کرتی ہیں۔ گانے میں بہت شغف کا اظہار کرتی ہیں۔ سنگار کرنے میں بھی وہ بہت انہاک سے کام لیتی ہیں مگر اس تمام عیش و آرام کے لئے وہ بہت محنت سے روپیہ کماتی ہیں۔

خواہ وہ غریب ہوں یا امیر وہ ہر حال میں خوش و خرم پائی جاتی ہیں۔

برما میں مرد، عورت حتیٰ کہ بچہ بچہ چرٹ کا بہت شایق ہوتا ہے۔ ان کے چرٹ خاص ساخت کے ہوتے ہیں۔ بعض بعض ۱۸ انچ لمبے اور چوتھائی انچ چوڑے ہوتے ہیں لیکن یہ خالص تمباکو کے نہیں ہوتے بلکہ ان میں خراب اجزا کی آمیزش بھی ہوتی ہے۔ وہاں کا تمباکو چونکہ بہت تیز ہوتا ہے اس وجہ سے اگر اس میں کھوٹ نہ ملائی جائے تو وہ مضر ثابت ہوتا ہے۔ اس چرٹ میں چوتھائی حصہ نباتات کا ہوتا ہے اس کے اوپر کیلے کا پتہ لپٹا ہوا ہوتا ہے۔

کاروباری زندگی کے علاوہ ان کی سوشل زندگی بھی کافی آزاد ہے ان پر بے جا قیود عاید نہیں ہیں۔ وہاں مرد و عورت کھیلوں میں برابر کا حصہ لیتے ہیں۔ پبلک مقامات پر ملتے جلتے ہیں مگر کہیں بد اخلاقی کا مظاہرہ نہیں ہوتا۔ وہاں کے مرد نظرتاً شریف النفس ہوتے ہیں اس وجہ سے وہاں کی عورتوں کی حفاظت کی زیادہ ضرورت پیش نہیں آتی۔ اپنے خاوند کے انتخاب میں بہت زیادہ وقتِ نظر کا ثبوت نہیں دیتیں کیونکہ محض ظاہری چیزوں کو دیکھکر فریفتہ ہو جاتی ہیں لیکن یہ قابل تعریف ہے کہ مرتی بھرتی ہیں اور ہندوستانی عورت کی طرح اپنے انتخاب کرنا ہی ہی ہیں کبھی اس سے ناخوش نہیں ہوتی ہیں۔

ان کا مذہب بدھ دھرم ہے جو اخلاق اور شوہر پرستی کی اعلیٰ تعلیم دیتا ہے۔ انکے گھر محبت اور ہمدردی کا نمونہ ہوتے ہیں۔ انکی زندگی قابل نمونہ ہوتی ہے کیونکہ بدھ دھرم کے اصول زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہیں۔

غرض برما کی عورت مشرق میں ایک قابل فخر نمونہ ہے اس نسائی عادات و اخلاق کا جس کی وجہ سے اسے ہمیشہ سے ایک فوقیت حاصل رہی ہے۔

ظفر قریشی دہلوی

مختلف ممالک میں مستورات کی زندگی

(۱) ملک روس کے علاقہ سائبیریا کے خطہ "یسمای" کی عورتیں بیحد سادہ زندگی بسر کرنے کی عادی ہیں۔ کاہل اسقدر ہوتی ہیں کہ اپنے مکانات کو بھی روزانہ صاف کرنے کی زحمت گوارا نہیں کرتیں جب اُن کے خیموں کے فرش خاکی پر کوڑے کرکٹ کا انبار اسقدر زیادہ ہو جاتا ہے کہ اُسے اُٹھانا بھی مشکل ہوتا ہے تو وہ اپنے خیمے وہاں سے اُکھاڑ کر دوسرے صاف اور نئے قطعہ آراضی پر نصب کرتی ہیں۔ جس مقام سے خیمہ ہٹالیا جاتا ہے وہ گندہ اور بالکل ناقابل استعمال سمجھا جاتا ہے اور پھر اُس جگہ اور آنے جانے والوں کو خیمہ نصب کرنے کا حق نہیں رہتا۔

(۲) **ترکستان** کی مستورات کی خانگی زندگی زیادہ تر کمبل بافی پر منحصر ہے۔ وہاں کے کمبل بیحد مضبوط، عمدہ اور مشہور ہوتے ہیں۔ اُنکی تیاری میں مصروفیت کا وقت عورت کے واسطے بہت بیش قیمت ہے اور اس لیئے خانہ داری کے دیگر حوائج ضروری کو نظرانداز کرنا مقابلتاً آسان اور منفعت بخش سمجھا جاتا ہے۔

(۳) **ترکمانوں** کے عام خس پوش جھونپڑے بالکل معمولی اور سادہ ہوتے ہیں۔ نہ اُن میں کھڑکیاں ہوتی ہیں اور نہ اندر زیب وزینت کا کوئی سامان ہوتا ہے۔ اس لیئے عورتوں کو کھڑکیاں دھونے یا دیگر سامان کو صاف رکھنے کی تکلیف گوارا کرنی نہیں ہوتی۔ مکان میں چند بنچوں اور میزوں کے علاوہ دوسرا سامان نہیں ہوتا ہے۔ اکثر اوقات "پوستہ" کے بیج ہوا سے اُڑ کر کچے مکانوں کی چھتوں اور چھپروں پر پہنچ جاتے ہیں مٹی میں جم جاتے ہیں اور برسات کے بعد چھتوں پر پوستہ کے سبز لاتعداد جھنڈ لہراتے نظر آتے ہیں اور پھولنے پر دلکش نظارہ آنکھوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

(۴) **تبت** کی عورت اپنے گھر کی منتظمہ اور مختار کُل ہوتی ہے۔ نہ صرف معمولی روزمرہ کے جملہ خانگی کام ہی کرتی ہے بلکہ تعمیر مکان میں بھی کافی مدد دیتی ہے۔ کھانا پکانا، گھر میں جھاڑو دینا، پانی بھرنا ہی اُس کے جسمانی قوٰے کی مضبوطی کے لئے کافی کام نہیں ہیں۔ بلکہ کھیتوں میں ہل چلانے، فصل بونے اور کاٹنے میں اپنے گھر کے مردوں کی کافی مدد کرتی ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں۔ لکڑی کاٹنا اور بھاری گٹھوں کو سر پر رکھکر لیجانا عورت کے جسم کے اعضا اور رگ و پٹھوں کو مضبوط و قوی

بنانے اور اُس کی صحت وتندرستی کو برقرار رکھنے کے لئے ضروری کام سمجھا جاتا ہے۔

(۵) برما میں عورت کھانا پکانے، باورچیخانہ میں اشیائے ماکولات و دیگر ضروری ظروف کے استعمال کے بارے میں اپنے آپ کو زیادہ پریشان نہیں کرتی ہے۔ موسم کے لحاظ سے اگر مطلع صاف ہوا تو کھانا گھروں کے باہر پکایا اور کھایا جاتا ہے۔ گھروں کے کرسی عموماً زمین سے ۳ فٹ اونچی ہوتی ہے۔ فرش بانس کے بید کا ہوتا ہے۔ اس طرح جتنا گرد و غبار فرش پر جمع ہوتا ہے اور کوڑا فرش پر گرتا ہے وہ سب بید کے خانوں میں سے زمین پر گر جاتا ہے۔ دری یا فرش کو جھاڑنے یا زمین کو صاف کرنے کی ضرورت وہاں ہوتی ہی نہیں۔

(۶) **جاپان**۔ میں زمانہ حال کے مطابق کچھ ترقی ہوئی اور ہو رہی ہے۔ مگر ابھی قدیم رسم و رواج دیہاتوں میں برابر جاری ہے۔ ہر عورت اپنا بستر صبح کو لپیٹ کر باندھتی اور علیحدہ رکھدیتی ہے۔ گھر کا سامان بھی جو زیادہ تر چٹائیوں اور گدّوں پر مشتمل ہوتا ہے اسی طرح لپیٹ کر روزانہ علیحدہ رکھدیا جاتا ہے۔ مکان میں نہ کھڑکیاں ہوتی ہیں جنکو دھونا پڑے اور نہ تصویریں ہوتی ہیں جن کے فریموں کو صاف کرنا پڑے۔ دیواریں اس طرح بنائی جاتی ہیں کہ گھروں میں صاف اور تازہ ہوا آنے کے لیے بوقت ضرورت دیوار کا کچھ حصہ اندرونی رُخ پر تہ کیا جا سکے۔ برتن اور کپڑے محض ٹھنڈے پانی میں دھو کر صاف کریئے جاتے ہیں پس مغربی دُنیا کی دو ضروری اشیاء یعنی صابن اور گرم پانی کی حاجت جاپان میں نہیں ہوتی ہے۔ یہی نہیں بلکہ کپڑوں پر وہاں استری بھی نہیں کرنی پڑتی۔ اونی کپڑے بانس کے ڈنڈوں پر پھیلا کر خشک کریئے جاتے ہیں اور ریشمین کپڑے کو ہموار تختہ پر بچھا کر اُس کی شکنیں نکال کر دھوپ میں سکھا لیتے ہیں۔

(۷) **مصر** میں جو اقوام دریائے نیل کے ساحل پر آباد ہیں اُنکی عورتیں بستر تیار کرنے کے بارے میں دُنیا کی سب عورتوں سے زیادہ خوش قسمت ہیں۔ مکانات چکنی مٹی کے بنائے جاتے ہیں۔ کمرے کے وسط میں اور دیواروں سے ملحق کافی لمبے، چوڑے اور اونچے مٹی کے چبوترے مختلف پیمانوں کے تیار کریے جاتے ہیں جو حسب ضرورت میز، کرسی، اسٹول اور پلنگ کا کام دیتے ہیں۔

جزایرہ سماؤن میں بھی زمانہ قدیم کی سادہ زندگی کا بہت کچھ رواج ہے۔ وہاں غسل کرنے کے لیئے ٹب استعمال نہیں کیئے جاتے۔ مرد اور عورتیں روزانہ پہاڑی چشموں کے صاف اور ٹھنڈے پانی میں غسل کرتے ہیں۔ عورتوں کے پاس کدو یا ناریل کے دو چھوٹے پیالے اور رکابیوں کے سوا

اور کوئی برتن نہیں ہوتا۔ تکیے بھی عورتیں لکڑی کے بناتی ہیں۔ اُن پر نہ غلاف چڑھانے کی ضرورت ہوتی ہے اور نہ اُن کو صاف یا چکنا کرنا پڑتا ہے۔ دری یا لکڑی کے فرش کے بجائے سُرخ و سفید چھوٹی چھوٹی صاف اور چکنی کنکریوں کا فرش تیار کر لیا جاتا ہے۔

(۹) یمن کے دیہات میں قہوہ کے پھل کے بجائے عورتیں اُس کے چھلکے کو جوش دیکر قہوہ تیار کرتی ہیں۔

(۱۰) مغربی افریقہ میں خانہ داری کے ضروری سامان کی قلت کے باوجود عورت کا زیادہ وقت عموماً گھر کے کسی نہ کسی کام ہی میں صرف ہوتا ہے۔ وہ قدیم طرز کے مطابق مکئی کو کوٹ چھان کر اُس سے طرح طرح کے کھانے تیار کرتی ہے۔ "کساوا" کی جڑ سے بھی مختلف قسم کی غذا تیار کی جاتی ہے۔ اگر مرد کاشتکار ہے تو خانہ داری اور پرورش اطفال کے جملہ امور کے علاوہ عورت اپنی فصل کی تیاری میں بھی خاوند کا ہاتھ بٹانے میں اپنی ذمہ داری ضروری سمجھتی ہے۔

عبدالرحمٰن علوی بی اے کاکوروی

مستقل عنوان
جملہ حقوق محفوظ

خانہ داری

جس میں سنگھار و آرایش
بھی شامل ہے

جو خوبصورتی کے لئے۔ جَو کردں کے اس کی گول گری نکال لی جائے۔ ڈیڑھ چھٹانک گری اڑھائی پاؤ پانی میں اسقدر اُبالیں کہ نشاستہ نکل آئے۔ اسے عمدہ باریک ململ میں چھان لیں۔ سادہ ٹنکچر بنزائن کے ۲۵ قطرے اس میں ملالیں اور اس مرکب کو بوتل میں ڈال لیں۔ چہرہ دھونے کے بعد جلد پر تھپکی دے کے تھوڑا تھوڑا لگائیں۔ خشک ہو جائے تو کریم اور پوڈر لگایا جائے ؞

پسینہ زیادہ آتا ہو تو آش جَو چھٹانک بھر میں اسینس آف بارگیمٹ (bargamot) کے دس قطرے ملائیں۔ پانچ منٹ تک اس مرکب کو جلد میں جذب ہونے دیں۔ جوڑہ جانے اسے پونچھ ڈالیں اور پھر خوب پوڈر چھڑک لیں ؞

کمال پر عموماً چتیاں پڑ جایا کرتی ہیں۔ آش جَو۔ سپرٹ آف وائن اور پانی ہموزن لے کے بوتل میں ملائیں۔ سنگترہ کے ڈھیلہ پر پرانا ریشمی کپڑا لپیٹ کے اس سے چتیوں پر لگائیں ہر چتی پر علٰحدہ علٰیحدہ لگاتے جائیں۔ رات بھر لگا رہنے دیں۔ زیادہ عرصہ کی چتیاں جائیں گی تو نہیں لیکن زیادہ بدنما ہونے سے رک جائیں گی۔ اس مرکب میں نئی چتیوں کو سفید کرنے کی خاصیت ہے۔ کچھ عرصہ بعد یہ چتیاں بالکل جاتی بھی رہتی ہیں ؞

اگر کسی جگہ کا پانی جلد میں جلن پیدا کرے تو اس مرکب کی ایک چمچیہ ہر روز صبح کے وقت نہانے کے پانی میں ملالی جائے ؞

نفیس و نازک کپڑوں کی دُھلائی۔ دھوبیوں کی قلت کی وجہ سے عمدہ دُھلائی بہت کم میسر آتی ہے۔ ہر جگہ یہی رونا ہے کہ دھوبی نے کپڑا خراب کر دیا۔ فلاں چیز دھوبی نے کھو دی۔ افسوس یہ ہے کہ اس کا علاج سوچا ہی نہیں جاتا۔ یہاں کے رسم و رواج نے بہت سے عمدہ کام معیوب بنا رکھے ہیں۔ مغرب میں دُھلائی کا کام ایک سلیقہ شعار بی بی کے لئے ایک جوہر سمجھا جاتا ہے۔ وہاں یہ ایک فن ہے۔ پیرس میں جو دُھلائی کے بہترین کارخانے ہیں وہاں ملازمت کے لیے بیسیوں عورتیں درخواستیں دیتی ہیں۔ جب کوئی جگہ خالی ہوتی ہے۔ اُمیدواروں کا امتحان لیا جاتا ہے۔ اس کام میں سب سے زیادہ ماہر عورت کو نوکر رکھ لیا جاتا ہے۔ یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ وہ اچھی استری بھی کر سکتی ہے کیونکہ استری کرنا ایک مشکل کام ہے۔ وہ استری کرنے کے لئے ایک رومال دیتے ہیں۔ اناڑی اور غلطیوں کے علاوہ دونوں طرف استری کرتے ہیں۔ اس سے کنارے سیدھے نہیں ہوتے اور سطح بھی ناملایم رہتی ہے ؞

استری رومال کے حاشیوں پر البتہ دونوں طرف کرنی چاہیئے۔ پہلے الٹی طرف بعد میں سیدھی طرف

باقی حصہ پر سیدھی طرف ہی استری کرنی چاہیئے۔

لیس اور عمدہ ریشمی کپڑوں کو ہاتھ سے دھونا چاہیئے۔ پانی نہایت شیر گرم رکھا جائے اور خالص چربی کا صابن استعمال کیا جائے۔ تمام کپڑوں کو الٹ لینا چاہیئے۔ صابن کے شیر گرم پانی میں جھاگ اٹھا کے کپڑے اس میں الٹتے پلٹتے رہیں اور جہاں تک ممکن ہو بہت ہی کم ملا دلا جائے۔ اگر ان پر چکنائی کے دھبے ہوں تو کسی عام سوڈے سے پانی کو ملائم کر لیا جائے کسی موٹے اور ملائم کپڑے کو پھیلا کے ان کپڑوں پر گیلی حالت میں استری کی جائے۔ ساٹن پر ہمیشہ الٹی طرف استری کرنی چاہیئے۔ سفید ریشمی کپڑے کو زیادہ گرم پانی میں دھونے سے اس کا رنگ خراب ہو جاتا ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کپڑا بہت پرانا ہے۔ صابن کے جھاگ معمولی گرم پانی میں اٹھاتے جائیں۔ اس میں کپڑا دھویا جائے۔ اس کے بعد ہر دفعہ گرم پانی کو ہلکا کرتے چلے جائیں۔ آخری دفعہ پانی میں لیموں کا رس نچوڑ دیں اور اس میں کپڑا دو چار منٹ پڑا رہنے دیں۔ اس سے کپڑے میں چمک آ جاتی ہے اور سفیدی بحال ہو جاتی ہے۔ اگر تازہ لیموں کا موسم نہ ہو تو دو چمچہ سرکہ یا میتھلیٹیڈ سپرٹ اس کی بجائے استعمال کر سکتے ہیں۔ ۱۴ ۱/۲ چھٹانک پانی میں ایک بڑا آلو چھیل کے ملا دیا جائے دو تین دن بعد ریشمی کپڑا نتھرے ہوئے پانی میں الٹ پلٹ کریں۔ اس کے بعد سوکھنے کے لیے لٹکا دیں۔ یہ بہترین طریقہ ریشمی کپڑا صاف کرنے کا ہے۔

سیاہ ریشمی کپڑا صاف کرنا۔ الکحل شیر گرم پانی اور چھنا ہوا ٹھنڈا قہوہ لیں یا ایسا پانی لیں جس میں کوئی پرانا چمکدار بکری کے چمڑہ کا دستانہ ابال لیا گیا ہو۔ اس کا طریقہ یہ ہے۔ ڈیڑھ پاؤ پانی میں دستانہ ڈال کے ابالیں حتےٰ کہ پانی آدھا رہ جائے۔ یہ دونوں قسم کے پانی صاف کرنے کی نہایت عمدہ خاصیت رکھتے ہیں۔

سیاہ ریشمی لباس کسی صاف شفاف میز پر پھیلائیں۔ کسی سیاہ ریشمی کپڑے کی ایک گدی بنا کے اسپنج کے طور پر استعمال کریں۔ اس پانی میں اس گدی کو ڈبو ڈبو کے کپڑے پر نیچے کی طرف ہاتھ کا رُخ رکھ کے پھیرتے رہیں حتےٰ کہ سارا گیلا ہو جائے۔ اب اسے کسی الگنی پر لٹکا دیں تاکہ پانی رس رس کے نکل جائے۔ ابھی نمی باقی ہو اسے استری کرنے کے تختہ پر پھیلا دیں۔ اس پر ملائم سیاہ سوتی کپڑا یا سخت سیاہ ململ پھیلائیں اور اس پر معمولی گرم استری کریں حتےٰ کہ کپڑا خشک ہو جائے۔ پھر اسے تہ کئے بغیر کسی چیز پر لٹکا دیں۔

بعض آدمی ریشمی کپڑے پر استری نہیں کرتے بعض اس خیال سے کہ پانی رس رس کے کپڑا خود ہی ٹھیک ہو جائے گا لیکن استری جیسی خوبی اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ استری الٹی طرف کرنی چاہیئے اور ریشمی کپڑا سیاہ ہو تو سیاہ ہی کپڑا اس پر بچھا کے استری کرنی چاہیئے۔

اگر ریشمی کپڑے پر چکنائی کے دھبے ہوں انہیں نپھتا یا پٹرول لگا کے دور کر دیں لیکن ان چیزوں سے

آگ کافی دُور رکھنی چاہئے۔ یا فرنچ چاک ان پر اچھی طرح رگڑیں۔ رات بھر اسے لگا رہنے دیں۔ صبح کو برش سے اس پوڈر کو صاف کر دیں۔ اگر دھبہ اب بھی نظر آئے اس عمل کو دوبارہ کریں۔ فرنچ چاک ہر رنگ کے کپڑے پر استعمال کیا جا سکتا ہے۔ بنزین سے روغنی دھبے بھی دُور ہو جاتے ہیں لیکن بعض اوقات اس سے پانی سے دھبے پڑ جاتے ہیں جن کو فرنچ چاک سے دُور کیا جا سکتا ہے ۔

غسل حُسن افروز۔ پہلے زمانہ میں بھی عورتیں خوبصورتی بڑھانے کے لئے غسل کیا کرتی تھیں آجکل یورپ کی عورتیں کلپ اور دودھ سے نہاتی ہیں۔ پیرس میں ایک رقاصہ سیروں کچے دودھ سے صبح ہی نہاتی تھی۔ اطبا کا خیال ہے کہ کلپ اور دودھ جلد کی خوبصورتی کو بڑھا دیتا ہے اور کوئی دوا ان دونوں کا اس اثر میں مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کلپ و نشاستہ سے جلد نرم اور مخملی ہو جاتی ہے اور دودھ سے پٹھوں میں جان آتی ہے اور کھال کو سفیدی مائل کر کے خوشنما بنا دیتا ہے ۔

غسل کے پانی میں نشاستہ کا ایک پیالہ گھول لیں اور غسل کریں۔ ابھی مساموں کا منہ کھلا ہو بہت گرم دودھ میں اسپنج ڈبو ڈبو کے جلد پر تھپک تھپک کے لگائیں ۔

دن بھر محنت کرنے کے بعد لیموں اور سرکہ کا غسل بہت تازگی بخشتا ہے۔ سرکہ کا ایک پیالہ اور چھ کٹے ہوئے لیموں پانی میں ڈال دیئے جائیں۔ غسل سے چند منٹ پیشتر ایسا پانی تیار کیا جائے تاکہ یک جان ہو جانے کے لئے وقت مل جائے ۔

نیند نہ آتی ہو تو پانی میں روغن لیونڈر اور کچھ وِچ ہیزل ملا کے نہائیں۔ دماغ پر بڑا اچھا اثر پڑے گا سمندر کے پانی میں غوطہ لگانا بڑی تازگی دیتا ہے۔ گھروں میں معمولی نمک شیر گرم پانی میں ملانے سے وہی اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ آخر میں ٹھنڈے اسپنج سے جسم کو نیچے کے رُخ ملیں ۔

موزوں شانے۔ بعض جگہ لڑکیاں ٹینس وغیرہ کھیلتی ہیں یا جن گھروں میں بیبیاں محنت کے کام کرتی ہیں ان کے کندھے موٹے ہو جاتے ہیں۔ یہ بھدے معلوم ہوا کرتے ہیں۔ اس کا انتظام کرتے رہنا چاہیئے ۔

باہوں کو سر سے اوپر اُٹھاؤ اور یک لخت پیچھے کی طرف لے آؤ اور ہاتھوں کی پشت باہم ملا دو۔ ہر روز صبح کو پانچ منٹ تک یہ مشق کیا کرو۔ ایک مہینہ کے اندر کندھوں میں موزونیت پیدا ہو جائے گی ۔

مونڈھے کی ہڈی پر بھی گوشت آجایا کرتا ہے۔ اس کے لئے ہاتھ کولہوں پر رکھ کے کندھوں کو پیچھے کی طرف جھکاؤ۔ اس اثنا میں سر بالکل سیدھا رکھو۔ دایاں کندھا کان کی طرف اُبھارو اور جہاں تک ممکن ہو پیچھے کی طرف لے جاؤ پھر جھکاؤ اور اسے اپنی جگہ پر لے آؤ۔ اس سے کندھے کا جوڑ گھوم کے کندھے

کے پٹھوں پر اثر پڑتا ہے۔ پانچ دفعہ اسیطرح کرو۔ اس کے بعد بائیں کندھے کو بھی اسیطرح ہلاؤ ✦

جن کے کندھے بہت نیچے اور بہت موٹے ہوں انکے لیئے یہ طریقہ مؤثر ثابت ہوگا۔ ایڑیاں ملا کے کھڑی ہو جاؤ۔ گھٹنوں کو بالکل سیدھے رکھو۔ بانہوں کو کہنیوں کے پاس سے موڑ کے اور مٹھیاں بند کر کے کندھوں تک اٹھاؤ پھر انہیں سینے کے برابر نیچے لے جاؤ۔ اس اثنا میں کندھے کی ہڈیاں اتنی پیچھے کو جھکائی جائیں کہ وہ آپس میں قریب قریب مل جائیں ✦

بعض اوقات بعض لڑکیوں کے کندھے محض انکے انداز رفتار سے موٹے ہو جایا کرتے ہیں۔ لیٹتے وقت کندھے کی ہڈیاں اس کے بالمقابل بالکل سیدھی رکھی جائیں ورنہ لٹکتے ہوئے ہاتھوں پر نظر ڈالنے سے انکی پشت آگے کی طرف دکھائی دے گی۔ ہاتھوں کو اس طرح موڑو کہ ہتھیلیاں آگے آجائیں۔ پھر دیکھو کہ کندھے میں کتنی اچھی سیدھ پیدا ہوگئی ہے ✦

نشاستہ کے فوائد۔ نشاستہ کے عمل کے زائد اوپر درج ہو چکے ہیں۔ اسے پھل کے چاندی کے زیور خشک یا گیلے کپڑے سے ملیں آخر میں اسے کسی مخملی چھڑے سے چمکا دیں ✦

میز کا سفید رنگین کپڑا میلا ہو جائے اس کی سطح پر مٹھی بھر نشاستہ چھڑک دیں اور بہت گیلے کپڑے سے رگڑیں پھر اسے دھو ڈالیں اور صاف کپڑے سے پونچھ ڈالیں ✦

دیوار پر لگے ہوئے کاغذ کے دھبے نشاستہ لگانے سے دور ہو جاتے ہیں۔ کھڑکیاں دھوتے وقت اس کے لگانے سے بہت صاف ہو جاتی ہیں۔ پرانی عمدہ لیس چند گھنٹے خشک نشاستہ میں رکھی جائے اور پھر تھوڑی دیر انگلی پر لٹکا دی جائے تو بالکل نئی ہو جاتی ہے ✦

بیویوں کے لئے ہدایات۔ امریکہ کی ایک زنانہ انجمن نے نو قواعد بیویوں کی رہنمائی کے لیئے بنائے ہیں۔ وہ یہ ہیں (۱) کھانے کے وقت اچھے لباس میں نظر آؤ (۲) ہفتہ میں صرف دو مرتبہ شوہر کے ساتھ سیر کو جاؤ۔ باقی دنوں میں اسے گھر ہی پڑا رہنے دو (۳) نئی پوشاک خریدنے سے پہلے اپنے خانگی بل سب ادا کر دو (۴) اپنے شوہر کے لیئے خشک کھانے نہ پکاؤ (۵) اپنی ساس کو اتوار یا کسی چھٹی کے روز گھر نہ بلاؤ (۶) اگر تمہارا شوہر اپنی آواز پسند کرتا ہے تو اسکی طرف کان لگا دیا کرو (۷) ہر بات میں اس سے مشورہ لو (۸) گلے کا ہار بنی رہو لیکن بہت زیادہ نہیں (۹) اس کے ذہن نشین کر دو کہ تم ایک غریب ناتوان مخلوق ہو اور وہ ۹ فٹ اونچا ہے۔ اس میں شیر کی سی طاقت ہے اور نپولین کی سی جرأت ✦

چڑچڑی کھال۔ بعض کی کھال ایسی چڑچڑی ہوتی ہے کہ تیز صابن یا بعض قسم کے پانی پڑتے ہی اس پر دودڑے پڑ جاتے ہیں۔ نصف چمچہ بوریک ایسڈ چار چمچہ نشاستہ تھوڑے سے ٹھنڈے پانی میں ملا کے تین چھٹانک کھولتے پانی میں ڈالدو۔ یہ دوا کھال کو سکون دیگی۔ سارا جسم اگر اسی قسم کا ہو تو پانی میں ایک پیالہ ہائی پوسلفیٹ آف سوڈا ڈال کے ٹب میں بیٹھ جاؤ ✦

محمد ظفر

سیر بین

بدشکل وحسین جوڑا۔ ناٹنگھم کے ایک کارخانہ کے مزدور الگزینڈر نامی کو اس بات کا دعوےٰ ہے کہ اُس کے برابر دنیا بھر میں کوئی بدشکل نہیں۔ اُس کا ارادہ ہے کہ وہ بدشکلوں کی ایک انجمن قایم کرے جس میں سب سے زیادہ بدشکل کو انعام دیا جایا کرے گا خواہ وہ مرد ہو یا عورت۔ وہ اپنے متعلق کہتا ہے کہ میں بدشکل پیدا ہُوا اور جوں جوں میری عمر بڑہتی گئی میری بدشکلی میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ میرا چہرہ بندر جیسا ہے جسم انسانی ڈھانچ ہے اور ناک تو ماشاءاللہ سارے جسم سے الگ تھلگ نرالی ہی چیز ہے۔ میں نے اپنا یہ حلیہ آئینہ میں دیکھ دیکھ کے بیان کیا ہے۔ میرے چہرہ میں ذرا بھی خوبی نہیں۔

اس کے مقابلہ میں اس کی بیوی نہایت حسین ہے اُسے ایک مرتبہ حُسن کے مقابلہ میں اول درجہ کا انعام ملا۔ وہ کہتی ہے کہ میرا شوہر بدشکل نہیں۔ میاں کی بات کاٹ کے کہا کرتی ہے کہ تم ایسے بدشکل نہیں جیسا تم اپنے آپ کو سمجھا کرتے ہو۔ تم بہت خوبصورت آدمی ہو۔ شوہر کہتا ہے کہ تم میرے چہرہ کے دیکھنے کی عادی ہو گئی ہو۔

الگزینڈر کہتا ہے کہ میرے چہرہ سے لوگ گھبراتے نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی سفارش ہے۔ لوگ بدشکل پر غالباً اعتبار کرتے ہیں۔ اُن کا یہ خیال ہوتا ہے کہ ایسی بدنما کھال کے اندر عمدہ دل ہوتا ہے — میرے بہت جلد دوست بن جاتے ہیں۔ سچ یہ ہے کہ بدشکلوں کو خوبصورت بیویاں ملا کرتی ہیں۔

۱۵۶ برس میں بیوی کی تلاش۔ زارد آغا ایک ترک ہے اور اس کی عمر اسوقت ۱۵۶ سال کی ہے۔ اُس نے عمر بھر میں کبھی شراب نہیں پی۔ امریکہ والوں نے اُسے ترکی سے اس لئے مدعو کیا ہے کہ وہ اس ملک میں گشت لگا کے شراب نہ پینے کے عملی نتائج کے طور پر اپنے آپ کو پیش کرے۔ وہ ترکی سے یونان میں آیا۔ وزیر اعظم یونان اُس سے بے تکلفی سے ملا اور بغلگیر ہوا اور اس کی پیشانی کو چوما۔ ترک نے بھی گرمجوشی سے ایسا ہی کیا اور وزیر کے لئے اس کی سی عمر پانے کی آرزو کی۔ وہ امریکہ میں پہنچ گیا ہے۔ طبی معاینہ سے پایا گیا کہ اس پر صرف بڑھاپے کے آثار پائے جاتے ہیں۔ خون کی رگیں سخت ہو گئی ہیں اور سیدھی آنکھ میں موتیا آ گیا ہے ویسے وہ ہر طرح درست ہے۔ آغا نے بعض ملاقاتیوں سے کہا کہ اُسے سانولی عورت پسند ہے۔ اور ترجمانوں کے ذریعہ ہر بات کا جواب دیتا ہے۔ اُس نے بیان کیا کہ اسنے بڑے مزے کی زندگی بسر کی ہے۔ اس کی ساری عمر میں بارہ بیویاں ہوئیں جو اس کے ساتھ اچھی طرح رہتی سہتی رہیں۔ ان میں سے تیسری بیوی اس کی خاص منظور نظر تھی ساتویں بہت حسین تھی لیکن باتونی بہت تھی۔ اسے اب بھی بیوی کی تلاش ہے۔ نیویارک میں پہلا سارا دن

اس نے سیر میں گذارا۔ علی الصباح اُٹھا اور کعبہ کی سمت معلوم کرنے میں اسے بڑی دقت ہوئی۔ اس نے غسل کیا اور نماز پڑھی۔ وہ بیوی حاصل کرنے کے علاوہ نئے دانت بھی لگوانا چاہتا ہے۔ وہ ۱۸۴۲ء میں پیدا ہوا تھا۔ دُنیا بھر میں اس کے برابر کوئی طویل العمر آدمی نہیں ہے۔

بیرحم باپ۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ میں ایک گیارہ سالہ لڑکی ہلڈا کا ۱۴۰۰ سو پونڈ کا بیمہ ہو رہا تھا اور اس کی ماں نے جو سال بھر پہلے مر چکی ہے بہت سا مال و اسباب اُس کے نام چھوڑا۔ اس لڑکی کے باپ نے ایک عورت سے شادی کرنی چاہی چنانچہ کہا جاتا ہے کہ شادی سے ایک ہفتہ پہلے اس عورت نے اس لڑکی کے کپڑوں پر سوتے ہوئے پٹرول ڈال کے آگ لگا دی اور وہ جل کے مرگئی۔ یہ سب اس نے کیا ہے کہ بیمہ کی رقم اور مال و اسباب اخراجات کے لئے مل جائے۔ اس کے ایک ہفتہ بعد لڑکی کا باپ ایک موٹر میں عورت سمیت بیٹھ کے پاس کے ایک قصبہ میں گیا اور اس سے شادی کرلی۔ دونوں پر مقدمہ ہوگیا ہے۔ عورت نے کہا کہ میں باورچی خانہ میں برتن میں پٹرول ڈالے کپڑے صاف کررہی تھی کہ اس میں آگ لگی اور میں برتن باہر پھینکنے کے لئے کھڑکی کی طرف بھاگی۔ راستہ میں لڑکی سے میں نے ٹھوکر کھائی اور وہ جل گئی۔ تفتیش کرنے والے نے بتایا کہ آگ سونے کے کمرہ میں لگی۔ باورچی خانہ میں نہیں لگی۔ پڑوسی کہتے ہیں کہ جب عورت باہر آئی تو اس کے چہرہ پر بہت اطمینان تھا اور کوئی گھبراہٹ نہ تھی حالانکہ لڑکی کمرہ میں جل رہی تھی اور پھر ہفتہ بھر بعد دونوں نے شادی رچالی۔ اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یہ دونوں مجرم ہیں۔ اس عورت کا یہ چوتھا شوہر ہے۔

عوج بن عنق کی بالشتن۔ ایک سکاٹلینڈ کا انگریز چھ فٹ لمبا ہے۔ اُس نے ایک ۴۳۔ انچ کی عورت سے شادی اس غرض سے کی کہ ٹریم میں بیٹھتے یا بائسکوپ دیکھنے کے وقت اس کا آدھا ٹکٹ لگے۔ لیکن اسے متعدد تلخ تجربے ہوئے ہیں۔ اس نے ایک دوست سے بیان کیا کہ میں نے ایک مرتبہ بے خیال ٹریم والے سے کہا کہ چار پیسے کے دو ٹکٹ دو۔ اس نے میری بیوی کی طرف دیکھا اور ڈیڑھ آنے کے دو ٹکٹ دیدیئے۔ میں دل میں بڑا خوش ہوا کہ یہ خوب ہوا۔ ٹریم آگے چل کے مسافروں سے بالکل بھر گئی۔ ایک بڈھے نے جو میری بیوی کے برابر بیٹھا تھا کہا کہ تم میری گود میں بیٹھ جاؤ تاکہ کسی شخص کے لئے جگہ ہوجائے۔ اور اس نے بے تکلف اُسے اُٹھا کے اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اگر میں اسے بتاتا کہ بڑے میاں یہ کیا کرتے ہو۔ یہ تو میری بیوی ہے تو ٹریم چلانے والا میرے پاس آتا اور کہتا۔ لایئے حضرت دو پیسے اور دلوایئے۔

اس اثنا میں اسکی بیوی آگئی۔ اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں تمہارے لئے عمدہ سگرٹوں کی ڈبیاں

خریدنے گئی تھی۔ دُکاندار نے کہا کہ میں تمہارے ہاتھ سگرٹ نہیں بیچ سکتا۔ بچی۔ تم بہت کمسن ہو تم اپنے باپ کو یہی بھیجدو +

سخت جان دُلہن۔ ایک لڑکی بارہ دفعہ موت سے بال بال بچی ہے۔ جب وہ آٹھ برس کی تھی۔ مدرسہ کی چھت پر چڑھ گئی۔ وہاں سے اتفاق سے گر کے بل گلی میں جا پڑی۔ ڈاکٹروں نے کہا کہ وہ ضرور مرجائے گی لیکن آخر میں بچ گئی۔ تین سال بعد ایک ٹریم سے ٹکرا کے گر پڑی۔ لیکن پھر بھی بچ گئی۔ اس کے بعد فرانس میں اس ریل کی ٹکر ہو گئی جس میں وہ تھی۔ اس میں بارہ آدمی مرگئے۔ دو دفعہ سمندر میں جہاز ڈوبا اور وہ بچ نکلی۔ ایک دفعہ ایک سانڈنے ٹکر ماری۔ اس کے بعد ایک مکان کی دوسری منزل سے زمین پر گر پڑی۔ دو سال ہوئے جس موٹر میں وہ بیٹھی تھی ٹکرا کے پاش پاش ہو گئی۔ اس کا رفیق اسی وقت مرگیا لیکن وہ پھر بھی بچ گئی۔ سال بھر ہوا وہ سمندر میں ڈوب ہی چلی تھی کہ سیلاب کی رَو نے اسے ساحل کے ریت پر پھینک دیا۔ دو مرتبہ آگ لگے ہوئے مکانوں سے نکلی اور ایک دفعہ ہوائی جہاز جس میں وہ تھی ٹوٹ کے زمین پر گر پڑا +

آسمان سے گوشت۔ فطرت بھی عجیب سائنسداں ہے۔ وہ درختوں سے ہوا میں سے کاربن کھنچواتی ہے۔ صدیوں کے بعد یہ درخت مٹی میں مل کے کوئلہ بن جاتے ہیں۔ کوئلہ سے دوائیں مختلف رنگ ایندھن اور متعدد مختلف ضروری چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ دنیا اس ترقی سے جارہی ہے کہ کچھ عرصہ بعد کوئلہ کی رسد ختم ہو جائے گی۔ سائنس اسوقت اس تجسس میں مصروف ہے کہ فطرت جن کاموں کے انجام دینے میں صدیاں لیتی ہے وہ گھنٹوں میں پورا کر دیا کرے۔ ہوا میں کافی کاربن ہے۔ اسے درخت کے توسط کے بغیر کوئلہ کی گیس کی شکل میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ آیندہ نسلیں ہوا سے کوئلہ کی رسد حاصل کیا کرینگی۔ اب یہ ضرب المثل غلط ہو جائے گی کہ آدمی محض ہوا پھانک کے زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہماری نباتات ہوا اور زمین سے وہ شکل اختیار کرتی ہے جس پر ہم اپنی زندگی قایم رکھتے ہیں۔ جانور گھاس پات کھا کے ہمارے لئے گوشت کی غذا بہم پہنچاتے ہیں۔ دُنیا کی آبادی موجودہ رفتار سے ۷۰ سال میں دُگنی ضرور ہو جائے گی۔ اس وقت موجودہ زمین ہماری ضروریات کی فراہمی کے لئے کافی نہ ہوگی۔ چاروں عناصر ہوا پانی زمین آگ ہماری خوراک بہم پہنچاتے ہیں۔ سائنس کی مدد سے ہم ہوا سے گوشت منٹوں میں حاصل کیا کرینگے +

تیراک لڑکی۔ ایک ۱۹ سالہ انگریز لڑکی نے اس گرسنیز سے رات کے ۱۰ بجکے ۴۵ منٹ پر تیرنا شروع کیا۔ وہ رودبار انگریزی کو عبور کرنا چاہتی تھی۔ وہ نو گھنٹے کے بعد ساحل انگلستان سے ۶½ میل آ پہنچی۔ ساحل تین میل رہ گیا تھا اِدھر کہ اُسے کہر نے آلیا۔ اُس کی طاقت نے جواب دیدیا اور وہ رہ گئی ورنہ وہ

سا ایڈرلی سے بازی لے جاتی جو رود بار کو پہلے عبور کرچکی تھی۔ یہ لڑکی ۱۲ گھنٹہ پانی میں رہی ۔

مردہ ماں کے اشارے۔ ایک عورت کی مُردہ ماں غیبی اشاروں سے بتاتی رہتی ہے کہ گھر کا فلاں شخص مرنے والا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ پچھلے سال میں بیٹھی پڑھ رہی تھی کہ میری نظر بند دروازے کی طرف کسی مقناطیسی قوت سے کھنچی چلی گئی۔ میری ماں ٹہلتی ہوئی کمرہ کے سرے تک گئی اور پھر وہ میری طرف منہ کرکے کھڑی ہوگئی۔ اس کے ہونٹ ہلے اور مجھے انکی حرکات سے چچا ولیم کا نام بنتے نظر آیا۔ صبح کو میرے باپ کے پاس تار آیا کہ ان کا بھائی برسٹل کے پاس ایک گاڑی سے ٹکرا کے مرگیا۔ تین مہینے ہوئے میں خط لکھ رہی تھی کہ ایک کالی کالی چیز دھندلی سی روشنی میں لپٹی ہوئی کمرہ میں اُڑتی ہوئی آئی۔ یہ کچھ صاف ہوئی تو مجھے ماں کی صورت نظر آئی۔ اس کے ہونٹوں نے چچی ایملی کا نام بتایا۔ اگلے روز شام کو تار ملا کہ وہ موٹر کے نیچے آکے مرگئی۔ پندرہ دن ہوئے میری ماں پھر نظر آئی اور اس کے ہونٹ ہلتے ہوئے باپ باپ کہتے معلوم ہوتے تھے۔ اگلے روز صبح کو باپ کے ایک چوراہے پر ٹکر کھاکے مرنے کی خبر آئی ۔

مصنف سے انتقام۔ ایک مصنف کا قصہ ایک رسالہ میں مسلسل نکل رہا تھا۔ ایک خریدار بڑے شوق سے اسے پڑھا کرتا تھا وہ گویا اس قصہ کی ممدوحہ پر لٹو ہوگیا۔ آخری باب میں مصنف نے اس کی شادی قصہ کے ممدوح سے کردی۔ اس سے اس پڑھنے والے کے حسد نے بھڑک کے انتقام کی صورت اختیار کرلی۔ مصنف بیچارہ اس کی شکل تک سے واقف نہ تھا۔ وہ بڑا پسٹ کے ایک قہوہ خانہ میں بیٹھا چائے پی رہا تھا کہ وہ داخل ہوا اور اس کے سر پر لکڑی ماری۔ اس طرح اس نے اپنا کلیجہ ٹھنڈا کیا ۔

چور سے شادی۔ ایک لڑکی کمرہ میں روشنی دیکھ کے اُٹھی تو اس نے ایک چور کو اس کی الماری کھولتے دیکھا۔ چور اسے دیکھ کے مبہوت سا ہوگیا۔ لڑکی نے غل مچانا مناسب نہ سمجھا کیونکہ چور بھلا آدمی معلوم ہوا۔ اس نے اس سے اس حرکت کی وجہ پوچھی تو وہ ٹوٹی پھوٹی آواز نکالتا ہوا بیہوش ہوگیا۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تعلیم یافتہ تھا لیکن بیکاری نے اسے اس حرکت پر آمادہ کیا۔ اس نے اسے یہ وعدہ لے کے چھوڑ دیا کہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے گا۔ وہ شکریہ ادا کرکے چلا گیا۔ چھ مہینے بعد اس کا ایک خط آیا اور وہ خود بھی آیا۔ کناڈا میں اسے اچھا عہدہ مل گیا تھا اس نے لڑکی سے شادی کی درخواست کی جو اس نے منظور کرلی ۔

محمد ظفر

کیمیائی اُصول سے صابن بنانا

خاص برائے عصمت

عمدہ صابن صرف کاسٹک سوڈا۔ پانی۔ اور تیل یا چربی سے بنتا ہے۔ اس کے علاوہ رنگ خوشبو وغیرہ ہوتی ہے۔ مفصلہ ذیل ترکیب سے نہایت عمدہ صابن بنتا ہے اور کپڑے دھونے نہلانے وغیرہ کے کام کیلئے طیار ہو سکتا ہے۔ اونی کپڑے بھی اس سے دھل سکتے ہیں۔

کاسٹک سوڈا	پانی	میٹھا تیل
۱ پونڈ	۲½ پونڈ	۷ پونڈ
۳½ پونڈ		

ایک تام چینی کے برتن میں کاسٹک سوڈا پانی میں حل کر لیویں۔ ایک اور برتن میں تیل ڈال لیویں۔ کاسٹک سوڈا اور پانی کے ملنے سے محلول گرم ہو جائے گا۔ اسکو ٹھنڈا کر لیویں۔ یہ محلول آہستہ آہستہ تیل میں ڈالیں اور کسی لکڑی سے خوب ہلا دیں۔ کل محلول کو ایک ہی وقت نہ ڈالیں بلکہ تھوڑا تھوڑا کرکے پانچ پانچ یا دس دس منٹ کے بعد ڈالیں اس طرح سے کوئی آدھ گھنٹہ میں سب محلول تیل میں ملا دیویں۔ اگر آدھ گھنٹہ سے زیادہ وقت صرف کریں تو اور بہتر ہے۔ صرف ایک احتیاط لازمی ہے کہ تیل اور کاسٹک سوڈا بہت گرم نہ ہو جائیں کیونکہ ان دونوں کو ملانے سے گرمی پیدا ہوتی ہے ورنہ تیل علیحدہ ہو جائے گا اور کچھ صابن ذرہ ذرہ ہو کر علیحدہ ہو جائے گا جو کہ پھر آپس میں نہیں ملیں گے خواہ کتنا ہی کاسٹک سوڈا کیوں نہ ڈالا جائے۔ جب تمام کاسٹک سوڈا مل جاوے تو اس نیم ٹھوس مرکب کو جو کہ ابھی بہت نرم ہوگا اگر چاہیں تو سانچہ میں ڈال لیویں جو کہ عام طور پر لکڑی کا بکس ہوتا ہے یا اسی برتن میں پڑا رہنے دیویں۔ Sapnification یعنی کہ صابن کا بننا کوئی ہفتہ عشرہ میں ٹھیک ہوتا ہے۔ اس کے بعد اسے نکال کر دھاگے سے کاٹ لیویں۔ یہ صحیح کیمیائی ترکیب ہے۔

اس طرح سے جو صابن بنایا جاتا ہے وہ پہلے دن بلکہ دوسرے اور تیسرے دن بالکل ٹھوس نہیں ہوتا ہے لوگ زیادہ کاسٹک سوڈا ڈال کر ٹھوس کر لیتے ہیں اور کاسٹک سوڈا کو رفع کرنے کے لئے میدا وغیرہ ڈالتے ہیں جس کی اچھے صابن میں ضرورت نہیں ہوتی +

میاں محمد شریف ایم۔ ایس سی (علیگ) پروفیسر کیمسٹری

چوری کے مضامین

۱۔ بعض لڑکیاں اپنے کو دوسروں سے بلحاظ اپنی قابلیت و استعداد بلند پایہ نظمیں یا علمی مضامین جن کے معانی و مطالب بھی بخوبی ذہن نشین نہیں کر سکتیں لکھ کر اپنے کو مضمون نگار مشہور کرتی ہیں۔ اگرچہ اس میں شک نہیں اپنا نام کسی اخبار یا رسالے میں درج دیکھنا یقیناً باعث انتہا مسرت کا موجب ہوتا ہے۔ لیکن یہ خوشی اس وقت اور بھی زیادہ ہو گی جبکہ یہ خاص اپنے دماغ کاوشوں کا نتیجہ ہو۔ خیر یہاں تک بھی غنیمت ہے۔ کیونکہ یہ راز صرف گھر ہی کے افراد تک محدود رہتا ہے۔ اور قلعی کھلتی بھی ہے تو ایک عرصہ کے بعد۔ لیکن بعض بہنیں شوقِ نمود میں اس درجہ بے خود ہوتی ہیں کہ کسی مشہور مصنف کا مضمون یا پسندیدہ نظم رسالوں میں کسی قدر تحریف و تصریف کے بعد اپنے نام سے درج کرا دیتی ہیں۔ مگر انکے ناجائز سرقے کا جلد پتہ چل جاتا ہے۔ اور انکو عارضی مسرت کے معاوضے میں حد درجہ نادم و شرمسار ہونا پڑتا ہے۔ رسالۂ سہیلی بابتہ جون ۳۶ء میں مسز عبدالقیوم صاحبہ کی نظم "سہیلی کو خط" دیکھکر میں حیران رہ گئی۔ یہ نظم "بزم عصمت" کی ہر دلعزیز شاعرہ محترمہ م۔ب لکھنوی مرحومہ کی ہے جو غالباً محترمہ بلقیس بیگم حصار کے نام بھیجی گئی تھی جو عصمت کے علاوہ "درسِ کوہ شیریں" کے عنوان سے تہذیب مورخہ ۱۵ مئی ۳۶ء میں زینت اخبار ہو چکی ہے مسز عبدالقیوم صاحبہ نے چند اشعار حذف کر دیئے اور مقطع میں بھی تصرف کیا گیا ہے۔ اس سے قبل ایک مرتبہ مشہور افسانہ نگار منشی پریم چند صاحب کا افسانہ "بڑے گھر کی بیٹی" قمر جہاں بیگم کے نام نامی سے شرفِ اشاعت پا چکا ہے۔ کسی رسالے یا کتاب سے نقل کرنا کوئی نقص یا عیب نہیں ہے لیکن بجائے کتاب کے حوالے یا مصنف کے نام کے اپنا ثابت کرنا نازیبا ہے۔ اور یقیناً چوری میں داخل ہے۔ جب "بڑے گھر کی بیٹی" سہیلی میں چھپ گیا تھا اسی وقت میں نے اڈیٹر صاحبہ سہیلی کی توجہ اس طرف مبذول کرائی تھی۔ لیکن انہوں نے قمر جہاں صاحبہ سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ غالباً اڈیٹر موصوفہ کی چشم پوشی نے دوسری صاحبہ کو بھی اس قبیح بداخلاقی کی ہمت دلائی۔ مریم بانو حیدرآباد دکن

۲۔ کل رسالہ سہیلی بابت ماہ مئی میں مولانا راشد الخیری صاحب کی کتاب "مودودہ" کے پہلے دو باب سفاک باپ کے نام سے ہمشیرہ خورشید جہاں کیرانوی نے اپنی طرف سے لکھے ہیں۔ نہ تو انہوں نے مولوی صاحب قبلہ کا نام لکھا ہے نہ کتاب کا حوالہ دیا ہے جس سے معلوم ہو کہ یہ مضمون مولوی صاحب کا ہے چونکہ یہ بات جرم ہے اس لیے آپکو اطلاع دیتی ہوں۔ مسز سید الطاف حسین اسسٹنٹ گورنمنٹ انسپکٹر

۳۔ جنوری کے عصمت میں ہماری عزیز بہن آمنہ نازلی صاحبہ کا ایک نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ بعنوان "سید صاحب کی آمد" شائع ہوا تھا مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی ہے کہ لفظ بلفظ یہی قصہ ایک اور بہن نے اپنے نام سے رسالہ سہیلی کے تازہ نمبر میں شائع کرایا ہے البتہ عنوان بدل دیا ہے یعنی "شہید مرد" سرخی رکھی ہے میں نے اڈیٹر صاحب سہیلی کو لکھا تھا کہ اس مضمون کی چوری کی اطلاع رسالہ میں ضرور درج کر دیں تاکہ دوسری بہنیں دھوکہ میں نہ رہیں مگر انہوں نے پرواہ نہیں کی۔ سلیمہ بیگم بنت امجد علی صاحب لکھنؤ

۴۔ رسالہ عفت کے اگست کے پرچہ میں ص بنت سید حسن عسکری صاحب ڈپٹی کلکٹر کی طرف سے ایک نظم دعوت عبادت کے عنوان سے چھپی ہے حالانکہ یہ وہی نظم ہے جو چار سال قبل اکتوبر ۳۲ء کے عصمت میں ؟ ۔۔ بدل دیا ہے باقی تمام کی تمام وہی نظم ہے ایک حرف کا بھی فرق نہیں۔ اسے چوری نہیں تو پھر کیا کہتے ہیں۔ مسز یوسف علی اکولہ برار

جڑاؤ بیل



منقش سیاہ مخملی فیتہ پر چمکدار موتی سلمہ سے کڑھی ہوئی بیل کی۔ خوبصورتی و دلکشی کسی جڑاؤ زیور سے کمتر نہیں ہوتی۔ بلکہ رنگین فیتہ پر اور بھی زیادہ دلفریب ہوتی ہے۔ اس بیل کا کاڑھنا نہ وقت طلب ہے نہ دشوار ایک نوآموز دستکار بھی ماہر فن ثابت ہونگی اگر پر کاڑھیں تو بھی ناممکن نہیں جو فریم یا چوکھٹے پر کاڑھا جائے تو اور بہتر

اشیار ضروری

فیتہ چھپا ہوا	۱	موتی سبز ہلکے گچھے	۶	فیروزی یا کاسنی	۳	تاگا سنہری نمبر	۵۰
سلمہ سنہری	تولہ ۱	موتی سرخ گہرے	۶	زرد رنگ		۵۰ سوئی	۱۰
سلمہ نقرئی	" ۱	موتی گلابی	۶	سرخ رنگ		۵۰ "	۱۴

۱۔ نمبر ۱۴ کی سوئی میں تاگا پرو۔ پتی کی نوک کے پاس سوئی نکالیئے ایک سرخ موتی ایک ہلکا سبز ایک گہرا سبز پرو کر پتی کی رالی کے پاس نیچے لگا لیجیے۔ اسی طرح سب پتیوں پر موتی ٹانک لیں۔

۲۔ پھول کی پنکھڑی کی نوک کے قریب اسی مطابق پہلے ہلکا گلابی موتی پھر گہرا ایک سرخ پرو پھر پنکھڑی میں ٹانک لیجیے۔ وسط میں زرد رنگ پیوست کر دیجیے۔

۳۔ کلی میں کاسنی موتی ٹانک میں نیچے کی دونوں پتیوں میں سبز موتی ٹانکنا چاہیے۔

۴۔ بو کے درمیانی ٹکڑوں میں گلابی موتی ٹانکیے۔ وسط میں سرخ رنگ جڑیئے۔

۵۔ ڈالیوں پر سنہری سلمہ پنکھڑیوں پتیوں کے دونوں جانب اندازاً اس قدر لمبے ٹکڑے کاٹ کر لگا دیجیے۔ لیکن یہ خیال رہے کہ نوک کا شگاف نمایاں نہ ہو۔

۶۔ بو کے اطراف اوپری سلمہ لگائیے۔

اب آپ کو بیل کی خوبصورتی کا یقین خود بخود ہو جائے گا۔

خدیجہ بائی

بزمِ عصمت

بزمِ عصمت کے لیئے جو خطوط بھیجے جائیں ان مضامین کے متعلق یا انتظامی امور کے بارے میں کچھ نہ لکھنا چاہیئے۔ نمبر خریداری نمبر ضرور درج ہو ورنہ خط ردی کر دیا جائیگا۔

میری ننھی بہن سیدہ ثنا نز سلطانہ کی شادی سید نصیر احمد طالب علم ایم اے کلاس کے ساتھ ۵ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو شرعی طریقہ سے انجام پائی کوئی قابل اعتراض رسم نہیں ہوئی اس خوشی میں دس روپیہ تربیت گاہ کی بہنوں کے لیے اور پانچ روپیہ عصمت نادار رفنڈ کے لیئے بھیجتی ہوں۔

حمیدہ خانم لکھنؤ

میرے بڑے بھائی جان میاں عبداللطیف صاحب کو ٹائیفائڈ ہو گیا تھا اس سے ہمارے گھر میں بڑی پریشانی تھی قربان جائیے خدا کی مہربانی کہ اس نے ۱۷ روز بعد شفا دی اس خوشی میں سات روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ کے لیے ارسال ہے۔

ص بیگم بنت میاں عبدالعزیز صاحب پٹنہ

میرے بھائی جان محمد اسلم صاحب انگلینڈ سے تعلیم حاصل کر کے بخیر و عافیت تشریف لے آئے اس خوشی میں ۵ روپیہ تربیت گاہ کے واسطے بھیجتی ہوں۔

سرور جہاں بہاولپور

ہمیں یہ معلوم ہو کر بے انتہا مسرت ہوئی کہ ہماری محترم بہن فاطمہ بیگم صاحبہ بنگلوری کی شادی مولوی انور علی صاحب بی اے انسپکٹر مدراس پولس کے ساتھ ماہ اگست میں بخیر و خوبی انجام پائی۔ دولہا دلہن اور انکے والدین کو ہم دلی مبارکباد دیتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ بہن فاطمہ بیگم کے لیئے انکی شادی دائمی مسرت کا باعث ہو اور وہ اپنی بہنوں کی ملی خدمات بدستور انجام دیتی رہیں۔ (اڈیٹر)

سال گذشتہ میں خداوند کریم نے جو بچہ سلطان مجھے دیا تھا اس سال ۸ جمادی الثانی کو اس بچہ کی سالگرہ کی تقریب میں میلاد شریف قرار پایا تھا۔ اسی سلسلہ میں میرے شوہر کے ایک دوست سید اشتیاق حسین صاحب انجم نے ایک نظم حسب موقعہ پڑھی تھی چونکہ اسے بہت پسند کیا گیا تھا لہذا اس کے چند اشعار بہنوں کی دلچسپی کے لیئے لکھتی ہوں۔

سرور افزا ہوائیں ہیں طرب افزا فضائیں ہیں — مسرت بیز بادل ہیں ہر طرف صحن گلستاں میں

تماشا دیدنی ہے بلبلانِ نغمہ پیرا کا — خوشی کی ہو رہی ہے بارشِ خوش الحانیاں میں

سماں یہ دیکھکر مجکو تعجب کچھ ہوا ایسا — نظر بھی لوٹ کر آئی یہی ہر چشمِ حیراں میں

یکایک یہ کہا سوسن نے پھر جیسے کو شنِ انجم — گل مختار احمد کی خوشی ہے اس گلستاں میں

سلیمان نعمت ہو اور نام بھی پیارا سلیمان ہے — کہ جسکی سالگرہ آج ہے اس سازو ساماں میں

تصدق سے محمد کے رہے فضل و کرم اسپر — رہے مسرور شاداں آبی یہ گلستاں میں

دو بالا اور بھی رونق ہوئی اسکی اسجا — مجلی محفل میلاد کی ہے بزم امکاں میں

بیگم مختار احمد صدیقی تحصیلدار

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ ۴ جولائی ۱۹۳۰ء بروز جمعہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ننھا سا بھائی "اسلام حیدر خاں" عطا فرمایا ہے خدا تعالیٰ مولود مسعود کو صاحب عمر و نصیب کرے آمین۔ ۲۴ جولائی کو عقیقہ کی تقریب میں میلاد مبارک ہوا۔ میرے اباجی کے دوست سید جعفر حسین قزلباش صاحب نے مندرجہ ذیل قطعہ تاریخ ولادت پڑھکر سنایا۔

مخدوم بندہ آج بہت خوش ہیں کیونکہ — اللہ نے دیا انھیں فرزند نازنیں

اسلام سے جو ربط نبی خاں کو دیجیے — ہو اسم پاک صاحب صوف لنشین

فائز ہیں وہ بعہدہ ڈپٹی کلکٹری — ہیں خوش صفات صاحب اخلاق با یقیں

طالع بھی سعد وقت ولادت بھی با — جمعہ کا دن ہے اور صفر کی ہے ساتویں

پھولے پھلے جہاں میں خدا طول عمر — ہو فخر خاندان بطفیل رسول دیں

ورد زباں ہے سالِ ولادت دعا کے ساتھ

حسن جو ہو خوش نہاد ہو یہ طفلِ نازنیں

بنت اسلام نبی خاں

قطعہ تاریخ وفات معصومہ اقبال فاطمہ

اقبال فاطمہ نے کل آٹھ ماہ رہکر — دی جان اور سب کو غمگین کر گئی ہے

ماہ صفر کی چھٹی تھی اور روز پنجشنبہ — مرجھا گیا وہ غنچہ ہجری کا سن یہی ہے

تھی تیسری جولائی افسوس آہ بہے — دختر بسیر جنت یہ سال عیسوی ہے

۱۹۳۰

قطعہ تاریخ وفات معصومہ رضیہ بیگم

چہارشنبہ کی اٹھائیسویں شب ذی الحج دیگئی اور شفق کو جدائی کا غم
سال معصومہ سہ سالہ کی ہے فکر منیر کہہ۔ جناں میں وہ گئی آہ رضیہ بیگم

لہ محترمہ بہن نے ۲۷ ذی الحج بعد مغرب تحریر فرمایا ہے۔ لیکن شب اٹھائیسویں شمار ہوگی کیونکہ قمری ماہ میں شب پہلے شمار کی جاتی ہے اس لئے اٹھائیسویں شب لکھی گئی ہے۔

از طبع ناقص کمترین نور الدین منیر (سورت)

میں نہایت رنج وقلق کے ساتھ اطلاع دیتی ہوں کہ میرا پیارا ننھا بھائی حفیظ احمد نے بعمر ایک سال چار ماہ بخار آنے کی وجہ سے آٹھ روز علیل رہ کر ۳۔ ۴ ستمبر کی درمیانی شب میں اس دنیا ناپائیدار کو الوداع کہا۔ اگر بہن خورشید آرا بیگم امراؤتی قطعہ تاریخ وفات لکھدیں تو نہایت احسان مند ہونگی۔ پیدائش ۲۳ مئی ۱۹۲۹ء

عزیز فاطمہ بنت ڈاکٹر یار محمد صدیق

محترمہ بہن سعیدہ خانم بانکوڑا نے مسہ دور کرنے کی ترکیب لکھی تھی تو وہ ٹھیک ہے۔ لیکن پیشانی پر جو مسہ تھا اسکو چونہ اور راکھ سے کاٹا تھا۔ گر مسہ نہ کٹا اور ایک مدپیہ کے برابر پیشانی کی کھال کٹ گئی اور ہلکے سیاہ رنگ کی ہوگئی۔ اُس کے مٹانے کے لیئے کوئی بہن یا بھائی کوئی دوا بتادیں تو میں بہت مشکور ہونگی۔ نیز میرے پاس مور کے پر رکھے ہیں مجھے پنکھا بنانے کا شوق بہت ہے اگر کوئی بہن پنکھا بنانے کی ترکیب بزم عصمت میں شایع کردیں تو بہت ممنون ہونگی ؟

راقمہ عصمتی بہن سُورانی پور

اگر کسی بھائی یا بہن کو بھاگلپوری کپڑوں کی آڑھت کا پتہ معلوم ہو تو بذریعہ عصمت تحریر کریں + ع س۔ اترارای

اکتوبر سنہ ء کے عصمت میں بہن ظ۔ ج صاحبہ اور ایک گمنام خریدار عصمت نے اپنے برادرزادی اور ہمشیرہ زادہ کے لیئے "تاریخی نام طلب کیئے ہیں۔ لہذا میرے خیال میں بیگم عبدالقدوس صاحب زبیری کے فرزند کا تاریخی نام "محمد زاہد ریاض زبیری" یا "خورشید زبیری"
۱۳۴۹ ۱۳ ۔ ۴۹
اور حامد علی خان صاحب زبیری کی دختر کا نام "حمیدا خاتون زبیری"
۱۳ ۔ ۴۹
اچھے رہیں گے + حفیظ جمال بنت دوم تعلقدار صاحب

سالگرہ نمبر عصمت میں ایک بہن نے اپنے بھائی کا نام دریافت کیا ہے۔ میں تین نام تجویز کرتی ہوں۔ انیس الرحمن۔ نفیس الرحمن۔ فردوس الرحمن

عزیز فاطمہ سورانی

میری چھوٹی بہن کے پیشانی پر مسہ تھا انہوں نے راکھ اور چونہ لگالیا جس سے مسہ نہ کٹا اور وہاں ایک پیسہ کے برابر ہلکے سیاہ رنگ کا داغ پڑگیا ہے اگر کوئی عصمتی بہن یا بھائی دوا بتلائیں بیحد مشکر گذار ہوں گی ؟ بلقیس جہاں سورانی پور

جن عصمتی بہن کے دانت زردی مائل ہیں انکو یہ استعمال کرنی چاہیئے۔ ملٹن دینٹی سیلک گرے اینڈ کو الہ آباد سے طلب فرمائیں + اختر جہاں بیگم پرولیا

جن عصمتی بہن نے اپنے دانت قدرے زردی مائل رہنے کی شکایت کی ہے وہ یہ نسخہ استعمال کریں۔

نمک طعام آدھ پاؤ تین تولہ مرچ سیاہ۔ تین ماشہ سونٹھ کرکٹہ رتن جوت کی لکڑیاں ایک چھٹانک مولسری کی پسی ہوئی خشک چھال ایک چھٹانک ان پانچوں چیزوں کو پیس کر ملالو۔ یہ دانت صاف کرنے کا منجن تیار ہوگیا۔ جو دانت صاف کرے گا بالکل سفید نکال دے گا۔ منہ کی بادی پانی وغیرہ بھی خارج کرے گا۔ دانت کی جڑوں کو مضبوط کرے گا (۲) خالص سرسوں کا تیل کے اس میں قدرے نمک ڈال لیں اور ہر روز صبح کو اس سے دانت صاف کریں۔ انشاء اللہ بہت مفید ہے + کنیز فاطمہ از ڈنگ

مسز ارصاف صاحبہ کو معلوم ہو کہ میرے دانت بہت زردی مائل رہتے تھے مگر خداوند کریم کا شکر ہے کہ جب سے میں نے اس منجن کا استعمال کیا اُس وقت سے میرے دانت بہت صاف ہوگئے ہیں۔ اور دانت کے درد کے لیئے بہت مفید ہے۔ اور جڑوں کو بھی مضبوط کرتا ہے۔ نسخہ حسب ذیل ہے۔

ریٹھری	پھٹکری	سیاہ مرچ	نمک لاہوری
۲ ما ر	۴ ما ر	۲ ما ر	۱۱ ما ر

ریٹھری کو جلاکر خاک کردیجے۔ اس کے بعد پھٹکری کا لیپا بناکر سیاہ مرچ اور نمک لیکر پیکر ایک جا کرکے استعمال کیجے۔ انشاء اللہ ایک ہفتہ میں دانت بہت صاف ہوجائینگے اگر کچھ فائدہ ہوگا تو برائے مہربانی عصمت پرچہ میں شایع فرمادیجیے گا۔
ضمیر النساء بیگم

میری ایک بہن صاحبہ پارہ بہت کھایا کرتی تھیں کچھ عرصہ سے انکے دہانے کے دونوں طرف کالا ہوگیا ہے اگر کوئی بہن یا بھائی صاحب کوئی نسخہ یا کوئی دوا بتائیں تو نہایت شکرگذار ہونگی لیکن نسخہ آزمایا ہوا ہو تو اچھی بات ہے۔

قمر جہاں بیگم بنت شیخ سراج الدین صاحب کلکتہ

میری ہمشیرہ جنکی عمر تقریباً ۱۱ سال ہے قریب دو سال سے بعارضہ سفید داغ مبتلا ہیں۔ انکو یہ مرض دماغ سے شروع ہوا ہے۔ کچھ بال بالکل سفید ہوگئے ہیں اور کچھ بال جڑ کے قریب سفید ہوگئے ہیں۔ سفید سیاہ ہیں۔ بحالت موجودہ قریب قریب آدھا سفید ہوگیا ہے۔ اس کے کچھ روز بعد سے پیر پر بھی سفید داغ ہوگئے ہیں۔ اور اب پنڈلی تک پہونچ گئے ہیں۔ ہاتھ کے پنجوں پر بھی سفید داغ ہیں۔ آنکھوں کے ڈھکنوں پر اور کانوں کے پیچھے بھی ہیں۔ اگر کسی عصمتی بہن یا بھائی کو اسکا علاج معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مجھکو اطلاع فرمائیں مشکور ہونگی۔

بیگم سید خادم علی کانپور

گرہانجنی اگر ایک دفعہ نکلے تو پھر متواتر نکلنا شروع شروع ہوجاتی ہیں۔ اور بے حد تکلیف دہ ثابت ہوا کرتی ہیں۔ فوری علاج ہونا چاہئے۔ ذیل میں ایک ماہر امراض چشم مشہور حکیم صاحب کا پتہ درج کرتی ہوں۔ بہن صاحبہ بذریعہ خط حقیقت مرض لکھکر دوا طلب کریں۔ تجربہ سے انکی دوائیں اکسیر ثابت ہوئی ہیں۔ پتہ حکیم صاحب۔ چشمہ حق ماہر امراض چشم جناب حکیم نبی بخش صاحب۔ محلہ قائم پورہ کلکتہ۔

خاکسار گ۔ ن بنت ابوالفضل کپورتھلہ

ستمبر کے پرچہ صفحہ ۲۵۸ پر تحریر ہے کہ ایک محکمہ ہے دیمک کا انتظام جس کے سپرد ہے۔ براہ عنایت مولوی محمد ظفر صاحب مطلع فرمائیں کہ یہ محکمہ کہاں ہے ہمارے موضع میں دیمک بہت زیادہ ہے اور سخت نقصان ہورہا ہے۔

خان بہادر حافظ زین العابدین چک ۲۹ منٹگمری

گندہ دہنی کے لئے زنگار۔ شہد۔ سرکہ۔ تینوں چیزوں کو پکاکر کلی کریں وزن تینوں چیزوں کا اپنی مرضی پر منحصر ہے جتنے کلی غرغرے کریں اوتناہی وزن رکھیں۔ از حد مفید ہے۔ رانیہ بانو فیروز

مہربانی فرماکر محترمہ لطیف بیگم صاحبہ لاہور یہ تحریر فرمائیں کہ ہڑی کے کروشیا کی یہی شناخت ہے ایک بہن صاحبہ نے جو منجن کی ترکیب عصمت ماہ اکتوبر میں تحریر کی ہے اس میں اگر چند چیزیں یہ اور شامل کر لی جائیں تو اور بھی فایدہ مند ہوگا۔ گل جو یہ۔ تباکو گل۔ الائچی کلاں کے چھلکے ان تینوں چیزوں کو آدھ پاؤ جدا جدا جلا لیں ۲ ماشہ کافور ۲ ماشہ رومی مصطگی ۲ ماشہ عاقر قرحا ان سب چیزوں کو باریک پیس کر اس منجن میں شامل کریں جو بیحد مفید اور آزمودہ ہے۔ ماجدہ خاتون ہمشیرہ سید محمد طاہر جبلپور

برص کے لیئے یہ نسخہ آزمودہ ہے۔ نوشادر اور لہسن دونوں ایک جا پیسکر پھر داغوں پر ملئے۔

صغرا بی بنت محمد اکبر منگن گھاٹ

میری ایک عزیز سہیلی کے سینہ میں پرخواب آتی ہے اگر کسی بہن یا بھائی کو کوئی دوا یا نسخہ یا صابن معلوم ہو تو تحریر کریں۔

صغرا

میری بہن کا رنگ بخار آنے سے سیاہ ہوگیا ہے اگر کسی بہن کو کوئی صابن یا نسخہ معلوم ہو تو عصمت میں چھپوا کر مجھکو ممنون کریں۔

ایک عصمتی بہن

محترمہ حمیدہ خاتون صاحبہ نے جو عصمت کے سالگرہ نمبر میں پنجابی قمیض کی ترکیب تحریر فرمائی ہے وہ میری سمجھ میں اچھی طرح نہیں آئی علاوہ اس کے نمبر وغیرہ بھی صحیح نہیں معلوم ہوتے۔ لہٰذا بہن صاحبہ قمیص تراشنے کی ترکیب دوبارہ شایع کرادیں تو بہتر ہو۔

س۔ ب بنت خانصاحب منشی فضل حسین میرٹھ

جن بہن صاحبہ نے عصمت کے سالگرہ نمبر میں تیل کے بنانے کے وزن دریافت کیے ہیں انکی خدمت میں عرض ہے کہ ناریل کے ڈیڑھ پاؤ تیل میں ان چیزوں کو ڈالیں۔ ترنج کے بیج۔ دارچینی کی لکڑی۔ کافوری چنبیلی۔ اُم لکی چنبیلی۔ ایک چھٹانک۔ ترکیب مفصل عصمت کے جون نمبر میں ہے ملاحظہ ہو۔ کئی بہنوں نے تیل کے وزن اور دوائیں دریافت کرنے کیلیے خط بھیجے تھے انمیں سے دو بہنوں کے جواب نہیں جاسکے ہیں ایک تو محترمہ انیسہ خاتون صاحبہ بنت سید احمد سپرنٹنڈنٹ آبکاری۔ دوسری بیگم محی الدین راجپوران دونوں بہنوں کو بھی واضح ہو کہ مذکورہ بالا وزن سے تیل تیار کریں۔ بیگم محی الدین صاحبہ نے تحریر فرمایا تھا کہ وہ پیروں سے سردمہری ہیں میرے خیال سے بیر بہوٹی بالوں کے واسطے نہایت

مضامین کی رسید

یہ مضامین شائع کئے جائیں گے:-

مضمون	مصنف
قدامت پرستی	مرزا عظیم بیگ چغتائی
روپیہ سے شادی	صغرا بیگم سبزواریہ
ستیا دیوی	صغرا ہمایوں مرزا
فوٹوگرافی اور عورتیں	ستارہ خیری ام اے
راماین کا ایک ورق	بلقیس جمال
دریا کے کنارے	عشرت رحمانی
سیر مین	محمد ظفر ام اے
شریف بیوی سے	رابعہ نہاں
مسرت حقیقی	ادریس بیگم
چھٹی ساون کا انتظار	رشیدہ خاتون
رومال چوکور کیوں ہوتے ہیں	کنیز فاطمہ
کام آنیوالی باتیں	مسز تاج حسین
ہمقلم پوشش حسن	بنت ڈاکٹر محمد خاں
نمک ولیموں	سرور جہاں
شرف النسا بیگم	سید نصیر الدین
مستعار چیزیں	بنت نعمت الٰہی
تاریخ ہند کا فراموش شدہ ورق	شہربانو
جاپانی عورت	سعیدہ بیگم
استقبال	ایس بی طاہرہ
مہر	مہرالنسا
بہن کا بدلہ	کنیز فاطمہ
مہمان نوازی	مسز احمد حسن
استقلال	سرور جہاں
جنت کا محل	قانتہ بیگم
کپڑا رنگنے کی ترکیبیں	گ ن
لطیفے	ایس کے صغرا
کثرت ازدواج	شہربانو
موتیوں کا بیگ	راضیہ بانو
موتیوں کا بیڈ ننگ	صفیہ لودی
فوٹو فریم	ا ب
کروشیا میں گلدستہ	فاطمہ
میز پوشش کا کنارہ	ساجدہ بیگم
کروشیا میں شعر	انور سلطان
گلزار طلا کاری	خدیجہ بائی
انشرش کیلئے خوبصورت بوٹی	عزیز فاطمہ
عمق سمندر کی بلا	محمد ظفر ام اے
لندن پیرس کے سینما تھیٹر	نصیر الدین ہاشمی
بیمار بچہ	
لڑکیوں کی صحت	سرور جہاں
کرشمیں	اسماء سعید

یہ مضامین زیر غور ہیں

کوشش کی جائیگی یا رہ عصمت میں ورنہ بنات میں شائع کردیئے جائیں۔

شریفہ کی سرگزشت، سالگرہ نمبر کے مضامین، زندگی اور زندہ دلی باپ بیٹے کی گفتگو، سچی تفریح، مذہب سے غفلت، کشمیر، توبہ، تباہی (افسانہ جمبایہ، ہمایرندہ، ترانہ حمد (حیدرآباد دکن) زکیہ خانم (کشمیر) اسلام میں عورت کا درجہ (حیدرآباد) وسائل حصول علم (بہاولپور) سندھی حالات، زنانہ ٹی پارٹی (جونپور) عورت و مرد (گیا دہی) بے گناہوں پر ظلم، ساس بہو کے تعلقات (جونپور) صحت (ڈ ہلقہ) خون کے آنسو۔ ہوائی جہاز، بچپن کی شادی پر نظر (پٹنہ) معیار شرافت (الہ آباد) دو نظمیں (شیخوپور) زیب النساء کے دو شعر، چاند سے، ٹریننگ (کانپور) نکتہ چینی۔ یادرفتگاں، تحریک نسواں کا راہ راست۔ مکافات (کھولاپور) سالگرہ نمبر کے دو مضامین (حیدرآباد) ساس بہو کے جھگڑے (بھوپال) تاج، آئینہ غم میں حسن کی تصویر، زرین مقولے (کپور تھلہ) پردہ اور میری مشکلات بیوہ کی فریاد۔ ہمدردی، اپنے پروردگار سے، تلاش مسرت

فراق رسول صلعم، عزیز حیدرآبادی کی نظمیں۔ مضمون بے عنوان از بیلی بھیت۔ سخاوت (رائے پور) نعت (کرنال) جسم اور مکان کی صفائی، رسوم شادی پر نظر، ترکیب رنگ سازی، چڑیاں۔ دلچسپ لطیفے (رائے پور) گڑیا، حمیدہ بانو بیگم (اد کھیری) حمیدہ بانو بیگم (بہاولپور) طرز معاشرت (اجمیر) مرد عورت، تربیت اولاد، وعدہ خلافی، پر اسرار واقعہ۔ زمانہ قدیم کے پردہ، علم تعلیم، زلزلے، مس ایمی جانسن، بچوں کو ڈرانے کے برے اثرات، لطائف غریبہ (لاہور) اپنی مدد آپ کشیدہ کا پھول، ویل کم، کنجاہ) شیر خوار بچوں کے ٹب (ابرار) ڈالی پر چڑیا (بہرائچ) کارچوبی بیل (کراچی) پھول (بمبئی) ایک خوبصورت پھول (ساگر) سلمہ کا قطب تارا (دارہرہ) سنبل۔ خوبصورت ڈالی۔ (دہلی)

جھولا (نظم) احساس غفلت۔ رخصتانہ (نظم) (از بد دہلی)

سائنس و تماشا جہانپور (بیوہ کی لوری) عصمت سے خطاب ۔ مردوں سے اپیل ۔ عورت ۔ منظور ہے گذارش احوال واقعی ۔ جہالت کی
بھینٹ ۔ عقد بیوگان ۔ میرا انجام صابر لڑکی ۔ چالوں کی رسم
سطالو ۔ پہلا بہری سفر ، تربیت اطفال ۔ رنج و راحت ۔

ناقابل اشاعت مضامین

افسوس ہے مندرجہ ذیل مضامین عصمت میں شائع ہو سکے آپ زنانیات میں (۱۵) نومبر تک ٹکٹ محصولڈاک کے لئے ٹکٹ بر واپس بھیجئے گیا

تنہائی جلوہ ، تعلیم نسواں کیوں ضروری ہے ۔ تصویر خواب ، گردش روزگار جلوہ ہائے رنگیں ، والدہ مرحومہ کی یاد (میرٹھ) بیوہ (نامکمل افسانہ حسنہ کے نام خط مکتوب ہے) اور موسم برسات ، کچھ حالات (پردہ کے متعلق) (از حیدر آباد) زیور کی خرابی ۔ آسمانی انتقام ، جہیز (مونگیر) اتحاد نسواں ، گنگوہ کی ایک عجیب قبر ، نماز (کانپور) نماز (گلبرگہ) بچپن کی شادی (پہیر سری (ظفر) (از کیرانہ) ہماری تخلیق کا مقصد ، مریم عبد الصمد بیگم کا مضمون ، بے قراری ، گردش تقدیر (رائے پور) ہندوستان کے مسلمان اور پردے کی رسم ، افسانہ قسمت کا پھیر ، کرشمہ عشق ، شوہر سے جھگڑا ، نامکتوب اور ساری تعلیم یافتہ زادیوں ۔ قربانی بردباری ، لاش بر گنبد کا بدلہ ۔ انجمن دار الخواتین کا جلسہ ، بے پردگی کے شیدائی آنکھیں کھولیں ، میری قسمت ، موت ، (دوجہ گڑھی) موت ۔ (سوت) حماقت (کہانی) انجام صبر (کہانی) تعلیم نسواں پر ایک نظر ، حاسد کی نسبت (کہانی) مرحومہ خاتون اکرم (الہ آباد) ایک بہن کی یاد (دہلی) گوشہ خاتون جنت مکانی سے (پشاور) ایک تجویز (م ۔ ع) گندم کا گھیرا (دستکاری) عصمتی بہنوں سے ایک درخواست (بریلی) پابندی وقت (جاورہ) وقت کی پابندی (ر ۔ ا س) آزادی کہانی (از ص ۔ ع) ، ڈالی (کہانی) عورتوں کے حقوق (د ۔ ر) طبقہ نسواں کی بیداری ، پردہ پر میرا خیال (ک حیدر آباد) عجیب حلوات (مظفر نگر) پرانی دہلی کے کھنڈروں کی سیر ، آئندہ محبت (حیدر آباد) ایک شکستہ افسانہ (از حیدر آباد) سوکن کا جلاپا ، شادی میں لڑکیوں کی اجازت (پٹنہ) کالج لائف ، طلسم اتحاد ۔ شادی میں لڑکیوں کی اجازت (پٹنہ) کالج لائف ، طلسم اتحاد ، شادی کی غرض (مظفر پور) خلع کا حق ، عورت کو ضرور دیا جائے ، ساس اور بہو افسانہ کا حال ۔ ایک تفریحی نتیجہ خیز کہانی از جاورہ ، انجام ہستی ، پردہ اور سابل ہنود ، مظلوم (دلہن) ۔ بلاد کا زوال ، ہمارا وطن ، انجام محبت ، میراں بائی ۔ شہید وفا ، حسن اتفاق ، الحمد للہ ، برسات کا موسم ، اللہ میاں کا خط ، مسلم خواتین کے نام ، خزاں ، شادی کے خیالات ، زیور کا استعمال ، شکیلہ سعید ، سب کا تو ہے پرورش کرنے والا ، سلطان شہزادی کا ایک ورق ۔ ساڑھے تیرہ سو سال سے لڑکیوں کی

حالت ، تصویر کا پہلا رخ ، تعلیم نسواں پر ایک نظر ۔ میری سوتیلی ماں ۔ مقدا ، خیال ، تربیت کے نتائج میں ، خواتین کی تعلیمی پستی ، عورت مرد کا موازنہ ، عورت کی زندگی کا نصب العین ، خودکشی ، مطالبات نسواں پر حقیقت کا انکشاف ، ناکام محبت ، محزون بیوہ جستجوئے مسرت ، ہماری حالت ، دو ازدواج کا حق ، نیلی نامکمل افسانہ از ملیح آباد ، تاثرات ، سچی کہانی ، مغربی تہذیب اور پردہ دری ، میر محمد تقی میرٹھ ، یتیموں کی اپیل ، کس کس کی ضرورت ہے ، لڑکیوں کی تعلیم پر مختصر خیال ، پردہ میرے نقطۂ نگاہ سے (لاہور) پردہ پر خیالات (از حیدر آباد) خیالات ساحل سمندر پر ، ایک معمہ نما سوال ، اے میرے مسیحا آجا ، ہماری جہالت یا بیوقوفی ، نامکمل افسانہ محبت کی قربانی ،

نظمیں عصمت بیٹی آ گئی ، عندلیب ، شکستہ پر ، پاس عزت زندگی ، رباعیات ، موسم برسات ، ہوی واسطے سلیمان

میل کلا کا پھول (دھوپال) پھول (عصمت النساء) دل کم ، گھڑیال کلاں ، دستکاری میں رومال ، رومال کا کونہ میز پوش کا خاکہ (مابرہ) خوشنما باسکٹ (بنت ڈپٹی صاحب) میز پوش کروشیا میں (ذاکر کراں) کشیدہ کا پھول (حیدر آباد) کروشیا کا کونہ (جاندہ امیاز) تکیہ کے غلاف کا پھول (غازی پور) خوشنما پھول (بہادر پور) موتیوں کا پھول کونڈے میں پھول (ماریہ) کشیدہ کاری (فاطمہ)

انجام جہالت ۔ مذاق میرا پریشان خواب ، کشتۂ جہالت ، آہ سحر گاہی کا دیر نسر کرنے کا پھول ، افسردہ دل ، آج کل کی لڑکیاں ، نصب العین ، رنگین شام چاند سے ، آگ سے بچا لیا ، پھولوں کی کشتی ، شمع ، عمر الحلبیہ ، سنگ دل ، رشتہ دار ، ہمدردی زبانی بازار سے ۔ نسیمہ کا خواب ، چھوٹی بہن کی یاد ، ذکیہ خانم دنیائے فانی ، ڈاکوؤں کی سرگزشت ، باسی پھول ، تجسس موہوم ، تلاش ، عشقیہ افسانوں کے نتائج ، دعا کی قبولیت ، کنجوس سوداگر ، عہد نبوت کے تین چھوٹے نبی ، سوتیلی ماں ، توکل ، بے گناہی میں لطف ، میاں اختر کی شادی ، کامیاب دلہن حمیدہ بانو ، از عرش ، شیطان کا جال ، ترسی سوال ، تصویر حسرت ، تعصب ، نماز ، قبر پرستی ، والدین کی محبت ، سہیلی کا خط ، محبت ، زیور کے نقصانات و فوائد ، انتظار ، تعلیم نسواں ، بہنوں سے اپیل ، نمرود ، نکاح ، شادی ساتھ نہ ہونے کے نتائج ، مس اور مسز ، ہندوستانی خاتون کی رفتار ، پھول ، عالی ہمتی ، بچھڑے دن ، نامعلوم

مقاصد پیں شکوہ، قیام، جمشید کی موت پر، تاثرات، نوحۂ غم، شکوہ سبکے بکھرے ان موت کا خوف کیا ہے، انتقال پُرملال، دولائے پور، قطعہ وفات فاطمہ دختران خواجہ جلیل الدین، انہے سے بے لقبان عورتوں کی فریاد، مبارکباد از راہپور، سہارا ہیں سے فریاد، بدنصیب لڑکی، ماں، یتیم، بہن کی یاد، مثنوی بی منجھلی بہو، صرف مقابلہ سالانہ، ماں کا انتقال، امید، انگلستان کا زنانہ کالج، یہ منظوم خط، نوجوان بیوہ، فسرگیں نظریں، باپ بیٹی کی محبت، بچوں کی امداد، افسانۂ الفت، بیٹی کی رخصتی، ان کی بےقراری، ہم تو اسیر غم ہیں اپنے بھائی کے اشعار، مدرسہ سلطان، آگرہ۔ ایک عزیز بچہ کی موت پر اشعار از خانپور، صدائے ملاّدی، دیہات کی زندگی، دیہات کی صبح، جذبات، ترانہ، معلوم اب کہاں رہتا ہے، اجرِ وفا، قطعہ تاریخ، صحتیابی، تلاش محبوب، اے خاتون اکرم (پٹنہ)، خاتون اکرم سے (ماہرہ)، موت کو یاد کرو، مناجات نعت، غزل (کانپور)، غزل (باگلپور)، غزل فارسی (امرتسر)، غزل (اورنگ آباد) قند پارسی (ککاپور)، غزل (گوالیار)، غزل (امراؤتی)، غزل (دہقانہ بہون) ہمسایہ کی شفیق (لاہور)، تشفق (امراؤتی)، غنچہ یاسمن (امراؤتی)، بیوہ بہن کی عرضی۔

مضمون نگاری کی ہدایتیں

جو وقتاً فوقتاً رسالہ میں شائع ہوتی رہتی ہیں افسوس ہے بہت کم بہنیں مضامین بھیجنے سے قبل ان کا خیال رکھتی ہیں اس صرف اس لاپرواہی کی وجہ سے ہماہ بیسیوں خواتین اور حضرات کی محنت رائیگاں جاتی ہے۔ ناقابل اشاعت مضامین کی طویل فہرست میں زیادہ تر پامال مضامین ہیں۔ عصمت میں جب موضوع پر کئی کئی دفعہ مضامین شائع ہو چکے ہیں اسی پھر اسی موضوع پر قلم اٹھانا وہی پرانی باتیں لکھنا اور کوئی نئی بات پیدا نہ کرنا محض وقت کا ضائع کرنا ہے طویل مضامین کے لئے جب تک غیر معمولی طور پر دلچسپ ہوں گنجائش نکلنی بہت ہی مشکل ہے ناقص مضامین یا ایسے مضامین جو کسی اخبار یا رسالہ یا کتاب سے نقل ہوں شائع نہیں کئے جاتے جو مضامین کاغذ کے دونوں طرف گنجان لکھے ہوئے ہوتے ہیں اور دستکاری کے ایسے مضامین جن میں نمونہ صاف نہ ہو یا ترکیب سمجھ میں نہ آسکے یا ایسے ادبی مضامین و نظمیں جن میں محض لفاظی ہی لفاظی ہو اور ایسے افسانے جو کسی پہلو سے سبق آموز نہ ہوں ردی کر دیئے جاتے ہیں

نومشق مضمون نگاروں کو آسان زبان میں پہلے مذہبی تاریخی اخلاقی مضامین بنات کے لئے بھیجنے چاہئیں۔ جب تحریر میں پختگی ہو جائے پھر عصمت کے لئے لکھیں

”اڈیٹر“

نئی کتابیں

نٹنگ بک یعنی بننے کی کتاب، عصمت میں بننے کے متعلق بہت کثرت سے مضامین شائع ہوئے ہیں مگر اُن کو جاننے والی بہنوں کے لئے کوئی مستقل کتاب اب تک شائع نہ ہوئی تھی اس کمی کو مس سیتھنا لینڈی سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ زنانہ انڈسٹریل سکول لاہور نے پورا کر دیا اور یہ مفید کتاب اس خوبی کے ساتھ تیار کر دی کہ لڑکیاں اس کی مدد سے اچھے اچھے نمونے بنا سکتی ہیں، موزے، فراک، ٹوپی، سوئٹر، کوٹ، پاجامہ وغیرہ وغیرہ کے چالیس سے اوپر نمونے ہیں اور ۲۰ کے قریب بلاک کی تصاویر۔ جو اس قدر چھوٹی چھوٹی نہ ہوتیں تو بہتر تھا بننے کا طریقہ خوش اسلوبی سے سمجھایا گیا ہے زبان آسان، عبارت عام فہم غرض کتاب اپنے فن پر نہایت کارآمد اور قابل قدر ہے اور حق رکھتی ہے کہ اس کی خریداری سے قابل مصنفہ کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

ظہور رحمت حضرت شاد عظیم آبادی جن کے انتقال کو تقریباً ڈیڑھ برس ہوئے صوبہ بہار کے باکمال شعراء میں سے تھے یہ منظوم میلاد نبوی انہیں کی تصنیف ہے اور چھوٹے سائز کے ۴۰ صفحات پر دارالاشاعت معانی ہند ردولی پٹنہ سے شائع کی گئی ہے حضرت شاد کی شاعری اردو کے نامور مصنفین سے خراج تحسین وصول کر چکی تھی ان کی نظمیں لطافت کی جان ہوتی تھیں بڑھولی اوراق عصمت کی بھی شاد کے کلام سے زینت ہوئی ہے زبان کی شیرینی اور حلاوت جو حضرت شاد کی نظموں کی بڑی خصوصیت تھی اس مسدس میں بھی پوری طرح نمایاں ہے۔ مسلمان خواتین اس کتاب کو پڑھیں گی تو خوش ہوں گی۔ قیمت ۲ر

شمیم جنت یا انوار اسرار احمدیہ یہ بھی میلاد نامہ ہے مگر پرانی طرز کا۔ اے ایف بیگم صاحبہ شمیم لکھنوی اس کی مصنفہ ہیں۔ ۹۸ صفحہ کی کتاب ہے۔ ۶ر قیمت نولکشور پریس لکھنؤ سے ملتی ہے۔

دنیا کی حور یہ ایک مختصر ناول ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ تعلیم یافتہ سگھڑ ہنرمند لڑکی اپنے گھر کو جنت کا نمونہ بنا سکتی ہے قصہ دلچسپ ہے۔ حکیم علی کوثر صاحب چاندپوری اس کے مصنف ہیں اور انہیں سے بجیم گنج بھوپال کے پتہ سے مل سکتی ہے قیمت صرف ۱۰ر (دس آنہ)

زیور اخلاق از جناب عاقل اورنگ آبادی یہ آسان زبان میں دلچسپ مثنوی ہے جس میں مسلمان لڑکیوں کو سبق آموز کہانیوں کے ساتھ دینداری اور اخلاق کی تعلیم دی گئی ہے قیمت ۸ر مصنف سے اورنگ آباد کے پتہ سے ملیگی

زرنگار جوتیاں



نفیس اور خوبصورت جوتیاں جن پر نہایت وضعدار زریں کام بنا ہوا ہے نفیس مزاج اصحاب اور بیگمات کیلئے خاص طور پر تیار کروائی گئی ہیں۔ پہننے میں آرام دہ اور ہلکی، دیکھنے میں خوشنما اور دلکش اور داموں کے لحاظ سے گویا مفت ہیں گھروں میں پہننے سلیپروں کا نعم البدل ثابت ہونگی کہیں آنے جانے کے وقت پہننے آپ کی زینت دوبالا کرینگی قیمت زنانہ مخمل یا چمڑے پر سچے سنہرے کام والی دو روپے چار آنے مردانہ سائز مخمل یا چمڑے پر سنہرا کام دو روپے دس آنے واضح رہے کہ یہ عام بازاری مال نہیں بلکہ خاص طور پر تفصیل فرمائش بنوایا جاتا ہے۔ پاؤں کا خاکہ فرمائش کے ہمراہ آنا چاہئیے۔ اخبار کا حوالہ دینے پر پیکنگ کا خرچ نہیں لیا جائے گا۔

دی سٹی سٹورز پوسٹ بکس ۱۴۵ لاہور

استانی کی ضرورت

بچے اپنی بچیوں کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک ایسی استانی صاحبہ کی ضرورت ہے جو کہ میٹریکولیشن پاس ہوں اور اردو میں کافی لیاقت ہو اگر دستکاری جانتی ہوں تو اور بہتر۔ مشاہرہ معقول دیا جائے گا۔ مفصل باتیں خط و کتابت سے طے ہو سکتی ہیں۔ جن بہنوں کو خط و کتابت کرنا ہو براہ مہربانی اس پتہ سے کریں

سید محمد عقیل۔ بی۔ اے وکیل، بین ہاؤس
بہار شریف۔ ضلع پٹنہ

نوٹ:۔ خط و کتابت کے وقت پتہ صاف اور خوشخط لکھیں

بیگمات کے لئے لاجواب تحفہ

عصمت کا ۱۹۳۷ء دسمبر

کشیدہ کاری کی اصلی مشین

یہ وہی بے نظیر مشین ہے جس کی نسبت اخبار تہذیب نسواں میں ایک محترم خاتون اپنے مضمون کے دوران میں فرماتی ہیں کہ سچ تو یہ ہے کہ اشتہار کی تعریف توصیف بے بنیاد نہیں، واقعی یہ ننھی سی چیز زیادہ کارآمد ہے آرائشی اشیا ایسی خوبصورت کاڑھی جاتی ہیں کہ کمرۂ ملاقات کو ایک ننھا سا سدا بہار باغیچہ بن جاتا ہے جہاں باد سموم کا خوف نہ خزاں کا اندیشہ، پردے، میز پوش، گدیاں، تولئے، فریم، سلیپر وغیرہ کے لئے یہ کاریگری نہایت موزوں ہے اگر احتیاط سے زیر استعمال رکھیں تو سالہا سال تک یہ چیزیں خراب نہیں ہوتیں، بچوں کے کلوک اور فراک پر خصوصاً گرم لباس پر ایک ایک چھوٹا سا پھول خوشنما ہوگا اور پرندہ عموماً خوبصورت کاڑھے جاتے ہیں۔

قیمت درجہ اول تین روپے درجہ خاص جو خوبصورت مخملی بکس میں بند ہے اور جس کے ساتھ مفت مرمت کی گارنٹی ہے چار روپے آٹھ آنے کپڑا تاننے کا فریم مع ٹھکنا ایک روپیہ آٹھ آنے ریشم کی گچھیاں ایک روپیہ فی درجن، کپڑے پر چھپے ہوئے نقشے آٹھ آنہ فی عدد سب چیزوں کا اکٹھا محصولڈاک ۸ ہر مشین کے ہمراہ کام کا نمونہ معزز مستورات کی تصدیقیں اور مفصل ترکیب استعمال اردو انگریزی میں بھیجی جاتی ہے فرمائش میں اخبار کا حوالہ دینے سے پیکنگ مفت

دی سٹی سٹورز پوسٹ بکس نمبر ۱۴۵ لاہور (پنجاب)

محصول ڈاک بذمہ خریدار **# نامور مصنفین کی بہترین کتابیں** مصنف ایک روپیہ سے کم کی فرمائش نہ آنی چاہئے

تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ، اور عصمت کی دوسری مطبوعات کے علاوہ مشہور مصنفین کی مندرجہ ذیل کتب بھی جو شریف بیگمات کے مطالعہ سے گزر سکتی ہیں۔ دفتر عصمت دہلی سے بھیجی جا سکتی ہیں۔ ایک روپیہ سے کم کی فرمائش نہ آنی چاہئے

ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

عورتوں کے لئے اصلاحی کتابیں

- مراۃ العروس عہ/
- بنات النعش عہ/
- توبۃ النصوح عہ/
- ایامیٰ ۱۲/
- فسانہ مبتلا ۱۲/

مذہبی ادبی تصانیف

- الحقوق والفرائض مکمل
- لکچروں کا مجموعہ
- رویائے صادقہ
- ابن الوقت
- ترجمۃ القرآن ۱۰/
- نظم بے نظیر
- مواعظ حسنہ (خطوط) ۱۲/

بچوں کے لئے

- منتخب الحکایات ۸/
- چند پند ۸/

مولوی بشیر الدین احمد مرحوم

عورتوں کے لئے اصلاحی افسانے

- اقبال دلہن
- حسن معاشرت
- اصلاح معیشت
- نغمات اشرف

عورتوں کے لئے مفید کتابیں

- تحفۃ مجمر مکمل

بچوں سے باتیں

- انشائے بشیر
- شمع ہدایت
- ڈاکٹر سٹال کے تجربے
- حرز طفلاں
- نشاط عمر
- مصلح بہری

مولانا شبلی مرحوم

سوانح عمریاں سیرۃ سفرنامہ

- آغاز اسلام ۸/
- الفاروق
- المامون
- الغزالی
- سیرۃ النعمان
- سوانح عمری مولانا روم
- حیات سعدی ۸/
- " فیضی ۵/
- " حافظ ۸/
- " نظامی گنجوی ۶/
- " امیر خسرو ۹/
- سفرنامہ روم و مصر و شام

مضامین و نظمیں

- مقالات شبلی
- مجموعہ نظم شبلی ۸/

مولانا شرر لکھنوی

خیالی ادبی مضامین

- مقالات شرر
- سفرنامہ ہستی

سوانح عمریاں سیرۃ

- اسلامی سوانح عمریاں
- تذکرہ مشاہیر عالم
- مخدرات بیگمات عالم ۱۲/
- پردہ

مولانا حالی مرحوم

- دیوان حالی مکمل جدید
- بیوہ کی مناجات ۴/
- چار گلزار حالی ۴/
- شکوہ ہند ۲/

مولانا محمد حسین آزاد

- نیرنگ خیال مکمل
- سیر ایمان
- آب حیات
- نصیحت کا کرن پھول موتی کے لئے
- مکتوبات آزاد ۸/

ڈاکٹر سعید احمد بریلوی سے

- اسلام اور عورت ۱۰/
- تیرہ سو برس کا افسانہ ۱۲/
- اسلام اور عبادت ۱۲/
- اسلام اور زینت
- عورت کے سو کام ۴/
- شادی سے پہلے ۴/
- شادی کے بعد ۴/

متفرق کتابیں

- بیگمات تیموریہ
- مثنوی سلطان رضیہ بیگم
- دہلی کا باورچی خانہ ۸/
- عالم خیال (نظمیں شوق) ۸/
- فلسفیانہ مضامین
- واقعات کربلا (انیس)
- جلیدہ دلچسپ کہانی ۴/
- تسخیر کابل با تصویر
- میاں بیوی کے لطیفے ۸/
- اولاد کی تربیت عہ/
- بیوی کے فرائض ۸/
- اسرار صنعت
- صحت النسا عہ/
- محافظ الصبیان عہ/

خواجہ حسن نظامی

اسلامی تاریخی کتابیں

- میلاد نامہ عہ/
- محرم نامہ عہ/
- یزید نامہ

عورتوں کیلئے

- بیوی کی تعلیم
- بیوی کی تربیت عہ/
- اولاد کی شادی عہ/
- آئین خطوط نویسی

بچوں کیلئے

- بچوں کی کہانیاں ۱۰/
- اردو سبق ۸/
- اولاد کے کانیں لینے کی باتیں

غدر دہلی کے افسانے

- بیگمات کے آنسو
- غالب کا روزنامچہ ۱۲/
- انگریزوں کی بپتا ۸/
- بہادر شاہ کا مقدمہ
- گرفتار شدہ خطوط
- دہلی کی جان کنی عہ/
- دہلی کا آخری سانس
- غدر کی صبح شام
- دہلی کی آخری شمع

ادبی کتابیں

- سی پارہ دل (مجموعہ مضامین)
- کرشن توریت عہ/
- مرگ نامہ ۸/
- چٹکیاں گدگدیاں ۱۲/
- اردو دعائیں ۱۰/
- جگ بیتی کہانیاں ۸/
- دل کی عیدیاں ۵/

ترجموں والے قرآن مجید

- بڑا قرآن مجید مجلد (ڈپٹی نذیر احمد)
- معجز نما متوسط قرآن مجید مجلد (مولوی اشرف علی)
- نئی شان کا قرآن مجید مجلد (" ")
- پانچ ترجموں والا قرآن مجید مع تفاسیر جسکا ہدیہ ...
- رعایتی قیمت ... قیمت جلد ... محصول ڈاک
- شاہانہ قرآن مجید مجلد دہ گز کے فاصلہ سے پڑھو

بہترین چھپائی کے قرآن مجید بلا ترجمہ

نور کی عکسی قرآن نوشتہ بادشاہ اورنگ زیب ... بہترین کاغذ چھپائی
جرمنی کا چھپا ہوا قرآن مجید مجلد ... بے نظیر چھپائی اور کاغذ

مذہبی اسلامی تاریخی کتابیں

- قرآنی دعائیں ۸/ — اسلامی زندگی
- پیغمبری دعائیں ۸/ — عطائے قدسی ۸/
- کربلا نامہ ۱۲/ — عورتوں کی حیثیتیں ۶/
- سرکار کا دربار عہ/ — چار یار عہ/ — ہمارے رسول ۶/
- ہمارے نبی ۴/ — سیرۃ الکبریٰ
- دختران شمشیر عہ/ — اسلامی کہانیاں ۸/

زمانہ حال کی الف لیلیٰ، سبق آموز معاشرتی اصلاحی افسانے

درس عبرت عہ/، تعمیر معاشرت عہ/، زندگی کی صبح شام عہ/
سرور زندگی عہ/، طوفان زندگی عہ/، رہبر زندگی عہ/
ہر جلد میں کئی کئی افسانے قیمت مکمل سٹ ...

آتالیق نسواں

عورتوں کو انتظام خانہ داری سیکھنے اور عملی کام بتانے کی بینظیر کتاب: کھانے پکانے سینے پرونے وضع قطع کی دستکاریاں، مضمون نگاری وغیرہ وغیرہ پر ۱۰ حصوں میں ۱۳۰۰ صفحے اور ۱۲۰۰ شکلیں قیمت بہت کم صرف ...

مولوی محمد ظفر ایم اے ایل ایل بی

- روح القرآن — ماں بچہ کی نگہداشت ۶/
- روحوں کے کرشمے

مینیجر عصمت کوچہ چیلان دہلی

باہتمام ایڈیٹر مولوی ... الرحمٰن
پرنٹر پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپا

THE ISMAT DELHI
ESTD 1908.

عصمت



شریف ہندوستانی بیبیوں کے لیئے

پاکیزہ خیالات۔ علمی۔ ادبی مضامین اور مفید معلومات کا مجموعہ جو

مصور غم علامہ راشد الخیری مدظلہ

کی سرپرستی مین ہر انگریزی مہینے مین ایک بار شائع ہوتا ہے

دسمبر
۱۹۳۰
قسم اول

ایڈیٹر رازق الخیری

چندہ سالانہ قسم اول پانچ روپے

چندہ سالانہ قسم دوم ساڑھے [illegible]

۳ کتابیں جو چھوٹی سے چھوٹی لڑکی کو ہنرمند اور سلیقہ شعار بنا دینگی

امور خانہ داری کی ماہر بننے کیلئے ہر لڑکی اور ہر عورت کے پاس ان کتابوں کا ہونا ضروری ہے

۱۔ عصمتی گروشیا

جس میں گروشیا کے بننے کے ۸۰ صاف نمونے ہیں۔ اور تا [illegible] ہے ۳۰ خوبصورت کونے ۵ [illegible] ہیں ہر نمونہ کے متعلق ہدایتیں اسقدر عام فہم دی گئی ہیں کہ لڑکی اس سے بآسانی سے بنا سکتی ہیں۔ گروشیا کا شوق رکھنے والی لڑکیوں کے لئے بہترین تحفہ ہے قیمت ۱۲

ملنے کا پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

۲۔ عصمتی دسترخوان

کھانے پکانے کے فن پر اردو زبان میں منفرد کتاب جس میں ہندوستانی اور انگریزی کھانے [illegible] کی ہر قسم کی بناوٹوں کی چار سو ترکیبیں صحیح ترکیبیں صحیح وزن تجربہ کرنے کے بعد درج کی گئی ہیں سینکڑوں بہنوں نے اس کتاب کی تعریف میں خطوط لکھے ہیں کہ اس سے بہتر کوئی کتاب اردو زبان میں شائع نہیں ہوئی ہے۔ محنت و مصارف سے دو سو چالیس صفحے کی طیار کی گئی ہے اور ۸۰ عصمتی بہنوں کی محنت کا نتیجہ ہے۔ قیمت ۲ مجلد ۲

۳۔ عصمتی کشیدہ

اس کتاب کی مدد سے لڑکیاں کشیدہ کاری سے نہایت عمدہ عمدہ پھول بیلیں گلدستے وغیرہ بنا کر پلنگ پوش، میز پوش، چادروں، پردوں، ساڑیوں، قمیضوں، بچوں کے فراکوں وغیرہ میں چار چاند لگا سکتی ہیں۔ چھوٹی لڑکیاں اس کتاب کی بدولت ہنرمند اور سگھڑ لڑکیاں اس فن کی ماہر ہو سکتی ہیں۔ قیمت صرف ۱۲

تصانیف محترمہ صغرا ہمایوں مرزا ام ار اے ایس (لندن)

تحریر النساء

جس میں مضامین کے [illegible] جدید طرز پر خطوط کتابت کی ہے۔ نیز کتاب اخلاقی و معاشرتی و مذہبی مضمون کا لاجواب مجموعہ۔ جس میں مستورات کو عام کارآمد اور مفید بہت سی باتیں بتائی گئی ہیں یہ کتاب انشا ہے اور نصیحت خیز سبق آموز مضامین کا مجموعہ ہے اسے پڑھنے کے بعد نہ صرف مستورات ہر موضوع پر اچھے اچھے خطوط ہی لکھ سکتی ہیں بلکہ انکی معلومات میں بھی مفید اضافہ ہوتا ہے۔

ضخامت ۱۹۰ صفحے قیمت ۱۲ محصول ڈاک بذمہ خریدار

موہنی

ایک اخلاقی معاشرتی افسانہ ایک شہزادی شوہر کے انتقال پر گھر بار چھوڑ کر جنگلوں میں ماری ماری پھرتی ہے یہاں تک کہ ایران پہنچتی ہے اور وہاں عجیب طریقہ سے شوہر سے ملاقات ہوتی ہے۔ ایران کی معاشرت، مہمان داری، چہ خانہ، شادی بیاہ، رسوم و رواج پر ایسی مفید معلومات اور کسی کتاب میں نہ ملیں گی بہت دلچسپ اور سبق آموز قصہ ہے۔ [illegible]

تصویر بھی قیمت ۱۲

سرگذشت ہاجرہ دلچسپ اور سبق آموز قصوں کے دلآویز پیرایہ میں اخلاقی جواہرات کا بیش بہا ذخیرہ بار دوم قیمت ۱۲

شمع خاموش

اردو کی مشہور شاعرہ مرحومہ شہو بیگم لکھنوی کی درد انگیز اور موثر نظموں کا مجموعہ مولانا راشد الخیری اڈیٹر عصمت و بنات نے دیباچہ لکھ کر مرتب کیا ہے یہ نظمیں ہندوستانی مسلمان عورتوں کی مظلومیت کا صحیح ترین فوٹو ہے اردو رسائل میں شائع ہو کر مقبول ہو چکی ہیں ہر ہر شعر درد سے لبریز ہے پڑھ کر آنسو نکل آتے ہیں قیمت ۸

پتہ۔ منیجر عصمت دہلی

بالشتیوں کی دنیا

انگریز سیاح گلیور صاحب بالشتیوں کی دنیا میں چلے گئے تھے جہاں بالشتیئے دیو سمجھتے تھے سیاح کبھی درجنوں بالشتیوں کو ہتھیلی پر اٹھا لیتا تھا کبھی کسی کو جیب میں ڈال لیتا تھا اور سینکڑوں بالشتیوں کا کھانا اہتمام سے تیار ہوتا ایک لقمہ میں ختم کر دیتا تھا بڑے مزیدار کہانی ہے لڑکے اور لڑکیاں پڑھینگے تو خوب ہنسینگے صاحبزادہ [illegible] دلی احمد خاں ایم اے نے ترجمہ کیا ہے کتاب کا نام ہے "مختصر دنیا" قیمت صرف ۵

بچوں کی پرورش

بچوں کی پرورش اور تربیت پر اسقدر آسان پیرایہ میں ایسی مفید کتاب اردو میں اب تک شائع نہیں ہوئی [illegible] شریف گھرانوں میں بچوں کی پرورش جس طرح پر کی جاتی تھی اور جو پیاریاں [illegible] خرچ ہوتی تھی [illegible] کام [illegible] سب اس میں جمع کی گئی ہیں پھر سائنس اور حفظان صحت کے اصولوں کا [illegible] لکھی گئی ہیں اور ذاتی تجربہ بیان کیے گئے ہیں از مولوی عبد الغفار صاحب الخیری سابق پروفیسر امریکن یونیورسٹی بیروت ۱۲

تندرستی ہزار نعمت

عصمت کی مایہ ناز مضمون نگار محترمہ [illegible] بیگم صاحبہ نیمی [illegible] کے نہایت مفید مضامین [illegible] اور [illegible] کے پرچوں میں صحت اور زندگی کے عنوان سے شائع ہو کر مقبول ہو چکے ہیں ان مضامین میں [illegible] اصول بڑی خوبی سے [illegible] ساتھ اپنی [illegible] بھی تحریر فرمائے ہیں یہی مضامین [illegible] اور دیباچہ [illegible] کتابی صورت میں شائع ہوئے ہیں۔ آنکھیں، [illegible] کا حل [illegible] اہم عنوانات ہیں۔ قیمت [illegible]

صالحات

اس میں ایک نیک لڑکی کی زندگی کے وہ تمام واقعات نہایت موثر پیرایہ میں بیان کئے گئے ہیں جو اکثر گھرانوں میں پیش آتے ہیں۔ صالحات ہی وہ تصنیف ہے جس نے علامہ راشد الخیری مرحوم کے کمال افسانہ نگاری کا سکہ جما دیا تھا۔ ہندوستانی زبان میں اتنے بلند پایہ کے معاشرتی اصلاحی ناول مستورات کے مطلب کے بہت کم لکھے گئے ہیں۔ زبان قلعہ معلیٰ کی بیگماتی طرز بیان۔ بے حد موثر اور دلنشین واقعات، نہایت دلچسپ اور نتیجہ خیز قیمت (عہ) علاوہ محصول

منازل السائرہ

ایک لڑکی کے پیدائش سے موت تک کے تمام واقعات بے انتہا دلچسپ علامہ مرحوم کی بہت مشہور تصنیف ہے جو یونیورسٹی کی نیز جماعتوں کے کورس میں داخل ہے قیمت حصہ اول عہ حصہ دوم عہ

نوحہ زندگی

بیوہ کے نکاح ثانی کے متعلق مصور غم مصنف کی معرکۃ الآرا تصنیف جو بتلاتی ہے کہ سنگدل ماں اور جفا شعار باپ کی بدولت ایک لڑکی نکاح ثانی کے جرم میں قید کی مصیبت بھگت رہی ہے چھٹا ایڈیشن قیمت صرف بارہ آنے (۱۲ ر)

جوہر قدامت

دو بہنوں کی مفصل زندگی دو عورتوں کی جگر خراش داستان جس میں ایک دور قدیم کی درخشندہ تصویر اور دوسری طرز جدید کی دلدادہ۔ اس سے معلوم ہوگا کہ عالم نسواں آج سے پچاس سال پہلے کیا جوہر رکھتا تھا، قیمت ؏

ملنے کا پتہ منیجر عصمت دہلی

اصلاحی معاشرتی افسانے

تمغۂ شیطانی

شیطان کا تمغہ حاصل کرنے کے لئے دنیا کے سات بہترین گرگ پیش کئے جاتے ہیں ہر گرگ کا تماشا دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھئے۔ جہاں ناک سے والی بہری لاجی خاں صاحب کے حالات پڑھ کر ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے، وہاں شمس پیرجی شیرازی کے واقعات آنکھوں سے آنسو گرا دیتے ہیں۔ بے حد مفید اور بے انتہا سبق آموز اور عبرت انگیز افسانہ ہے قیمت ۱۲ ر

ستونتی

نہایت دلچسپ سبق آموز قصہ جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرد کے لئے بیوی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں ہو سکتی اور شریف عورت شوہر کے لئے سب کچھ قربان کر کے وفاداری و ایثار کے جوہر دکھا کر دنیا کو محو حیرت کر دیتی ہے قیمت ۸ ر

تفسیر عصمت

ایک مختصر دلاویز افسانہ ہے عبدل کا کیرکٹر اس قدر پر لطف ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں اور واقعات اس قدر درد انگیز کہ بے ساختہ آنسو نکل آتے ہیں، خلع اور ارتداد پر اس سے بہتر افسانہ آج تک اردو زبان میں شائع نہیں ہوا قیمت ۶ ر

سات روحوں کے اعمال نامے

دنیا کے سات عجیب غریب انسانوں کی زندگی نہایت درد انگیز قیمت صرف آٹھ آنے ۸ ر

انگوٹھی کا راز (جدید)

تین مختلف الخیال لڑکیوں کا سبق آموز افسانہ، رابعہ کا عبرت انگیز انجام، اسلامی کی جگر خراش داستان اور صفیہ کی مشکلات انگوٹھی کا راز اس خوبی سے حل کیا ہے کہ پڑھنے والے محو حیرت ہو جائیں جدید ایڈیشن میں بہت کچھ اضافہ ہوا ہے قیمت صرف ۸ ر

واہی نہفی

(بالتصویر) نانی عشو بیگم جو کا نہایت پر لطف افسانہ ہے جس کے پڑھنے سے ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جاتے ہیں۔ بی نانی نے بڑھاپے میں وہ سوانگ بھرے کہ بس پڑھنے ہی سے تعلق رکھتے ہیں قیمت صرف ؏

منازل ترقی

اس عبرت انگیز افسانہ میں دکھایا گیا ہے کہ انسان ترقی کی دھن، لیڈری کے شوق اور دولت کے نشہ میں اخلاق، انسانیت اور مذہب کو تج کر غریب رشتہ داروں پر کیسے کیسے ظلم ڈھاتا ہے قیمت صرف ۴ ر

بچہ کا کرتہ

ایک عاشق زار بد نصیب ماں نے جوان بچے کی بدولت وہ مصیبتیں اٹھائی ہیں کہ کلیجہ منہ کو آتا ہے دنیا اس کی محبت اور ایثار کا وہ عبرت انگیز حال ہے کہ آنکھ سے آنسو نکل پڑتے ہیں قیمت ۴ ر

وڈیا کی سرگذشت

مگر آہ وہ موتی تو وہاں بھی نہ تھا فیشن اور جدت کی دلدادہ ایک انگریز خاتون کی کہانی اسی کی زبانی، مغربی معاشرت کا ایک نہایت کامیاب مرقع یورپ میاں بیوی کے تعلقات کا ہو بہو فوٹو قیمت ۴ ر

بنت الوقت

ہماری مستورات کی تعلیم و تربیت کا بے مثل مرقع، ایک ناعاقبت اندیش لڑکی کا عبرت انگیز انجام قیمت ۸ ر

سراب مغرب

غیر مسلم مارس میں لڑکیوں کا تعلیم پانا کہاں تک جائز ہے اس بحث پر مشہور قصہ قیمت ۸ ر

مختصر افسانوں کے مجموعے

جوہر عصمت

جس میں یہ سبق آموز افسانے ہیں (۱) مظلوم بیوی کا پانچ نمبر (۲) جنون کی دلہن (۳) اگلی محبتیں (۴) افسانہ تقدیر (۵) بیگناہ کا قتل (۶) بھانجے کا کنبہ (۷) مامون رشید کا دربار (۸) ایک سچی عورت (۸) عدل جہانگیری (۹) شہنشاہ جہانگیر کا انصاف (۱۰) بلبل کی شہادت (۱۱) ملکہ شہزاد (۱۲) مرقع کی مستحق (۱۳) غلط فہمی (۱۴) خاتمہ بالخیر پانچواں ایڈیشن قیمت ؏

مختصر افسانوں کے مجموعے

سیلاب اشک (با تصویر) یہ علامہ محترم کے بہترین دردانگیز موثر افسانے، (۱) پرستار محبت (۲) بدنصیب کے تین غمگ (۳) [illegible] (۵) [illegible] (۶) بے قصور بیوی (۷) [illegible] ہیں کی تصاویر لگائی گئی ہیں۔ قیمت عہ

گلدستۂ عید ۱۲ اخلاق آموز افسانے اور مضامین، خوشی اور عید کے متعلق ہیں قیمت ۱۲ر

فسانۂ سعید بیوہ کا نکاح ثانی اسلام کا حکم ہے مگر ہم میں تابعیت سے حضرت مصور غم نے سعید کا نکاح بے سود ثابت کیا ہے وہ حق رکھتا ہے کہ ہر مسلمان اس کتاب کو پڑھے سعید کی جگر خراش داستان دل ہلا دیگی۔ قیمت ۸ر

موءودہ ہندوستان کے کئی صوبوں میں رواج کو ترجیح دیکر ترکہ پدری سے لڑکیوں کو محروم رکھا ہے اس موضوع پر نہایت بہتر کتاب ہے پڑھکر آنکھیں ڈبڈبا آتی ہیں قیمت ۸ر

طوفان اشک رواج کی چوکھٹ پر مظلوم عورتوں کی قربانیاں، رواج کی بھینٹ، محروم وراثت، اس ہاتھ دے، کیا دیکھا۔ کلنک کا ٹیکہ، سوتیلی ماں کا آخری وقت، تعلیم [illegible] سپید معاشرت، بیوی کی [illegible]، توصیف کا خواب [illegible] دلہن۔ طوفان اشک۔ قیمت عہ

شہید مغرب طرابلس اور مراکش میں مسلمان اور عیسائیوں کے مقابلے اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمان عورتوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز تنزل کے اسباب سبق آموز افسانے قیمت عہ

نوائے قفس حضرت علامہ محترم کی دردو اثر میں ڈوبی ہوئی مشہور نظموں کا مجموعہ [illegible] بیکس اور مظلوم عورتوں کے جگر خراش [illegible] ۱۲ر

تاریخ و سیر ادب و انشا

امت کی مائیں رسول اکرم صلعم کی بیویوں کے حالات زندگی یہ کتاب مسلمان عورتوں کو دین و دنیا کی کامیابی کا رستہ بتاتی ہے ۱۲ر

الزہرا اردو زبان میں جگر گوشۂ رسول سیدۃ النساء حضرت بی بی فاطمہ کی بہترین سوانح عمری بہت موثر کہ پڑھی نہ جائے آخر میں واقعہ کربلا کا بیان اور مصور غم کا قلم قیمت صرف ۱۲ر

قلب حزیں چھوٹے چھوٹے نہایت لطیف ادبی مضامین کا دلآویز مجموعہ جذبات انسانی کی دردانگیز ترجمانی ان مضامین علامہ نے شاعروں کی نظم اور نثر کا بہترین نمونہ قیمت ۸ر

امین کا دم واپسیں شہنشاہ ہارون رشید اور ملکہ زبیدہ خاتون کے لخت جگر شہزادہ امین الرشید کا دردناک قتل قیمت ۱۲ر

نوبت پنج روزہ بہادر شاہ دہلی کے آخری بادشاہ کے پانچ جشن غدر کے جگر خراش حالات مفصل اشتہار [illegible] کے آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمائیے۔ قیمت عہ

وداع خاتون جنت مکانی خاتون اکرم کے انتقال پر ان کے خسر حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے جو قیامت انگیز مضامین تحریر فرمائے تھے وداع خاتون کے نام سے شائع ہوئے ہیں جو بتا سکتے کہ بہو کیسے کہتے ہیں اور لڑکی شادی کے بعد سسرال کو کیسے خوش رکھ سکتی ہے قیمت صرف چھ آنہ

نانی عشو آپ کتنے ہی سنجیدہ کیوں نہ ہوں ناممکن ہے نانی عشو پڑھتے یا سنتے وقت آپ کے پیٹ میں بل نہ پڑ جائیں نانی عشو کے ساتھ تین اور ایسے ہی ظرافت آمیز مگر نتیجہ خیز افسانے عرب اور گلشن، نانی اور سجدہ ندامت سبھی ہیں قیمت صرف ۱۰ر

اسلامی تاریخ ناول کی طرز پر

یہ کتابیں مردوں کے لئے لکھی گئی ہیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں البتہ بڑی عمر کی شادی شدہ عورتیں پڑھ سکتی ہیں ان میں ہلال و صلیب کی لڑائیاں اسلام اور عیسائیت کے معرکے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیوں کا ذکر ہے۔

عروس کربلا کربلا کے واقعات ایسے نہایت درد انگیز ہیں ان پر مصور غم نے اپنے مخصوص طرز میں لکھکر قیامت ڈھا دی ہے بہت مشہور ناول ہے قیمت صرف عہ

دُرِّ شہوار ایران، افغانستان، سیستان کی ہولناک لڑائیوں کا مرقع۔ بہرام کے شجاعانہ کارنامے۔ قیمت صرف دس آنہ (۱۰ر)

یاسمین شام حضرت عمر فاروق کے زمانہ میں تسخیر شام کے لئے مسلمانوں کی سرفروشانہ قربانیاں۔ قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ

تیغ کمال غازی مصطفیٰ کمال پاشا کے حالات اور یورپ کی مکاریاں قیمت عہ

شہنشاہ کا فیصلہ عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز سبق آموز افسانہ جس سے معلوم ہوگا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے سے کرتا ہے ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھہرایا جاتا ہے۔ قیمت ۴ر

منظر طرابلس حضرت عثمان کے عہد میں تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کی جانفشانیاں محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی۔ مذہبی پیشوا کی سیاہ کاریاں قیمت ۵ر

اندلس کی شہزادی [illegible] مسلمانوں کے زمانے اسپین کا ایک دلآویز افسانہ قیمت آٹھ آنہ

تصنیفات محترمہ نسوان ہند مصر ...

محترمہ خاتون اکرم تعلیم یافتہ ہندوستانی خواتین کی محبوب ترین ... مصنفہ تھیں جن کا ... بھر میں شہرہ ہو چکا ہے جن کے فلسفیانہ خیالات نسواں کے دور آخر میں ... مرد عورت سے خراج تحسین وصول کیا تھا اور جن کی تحریریں ... گرشہ ہمنشیں ہی ... ہندوستان کے تمام مشہور انگریزی اردو رسائل و اخبارات مرحومہ کے افسانوں اور مضامین کی بے انتہا تعریف کر چکے ہیں۔

جمال ہمنشیں

خاتون اکرم مرحومہ کے بے مثل ادبی مضامین کا شاندار مجموعہ۔ خالی زندگی، تغیرات زندگی، نیرنگی زمانہ، عبرت کدہ دنیا، موسم بہار، فلسفہ غم، ساون، عید، زندوں کی زندہ ہستی، کسی کی یاد، ہنسی مذاق، خوشی کا دن وغیرہ وغیرہ وہ لاجواب اور مختصر مضامین ہیں جن کی عصمت، تہذیب، استانی، شباب اردو وغیرہ میں شائع ہو کر دھوم مچ چکی ہے۔ جمال ہمنشیں کے متعلق اخبار ہمدرد لکھتا ہے "ان مضامین میں فلسفیانہ بحث کی ہے" اڈیٹر ... کی رائے "ان مضامین کی اردو صاف و رواں ہے" زمانہ رسالہ حرم کی رائے "یہ مضامین بلحاظ زبان و خیال نہایت بلند ہیں اور ان کی اشاعت اردو زبان پر بڑا احسان ہے" انجمن ترقی اردو کا مشہور رسالہ اردو لکھتا ہے "ان مضامین کی عبارت بہت فصیح و پختہ ہے" اخبار وکیل "جمال ہمنشیں بلاشبہ نسوانی دنیا کے لئے سبق آموز کتاب ہے" اخبار مدینہ کی رائے "مضامین نہایت بلند پایہ ہیں" حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ نے دیباچہ لکھا ہے تین ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔ آرٹ کاغذ پر نہایت نفیس چھپی ہے قیمت ایک روپیہ (عہ) محصول ڈاک بذمہ خریدار

پیکر وفا ایک دلاویز نتیجہ خیز فسانہ

جس میں ثابت کیا گیا ہے کہ وفا عورت کی خلقت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے اور شریف بیوی اپنے شوہر کے لئے ایسی ایسی قربانیاں کر دکھاتی ہے کہ دنیا حیرت میں رہ جائے۔ رسالہ ہمایوں کی رائے ہے "یہ ایک کامیاب اور مفید افسانہ ہے جس میں عورتوں کے اس احترام کو واضح کیا گیا ہے جس کی تعلیم اسلام نے ہمیں دی ہے" افسانہ بیان ... عبارت سادہ و شگفتہ، اخبار ریاست لکھتا ہے "طرز بیان اس قدر صاف اور دلکش ہے کہ تعریف نہیں ہو سکتی" اخبار کشمیر لکھتا ہے "... دلگداز ہے" اخبار صداقت کی رائے ہے کہ "پلاٹ اور ... کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ کا افسانہ ہے" قیمت ۸ر

بچھڑی بیٹی

نہایت دلچسپ سبق آموز افسانہ جو کئی زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر بے انتہا پسند کیا جا چکا ہے۔ ایک لڑکی ماں باپ سے بچھڑ جاتی ہے اس کی جدائی میں ماں کی جو کیفیت ہوتی ہے صرف کتاب پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ برسوں کے بعد وہی لڑکی اس طرح ملتی ہے کہ جنت نگاہی کی بے مثل افسانہ نگاری کی داد دینی پڑتی ہے بے حد دلچسپ قصہ ہے۔ یہ بھی آرٹ کاغذ پر چھپا ہے قیمت ۶ر علاوہ محصول ڈاک

جمال ہمنشیں حصہ دوم یعنی افسانوں کا مجموعہ عہ

... خاتون اکرم مرحومہ کے ... افسانوں کا دلچسپ مجموعہ جن کو زنانہ رسالوں میں شائع ہو کر خوب خراج تحسین ... کی ان افسانوں میں نہایت سچی تصویر کھینچی گئی ہے رشیدہ ظلم، آرزو، قربانی، سچ کی فتح، طرز زندگی ... شادی، پہلی آمدنی، دوسری شادی، نقش وغیرہ وہ افسانے ہیں جنہیں آپ بار بار پڑھیں گی پھر پڑھیں گی ... بہترین افسانے ہیں قیمت عہ چاروں کتابیں آرٹ کاغذ پر چھپی ہیں۔

ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی ... محصول ڈاک بذمہ خریدار

ملنے کا پتہ ...

تصانیف مس لوئی محمد

ماں اور بچہ کی نگہداشت

... کی محبت ... کتاب ہے ... اس کی ...

... قیمت ...

روح القرآن

قرآن ... ہے اگر ہم اسے غور و خوض سے پڑھیں تو ہماری دنیا و آخرت کی کامیابی یقینی ہے ... کے لئے اسے خود پڑھنا چاہئے۔ اردو تو کیا ... زبان میں بھی ایسی جامع کتاب نہیں لکھی گئی ہے سورتوں کے مطالب سلیس خلاصے اور شان نزول ... غرضیکہ کوزے میں دریا بند ہے قیمت صرف ۱۲ (... عہ)

روحوں کے کرشمے

روحوں کے سنسنی خیز اور ... حالات معلوم کرنے ہوں تو اسے پڑھیں اگر روحانی دنیا ہے اس کتاب سے آپ اس دنیا سے واقف ہو جائیں گے قیمت ...

تصانیف ڈاکٹر سعید احمد بریلوی

پتھر سے ہیرا

ایک سچا تبلیغی قصہ آپ کو بتائے گا کہ اس دنیا نے ... میں ایک عورت کی سچی ہمدردی اور محبت بھری گفتگو کیا کچھ جادو کر سکتی ہے یہ قصہ آپ کو اس بات کا یقین دلائے گا کہ بچوں کی صحیح تربیت کا طریقہ کیا ہے بہت دلچسپ قصہ ہے قیمت صرف ...

اسلام اور عورت

جس میں ... جانفشانی اور محنت سے مختلف احادیث نقل کر کے بتایا ہے کہ اسلام نے دنیا ... انسانی میں عورت کا کیا درجہ ... حقوق دئیے ہیں اور کس طرح انسان کی تکمیل ... عورت کا ... قیمت دس آنہ ...

محمد ... دہلی

جملہ حقوق محفوظ

رسالہ عصمت دہلی

جلد ۴۵ | بابت ماہ دسمبر سنہ ۱۹۳۰ء | نمبر ۶

فہرست مضامین

تصاویر بصرف ۲ صفحوں کی

چندہ سالانہ پیشگی معہ محصول ڈاک وغیرہ۔ قسم خاص (جو آرٹ کاغذ پر چھپتا ہے یعنی جس کاغذ پر تصاویر چھپتی ہیں) دس روپے رؤسا سے پچیس روپے والیان ریاست سے سو روپے ٭

قسم اول (جو دبیز چکنے کاغذ پر چھپتا ہے) پانچ روپے فی پرچہ، قسم دوم (جس کے مضامین تصاویر ٹائیٹل وغیرہ کا کاغذ معمولی ہلکا ہوتا ہے) ساڑھے تین روپیہ فی پرچہ

جمالِ ہمنشیں کا دوسرا حصہ

افسانوں کا مجموعہ

محترمہ خاتون اکرم جنت مکانی کے مضامین کا پہلا مجموعہ جمال ہمنشین حصہ اول (ادبی مضامین) کا شائع ہونا تھا کہ اس علمی شمع پر قدردان بہنیں پروانہ وار ٹوٹ پڑیں۔ اخبارات و رسائل نے نہایت اچھے اچھے ریویو کئے اور اپنے ناظرین کو بتایا کہ جمال ہمنشین سے ادب اردو میں کیسا گراں بہا اضافہ ہوا ہے خاتون اکرم مرحومہ محض اسوجہ ہی سے بزم نسواں کی شمع منور نہ تھیں کہ وہ اپنے جنس کی اصلاح اور حقوق پر درد میں ڈوبے ہوئے مضامین لکھنے میں خاص ملکہ رکھتی تھیں بلکہ اسوجہ سے بھی وہ ملک نسواں کی وہ مشہور ادیبہ تھیں کہ جنکی انشاپردازی اور افسانہ نگاری زنانہ لٹریچر کو مالا مال کر رہی ہے۔ جمال ہمنشیں حصہ اول (ادبی مضامین) کے بعد جو اُن کی انشاپردازی کا بے نظیر نمونہ ہے۔ حصہ دوم۔ (افسانوں کے مجموعہ) کا عالم نسواں کو شدید انتظار تھا۔ الحمدللہ آج وہ بھی چھپ کر تیار ہے

خاتون مرحومہ کے ادبی اور تاریخی، مذہبی اور اخلاقی اصلاحی اور تمدنی مضامین کی بھی ان کی زندگی ہی میں دھوم مچی ہوئی تھی لیکن انکی تحریر کی پوری خوبیاں جس نے ہزاروں خواتین کے علاوہ سینکڑوں مردوں کو ان کا مداح بنا دیا تھا۔ افسانوں میں نظر آتی ہیں۔ ان کے دو چھوٹے چھوٹے قصے پیکر وفا اور بچھڑی بیٹی کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان کی طرح اس مجموعہ کے افسانے بھی اصلاح معاشرت پر ہی لکھے گئے تھے۔

کیونکہ مرحومہ کے سامنے دو ہی چیزیں تھیں۔ انکی بہنوں کی اصلاح و ترقی اور حقوق و آزادی۔ اس مجموعہ کے ہر افسانہ میں انہوں نے یہ بتا کر کہ مردوں کے ہاتھوں ہندوستانی عورت کی مٹی کیسی پلید ہو رہی ہے۔ نہایت درد بھرے الفاظ میں مردوں کو انسانیت و شرافت کا برتاؤ کرنے کی درخواست کی ہے یا عورتوں کو فرائض کی ادائیگی میں غفلت و جہالت سے کام لینے کے دردانگیز و جگرخراش نتائج دکھا کر اصلاح پر متوجہ کیا ہے انکے ہر افسانہ کا پلاٹ واقعیت پر مبنی ہوتا تھا۔ قرین قیاس اور خلاف عقل کوئی بات ان کے کسی افسانہ میں نہیں نظر آتی۔ ان کے افسانوں کے کیرکٹر انتہائی عمیق ہوتے تھے۔ یہ ممکن نہیں کہ ہیروین کے ساتھ پڑھنے والے کو ہمدردی یا نفرت نہ ہو جائے ان کا اسلوب بیان بے حد دلاویز ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی موثر ہے۔ انہوں نے جہاں جہاں عورت کے حقوق غصب ہونے پر بحث کی ہے۔ اگر آنسو نہ گریں تو آنکھیں یقیناً نمناک ہو جاتی ہیں۔ اور تحریر کا ایک ایک فقرہ دل کے پار ہو جاتا ہے۔ روزمرہ ان کی زبان کی خصوصیت تھی۔ چھوٹے چھوٹے فقروں میں وہ درد و گداز کوٹ کوٹ کر بھرتی تھیں۔ ان کی تحریر کی روانی اس مجموعہ کے افسانوں میں خوب اچھی طرح نمایاں ہے۔ یہ کل گیارہ افسانے ہیں جن میں سے بعض اس قدر مقبول ہوئے تھے کہ کئی کئی رسالوں نے شائع کئے افسانوں کے عنوانات یہ ہیں۔

شہید ظلم۔ سچ کی فتح۔ انوکھی توبہ۔ بالائی آمدنی۔ آرزو دل پر قربانی۔ تربیت اولاد۔ طرز زندگی۔ انقلاب زمانہ۔ جدت پرست۔ مرغ کی کہانی۔ اور دوسری شادی۔

جمال ہمنشیں حصہ اول اور مرحومہ کی دوسرے افسانوں کی طرح اس میں بھی شاندار آرٹ کاغذ ہی لگایا گیا ہے ضخامت ۱۲۰ صفحے اور قیمت صرف عہ

خاتون اکرم جنت مکانی کی تصانیف میں یہ کتاب سب سے اہم ہے اس لئے یقین ہے کہ ہندوستانی خواتین اپنی عزیز و محبوب مصنفہ کی اس یادگار کو ہاتھوں ہاتھ لینگی اور اسے پڑھکر جب انہیں معلوم ہوگا کہ مرحومہ نوعمری میں انکی کیسی غیرفانی خدمات کر گئیں تو ان کی جوانمرگی پر دو آنسو بہا کر فاتحہ کا تحفہ بھیجینگی۔

رازق الخیری

پچھلے پرچہ اب قیمتاً ملیں گے

ایک ضروری اعلان

ظاہری خوبیوں میں بقول معزز معاصر نظام المشائخ "عصمت کی پابندی وقت ضرب المثل ہے" ممکن ہے اور کسی اعتبار سے کسی ماہ کے پرچہ میں کوئی کمی رہجائے لیکن اشاعت میں ایک دن کی بھی تاخیر کسی قیمت کسی صرف اور کسی محنت پر ہمیں گوارا نہیں، اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ہر ماہ کا پرچہ ٹھیک ۳۰ تاریخ کو شائع ہوجاتا ہے۔ ہمارے لئے یہ امر باعث مسرت ہے کہ ہزاروں بہنیں عصمت کی اس پابندی وقت کی قدر کرتی ہیں۔ مگر ساتھ ہی اس کے اس سے زیادہ اور کیا چیز ہمارے لئے سوہان روح ہوگی کہ بعض خواتین اور حضرات پتہ تبدیل ہونیکی بھی اطلاع نہیں دیتے اپنے خطوط میں خریداری نمبر نہیں لکھتے اور بے قاعدگی اشاعت کا الزام عصمت پر تھوپ کر پچھلے کئی کئی ماہ کے پرچے دوبارہ طلب کرتے ہیں یہ خیال کر دفتر کے کلرکوں نے جان کر پرچہ نہیں بھیجا سخت غلطی ہے کیونکہ جبکہ نام درج رجسٹر ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ پرچہ دفتر سے نہ بھیجا جائے ہاں اگر وی پی واپس کردیا اور نام خارج ہوگیا تو پھر شکایت کیسی؟ روانگی سے قبل پتوں کے تمام لفافے رجسٹر سے ملا کر احتیاط کے ساتھ دیکھ لئے جاتے ہیں پھر اسکے بعد ۳۰ تاریخ کو رسالہ ڈاکخانہ کے سپرد کیا جاتا ہے اب اگر وقت مقررہ پر اگر کسی بہن کو رسالہ نہ ملے تو ہمارا کوئی قصور نہیں ہوسکتا یہ شرارت ہوسکتی ہے ڈاکخانہ کی (جسکا انتظام کرنا چاہئے) یا غلطی ہوسکتی ہے خریدار بہن کی (جسے فوراً دور کرنا چاہیے) یا غفلت ہوسکتی ہے ملازموں کی جنہیں تنبیہ اور ہدایت کرنی چاہیے) کانپور سے ایک بہن لکھتی ہیں۔ سالگرہ نمبر کے بعد مجھے کوئی پرچہ نہیں ملا۔ کل ہی میری بہن کا خط آیا ہے (انہیں ٹھیک ٹھیک پرچہ پہنچتا ہے) مجھے تین ماہ سے آپنے رسالہ کیوں نہیں بھیجا ستمبر اکتوبر نومبر کے پرچے فوراً بھیجئے۔ اور آئندہ اس پتہ پر بھیجا کریں کیونکہ اب ہم الہ آباد سے کانپور آگئے ہیں" اس خط کو پڑھکر بہنیں فیصلہ کریں انکی یہ شکایت کہاں تک صحیح ہے اگر یہ بہن پتہ تبدیل ہوتے ہی ہمیں مطلع فرمادیتیں تو انکا رسالہ سابقہ پتہ پر جاکر تلف نہ ہوتا ہم کو تین پرچہ دوبارہ بھیجنے کا نقصان نہ اٹھانا پڑتا۔ اور ان بہن کو رسالہ کی طرف سے شکایت نہوتی۔ پتہ تبدیل کرنیکے لئے کلرکوں کو خریدار نمبر معلوم ہونا ضروری ہے۔ پانچ منٹ میں دو سرا پتہ بدل سکتے ہیں مگر خریداری نمبر جب معلوم نہ ہو تو گھنٹوں سر کھپاتے ہیں اور پھر بھی نام نہیں ملتا۔ آخر ہزاروں ناموں میں ایک نام کا تلاش کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ پھر ایک ہی شہر میں ایک نام کے کئی کئی خریدار ہوسکتے ہیں اگر یہ بہن خریداری نمبر لکھ دیتیں تو ان کے خط کی تعمیل میں تین دن نہ لگتے خط ملتے ہی تعمیل کردیجاتی۔ کچھ ان ہی بہن پر منحصر نہیں ہر مہینہ اس قسم کے کتنے ہی خطوط آجاتے ہیں ممکن اسکی وجہ یہ ہو کہ ہم دوسرے سالوں کے قواعد کے خلاف تین تین چار چار ماہ کے پرچہ بھی دوبارہ بلکہ سہ بارہ بھیجدیتے ہیں اور اسکی ہمیں یہ سزا دیجاتی ہے اسلئے آئندہ کیلئے اعلان کیا جاتا ہے کہ جس ماہ کا پرچہ نہ ملے اسے دوبارہ بلا قیمت اس مہینہ کی ۱۵ تاریخ تک خریداری نمبر کا حوالہ دیکر منگا لیجئے دوسرے مہینہ میں قیمت لیجائیگی مثلاً جنوری کا پرچہ اگر ۴ یا ۵ جنوری تک نہ ملے تو جنوری کی ۱۵ تک ہمیں اطلاع دیدیجئے دوبارہ پرچہ بھیجدیا جائیگا ۱۵ تاریخ کے بعد بھی بھیجنے کی کوشش کیجائیگی۔ مگر ہم ۱۵ تاریخ کے بعد کا قطعی وعدہ نہیں کرتے کیونکہ پرچہ

م ضرورت کے موافق ہی چھپوایا جاتا ہے دوسرے مہینہ یعنی فروری میں اگر جنوری کا پرچہ طلب کیا گیا تو قیمتاً بھیجا جائیگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ دوسرے یا تیسرے مہینہ پرچہ ختم ہوگیا ہو اور قیمتاً بھی نہ مل سکے جیسے ستمبر اکتوبر نومبر کے پرچے جو ختم ہوچکے ہیں۔

چند باتیں

خدا معلوم بعض بیبیاں کیوں اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئی ہیں کہ ہر خریدار کا مضمون شائع کرنا بھی رسالہ کے فرائض میں سے ہے وہ چندہ دیتی ہیں۔ اور اس کے معاوضہ میں انہیں سال بھر تک رسالہ ملتا ہے۔ بے شک ایڈیٹر کا فرض ہے کہ خریداری نمبر کے حوالہ سے جو جائز شکایت کیجائے اسے فوراً دور کرے لیکن اڈیٹر غریب کسی اعلان اور کسی معاہدہ کسی قانون اور کسی قاعدہ سے ہر خریدار کا مضمون شائع کرنیکا پابند اور مجبور ہے اگر کوئی بہن قسم اول کی بجائے قسم خاص منگاتی یا دس روپے کی بجائے پچاس روپے اور ایک دو سال سے نہیں آٹھ دس برس سے رسالہ کو عطا فرماتی ہیں۔ اور اکثر اپنے حلقۂ اثر میں رسالہ کے خریدار بھی پیدا کرتی رہتی ہیں تو لاریب وہ عصمت کی سچی قدردان ہیں۔ محسن ہیں۔ مربی ہیں۔ مگر ان صفات کے ساتھ یہ ضروری نہیں کہ وہ مضمون نگار بھی ہوں عصمت کی مضمون نگاری کے جو قواعد وقتاً فوقتاً رسالہ میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ جو بہنیں انکی پابندی کرتی ہیں اور انہیں ملحوظ رکھکر مضامین بھیجتی ہیں۔ انہیں مضامین شائع نہونیکی شکایت بہت کم ہوتی ہے۔ کیونکہ اڈیٹر کے کئی گھنٹے روزانہ مضامین کی درستی و نظر ثانی میں صرف ہوتے ہیں جو مضامین کسی اعتبار سے خواتین کے لئے مفید اور دلچسپ سمجھے جاتے ہیں بڑی خوشی سے درج رسالہ ہوتے ہیں۔ خواہ خریداروں کے ہوں یا ان بیبیوں کے ہوں جو رسالہ کی خریدار نہیں ہیں۔ پس خریداری رسالہ کا مضمون نگاری رسالہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ خریداری علیحدہ چیز ہے اور مضمون نگاری علیحدہ۔

فروری کے پرچہ میں چند خاص خاص موضوعات کے بہترین مضامین پر انعامات دینے کا اعلان کیا گیا تہا۔ اس کے بموجب ۔ سالگرہ نمبر میں نصف سے زیادہ کا نتیجہ شائع ہوچکا ہے جو انعامات رہ گئے تھے انکا فیصلہ یہ ہے۔

بہترین لطائف کے انعام کی مستحق سروری بیگم صاحبہ الہ آباد قرار پائی ہیں۔ اور سب سے اچھے فوٹو کھینچنے والی بہن محترمہ مسز سید حمید الدین سکندر آباد ہیں۔ تندرست بچوں کی تصاویر میں کثرت رائے سے صاحبزادہ قمر حسین کانپور کی تصویر قابل انعام قرار پائی ہے چنانچہ علی الترتیب ۱۰ - ۱۰ اور ۵ روپے بطور انعام ان تینوں کو بھیجے جا چکے ہیں۔ اب صرف افسانوں کا فیصلہ رہ گیا جو کم سے کم ایک اور افسانہ شائع ہونے کے بعد کیا جائیگا۔

سالگرہ نمبر ۱۹۳۳ء حسب معمول جون میں شائع ہوگا۔ اور ہماری پوری کوشش ہوگی کہ نہ صرف سالگرہ نمبر ۱۹۳۲ء سے بلکہ جوبلی نمبر (۱۹۳۲ء) سے بھی زیادہ دلچسپ اور شاندار ہو۔ پہلے ہم آخر اپریل تک مضامین کا انتخاب کرکے شروع مئی میں یہ جو ترتیب دیتے تھے مگر اس میں ہمیں بڑی دقت اور الجھن کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ اسلئے سالگرہ نمبر ۱۹۳۳ء کے لئے فیصلہ کیا گیا ہے کہ مارچ کے پہلے ہفتہ میں مرتب کرکے مارچ ہی میں کتابت شروع کرادیجائے پس عصمت کی مخصوص مضمون نگار بہنوں سے درخواست ہے کہ وہ سالگرہ نمبر کے لئے زیادہ سے زیادہ آخر فروری تک مضامین بھیجدیں ۲۸ فروری کے بعد جو مضامین موصول ہونگے سالگرہ نمبر میں شائع نہ ہوسکیں گے۔ جو خواتین تصاویر سے اپنے پرچہ کے سالگرہ نمبر کی زینت بڑھانی چاہیں وہ بھی ۲۸ فروری سے پہلے ہی بھیجدیں۔

اڈیٹر

آمنہ کا لال

دربار رسالت کی تصویر

حضرت علامہ راشد الخیری قبلہ کی یہ بے نظیر تصنیف جسکا سال بھر سے انتظار ہو رہا تھا۔ بالکل تیار ہے۔ عصمتی بہنوں کی تجویز تھی کہ کتاب شائع ہوتے ہی فوراً سب کی خدمت میں بذریعہ وی پی بھیجدیجائے میں بھی جانتا ہوں کہ باوجود انتہائی احتیاط کے ہر تیّ کتاب میں مجھے بعض بہنوں کے ارشاد کی تعمیل میں دوسرے ایڈیشن کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔ مگر پھر بھی میں اس تجویز سے متفق نہیں ہوں۔ ہاں یہ میں نے انتظام کر دیا ہے کہ کسی کتب فروش کو اس ایڈیشن سے ایک جلد بھی ابھی نہ دیجائے

مسلمان بہنیں علامہ محترم کے لٹریچر کا لطف اٹھانے کے علاوہ دربار رسالت میں حاضر ہوں۔ ذوق وشوق کی تصویریں دیکھیں۔ عجز وانکسار کا رنگ ملاحظہ فرمادیں۔ اور بادشاہ دو جہاں کے ذکر سے آنکھیں روشن کریں۔ بزم مولود میں مسلموں کے علاوہ غیر مسلموں کو بھی بلائیں۔ آمنہ کے لال اور خدیجہ کے دولہا کی برات میں شریک ہوں۔ عقیدت کے پھول ادب سے پیش کریں اور دیکھیں کہ حقیقی مولود شریف کس کو کہتے ہیں۔

اس لاجواب کتاب میں عورتوں اور بچوں کی دعائیں پڑھنے والوں کو عجیب منظر دکھائیں گی اور سننے والے بیساختہ پڑھنے والے سے کہیں گے ؎ موذن مرحبا بروقت بولا۔ تیری آواز مکے اور مدینے۔

علامہ محترم کی طبیعت پچھلے دنوں کچھ ناساز رہی (اب خدا کا شکر ہے اچھی طرح ہے) علالت کے باعث ان کا کوئی مضمون اس پرچہ کے لئے حاصل نہ ہوسکا اسلئے تبرکاً آمنہ کے لال ہی سے چند صفحات نقل کرتا ہوں۔ یہ سدا بہار پھول جو آمنہ کے لال میں کھل رہے ہیں۔ ہر گھر کو معطر اور ہر دل کو مسخر کرینگے اور بتادینگے کہ طیبہ کی خاک میں آرام کرنیوالا ہادی کس شان کا رسول تھا۔

"اڈیٹر"

آمنہ کے لال پر زمینی کائنات نثار ہونے کو آگے بڑہی۔ بار آور شاخوں نے ارض حجاز کو بوسہ دیا۔ نسیم نے ہزار جان سے قربان ہوکر بساط ارضی کو چوما۔ ہوا نے اس مقدس نام کی تسبیح پڑہی۔ خوشرنگ پھولوں نے مکہ کی خاک اپنی آنکھوں سے ملی۔ اور ملک کا چپہ چپہ اور ذرہ ذرہ اس مسرت میں لہلہاتی ہوئی کونپلوں کا ہم آہنگ ہوا۔

آسمان عرب نے عبدالمطلب کے گھر وار ابن یوسف کے در و دیوار پر روشنی کی بارش کی۔ چمکدار تارے عبداللہ کے لخت جگر پر قربان ہوئے۔ اور مخلوق فلکی نے شادمانی کا غلغلہ بلند کیا۔

آتش نمرود کے ذرات پھولوں کا لباس پہنکر زروجواہر کی کشتی میں دعاء ابراہیمی کو سر پر کئے عبدالمطلب کے گھر پر نمودار ہوئے۔ دار ابن یوسف کی دیواریں تنظیم کو جھکیں۔ فرحت کی جھڑیاں برسیں۔ ہوا معطر ہوئی اور زمین و آسمان مبارکباد کے نعروں میں سرگرم ہوگئے۔

یہ بزم طرب اور خوشی کی گھڑی — مسرت کی ہر سو لگی ہے جھڑی
عقیدت سے ہے یہاں دست بستہ کھڑی — مگر آنکھ تجھ بن ہے سونی پڑی
فدا تجھ پہ سو بار مسلی علے

غلام اور تھوڑی سی یہ لونڈیاں — بصد عجز و منت ہیں حاضر یہاں
کرم اپنے ہو اے شہ مرسلاں — بنا انکی مجلس کو رشک جناں
شہ دو جہاں اپنا جلوہ دکھا

گنہگار آنکھوں میں طاقت نہیں — یہ دو چار ہوں تجھ سے ہمت نہیں
ترے سامنے ہوں یہ جرات نہیں — نگہ بھر کے دیکھیں یہ قدرت نہیں
شہ دوسرا جلد آ جلد آ

دل مضطرب پہ بری ہے بنی — نظر آسماں پر ہے اسکی لگی
یہ بزم کنیزاں ہے خالی پڑی — اسے جگمگا التجا ہے یہی
سما جا ان آنکھوں میں آ جلد آ

زمین و زماں تجھ پہ قربان ہو — ملائک سے ارفع تیری شان ہو
تو دنیا کا بے مثل انسان ہو — خدا تیرا حافظ نگہبان ہو
فدا تجھ پہ جاں جلد آ جلد آ

حیات انسان کی تاریخ ان واقعات سے محروم نہیں۔ جب قدرت کے زبردست ہاتھوں نے اپنی طاقت پر فخر کیا ہے۔ صانع حقیقی نے اپنی صنعت کو سراہا۔ اور احسن الخالقین نے اپنی خلقت پر ناز کیا۔ آج کتاب زندگی کا یہ باب بند ہوتا ہے۔ اوصاف انسانیت ختم ہوتے ہیں۔ اور آدمیت کی تمام صنعتیں جمع ہو کر ایک ذات میں رونما ہوتی ہیں۔ رحم و کرم کی حسین دیویاں خلق و مروت کے تر و تازہ گلدستے ہاتھ میں لئے عبدالمطلب کے گھر میں نمودار ہوئیں۔ خلوص و صداقت کے کفش بردار چہرے راستی و ایثار کے جواہرات سے مزین ہو کر سامنے آئے۔ عبادت و ریاضت کے علمبردار شرک و بت پرستی کو تاراج کرتے ہوئے۔ خانہ کعبہ پر توحید کے جھنڈے گاڑنے لگے۔ آسمان فرط مسرت سے اچھل پڑا۔ زمین اپنی خوش نصیبی پہ فخر کرنے لگی اور وہ وقت قریب آگیا۔ جب دنیا کے ہاتھ اس کو

اپنی آغوش میں لیں جبکو روئے زمین کی اصلاح کرنی ہے۔ ارضی و سماوی کائنات کی نظریں اس جمال پر پڑیں جو ایک عالم کو منور کریگا۔ اور وہ فخر موجودات ظہور پذیر ہوا جس کے مبارک قدموں میں سرکش گردنیں جھکیں گی۔ اور عدل حقیقی اس کے پاؤں چومیگا۔

آمنہ کے لال! تیری پیدایش ایک نعمت ہے۔ جو خدا ہمکو عطا فرمارہا ہے۔ تیرا وجود جس نے کارخانۂ حیات کو زیر وزبر کر دیا۔ تیری مقدس ہستی جس نے دنیا کی تاریکی میں تہلکہ مچادیا قدرتی انعام تھا۔ رسالت کے معنے تونے بتائے نبوت کی تفسیر تونے کی۔ انسانیت کا عقدہ تونے کھولا۔ اور بندگی کا راز تونے بتایا۔ عبودیت کا مرحلہ تیری شان تھی۔ اور توحید کا ڈنکا تیری زبان۔ آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بادشاہ۔ ہم لونڈی غلاموں کا سلام قبول فرما ہمارا حقیر ہدیہ منظور کر اپنے رحم سے اور اپنے کرم سے چمنستان تخیل کو اپنے رحم سے تر و تازہ کر۔

خدا کے نام سے ناآشنا ہر ایک انساں تھا ۔۔۔ نہ قانون عبادت تہا۔ تعلق تھا نہ رستہ تھا
وجود پاک نے تیرے خدا کا رنگ دکھلایا ۔۔۔ زبان پاک نے تیری خدا کا نام بتلایا

درود ہے تجھپہ اے مولا۔ سلام ہے تجھپہ اے آقا

قیامت خیز گھڑیاں کفر کی العظمۃ للہ ۔۔۔ ستم کے سلسلے جاری مظالم کا تھا ایک تانتا
حقیقت تونے دکھلائی بتایا راستہ سیدھا ۔۔۔ خس و خاشاک کو تونے صف اعلی میں پہونچایا

درود ہے تجھپہ اے مولا۔ سلام ہے تجھپہ اے آقا

خدا نے زندگی دی آدمیت تو نے اے آقا ۔۔۔ قیاس زنگ آلودہ کو صیقل تونے دلوایا
فنا انسانیت ہو کر بہیمیت کا دورہ تھا ۔۔۔ ہدایت تونے کی اور امتیاز نیک و بد بخشا

درود ہے تجھپہ اے مولا۔ سلام ہے تجھپہ اے آقا

وفا کا دور دورہ تھا گھڑی آفت کی آئی تھی ۔۔۔ جو بارش تھی تو ظلموں کی گھٹا نخوت کی چھائی تھی
محو ہو کر خدا کا نام قوت کی خدائی تھی ۔۔۔ مگر ہستی تیری نام خدا ساتھ اپنے لائی تھی

درود ہے تجھپہ اے مولا۔ سلام ہے تجھپہ اے آقا

حیا و خلق و ایماں سب ہوئے تھے یک قلم غارت ۔۔۔ نہ تھی کمزور کی عزت نہ کچھ عورت ہی کی وقعت
بجائے کلفت و آفت کے دی آسایش و راحت ۔۔۔ غلامی تونے کی رخصت تو دی عورات کو وقعت

درود ہے تجھپہ اے مولا۔ سلام ہے تجھپہ اے آقا

یتیموں کی طرف تہنے بڑھایا ہاتھ اُلفت کا ۔۔۔ دیا بوسہ سروں پر اُن کے تونے رحم و شفقت کا

دکھایا رنگ انسانی بتایا طرز الفت کا غریبوں بیکسوں پر تو نے رکھا ہاتھ رحمت کا

درود ہے تجھ پہ اے مولا سلام ہے تجھ پہ اے آقا

خدا کا فضل تھا انعام تھا نور خدا تو تھا شمع توحید باری کی جو سچ پوچھو ضیا تو تھا

ترے احکام نے ختم رسل ساکت زباں کر دی نہ ہوتا قفل گر منہ پر تو بتلاتے کہ کیا تو تھا

درود ہے تجھ پہ اے مولا سلام ہے تجھ پہ اے آقا

زبان احسان اخلاق کہاں تک تیرے گنوائے بکھیرے ہیں جو تو نے پھول کب تک انکو چن لائے

ترے احسان کا دنیا میں بدلا ہے ثواب یہ ہے کہ ذکر خیر تیرا خود سنے اوروں کو سنوائے

درود ہے تجھ پہ اے مولا سلام ہے تجھ پہ اے آقا

اغیار کا اعتراف صرف مسلمان نہیں ہر انسان نگاہ بلند کرے اور سامنے دیکھے موسوی عہد گزر چکا مسیحی دور ختم ہوا۔ نبوت رسالت کے جلوے اپنے اپنے رنگ دکھا کر فنا ہوئے اور وہ وقت آگیا کہ آمنہ کے لال پر پہلی مرتبہ خدا کا پیام نازل ہوا۔ اعلان نبوت کوس لمن الملک کی طرح دنیا میں گونج رہا ہے۔ آسمانی کتابوں کے ماہر تلاش کے قدموں سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ اور تحقیق کی آنکھیں یتیم عبداللہ کے گھر مکہ کا طواف کر رہی ہیں۔ آفتاب نصف النہار پر ہے اور عرب کی قیامت خیز گرمی نے آفت بپا کر رکھی ہے۔ یروشلم کے دو یہودی توریت و زبور کے عالم جن کے دلوں کو آیات ربانی نے تعصب و کدورت سے صاف کیا تھا مکہ کی سرزمین پر داخل ہوئے۔ اور اپنے ایک ہم مشرب و ہم مذہب یہودی بقال کی دوکان پر ٹھیر کر کہا۔ "وہ شخص جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے کہاں ہے"۔

میزبان بقال اپنے مہمانوں کے شوق کا استقبال بلند قہقہہ کی صداؤں میں کر رہا تھا کہ غل غپاڑہ کی آواز کانوں میں آئی۔ اور اجنبی سیاحوں کی آنکھوں نے دیکھا کہ آدمیوں کا غول چیختا چلاتا ہو ہا کرتا چلا آرہا ہے۔ چشم زدن میں مجمع سر پر آپہنچا تو معلوم ہوا کہ سیاہ کمبل میں لپٹا ہوا ایک انسان بیچ میں ہے۔ جس کے قدموں کو نبوت اور رسالت چوم رہی ہے۔ سر سے خون کے فوارے جاری ہیں۔ لڑکے اور بچے بڈھے اور جوان چاروں طرف سے اس کے اوپر پتھر برسا رہے ہیں۔ اور سر کنڈے مارے جا رہے ہیں۔ یہودی دل تڑپ اٹھے۔ ہمدردی کا جذبہ بلند ہوا۔ اضطراب کی لہریں چہروں پر دوڑنے لگیں اور مکہ والوں کے ان مظالم پر لعنت کی بوچھاڑ کرتے ہوئے اٹھے تو بقال نے کہا جس کی آرزو تمہیں یہاں تک کھینچکر لائی وہ محمدؐ یہی ہے"۔ ذوق حیرت سے بدلا اور تعجب کے آثار نمودار ہوئے۔ اور دل نے جس کی ہمدردی میں رحم شامل ہوچکا تھا، فیصلہ کیا کہ آزمائش کا بہترین موقعہ ہے۔ یہ جگر خراش

مظالم خالی جانے والے نہیں۔ یہ خون رنگ لائیگا۔ اور اگر دعوے سچا اور رسالت برحق ہے تو اس کی بد دعا مکہ کیا عرب کا کلیجہ توڑ دے گی۔ اور عذاب الٰہی ان ظالموں کا ناس کردے گا۔

یہودی مجمع کے ساتھ آگے بڑھے۔ چند قدم چلے تھے کہ ایک پتھر نے سرکار کی پیشانی زخمی کی۔ اور خون کی تلی جاری ہوئی۔ دونوں اس لئے کہ نتیجہ کی آرزو گدگدا رہی تھی۔ اور دل مظالم پر رو رہا تھا۔ قریب پہونچ گئے۔ تھرا اور کانپ رہے تھے۔ کہ ان کے سامنے ایک عجیب سماں آیا۔ عبداللہ کا یتیم جس کے تایا قبروں میں جا پہنچے تھے اور جس کا کوئی والی وارث زندہ نہ تھا۔ ٹھنکا۔ کمبل کے کونہ سے پیشانی کا خون پونچھ کر ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا۔

"معبود حقیقی میری قوم کی غلطیوں کو معاف کیجئیو۔ بے گناہ ہے۔ اس نے ابھی تک مجھکو پہچانا نہیں۔"

استعجاب کا خون رگوں میں بجلی کی طرح دوڑا اور عقیدت نے جسم میں لرزہ پیدا کردیا۔ فضا شور و شغب میں ایک متفقہ چیخ یہودیوں کی بلند ہوئی۔ اور دونوں سر یہ کہتے ہوئے قدموں میں گرے۔

"لاریب تو رسول برحق ہے"

زندگی کے اس خوشنما دربار میں اس ظلم و ستم پر نفس کو مغلوب کرنا ایسا معجزہ ہے جس کا جواب دینے میں عفو و تحمل کے فرشتہ خاموش ہیں۔ یہ رحم و کرم یہ ایثار و درگذر عدیم النظیر ہے۔ جو پیاسے حقیقت دریائے تاریخ میں لاکھ غوطے کھائے مگر یہ درِ شہوار میسر نہیں آتا۔ اور عقیل سلیم گردن جھکا کر صرف اتنا کہتی ہے۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

توسن قلم میدان تاریخ کو طے کرلینے کے بعد بیان سیرۃ میں سجدے کرتا ہوا آگے بڑھتا ہے۔ اور متعجب ہوتا ہے کہ کیسے دل اور کیسے انصاف تھے ان لوگوں کے جنہوں نے یہ سب اپنی آنکھ سے دیکھا۔ مگر زندگی کی کشمکش نے ایمان نگلوا دئے۔ جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ معمولی انسان نہیں پیغمبر ہے۔ مگر ایسے کینہ دوز اور سیاہ قلب کہ دل کی حقیقت سے دماغ کو اور آنکھ کے تماشے سے زبان کو محروم رکھتے تھے۔

جشن معراج

تربیت گاہ کے یتیم سیکشن کی طرف سے جشن معراج کا اعلان کسی دوسری جگہ عصمتی لڑکیاں ملاحظہ فرمائینگی اسمیں شک نہیں کہ موسم سرد ہے اور سفر کی تکلیف لازمی مگر مجھے امید ہے کہ محترم خواتین یہ دعوت منظور فرما کر شہنشاہ دوجہاں کے دربار میں حاضری کی کوشش کرینگی۔

بنت ضمیر الدین صاحب نے جو صندوقچہ مجھکو حیدرآباد میں محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ کے مکان پر عطا فرمایا تھا وہ میں نے تربیت گاہ کو دیدیا۔ اور وہ بھی سامان آرائش میں شامل ہوگا۔ وہ تمام بہنیں جنکو تربیت گاہ کے یتیم سیکشن سے ابتک تعلق رہا۔ اگر ۱۸ دسمبر ۱۹۳۰ء کی شام کو ماحضر تناول فرما کر جشن معراج میں شرکت فرماسکیں تو میرے اور تربیت گاہ کے دلی شکریہ کی مستحق ہونگی۔

راشد الخیری

عقد بیوگان

ہندوستان جو اکل الامم کے لقب سے ملقب ہے۔ اس میں ہزاروں قومیں آئیں اور یہیں کی ہو کے رہ گئیں آج کہیں ڈھونڈھے سے ان کا پتہ نہیں چلتا۔ وہ خود اپنی اصلیت سے واقف نہیں۔ قومیت و وطن تو درکنار مذہب جیسی عزیز چیز کو کھو چکی ہیں اور سب ہندویت میں مدغم ہو گئی ہیں اور اپنے تئیں ہندو کہلانے کی دعویدار ہیں۔ اگرچہ ہندوان کے سائے سے بھی کوسوں بھاگتے ہیں۔

اس سلسلے میں مسلمان سب سے بعد میں آئے اور فاتح ہو کر آئے۔ صدیوں یہاں پر سلطنت کی اور یہاں کی تہذیب و تمدن پر اپنے تہذیب و تمدن کا کافی اثر چھوڑا۔ لیکن خود بھی اثر پذیر ہونے سے نہ بچ سکے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام یہاں آکر ابھی تک قائم ہے اور انشاء اللہ قائم رہے گا۔ لیکن دوسرے مذاہب کے جو مہلک اثرات اس پر روز بروز اثر ڈال رہے ہیں۔ اگر ہم نے ان کے دفیعہ کی تدابیر اختیار نہ کیں تو مجھے اندیشہ ہے کہ خاکم بدہن کہیں وہ روز بد دیکھنا نصیب نہ ہو، کہ ہم بھی اپنا نام کھو کر ہندو کہلانے لگیں۔ اس پورے موضوع پر بحث کرنا باعث طوالت ہوگا لہٰذا اس وقت میں صرف ایک شعبے کی طرف توجہ دلانے پر اکتفا کرونگا۔ جو عنوان بالا سے ظاہر ہے اور اگر خدا کی مدد شامل حال ہوئی تو انشاء اللہ باقی پہلوؤں پر بھی روشنی ڈالنے کی کوشش کرونگا۔

اسلام نے بنی نوع انسان پر بیشمار احسان کئے ہیں اور اس کے بانی کو خود رب العزت نے رحمۃ للعالمین کے معزز لقب سے ممتاز فرمایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ انکی رحمت کسی قوم کسی ملک کسی فرقے کسی صنف تک محدود نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لئے عام ہے لیکن اس نے سب سے بڑا احسان عورت کی ذات پر کیا۔ اور اس کو قعر ذلت سے نکال کر ایک تعظیم و تکریم کی جگہ پر مرد کے برابر کھڑا کر دیا۔ اس حیوانیت سے نکالکر انسانیت کا درجہ بخشا۔ اور مردوں کے برابر حقوق عطا فرمائے۔ جب اسلام ہندوستان میں آیا تو یہاں کی تہذیب کو اس کا یہ مرتبہ ایک آنکھ نہ بھایا۔ اور یہاں کی آب و ہوا نے اس صنف نازک کی فطرتی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر اس کے حقوق پر حملہ کرنا شروع کیا۔ اور ان کے سلب کرنے میں طرح طرح کے حیلے اور بہانے بنانے شروع کئے۔ کہیں خود ساختہ شرافت کا جال پھیلایا تو کہیں رسم و رواج کا دام بچھایا۔ اور ان پھندوں میں ایسا جکڑا کہ اغیار کو یہ کہنے کی ہمت ہو گئی کہ اسلام میں عورت کی عزت نہیں۔

یہ سب چیزیں ایسی ہیں جن کی بیخکنی کے لئے اسلام آیا تھا اور انکی بیخکنی کر کے دنیا کو دکھا دی تھی لیکن افسوس صد افسوس

کو مسلمان ہندوستان میں آکر پھر انہیں چیزوں کا شکار ہو گئے اور جو کل تک دنیا کے ہادی تھے آج وہ اس قدر اندھے ہو گئے کہ انکی آنکھیں ہلاکت کے گڑھوں کو نہیں دیکھتیں وہ اس قدر گمراہ ہو گئے ہیں کہ دوسروں سے ہدایت پذیر ہونے کی اہلیت بھی انمیں باقی نہیں رہی. ہر مسلمان کے لئے شرافت و بزرگی کا معیار کیا ہو سکتا ہے. اور رشد و ہدایت کی مشعل کونسی ہستی ؟ مجھے یقین ہے کہ تمام کلمہ گو اسپر متفق ہوں گے کہ وہی رحمۃ للعلمین کی ذات اور انہی کا اسوۂ حسنہ. ان کے بعد ان کے اہل بیت اور اصحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین. اب دیکھنا یہ ہے کہ اس معاملہ میں انکی شرافت کا معیار یہی تھا جو کہ ہم سمجھے بیٹھے ہیں. کیا ان کا اسوۂ حسنہ یہی تھا جس پر ہم گامزن ہیں اور اگر ایسا نہیں تو کیا ہم گمراہی میں مبتلا نہیں. اور کیا ہمیں اس گمراہی سے نکلنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے. آؤ ذرا واقعات کی روشنی میں اس کا مقابلہ کریں گے آج جتنا کسی کو شرافت کا دعوی ہے اتنا ہی اس کی شرافت کے منافی ہے کہ وہ ایک بیوہ کے عقد کا خیال دماغ میں لائے. اگرچہ اس بدنصیب کو اپنے خاوند کی صورت بھی دیکھنا نصیب نہ ہوا ہو. اس وقت مجھے اس بدنصیب ہستی کا نقشہ جس کا اب دنیا میں کوئی مصرف نہیں جس کی زندگی اس کے لئے ایک وبال ہے اور متعلقین کے لئے باعث بار جس کے جذبات و احساسات تو سب زندہ ہیں لیکن کسی جذبہ کا ظاہر ہونا باعث ننگ و عار ہے جس کی خواہشات و آرزوئیں تو دفن کر دی گئی ہیں لیکن ان کا احساس کسی کے مٹائے سے نہیں مٹتا. کیونکہ یہ انسانی طاقت سے باہر ہے. کا نقشہ کھینچنا مقصود نہیں. کیونکہ اس کا اندازہ میری بہنیں خود بہتر کر سکتی ہیں مجھے صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ جس کو ہم شرافت سمجھے ہوئے ہیں. یہ محض خود ساختہ شرافت ہے. اسلامی شرافت سے اسکو دور کا بھی تعلق نہیں. یہ غیر مسلموں کی شرافت ہے. اور ہندوستان کی آب و ہوا کا نتیجہ. اسلام ایسی شرافت کا دشمن ہے اور اسکو مٹانے کے لئے دنیا میں آیا ہے. جو معیار شرافت میں نے قائم کیا ہے. میں نے نہیں بلکہ اسلام نے قائم کیا ہے اور جس سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا. اب اسکو دیکھئے. اس کا اس کے ساتھ مقابلہ کیجئے چشم بصیرت سے کام لیجئے اس کے ہر پہلو پر غور کیجئے اور پھر خود فیصلہ کیجئے کہ یہی شرافت کہانتک شعار اسلام کے مطابق ہے اور کہانتک ہماری ہمدردی کی مستحق.

سب سے پہلے اس فخر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اس معاملہ میں دیکھئے اور غور فرمائیے کہ ہم کہانتک اس پر گامزن ہیں سب سے پہلے جس ہستی کو ام المومنین ہونے کا فخر حاصل ہوا کیا وہ ایک بیوہ نہ تھیں. کیا وہ خود عرب کے متمول ترین گھرانے سے نہ تھیں کیا انہیں کسی قسم کی کمی تھی. پھر جب عقد ثانی ان کے لئے باعث عار نہ تھا تو ہم کہاں کے بڑے شریف بن بیٹھے ہیں ایک نہیں. آپ کو یاد ہو گا کہ متعدد امہات المومنین میں سے صرف ایک حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں کہ وہ کنوارپنے میں آپ کے نکاح میں آئیں. باقی سب کی سب بیوہ تھیں. کیا ان کا یہ فعل نعوذ باللہ شرافت سے گرا ہوا اور باعث عار تھا. اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں شریک تھے. نہیں ہرگز نہیں ایسا ہونا ناممکن ہے. اس ہادی برحق کو اپنا عملی نمونہ امت کے سامنے پیش کرنا تھا. اور مردوں اور عورتوں دونوں اصناف کو یہ بتانا تھا کہ بیوہ کا عقد فریقین میں سے کسی کے لئے بھی باعث ننگ نہیں. بلکہ دونوں کے لئے باعث فخر و عزت ہو کاش مسلمان اس نمونہ پر عمل پیرا ہوں. خاندان سادات کو مسلمانوں پر فضیلت ہے. شرافت اور نجابت میں انہیں فوقیت حاصل ہے. رشد و ہدایت کے وہ دعویدار ہیں. اسوۂ حسنہ ان کو وراثت میں ملا ہے (ملنا چاہئے تھا. وہ اس کے مبلغ اور منادی ہیں (یا نہیں ہونا چاہئے تھا) لیکن افسوس صد افسوس کہ اس معاملہ میں وہی سب سے زیادہ اس سے ہٹے ہوئے ہیں. اور اپنے پیروؤں کو اس سے ہٹانے کے جرم کے مرتکب ہیں. ان کے بعد علمار امت کا درجہ ہے وہ شریعت کے حامل اور سنت نبوی کے وارث ہیں. لیکن اس معاملہ میں وہ بھی راہ راست سے اسی قدر دور ہیں جتنا کہ پہلا گروہ. یہاں میں اس بزرگ خاندان کے جد اعلیٰ رضی اللہ عنہ کی مثال پیش کرتا ہوں تاکہ وہ عبرت پکڑیں اور راہ راست اختیار کر کے مسلمانوں کی راہنمائی کا فرض ادا کریں.

حضرت زینب کی بیٹی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزیز ترین نواسی وہ نواسی جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں بھی اپنے مبارک کندھوں پر بٹھائے رکھتے. کیا کوئی ان سے زیادہ شریف و نجیب ہونیکا دعوی کر سکتا ہے. ان کی مثال سنئے. جب ان کے والد ابو العاص کا انتقال ہوتا ہے

ندہ نہیں عوام کران کے نکاح کی وصیت کرتے ہیں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے انتقال کے بعد وہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اپنا نکاح کر لیتے ہیں جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہادت پاتے ہیں تو آخری وصیت حضرت مغیرہ کو یہ کرتے ہیں کہ وہ ان کی پیاری بیوی سے نکاح کر لیں حضرت مغیرہ ان کی وصیت پر عمل پیرا ہو کر حضرت امامہ بیوہ شیر خدا کو اپنے نکاح میں لے آتے ہیں اور ایک بیٹے کے باپ ہوتے ہیں۔ یہاں مصنوعی شرافت کا شیرازہ تار تار ہو جاتا ہے اور اس خود ساختہ شریعت کے دعویداروں کے ہاتھ میں ایک تار بھی باقی نہیں رہتا جس کا وہ سہارا پکڑیں۔ ایک طرف تو حضرت علی جیسی جلیل القدر ہستی ہے جو یہ وصیت کرتی ہے کہ میری موت کے بعد میری بیوی سے نکاح کر لینا دوسری طرف بیوی بھی کونسی حضرت زینب کی نور العین۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری نواسی۔ یہاں سب مخالفین کی زبانیں بند ہو جاتی ہیں اور انہیں ماننا پڑتا کہ خاندان رسالت میں عقد بیوگان ایک مستحسن فعل سمجھا جاتا تھا۔ اور صرف مستحسن ہی نہیں بلکہ ضروری ورنہ حضرت علی اس کی وصیت نہ فرماتے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیے کہ محض رسمی شرافت کی آڑ میں بیگناہ عورتوں کو اس حق سے محروم کر دینا کہاں تک جائز ہے اور کس حد تک اسلامی تعلیم کے مطابق ہے ایسی بہت سی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں لیکن میں طوالت کے خیال سے محض ایک واقعہ بیان کرنے پر اکتفا کروں گا جس میں بیوہ کے والدین اور متعلقین کے لئے رشد و ہدایت ہے اور خود ساختہ شرافت کے حامیوں کے لئے ایک تازیانہ۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کی شرافت شجاعت سطوت حمیت اور غیرت محض مسلمانوں ہی میں مسلم نہیں بلکہ اغیار بھی تسلیم کرنے پر مجبور ہیں جب انکی صاحبزادی حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت خنیس بن حذافہ غزوہ بدر میں شہید ہو جاتے ہیں تو فوراً ان کو اپنی لخت جگر کے نکاح ثانی کی فکر دامنگیر ہو جاتی ہے وہ اس کا اظہار حضرت عثمان اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما سے کرتے ہیں اور یکے بعد دیگرے ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ انکی صاحبزادی کو اپنے نکاح میں لے آئیں۔ وہ دونوں بزرگ ہستیاں سکوت فرماتی ہیں کیونکہ حضرت حفصہ کو ام المومنین ہونیکا فخر حاصل ہونا تھا فاروق اعظم ان کے اس سکوت پر افسردہ خاطر ہو جاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حفصہ کو اپنے عقد میں لا کر ان کی اس افسردگی خاطر کو ہزار خوشیوں سے بدل دیتے ہیں اور حضرت حفصہ کو وہ عزت نصیب ہوتی ہے کہ جس کا احترام آجتک امہات المومنین کے پاک الفاظ سے کرتے ہیں کیا کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ ان کا یہ فعل شرافت سے گرا ہوا تھا۔ باعث ننگ عار تھا۔ اگر اس کا جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو للہ ذرا غور فرمائیے کہ جس شرافت کے نام سے آپ نے ہزاروں بیگناہ ہستیوں کی زندگیاں دوبھر کر دی ہیں۔ بیکار کر دی ہیں بیزار کر دی ہیں بلکہ باعث ننگ و عار کر دی ہیں وہ کہاں تک شرافت کہلانے کی مستحق ہو سکتی ہیں۔ آخر میں اپنی ان خوش نصیب بہنوں کی خدمت میں جنہیں اللہ نے اس مصیبت سے اس عذاب سے۔ اس ابتلاء عظیم سے محفوظ رکھا ہے پر زور درخواست کرونگا کہ وہ ان بدنصیب ہستیوں کی جو اس ابتلا میں مبتلا ہیں حالت پر صدق دل سے غور کریں اور انکی مدد کو پہنچیں اپنی کوشش سے اپنے عمل سے قوت تقریر و تحریر سے اس رسم بد کو توڑنے کی کوشش کریں۔ انکو سمجھا دیں انکو بتا دیں کہ جسکو وہ شرافت سمجھ بیٹھی ہیں وہ اسلامی شرافت نہیں۔ بلکہ باعث ننگ اسلام ہے انکی یہ کوشش محض ان معصوم بہنوں کی مدد نہیں۔ قوم و ملت کی مدد ہے مذہب اسلام کی مدد ہے۔ شرافت و ناموس کی مدد ہے بلکہ احیاء سنت نبوی ہے جسکا اجر اللہ اور اس کے رسول کے نزدیک بہت بڑا ہے۔ اور اپنی ان بدبخت بہنوں کی خدمت میں جو غلیظ رواج کی سخت زنجیروں میں جکڑی ہوئی ہیں اور رسمی شرافت کی قتیل ہیں عرض کرونگا کہ وہ اپنے مقصد حیات میں غور فرمائیں کیا ان کی پیدائش کا مقصد یہی تھا کہ وہ بیکار اور بیزار زندگی بسر کریں اپنے اور اہل خاندان کے لئے بلکہ ملک و قوم کے لئے ایک بوجھ ہوں۔ اس دار عمل میں ان کا عدم و وجود برابر ہو۔ وہ اپنی زندگی کے دن سرد آہیں بھرتے بھرتے گذاریں جنکی آہوں کا اثر محض انکی ذات ہی تک محدود نہ ہو بلکہ سننے والوں کے دلوں کو ہلا دے۔ انکی حالت زار دیکھنے والوں کو خون کے آنسو رلا دے نہیں ہرگز نہیں انکی زندگی کا ایک مقصد تھا اور ہے جسکو وہ بھولے ہوئے ہیں وہ اسے یاد کریں اخلاقی جرأت سے کام لیں اپنے جائز حقوق کو کام میں لائیں ان آہنی زنجیروں کو توڑ دیں اور دنیا کو دکھا دیں کہ اسلام کا کوئی فرد بیکار نہیں۔ مسلمانوں کا خدا رب العلمین رحمن اور رحیم ہے اس کی رحمت عام ہے صرف مردوں کے لئے مخصوص نہیں بلکہ عورتوں پر کچھ اس سے سوا ہے یہ نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعلمین ہی محض مردوں کے لئے مبعوث نہیں ہوئے بلکہ ذکور و اناث پر ان کا یکساں احسان ہے اس نے جہاں مردوں کو ضلالت و گمراہی سے نکالا ہے وہاں عورتوں کی حالت پر بھی ترس کھایا ہے۔ اور انکو قعر مذلت سے نکال کر مردوں کے دوش بدوش کھڑا کر دیا ہے۔ اور انہیں وہ حقوق عطا فرمائے ہیں جو کسی مذہب نے ان کے لئے روا نہیں رکھے

چراغ دین

حکومتِ ہند

ڈاکٹر نصیر الدین احمد صاحب کے وہ خطوط جو انہوں نے میرے استفسار "سائمن رپورٹ" پر تحریر فرمائے ۔ موجودہ طرز حکومت ہند اور "سائمن کمیشن" کی تجاویز کی سادہ الفاظ میں اس طرح تشریح کرتے ہیں کہ میں نے مناسب سمجھا کہ میں اُن ناظرین وناظرات "عصمت" کے لئے کہ جو ملکی طرز حکومت سے ناآشنا ہیں یہ خطوط "عصمت" میں شائع کراؤں ۔ تاکہ سیاست ہند کے اس ابتدائی مسئلہ سے کم از کم "عصمتی بہنیں" بے خبر نہ رہیں ۔ اسکی اہمیت اس خیال سے اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ یہ موجودہ زمانہ کا سب سے ضروری واہم مسئلہ ہے اور ہندوستان میں عموماً اور اردو داں طبقہ میں خصوصاً ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی کم ہے کہ جو اس مسئلہ کو سمجھتے یا سمجھنے کی کوشش کرتے ہوں اور جو لوگ سمجھنا چاہتے ہیں ان کے لئے اردو زبان میں کافی معلومات موجود نہیں ۔ امید کہ ہمارے طبقہ کے ماہرین سیاست "عصمتی لٹریچر" میں ایسی سیاسی معلومات کی کمی نہ رہنے دیں گے اور آئندہ "عصمتی بہنوں" کی معلومات وتعلیم کے لئے ایسے مضامین جو تعلیمی حیثیت رکھتے ہوں ضرور شائع کراتے رہیں گے ۔ "نصیر بیگم"

سیاسی لحاظ سے ہندوستان مندرجہ ذیل حصوں میں منقسم ہوتا ہے ۔

(۱) **گورنر کے قبضہ میں** ۹ حصے ہیں ۔ ان میں تین بنگال ، بمبئی و مدراس "پریذیڈنسی" کہلاتے ہیں اور باقی چھ حصے پنجاب ، آگرہ ، واودھ ، بہار واڑیسہ ، متوسط ، آسام وبرما صوبے کہلاتے ہیں ۔ ان حصوں کی حکومت گورنر اور اس کے ماتحت کونسلوں اور حکام کے قبضے میں ہے ۔ یوں سمجھئے کہ صوبہ کا گورنر ایک بادشاہ کا درجہ رکھتا ہے ۔ اور قریب قریب خودمختار ہے ۔ وائسرائے (لاٹ صاحب) ایک شہنشاہ کی حیثیت سے گورنر کی حکومت میں ضرورت کے وقت دخل اندازی کرسکتا ہے ۱۹۱۹ء تک حکومت کی باگ انگریزوں کے ہاتھ میں تھی ۔ عالمگیر جنگ کی خدمات کے اعتراف اور ہندوستانیوں کی خواہشات کا لحاظ کرتے ہوئے برٹش گورنمنٹ نے ایک قانون بنایا جسکو "گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ" کہتے ہیں ۔ اس کی رو سے ہمیں خودمختار حکومت اور اس کی ذمہ داریوں کی تعلیم کے لئے چند حکومت کے محکمے مثلاً سررشتہ تعلیم وصیغہ طب وحفظان صحت وغیرہ ہمارے سپرد کردئے ۔ تاکہ ہم ان کا انتظام خودمختارانہ طور پر کرکے تجربہ حاصل کریں اور اگر ایک زمانہ کے بعد انتظام کی حسن وخوبی سے اپنے آپ کو خودمختار حکومت کا اہل ثابت کردیں تو صوبہ کی تمام حکومت ہمارے قبضہ میں دیدی جائے ۔ اور ایک عرصہ میں تمام ہندوستان کی حکومت ، زیر تحت برٹش "خودمختار" ہو جائے ، ان حقوق کو جو ۱۹۱۹ء میں قانوناً ہمیں عطا کئے گئے "رعایات" کہتے ہیں ۔ (اصلاحات REFORMS) گورنر کے صوبوں کو ۱۹۱۹ء میں رعایات عطا کی گئیں ۔

(۲) **چیف کمشنری** یہ چھ ہیں ۔ ان میں صوبہ سرحدی و بلوچستان بڑے بڑے حصے ہیں ۔ اور باقی دہلی ۔ اجمیر

میرواڑہ۔ کورگ، کالے پانی کے جزیرے۔ چھوٹی چھوٹی حکومتیں ہیں۔ ان رقبوں کے حاکم اعلیٰ کو چیف کمشنر کہتے ہیں۔ یہ وائسرائے کے نمائندے کی حیثیت سے کام کرتا ہے۔ یہاں کی حکومت حقیقت میں سیدھی وائسرائے اور اس کی کونسل کے قبضہ میں ہے۔ ان حصوں میں نہ کونسلیں ہیں اور نہ انکو "رعایات" دیگئی ہیں۔ یہ ضلع غیر آئین کہلاتے ہیں۔

(۳) **غیر متمدن مقبوضات ہند۔** یہ پنجاب، مدراس۔ بنگال، بہار، اڑیسہ، برما اور آسام کے وہ حصے ہیں کہ جہاں بھیل، سنتال، گونڈ، اور ہندوستان کی بالکل غیر متمدن جنگلی قومیں رہتی ہیں۔ گو یہ حصے گورنر کے صوبے میں آتے ہیں لیکن انکی حکومت کے اختیارات سوائے وائسرائے کے اور کسی کو نہیں۔ یہاں کے قوانین ضرورت کے موافق بنائے جاتے ہیں، اور یہاں کی حکومت کے اصول وقتی ضرورت کے مطابقت میں بدلتے رہتے ہیں ان حصوں کو رعایات کا کوئی موقع ہی نہیں۔ ان کے متعلق کونسلوں میں کوئی بھی کسی قسم کا سوال نہیں کرسکتا۔ یہ صرف وائسرائے کے قبضہ میں ہے کہ وہ جس طرح چاہے ان سوا کروڑ لوگوں پر جو انگریزوں کے متحدہ ممالک سے دوگنی زمین میں آباد ہیں حکومت کرے۔

(۴) **ریاستہائے ہند۔** ہندوستان کے ایک تہائی حصے سے زیادہ راجاؤں اور نوابوں کے قبضہ میں ہے۔ جن میں ہندوستان کے ایک چوتھائی لوگ آباد ہیں۔ کل ریاستوں کی تعداد ۵۶۲ ہے۔ ان میں حیدرآباد و کشمیر اتنی اتنی بڑی ریاستیں ہیں کہ ان کا رقبہ انگریزوں کے متحدہ وطن سے کچھ زیادہ ہی ہے۔ دکن میں میسور۔ راجپوتانہ میں جودھپور بیکانیر۔ اودے پور جے پور۔ الور۔ ٹونک وغیرہ صوبہ متوسط ہند میں۔ گوالیار۔ اندور بھوپال بمبئی میں۔ بڑودہ۔ کولاہ پور، کاٹھیاوار کی ۲۰۶ ریاستیں۔ پنجاب میں پٹیالہ، بلوچستان میں قلات۔ آگرہ اودھ میں رامپور۔ بنگال و آسام میں کوچ بہار وغیرہ بڑی بڑی ریاستیں ہیں۔ ۴۰ ریاستیں ایسی ہیں جن سے انگریزوں کو صلاح کے باقاعدہ عہد و پیمان کرنے پڑے تھے۔ کچھ ایسی ہیں کہ جن کی حکومت سند وغیرہ کے ذریعہ تسلیم کی گئیں۔ اور باقی ایسی ہیں کہ جن کے حقوق ریاست کو برٹش گورنمنٹ نے رعایتاً یا کسی اور طرح تسلیم کرنا گوارا کرلیا ہے۔ ریاست کی اندرونی حکومت والئے ریاست کے قبضہ میں ہوتی ہے۔ خارجی تعلقات و حفاظت انگریزوں کے قبضہ میں ہے جس کے لئے ریاستیں خراج وغیرہ ادا کرتی ہیں۔ برٹش حکومت کو ضرورت کے وقت ریاست کے اندرونی معاملات میں دخل در اندازی کا حق حاصل ہے۔

ملکی اہمیت۔ ہندوستان کا سب سے بڑا صوبہ برما، یورپ کے سب سے بڑے ملک "فرانس" سے بڑا ہے، بمبئی و مدراس ہر ایک اٹلی سے کہیں بڑے ہیں۔ ہمارا سب سے چھوٹا صوبہ آسام بھی انگلستان سے کچھ بڑا ہی ہے۔ ہم محکوم ہندوستانیوں کے وطن کا رقبہ ہمارے حاکموں کے وطن سے بیس گنا زیادہ ہے۔ ہماری آبادی ۳۳ کروڑ کل دنیا کی آبادی کا پانچواں حصہ ہے۔ اور ہمارے ایک صوبہ مثلاً بنگال یا آگرہ و اودھ کی آبادی انگریزوں کے وطن کی آبادی سے کہیں زیادہ ہے۔ اگر ہم میں بھی وہی نظام و قوت پیدا ہوجائے۔ جو ہمارے حاکموں میں ہے تو آبادی و رقبہ کے لحاظ سے تو ہم برٹش حکومت جیسی

میں حکومتیں قائم کرنیکے اہل ہو سکتے ہیں۔ لیکن ابھی تو یہ حالت ہے کہ ہندوستان میں فی چار ہزار ہندوستانی ایک انگریز رہتا ہے اور ہم ہماری عزت و حرمت، جان و مال اسکے اور اس کے نظام قوت کے قبضۂ قدرت میں نظر آتا ہے۔

سائمن کمیشن کی تجاویز (۱) صوبوں کی تقسیم پھر کیجائے تاکہ حکومت کی آسانی کے لئے چھوٹے چھوٹے اور مناسب صوبے قائم ہو جائیں۔ (۲) صوبہ اڑیسہ جداگانہ قائم کیا جائے۔ بہار سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے۔ (۳) نئے صوبے صوبہ سندھ علیحدہ ایک زمانہ کے بعد کر دیا جائے، بمبئی میں شامل نہ رکھا جائے۔ (۴) صوبہ برما حکومت ہند کے قبضہ سے نکال دیا جائے۔

صوبہ کی طرز حکومت

ہر صوبہ کی حکومت، زیر تحت گورنر، دو خاص حصوں میں منقسم ہے۔

(۱) محکمہ قانون سازی "لیجسلیٹو" (LEGISLATIVE) اس کا کام "لیجسلیٹو کونسل" کے ذریعہ ہوتا ہے۔

(۲) محکمہ حکمرانی "ایگزیکٹو" (EXECUTIVE) اس کا کام ایگزیکٹو کونسل" اور "وزرا" کرتے ہیں۔

مجلس وضع قوانین لیجسلیٹو کونسل

غرض عام لوگوں کی ضروریات، ملکی انتظام و رفاہ عام اور قومی بہبودی کے ذرائع وغیرہ پر بحث و مباحثہ کے بعد قانون بنانا۔ حکومت کے کاموں پر آمد و خرچ کی روک تھام، نکتہ چینیاں اور ان اخراجات کو جس پر کونسل مختار ہے منظور یا نا منظور کرنا۔ حکومت کے متعلق کسی بات پر استفسار، اعتراض اور حکومت سے جوابدہی کی درخواست کرنا۔ کونسل کی ذمہ داریوں میں سے چند ضروری کام ہیں۔ لیکن ہر قانون جو کونسل میں تمام ممبر ملکر پاس کردیں گورنر کی منظوری پر منحصر ہوتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو ایسے قانون کو یک قلم مسترد کر سکتا ہے۔ اس طرح گو کونسل کو بڑے بڑے اختیارات ہیں۔ لیکن گورنر کے حکم اور اس کے اٹل فیصلے کے مقابل اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے بعض ایسے معاملات بھی ہیں کہ بغیر وائسرائے کی منظوری کے کونسل اسپر رائے زنی تک نہیں کر سکتیں۔ مذہب و مالگذاری کے معاملات پر سوائے وائسرائے کے کونسل تو کجا گورنر کو بھی قانون سازی کا اختیار نہیں۔

کونسل کی ترکیب کمپنی کے راج میں ہندوستان کے لئے قانون سازی صرف انگریزوں کے ہاتھ میں تھی۔ ۱۹۱۱ء میں "منٹو مورلے اصلاحات" ہوئیں تو آئین ساز جماعت میں کچھ ہندوستانی بھی شامل کر لئے گئے۔ لیکن یہ اصلی معنی میں ہمارے نمائندے نہ تھے۔ بلکہ گورنمنٹ کے انتخاب کردہ چند وفادار و باوقار لوگ تھے۔ ۱۹۲۱ء میں جب مانٹیگو چمسفورڈ اصلاحات" جنکو ہم "رعایات" کہیں گے عطا ہوئیں تو اس آئین ساز محکمہ کی ساخت میں ایک نمایاں تبدیلی واقع ہوئی۔ اب ستر فی صدی قوم کے منتخب نمائندے۔ ۲۰ فی صدی گورنمنٹ کے مقرر کردہ حکام اور باقی حکومت کی طرف سے نامزد ہندوستانی اس کونسل کے ممبر مقرر کئے جانے لگے۔ کونسل اپنا صدر بھی اپنے ممبروں میں سے خود انتخاب کرنے لگی۔

حالانکہ ۱۹۲۰ء سے پیشتر گورنر ہمیشہ صدر ہوتا تھا۔ کونسل کے ممبروں کی کل تعداد ہر صوبہ میں مختلف ہے۔ مثلاً بنگال میں ۱۴۰ ممبر تک ہیں۔ اور آسام میں کل ۵۳ ممبر کونسل میں ہیں۔ مدراس میں ۱۳۲ بمبئی میں ۱۱۴۔ آگرہ اودھ میں ۱۲۳۔ پنجاب میں ۹۴ صوبہ متوسط میں ۷۰ بہار و اڑیسہ و برما میں ۱۰۳ ہیں

اقسام ممبران سرکاری ممبر ۲۰ فی صدی وہ گورنمنٹ کے افسران ہوتے ہیں جنکو گورنمنٹ کونسل کا ممبر اپنی طرف سے انتخاب کرتی ہے۔ ان میں اکثر ایگزیکیٹو کونسل کے ممبر بھی ہوتے ہیں۔

نامزد نامزدوں کا نمبر ۱۰ فی صدی کے قریب ہوتا ہے۔ ان میں ان اہم جماعتوں کے نمائندے جنکو عام انتخاب میں کسی وجہ سے کامیابی کی توقع نہیں مثلاً ہندوستانی عیسائی یوروپین اور یوروشین جہاں انکو آگرہ اودھ کی طرح انتخاب کا حق نہو اور ان مزدور پیشہ کے لوگ جو کارخانوں میں کام کرتے ہیں اور ایسی ہی کل جماعتوں کو حق حکومت دینے کے لئے گورنمنٹ بغیر عام انتخاب کے خود ان کے نمائندوں کو نامزد کرکے کونسل کے ممبر بنا دیتی ہے۔

منتخب انکی تعداد ۷۰ فیصدی ہوتی ہے۔ ان میں سب سے بڑی تقسیم مسلم اور غیر مسلم ممبران کی ہے۔

مسلم مسلم ممبران کی تعداد آبادی کے لحاظ سے مقرر نہیں کیجاتی۔ سوائے پنجاب و بنگال۔ اور ہر صوبہ میں مسلمان ہندوؤں سے تعداد میں کم ہیں لیکن مسلمانوں کی سیاسی اہمیت۔ قومی خدمات قومی وقار اور تمدنی حالت کو مدنظر رکھتے ہوئے گورنمنٹ نے ان کی تعداد کا اوسط اس درجہ پر رکھا ہے کہ دوسری قوم کے نمائندے انکے جائز حقوق و مطالبات۔ قومی خواہشات و ضروریات کو پامال نہ کرسکیں۔ اسی طرح پنجاب و بنگال میں مسلم ممبران کی تعداد آبادی کے تناسب سے کم مقرر کی گئیں۔ تاکہ دوسری قوموں کی حق تلفی نہ ہو سکے۔ مثال کے طور پر پنجاب میں آبادی کے لحاظ سے ۵۵ فی صدی ممبر مقرر ہونے چاہئیں لیکن صرف پچاس فی صدی ہیں۔ آگرہ و اودھ میں صرف ۱۴ فی صدی ہونا چاہئیں لیکن ۳۰ فی صدی ہیں یعنی پنجاب میں آبادی کے تناسب سے کم اور آگرہ و اودھ میں زیادہ ممبران منتخب کئے جاتے ہیں۔ آج کل جیسا کہ نہرو رپورٹ سے ظاہر ہے۔ ہندو صاحبان کی یہ خواہش ہے کہ مسلمانوں کا جداگانہ اپنے ممبر انتخاب کرنے کا حق برقرار نہ رکھا جائے۔ بلکہ کونسل وغیرہ کے لئے جسے ہندو مسلمان ملکر چاہیں انتخاب کرلیں۔ یہ مسلمانوں کے لئے فی زمانہ بیحد مضرات ہے۔ لہذا مسلمانوں کی اس ہی بات پر ہندوؤں سے سیاسی معاملات میں شدت کی مخالفت جاری ہے۔

غیر مسلم ہندوؤں میں چونکہ ہزارہا فرقے ہیں اور ذاتے ہیں۔ اسلئے مختلف صوبوں میں ان کے نمائندوں کی تقسیم مختلف طور پر ہوتی ہے۔ مثلاً مدراس میں برہمن اور غیر برہمن فرقوں کے لئے جداگانہ تعداد ممبروں کی مقرر ہے۔ اور بمبئی میں مرہٹوں کے لئے علحدہ نمایندگی کا انتظام ہے۔ پنجاب اور بنگال میں ان کی تعداد مسلمانوں سے کم ہونے کی وجہ سے ان کے نمائندے انکی آبادی کے تناسب سے زیادہ بھیجے جاتے ہیں

سکھ۔ سکھوں کی فوجی خدمات اور زمینداری کی اہمیت کو مدنظر رکھکر گورنمنٹ نے پنجاب کونسل کے کل ۹۴ ممبروں میں سے ۱۲ ممبروں کی جگہ ان کے لئے وقف کر دی ہے۔

یوروپین۔ پنجاب، متوسط اور آسام کے علاوہ ہر صوبے سے یوروپین بھی اپنے نمائندے کونسل میں انتخاب کر کے بھیجتے ہیں۔

اینگلو انڈین اور ہندی عیسائی۔ ان طبقوں کے نمائندے عموماً گورنمنٹ کی طرف سے نامزد کئے جاتے ہیں لیکن ان میں سے اول الذکر کو دو نمائندے بنگال اور مدراس و برما سے ایک ایک نمائندہ انتخاب کر کے صوبے کی کونسل میں روانہ کرنیکا حق حاصل ہے۔ اسی طرح مدراس میں ہندی عیسائیوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ وہ اپنے ۵ نمائندے انتخاب کر کے مدراس کونسل میں بھیجتے ہیں۔

زمیندار، یونیورسٹی و صنعت و حرفت۔ تینوں گروہ کونسل کے لئے اپنے نمائندے علیحدہ انتخاب کرتے ہیں۔ زمینداروں کی سب سے بڑی تعداد مدراس اور آگرہ و اودھ کی کونسل میں جاتی ہے۔ صنعت و حرفت کے ۱۵ نمائندے یکہ بنگال سے جاتے ہیں۔ تمام یونیورسٹیوں کا بھی ایک ایک نمائندہ ہوتا ہے سوائے بنگال کے جس کے دو نمائندے منتخب ہوتے ہیں۔

کونسل کا نمائندہ۔ کونسل کی ممبری کے نمائندے کو ایک خاص حیثیت کا ہونا ضروری ہے۔ اسکو نمائندگی کی درخواست کے ہمراہ ایک مقررہ رقم (کونسل کے لئے ۲۵۰ روپے) سرکار میں داخل کرنا پڑتے ہیں۔ دوسرے متمدن ملکوں میں قوم کا نمائندہ کسی خاص سیاسی خیالات اور کسی پارٹی کے قومی جوش و خروش کی ترجمانی اور اپنی ملکی ضرورت کے کارناموں کی وجہ سے منتخب کیا جاتا ہے۔ لیکن ہندوستان میں ذاتی عزت و وقار، اثر و رسوخ، شان و وجاہت۔ غرضمندوں کی دوڑ دھوپ اور روپیہ کو پانی کر دینے سے انتخاب میں کامیابی کی امید ہوتی ہے۔ نہ کسی سیاسی خیال کو نمائندہ اپنے دماغ میں رکھتا ہے اور نہ انتخاب کے بعد اپنے انتخاب کرنے والوں کی سیاسی اغراض سے کوئی زیادہ واسطہ رکھ سکتا اور نہ رکھنے کی پرواہ کرتا ہے۔ اپنے حلقہ کی سیاسی ضروریات کے احساس کا فقدان اور اپنی سیاسی ذمہ داری سے بیخبری و بے پرواہی ہے کہ جو ہمارے کونسل کے نمائندوں کے بیشتر حصہ کو سیاست کی کسوٹی پر کھوٹا ثابت کرتی ہے۔

حق انتخاب۔ قریب قریب ہر ضلع اپنا نمائندہ منتخب کرتا ہے بعض جگہ کئی ضلع ملا کر اور کہیں ایک ضلع کے لئے کئی ممبر بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً آگرہ و اودھ کے ۴۸ ضلعوں کے ۴۴ ہندو اور صرف ۱۱ مسلم نمائندے ہوتے ہیں۔ اس طرح گو تقریباً ہر ضلع کے ہندوؤں کا ایک ممبر ہوتا ہے لیکن مسلمان ممبر چار ضلعوں سے زیادہ کی نمائندگی کرتا ہے۔ رعایا میں ہر وہ شخص جو بالغ ہو صوبہ میں رہتا ہو۔ اور خواہ صاحب جائداد ہو یا حیثیت پر ٹیکس دیتا ہو یا مالگذاری یا میونسپل وغیرہ میں مقامی محصول وغیرہ دیتا ہو یا فوجی ہو یا پنشن یافتہ افسر ہو "ووٹ" (انتخاب کیلئے اظہار رائے۔ vote) دینے کا حق رکھتا ہے "ووٹر" ہونے کے لئے

چونکہ صاحب جائداد یا صاحب ثروت ہونا ضروری ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ ہندوستان کی تمام عورتیں کہ جو عموماً صاحب جائداد نہیں ہوتیں اور کروڑہا غریب گا ذی علم شخص و مزدور پیشہ لوگ اور ایک ساتھ رہنے والے خاندان کے وہ لوگ جن کی مجموعی ملکیت و جائداد خاندان کے کسی ایک بزرگ کے نام ہوتی ہے حق انتخاب سے محروم رہتے ہیں۔ "ووٹ" کو یہ مکمل آزادی ہوتی ہے کہ وہ جسے چاہے اپنے صوبہ میں ووٹ دے۔ ہندوستان میں عورت و مرد دونوں کو ملا کر ووٹ دینے والوں کی تعداد صرف ۳ فیصدی سے بھی کم ہے۔ مرد ۵ فی صدی اور عورت نصف فی صدی یعنی سو مردوں میں دس کو اور دو سو عورتوں میں صرف ایک کو کونسل کے ممبروں کے انتخاب میں رائے دہندگی کا حق حاصل ہے۔

طریقۂ انتخاب جب تمام نمائندوں کے نام سرکار میں پہنچ جاتے ہیں تو ایک دن مقرر کیا جاتا ہے۔ اور مختلف مقاموں اور حلقوں میں حکومت کی طرف سے "ووٹ" لینے والے افسر (پولنگ آفس) مقرر کر کے بٹھا دئے جاتے ہیں اور ایک کاغذ جس پر نمائندوں کے نام و نشانات ہوتے ہیں (بیلٹ پیپر BALLOT PAPER) جسکو ووٹ دینا ہو ووٹر اس کے نام کے آگے نشان لگا دیتا ہے۔ آخر میں جب تمام ووٹ ختم ہو جاتے ہیں تو حساب لگایا جاتا ہے۔ جس کو سب سے زیادہ ووٹ ملتے ہیں وہ اس ضلع سے منتخب ممبر شمار کیا جاتا ہے۔ ووٹ حاصل کرنے کے لئے چند اخلاقی و اصولی قاعدے مقرر ہیں۔ اگر کوئی نمائندہ بے قاعدگی کرے اور اسکا ثبوت ہو جائے تو وہ منتخب کئے جانے کے بعد بھی برطرف کر دیا جاتا ہے۔ جو نمائندے ناکامیاب ہوتے ہیں ان میں سے اگر کوئی اپنے حصے کے ووٹ میں سے آٹھویں حصہ سے کم ووٹ حاصل کرے تو اس کا جمع کیا ہوا روپیہ ضبط ہو جاتا ہے۔ اس طرح ہر وہ شخص جسکو اپنے انتخاب کی ایک حد تک امید نہ ہو کم از کم روپیہ ضائع ہونیکے خیال سے نمائندگی کی جرأت نہیں کرتا۔ اور اگر کرے تو اس کے ضبط شدہ روپے سے حکومت کے خرچ و حرج کی ایک حد تک تلافی ہو جاتی ہے۔ ممبروں کو انتخاب کے بعد اس خرچ کا حساب جو انہوں نے ووٹ حاصل کرنے میں کیا ہو سرکار میں پیش کرنا پڑتا ہے۔

عورت و کونسل قوانین انتخاب کی رو سے عورت کو ووٹ دینے کا حق حاصل نہیں ہے لیکن مقامی حکومت کو اختیار ہے کہ وہ اپنے صوبہ میں عورت کو ووٹ کا حق دینا چاہے تو دے سکتی ہے۔ فی زمانہ ہر صوبہ کی کونسل نے سوائے بنگال و آسام کے عورتوں کو ووٹ کا حق دیدیا ہے۔ جہاں عورت کو ووٹ دینے کا حق ہے وہاں خود بھی ممبر انتخاب کیجا سکتی ہے۔ (مدراس میں ایک عورت ممبر کونسل موجود بھی ہے۔) ان عورتوں کی تعداد کہ جو یہ حق حاصل کر چکی ہیں نصف فی صدی کے قریب ہے۔ اس شرمناک حالت کا اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ پنجاب میں صرف اکیس ہزار عورتوں کو یہ حق حاصل ہے اور باقی ایک کروڑ کے قریب عورتیں اس سے محروم ہیں۔ بنگال و آسام سے جہاں مسلمانوں کی سب سے زیادہ آبادی ہے۔ اپنی عورتوں کو یہ حق بالکل ہی نہیں دیا ہے۔ بعض صوبوں میں گورنمنٹ نے عورت کو نامزد کر کے ممبر بنایا ہے۔ مدراس کونسل کی ڈپٹی پریزیڈنٹ ایک عورت ہے۔ ایک تو بہت ہی کم عورتوں کو یہ حاصل ہے۔ دوسری تباہی یہ ہے کہ جنکو یہ حق حاصل ہے ان میں بہت ہی کم تعداد ایسی ہے جو اس حق سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ صوبہ کی حکومت میں عورت کا تقریباً بالکل ہاتھ نہیں ہے۔

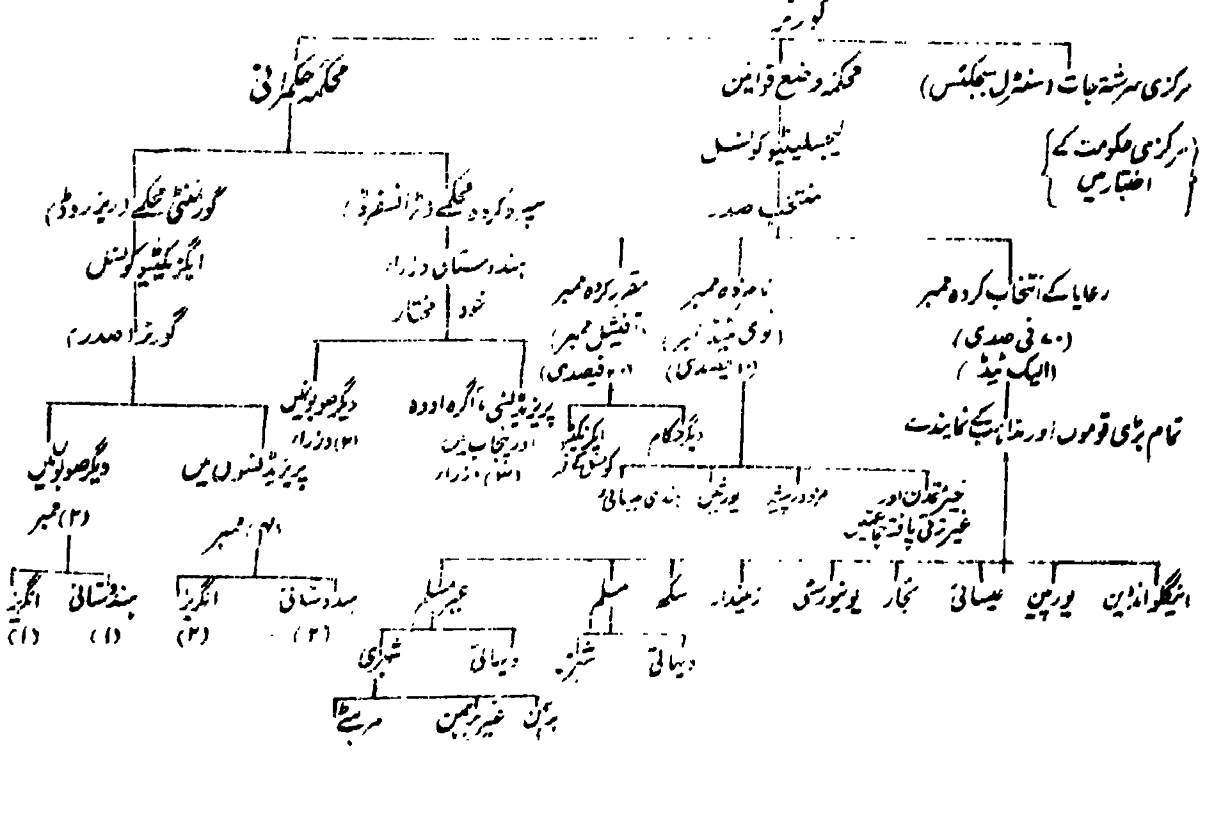
قابل التفات باتیں (۱) کونسل ایک حد تک بیکار ہے کیونکہ گورنر کی مرضی پر ہر بات کا انحصار ہے (۲) ووٹ کا حق بہت ہی کم لوگوں کو ہے اور یہ عمداً محدود کر دیا گیا جس کی ایک وجہ یہ بھی پیش کیجاتی ہے کہ ووٹ لینے والوں افسروں کی تعداد بہت کم ہے عورت اور غریب و مزدور لوگ اس سے قریب قریب بالکل محروم ہیں (۳) ایک ممبر اتنی بڑی آبادی اور اس قدر وسیع رقبہ کی نمائندگی کرتا ہے کہ حقیقت میں وہ ان لوگوں کی سیاسی ضروریات سے کہ جنکی وہ نمایندگی کر رہا ہے کما حقہ ہرگز واقف نہیں ہو سکتا ہے اور اسلئے وہ "وٹرز" کے زیادہ کام کا ثابت نہیں ہو سکتا۔ (۴) اور ملکوں میں ووٹ دینے والے اپنے ہمخیال نمایندے منتخب کرتے ہیں۔ اور اس طرح ایسی حکومت پیدا کر لیتے ہیں جو ان کے ہمخیال ہو۔ ہندوستان میں اس ضروری و اہم بات کا ووٹ دینے والوں کو بہت کم بلکہ بالکل ہی خیال نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارا عموماً کوئی سیاسی اصول نہیں ہوتا۔ اور اس لئے ہم اپنے نمائندے کو اپنے سیاسی خیالات کی وجہ سے نہیں بلکہ انکے ذاتی اثر و وقار و طرفداری کی وجہ سے چنتے ہیں۔ بمبئی و مدراس وغیرہ میں ووٹ دینے والے اپنی سیاسی ذمہ داری کو ایک حد تک سمجھنے لگے ہیں لیکن عام طور پر ابھی ووٹ کی اصلی اہمیت و معنی سمجھنے والوں کا فقدان ہے (۵) گورنمنٹ کی تقسیم میں مختلف گروہ کو جو نمایندگی ملی ہے وہ حیرت انگیز ہے۔ ہندوؤں کے اندازاً ہر چار لاکھ آدمیوں اور مسلمانوں کے دو لاکھ کو ایک ایک نمایندہ بھیجنے کا حق ہے اسکے مقابلہ میں عیسائیوں کے ہر پانچہزار اور یورپین کے ہر ڈہائی ہزار ہی آدمیوں کو ایک نمایندہ بھیجنے کی اجازت ہے۔ جب صنعت و حرفت و تجارت اور زمینداروں کی نمایندگی پر نظر کیجائے تو حیرت کی کوئی انتہا ہی نہیں رہتی۔ چار لاکھ اور دو لاکھ کے مقابلہ میں صنعت و حرفت و تجارت کے ہر دو سو آدمی ایک نمائندہ انتخاب کر سکتے ہیں اور زمینداروں کے تو ہر چھ آدمیوں میں سے ایک کونسل کا ممبر ہوتا ہے۔ اسکو یوں سمجھئے کہ صوبہ کے محکمے وضع قوانین کے اختیارات ہر ۶ (چھ) جاگیرداروں کو اس قدر ہی ملے ہوئے ہیں کہ جو عام پبلک کے چار پانچ لاکھ آدمیوں کو۔ منسلک نقشہ کو ایک نظر غور سے دیکھنے پر آپ کو صوبہ کی حکومت" کا ایک حد تک صحیح و کافی اندازہ ہو جائیگا۔

سائمن کمیشن کی تجاویز (کونسل کے اختیارات) وسیع کر دئے جائیں۔ اُسکو اپنے ممبروں، حلقے اور ووٹرز میں ترمیم و تنسیخ کرنے کی قوت دیدیجائے۔ گورنر صرف مندرجہ ذیل معاملات پر قانون سازی و اخراجات میں دخل در اندازی کر سکتا ہے۔ دیگر معاملات بالکل آزادی سے کونسل کرے گی۔ (۱) قیام امن و امان۔ (۲) مذہبی و قومی روایات کی نگہداشت (۳) گورنمنٹی اخراجات (۴) مرکزی احکام کی تعمیل (۵) مرکز کی طرف سے گورنر کے سپرد کردہ کام۔ مثلاً سول سروس وغیر متمدن حلقوں کا انتظام (کونسل کی ترکیب) کونسل کی زندگی ۳ سال سے بڑھا کر ۵ سال کر دیجائے۔ کل ممبروں کا نمبر دو سو سے ڈہائی سو تک کر دیا جائے۔ نامزد ممبر مقرر نہ کئے جائیں۔ بلکہ ان کو انتخاب عام کے ذریعے لیا جائے۔ جن جماعتوں کے لئے ضرورت سمجھی جائے چند "سیٹ" رزرو کر دیجائیں۔ افیشل ممبروں کو کونسل میں رائے زنی کا حق نہ دیا جائے منتخب ممبران میں مسلم غیر مسلم یورپین اور سکھ کی تفریق باقی رکھی جائے۔ انگلو انڈین اور عیسائیوں کے ممبر بڑھا دئے جائیں زمینداروں کا

جداانتخاب کرکے ممبر آئندہ نہ بھیجنے دیا جائے بغیر مسلم اقوام غیر برہمنوں کے لئے ممبری مخصوص نہ کیجائے ۔ (حق انتخاب) ووٹرز کی تعداد جو فی الحال آبادی کی ۳ فی صدی سے بھی کم ہے ۱۰ فی صدی تک کردیجائے ۔ زیادہ حلقے بنائے جائیں اور حلقوں سے زیادہ ممبر بھیجے جائیں صاحب جائداد کے علاوہ ان لوگوں کو بھی ووٹ دیا جائے جن کی عمر ۲۱ سال سے زیادہ ہے اور کم از کم ۵ درجے تک تعلیم حاصل کئے ہوئے ہیں حق انتخاب کے لئے حیثیت کا معیار بھی کم کردیا جائے۔

عورتوں کے لئے تجاویز۔ صاحب جائداد عورتوں کے علاوہ ان عورتوں کو بھی حق انتخاب دیا جائے جن کے خاوند ووٹرز ہوں ۔ اور ۲۵ برس کی عمر سے زیادہ ہوں ۔ ان بیواؤں کو بھی حق انتخاب دیا جائے کہ جن کے خاوند بوقت انتقال ۲۵ سال کی عمر کے تھے ۔ اور ووٹ کا حق رکھتے تھے ۔ اس طرح کہ ان عورتوں کی تعداد جو اس سیاسی حقوق کی مالک ہوں گی بہت بڑھ جائے گی ۔ عورتوں کو زیادہ تعداد میں حق انتخاب دئے جانے کی تجویز پیش کرنے کے وجوہات مندرجہ ذیل ہوسکتے ہیں ۔ (۱) آئندہ ایکدم زیادہ تعداد میں یہ حق نہ دینا پڑے ۔ جو خرابی کا باعث ہوگا (۲) سوشیل و تمدنی و اخلاقی تعلقات کے قوانین کونسل میں بہت ہی کم پاس ہوتے ہیں ۔ عورتیں ایسے قوانین پیش ہونے کی خواہش فطرتاً کرتی ہیں ۔ اور اس طرح یہ کمی پوری ہوجائیگی (۳) گو پردہ اور دیگر رکاوٹیں سیاست کے کاموں کے مانع ہیں لیکن خانہ داری حفظان صحت و ابتدائی تعلیم بچوں کے متعلق سیاسی امور ایسے ہیں کہ جن میں حصہ لئے بغیر عورت اپنے مخصوص فرائض کو ہرگز کامیابی سے انجام نہیں دے سکتی ۔

صوبہ کی حکومت



محکمہ حکمرانی (ایگزیکیٹو ڈیپارٹمنٹ)

غرض لیجسلیٹو محکمہ کا کام ملک کے لئے قوانین بنانا اور آمد و خرچ پر نکتہ چینی و بجٹ کے بعد خرچ کی منظوری اور آمدنی کی تجویزوں کو قانونی صورت دینا ہے۔ ایگزیکیٹو محکمہ کا کام ان قوانین کا نفاذ، خرچ کا انتظام اور آمدنی کی تحصیل ہے۔ ان حکومت کے فرائض کی انجام دہی کے لئے امن و امان کا قائم رکھنا ضروری ہے۔ لہذا اس کا انتظام، رعایا کی جان و مال کی حفاظت اور ان کے جھگڑوں کا فیصلہ اور سرکش لوگوں کی سرزنش وغیرہ اس محکمہ کے ذمہ ہیں۔ دراصل یہ وہ محکمہ ہے کہ جس کے فرائض و ذمہ داریوں کو عام لوگ "اصل حکومت" سمجھتے ہیں۔

رزروڈ اور ٹرانسفرڈ محکمے (RESERVED TRANSFERRED) ۱۹۱۹ء میں خود مختار حکومت کی ابتدا کرنے کے لئے ہمیں چند "رعایات" عطا کی گئیں۔ "رعایات" سے پیشتر یہ محکمہ تنہا گورنر کے اختیار میں تھا اور وہ اپنے ماتحت افسروں کی مدد سے حکومت کرتا تھا۔ "رعایات" کے بعد صوبہ کی حکمرانی کے کام دو حصوں میں تقسیم کر دئے گئے۔ ضروری و اہم شعبہ جات گورنمنٹ نے اپنے لئے مخصوص رکھے۔ ان کو رزروڈ (RESERVED) یا "مخصوص" کہتے ہیں۔ ان کا انتظام گورنر اپنی ایگزیکیٹو کونسل کی صلاح سے انجام دیتا ہے۔ باقی چند حکومت کے محکموں کو ہمیں خود مختار حکومت کا اور تعلیم دینے کے لئے وقف کر دیا۔ اور ان کی ذمہ داری "وزراء" (منسٹرز MINISTERS) کے سپرد کر دی۔ ان وزراء کو لیجسلیٹو کونسل کے منتخب ممبروں میں سے گورنر خود چن کر مقرر کرتا ہے۔ **"سپرد کردہ" محکمے** ان کے ذمہ دار وزراء ہیں۔ گورنر ان محکمات کے انتظام میں حتی الامکان دخل در اندازی نہیں کرتا۔ ان کے انتظام کی جواب دہی وزراء کو پبلک کے لیجسلیٹو میں نمائندوں کو کرنا پڑتی ہے۔ جو ان محکموں کے آمد و خرچ پر پورا قبضہ رکھتے ہیں۔ گویا ہندوستانی ان اپنے انتخاب شدہ وزراء کے ذریعہ اپنے ملک کے سپرد کردہ شعبوں کا انتظام خود کرتے ہیں، وزراء کے قبضہ میں مندرجہ ذیل محکمات ہیں۔

(۱) خود مختار و مقامی حکومت۔ میونسپلٹی، ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ

(۲) شعبہ تعلیم و لائبریری و میوزیم۔

(۳) محکمہ طبی۔ حفظان صحت صفائی، جانوروں کی صحت کی نگرانی۔ عام غذا و خوراک کی چیزوں کی حفاظت و نگرانی۔ اوزان وغیرہ کی قانونی نگہداشت وغیرہ۔

(۴) آبکاری، صنعت و حرفت، جنگلات، کاشتکاری و کوآپریٹو سوسائٹی (CO-OPERATIVE SOCIETY)

(۵) محکمہ انجینیرنگ۔ علاوہ چند مرکزی مخصوص کاموں کے۔

(۶) رجسٹریشن پیدائش و موت و شادی و طلاق۔ قانونی کاغذات و مذہبی عطیات وغیرہ کا انتظام۔

مخصوص محکمے جن محکمات کو گورنمنٹ نے اپنے تحت میں رکھا ہے اور جن کی ذمہ داری کا ہمیں اب تک اہل نہیں سمجہا گیا ہے
(۱) پولس، فوجداری و دیوانی، جیل و سزادہی کے اختیارات وغیرہ (۲) اخبارات و پریس (۳) بندرگاہ اور بحری محکمے کی نگرانی (۴) مالگذاری، ٹیکس، احتساب و خزانہ (۵) ملکی پیداوار، معدنیات، نہر اور محکمۂ آبپاشی (۶) قحط سالی کا انتظام، فیکٹری و صنعت و حرفت کے جھگڑوں میں دست اندازی اور مزدوروں کی رہائش وغیرہ کا انتظام۔

ایگزیکیٹو کونسل (EXECUTIVE COUNCIL)

ترکیب۔ پریذیڈنسی میں چار۔ دو ہندوستانی اور دو انگریز۔ اور دوسرے صوبوں میں دو دو ایک انگریز ممبر اور ایک ہندوستانی ممبر ہوتے ہیں۔ گورنر اس کونسل کا صدر ہوتا ہے۔ پبلک کو ان کے انتخاب کا حق حاصل نہیں ہے۔ یہ ممبر باعتبار عہدہ (ex-officio) لیجسلیٹو کونسل کے ممبر بھی شمار کئے جاتے ہیں۔ اور ان کو اس طرح اس کونسل میں داخلہ تقریر و رائے زنی کا حق بھی حاصل ہے لیجسلیٹو کو ایگزیکیٹو کے ممبر کے تقرر یا برطرفی کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

ذمہ داریاں مخصوص شعبہ جات مثلاً مالگذاری، محصول، پولس و جیل و عدالت فوجداری و دیوانی کا انتظام اور اس کے اخراجات کی ذمہ داری ایگزیکیٹو کونسل پر ہے۔ ان اخراجات پر گو لیجسلیٹو نکتہ چینی کر سکتی ہے۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی اختیار نہیں رکھتی۔ حکومت کے اس حصہ کی ذمہ داری گورنر اور اسکے ایگزیکیٹو کونسل کے ممبروں پر ہے اور اس کے سیاہ و سپید کے برٹش حکومت کے سامنے یہ ہی جوابدہ ہیں۔

تقسیم کار ہر ممبر کے اختیار میں چند مقررہ محکمے ہوتے ہیں۔ ان محکمات کے انتظام کے لئے ممبروں کو سکریٹری ملے ہوئے ہیں۔ ہر سکریٹری اپنے محکمہ کی رگ رگ سے واقف ہوتا ہے ممبر کو اپنے سکریٹری پر اپنے محکمہ کی حکومت کے لئے ہر طرح بھروسہ کرنا پڑتا ہے۔ صوبے کے ضلعوں اور بڑے شہروں کے سیاسی مسائل آمد و خرچ کا حساب وغیرہ تمام ان سکریٹریوں کے ذریعہ ممبروں تک پہونچتا ہے اور یہ ممبر اسکو کونسل میں پیش کرکے گورنر کی منظوری سے ضروری درعمل کرتے ہیں۔ کونسل بغیر گورنر کی منظوری کے کچھ بھی نہیں کر سکتی۔ گورنر چاہے تو کونسل کی پاس شدہ تجویز کو نامنظور کر سکتا ہے۔

وزراء۔ تینوں پریزیڈنسیوں، صوبہ آگرہ و اودھ اور پنجاب میں تین تین وزراء ہیں۔ اور باقی چار صوبوں میں دو دو۔ ان کو خود گورنر منتخب کرکے مقرر کرتا ہے۔ ان کا لیجسلیٹو کونسل کا بوقت تقرر یا چھ ماہ بعد ممبر ہونا ضروری ہے۔

ذمہ داریاں یہ وزراء گو حکومت کا انتظامی کام بالکل ایگزیکیٹو کونسل کے ممبروں کی طرح کرتے ہیں۔ لیکن اس کونسل کے ممبر شمار نہیں کئے جاتے۔ یہ "سپرد کردہ" یا منتقل محکمات مثلاً سررشتہ تعلیم و طب و حفظان صحت و آبکاری وغیرہ پر حکومت کرتے ہیں۔ ان کو بھی اپنے محکموں کی ذمہ داری کی انجام دہی میں سکریٹریوں سے مدد ملتی ہے۔ ان کے ذمے جو محکمے ہیں

ان کے آمد و خرچ پر لیجسلیٹو کونسل کو پورا اختیار ہے۔ اور اس کے سیاہ و سپید کے یہ وزرا لیجسلیٹو کے سامنے جواب دار ہیں۔ گورنر جہاں تک ہو سکتا ہے ان وزرار کی حکومت میں دخل اندازی نہیں کرتا۔ وہ ہر اس مسئلہ کو جو اس تک لایا جائے وزرار کی رائے و مرضی سے طے کرتا ہے اور حکومت کی اہم ضرورت کے علاوہ انکے خلاف فیصلہ صادر کرنے کا قانوناً حق نہیں رکھتا ہے۔ گویا ایک وزیر اپنے محکمہ کی حکومت کا پورا خود مختار ہوتا ہے۔ وہ حکام جو صوبے کی حکومت و انتظام میں مقامی مدد دیتے ہیں مثلاً کمشنر و ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ و کلکٹر وغیرہ کونسل کے ممبروں کے علاوہ وزرار کی ماتحتی میں بھی کام کرتے ہیں۔ وہ جس طرح مخصوص محکموں کے مقامی انتظام کے لئے ایگزیکیٹو کونسل کے ممبروں کے سامنے جوابدہ ہیں۔ اسی طرح "سپرد کردہ" شعبہ جات کے لئے وزرار کے روبرو بھی ذمہ دار گردانے جاتے ہیں۔ بعض ایسے حکام بھی ہیں کہ جو صرف سپرد کردہ محکموں کے افسر ہیں۔ اور ان محکموں سے کوئی تعلق نہیں رکھتے جو گورنمنٹ کے قبضہ میں ہیں مثلاً افسران تعلیم و آبکاری و سول سرجن کے علاوہ افسران افسران محکمہ طب و حفظان صحت وغیرہ میونسپلٹی و ڈسٹرکٹ بورڈ وغیرہ کا انتظام اور چارج بھی وزرار کے قبضہ میں ہے

(باقی جنوری نمبر میں) **کپتان نصیر الدین احمد**

البقیہ صفحہ ۶۵۵ سکینہ بیگم کی وفات کے بعد ۱۸۹۷ء میں اچھی بیگم نامی ایک عورت نے سکینہ بیگم کی بہن ہونیکا دعویٰ کیا تھا۔ اور اسکی پنشن حاصل کرنے کے لئے گورنر جنرل کیخدمت میں درخواست دی تھی اس کے دعویٰ کی تائید نواب نصارت جنگ نے بھی کی تھی لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ اس کے متعلق مجھے کوئی پتہ نہ مل سکا۔

اسوقت بھی ڈھاکہ میں ایک مختصر خاندان ہے جسے مرشد آباد سے پنشن ملتی ہے لیکن نواب سراج الدولہ سے یا لطیف النسا بیگم سے اس کے تعلقات کیا ہیں نہیں معلوم۔ اگر کوئی شخص ان لوگوں سے مل کر کے حالات معلوم کرنیکی کوشش کرے تو ممکن ہے کہ مزید معلومات کا اضافہ ہو۔ میری معلومات کا ذریعہ مرزا ممتاز حسن مہر کی داستانیں اور سیر المتاخرین کے صفحے ہیں لیکن میں نے تمامتر اسبات کا خیال رکھا ہے کہ کوئی بات تاریخ کے خلاف نہ ہو

گاہے گاہے باز خواں ایں دفتر پارینہ را — تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را

شہر بانو مظفر پور

سوگ

منجملہ اور غرابیوں کے سوگ بھی ایک تباہ کرنے والی رسم ہے ۔ یہ رسم پرانے زمانہ کی یادگاروں میں سے ہے ۔ حد سے زیادہ سوگ کسی حالت میں ٹھیک نہیں ۔ اُس زمانہ کی بات تو دوسری تھی ۔ جب برسوں میں کوئی موت ہو جاتی تھی لیکن آج کل تو اس رسم کی وجہ سے سینکڑوں گھرانے تصویر غم بنے ہوئے ہیں ۔ بہت جلد جلد موتیں ہوتی ہیں ایک کا غم دل سے محو نہیں ہوتا کہ دوسرے کا پڑ جاتا ہے ۔ کچھ لوگ تو صبر کر لیتے ہیں اور کچھ ہیں کہ ہمیشہ غم کی صورت بنے رہتے ہیں ۔ ان کو دیکھ کر دیکھنے والے بھی رنجیدہ ہو جاتے ہیں ۔ ایسے لوگ کسی جلسہ میں شریک ہوتے رہتے ہیں تو ان کا بھی سب لطف خراب ہو جاتا ہے ۔ مثل مشہور ہے کہ "افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را" ہر موت کا دل پر ایک جدا اثر ہوتا ہے ۔ مثلاً کوئی جوان یا اچانک موت ہوئی تو سننے والوں پر بھی بیحد اثر پڑتا ہے ۔ پھر عزیز تو عزیز ہی ہوتے ہیں ۔ شوہر کی موت سب سے بڑھکر ہے ۔ اس سے گویا بیوہ بالکل برباد ہو جاتی ہے ، بچوں کی موت سے گھر سنسان معلوم ہوتا ہے ۔ اور دل پر عجیب طرح کی وحشت ہوتی ہے ، بزرگوں اور خصوصاً ماں باپ کی موت پر ان کی محبتیں اور شفقتیں یاد آآ کر دل بے چین کر دیتی ہیں اور یہ خیال کر کے کہ ہمارا بچھڑا ہوا عزیز اب کبھی ہم سے نہ مل سکے گا ۔ دل بقرار ہو جاتا ہے ۔ یہاں تک تو خیر ٹھیک ہے ۔ لیکن بعض لوگ تو حد سے بڑھ کر سوگ کرتے ہیں ، بچوں کی موت پر بھی اتنا سوگ کرتے ہیں جس کا کچھ ٹھیک نہیں ۔ ان کا تیجہ دسواں چالیسواں وغیرہ سب ہوتا ہے ۔ بچہ کی ذہانت و فراست کا ذکر کر کے سب لوگ روتے ہیں ۔ اسی طرح اور موتوں پر بھی ماتم ہوتا ہے اور مرنے والے کی خوبیاں بیان کر کے اپنے آپ کو خوب دھن دھن کر اور چیخیں مار مار کے روتے ہیں ۔ کم از کم چالیسویں ورنہ برسی تک بیویاں گھر سے نہیں نکلتیں ۔ چاہے کیسی ہی ضرورت کیوں نہ ہو ۔ اگر ایسا ہی سب کرنے لگیں تو دنیا کے سب کام بند ہو جائیں اور جینا دشوار ہو جائے ۔ ایک بہن صاحبہ کا قصہ ہے کہ ان کی جوان بیٹی مر گئی ۔ ایک ہی اولاد تھی خوب روئیں اور کوٹھری میں گھسکر دروازہ بند کر لیا ۔ سب لوگوں نے بہتیرا سمجھایا مگر انہوں نے جواب دیا کہ اب میں زندہ رہکر کیا کروں گی ۔ میری زندگی کا سہارا ایک لڑکی تھی وہ بھی نہ رہی ۔ اب تو میں یہاں سے مر کر ہی نکلوں گی ۔ کئی دن کے بعد سب نے بڑھئی کو بلا کر کواڑ کھلوائے ۔ بہن صاحبہ بے ہوش پڑی ہوئی تھیں اور انکی آنکھیں چوہوں نے کھا ڈالی تھیں ۔ علاج کرانے سے اچھی تو ہو گئیں لیکن یہ سمجھئے کہ اللہ تعالیٰ نے انکی ضد کا بدلہ دیا ۔ مر بھی نہ سکیں ۔ اور آنکھوں جیسی نعمت کھو بیٹھیں ۔ اتنا رنج و غم تو شرع کے بھی خلاف ہے ۔ شرع میں تو تین دن سے زیادہ سوگ کی ممانعت ہے

صرف بیوہ کو اپنے شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن کرنا چاہیے۔ آنحضرت صلعم نے بھی حد سے زیادہ سوگ کی ممانعت کی ہے۔ میں نے ایک رسالہ میں پڑھا تھا کہ ام المومنین حضرت اُم حبیبہؓ کے والد ابو سفیان کا جب انتقال ہوا تو آپ نے تیسرے روز ایک خوشبو دار چیز منگائی اور اسکو اپنے چہرہ مبارک اور ہاتھوں پر مل کر فرمایا مجھے خوشبو کی ضرورت نہ تھی لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے کہتے سنا ہے کہ جو عورت اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتی ہے اسکے لئے حلال نہیں کہ وہ کسی میت کا سوگ تین دن سے زیادہ کرے۔ مگر شوہر کا سوگ چار ماہ دس دن ہے۔ اس روایت میں خوشبو کا ملنا صاف بتا رہا ہے کہ تیسرے دن کے بعد آنحضرت کے زمانے میں سوگ نہیں کیا جاتا تھا حالانکہ یہ موقع باپ کے انتقال کا تھا لیکن بیٹی نے حضور کے حکم پر تیسرے روز باپ کے سوگ کو ختم کر دیا۔ اور چونکہ سوگ میں خوشبو کی چیز کا استعمال کرنا بھی برا کہتے ہیں اس لئے اس کے استعمال سے انہوں نے سوگ کے خاتمہ کا اظہار کیا اس حدیث میں حضور نے عورت کی تخصیص اس لئے فرمائی ہے کہ عورتیں ہی ایسی باتوں میں زیادہ حصہ لیتی ہیں مسلمان خواتین کو ام المومنین کے اسوۂ حسنہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور میانہ روی اختیار کرنی چاہیے افراط تفریط کسی بات میں اچھی نہیں اور یہی آنحضرت صلعم کا ارشاد مبارک ہے۔ آجکل لوگ جہاں اور باتیں اپنے پیغمبر صلعم کی تعلیمات کے خلاف کرتے ہیں وہاں سوگ بھی ہے۔ آنحضرت نے جا بجا صابروں کے بڑے بڑے درجے فرمائے ہیں۔ خود قرآن پاک میں جگہ جگہ صابرین کی تعریف آئی ہے بعض صابر لوگ میری بھی نظروں سے گذرے ہیں جنکو دیکھکر بہت مسرت ہوتی ہے کہ یہ اللہ کی رضا پر کیسے راضی ہیں۔ میری والدہ صاحبہ کی دادی صاحبہ مرحومہ بھی انہی لوگوں میں تھیں۔ انکے شوہر کا تو پہلے ہی انتقال ہو چکا تھا۔ ان کے دو لڑکوں میرے نانا صاحب اور والدہ صاحبہ محترمہ کے چچا کا انتقال آٹھ دن کے اندر ہو گیا۔ دونوں بہت قابل اور فرمانبردار تھے سب کا خیال تھا کہ ان سخت و پیہم صدمات سے ان کا دماغ صحیح نہیں رہیگا۔ لیکن انکی آنکھوں سے آنسو بھی نہیں نکلے۔ اور لوگ جو ان کے سامنے روتے تھے انکو بھی منع کرتی تھیں کہ میرے سامنے نہ روؤ تمکو روتا دیکھکر کہیں میں بھی بے صبر نہ ہو جاؤں۔ اللہ کی یہی مرضی ہے۔ دوسری مثال میری خالہ جان صاحبہ محترمہ کی ہے۔ انکی ایک ہی لڑکی تھی۔ اسکے انتقال خالہ جان صاحبہ نے اپنے داماد کی شادی (جو۔ پی۔ ایچ۔ ڈی اور بہت مشہور شخص ہیں) بہت اصرار سے انکو راضی کر کے کی۔ اس حالت میں کہ انکی بیٹی کے دو بچے موجود تھے (خدا زندہ رکھے) اور بیٹی کی جانشین سے بالکل بیٹی جیسا برتاؤ کیا۔ ایسے صبر و ایثار کی مثالیں ملنی مشکل ہیں کاش سب لوگ انکی پیروی اختیار کریں رنج و غم سے دنیا بھری ہوئی ہے۔ ہر شخص کو کچھ نہ کچھ رنج و غم ہے۔

کون ہے جس کو جہاں میں غم نہیں — تم نہیں آزردہ دل یا ہم نہیں

لیکن رنج و غم کا علاج صرف صبر ہی ہے اسکو اختیار کرنا ہر مسلمان کا فرض ہے۔ **بنت محمد نعمت الٰہی** زبیری۔

لطف النساء بیگم

نواب سراج الدولہ اور اس کے خاندان کے بارے میں تاریخ کے اوراق مختلف صورتوں میں بھرے پڑے ہیں۔ بعض واقعات کا صحیح نقشہ پیش کرتے ہیں اور بعض مصلحتوں کے باعث حقیقت سے گریز کرتے ہیں۔ اس مضمون سے میرا مطلب ان واقعات کا اعادہ نہیں ہے بلکہ ناظرات عصمت کے سامنے تاریخ کے چند اوراق سے تاریکی کا پردہ چاک کرنا ہے اور نواب سراج الدولہ کی عزیز ترین بیوی کے متعلق واقعات کا انکشاف کرنا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ نواب لطف النساء بیگم کے نام سے زمانہ بالکل ناواقف ہے۔ اور سوائے سیر المتاخرین یا گورنمنٹ آف انڈیا ریکارڈس کے اس بدنصیب بیگم کے حالات زندگی کا اور کہیں پتہ نہیں ملتا ہے۔ ڈھاکہ میں نواب مرشد قلی خاں کے عہد کے چند شکستہ محلات کے نشانات ابھی تک ملتے ہیں۔ شہر سے کچھ دور ہٹ کر بوڑھی گنگا کے کنارے اس نواب کا باغ ہے۔ اور اس کے متعلق چند مکانات ہیں۔ زمانہ نے اس باغ کو نیست و نابود کر ڈالا ہے۔ اور ان مکانات میں بھی شکستگی کے آثار پوری طرح نمایاں ہے۔

سراج الدولہ کے دل کی مالک بیگم اسی مکان میں اپنے پیارے شوہر کی اکیلی یادگار زہرہ بیگم کے ساتھ اپنے زوال کے ایام میں زندگی بسر کر گئی۔ اس حقیقت کا علم تو سب کو ہے کہ سراج الدولہ کے بے رحمانہ قتل کے بعد جو محمد بیگ کے ناپاک ہاتھوں سے عمل میں آیا تھا۔ اس کے خاندان کے افراد جو میر جعفر کے ظلم کا شکار نہیں ہوئے ڈھاکہ بھیج دیئے گئے۔ اس لٹے ہوئے قافلہ میں نواب سراج الدولہ کی خالہ گھسیٹی بیگم اور اس کی ماں آمنہ بیگم اور اس کی پوتی اور بیوی لطف النساء بیگم اور زہرہ بیگم تھیں لیکن آخر الذکر بیگمات کے نام زمانہ کو معلوم نہیں ہیں۔

میرے یہاں عظیم آباد کے ایک بزرگ مرزا مختار حسین صاحب تہہ محرم کے ایام میں مجلس پڑھنے آتے ہیں۔ جو مرشد آباد کی سرکار میں ملازم بھی ہیں۔ ممدوح کو مرشد آباد کی تاریخ سے اچھی واقفیت ہے اور گو ان کے بیانات تاریخی اصول کے مطابق نہیں ہوتے ہیں۔ اور ان کی صورت قصص اور حکایات کی ہوتی ہے لیکن پھر بھی بہت سے تاریخی واقعات ان حکایتوں کے دفتر میں پوشیدہ نظر آتے ہیں اور ان کی تائید کتب تاریخ سے ہوتی ہے ممدوح بیان کیا کرتے ہیں کہ میرن نے سراج الدولہ کی خالہ گھسیٹی بیگم اور ماں آمنہ بیگم کو ڈھاکہ سے بلوا کر دریا میں غرق کرا دیا۔ میرن نے پہلے تو یہ کوشش کی کہ ڈھاکہ کے حاکم نواب جسارت خاں کے ذریعہ ان کا کام تمام کروا ڈالا جائے۔ لیکن اس شخص نے اس حکم کی تعمیل سے جب انکار کر دیا تو اس کمینہ شخص نے اپنے آدمی کو بھیج کر ان بیگمات کو مرشد آباد بلوایا۔ خوش قسمتی سے اس قافلہ میں لطف النساء بیگم اور زہرہ بیگم بعض وجوہ سے شامل نہ ہو سکیں۔ میرن کے آدمیوں نے جب مرشد آباد

جاتے ہوئے دریا کو کشتی کے ذریعہ پار کرنے لگے تو کشتی کے تختے توڑ کر بیگمات کو غرق کرا دیا۔ بیگمات کو جب دغا کا شبہ ہوا تو انہوں نے نماز ادا کر کے میرن کے حق میں بددعا کی۔ اور اپنی جانوں کو قسمت کے سپرد کر دیا۔ انکی دُعا یہ تھی کہ وہ برق بنا دی جائیں تاکہ وہ میرن پر قہر آلہی بنکر گریں۔ چنانچہ چند ہی دنوں بعد میرن برق گرنے سے مرگیا۔ اور راج محل کی پہاڑیوں میں جہاں میرن کی قبر ہے ہر سال بجلی گرتی ہے۔ ان واقعات کی تائید سیر المتاخرین سے ہوتی ہے اور بجلی کے متعلق عینی شہادتیں موجود ہیں جنکو باور نہ کرنے کی مجھکو وجہ نہیں معلوم ہوتی۔

قطع نظر ان واقعات کے لطف النسا بیگم کی زندگی بھی حد درجہ دلچسپ اور عبرتناک ہے۔ لطف النسا بیگم ہندو ماں باپ کی بیٹی تھی۔ وہ اوائل زندگی ہی میں لونڈی بنا کر مرشد آباد کے شاہی محلات میں داخل کی گئی اور سراج الدولہ کے ماں کی خدمت میں رہنے لگی۔ سراج الدولہ کو اس سے محبت ہوگئی اور یہ الفت آخر تک قائم رہی اور سراج الدولہ کے قتل کے بعد بھی اس عورت نے وفا کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور مختلف قسم کی لالچوں اور ظلم و جبر کے باوجود بھی مرحوم نواب کی محبت سے نہ ہٹی اور آخر زندگی تک بیوگی کی حالت میں رہی۔ اس زمانہ میں اسکی زندگی کا سہارا اسکی اکلوتی بیٹی زہرہ بیگم تھی۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ لطف النسا بیگم موہن لال کی بہن تھی اور سراج الدولہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے موہن لال نے اسے سراج الدولہ کے سپرد کر دیا تھا۔

لطف النسا بیگم سنہ ۱۷۶۵ء کے بعد تک زندہ رہی اور اس نے بہار و بنگال کی دیوانی کو جو اُس کے پیارے شوہر کے ہاتھوں میں پہلے تھی انگریزوں کے ہاتھوں میں جاتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ لطف النسا بیگم کو مبلغ چھ سو روپے پنشن ملتی تھی لیکن زندگی زیادہ تر غربت ہی کی حالت میں گذری کیونکہ پنشن پابندی وقت کے ساتھ نہیں ملتی تھی نواب محمد رضا خاں ڈھاکہ میں جب سے آئے بیگم کا برابر خیال کرتے رہے اور یہ زمانہ ان کا قدرے عافیت سے گذرا۔

زہرہ بیگم کی شادی میر اسد علی خاں سے ہوئی اور ان سے چار لڑکیاں ہوئیں جن کے نام شرف النسا بیگم، امانت النسا بیگم اور امت المہدی بیگم ہیں۔ زہرہ بیگم اپنی ماں کی زندگی ہی میں قضا کر گئیں۔ لطف النسا بیگم کی پنشن میں سے سوا سو روپیہ ماہانہ ان چاروں لڑکیوں کو ملتا تھا اور خود لطف النسا بیگم کو سو روپے ملتے تھے۔

لطف النسا بیگم نے سنہ ۱۷۹۰ء میں مرشد آباد میں انتقال کیا۔ اسکے انتقال کے بعد اسکی نواسیوں نے اپنی نانی کے حصہ پنشن کے لئے بھی دعوی کیا اور گورنر جنرل کے یہاں اپیل کرنے کے بعد یہ پنشن ان لڑکیوں پر تقسیم ہوگئی۔

لطف النسا بیگم کی نواسیاں برابر مرشد آباد میں رہیں لیکن انکی پنشن ڈھاکہ سے برابر آتی رہی سوا ان واقعات کے ان لڑکیوں کے اور حالات نہیں ملتے۔ یوں تو ہمارے مرزا صاحب چند حضرات کو جن سے انکی مرشد آباد میں ملاقات ہوئی تھی اسی سلسلہ کی کڑی بتاتے ہیں لیکن کتب تاریخ میں انکا کوئی ذکر نہیں ہے اسلئے اسکے متعلق کوئی رائے قائم کرنا مناسب نہیں ہے

(باقی صفحہ ۴۴۴ پر دیکھئے)

تاج محل چاندرات میں

بے مثل آثارِ جہاں آرام گاہِ شاہجہاں — اے سکونِ جسم وجاں اور نشانِ بے نشاں
تیرے اوپر ضو فشاں ہے چودھویں کا ماہتاب — حسنِ در پردہ کو تیرے کر رہا ہے بے نقاب
تیرے نظارے نظر کو کتنے دل آویز ہیں! — نقش سب دیوار اور در کے تحیر خیز ہیں
یہ جواہر ہیں منور ماہ کی تنویر میں — بجلیاں بھر دی گئی ہیں یا تری تعمیر میں
تیری رعنائی کے یہ مینار بھی دلدادہ ہیں — اور تجھے سر پر اٹھا لینے کو بھی آمادہ ہیں
پاؤں دھونے کو ترے آیا ہے دریائے جمن — اور پئے زینت زمیں سے پھوٹ نکلے ہیں چمن

تو زمینِ ہند کی اک آخری تعمیر ہے
آسماں کے حاشیے میں اک جڑی تصویر ہے

رات کے بارہ بجے ہیں اور فضا خاموش ہے — دیدہ حیران ہے اور تجھ سے ہم آغوش ہے
اک زمانہ کی بہاروں سے نظر چھپائے ہوئے — تجھ پہ جو مرتے ہیں بیٹھے ہیں تجھے گھیرے ہوئے
ہے کسی کے لب پہ تیری خوبیوں کی داستاں — کوئی حیرت میں کھڑا ہے اور کوئی ہے نغمہ خواں
ساحلِ دریا پہ بیٹھا گیت گاتا ہے کوئی — اور سرِ مینار جا کر تان اڑاتا ہے کوئی
حوض پر بیٹھا ہے کوئی پاؤں لٹکائے ہوئے — فرش پر لیٹا ہے کوئی پاؤں پھیلائے ہوئے
ہو سکے کس کی زباں سے تیری خوبی کا بیاں — یعنی روشن ہیں ترے سایہ کی بھی تاریکیاں
یہ تیری انوار پاشی اور یہ منظر دلفریب — کیوں نہ تجھکو دیکھکر جاتے رہیں صبر و شکیب

گرچہ دنیا بھر پہ روشن آسماں کا چاند ہے
تو ہمارے واسطے ہندوستاں کا چاند ہے

سرور اکبر آبادی

توبہ

عربی کی ایک مشہور مثل ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ انسان خطا اور نسیان کا پتلا ہے دنیا کے سب سے پہلے انسان یعنی آدم و حوا علیہما السلام سے ایک ایسی خطا سرزد ہوئی جس کی سزا میں انہیں جنت کے عیش و راحت کو خیرباد کہنا پڑا۔ ان کے زمانہ سے لیکر آجتک کوئی آدمی ایسا نہیں گزرا جو خطا و نسیان کے مرض سے بالکل محفوظ رہا ہو۔ خدا کے نیک بندوں سے قطع نظر کرکے اگر عام انسانوں کی حالت پر نظر کیجائے تو معلوم ہوگا کہ وہ آئے دن سینکڑوں گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے ہیں۔ خدانخواستہ اگر بُرے کاموں کی تلافی ناممکن ہو تو امید دل کا لہلہاتا ہوا چمن سوکھ جائے زندگی عذاب ہوجائے اور ہر انسان کی زبان سے یٰلَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا کی المناک صدائیں بلند ہوں لیکن مستحق شکر اس خالق کی ہستی ہے جس نے بندوں کو بےبسی کی حالت میں نہ رکھا۔ اس نے عقل سے انسان کو دیگر مخلوقات پر شرف بخشا تاکہ وہ نیک و بد کی تمیز کرسکے۔ اور اُسے اس امر کا مختار بنادیا کہ چاہے وہ اچھی راہ چلے یا بُرا راستہ اختیار کرے۔ علاوہ ازیں اس نے یہ بھی اچھی طرح بتادیا کہ نیکی کا انجام نیک ہے اور بدی کا بد ہے۔ اس نے یہ بھی ممکن کردیا کہ جو بندے راہ راست سے بہک گئے ہیں وہ اپنے قدم پیچھے ہٹاکر پھر راہ راست پر آسکتے ہیں۔ چنانچہ وہ نہایت تسلی بخش الفاظ میں کہتا ہے "اے میرے وہ بندو جو اپنی جانوں پر ظلم کرچکے ہو۔ خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہوجاؤ البتہ خدا تمام گناہوں کو معاف کردیگا" خطاکاروں کے لئے اس مغفرت کی جس کی امید دلائی گئی ہے صرف ایک سبیل ہے جسکا نام توبہ ہے۔ توبہ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر روز سو بار توبہ کرتے تھے اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ توبہ کہتے کسے ہیں بعض لوگ توبہ اور انفعال میں کوئی تمیز نہیں کرتے۔ اگرچہ حقیقت میں دونوں علیحدہ چیزیں ہیں۔ ہاں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ توبہ کے لئے انفعال ضروری ہے۔ توبہ کا وجود بغیر انفعال کے ناممکن ہے اگرچہ موخرالذکر کا وجود تنہا بھی ممکن ہے۔ یا یوں کہئے کہ جب تک ایک شخص نادم نہیں ہوتا تائب نہیں ہوسکتا لیکن محض نادم ہونے سے کام نہیں چلتا۔ توبہ کی غایت یہ ہے کہ انسان آئندہ کے لئے اُس گناہ سے بچنے کا عہد کرلے جسکا وہ معترف ہے اور جسپر وہ پشیمان ہے۔ اسے حقیقی توبہ یا توبہ نصوح بھی کہتے ہیں۔ ہمارے بعض مذہبی پیشواؤں نے یہ بھی کہا ہے کہ صرف ندامت کافی ہے۔ مجھے اس قول کی تائید سے انکار نہیں لیکن اس سلسلہ میں چند الفاظ عرض کردینا ضروری ہے۔ تاکہ ہماری بہنیں ندامت کے صحیح مفہوم کو سمجھ لیں آج کل یہ عام قاعدہ ہے کہ اگر نادانستہ کسی راہ گیر کو معمولی دھکا یا ٹھوکر لگ جائے تو مغربی تہذیب کے مطابق اس کے سامنے افسوس و ندامت کا اظہار کیا

جاتا ہے۔ اس قسم کی سچی ندامت اور اس انفعال میں جو توبہ کے لئے ضروری ہے زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ ایسی ندامت کوئی فائدہ نہیں پہونچا سکتی۔ وہ افسوس اور پشیمانی البتہ سود مند ہے جس کی بنا ضمیر کی چھپی ہوئی ... اور جو ضلالت سے بچا کر صراط مستقیم پر ہدایت کرے۔ صرف اس نقطۂ نظر سے کہا جا سکتا ہے کہ گناہوں سے شرمندہ ہونا مغفرت کے لئے کافی ہے۔ ایسی ندامت اور توبہ میں الفاظ کا فرق ہے۔ ورنہ دونوں کا ایک ہی مفہوم اور ایک ہی مقصد ہے۔ ان سب باتوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خطا و نسیان سے بچنے کی کوشش کا نام توبہ ہے اس کے لئے پختگی عزم لابدی ہے اور پختگی عزم کا انحصار حقیقی انفعال پر ہے۔ ان تینوں باتوں کے مجتمع ہونے پر رحمت خداوندی مددگار ہوتی ہے۔ وعدہ مغفرت زندگی کی شاہراہ میں جو گناہوں کے باعث تاریک و پرآشوب ہے شمع ہدایت بنجاتا ہے اور نسیم لاتقنطوا کے جاں بخش جھونکے دلوں کے افسردہ باغوں کو ازسرتو سرسبز و شاداب کر دیتے ہیں۔

یوں تو کسی زمانہ میں توبہ کرنے والوں کی کمی نہیں رہی۔ اور نہ اب ہے لیکن سچی توبہ کرنے والے شاذ ہیں۔ جھوٹی توبہ کی تربیت زیادہ شاعروں کی آغوش میں ہوئی۔ رحمت خداوندی کی آڑ میں انہیں توبہ شکنی کی تبلیغ کا خوب موقع ملا چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے۔

میں اور کروں توبۂ عصیاں سو معاذ اللہ — ممکن نہیں کم کر دوں قیمت تری رحمت کی

اگر یہ مرض شعرا تک یہ بات محدود ہوتی تو چنداں مضائقہ نہیں تھا۔ کیونکہ وہ تخیل اور نکتہ آفرینی کے دلدادہ ہیں۔ افسوس اس امر کا ہے کہ خواتین ہند بھی اس جھوٹی توبہ کے مرض کا شکار ہو رہی ہیں۔ میرا اشارہ جملہ خواتین کی جانب نہیں ہے۔ جو عورتیں سمجھدار ہیں احتیاط سے کام لیتی ہیں لیکن اکثریت ان کی ہے جو اپنے کلام کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہیں اور جن کے دلوں میں توبہ کی اہمیت کا مطلق احساس نہیں ہے۔ اس قسم کے جملے بہت سننے میں آتے ہیں۔ کہ خدا سے توبہ کرتی ہوں فلاں میں تو یہ عیب ہے" اگر اس جملہ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہاں پر توبہ بالکل بے محل ہے۔ آخر کس بات سے توبہ کی گئی؟ کیا متکلم کا یہ خیال ہے کہ غیبت کرنے سے پہلے اگر توبہ کر لی جائے تو گناہ نہیں ہوتا۔ اگر ایسا خیال ہے تو بڑی نادانی ہے۔ کیونکہ وہی بات کی گئی جس سے بچنے کا وعدہ کیا گیا۔ شاید بعض لوگ یہ کہیں کہ متکلم کی منشا یہ ہے کہ خدا اسے اس عیب یا گناہ سے بچنے کی توفیق عطا کرے۔ جو کسی خاص شخص میں موجود ہے۔ یہ خیال بھی غلط فہمی پر مبنی ہے۔ توبہ کا تعلق محض گذشتہ افعال سے ہے۔ یہاں مستقبل کے لئے دعائے خیر یا تمنا کا اظہار ہے۔ متکلم کئے ہوئے گناہوں کا معترف اور ان پر نادم نہیں ہے۔ توبہ کی اسوقت حاجت تھی جب خود متکلم میں وہ عیب موجود ہوتا جس کی برائی بیان کرنا اس کا مقصود ہے۔ اور وہ اس سے چھٹکارا حاصل کرنے کی نیت کا اظہار کرتا۔ حقیقت یہ ہے کہ جہاں بہت سی باتیں تکیہ کلام میں داخل ہیں وہاں یہ جھوٹی توبہ بھی ہے جس کا

کوئی اعتبار نہیں۔ کسی نے ایسی ہی توبہ کو مدنظر رکھکر کہا ہے۔

کی تو سو بار نہ اک بار بنا ہی توبہ   میں بھی کیا توبہ شکن ہوں کہ الٰہی توبہ

اگر زبانی توبہ حقیقی توبہ کے برابر سمجھی جاتی تو دلوں میں خدا کا خوف باقی نہ رہتا۔ اور سب کو یہ وہم ہوتا کہ جہاں ذرا زبان ہلائی اور زندگی بھر کے گناہ معاف ہوگئے۔ میرا خیال ہے کہ توبہ کے لئے زبان ہلانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اس کا تعلق قلب سے ہے۔ دل میں کچھ اور زبان پہ کچھ ہونا مکاری و دغابازی نہیں تو کیا ہے۔ خدا کو دھوکا دینے کی کوشش کرنا۔ اور پھر اس سے عفو کی امید رکھنا۔ ہوا پر محل تعمیر کرنا ہے۔ توبہ کے لئے ضروری ہے کہ گناہوں سے اجتناب کرنے کا خلوص نیتی کے ساتھ عہد کیا جائے۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک بار ایسا قحط پڑا کہ زمین کی پیداوار جل گئی۔ اور مویشی ہلاک ہوگئے۔ آخر عاجز آکر ایک دن وہ بنی اسرائیل کو لیکر دعا مانگنے کے لئے نکلے۔ ان لوگوں میں ستر آدمی ایسے تھے کہ جو پیغمبروں کی نسل سے تھے۔ انہوں نے خدا کے سامنے دست بدعا ہوکر بہت فریاد وزاری کی۔ اور تین دن تک اشکوں کے دریا بہاتے رہے۔ لیکن ایک بوند پانی نہ برسا۔ موسیٰ علیہ السلام کے استفسار پر خدا نے جواب دیا کہ ان لوگوں میں بعض حرام کھاتے ہیں۔ اور بعض چغل خور و غیبت گو ہیں۔ یہ لوگ تو میرے غضب کے مستحق ہیں اور تم ان کے لئے طالب رحمت ہو۔ بھلا ایک ہی موقع پر رحمت اور عذاب کیسے مجتمع ہوسکتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کے دوسرے سوال کے جواب میں ارشاد ہوا کہ تم میں سے ہر ایک صدق دل سے تائب ہو تو شاید وہ لوگ تمہارے ساتھ توبہ کریں جن کی وجہ سے قحط ہے۔ پھر میں تمہیں اپنے انعامات سے فیضیاب کرونگا۔ جب بنی اسرائیل نے یہ خبر سنی تو فوراً وہ تائب ہوئے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ خوب مینہ برسا اور قحط دور ہوگیا۔ اس واقعہ سے حرام اور غیبت سے بچنے کی تاکید کے علاوہ ایک سبق یہ بھی ملتا ہے۔ کہ گریہ وزاری بیکار ہے۔ جب تک صدق دل سے توبہ نہ کیجائے اگر بنی اسرائیل کی طرح ہماری توبہ بھی نیک نیتی پہ مبنی ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ نا مقبول ہو۔ اور ہم جو خیر الامم کہے جاتے ہیں باران رحمت کے فیض سے محروم رہجائیں

مسز عبدالمنان خاں بنارس

جب رنج وغم نے جان پر بنا دی ہو

بہنوں مجھ سے سبق لو

بہن کا بدلہ

ایک جگر خراش اور عبرت انگیز واقعہ

میں اپنا نام رسالہ میں نہیں چھپوا سکتی کہ مجھ پر اور مصیبت ٹوٹے گی۔ میرے والد بزرگوار ڈاکٹر تھے ان کی شادی جن سے ہوئی تھی وہ ان کی دور کے رشتہ سے بہن تھیں۔ اتفاق سے اسکی دوسری بہن کی شادی بھی میرے چچا جان سے ہوئی۔ میرے والد صاحب کی شروع ہی سے بیوی کے ساتھ محبت نہ تھی۔ ہمیشہ لڑائی جھگڑا رہتا تھا۔ اسی طرح چار سال گزر گئے۔ لڑائی جھگڑے کی اول وجہ یہ تھی کہ میری سوتیلی ماں کے اطوار اچھے نہ تھے۔ عادت خراب تھی۔ اگر والد صاحب ایک بات کہتے تو وہ دس باتیں کہتی۔ دوسری بہن کی عادت بھی اسی طرح کی واقع ہوئی تھی۔ مگر میرے چچا صاحب کی عادت بہت نرم تھی اس لئے ان کا گذارہ اچھا ہوتا ہے۔ میرے والد صاحب کا ایک لڑکا بھی ہوا۔ مگر پہلی شادی کے چار سال بعد والد صاحب نے اور شادی کرلی جس سے میں ہوئی اور میرے اور بھائی بھی۔ مگر وہ مر گئے۔ والد صاحب کی صرف میں ایک لڑکی تھی۔ اور لڑکا جو پہلی بیوی سے تھا۔ وہ اپنی ماں کے پاس رہتا تھا۔ خرچ والد صاحب باقاعدہ بھیجتے تھے۔ اور میری سوتیلی ماں اپنی بہن کے پاس رہتی تھیں۔ میری والدہ صاحبہ کی طبیعت بہت نرم تھی۔ والد صاحب خواہ کچھ بھی کہتے کبھی الٹ کر جواب نہ دیتیں۔ میری عمر بارہ سال کی تھی جب میری والدہ فوت ہوگئیں۔ اور میں ساتویں جماعت میں پڑھتی تھی۔ والد صاحب نے مجھے سکول سے اٹھا لیا۔ کیونکہ میں سیانی ہو چلی تھی۔ چھ جماعت پڑھکر مجھے تھوڑا بہت لکھنا پڑھنا آگیا تھا۔ اسی زمانہ میں میری والدہ صاحبہ بھی فوت ہوگئیں مگر والد صاحب پھر بھی اپنی پہلی بیوی کو نہ لائے۔ بلکہ اور شادی کرلی۔ میری یہ سوتیلی ماں بہت اچھی تھیں ان کا ایک لڑکا بھی تھا۔ جب میں جوان ہوئی تو کئی جگہ سے پیغام آئے۔ مگر والد نے کسی جگہ ہاں نہ کی۔ جب میں سولہ برس کی ہوئی تو میری شادی چچا کے بیٹے سے ہوئی جس کی ماں میری بڑی سوتیلی ماں کی بہن تھی۔ میرے چچا کا بیٹا بی۔ اے۔ میں تعلیم پاتا تھا۔ جو مجھ سے چار برس بڑا تھا۔ مجھے شادی کی ذرا خوشی نہ تھی۔ کیونکہ میں جانتی تھی کہ بہت برا سلوک میرے ساتھ ساس نند کرینگی۔ میری ایک خالہ زاد بہن تھی جس نے مجھے شادی سے پہلے ہی بتایا تھا کہ تمہارے والد صاحب کا ارادہ ہے کہ تمہاری شادی بھائی کے ہاں کردیں۔ تمہاری والدہ جب حیات تھیں تو وہ کہتی تھیں کہ میں اپنی لڑکی کی شادی کبھی چچی کے ہاں نہ کرونگی۔ کیونکہ چچی صاحبہ ہمیشہ لوگوں سے میرے بارے میں

کہتی تھیں کہ اگر اسکی شادی ہمارے ہاں ہوئی تو میں اپنی بہن کا بدلہ اچھی طرح لونگی۔ چونکہ اسوقت میری والدہ صاحبہ زندہ نہ تھیں جو میرے والد صاحب کو میری شادی کی بابت منع کرتیں۔ میرے والد صاحب نے دیدہ و دانستہ مجھکو کوئیں میں دھکیل دیا۔ شادی کو ایک مہینہ بھی نہ گذرا تھا کہ ساس نند اور سوتیلی ماں نے لڑنا شروع کیا۔ اور طرح طرح کی تکلیفیں دینی شروع کیں۔ میرے شوہر کو مجھ سے بڑی محبت تھی وہ مجھے ہر وقت تسلی دیتے تھے۔ خیر چھ ماہ اچھے گذرے جب میرا شوہر چھٹیوں میں گھر آتا تو ساس نند میری طرف سے ایسی ایسی باتیں لگاتیں کہ وہ مجھ سے بدظن ہو جاتے۔ آخر انسان تھے۔ ماں بہن خالہ کے کہنے سے مجھکو مارنے لگے۔ اب میرا کوئی بھی گھر میں ہمدرد نہ تھا

میری شادی کے دو برس بعد والد صاحب بھی فوت ہو گئے۔ بہت سی جائداد چھوڑی۔ میرے چچا نے تھوڑا سا روپیہ میری چھوٹی ماں کو دیا۔ اور گھر سے نکال دیا۔ بچاری کا ایک لڑکا پانچ برس کا تھا۔ مجھے اپنے چھوٹے بھائی پہ بہت ترس آتا تھا۔ مگر میں کیا کر سکتی تھی۔ میں تو خود مصیبت میں پھنسی ہوئی تھی۔ باقی سب جائداد اپنی سالی کو دیدی۔ میرے شوہر نے جب بی اے پاس کر لیا تو نوے روپے ماہوار کی ملازمت ملی۔ میری ساس نے اپنے بیٹے کی ایک اور شادی کی۔ میرا تمام زیور اور کپڑے جو میرے والد صاحب نے دئے تھے۔ سب اسکو دیدئے۔ میرا رنگ گورا اور نقش ایسے تھے کہ خوبصورت کہلا سکوں۔ میری سوکن کا رنگ سانولا اور نقش کچھ اچھے نہ تھے۔ ساس نند اسے بہت اچھا سمجھتی تھیں۔ میرا شوہر مجھ سے بات تک نہ کرتا۔ دوسری بیوی کو بہت اچھا کہتا ہے۔ سچ ہے وہی رانی جو خاوند کے من بھائی۔

میں سارے سارے دن نوکروں کی طرح کام کرتی ہوں اور ساس نند اور خاوند کی ہر وقت جوتیاں کھاتی ہوں۔ میری سوکن پلنگ پر بیٹھی رہتی ہے۔ وہ پاخانہ جائے تو میں لوٹا بھر کر دیتی ہوں۔ تمام آدمیوں کی مجھے روٹی پکانی پڑتی ہے۔ جب پکا چکتی ہوں تو مجھے دور بٹھا دیتے ہیں۔ جھوٹا کھانا مجھے دیتی ہیں۔ وہ بھی اتنا کہ کئی دفعہ بھوکی رہتی ہوں۔ سوکن کے پھٹے پرانے کپڑے مجھے ملتے ہیں جن کو میں پیوند لگا کر پہنتی ہوں۔ میں نے کبھی پیسے کی شکل تک نہیں دیکھی۔ چنانچہ میں اپنی سرگذشت بھی لکھکر **مولانا راشد الخیری قبلہ** کو لفافہ میں بھیجونگی۔ انہیں کی تصانیف بچپن سے میری رفیق ہیں۔ پہلے میں سمجھتی تھی کہ مولانا صاحب نے عورتوں کی ذلیل حالت دکھانے میں مبالغہ بھی کہیں کہیں کیا ہے۔ مگر اب تو میں کہتی ہوں کہ مولانا صاحب نے میرے ہی واقعات لفظ بلفظ کتابوں میں لکھے تھے۔ جب مجھے کنوارپنے کا زمانہ یاد آتا ہے تو دل کی عجیب حالت ہوتی ہے جس کا میں کچھ بیان نہیں کر سکتی۔ وہ زمانہ مجھے خواب معلوم ہوتا ہے۔

میری ساس مجھے اتنی تکلیف دینے پر بھی خوش نہیں ہوئی بلکہ کہتی ہیں کہ اگر اتنی تکلیفیں سہہ سہہ کر مر بھی جائے

تب بھی میری بہن کا بدلہ اچھی طرح نہ اتر سکے گا۔ ساس نے وقت بے والد بزرگوار کو اب بھی برا کہتی ہے۔ اور اپنی بہن کی کرتوتوں کا خیال تک نہیں آتا۔ میری عصمتی بہنوں۔ میرے معزز بھائیو! یہ کوئی من گھڑت قصہ نہیں بلکہ میری آپ بیتی ہے۔ اس سے عبرت حاصل کرو۔ اگر میرے والد صاحب میری شادی کسی اور جگہ کرتے تو مجھے وہاں اتنی تکلیف نہ ہوتی۔ اگر ہوتی بھی تو مجھے اتنا افسوس نہ ہوتا۔ حالانکہ والد صاحب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ یہ لوگ میری لڑکی سے کیسا سلوک کرینگے۔ مگر افسوس انہوں نے اپنا بھتیجا سمجھ کر مجھے دیدہ و دانستہ مصیبت میں ڈالدیا۔ آپ دنیا سے چھوٹ گئے۔ اور مجھے ایسی جگہ پھنسا کر ساری عمر والد صاحب کی روح کو دعا دیتی رہوں۔

میری پیاری بہنوں: لڑکی کے رشتہ کرنے میں جتنی بھی دوراندیشی سے کام لیا جائے اچھا ہے۔ آپکو چاہیے کہ اپنی لڑکیوں کے رشتہ کرنے میں یہ نہ دیکھیں کہ فلاں ہمارا بھانجہ ہے۔ فلاں میرے بھائی کا لاڈلا ہے۔ بلکہ اپنی لڑکی کی بہتری دیکھا کرو۔ جہاں اس کو آرام ملے۔ بہنوں! میری سرگذشت پڑھکر اپنی لڑکیوں پر رحم کرو۔ خدا رسول کا حکم ہے کہ جوان لڑکی سے شادی کے بارے میں رائے لینی چاہئے۔ مگر والدین رائے لینی تو درکنار۔ کوڑے کی طرح پھینک دیتے ہیں۔ تم دو آنے کی ہانڈی لیتے ہو تو ٹھونک بجا کر لیتے ہو۔ مگر افسوس لڑکیوں کے رشتہ کرنے میں تم عقل سے کام نہیں لیتے۔ ناظرین میری بپتا سے عبرت حاصل کریں۔ عبرت کا لفظ میں اسلئے بار بار لکھ رہی ہوں کہ اکثر جگہ ایسے رشتے پائے جاتے ہیں

"غم زدہ" از راولپنڈی

بے گناہوں پر ظلم

جس وقت میں اپنی دیہاتی اور قصبوں کی رہنے والی مسلمان بہنوں کی حالت پر غور کرتی ہوں تو اسوقت نہایت ہی افسوس ہوتا ہے۔ کیونکہ موجودہ زمانہ میں جبکہ تعلیم و ترقی کا ہر طرف دور دورہ ہے اور ہر قوم و فرقے کے عورت مرد چاہتے ہیں کہ وہ تعلیم و ترقی میں ایک دوسرے پر سبقت لیجائیں تو ہماری قصبوں میں رہنے والی بہنیں یہ تک نہیں جانتیں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے۔ اور انکو کیا کرنا چاہئے اور بیچاریاں جانیں بھی تو کس طرح جبکہ انکو عام طور پر معمولی اردو کی تعلیم ہی سے محروم رکھا جاتا ہے۔ اور اگر تعلیم کی طرف توجہ بھی کی گئی تو صرف اردو اور قرآن شریف پڑھا دیا مگر لکھنا سکھانا ندارد۔ زنانہ اخبارات و رسائل کی رسائی ان تک ایک ایسا ہی جرم ہے جسطرح مثنوی زہر عشق وغیرہ کا پڑھنا انکی معلومات و تجربہ کا خاتمہ صرف میلاد شریف جیسی دو ایک کتابوں پر ہوتا ہے اور بس۔ اگر انہوں نے اسکے علاوہ کچھ پڑھنا چاہا تو مجرم تصور وار۔ پردہ کی نسبت اتنا لکھ دینا کافی ہے کہ سوائے والدین اور گھر کے آدمیوں کے باقی سب خاندان والیوں سے پردہ اور وہ بھی ہر وقت والدین کے سامنے بھی نہیں آسکتی ہیں۔ سوائے مقررہ اوقات کے۔ اپنے گھر میں چاہے سینکڑوں شادی بیاہ و دیگر تقریبات ہوجائیں تو انکو اس سے کچھ واسطہ نہیں کیونکہ انکی حالت تو اس کہاوت کے مطابق ہوتی ہے ع ساون ہرے نہ بھادوں سوکھے وہ بیچاری غریب لڑکیاں ہیں اور انکی تنگ و تاریک کوٹھڑیاں یا علیحدہ مکان جنکی اونچی اونچی دیواروں سے دیوار چین کا شبہ ہوتا ہے مجھے خود ایسی لڑکیوں سے ملاقات کرنیکا اتفاق ہوا ہے مگر میرا زیادہ تر روئے سخن جن لڑکیوں کی طرف ہے ان تک تو شاید پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا۔ میں نے اکثر معتبر ذرائع سے یہ بات معلوم کی تو معلوم ہوا کہ بیچاری لڑکیاں خود اپنی اس قید پر نالاں ہیں۔ مگر سوائے برداشت کرنیکے اور کر ہی کیا سکتی ہیں۔ جن کے والدین نے اس قدر ظلم پر کمر باندھی ہے کہ کسی لڑکی کو کاغذ پر لکیریں کھینچتے دیکھ کر بید وں کی مار دیتے ہیں اور ہاتھ تک قلم کرنے کا فتویٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ میری رائے ناقص میں تو ان عقلمند والدین کو اس ادھوری تعلیم دلانے سے کچھ حاصل نہ حصول کیونکہ عام طور پر تعلیم کا مقصد یہی سمجھا گیا ہے کہ مذہبی پابندی کے علاوہ لڑکی اپنے مستقبل اور قوم و ملک کے لئے سوچ سمجھکر کچھ خدمت کر سکے۔ مگر ایسی تعلیم جسکا ذکر میں دوران مضمون میں کر چکی ہوں بالکل بیکار ہے۔ ایسی لڑکیاں جنکو شرعی آزادی کا تہائی حصہ تک نصیب نہیں کس طرح قوم و ملک کے لئے کچھ کام کر سکتی ہیں۔ وہ بیچاریاں تو خود اپنے مستقبل ہی پر کوئی عمدہ رائے ظاہر نہیں کر سکتیں۔ چنانچہ اس قدر بیجا ظلم و ستم کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عام طور پر لڑکیوں کی نشو و نما اور تندرستی پر بھی بہت برا اثر پڑتا ہے جن کے مواخذہ میں یقیناً ایسے ظالم والدین پکڑے جائیں گے۔ جو انکو صریحاً زندہ درگور کر دیتے ہیں۔ اور دوسری خرابی یہ ہوتی ہے کہ بعد شادی ایسی لڑکیاں محفلوں میں

نکلتے اور دوسری عورتوں سے ملاقات کرنی بہت شرماتی ہیں اور عام طور پر آداب محفل و آداب گفتگو سے بالکل کوری ہوتی ہیں جو بعض اوقات سخت پشیمانی کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے۔

ہزار افسوس اپنے جاہل مسلمانوں پر جن کے دماغوں میں یہی سماگیا ہے کہ وہ غریب ولاچار لڑکیوں پر ستم ڈھاکے باعزت کہلا سکتے ہیں، نہیں ہرگز نہیں۔ اے مسلمانو یاد رکھو یہ سب تمہاری بے عزتی اور بربادی کے سامان ہیں تم کسی بے گناہ اور ظلم کرکے بجائے باعزت ہونے کے ہمیشہ دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوگے۔ کیا تم کو تعلیم کے متعلق یہ یاد نہیں کہ تمہارے ہادی برحق کا کیا ارشاد ہے؟ اگر تم نہیں جانتے تو سن لو کہ تمہارا رہبر کامل کن الفاظوں میں عورت مرد کی تعلیم پر تلقین کر گیا ہے۔ ہر مسلم عورت مرد پر تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے۔ خواہ چین میں حاصل کیجائے۔" کیا تم اس حکم کو اپنے دلوں سے فراموش کر چکے۔ اور کیا تم کو شرع نے یہی حکم دیا ہے۔ کہ اس قدر سختی اور قید و بند سے مظلوم بیٹیوں سے پیش آؤ جیسا کہ آجکل تمہارا دستور العمل ہے۔

کشور مس یونس خاں لکھنؤ

رومال چوکور کیوں ہوتے ہیں

ہم لوگوں میں سے کبھی کسی نے اس بات پر غور نہیں کیا کہ رومال چوکور کیوں ہوتے ہیں۔ ایک زمانہ میں رومال ہر شکل کے بنتے تھے۔ یہانتک کہ ۱۷۸۵ء میں فرانس میں ایک قانون پاس کیا گیا جس کے ذریعہ سے رومال کے تاجروں کو حکم دیا گیا کہ رومال سوا چوکور کے اور کسی وضع کے نہ بنائے جائیں۔ جو تاجر اس قانون کی خلاف ورزی کرتا تھا سخت سزا دیجاتی تھی۔ اس قانون کے نفاذ کی ذمہ داری میری اینڈ ٹونیٹی ملکہ فرانس تھی۔

ایک صبح کو جبکہ اس کا مزاج برہم تھا اور وہ ہر چیز میں نقص نکال رہی تھی وہ اپنے باغ میں چہل قدمی کرنے گئی اور ایک گلاب کی جھاڑی سے اسکی انگلی میں خراش ہوگئی۔ بادشاہ لوئی جو وہاں موجود تھا اس نے اپنا رومال جو کہ مستطیل شکل کا تھا ملکہ کی انگلی میں باندھنے کے لئے پیش کیا۔ ملکہ نے اس رومال کے مستطیل ہونے پر سخت اعتراض کیا اور اسوقت اس نے اپنے دل میں یہ ارادہ کرلیا کہ اس کے رومال اور اس کی رعایا کے رومال آئندہ سے بجائے مثلث اور مستطیل ہونے کے چوکور ہوا کرینگے۔ ایک ماہ کے اندر اسکی یہ خواہش قانون بنگئی اور ایک شاہی قانون دار الخلافت فرانس سے ۲۳ ستمبر ۱۷۸۵ء پاس ہوگیا جسکی روسے رومال چوکور بنائے جانے لگے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے رومال چوکور ہونے کا ذمہ دار ملکہ فرانس کا ایک وہم تھا۔ (ترجمہ)

کنیز فاطمہ (لکھنؤ)

شریف بیوی سے

آنکھوں میں روشن نورِ وفا ہے
پُتلی میں لرزاں ضوئے صفا ہے

سینہ میں پنہاں اسرارِ الفت
دل میں نہاں ہے رازِ محبت

تصویرِ صدق و تنویرِ عفت
نورِ شرافت عنوانِ عصمت

تری محبت ایثار کامل
تیری صداقت انوار کامل

بے لوث تیری ہر اک ادا ہے
بے باک تیرا جذبِ وفا ہے

دل میں حرارت الفت کی پنہاں
آنکھوں میں تابشِ عصمت کی پنہاں

سینہ ہے تیرا باغِ محبت
جس میں کھلے ہیں گلہائے خدمت

بے مثل تیری قربانیاں ہیں
خدمات تیری محنت نشاں ہیں

جذبات تیرے روشن نذیں ہیں
ترے تخیل قدس آفریں ہیں

خدمت میں تو ہے مصروف پیہم
جانبازیوں میں مشغول ہر دم

جرأت عجب ہے سینہ میں تیرے
طاقت نہایت جذبہ میں تیرے

مونس حقیقی غم خوار اصلی
آلام میں تو وجہِ تسلی

ڈرتی نہیں تو آفات سے بھی
ہے مشکلوں میں ہمت بڑھاتی

ہستی ہے تیری ہر شے سے بڑھ کر
لاریب تو ہی ہے سب سے بہتر

اے حسن کامل مدہوش کیوں ہے
اس غم کدہ میں خاموش کیوں ہے

سن گوشِ دل سے پیغامِ ملت
اب دیکھ رنگ آلامِ ملت

تجھ پر بنائے ملت ہے قائم
تجھ سے امیدِ راحت ہے قائم

بن تو مداوا دردِ نہاں کا
سن لے فسانہ قلبِ طپاں کا

ہو صدقِ دل سے سرگرم کوشش
کھو دے اب دلوں سے رنج و کاہش

پائے عمل کو آزاد کر دے
غمگیں دلوں کو پھر شاد کر دے

دورِ عمل ہے، درسِ عمل دے
یہ بے حسی کی دنیا بدل دے

بے کیفیوں کا کب تک فسانہ
اُٹھ دیکھ بدلا رنگِ زمانہ

جنسِ نسائی برباد غم ہے
قلب پہ چھایا ابرِ الم ہے

سن گوشِ دل سے پیغامِ پنہاں
مثلِ شمیم ہو جا یعنی پریشاں

رابعہ پنہاں

گاندھی جی زنانہ مکان میں

یوں تو گاندھی جی ہمیشہ مدت سے عوام الناس کی بحث کے لئے ایک دلچسپ موضوع رہے ہیں لیکن عورتوں میں ایک کثیر تعداد ابھی ایسی موجود ہے جسے مہاتما جی سے ایک خاص بغض ہے۔ گاندھی جی کو ساری دنیا چاہے کتنا ہی بڑا لیڈر یا ریفارمر کیوں نہ مان لے، لیکن زنانہ مکان میں ان کی کچھ عجیب حیثیت ہوتی ہے اور بعض عورتیں تو اب تک انہیں اصلی معنوں میں انسان ماننے کے لئے بھی تیار نہیں۔ ان کا خیال ہے کہ گاندھی جی یا تو کوئی جن ہیں جو تمام ہندوستانیوں کے سر پر سوار رہے یا ان اشرف المخلوقاتوں" کی جماعت سے الگ قدرت کی کسی ایسی جنس میں سے ہیں جس کو دنیا دیکھتی تو ہے لیکن اس کی غیر معمولی طاقت کو پوری طرح سمجھ نہیں سکتی۔ بہرکیف واقعہ کچھ بھی ہو لیکن ہے یونہی کہ بیچارے مہاتما جی عورتوں کے لئے ایک محیر العقول چیز ضرور ہیں۔ اور آج کل تو ہر گھر میں قریب قریب وہاں کی بی بی کی زیر صدارت ایک کونسل ہوتی رہتی ہے جس میں مہاتما گاندھی کی شخصیت یا ان کے وجود پر مختلف انداز میں بحثیں ہوا کرتی ہیں۔

گذشتہ تحریک ترک موالات کے موقع پر اور پھر آزادی کی موجودہ جنگ کے سلسلہ میں مجھے بھی اکثر دور سے کھڑے کھڑے زنانہ مکان کی ان کانسلوں کی کارروائیوں کو ایک تماشائی کی حیثیت سے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے اور اپنے ان متعدد تجربوں کی بنا پر میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ عورتیں جنکو مہاتما گاندھی کی کسی تحریک پر اظہار خیال کرنے سے ایک خاص دلچسپی ہے۔ تین حصوں میں تقسیم کیجا سکتی ہیں۔ ایک تو وہ جن کی اچھی تعلیم اور اعلیٰ تربیت ہوئی ہے۔ اور سوسائٹی بھی بری نہیں ملی۔ اور جو گاندھی جی کی ہر بات مان لینے کو تیار ہیں لیکن جب گاڑھا پہننے کا سوال آتا ہے تو وہ ذرا گھبرا کر، کچھ منہ بنا کر اور پھر ادھر ادھر دیکھکر کہدیتی ہیں کہ" ہاں ..... تو..... پھر..... گاڑھا؟.. نہیں بھئی۔ اس کی نہیں سہی ......سودیشی کپڑوں سے مطلب ہے نہ؟..... اچھا تو ہم بنارسی ساڑیاں پہن لیں گے۔ چلو فرصت ہوئی!" دوسری جماعت ان کی ہے جو شریف ہیں پردہ نشین اور جاہل ہیں۔ یہ وہ ہیں جنہوں نے آجتک نہ کسی مسئلہ کو کبھی صحیح طور پر سمجھا ہے۔ اور نہ سمجھنا چاہتی ہیں۔ گاندھی جی کیا ساری قوم بھی جیل بھیجدی جائے تو انکی بلا سے اور اگر ہندوستان کو سوراج مل گیا تو اس سے بھی انہیں کوئی بحث نہیں۔ اس لئے کہ اپنے گھر کی مستقل حکومت تو انہیں حاصل ہی ہے۔ اس کے بعد تیسری انجمن ان معزز خواتین کی ہے جن کی فہرست اراکین میں میرے گھر کی حلیمن۔ نئے مکان کی شہیدن اور پانی گلی کی سکینن کے اسماء مبارک خاص طور پر لکھے جانے کے مستحق ہیں۔ ہاں یہ تو میں بھول ہی گیا۔ جمینا گوالن اور مکھو لیا حلال خورن اس انجمن کی طرف سے "آنریری رپورٹر" کی خدمت

انجام دے رہی ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ اگر ایک پیج میں کم سے کم چار جھوٹ لگا کر باتیں نہ کریں تو پھر اراکین انجمن کو کسی خاص مسئلہ پر زور و شور کے ساتھ اظہار خیال کا موقع کیونکر ملے! اچھا اب میرے اس نوٹ کا اقتباس ملاحظہ ہو جو میں نے اکثر ان کانسلوں کے موقع پر ادھر اُدھر سے نظر بچا کر لے لیا ہے۔

ایک عالیشان مکان میں چار بیبیاں اس شان سے جلوہ افروز ہیں کہ ایک کے ہاتھ میں کوئی اخبار ہے دوسری کروشیا ہاتھ میں لئے دستکاری میں مشغول ہیں۔ تیسری ترکاری بنانے میں کچھ ایسی منہمک ہیں کہ انکی ماما دیر سے کھڑی کھڑی چلی بھی گئی۔ لیکن وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ بچے کو یہاں سے لیجاؤ۔ بچے نے اس اثنا میں کئی بار پیشاب بھی کیا اور ان کے کپڑے بھی بھیگے۔ لیکن وہ جو کر رہی تھیں کرتی رہیں۔ چوتھی بی بی چھالیا کتر رہی ہیں لیکن آہستہ آہستہ شاید اس کام سے انہیں کوئی دلچسپی نہیں آخر انہیں نے جنکا نام نسیم تھا اس طرح گفتگو شروع کی۔ "بہن میں نے سنا اب" پکٹنگ "کے سلسلہ میں عورتوں کی بھی گرفتاریاں شروع ہو گئیں"۔

رفعت (جن کے ہاتھ میں اخبار تھا) ہاں میں نے خود اخبار میں دیکھا تھا۔

اختر (جو دستکاری میں مشغول تھیں یکایک چونک کر) ارے کیا کہا تم نے! عورتیں بھی گرفتار ہونی شروع ہو گئیں خیر اچھا ہوا۔ مردوں کو اب یہ کہنے کا تو منہ نہیں رہا کہ عورتوں نے اس آزادی کی جنگ میں جیل کی سختیاں نہیں جھیلیں۔

زینت۔ (بچہ اور ترکاری کی ٹوکری ماما کو دیتے ہوئے) ایں کیا ہوا؟ یہ بچے کچھ سننے دیں تب تو۔ کیا کہا عورتیں بھی گرفتار ہو رہی ہیں؟ ہاں بھئی کیوں نہو۔ آدمی سچ پوچھو تو یہی ہیں۔ مردوں کے دوش بدوش کس مستعدی سے کام کر رہی ہیں ایک ہم ہیں کہ گھر کے دھندوں میں اور بچوں کی چیخ و پکار میں صبح سے شام ہو جاتی ہے۔ کام کرنا تو درکنار بات کرنیکا بھی موقع نہیں ملتا۔ خدا ہمارے ملک کو آزاد کرائے۔ آزادی واقعی بڑی نعمت ہے۔

نسیم "بھئی جو بھی ہو مہاتما گاندھی نے یہ کچھ عجیب تحریک نکالی ہے۔ وہ لوگ جو کسی وجہ سے اس میں شریک نہیں ہو سکتے ہیں وہ بھی تو دل سے ساتھ ہیں

اختر "ہاں ہاں" اس میں کوئی شک ہے۔ ہ لیکن معاف کرنا ہر بات میں مہاتما جی کی ہمخیال نہیں۔ مثلاً وہ گاڑھے کی تلقین کرتے ہیں اور اس میں مرد اور عورت کا امتیاز قائم نہیں رکھتے۔ سب کو ایک ہی لاٹھی سے ہانکنا چاہتے ہیں حالانکہ یہ کسی طرح مناسب نہیں۔ مردوں کے جسم اللہ نے سخت بنائے ہیں۔ وہ موٹے کپڑے پہن سکتے ہیں اور دکھتی نہیں ہو۔ یہ لوگ خود ہی اپنے لئے جو کپڑے پسند کرتے ہیں وہ کیسے لاجواب ہوتے ہیں۔ موٹے موٹے سوت۔ ٹاٹ جیسی بناوٹ، اور اس پر زیادہ تر خاکی رنگ۔ بس یہ کپڑے انہی کو مبارک ہوں۔ ہم لوگ جنہوں نے کبھی گاڑھی ململ کو بھی آنکھ میں نہیں لگایا وہ یکایک کیونکر گاڑھا زیب تن کر سکتے ہیں۔!

زینت۔ اور کیا۔ ایک دم یہ ہو جائے کہ ہر شخص گاڑھا پہننا شروع کر دے تو یہ کیسے ممکن ہے۔ ؟ رفتہ رفتہ جسم اس کا عادی ہوگا۔"

رفعت۔ ہاں بہن اس سے تو مجھے بھی اختلاف ہے۔ گاندھی جی کی سب فرمائشیں سر اور آنکھوں پر لیکن یہ گاڑھے کی ہمیں نہیں ہوتی۔ اور یہ جو کہو کہ دوسری عورتیں کیونکر پہنتی ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے یا تو اسے بچپن سے پہنا ہوگا یا وہ کئی سال سے اس کی عادت ڈال لی ہوگی۔ پھر ان میں اور ہم میں بہت فرق ہے۔ وہ تو بہت سے کام ایسے بھی کر لیتی ہیں جو ہم سے ہو ہی نہیں سکتے۔"

نسیم۔ سچ پوچھو تو میرا بھی یہی خیال ہے لیکن میں کہنے سے اس لئے ڈر رہی تھی کہ کہیں تم لوگ اس کی مخالفت نہ کرو ہاں تو اب یہی بات رہی نہ کہ گاڑھا پہننا شریف بہو بیٹیوں کے لئے چنداں ضروری نہیں ؟ بس ٹھیک ہے۔ ارے بھئی سودیشی سے مطلب ہے نہ ؟ بنارسی ساڑیاں پہنیں گے۔ گھر میں اللہ کا دیا بہت کچھ ہے۔ کسی سے مانگنے تھوڑا ہی جاتے ہیں ! ہاں ان کی بات اور ہے جو بیچارے بالکل مجبور ہیں۔ میں گاڑھے کو ہرگز برا نہیں کہتی۔ لیکن یہ تو اپنی اپنی عادت اور حیثیت پر منحصر ہے۔ اس میں گاندھی جی کا بھی کوئی قصور نہیں۔ وہ بیچارے کیا جانیں کہ ہم لوگ کن چیزوں کے ہمیشہ سے عادی رہے ہیں۔ انہوں نے سمجھا کہ شاید مردوں کی طرح ہم لوگوں کی خمیر بھی پتھر سے ہوئی ہے۔ بس جو چاہا کہدیا۔

نسیم کی سادگی پہ رفعت، اختر اور زینت کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ اور یہ گفتگو ابھی کچھ دیر اور جاری رہتی لیکن یکایک زینت کے بچہ نے اپنی چیخ و پکار سے سارے گھر کو سر پر اٹھالیا۔ اور مجبوراً یہ کانسل تھوڑی دیر کے لئے ملتوی کر دی گئی۔

میں یہاں سے نکلکر راستہ میں سب سے پہلا جو مکان ملا۔ اس میں داخل ہوگیا۔ یہاں دو عورتیں پہلے ہی سے مصروف کلام تھیں۔ اور جن کی گفتگو کر تھوڑی دیر سنکر میں نے بےساختہ کسی کا یہ مشہور مصرع "آسمان بدلا زمیں بدلی نہ بدلی خوئے دوست" پڑھکر جیب سے کاغذ اور پنسل نکال لی۔ اور نوٹ کرنا شروع کیا۔ ایک نے جنکا نام آسنہ بیگم تھا۔ کہا۔ اری بہن اصغری۔ یہ میں کیا سن رہی ہوں کہ آج کل شہر میں آٹھ آٹھ دس دس آدمیوں کو تھانے والے روز پکڑ کر لیجاتے ہیں۔ اور ادھر رات کو دیر تک برابر جے جے کی آوازیں بھی آتی رہتی ہیں۔ میں نے لڑکوں سے بہت ہی کہا کہ خدا کے لئے شام ہی سے گھر میں چلے آیا کرو۔ لیکن وہ لوگ بھلا کب سنتے ہیں۔ میرے خیال میں یہ لوگ جنہیں گرفتار کیا جارہا ہے یہ سب کہیں کے چور یا ٹھگ ضرور ہیں۔ جب ہی تو سرکار انہیں پکڑ کر جیل میں بند کر رہی ہے۔ تاکہ ملک میں امن قائم رہ سکے۔

اصغری بیگم۔ نہیں نہیں۔ یہ تم سے کس نے کہدیا ہے کہ یہ سب چور یا ٹھگ ہیں۔ یہ سب اُسی آندھی گاندھی کے ساتھی ہیں جس نے ساری دنیا میں اودھم مچا رکھی ہے۔ ارے تم نے ابھی کیا سنا ہے۔ جبتک یہ سارے ملک کو جیل نہ بھجوا لیگا۔ اُسے چین تھوڑا ہی آئیگا۔ آج سے آٹھ نو سال پہلے لوگوں نے نوکریاں جو چھوڑی تھیں تو وہ آخر کس کے کہنے سے ؟

اس وقت بھی اسی گاندھی کا زور تھا۔ اور اب پھر یہی سب ہنگامہ ہے۔ خدا جانے اس ہنگامہ وحشرات سے حاصل ہی کیا ہے ارے بھئی تم اور ہم ادنیٰ سی چیز کسی کو دیتے ہیں تو پس وپیش کرتے ہیں۔ پھر بتاؤ تو سہی کہ تمہیں خواہ مخواہ بھی وہ اتنا بڑا ملک کیونکر حوالہ کردینگے۔

آمنہ بیگم۔ آہا تو یہ کہو کہ یہ سب پھر وہی اس دفعہ والا ہنگامہ ہے۔ میں پوچھتی ہوں کہ یہ گاندھی یا ان کے چیلوں کے دماغ میں آزادی کا کیا خبط سمایا ہے؟ اسوقت کیا کوئی ان کے ہاتھ پاؤں باندھے ہوئے ہے۔ اور یہ جو کہو کہ ملک ہمارا ہمیں ملنا چاہیئے۔ تو ارے عقل کے دشمنوں۔ کیا یہ بیچارے فرنگی تمہارے ملک کو ہوائی جہاز پر اڑا کر ولایت لیجائیں گے میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ سوراج آخر ہے کیا بلا۔ میں نے تو نہ کبھی کہانیوں میں اسے سنا اور نہ بڑی بوڑھیوں سے کوئی بات معلوم ہوئی۔ بس کچھ نہیں۔ یہ سب پیٹ پالنے کا ایک طریقہ ہے۔ جس کو کوئی کام نہ ہو وہ ان جھگڑوں میں پڑے اور سنا یہ گاندھی جی کیا کہتے ہیں؟ فرماتے ہیں۔ گاڑھا پہنو۔ چرخہ چلاؤ۔ جیل جاؤ۔ کیا خوب۔ اپنا اچھا خاصا گھر رہتے ہوئے جیل کی سیر کریں۔ سنگر مشین کے ہوتے ہوئے چرخہ چلائیں۔ اور اچھے اچھے کپڑے چھوڑ کر نگوڑا موٹا کھدر بدن پر چڑھالیں۔ واہ واہ واہ۔ اچھے ہندوستان کے بہی خواہ آئے۔ تم نے دیکھا نہیں حشمت علی صاحب کی بی بی اور لڑکیوں نے جو مجھ سے گاڑھا پہنے کی فرمائش کی تو میں نے ان لوگوں کو کیسی بے نقط سنائی۔ بس کھسیانی ہی ہوگئیں۔ میں نے کہا جناب گاڑھا اور ٹاٹ پہننا آپ ہی کو مبارک ہو۔ اللہ نے مجھے آب رواں اور تنزیب پہننے کی استطاعت دی ہے۔ پھر میں خدا کی ناشکری کیوں کروں۔ بس چپ ہی ہوگئیں۔ آخر میں کہا کچھ اپنے ملک کی بھی تو محبت ہونی چاہیے؟ میں نے جواب دیا تو کیا میں اپنے ملک سے خدانخواستہ بھاگی جارہی ہوں۔ ارے جہاں اب ہوں وہیں انشاء اللہ ہمیشہ رہوں گی۔

اصغری بیگم۔ بہن دیکھ لینا۔ یہ سب کچھ ہونے ہوانے کا ہے نہیں۔ عورتیں تو تم جانتی ہو ہمیشہ ہی سے بیوقوف ٹھیریں۔ ذرا مردوں نے کہا دیکھو فلاں عورت نے یہ کیا۔ تم بھی کرو۔ بس یہ بلا سوچے سمجھے کرنے کو تیار ہوگئیں۔ اب اسی کپڑے کے متعلق دیکھو۔ بعض مردوں نے اپنے گھروں میں گاڑھے کے متعلق کچھ میدان بندی کی ہوگی، بس ہماری بے وقوف بہنیں اس پہ لبیک کہنے کو تیار ہوگئیں۔ حالانکہ انکو اسکی خبر ہی نہیں کہ یہ ہمارے چند پرانے کرمفرما مردوں کا زبردست فقرہ ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ چلو اسی طرح ان کم بختوں کے کپڑوں کی طرف سے تو اطمینان ہوا گاڑھے کی چند ساڑیاں لادینگے۔ ان کی زندگی کٹ جائے گی۔ اور یہ جو گاندھی جی بھی اس قدر زور شور سے گاڑھے کا پرچار کررہے ہیں تو آخر کیوں۔ وہاں بھی یہی مصلحت پوشیدہ ہے۔ وہ کوئی کام کرتے ہیں نہیں اور نہ کرنا چاہتے ہیں۔ بال بچوں والے آدمی ٹھہرے۔ دیکھا اچھا ہے کفایت اسی میں ہے کہ انسان ستو کھائے اور

گاڑھا پہنے۔ دیکھتی ہو اپنی کیا شکل بنا رکھی ہے ۔ ننگ دھڑنگ، ایک لنگوٹی باندھے ہوئے معلوم ہوتا ہے۔ برسوں کھانے سے ملاقات نہیں ہوئی ہے میں کہتی ہوں انہوں نے بیرسٹری پاس کرکے کیا کیا۔ اور اگر خود کچھ نہیں کرتے تھے تو دوسروں کو پریشان کرنے سے کیا حاصل۔

آمنہ بیگم ۔ جی۔ واہ! بیرسٹری کی بھی ایک رہی! ارے کہیں کے کسان ہونگے اور وہ تو لباس ہی سے کہے دیتا ہے۔ ہندوستانیوں کو تو بھی عقل آئیگی نہیں۔ دیکھا ایک شخص کوئی نئی بات کہہ رہا ہے چلئے اسی کے ساتھ ہو لئے اسی میں تو یہ لوگ تباہ ہوئے۔ ہاں اور کمال سنئے گا۔ کل کسی نے کہا کہ گاندھی جی جیل سے تین گھنٹوں کے لئے غائب ہو گئے تھے۔ اب جو سنتا ہے کہتا ہے کہ ہو نہ ہو یہ کوئی اوتار ہے۔ اور مسلمانوں کو تو دیکھو کہ وہ بھی انکی بزرگی کے قائل ہوتے جاتے ہیں۔ الحمد لتوبہ۔ اب تو اس گاندھی کی آندھی میں ایمان تک اڑا جارہا ہے۔ میں کہتی ہوں جب غائب ہی ہوسکتے تھے تو پھر پوری طرح کیوں نہ غائب ہوگئے۔ اور اپنے کل ساتھیوں کو جیل سے نکال کیوں نہ لیتے گئے۔ سچ ہے قیامت قریب ہے۔ اس زمانہ میں ایمان کا برقرار رہنا بھی بڑی بات ہے۔

ابھی ان خواتین کی گفتگو ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ سامنے سے جمینا گوالن آتی ہوئی دکھائی دی جس کو دیکھتے ہی اصغری بیگم بولیں لے او جمینا بھی آگئی۔ اسی بیچاری سے تو یہ ساری باتیں معلوم ہوتی ہیں (جمینا سے) ہاں تو آج کل تیرے گاندھی جی مہاراج کہاں براجتے ہیں۔ میں نے سنا وہ سادہ جیل سے اکثر غائب بھی ہوجاتے ہیں۔

جمینا ۔ لے سرکار تو یہ کچھ جھوٹ تھوڑا ہی ہے۔ وہ رشی جی ٹھہرے۔ ان کے لئے یہ کونسی بڑی بات ہے۔ ارے آپ غائب ہوجانیکو کہتے ہیں۔ میرا بھائی کہہ رہا تھا کہ کسی جگہ لوگوں نے گاندھی جی کو سورج کے نیچے چرکھا چلاتے دیکھا۔ اور ایک جگہ انکو اپنے چیلوں کے ساتھ کوئی دریا پار کرنا تھا۔ اور سرکار نے جہاج اور کشتی بند کردیا تھا تو بس گاندھی جی نے تین مرتبہ تالی بجائی اور اپنے چیلوں سمیت اس طرح دریا کو پار کردیا جیسے زمین پر چل رہے ہیں۔ میرا بھائی تو کہتا تھا کہ آج کل رات کو نیند میں صاحب لوگ گاندھی گاندھی پکارتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے مہاتما جی ان سب کو کھاب میں آکر ڈراتے ہیں کہ اگر تم لوگ سیدھے سیدھے بھارت سے نہیں بھاگوگے تو پھر ہم چرکھا چلا چلا کر جبردستی تم سب کو یہاں سے نکال دینگے۔

جمینا کی تائید یا تردید میں ابھی گھر کی بیبیاں کچھ بولنے بھی نہ پائی تھیں کہ مکھو لیا حلال خورن بھی مع اپنے ساز و سامان کے پہنچ گئی اور آتے ہی بولی کل رات کو سراب کی دوکان پر سے دو سو آدمی کو سپاہی لوگ پکڑ کر لے گئے۔ اور کوئی پچاس ہجار آدمی ٹھراں پر جمع تھے کہ ہم کو بھی جیل کھانہ لیچلو۔ سرکار کی طرف سے دو ہجار گورے کی پلٹن آئی مگر اسپر بھی کوئی نہیں ٹلا۔ تب مجسٹر نے گولی چلانے کا حکم دیا۔ جس سے چار پانچ آدمی گر گئے۔ ایک آدمی پر ایک گورے نے گھوڑا دوڑایا مگر پھر بھی اپنی جگہ سے وہ نہیں ہٹا۔

آمنہ بیگم۔ اصغری سنتی ہو یہ لوگ کیا کہہ رہی ہیں"۔

اصغری بیگم۔ بہن میری تو عقل گم ہے کہ آخر یہ کیا ہو رہا ہے۔

جینیا اور مکھولیا کی تقریروں کا یہ اثر ہوا کہ گھر کی سب مامائیں اپنے اپنے کام چھوڑ کر وہاں پر جمع ہو گئیں۔ اور ان تازہ خبروں کو ایک دلچسپی کے ساتھ سننے لگیں۔ اسوقت وہاں کی ماما حکیمن بازار سے واپس آئی اور دروازہ ہی سے اس نے یہ خبر سنائی کہ یہاں کل جرمن والا آئیگا اور تمام شہر میں گولی چلے گی۔ اس وحشتناک خبر نے تو سب کے ہوش اڑا دئیے۔ گھبرا کر اصغری بیگم نے پوچھا " ارے تم نے یہ کس سے سنا؟ جس کے جواب میں حکیمن نے کہا کہ " ابھی ابھی شہر میں میں نے ڈگڈگی پٹتے ہوئے سنا کہ کوئی آدمی اپنے بچوں کو گھر سے باہر نہ نکالے۔ جرمن والا آ رہا ہے۔ اس خبر کی تائید میں محترمہ حکیمن صاحبہ نے اتنا اضافہ اور کر دیا کہ اسے صرف میں نے ہی نہیں سنا بلکہ دجوا کی ماں۔ منّا کی خالہ۔ ابراہیم کی نانی اور بڑی حویلی کی ماماں۔ بتولن نے بھی خود اپنے کانوں سے سنا ہے اور وہ لوگ بھی دوڑتی ہوئی اپنے اپنے ہاں خبر کرنے گئی ہیں۔ اب تو اس اطلاع کی تائید بلکہ مزید تائید بھی ہو گئی تھی۔ پھر بھلا کسے مخالفت کی مجال ہو سکتی تھی۔ چنانچہ یہ خبر پوری تصدیق کیساتھ مان لی گئی کہ کل شہر میں جرمن والا آنیوالا ہے اسلئے ہر شخص کو ہوشیار رہنا چاہیے حکیمن کی اس خبر پر بھی جینیا اور مکھولیا اپنے اپنے خیال کا اظہار کرنا چاہتی ہی تھی۔ کہ اصغری بیگم کے کسی عزیز کے ہاں سے ایک ماماں کچھ حصہ لیکر آئی۔ اور آتے ہی اس نے سبھوں کو مخاطب کر کے کہا کہ " ابھی راستہ میں ایک جگہ بڑی بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ دریافت جو کیا تو معلوم ہوا کہ کسی باغ میں ایک آم ہوا ہے جس پہ گاندھی جی کی تصویر بنی ہوئی ہے اور اس باغ کا مالی کہہ رہا تھا کہ اس آم کے درخت کے پاس سے رات کے وقت کئی روز سے جے جے کی آواز بھی آتی تھی۔ میں نے خود اس آم کو دیکھا ہے بہت صاف تصویر ہے۔ پوچھنے سے پتہ چلا کہ سرکار اس آم کو بھی گرفتار کرنیوالی ہے۔ شاید کل تک اسے بھی جیل لیجائیں"

جرمن والے کی تشریف آوری کی اطلاع کے بعد اس عجیب و غریب خبر نے سب کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی اور تمام حاضرین جلسہ متحیر تھے کہ آخر یہ کیا قصہ ہے۔ فوراً باہر سے میاں بلوائے گئے اور بیک زبان آمنہ بیگم اور اصغری بیگم نے ان سے سوال کیا کہ " کیوں " آپ نے بھی جرمن والے کی آمد یا اس کے متعلق کچھ سنا ہے جس پہ گاندھی جی کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ میاں نے سنا اور اس مجمع کو دیکھکر فوراً تمام باتوں کی تہ کو پہونچ گئے۔ کچھ جواب نہیں دیا اور آہستہ سے یہ کہتے ہوئے کہ " کن پاگلوں سے پالا پڑا ہے۔ باہر چلے گئے جینیا اور مکھولیا " گاندھی مارکہ " آم دیکھنے کے اشتیاق میں فوراً روانہ ہو گئیں۔ اصغری بیگم اور آمنہ بیگم چھوٹے بچوں کو لیکر اسی وقت کمرے میں چلی گئیں کہ کہیں جرمن والا قبل از وقت پہنچگیا اور بچوں کو لے بھاگا تو پھر کیا ہوگا۔ میں بھی اب کیا کرتا۔ کاغذ اور پنسل جیب میں رکھی اور " خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے " کہتا ہوا اپنے گھر چلا آیا۔ اور یہاں پہنچکر اپنے نوٹ کا اقتباس لکھنے میں مشغول ہو گیا۔

شرف الدین احمد۔ بی اے۔ (علیگ) عظیم آبادی

تکمیلِ محبت

خون آلود آفتاب اندھیرے میں کھو گیا اور سمندر کی موجیں عالم مدہوشی میں غرق ہو گئیں۔

ادھر ماہتاب اپنی دلکش اور روپہلی شعاعیں گلیوں اور میدانوں پانی کی سطح پر بکھیرنے میں مشغول اور نا امید موجوں کے ساز کو چھیڑنے میں مصروف ہوا تھی کہ عالم مستیت میں سطح آب کے اندر کبھی ڈوب جاتا اور کبھی ابھر آتا۔

نور کی بارش ہو رہی تھی۔ برف پوش پہاڑیوں پر قلعی پھر گئی اور سبزہ زار میدان چاندنی کی دھندلی روشنی میں ڈوب گیا۔

فضا پُرکیف تھی اور نشۂ صہبا ترنم سے سراپا سرشار کائنات عالم ایک عالم مدہوشی میں جھوم رہا تھا۔ گویا کہ عروس فطرت نے بیخودیِ شباب میں اپنا آنچل ہوا میں اڑا دیا تھا۔

سکون اور پُرکیف سکون جیسے ایستادہ تصویر میں تصویر کسی کی نظر سے دور، لب دریا، سفید بھک لباس میں دو نوخیز ہستیاں نظر آتی تھیں۔ گویا چنبیلی کے ڈھیر میں دو گلاب کے پھول پڑے ہنس رہے تھے۔ چاندنی کی اچھوتی کرنیں ان کے چمکدار چہروں پر نور برسا رہی تھیں اور نگاہیں دل میں اتری جاتی تھیں۔ ماہ لقا کی آنکھوں کی چمک دلبر کو ڈرا رہی تھی کہ یکایک لبوں نے حرکت کی۔ سحر پاش بول اٹھی "دعوئے الفت غلط مگر غلط"۔

سنتے ہی دلبر کا دل بھر آیا۔ آنسوؤں کا طوفان منڈلانے لگا سہم کر کہا۔ کہتا ہوں سچ کہ جھوٹ کی عادت نہیں مجھے اور اگر اس پر بھی اعتبار نہیں تو امتحان لے۔

خوش اندام بولی، جا، اگر دعوئ الفت سچ ہے تو اپنی ماں کا خزانۂ دل حاضر کر۔ تاکہ میں اسکو اپنے چہیتے کتے کی نظر کر دوں۔

ان الفاظ نے نشتر کا کام دیا۔ دلبر سہم گیا۔ تمام جسم میں بجلی کی طرح لہر دوڑ گئی۔ بےچینی سے رگ رگ تڑپنے لگی۔ اور روح جسم سے کشمکش کرنے لگی۔ خیالات کی گہرائی میں اتر گیا ڈگمگایا لیکن سنبھلا۔ غم سے نڈھال لڑکھڑاتا چلا۔ اور اندھے کی مانند چلا۔ جوانی کا طوفان اور جذبات کا تلاطم ماں کی محبت کی پُرکیفیت حس کو بہالے گیا۔ اور پلک کی جھپک میں ماں کی محبت کو اپنی محبت پر نثار کر دیا۔

محبت میں جرأت خطرناک نتائج کا پیش خیمہ ہوتی ہے ایسی حالت میں انسان جو کچھ نہ کر گذرے بعید نہیں، انسان نامکمل تخلیق ہے لیکن ماں سراپا محبت اور محبت کی تکمیل ماں کی محبت روح کی گہرائیوں میں پرورش پاتی ہے۔

آخر کار خوش اندام کو نظر کرنے کی غرض سے ہاتھ میں ماں کا خون آلود دل لیکر دوڑا۔ ٹھوکر کھائی اور گرا۔ ہاتھ سے دل نکل کر زمین پر جا رہا اور تڑپنے لگا۔ تڑپ کے ساتھ اس خون کے لوتھڑے سے ایک صدا ادا ہوئی "بیٹا کہیں چوٹ تو نہیں آئی" (ماخوذ از فرانسیسی)

صغرا احمد (لاہور)

مہمان نوازی

دنیا میں شاید ہی کوئی انسان ہو جس کے گھر مہمان نہ آتے ہوں۔ یا جو خود کبھی دوسرے کے گھر بطور مہمان نہ گیا ہو۔ لہٰذا ہر شخص خواہ مرد ہو یا عورت اتنا ضرور جانتا اور تسلیم کرتا ہے کہ میزبان کا فرض مہمان کو آرام پہنچانا ہے۔ اپنی دانست میں سبھی اس فرض کو اچھی طرح انجام دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اکثر بسبب نادانی میزبان سے ایسی حرکتیں سرزد ہو جاتی ہیں کہ مہمان بجائے خوش ہونے کے اور آرام حاصل کرنے کے رنجیدہ ہو کر جاتا ہے۔ اس پر طرہ یہ کہ میزبان بیچارے کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا کہ اس کے افعال مہمان کی مرضی کے خلاف ہیں۔ میں ذیل میں عصمتی بہنوں کو چند ایسے امور کی طرف متوجہ کروں گی جن کا لحاظ نہ رکھنے یا جن کے متعلق غلط فہمی کی وجہ سے مہمان کبیدہ خاطر ہو جاتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اگر علاوہ دیگر شرائط مہمانداری کے ان باتوں کا بھی خیال رکھا جائے جو بظاہر معمولی معلوم ہوتی ہیں لیکن جو فی الحقیقت بہت اہم ہیں تو مہمان کو اپنے گھر جانے کے بعد کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ رہے۔

سب سے پہلی بات جو غور طلب ہے وہ مسئلہ تکلف ہے۔ اس مسئلہ پر لوگوں میں اختلاف ہے۔ ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ جس قدر زیادہ تصنع اور غیر معمولی مدارات سے کام لیا جائے گا۔ اتنا ہی مہمان خوش ہوگا۔ دوسرا گروہ جو تعداد میں کم ہے دعوت شیراز کا دم بھرتا ہے لیکن فی الحقیقت دونوں گروہ راہ راست سے دور ہیں۔ تکلف ضرور ہونا چاہئے۔ مگر اس قدر بھی نہیں کہ تکلیف کی حد کو پہنچ جائے۔ اور نہ اس قدر بے تکلفی برتنی چاہئے کہ مہمان اور میزبان میں کوئی فرق نہ رہ جائے۔ افراط و تفریط دونوں سے پرہیز کرنا چاہئے۔ ایسے تکلف کی جس سے تکلیف پہنچے بہت مثالیں مل سکتی ہیں۔ محض کھانے کو لیجئے۔ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جو عموماً بڑے شوق سے کھائی جاتی ہیں۔ لیکن بعض اشخاص انہیں ناپسند کرتے ہیں۔ میں خود چند ایسے آدمیوں کو جانتی ہوں۔ کسی کو انڈوں سے نفرت ہے تو کسی کو مچھلی نہیں بھاتی۔ کسی کو مرغ کا گوشت ناپسند ہے تو کوئی کریلا، کٹھل کی ترکاری اور مسور کی دال سے زہر کی طرح پرہیز کرتا ہے۔ اب اگر یہ چیزیں بڑے تکلف کے ساتھ پکا کر مذکورہ بالا قسم کے کسی مہمان کے سامنے لائی جائیں تو اس کے جذبات کیا ہوں گے؟ غالباً میزبان کی دل شکنی کا خیال کر کے وہ خاموش ہو جائے گا۔ اور طبیعت پر جبر کر کے کھا لیگا۔ لیکن دل میں اسے ضرور افسوس ہوگا کہ میزبان نے ناحق تکلیف اٹھائی۔ اور میری پسند کے خلاف کھانا پکایا گیا۔ کیا ہی اچھا ہو اگر اس تکلیف دہ تکلف کو بالائے طاق رکھ کر مہمان سے لوگ پوچھ لیا کریں کہ فلاں چیز جو گھر میں پک رہی ہے

اُسے ناپسند تو نہیں ہے۔ اگر اب بھی وہ کسی شرم کی وجہ سے جسے میں جھوٹی شرم کہوں گی اپنی صحیح رائے کا اظہار نہ کرے تو یہ اسی کا قصور ہوگا۔ کیونکہ میزبان اپنے فرض سے سبکدوش ہوچکا۔ یہاں پر میں یہ واضح کردینا ضروری سمجھتی ہوں کہ میرا یہ مطلب نہیں ہے کہ بغیر ضرورت مہمان سے پوچھا جائے کہ وہ فلاں چیز کھائے گا یا نہیں۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ میزبان مہمان کی طبیعت سے واقف ہوتا ہے۔ ایسی صورت میں اس سے پوچھنا محض فضول ہی نہیں بلکہ بُرا ہے بعض لوگوں کا قاعدہ ہے کہ مہمان سے پوچھتے ہیں کہ آپ کیا کھائیں گے۔ جیسا کھانا آپ پسند کریں تیار کرا دیا جائے ایسے سوالات اسی وقت مناسب ہیں جب میزبان اور مہمان آپس میں پہلے سے بہت بے تکلف ہوں۔ دوسرا اس قسم کے سوالات کو اتلا بے غور خیال کرے گا۔

بے محل تکلف سے بھی اکثر بڑی کوفت ہوتی ہے۔ میرے بڑے بھائی صاحب کا واقعہ ہے کہ وہ کہیں رشتہ داری میں کسی ضروری کام سے گئے۔ جب کام ختم ہوچکا اور چلنے کا ارادہ کیا تو عورتوں نے کہلا بھیجا کہ ذرا اٹک جائیں انہوں نے سمجھا کوئی کام ہوگا۔ اور ٹھہر گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک خوان میں بہت سی مٹھائیاں اور دوسری کھانے کی چیزیں سجا کر سامنے رکھدی گئیں اور اصرار ہوا کہ سب کھانا پڑے گا۔ اول تو ناشتہ کا وقت نہ تھا اور کچھ پہلے سے طبیعت مالش کر رہی تھی۔ لاکھ عذر کیا لیکن سماعت نہ ہوئی۔ گھر کی جو بڑی بوڑھی تھیں انہوں نے کہلا بھیجا کہ اگر نہ کھائیں گے تو ہمیں بڑا رنج ہوگا۔ خیر قہر درویش برجان درویش کھا تو لیا لیکن گھر آکر متلی نے زیادہ پریشان کیا۔ ڈاکٹر کے یہاں گئے انہوں نے دوا دی اور تاکید کردی کہ رات کو کھانا نہ کھائیں۔ حاصل کلام یہ کہ میزبانی کی بیجا ضد سے مہمان کو کس قدر تکلیف ہوئی۔ یہ خیال غلط ہے کہ مہمان کو بغیر کھانا کھلائے جانے نہ دینا چاہئے۔ ایسا سلوک تو فقیروں اور محتاجوں کے ساتھ کرنا مناسب ہے۔ جنہیں کھانے کو نہیں جڑتا۔ مہمان کی مدارات محض عمدہ کھانے پر منحصر نہیں ہے بلکہ تپاک سے ملنا۔ عزت سے بٹھانا۔ توجہ اور خوش اخلاقی کے ساتھ گفتگو کرنا وغیرہ وغیرہ ہزاروں باتیں ایسی ہیں جن کے ذریعہ خاطرداری کیجا سکتی ہے۔ البتہ اگر کھانے کا وقت ہو تو اصرار کیا جاسکتا ہے۔ اور ایک حد تک کرنا بھی چاہیئے۔

میں نے اکثر بہنوں کو دیکھا ہے کہ جہاں ان کے یہاں مہمان آیا اور وہ گھر کے دھندوں میں اس قدر منہمک ہوگئیں کہ اس غریب کا خیال ہی نہ رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مہمان بی بی اکیلی بیٹھی رہتی ہیں۔ اور اُن سے کوئی بات کرنے والا بھی نظر نہیں آتا۔ مہمان داری کا لطف تو جب ہے کہ میزبان اِدھر اُدھر دوڑتا اور نوکروں پر چلاتا نظر نہ آئے اور پھر بھی مہمان کی مدارات خاطر خواہ ہو۔ جہاں تک ہوسکے پہلے سے انتظام کرلینا چاہئے۔ تاکہ عین وقت پر یہ نہ ہو کہ دم لینے کی فرصت نہ رہے۔ اور مہمان بھی یہ خیال نہ کرے کہ میری وجہ سے گھر والوں کو

بڑی تکلیف پہنچی۔ اگر یہ ناممکن ہو تو مہمان کو تنہا چھوڑ دینے سے یہ بہتر ہے کہ تکلف میں کمی کر دیجائے۔ میں تو سمجھتی ہوں کہ مہمان اچھے کھانوں کے مقابلہ میں میٹھی گفتگو اور حسن سلوک سے کہیں زیادہ خوش ہو سکتا ہے۔

دعوت شیراز کے اصول پر چلنا بھی برا ہے۔ اتنا بے تکلف نہ ہو جائے کہ مہمان سے گھر کا کام لے۔ بعض عورتوں کی عادت ہے کہ مہمان کے سامنے ترکاری یا پیاز رکھ دیتی ہیں اور کہہ دیتی ہیں کہ آپ ذرا انہیں کتر ڈالیں تو میں دوسرے کام کر لوں۔ یہ نہ خیال کرنا چاہئے کہ مہمان اپنے گھر کس طرح زندگی بسر کرتا ہے بلکہ اپنی حیثیت کے مطابق اس کی عزت اور خاطر داری کرنی چاہیئے۔ بالخصوص جب ایک وقت میں کئی مہمان ہوں تو سب کے ساتھ یکساں سلوک کرنا چاہئے۔ امیری اور غریبی کو مدنظر رکھکر کسی کے ساتھ زیادہ اور کسی کے ساتھ کم خاطر داری سے پیش آنا پرلے درجہ کا کمینہ پن ہے۔ اس سے بڑھکر مہمان کا دل آزردہ کرنے والا دوسرا فعل نہیں ہو سکتا۔

گھر میں ہر وقت دو ایک زائد پلنگ کا موجود ہونا ضروری ہے۔ بعض مہمانوں کی عادت ہے کہ رات گئے بغیر اطلاع کے آدھمکتے ہیں۔ اس وقت سارے محلہ میں لوگوں کو جگا جگا کر پلنگ مانگنا پڑتا ہے۔ ایسا کرنے سے اپنے علاوہ ہمسایوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ عین وقت پر پلنگ دستیاب نہ ہو سکے۔ جب مہمان جانے لگے تو اسے روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ لیکن اس قدر ضد سے کام نہ لے کہ اسے ناگوار خاطر ہو۔

اکثر لوگوں کا قاعدہ ہے کہ ایک جگہ کچھ دن رہنے کے بعد اکتا جاتے ہیں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ کسی تکلیف یا ناقدر شناسی کی وجہ سے وہ زیادہ ٹھہرنا مناسب نہیں سمجھتے بلکہ وہ اپنی طبیعت سے مجبور ہیں۔ ایسی صورت میں انہیں زبردستی روکنا فضول ہے۔ کیونکہ ان کا جی نہ لگے گا بلکہ اور وحشت ہوگی۔

کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ غیر مدعو مہمان کا کوئی حق میزبان پر عائد نہیں ہوتا لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے اگر ایسے مہمان کو گھر ہی میں گھسنے نہ دیا جائے تو یہ بھی ایک حد تک جائز ہے (اگرچہ میں سمجھتی ہوں کہ کسی کی غیرت وحمیت ایسی بے مروتی گوارا نہ کرے گی) لیکن جب ایسے مہمان کو گھر میں جگہ دیدی گئی تو گویا وہ مدعو ہوگیا اب اس کے ساتھ بھی اسی خاطر داری کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ جو دوسرے مہمانوں کے ساتھ برتی جاتی ہے۔ اگر اپنے گھر اتفاق سے کوئی ایسا آدمی آجائے جس سے دوستانہ تعلقات منقطع ہو چکے ہیں تو حتی المقدور اس کی خاطر داری اور عزت خوب کرنی چاہئے۔ شاید وہ خوش ہو جائے اور پرانے مخلصانہ تعلقات پھر قائم ہو جائیں۔ صرف اتنے ہی پر بس نہ کرنا چاہئے۔ بلکہ اگر ممکن ہو تو خود ان لوگوں کو اپنے گھر مدعو کرے جن سے بگاڑ ہے۔ اور اپنے حسن سلوک سے انہیں راضی کرنے کی کوشش کرے۔ قدیم اہل عرب اپنی مہمان نوازی کیلئے ضرب المثل ہیں۔ ان کے یہاں اگر کوئی شخص مہمان ہوتا تھا اور بعد میں یہ ظاہر ہوتا تھا کہ وہ میزبان کے کسی قریبی رشتہ دار کا قاتل ہے تب بھی اسکی خاطر داری میں کمی نہ کیجاتی تھی انکے نزدیک اس سے بڑھکر کوئی طعنہ نہ تھا کہ فلاں شخص مہمان نواز نہیں ہے۔ اگر ہم لوگ "با دوستاں تلطف با دشمناں مدارا" کے زرین اصول کو مدنظر رکھیں تو بدخواہوں کے دل رام ہو جائیں اور دوستوں سے ناچاقی نہ ہو

مسز احمد حسن خان۔ جون پور

لڑکیوں کی صحت

"خون کی کمی" یا ANAMIA۔ دس سال سے پندرہ سال تک کی بہت سی لڑکیاں اس مرض کی شکایت کرتی ہیں۔ اور وہ بہت لاغر اور زرد دکھائی دیتی ہیں جس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کی مائیں بچپن میں انہیں تازہ ہوا میں جانے کی اجازت نہیں دیتیں اور جب انہیں خفیف سا بخار ہوجاتا ہے تو ہفتوں بعد تک اس خیال سے کہ لڑکی پھر بیمار نہ ہوجائے بستر سے اٹھنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اس کے کمرہ کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کردیے جاتے ہیں، اور وہ شاذ و نادر ہی کھولے جاتے ہیں اور اگر کبھی اسے اپنے کمرے میں سے باہر جانے کی اجازت بھی دیجاتی ہے تو اس صورت میں کہ بیچاری کو کپڑوں سے لاد دیا جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ لڑکی کمزور ہوجاتی ہے۔ وہ کام کرنے کے قابل نہیں رہتی۔ مختلف امراض سے تکلیف اٹھاتی ہے۔ اس کا بہترین علاج ہے کہ کھلی ہوا میں خوب ورزش کیجائے۔ اس کے ساتھ کھیلنے کے لئے ہمجولیاں ہوں۔ خوراک اچھی اور عمدہ ملنی چاہیے۔ مچھلی کا تیل (COD LIVER OIL) اور TONICS OT IRON کا استعمال کرانا چاہئیے۔ علاوہ ازیں دس بوندیں ٹنکچر آف آرن تھوڑے سے پانی میں ملا کر تین دفعہ پی جائے۔ لیکن کھلی ہوا میں ورزش اور سیر کرنی لازم ہے۔ گھر میں ہر وقت بیٹھے رہنا ان پر برا اثر ڈالتا ہے۔ نیز FERROMALT بھی اس مرض کے لئے اچھی دوا ہے۔

غشی آج کل کثرت سے لڑکیاں بے ہوش ہوجاتی ہیں۔ اس مرض میں عمر کی قید نہیں۔ چھوٹی اور بڑی سب ہی اس سے تکلیف اٹھاتی ہیں۔ میں خود حیران ہوں۔ آخر اس کی کیا وجہ ہے؟ لیکن یہ واقعہ ہر وقت ہمارے پیش آتا رہتا ہے۔ اس لئے ہمیں اس کے متعلق کچھ جاننا لازم ہے۔ جب مریضہ بیہوش ہوکر زمین پر گر پڑے تو فوراً اسے اٹھا کر آہستہ سے آرام دہ صوفہ پر لٹا دو۔ لیکن سر کے نیچے تکیہ ہرگز نہیں رکھنا چاہیئے۔ اور اس بات کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے کہ سر جسم کے ہموار ہو۔ عام لوگ یہی غلطی عموماً کرتے ہیں کہ سر کے نیچے تکیہ عموماً رکھ دیتے ہیں۔

کمرے کے تمام دروازے اور کھڑکیاں کھول دو۔ تاکہ تازہ ہوا کی آمد و رفت ہو۔ مریضہ کے کپڑے ڈھیلے کردو۔ برانڈی یا سپرٹ سے اس کے سینہ پر مالش کرو۔ لیکن نہایت آہستہ آہستہ۔ منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے دو۔ اور عطر سنگھاؤ۔ لیکن مریضہ کے پاس زیادہ آدمی نہ آنے دو۔ کیونکہ اس سے مریضہ کو تازہ ہوا نصیب نہ ہوگی۔ جس شخص کو بیہوشی کا مرض ہو۔ اس کی خوراک کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہیے۔ اور اس کے

دل بہلانے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ کونین باقاعدہ طور پر پلانی چاہئیے۔ ڈاکٹر سے رائے لیکر طاقت ور دوائیوں مثلاً WINCARNIS کا استعمال کرانا چاہئیے۔

بدہضمی بہت سی نوجوان لڑکیاں بدہضمی سے تکلیف اٹھاتی ہیں۔ اور یہی بدہضمی بہت سے خوفناک امراض کی ابتدا ہے۔ اس مرض سے بچنے کی بہت کوشش کرنی چاہئیے۔

اس کی مریضہ کا چہرہ اترا ہوا ہوتا ہے اور آنکھیں چمکدار نہیں نظر آتیں۔ مریضہ کو چاہئیے کہ سب سے پیشتر بیماری کی وجہ خود دریافت کرنے کی کوشش کرے۔ اور اسکو اپنے دل سے مندرجہ ذیل سوالات پوچھنے چاہئیے۔ کیا میں ورزش کرتی ہوں؟ کہ مجھے سویرے اٹھنے کی عادت ہے؟ کیا میں ہر روز سویرے غسل کرتی ہوں کیا میں وقت پر کھانا کھاتی ہوں؟ کیا میں آہستہ آہستہ کھانا کھاتی ہوں؟ ہرگز نہیں۔ بدہضمی کی مریضہ کبھی ان باتوں پر عمل نہیں کرتی۔ وہ نہ سویرے اٹھنے کی تکلیف گوارا کرتی ہے۔ نہ غسل کرتی ہے۔ بلکہ ہفتوں بعد غسل خانہ کی شکل دیکھتی ہے۔ اور اسی طرح بہت بے قاعدہ کھانا کھاتی ہے۔

مریضہ کو بہت ہلکی خوراک ملنی چاہئیے۔ دودھ۔ دلیا۔ کورن فلاور۔ بہترین غذائیں ہیں۔ کھانے کے وقت سرکہ کا استعمال کرنا چاہئیے۔ روٹیاں جتنی بھی ہوسکیں تھوڑی استعمال کرنی چاہئیں۔ نیم حکیم خطرۂ جان پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک کی بتائی ہوئی دوائیاں نہیں استعمال کرنی چاہئیں۔ ہر روز صبح سویرے فروٹ سالٹ یا کریم آف ٹارٹر کے ایک یا دو چمچے کا۔ بوئیٹ آف سوڈا پانی میں ملا کر دینا چاہئیے۔ انشاءاللہ بہت فائدہ ہوگا۔

سرور جہاں (بہاولپور)

حضرت علامہ راشد الخیری کی تین کتابیں

منظر طرابلس

حضرت عثمان غنی خلیفۂ سوم کے عہد میں تسخیر طرابلس کے لئے مسلمانوں کا جوش ایمانی۔ حضرت زبیر جن عوام کی بے مثل بہادری۔ ایثار و شجاعت محبت کے آتشکدہ میں بیگناہ لڑکی کی قربانی حقیقی بہن کے ہاتھوں بھائی کا قتل۔ مذہبی پیشوا کی سیہ کاریاں علقمہ اور شہزادی لیبو کی کہانی۔ اور فتح طرابلس کا آخری منظر قیمت ۵ر یہ کتابیں کنواری لڑکیاں نہ منگائیں

منیجر عصمت دہلی

شہنشاہ کا فیصلہ

عہد عباسی کے بغداد کا دلآویز سبق آموز افسانہ۔ ایک شخص اپنی بیوی کی شادی کن اسباب کے تحت میں ایک دوسرے شخص سے کرتا ہے۔ ایک مصیبت زدہ ماں کا بیگناہ بچہ کس وجہ سے واجب القتل ٹھہرایا جاتا ہے اور ماں کی کیا کیفیت ہوتی ہے۔ ملکہ اپنے مقصد کیلئے کیا کیا کوششیں کرتی ہے۔ اور آخر میں کس خوبی سے شہنشاہ کا فیصلہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ کر دیتا ہے یہ ایسے باب ہیں کہ صرف پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں قیمت ۱۲

شہید مغرب

طرابلس اور مراکش میں مسلمانوں اور عیسائیوں کے مقابلہ اسلام اور نصرانیت کے معرکے مسلمانوں کی ناموس اسلام پر قربانیاں مسلمانوں کی ترقی کا راز اور تنزل کے اسباب شدھی اور تبلیغ کا اثر۔ دس سبق آموز درد انگیز افسانے اگر آپ کو سیاست سے شوق ہے تو شہید مغرب دیکھئے اگر جوش ایمانی آپ کے دل میں ہے اور اسلامی خون رگوں میں دوڑ رہا ہے تو شہید مغرب کا مطالعہ کیجئے قیمت عہ

منیجر عصمت دہلی

زچہ خانہ

سلسلہ کیلئے نومبر کا پرچہ دیکھئے

بچہ کیلئے مناسب غذا کا انتخاب

اگر بچہ کسی وجہ سے ماں کا دودھ نہ پی سکے اور دایہ کا دودھ بھی نہ پا سکے تو ایسی صورت میں اس کے لئے بہترین بدل گائے کا دودھ ہے۔ قبل اس کے کہ میں گائے کے دودھ کو ماں کے دودھ کی خاصیت پر لانے کا طریقہ بتلاؤں یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شیر مادر و شیر گاؤ کے خواص کا فرق بھی بتلا دوں۔ تاکہ عورتوں اور عوام کے سمجھنے میں آسانی ہو مختصر الفاظ میں یوں سمجھنا چاہئے کہ گائے کے دودھ میں ماں کے دودھ سے زیادہ پروٹین۔ نسبتاً کم روغنی چیز یا گھی اور مقابلۃً کم شکر ہوتی ہے۔ گائے کے دودھ میں ماں کے دودھ سے زیادہ پروٹین ہونے کے علاوہ اس کی خاصیت میں بھی فرق ہے۔ جس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ جب گائے کا دودھ معدہ میں پہنچتا ہے تو اس پر معدہ کے زہر کا اثر پڑتا ہے جس سے دودھ منجمد ہونے کے باعث ہضم نہیں ہوتا۔

لیکن برخلاف اس کے ماں کے دودھ میں یہ بات نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے وہ آسانی سے ہضم ہو جاتا ہے اس کے علاوہ گائے کے دودھ میں جراثیم کا امکان ہوتا ہے جس سے بیماری پیدا ہونے کا احتمال رہتا ہے۔ لیکن ماں کا دودھ ان تمام باتوں سے پاک رہتا ہے۔

مندرجہ بالا باتوں کے اظہار کے بعد اب گائے کے دودھ کو ماں کے دودھ کی خاصیت پر لانے کا طریقہ درج کرتا ہوں۔ یہ تو میں بتلا چکا ہوں کہ گائے کے دودھ میں ایسی چیز ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ معدہ میں پہونچکر منجمد ہونے کے باعث ہضم نہیں ہوتا۔ پس اس کی مقدار کم کرنے کے لئے اس میں پانی ملانا لازمی ہے جس سے ایک طرف تو دودھ کے منجمد ہونے کی خاصیت کم ہونے کے باعث زود ہضم ہو جاتا ہے۔ لیکن دوسری طرف روغن و شکر میں نسبتاً کمی واقع ہو جاتی ہے۔ جس کا تدارک شکر کے اضافہ اور روغن کے بجائے مچھلی کے تیل کی آمیزش سے کیا جاتا ہے۔ یعنی مختصر یہ ہے کہ گائے کے دودھ کو ماں کی دودھ کی خاصیت پر لانے کے لئے اس میں پانی ملانا پڑتا ہے۔ اس کے بعد شکر اور مچھلی کا تیل ڈالکر کمی پوری کیجاتی ہے۔ اس جگہ پر یہ بھی بتلا دینا لازمی ہے کہ دیسی شکر دیر ہضم ہوتی ہے۔ اس لئے ایسے بچوں کو جنکا ہاضمہ خراب ہو بہتر یہ ہے کہ دیسی شکر کی بجائے دودھ کی شکر جسکو انگریزی میں "ملک شوگر" کہتے ہیں منگوا کر استعمال کرانا چاہئے۔ چونکہ میں پہلے بتلا چکا ہوں کہ ماں کا دودھ تمام بیماری کے جراثیم سے پاک ہوتا ہے۔ اور گائے کے دودھ میں بیماری کے کیڑے موجود

رہتے ہیں۔ اس لئے استعمال میں لانے سے قبل گائے کے دودھ کا گرم کرلینا لازمی ہے۔ تاکہ جراثیم گرمی سے مرکر بیماری کا اثر نہ پیدا کرسکیں۔

گائے کے دودھ کے استعمال کا مفصل طریقہ ۱ گائے کے دودھ میں حسب ذیل مقدار میں صاف میٹھا پانی یا آشں جو ملانا چاہیئے۔

(۱) تین ہفتہ کی عمر تک ایک حصہ دودھ اور تین حصہ پانی کا جزو۔

(۲) تین ہفتہ سے ۱½ ماہ کی عمر تک نصف دودھ۔ نصف پانی۔

(۳) ۱½ ماہ سے ۳ ماہ تک ۳ حصہ دودھ ایک حصہ پانی۔

اس کے بعد اگر بچہ کا ہاضمہ درست ہو تو بغیر پانی کی آمیزش کے دودھ دیا جاسکتا ہے

۲۔ پانی کی آمیزش کے بعد نوزائیدہ بچہ کے دودھ کو ۳۰ منٹ تک آگ پر رکھکر کھولانا چاہئے۔ لیکن جب بچہ کی عمر زیادہ ہوجائے یعنی ۳ ماہ کی عمر پہ دودھ کو نصف گھنٹہ کی بجائے صرف دس منٹ تک آگ پر رکھنا چاہئے۔

۳۔ دودھ میں دودھ کی شکر ایک سیر دودھ میں ایک چائے کے چمچہ کے برابر ہونی چاہئے۔

۴۔ روغن یا گھی کی کمی مچھلی کے تیل کی آمیزش سے پوری کرنی چاہیئے جس کی مقدار دو قطرہ فی خوراک ہو۔

اس کے علاوہ اس بات کا خاص اہتمام ہونا چاہیئے کہ بچہ کے دودھ پلانے کا تمام سامان علیحدہ ایک مقررہ جگہ پر موجود رہے۔ بچہ کے دودھ پلانے کے لئے ان چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔

(۱) ایک دودھ رکھنے کا برتن (۲) ایک مختصر صاف ایلومینیم کی چھوٹی دیگچی معہ سرپوش جس میں دودھ کھولایا جاسکے (۳) ایک کشتی نما دونوں طرف کھلی ہوئی دودھ دانی۔ (۴) ایک چھوٹا چمچہ (۵) ایک شکر کا برتن معہ شکر۔ شکر کا برتن و دودھ رکھنے کا برتن چوڑے منہ کا ہونا چاہیئے (۶) ایک انگیٹھی جسپر دودھ گرم کیا جائے۔

اس طریقہ پر اوپر بتلائے ہوئے اصول یعنی پابندی اوقات و صفائی کے ساتھ دودھ پلانے پر کوئی وجہ نہیں کہ بچہ کی تندرستی اچھی نہ رہے۔

یہاں یہ بھی گوش گزار کردینا چاہیئے کہ ۶ ماہ کی عمر تک بچہ کو دودھ کے علاوہ کسی قسم کی غذا نہیں دینی چاہیئے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ چھ ماہ کی عمر سے پہلے تھوک پیدا نہیں ہوتا جس کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ مائدہ۔ روٹی و بسکٹ وغیرہ کے ہضم کرنے میں مدد دیتا ہے۔ پس ۶ ماہ کی عمر سے پہلے دودھ کے علاوہ کسی اور چیز کے دینے سے بچہ کا ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے۔ اور دست وغیرہ کے امراض شروع ہوجاتے ہیں۔ اکثر مائیں اس بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے غلطی کرتی ہیں۔ اور ادنہیں اس بات کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے۔

اس قدر لکھنے کے بعد اب میں مجموعی طریقہ سے ایک جگہ مختصر الفاظ میں بچوں کے دودھ پلانے کا عملی طریقہ درج کرتا ہوں:

(۱) دودھ تازہ ہونا چاہئے۔ اگر ممکن ہو تو صبح و شام تازہ دودھ حاصل کرنا چاہئے۔ (۲) دودھ کسی علیحدہ جگہ پر رکھنا چاہئے۔ جس مرطوب نہو۔ (۳) دودھ استعمال سے قبل کھولا لینا چاہئے۔ (۴) گائے کا دودھ اوپر بتلائے ہوئے طریقہ کے ساتھ دینا چاہئے۔ (۵) دودھ رکھنے کا برتن چوڑے منہ کا ہونا چاہئے۔ (۶) جو شخص بچہ کو دودھ پلائے اسے اپنے ہاتھ وغیرہ کی صفائی رکھنی لازمی ہے۔ (۷) دودھ پابندی اوقات کے ساتھ دیا جائے۔ (۸) ایک مرتبہ کا بچا ہوا دودھ دوسری مرتبہ ہرگز استعمال میں نہ لایا جائے۔ (۹) دودھ پلانے کے بعد دودھ دانی گرم و ٹھنڈے پانی سے اچھی طرح دھو ڈالنی چاہئے۔ (۱۰) اگر دودھ اس طرح ہضم نہو تو اس میں قدرے چونے کا پانی یا سوڈا سائٹریٹ ایک گرین نصف چھٹانک دودھ کے حساب سے ڈالدیا جائے۔ (۱۱) دودھ اصول کے ساتھ پلایا جائے ۳ ماہ کی عمر سے پہلے دن میں چار یا پانچ مرتبہ اور رات میں دو تین مرتبہ لیکن ۳ ماہ کی عمر کے بعد دن میں چار مرتبہ و رات میں صرف ایک مرتبہ دودھ دینا چاہئے۔ (۱۲) جس وقت دودھ دیا جائے۔ تھوڑا سا ٹائم کرلینا ہر حالت میں بہتر ہے۔

اگر ان تمام اصول کی پابندی کے ساتھ بچہ کی پرورش و پرداشت ہوگی تو بچے صحیح و سالم۔ تندرست و توانا رہیں گے۔ اس طرح وہ بچپن ہی سے صفائی و پابندی اوقات کے عامل ہوکر آئندہ زندگی کے لئے ایک بہترین و کارآمد نسخہ حاصل کرکے کامیابی و کامرانی کے ساتھ ایام زندگی بسر کرینگے۔ اس قدر لکھنے کے بعد مجھے امید ہے کہ ناظرین خصوصاً مستورات۔ اس کی اہمیت پر نظر کرکے ان تمام اصول پر غور کرینگی۔ اور اس کی اصلاح کی کوشش میں سرگرم کار رہینگی۔ میرے خیال ناقص میں تو ذرا سی توجہ اور تھوڑی سی محنت سے تمام کام باحسن و خوبی انجام کو پہونچ سکتا ہے۔ یہانتک تو میں نے زچہ خانہ کی قبیح و بُری رسومات کا نقشہ مع اس کی اصلاح اور ساتھ ہی بچوں کے دودھ پلانے کا مفصل طریقہ پیش کیا ہے۔ اسی ضمن میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں اوائل عمر کی تعلیم و تربیت کے متعلق بھی جس کا خاص تعلق ماں سے وابستہ ہے۔ مختصر الفاظ میں تذکرہ کرکے اس کی اصلاح کی بھی کوشش کروں۔

یہ تو امر مسلمہ ہے کہ ایام طفلی میں بچہ جو کچھ دیکھتا ہے۔ یا جو کچھ سنتا ہے۔ بلا امتیاز اچھائی یا برائی اُسے ذہن نشین کرلیتا ہے۔ ایسی حالت میں اس امر کا لحاظ رکھنا چاہئیے کہ بچہ کے سامنے کوئی اخلاق سے گری ہوئی بات یا کوئی عمل قبیح نہ کیا جائے۔ بچہ کے لئے ایام طفلی میں خاص معلمہ ماں ہے۔ اور شروع میں بچے ماں سے بہت کچھ حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ کو دیکھکر اس سے بات چیت کرلینے کے بعد اس کی ظاہری حالت

یعنی صفائی پاکیزگی کو دیکھکر اس بات کا بخوبی اندازہ ہوجاتا ہے کہ بچہ کی ماں کس قدر خوش سلیقہ ہے پس ضرورت اس امر کی ہے کہ ماں خوش سلیقہ ہو۔ اس میں احساس کی صفت بدرجہ غایت موجود ہو۔ تاکہ بچہ کی تعلیم و تربیت کا خاص لحاظ رکھ سکے۔ اور اس کی اہمیت کو سمجھے اس لئے کہ بچہ کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داریاں ماں پر زیادہ تر منحصر ہیں۔ اور اس قدر اہم کام آغوش مادری ہی میں نشوونما پا سکتا ہے۔ یہ ایک عام رواج ہے کہ بچے کبھی آدم سے ڈرائے جاتے ہیں کبھی ہوّا سے۔ انہیں نیند ہی نہیں آتی۔ جب تک کہ وہ سہمانہ دیئے جائیں۔ ان کی تمام خواہشات محض اسی ایک آلہ کے ذریعہ سے روکی جاسکتی ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اپنر خوف طاری ہوجاتا ہے۔ اور یہ کسی وقت ایام طفلی میں جس کے لئے کہا گیا ہے کہ۔ ؎

خوئے بد در طبیعتے کہ نشست ... نرود جز بوقت مرگ از دست

اب انہیں خیالات کی رہنمائی میں وہ میدان زندگی میں قدم رکھتے ہیں۔ اور تمام عمر اوہام پرستی میں مبتلا رہتے ہیں۔ کاش ان پراگندہ بیانوں کے بجائے اونہیں بزرگوں کے کارنامے سنائے جائیں۔ اولیائے عظام و بزرگان دین کے حالات گوشزد کئے جاتے۔ اور اس طرح رگ حمیت کو جوش میں لایا جاتا۔ ان کے دل بجائے اسکے کہ جنوں کی غیر معمولی طاقت کے اظہار کرنے والے قصص بیان کرکے جھوٹ کی طرف مائل کئے جائیں۔ خود بڑے بڑے مشاہیر عالم کے کارناموں سے بھرے جاتے۔ اونہیں اس امر کا یقین دلایا جاتا کہ وہ بھی انہیں جیسے ہوسکتے ہیں۔ اور وہ بھی اسی طرح دنیا میں کامیابی و کامرانی کے تاج سے مزین ہوسکتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ راستبازی یعنی سچائی اور اپنے مذہب کی پابندی اپنا شعار بنائیں۔ جھوٹ سے پرہیز کریں۔ پڑھنے لکھنے سے جی چرائیں۔ بڑوں کا ادب کریں۔ والدین کی اطاعت اپنا فرض سمجھیں۔ استاد کی فرمانبرداری اپنے لئے مقدم سمجھیں۔ زیادہ لہو و لعب یعنی کھیل کود میں اپنا وقت نہ ضائع کریں لیکن یہ سب کام اسی وقت ممکن ہوسکتا ہے اور اس کا اثر اسی صورت میں قابل پذیرائی ہوسکتا ہے جب ماں اس کی طرف شروع سے خاص توجہ کرے۔ اس سے میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام ذمہ داریاں صرف ماں ہی پر عائد ہوتی ہیں۔ باپ اس سے بالکل بری ہے۔ نہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ ایام طفلی میں یا یوں کہا جائے کہ کم از کم سات برس کی عمر تک بچہ کی نشست و برخاست۔ بول چال۔ بلکہ تمام ضروریات کی ذمہ داری ماں پر ہے۔ کیونکہ یہی زمانہ دیکھ بھال و خبرگیری کا ہے۔

محمد اعظم احراری میڈیکل افسر

گذر نہیں ہوتی

رابرٹ سنگھ (کرسی پر بیٹھے ہوئے) آج بچے کی طبیعت کیسی ہے۔ اس ماہ اس قدر پریشان ہوں کہ باوجود کئی مرتبہ ارادہ کرنے کے حاضر نہ ہو سکا۔ چھ سو روپے تنخواہ پچھتر روپے موٹر الاؤنس۔ پچھتر کی متفرق آمدنی۔ سات ساڑھے سات سو روپے ماہوار ہیں اور پھر اس زمانہ کا خرچ کرنی ہے کیسے زندگی گذار رہے ہے۔ مصیبت کا سامنا ہے۔ تنخواہ آنے سے پیشتر انکم ٹیکس و بنگلہ کا سرکاری کرایہ وغیرہ ملا کر ڈیڑھ سو اور بڑھاپے کے لئے پس ماندہ رقم کا جبریہ چندہ پچاس روپے۔ یہ دو سو تو وہاں ہی کٹ جاتا ہے۔ ملازمت میں یہ جبریہ جمع کرنے کا طریقہ خوب ہے۔ پچپن برس کی عمر میں لاکھ سوا لاکھ روپیہ مل جائیگا۔ لیکن روپے کی ضرورت تو اب ہے۔ اسوقت ملا تو کیا ملا۔ موٹر پر پچاس روپے ملازمین کو سو۔ مالی دو دھوبی بارہ بارہ روپے میں خوش نہیں بھنگی کو پندرہ لیکن وہ شراب کا شائق ہے اسکی کیا گذر ہو۔ چوری کرنے لگا ہے، بیرا بیس پاتا ہے۔ گندہ رہتا تھا تو کپڑے بھی وردی کی صورت میں دینے پڑے۔ خانسامہ کو پچیس ملتے ہیں لیکن کھانا بھی مار ہی لیتا ہے۔ آیا آگرہ کی کون ہے۔ پندرہ وردی کپڑے پر بھی اکھڑی اکھڑی سی رہتی ہے۔ شراب و سگرٹ لوگوں کی خاطر و مدارات ڈنر پارٹی وغیرہ میں سو ڈیڑھ گھر بار اور بچوں کے ماہوار کھانے پینے کے خرچ میں ڈھائی سو روپے۔ متفرق اخراجات جنکا کبھی سراغ ہی نہیں لگتا۔ لیکن جنکا سلسلہ ایسا جاری رہتا ہے کہ ہمیشہ سوچتے رہنے پر بھی کہ اس مد میں کفایت شعاری ہو سکتی ہے کبھی کامیابی نہیں ہوئی۔ ہفتہ میں دو بار بھی اگر انسان سینما نہ جائے تو زندگی کیا قید ہو گئی۔ میم صاحبہ ساتھ ہوتی ہیں کبھی کوئی انکی دوست ملگئی یا کوئی نرس لگئی یا بچے کے انگریزی اسکول کی ماسٹرنی صاحبہ کبھی نکل آئیں تو ان لوگوں کا ٹکٹ بھی لینا ہی پڑتا ہے آخر انسانیت بھی کوئی چیز ہے! آئے دن ڈنر و ڈانس بھی ساتھ لگے ہیں۔ اس مہینہ میں گورنر آرہے ہیں کئی ڈانس و ڈنر اور درجنوں پارٹیاں ہونگی۔ ڈانس کا فی کس دس روپے ٹکٹ ہے۔ اور چندے بھی دینے پڑتے ہیں، افسر ہو کر ان سوشل معاملات میں حصہ نہ لے تو افسری ہی کیا رہی۔ اس کل سات سو روپے ماہوار کے مستقل خرچ پر کم از کم پچاس روپے کلب کے سمجھ لو۔ کوئی ماہ خراب بھی آجاتا ہے۔ اس ماہ میم صاحبہ بھی ہاریں اور ہم بھی ہارے صرف برج (تاش بازی) میں پچپن روپے ہار گئے۔ داخلہ کے پچاس روپے بھی دینے ہیں اس دفعہ کلب کا بل ڈیڑھ سو روپے سے کم کا نہیں آئیگا۔ آئندہ سال دو بچوں کو کسی انگریزی بورڈنگ ہاؤس میں بھیجنا ہے۔ اس کے لئے ستر پچھتر روپے ماہوار کی نفر ضرورت ہو گی۔ ہمارے سوٹ میم صاحبہ کی ساڑیاں۔ عقل حیران ہے۔ آخر انصاف کرو۔ چھ سو روپے ماہوار کی تنخواہ میں آدمی کیسے جئے۔ اس گراں جگہ سے تو تبادلہ ہو جائے تو بہتر ہے۔ گذر نہیں ہوتی

کلرک - بیشک حضور ساٹھ ستر روپے ملتا ہے۔ لیکن ایک بیوہ بہن ایک بوڑھی ماں۔ چھوٹا بھائی کالج میں ہے اس کے

بیوی بچے بھی میرے ہی پاس ہیں۔ میری بیوی دق میں مبتلا ہے۔ چار بڑے بچوں کو بخار آرہا ہے تین چھوٹے ہیں۔ حضور کے قلم چلانے سے کام چل جائیگا۔ کس کس کو کھلاؤں کہاں کہاں خرچ کروں۔ غریب آدمی ہوں۔ گذر نہیں ہوتی

خانساماں۔ حضور مسلمان نمازی پرہیزگار آدمی ہوں۔ دو جوڑے باورچی خانہ اور دو جوڑے کپڑا نماز کے لئے علیحدہ رکھتا ہوں عید تہوار میں ہم لوگوں کا بہت خرچ ہوتا ہے۔ حضور کے ہاں خشک تنخواہ ملتی ہے۔ نمک چکھنا تک حرام ہے۔ عورت پردہ میں ہے، یہاں چوبیس گھنٹے کا کام، ایک لڑکا بازار لانیکو رکھنا پڑا ہے۔ بچے کے بال اتروانے ہیں۔ سید کا بکرا کرنا ہے پچیس روپے اور سفید پوشی کیسے گذر ہو، حضور غریب پرور ہیں۔ دوسروں سے مانگتے شرم آتی ہے۔ ایک دو دن ہو تو گذر ہو جائے آج بیس ہے ابھی دس دن پڑے ہیں۔ لڑکے کو شاہ صاحب کے عرس میں جانا ہے جیب میں قسم کھانیکو بھی پیسہ نہیں بے ایمانی ہم سے ہوتی نہیں۔ غریب پرور کچھ پیشگی دیدیجئے۔ گذر نہیں ہوتی۔

بیرا۔ حضور! ہمارا عورت سے ہم بیزار ہے۔ سگرٹ شراب پیتا تھا ہم نکالدیا۔ وہ پادری صاحب سے جا کر بولا۔ ہم کو بارہ روپے ماہوار اس کے خرچ کا الگ دینا پڑ گیا ہے۔ پانچ روپے میں دوسرے سے کھانا پکوا کر کھاتا ہے۔ چائے، پانی۔ بیڑی پان کو بھی چاہئے۔ دوست لوگ کا خاطر کرنا پڑتا ہے۔ ہم چائے پلائے گا تو وہ بھی چائے پلائے گا، تیس روپے اور مہینہ میں تیس اور کبھی اکتیس دن کیسا چلیگا؟! اس دفعہ حضور کا پاس صاحب لوگ آیا۔ کچھ انعام بھی نہیں دیکر گیا۔ بیس روپے تنخواہ ملتی ہے۔ گذر نہیں ہوتی۔

مالی۔ صاحب چار روپیہ بال بچہ کو بھیجدیتے ہیں، چھوٹے بیٹا کا بیاہ کردیں ہے پانچ سال بعد اپنے گھر بار کا ہو جائیں ابھی بچہ ہے شادی کے خرچ پر قرضہ کا چھ روپے مہینہ ساہوکار کو دیت ہیں۔ دو روپے بچت ہیں۔ آجتک دال دلیہ کرلیا۔ برکھا بعد کچھ اناج ہو جائیں تو سکھ ہو۔ آپ ہمارا صاحب ہے۔ گذر نہیں ہوتی۔

دھوبن۔ میم صاحب بیٹی کا تہوار دینا پڑا۔ ہولی ایسی آئی کہ چار اور آ بیٹھے تو انہوں نے دو روپیہ شراب پر خرچ کردیا۔ جھگڑا ہو گیا۔ اب پنچایت ہے اسکا بھی سب خرچ دینا پڑیگا۔ حضور کے میل کچیل کی کہاتے ہیں کہاں جائیں۔ رات کو تو بچوں کو بھی کہانیکو نہیں تھا بنئے سے اُدھار لائے تو پیٹ میں دانہ پڑا۔ کس کے گھر چوری کرنے جائیں۔ گذر نہیں ہوتی۔

بھنگی۔ حلال خور ہوں، حرام خور نہیں، حضور دشمن کی ہڈی توڑ دوں۔ بیرا بولتا ہے کہ شراب پی ہے۔ شرابی کو اپنا ہوش ہی نہیں رہتا۔ دوسرے کو کیا مار لیگا۔ حضور کا نمک کھاتا ہوں۔ تین دن سے بھوکا ہوں۔ حضور کا جھوٹا کھا کر گوشت انڈے کا مزا اڑگیا۔ پندرہ روپے تو پندرہ دن کے ہو جلتے ہیں۔ اب پانچ دن سے فاقہ ہے۔ حضور کا نمک خوار ہوں، اتنے بڑے افسر کا نوکر ہوں۔ بس دو روپے ملجائیں۔ ان داتا چلن سے پڑیگا۔ دس دن اور گذر جائیں۔ تنخواہ میں سے کاٹ لینا۔ بھوکا کہاں تک مروں۔ گذر نہیں ہوتی۔

(کیپٹن) نصیر الدین احمد

بے لوث محبت

بے لوث محبت کا بیش بہا سین دیکھنا ہو تو اسوقت دیکھیئے جبکہ ماں اپنے حسرت دارزو کے مجسمہ کو آغوش تمنا میں لئے بیٹھی اور اسکی چلبلی اداؤں پر پیار بھری نظروں سے اظہار مسرت کرتی ہے تو بخدا اسوقت یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسکی آنکھوں میں محبت کا خوبصورت دریا سیلاب ہونے کے لئے بیتاب ہے

بے لوث محبت کا منظر دیکھنا ہو تو اسوقت دیکھیے جسوقت باپ پیاری اولاد کو زینہ ہائے ترقی پر دیکھکر محبت بھری آنکھوں سے بے طرح اظہار خوشی کرتا ہے۔ بعینہ اس کا چہرہ صبح کے تبسم زدہ اور آفتاب کے مانند ہو جاتا ہے

بے لوث محبت کا لطیف جلوہ دیکھنا ہو تو اسوقت دیکھیئے جبکہ بہن جان مادر بھائی کی معمولی خوشی سے مسرور ہو کر محبت کی حریص نظروں سے گھورتی ہے۔ اسوقت اسکی ہر بے تابانہ ادا سے شدید محبت کا اظہار ہوتا ہے۔

بے لوث محبت کا حسین تماشہ دیکھنا ہو تو اسوقت دیکھیئے جبکہ ایک مخلص دوست اپنے عزیز دوست کی معمولی فکرمندی پر مجسم غم بنجاتا ہے۔ اور اس کی ایک آدھی مسرت پر اس کا چہرہ نوخیز شگفتہ حسین پھول کے مثل ہوجاتا ہے۔ جو ابھی کمسنی کی وجہ سے باد خزاں کے نام سے ناآشنا تبسم ریزیوں میں محو ہو

بے لوث محبت کی بیش قیمت خوبصورت ادا دیکھنا ہو تو اسوقت دیکھیئے جب عفت و عصمت کی حسین دیوی شوہر کی خوبصورت پجاری ہر خوشی و غم کی بانی و حامل اپنے شریک زندگی کی جبین پر خوشی کے حسین نام کا شائبہ پاتے ہی اسکی مسرت میں چار چاند لگانے کے لئے اپنی ہر ادا سے رفیق کی ہمسر بنجاتی ہے اور اسوقت اسکو اپنی مسحور کن ادا دیکھلا کر دنیا وما فیہا سے بے خبر خوشی و مسرت کے وسیع سمندر کی نازک لہروں میں گم کردیتی ہے۔

بخدا صنف نازک سے دنیا کی حقیقی مسرتیں زندہ ہیں یہ نورانی جلوے انہیں منظروں میں دیکھئے گا۔

ادریس بیگم (شاہجہانپور)

میرا دل

عرش کا ہی کبھی کعبہ کا ہی وہ ہوا سپر کس کی منزل ہے الہی میرا کاشانۂ دل

بارہا دماغ میں یہی خیال آتا ہے کہ دل کیا چیز ہے اس کی اتنی دھوم دھام شہرت کیوں ہے آخر دل کے متعلق یہ کیوں کہا جاتا ہے کہ یتیم کا دل نہایت نازک ناؤ کی طرح ہے۔ بیوہ کا دل غم کا پھوڑا۔ مرد کا دل قوی جذبات اولوالعزمی دلاوری جرات و کامیابی کے گوناگوں تاثرات سے پر ہوجاتا ہے

عورت کا دل نازک احساسات قوی عزائم پاکیزہ کیفیات مطہر خیالات کا مرکز ہے۔ یہی خیال ہر قوم مذہب ملت کے افراد کا ہے لیکن میرا دل جسکو آبگینوں اور نازک شیشہ سے تشبیہ دی گئی ہے جس کے احترام کا حکم دیا گیا جس کے پاس لحاظ کو سراہا گیا جس کی دلداری کو حصول بہشت سمجھا گیا جسکی محبت کو فتح عظیم سمجھا جاتا تھا اب ٹوٹا ہوا کھلونا بیکار شی ہے اسے کسی کو کعبہ کا دھوکا ہو سکتا ہے نہ عرش کی رفعت نصیب ہوسکتی ہے۔ خدایا آخر میرا دل کس کام میں صرف ہوگا

خاک کے ڈھیر کو اکسیر بنادیتی ہے یہ اثر رکھتی ہے خاکستر پروانۂ دل

معبود جانے یہ تاثیر میرے دل کے خاکستر سے کہاں چلی گئی۔ آہ نہ اس میں حسرتوں کا گذر ہے نہ ارمانوں کا۔ یہ جل کر پروانہ وار شمع ملت پر نثار ہوگیا۔ مگر شمع کو اس کا مطلق احساس نہ ہوا پر نہوا۔ مہرالنساء

بیوہ کی لوری

سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
میری آنکھوں کے تارے — میرے دل کے سہارے
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
تیرا باپ سدھارا — جسکو تھا تو پیارا
اب ہے کون تمہارا — سوجا سوجا خدارا
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
میرے شوہر جانی — میرے یوسف ثانی
میرے راز نہانی — تو ہے انکی نشانی
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
میرے لال نہ رو تو — منہ نہ اشکوں سے دھو تو
جاں رو کے نہ کھو تو — میری گود میں سو تو
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
تیرے ابا عدم میں — گئے ان کے الم میں
میرا سوکھا ہے دم میں — دود جتنا تھا غم میں
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
تیرے صدقے میں جاؤں — تجھے کیا میں پلاؤں
تجھے کیا میں کھلاؤں — تجھے بھوکا سلاؤں
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
ہٹ میں کردوں بچھونا — اس پہ لیٹ کے سونا
لے یہ پدری کھلونا[1] — چھوڑ چھوڑ یہ رونا
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے

تیری ماں دکھیاری — زخم سینے پہ کاری
وقف گریہ و زاری — سوجا سوجا میں واری
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
دکھڑے کس کو سناؤں — رنج کن کو جتاؤں
صدمے کتنے اٹھاؤں — ان کو کیسے بھلاؤں
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
جب تو ہوگا سیانا — اور پوچھیگا بیٹا
اماں کون ہیں ابا — کیا بتاؤں گی اللہ
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
تو یتیم ہے فرزند — تو یتیم ہے فرزند
تو یتیم ہے دلبند — تو یتیم ہے دلبند
سوجا سوجا پیارے — سوجا سوجا پیارے
میری آنکھوں کے تارے
میرے دل کے سہارے

شیخ حفیظ الرحمن امرت سر

[1] پدری کھلونا۔ باپ کا لایا ہوا کھلونا۔

کپڑا رنگنے اور مختلف قسم کے رنگ بنانے کی ترکیبیں

کپڑا رنگنا اور ایک ایک رنگ میں دوسرے رنگ کی آمیزش سے مختلف اقسام کے رنگ بنانا بھی ایک مفید اور قابل عمل ہنر ہے جس کی عمل پیرائی سے ذی استطاعت بہنیں اپنے گھروں میں کفایت شعاری کو مدنظر رکھکر مستفید ہو سکتی ہیں اور کم استطاعت بہنیں ان پر عمل درآمد کرکے ذریعہ معاش بنا سکتی ہیں۔ ہندوستانی ملبوسات میں رنگ ایک ضروری اور لازمی جزو ہے۔ ہندوستانی حلقہ نسواں میں سولے بڑی بوڑھیوں کے شاید ہی کوئی لڑکی یا بی بی ایسی ہوں جو رنگین کپڑے پہنتی ہوں۔ ورنہ بالعموم ہندوستانی مستورات رنگوں کو عزیز ترین سمجھتی ہیں۔ خواہ بہت ہی ہلکے اور خفیف رنگ پہنیں لیکن ان کے سوتی ریشمی اونی کپڑوں میں رنگ کی جھلک ضرور نمایاں نظر آئے گی۔ اور نہیں تو دوپٹہ تو ضرور ہی رنگین استعمال کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں دیگر ضروریات اور آرائش کی چیزوں میں بھی رنگوں کا جزو لازمی سمجھا جاتا ہے بلکہ ہر وقت اور ہمیشہ ان کی ضرورت پڑتی ہے۔ مثلاً لحافوں کے استر۔ اور تو شکوں کے غلاف دروازوں اور کھڑکیوں کے پردے وغیرہ رنگنے کے لئے مختلف قسم کے رنگین سوتی۔ ریشمی۔ اونی کپڑوں کی سلائی کے لئے ہم رنگ دھاگہ رنگنے کی ضرورت اکثر درپیش رہتی ہے۔ رنگریز پیشہ بازاری لوگ جس کپڑے پر ایک دمڑی لاگت صرف کرکے چار یا پانچ آنے اُجرت لیتے ہیں۔ ذیل کی ترکیبوں سے ہم گھروں میں بہت کم لاگت صرف کرکے اس سے دس گنا کپڑے تیار کر سکتے ہیں اور رنگ ریزوں سے وقت پر حسب منشاء رنگ کا کپڑا میسر نہ ہو سکنے کی زحمت اور ان کی بیجا محتاجی سے محفوظ رہ سکتے ہیں۔

فی الحال رنگ بنانے اور رنگنے کی تراکیب درج ذیل کرتی ہوں۔ دوسری قسط میں اس امر کی وضاحت کیجائے گی کہ بازار کے کس رنگ میں کونسا رنگ ملانے سے مختلف رنگ بن سکتے ہیں۔

فاختئی رنگ۔ تھوڑے سے مازو کوٹ کر پانی میں جوش دو اور اس میں حسب دلخواہ کپڑا تر کے بعد میں کسیس کا رنگ دے لیں۔ اور مازو لے جو میدے میں پانی ڈالکر پکا یا جاتا ہے حسب ضرورت لگا کر کپڑا سکھا لیں۔ مازو اور کسیس دونوں چیزیں پنساریوں کی دکان سے ارزاں قیمت پر مل سکتی ہیں۔ اور اس سے کتنے ہی کپڑے رنگے جا سکتے ہیں

طوطیا رنگ ۔ پہلے کپڑے کو ہلدی کے رنگ میں پھر نیل میں رنگ کر بعد ازاں پھٹکری کے پانی میں غوطہ دے لیں ۔ اور ماوہی لگا کر سکھا لیں

صندلی رنگ ۔ اول برادہ صندل اور حنا کے خشک پتوں کا پانی ڈال کر جوشاندہ تیار کریں ۔ بعد میں ٹھنڈا کر کے سفید کپڑے کو اسی میں تر کریں ۔ اور ماوے لگا کر سکھا لیں ۔ اوپر کی دونوں چیزیں ارزاں ہیں ۔ اس میں بھی کتنی تعداد میں کپڑے رنگے جا سکتے ہیں

انگوری یا دھانی رنگ ۔ پہلے کپڑے کو ہلکے نیل کے رنگ میں رنگو ۔ پھر ہار سنگار کے تیز رنگ جو پانی میں پکا کر نکالا گیا ہو رنگیں ۔ اور ماوا لگا کر نچوڑ کے سکھا لیں ۔

کیسری رنگ ۔ شہاب اور ہار سنگار کے پھول ہموزن لیکر ان کا رنگ نکالیں ۔ پھر اس رنگ میں سفید کپڑے کو ماوہی لگا کر رنگیں اور نچوڑ کر سکھا لیں ۔

عنابی رنگ ۔ ناسپال کے جوشاندہ میں سفید کپڑے کو ایک گھنٹہ بھر بھگو کر نچوڑیں ۔ اور پھر مجیٹھ کا رنگ نکال کر رنگیں ۔ اور ماوا لگا کر سکھائیں ۔

گلابی یا پیازی رنگ ۔ پہلے سفید کپڑے کو دو تولہ شہاب کے رنگ میں رنگیں ۔ پھر کھٹائی کے پانی میں خواہ وہ پھٹکری کا ہو ۔ یا کسی دوسری چیز کا ۔ رنگ حسب دستور ماوا لگا کر سکھا لیں ۔ یاد رہے کہ یہ رنگ سوتی کپڑوں کے لئے ہیں ۔ خواہ کپڑا باریک ہو یا موٹا ۔ بچے ہوئے رنگ بوتل یا کسی ایسے برتن میں ڈال کر کچھ دنوں کے لئے رکھے جا سکتے ہیں ۔

گ ۔ ن ۔ بنت ڈاکٹر شیخ ابوالفضل

فوائد نمک و لیموں

چائے کے سٹ پر نمک مل کر دھونے سے تمام دھبے دور ہو جاتے ہیں۔
سلک کے رومال اور ربن دھوتے وقت پانی میں نمک ڈال لینا چاہیئے۔
دانت نکلوانے کے بعد جبکہ خون نہ تھمتا ہو تو پانی میں نمک ملا کر منہ میں رکھنا چاہیئے۔
اس بچہ کو جس کی پیٹھ کمزور ہو، ہر روز نمک پانی میں ملا کر مالش کرنی چاہیئے۔

اگر پارچہ جات پر سے سیاہی کے دھبے اتارنے مطلوب ہوں تو ان پر بڑی مقدار میں نمک جما دو۔ اور لیموں کا رس نچوڑ دو۔ بعد ازاں صابن سے دھو ڈالو۔ دھبے بالکل دور ہو جائیں گے۔

اگر لوہے کی اشیاء کو زنگ لگ گیا ہو تو اس پر نمک چھڑک کر پانی سے دھو ڈالو۔ بہتر ہوگا اگر لیموں کا رس ملا لیا گیا۔
گرمیوں کے اختتام پر جبکہ ہاتھ بہت بدشکل ہو جاتے ہیں۔ اور بدرنگ نظر آتے ہیں تو بہترین طریقہ یہ ہے کہ لیموں کے رس سے ہاتھوں میں کئی بار دھوئے جائیں۔ بعض بہنوں کے ناخن بہت سخت ہوتے ہیں۔ یا اچھی طرح سے اُگتے نہیں تو چاہیئے کہ لیموں تراش کر ناخنوں پر رس نچوڑا جائے۔ اور چھلکا بھی ملا جائے۔

پائیریا کے مریضوں کے لئے بہترین چیز لیموں ہے۔ انہیں چاہیئے کہ لیموں کا رس مسوڑوں پر ملیں۔ لیکن اس بات کا خیال رکھیں کہ رس دانتوں پر نہ لگے۔ علاوہ ازیں دو لیموں کا رس خالی پانی میں ڈالکر نہار منہ پئیں۔ انشاء اللہ بہت فائدہ ہوگا۔ سیب کے قتلے کرتے ہی فی الفور لیموں کا رس ڈال دو۔ ورنہ تھوڑی دیر کے بعد سیب خاکی سا رنگ اختیار کرے گا۔ مچھلی پکانے سے پیشتر اس پر لیموں زور سے رگڑو۔ بساند دور ہو جائیگی۔ یا مچھلی ابالتے وقت پانی میں چھلا ہوا لیموں ڈال دیں۔ عرق گلاب میں تین چار لیموں کا رس ملا لو۔ اور ایک صاف اور ملائم کپڑے سے ہر روز چہرہ پہ لگاؤ۔ آپ کا چہرہ کیلوں اور مہاسوں سے صاف ہو جائیگا۔

کپڑے دھونے سے پیشتر پانی میں لیموں ملا کر جوش دے لو۔ اور ان میں کپڑے ڈال دو۔ بہت صاف نکلیں گے۔
سبزی بنانیکے بعد ہاتھ داغ دار ہو جاتے ہیں اور بعض دفعہ وہ دھونے سے بھی دور نہیں ہوتے۔ جب لیموں کا رس ملنا چاہیئے
پیتل کے برتن لیموں ملنے سے چمک جاتے ہیں۔
ملیریا کے موسم میں لیموں بہت تعداد میں کھانے چاہئیں

سرور جہاں (بھاولپور اسٹیٹ)

تربیت گاہ کا بجٹ

عصمتی بہنوں اور بناتی بچیوں کو اچھی طرح معلوم ہے کہ تربیت گاہ کے بجٹ کی تکمیل ان کی اپنی مدد اور میری کتابوں کے علاوہ اس دورہ سے ہوتی ہے جو میں ہر سال طویل چھٹیوں میں کرتا ہوں اور گو اس سفر میں بھی چندہ عام نہیں کرتا مگر قریب قریب سالانہ بجٹ کا چار پانچ ہزار روپیہ مل ملا کر پورا ہو جاتا ہے۔

گو میں اعلان یہ بھی کرتا ہوں کہ کوئی صاحب جن کو مجھ پر یا تربیت گاہ پر اعتماد نہ ہو ایک پیسہ نہ دیں مگر پھر بھی حساب برابر شائع کرتا ہوں۔ سنہ ۱۹۲۸ء تک کا حساب کتاب ناظرات کے ملاحظہ سے گذر چکا ہے جس سے معلوم ہو گیا ہوگا کہ چار سو نو روپے مدرسے کے دینے تھے۔ سنہ ۱۹۲۹ء میں گو میں اس قابل نہ تھا۔ مگر چونکہ ضرورتیں میرے سامنے تھیں میں روانہ ہو گیا لیکن ناگپور ہی تک پہنچا تھا کہ حالت خراب ہوئی اور دہلی واپس ہوا۔ سنہ ۱۹۳۰ء کا سیشن کس طرح پورا ہوا اس پر میں نے آج تک زبان سے نہ نکالا۔ اور آج بھی نہیں کہتا۔ کیونکہ یہ چندہ اہل دل لڑکیوں کے سوا سب کے واسطے بے سود ہے۔ مگر بحیثیت ایک مسلمان کے اپنی مسلمان بچیوں سے کیا یہ دریافت کرنا غلط ہوگا کہ انہوں نے اپنے گھر کے ہر مہینے سینکڑوں ہزاروں کا حساب دیکھنے کے باوجود کبھی یہ بھی خیال فرمایا کہ میرے دورہ کرنے سے یتیم سیشن پر کیا گذر رہی ہوگی۔ یہ ذکر چونکہ تکلیف دہ ہے اسکو ختم کرتا ہوں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ سال بھی پورا ہوا۔ اور بچیوں نے مجھ سے اچھا کھایا اور پہنا اور اپنی محسن بہنوں اور اپنے مہربان بھائیوں کی بدولت خوش و خرم رہیں اور دعائیں دیں

اس سال میرا قصد مدراس یا حیدرآباد دکن کا تھا۔ اور میں سمجھتا تھا کہ ادائیگی قرض اور آئندہ سال کے بجٹ کے علاوہ میں تربیت گاہ کے واسطے ایک مکان خرید لونگا گو اس دورے میں بھی میں نے اپنا اصول ہاتھ سے نہ دیا اور حیدرآباد کی عصمتی بہنوں اور بچیوں ہی کو اس مقصد سے آگاہ کیا۔ مگر افسوس میری توقعات بہت زیادہ تھیں حیدرآباد دکن میرے واسطے قریب قریب ہر صوبہ کے برابر رہا اور میں یہاں کی عصمتی لڑکیوں سے بھی صرف اسی قدر فراہم کر سکا جتنا ہر سال ہر صوبہ سے کر لیتا ہوں۔ تاہم خدا کا احسان ہے اور میری بہنیں اور بچیاں شکریہ کی مستحق ہیں کہ میری بہت سی مشکلات انکی توجہ سے رفع ہو گئیں۔ اور اگر صحت نے اجازت دی تو پندرہ روز کا ایک مختصر دورہ سنہ ۱۹۳۱ء کے بجٹ کی کمی کو پورا کر دیگا۔ مگر بظاہر دسمبر جنوری کی سردی سے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ٹھٹھر کر نہ رہ جاؤں۔ اس لئے اب اس بجٹ کی تکمیل بہنوں اور بچیوں کے احساس پر منحصر ہے۔" راشد الخیری"

دکن کی سیاحت

از

مصور غم مولانا راشد الخیری مدظلہ

حیدرآباد پہونچنے کے بعد میں نے کام شروع کرنے سے پہلے آٹھ دس روز تک خاموشی سے حیدرآباد کا معائنہ کیا چونکہ اس سے پہلے میں کبھی حیدرآباد نہیں آیا تھا اس لئے اعلیحضرت دام اقبالہ کے دیکھنے کا بھی ارمان تھا۔ میری یہ آرزو ایک روز شام کے وقت اس طرح پوری ہوئی کہ حضور پر نور جنکی حکومت صرف سر زمین دکن پر ہے مگر جو لاتعداد انسانی قلوب پر حکمرانی کر رہے ہیں، سادہ لباس زیب تن فرمائے معمولی موٹر میں تشریف لیجا رہے تھے میں نے گو ہلکی سی جھلک دیکھی اور مشتاق آنکھیں پوری طرح سیر نہ ہوئیں مگر ان چند لمحوں میں قلب و دماغ پر جو کیفیت گذری اس کا لطف میرا ہی دل جانتا ہے۔ دوسرے ہفتہ میں سب سے پہلے مولوی سید خورشید علی صاحب ناظم کی چاء پر گیا۔ سید صاحب سے پہلی ملاقات نہ تھی۔ البتہ آج سے بیس سال پہلے جب میں مخزن و تمدن کو مرتب کر رہا تھا اور عصمت کی ابتدائی حالت تھی، میری ان کی خط و کتابت متواتر تین چار سال رہی، میں سمجھتا تھا کہ وہ بڈھے نہیں تو ادھیڑ ضرور ہوں گے۔ میر مہدی علی صاحب شہید اور مولوی عبدالرزاق صاحب بسمل سے بھی وہی مراسم تھے جو اب عرصہ سے بند تھے مگر یہاں آکر دیکھا تو تینوں کے تینوں خدا ان کی عمر دراز کرے ماشاء اللہ جوان ہیں اور مضمون نگاری کا شوق طالب علمی کا زمانہ تھا۔ مگر میں بڈھا ہوں گو آج بھی ان سے زیادہ جوان ہوں کہ قلم سے کچھ کام لے رہا ہوں۔ یہ تینوں کشاکش حیات پر قربان کر چکے اور جس طرح مخزن کے اہل قلم کی تمام جماعت اپنا جلوہ دکھا کر روپوش ہو گئی اسی طرح یہ دماغ بھی خاموش ہو گئے۔ پھر بھی بسا غنیمت ہے کہ اس چینک نے پیچھا نہیں چھوڑا۔ سید خورشید علی صاحب کے خالی وقت کا بیشتر حصہ قومی کاموں میں صرف ہوتا ہے شہید صاحب نے جناب سیدہ صلوٰۃ اللہ علیہا کے نکاح کی ایک نظم سنا کر خاموشی کی تمام شکایتوں کو رفع کر دیا بسمل صاحب نے بھی اپنی کتاب تذکرہ جمیل سے شکایت کا داغ ہلکا کر دیا۔ دوسرے روز آقا یاور علی صاحب کی بچی کے عقد میں شریک ہونے کا اتفاق ہوا۔ یہ دعوت بیگم سید محمد تقی صاحب کی طرف سے تھی جن کی تشریف آوری کا تربیت گاہ کو فخر حاصل ہے۔ مجھے زنانہ رسوم اور جہیز کا تو حال معلوم نہیں البتہ ایک بات دیکھکر میرا دل بہت خوش ہوا۔ اور وہ یہ کہ نکاح کے وقت کا جو اعلان کیا گیا اسی وقت نکاح پڑھا دیا گیا اگر حیدرآباد میں یہ پابندی عام طور پر ہے تو شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کو اس سے سبق لینا چاہئے۔ جہاں عصر مغرب کے مابین کا قریب قریب ہر نکاح مغرب کے بعد ہی ہوتا ہے۔ اس شادی کے دولہا مولوی ہمایوں علی بیگ صاحب

انجنیر سے مل کر ان کے خیالات سے بہت دل خوش ہوا۔ نکاح کے بعد اس مجلس میں مجھے نواب معین الدولہ بہادر کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا عصمت کو نواب صاحب ممدوح اور انکی والدہ محترمہ لیڈی آسمان جاہ کے ملاحظہ کا فخر حاصل ہے۔ چند منٹ معمولی گفتگو کے بعد نواب صاحب موصوف نے مفصل ملاقات کے لئے آئندہ ہفتہ مقرر فرمایا۔ تیسرے روز متواتر کئی جگہ سے چاء اور کھانے پر طلبی ہوئی اور اس سے زیادہ کالج کے طلبا اور مساجد کے خطیب اور انجمنوں کے ناظموں نے وعظ کی خواہش کی اور یہ اصرار اتنا بڑھا کہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ میں نے کھلے ہوئے الفاظ میں یہ عذر کیا کہ میں حیدرآباد میں دعوتوں کے واسطے نہیں آیا اور یہ خیال کہ میں واعظ ہوں قطعاً غلط ہے۔ میں نے (۴۰) (۴۵) سال صرف ایک موضوع یعنی مسلمان عورت پر بسر کئے ہیں۔ میرے سامنے سوا اس کے کوئی چیز نہیں ہے۔ دنیا متغیر ہو چکی قوم بدلی۔ اس کی معاشرت بدلی۔ تمدن بدلا۔ خیالات بدلے۔ مگر میں اسی جگہ کھڑا ہوں جہاں (۴۰) سال قبل سب سے پہلی کتاب "صالحات" لئے کھڑا تھا۔ میں ممنون ہوں ان حضرات کا جنہوں نے پیچھا چھوڑ دیا۔ اور مجھکو وعظ کا اہل نہ سمجھا۔ مگر دعوتوں کا سلسلہ گو کم ہو گیا لیکن اب تک جاری ہے۔

۲۴ ستمبر کو ڈاکٹر ناظر یار جنگ اپنے ہمراہ کالج کلب کے جلسہ میں لے گئے۔ جہاں سر حیدر نواز جنگ، نواب اکبر یار جنگ پروفیسر ہارون شروانی اور دوسرے حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں۔ مولوی محمد لیاقت اللہ صاحب سولین سے ملکر جس قدر مسرت ہوئی ہے الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ انکی مرحومہ بیوی صغرا بیگم جب انٹرنس کا امتحان دینے دہلی آئیں تھیں تو تربیت گاہ میں ٹھیری تھیں میں سمجھتا تھا مولوی لیاقت اللہ صاحب پرانے تعلقات بھول چکے ہوں گے مگر جس سعادتمندی اور محبت سے وہ ملے میں دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ وہ تھوڑی ہی مجکو اپنی خوشدامن صاحبہ بیگم مولوی محمد یونس صاحب ڈپٹی ڈائرکٹر جنرل پولیس کے پاس لے گئے۔ جو تربیت گاہ میں ہو آئی ہیں وہ سنتے ہی باغ باغ ہو گئیں۔ ان کے گھر میں تھوڑی دیر ٹھیرا کیونکہ محمد یونس صاحب دورہ پر تھے۔ لیاقت میاں نے تیسرے دن مجھے چاء پر بلایا اور اپنے چند سولین احباب کو مدعو کیا۔ حقوق نسواں پر دیر تک تبادلہ خیالات ہوتا رہا۔ وہاں سے فارغ ہو کر گھر آیا تو بشیر النسا بیگم صاحبہ کے شوہر غازی میاں اپنی بیگم صاحبہ کی طرف سے دعوت کا پیام لئے بیٹھے تھے ان سے معلوم ہوا کہ وہ تین دفعہ پہلے آ چکے تھے۔ عزیزہ بشیر النسا بیگم مولوی محمد اکرام علی صاحب معتمد نواب خانخاناں بہادر کی بہو ہیں نثر اور نظم دونوں کا ذوق رکھتی ہیں دوسرے روز انکے ہاں کھانے پر گیا بسمل صاحب بھی ساتھ تھے۔

میاں شہید جنکا میں اوپر ذکر کر چکا ہوں قریب قریب روزانہ دونوں وقت میرے پاس کام میں مدد دینے کے لئے آئے اور اب بھی آ رہے ہیں ان کے چھوٹے بھائی سید رضا علی حسن عقیدت سے ملے خلوص سے پیش آئے اور محبت سے استقبال کیا صبح صمصام الدین حیدر صاحب نواب بشیر جنگ بہادر کے پاس لے گئے اور یہاں آدھے گھنٹے کے قریب مختلف مسائل پر گفتگو ہوتی رہی نواب بشیر یار جنگ بہادر نہایت خلیق اور روشن خیال مسلمان ہیں اسی میں خواجہ عبدالعزیز صاحب وکیل اور شیخ رحیم بخش کنٹراکٹر سے بھی ملا اور دونوں سے ملکر مسرور ہوا شام کو نواب مرزا یار جنگ بہادر کی بیگم صاحبہ کے پاس گیا جو محترمہ مسز

بھائیوں مرزا کے ہاں جلسہ کی سعدیتھیں دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ ان کے دل میں اسلام کا سچا درد موجود ہے باوجود ولایت ہونے کے روایات مشرقی کے دلدادہ ہیں گھنٹہ بھر مزیدار باتیں ہوتی رہیں اور مجھے دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ قوم کی حالت کا کافی احساس ان کے دل میں موجود ہے نواب شہزور جنگ مرحوم کی بچی نواب فریدالنسا بیگم بسانہ عصمت کی اسوقت سے خریدار ہے جب انکی عمر پانچ چھ سال کی تھی میرے وہاں پہنچنے پر ملوم ہوا کہ یہ عزیزہ بچی کئی دن سے میرے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ نواب صاحب مرحوم کے صاحبزادے بہت عقیدت و محبت سے ملے کھانے کا اصرار فرماتے تھے مگر میں نے معذرت کی دونوں بہن بھائیوں کا ممنون ہوں کہ منظور فرمائی نبیل الزمان صاحب جرنلسٹ سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے دعوت پر اصرار فرمایا مگر تعمیل نہ ہوسکا دعوت چونکہ انکی والدہ صاحبہ محترمہ کی طرف سے تھی وہاں حاضر ہوا بہت سے احباب موجود تھے نواب اختر یار جنگ بہادر مولوی غلام ربانی صاحب وغیرہ حضرات سے ملاقات ہوئی۔ بیرسٹر صاحب کی والدہ صاحبہ انجمن خواتین اسلام کی سکریٹری ہیں انہوں نے ایک جلسہ تجویز فرمایا جو مسز نواب میر ... صاحبہ کے مکان پر منعقد ہوا مسلم خواتین یہاں بھی کافی تعداد میں جمع ہوئیں اور میں نے پس پردہ تقریر کی اس جلسہ کا چندہ غالباً تین سو روپے کے قریب ہوگا۔ کیونکہ بہت سی خواتین پہلے جلسہ میں موجود تھیں اس کے علاوہ اس جلسہ کی عصمتی بہنیں علیحدہ شرکت کرچکی تھیں افسوس ہے کہ یہاں ایک غلط فہمی کی وجہ سے مکتبہ ابراہیمیہ کو مجھ سے شکایت پیدا ہوگئی نبیل صاحب جو وقت مجھے بتا کر گئے تھے وہی وقت اس جلسہ کا تجویز ہوا اور چونکہ کارڈ میرے پاس چھپے ہوئے آئے تھے اور تقسیم ہوچکے تھے میں سمجھا کہ مکتبہ ابراہیمیہ اس سے باخبر ہوگا مگر بعد میں مجھے یہ معلوم ہو کر سخت افسوس ہوا کہ چالیس پچاس معزز حضرات مکتبہ ابراہیمیہ میں میرا انتظار فرما رہے تھے رات کو نواب ہاشم یار جنگ بہادر سے ملاقات ہوئی ان کا خلق و محبت دلی شکریہ کی مستحق ہے دوسرے روز مولوی نصیرالدین ہاشمی کے ہاں چاء پر گیا انکی والدہ صاحبہ صاحبہ محترمہ مسز عبدالقادر صاحب بیرسٹر عصمت کی قدیمی قدر دانوں میں سے ہیں انکی فارسی عربی قابلیت بہت اچھی ہے اس خاندان کے سب بچے بتا رہے ہیں کہ اچھی ماں کی گود کیا معنی رکھتی ہے اسی شام کو بیگم فیاض الدین صاحب وکیل کے ہاں دعوت تھی جو مولوی عبدالسلام صاحب وکیل کی خوشدامن ہیں میاں عبدالسلام صاحب چھ سات مرتبہ دعوت کے لئے آچکے تھے بالآخر انکی محبت اور خلوص کھینچ کر لے ہی گیا یہاں بھی کھانے پر بہت سے آدمی جمع تھے اور گیارہ بجے رات تک نہایت دلچسپ باتیں ہوتی رہیں۔

اورنگ آباد دکن کی ایک بچی
تربیت گاہ کے خوشحال سیکشن میں

مرزا رحیم بیگ صاحب وکیل اورنگ آباد دکن نے جو تعلیمی کوششوں میں کافی شہرت رکھتے ہیں اور دکن کے کامیاب وکیل ہیں اور جن کے دو صاحبزادے ولایت میں تعلیم پا رہے ہیں اپنی صاحبزادی حمیدالنسا بیگم عمر ۹ سال کو تربیت گاہ میں بھیجا ہے یہ بچی خدا اس کی عمر دراز کرے خوش و خرم تعلیم و تربیت حاصل کر رہی ہے۔

مرزا صاحب نے اس بچی کو اس سے پہلے ایک مشہور مدرسہ میں تعلیم کی غرض سے بھیجا تھا مگر صاحب موصوف کو وہاں کا انتظام اور بچی کی حالت مطمئن نہ کرسکی۔ تربیت گاہ کی انتہائی کوشش ہوگی کہ مرزا صاحب کی نگاہ میں مسلمانوں پر جو الزام عائد ہوا ہے وہ رفع ہوجائے۔

سیر بین

بیوی کی فروخت اٹلی میں ایک میاں بیوی نے زندگی سے تنگ آکر ارادہ کیا کہ اس قصہ ہی کو چکا دیں۔ دونوں اس بات پر رضامند ہوگئے کہ بیوی اپنے ایک پڑوسی کو جو اس کے شوہر کا دوست تھا اپنی محبت منتقل کر دے اور پڑوسی نے اس کے بدلہ میں سو لاٹر جو پندرہ روپے کے برابر ہوتے ہیں ایک درجن شراب کی بوتلیں چھ خرگوش اور چند مرغی کے بچے شوہر کو دینے منظور کر لئے۔

معاملہ خوشنودی سے طے ہوگیا اور ہر شخص خوش تھا لیکن بیوی کی ماں نے اس معاملہ کی خبر پاکے بیٹی کو اس کے نئے گھر میں جا لیا۔ اور اسے کھینچ لائی۔ اب دونوں مرد نقدی اور جانوروں کی ملکیت پر قیل و قال کر رہے ہیں۔

دن میں ۱۳ خودکشیاں۔ انگلستان ایک ایسا ملک ہے جہاں ایک دن ۱۳ خودکشیوں کی اوسط ہے بیکاری نے لوگوں کو پریشان کر رکھا ہے۔ جب آدمی وہاں تنگ آجاتا ہے تو جان پر کھیل جاتا ہے۔ ایسے بھی ہیں جو کسی لاعلاج بیماری سے تنگ آکے موت کو پسند کرتے ہیں۔

پچھلے سال انگلستان میں ۴۷۴۸ آدمیوں نے خودکشی کی ۴۰۰ سو نے مرجانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہے ان میں سے ۳۵۰ پر مقدمات چلے اور ۲۴۳ مرد و عورت کو مختلف میعادوں کی سزائیں دی گئیں اور تین پاگل خانے بھیجے گئے۔ یہ بارہا دیکھا گیا کہ قید سے چھوٹنے کے بعد یا ایک مرتبہ خودکشی میں ناکام ہوکے ایک شخص پھر موقع پا کے خودکشی کر لیتا ہے۔ وہاں پر اچانک واتفاقیہ موت پر ایک تحقیقاتی کمیٹی غور کرتی ہے۔ گو عام طور پر مرنے والے خط لکھ کے چھوڑ جاتے ہیں کہ وہ دیدہ و دانستہ مر رہے ہیں لیکن یہ عدالت عموماً فیصلہ صادر کرتی ہے کہ متوفی نے دماغی خرابی کی وجہ سے خودکشی کی۔ پہلے زمانہ میں خودکشی کرنیوالے کے سینہ میں ایک نیزہ بھونک کے دفن کیا جاتا تھا۔ اب بھی بعض مقامات پر اصلی قبرستان میں ایسوں کو دفن نہیں ہونے دیتے۔

دماغی خرابی کا فتویٰ دینے سے بیمہ کی رقمیں پسماندگان کو ملجاتی ہیں ورنہ نہیں ملتیں عورتوں سے مردگنی تعداد میں خودکشی کرتے ہیں۔ مرد سختی سے جان دینے کے طریقوں کو پسند کرتے ہیں لیکن عورتیں کبھی ایسی صورت اختیار نہیں کرتیں جن سے ان کے بدن میں بدنمائی آئے۔

مصطفےٰ کمال کی حسن پرستی ۔ ترکی کی طرف سے مس جل احمر ایک ۱۶ سالہ لڑکی حسین ترین ترکی سے منتخب کر کے یورپ بھیجی گئی تھی۔ مگر اس بار اعظم کے مقابلۂ حسن میں اسے کامیابی نہ ہوئی۔ ہسپانیہ کی ایک لڑکی یورپ کی حسینہ قرار دی گئی ترکی لڑکی کی ناکامی کی وجہ یہ دریافت ہوئی کہ ترکوں نے اپنے معیارِ حسن کے مطابق ایک فربہ اندام لڑکی کو منتخب کیا اور یورپ چھریرے بدن کو لوازمۂ حسن قرار دیتا ہے۔

ترکی کے فیصلہ کرنے والوں نے جب اس لڑکی کو اس ملک کی سب سے زیادہ حسین عورت قرار دیا تو مصطفےٰ کمال نے خود اسے مبارکباد دی۔ اس کا جلوس نکالا گیا۔ چند ماہ گذرنے کے بعد اس نے اس کے والدین کو دعوت دی کہ لڑکی کو یلوا کے مقام پر بطور مہمان بھیج دیا جائے۔ جہاں وہ اپنے کسی مرض کے علاج کے لئے حمام کر رہا تھا گو وہ بادشاہ نہیں ہے لیکن اس کی دعوت حکم کے معنوں میں لیجاتی ہے اور ترکی میں اس حکم کی تعمیل نہ کرنے کی کسی میں جرأت نہیں۔

کہا جاتا ہے کہ مصطفےٰ کمال کے اس قسم کے واقعات بہت سے ہیں۔ ملک کو اغیار سے بچانے اور ترکی کو مضبوط بنا دینے کی شہرت کی وجہ سے لوگ اس کی غلطیوں سے اعراض کر جاتے ہیں۔ ایک مرتبہ انقرہ میں بیرونی سلطنتوں کے وزیر آئے ہوئے تھے ان کے اعزاز میں دعوت دی گئی جس میں ایک رقاصہ نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کر لی۔ جب اسپیرداہ واہ کے دو سے برس لئے اس نے اس کے پاس جا کے اس کے رقص پر اسے مبارکباد دی۔ پھر سوچ کے کہا کہ اس کے مکان پر چل کے دعوت میں شریک ہو۔ اس رقاصہ کو اس حکم کے ماننے کے سوا چارہ کار نہ تھا اسکو اپنے ہاتھ سے سہارا دیتا ہوا وہ اس جگہ سے چلا گیا۔ اور کسی سے رخصت بھی نہ چاہی۔

موسم اختیار میں ۔ امریکہ کے ایک سائنسدان نے دعویٰ کیا ہے کہ وہ موسم کو اپنے قابو میں کر سکتا ہے۔ چنانچہ ایک گھوڑ دوڑ کی انجمن نے اس سے معاہدہ کر لیا ہے کہ ہر سورج چمکنے کے دن اسے دو سو پونڈ دئے جائینگے اور ہر دو ہفتہ کے روز پانچسو پونڈ ملیں گے۔ اگر بارش ہو گی تو اس سے دگنی رقم ضبط ہو جائے گی۔ اس معاہدہ کی وجہ یہ ہوئی کہ پچھلی گھوڑ دوڑ کے موقع پر ہفتہ بھر برابر بارش ہوتی رہی اور سارا مزا کرکرا ہو گیا۔ اس شخص کا دعویٰ ہے کہ وہ ایک آلہ کے ذریعہ بارش یا دھوپ پیدا کر سکتا ہے۔ اس دفعہ اس معاہدہ کرنیوالی کمپنی کی گھوڑ دوڑ کے موقع پر پہلے روز آسمان ابر آلود تھا۔ اس نے اپنا آلہ میدان میں قائم کیا۔ اور حقیقت میں بادل منتشر ہو کے دھوپ نکل آئی۔ اس نے امریکہ کے سرکاری محکمہ کو کہلا کے بھیجا کہ امساکِ باران کو وہ دور کر سکتا ہے لیکن وہاں سے جواب

صاف ملگیا کہ اسے یقین نہیں کہ کوئی شخص موسم پر قابو پا سکتا ہے۔

سمندر کی تہ۔ علم ارض والوں کا خیال ہے کہ زمین پہلے ان مقامات میں بنی جہاں سمندر اب ہیں۔ چنانچہ وہ طرح طرح سے سمندر کی تہ کا مطالعہ کرنے کی کوششیں کرتے ہیں۔ ایک فولادی خول بنایا گیا ہے۔ جو قطر میں چھ فٹ اور جسامت میں ۱½ انچ ہے۔ اس میں ایک کھڑکی چھ انچ چوڑی لگائی گئی ہے۔ باہر زبردست روشنی کی شعاعیں نکلتی رہتی ہیں نیچے پانی کا دباؤ بہت زیادہ ہے۔ ان لباسوں کو پہن کے نیچے اترنے والوں کا تعلق سطح سمندر کے اوپر والوں سے ہر وقت رہتا ہے۔ آکسیجن ہوا کے حوض ان کے ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ سمندر کی تہ میں مچھلیاں اپنی روشنی بوقت ضرورت نکالتی رہتی ہیں۔ اسوقت ایک پر لطف نظارہ ہوتا ہے سمندر میں پہلے سرخ روشنی نظر نہیں آتی۔ اسکے بعد نارنجی۔ پھر زرد۔ سبز ذرا دیر تک نظر آتی ہے۔ نیلا رنگ بہت دیر تک نظر آتا رہتا ہے اتنی گہرائی پر عجیب قسم کا نیلا رنگ پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

اگر سمندروں کی تہ کا مطالعہ بخوبی کیا جا سکا تو ایک ارب برس پہلے کے حالات معلوم ہو سکیں گے۔ کھنڈرات پانی کی تہ میں نظر نہیں آئیں گے۔ کیونکہ پانی کے اتنے دباؤ میں ہر چیز گھل جاتی ہے۔

ایک عورت کا بہروپ تاریخ کئی ایسی مثالیں پیش کرتی ہے کہ عورتوں نے مردوں کا بھیس بدلکر بڑے بڑے کام کئے اور مرتے دم تک کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی۔

ایک انگریز عورت نے مردانہ بھیس بدلکر اتنی ترقی کی کہ وہ فوج کے محکمہ طبابت کے انسپکٹر جنرل بنگئی۔ وہ ۱۷۹۵ء میں پیدا ہوئی۔ مردانہ ہاسپٹل اسسٹنٹ کے طور پر وہ فوج میں بھرتی ہوئی۔ ۱۸۱۸ء میں اسسٹنٹ سرجن ۱۸۲۷ء میں سرجن میجر ۱۸۵۱ء میں ڈپٹی اسسٹنٹ جنرل اور ۱۸۵۸ء میں انسپکٹر جنرل ہوگئی اور ۱۸۵۹ء میں نصف تنخواہ پہ پنشن یاب ہوگئی وہ جیمس میری کے مردانہ نام سے مشہور تھی۔ شمالی انگلستان میں ہیضہ پھوٹ پڑنے کا ملکہ وکٹوریہ نے اپنے خطوط میں ذکر کیا ہے۔ وہاں اس کا بھی ذکر ہے۔ سرکاری کاغذات میں اسے نہایت لائق آدمی قرار دیا گیا ہے۔ آواز میں کچھ نسائیت پائی جاتی تھی جسے وہ بہت کچھ چھپاتی تھی۔ اس کے بال سرخ تھے۔ رخسار کی ہڈی اٹھی ہوئی تھی۔ اس نے مالٹا اور کیمپ کالونی میں بھی عمدہ کام کئے۔ ۱۸۶۵ء میں جب وہ مری تو اس نے وصیت کی کہ اسکی لاش کو چیر اپھاڑا نہ جائے نرسوں میں اسبات نے استعجاب پھیلایا۔ انہوں نے جستجو کی تو اس کا زنانہ پن ظاہر ہوا۔ اس کا ایک حبشی نوکر تھا اسے البتہ اس کے عورت ہونے کی خبر تھی اور کسی کو اس کے سوا مرتے دم تک خبر نہوئی۔

آدمی کی ابتدا۔ اب تک یہ پتہ نہیں چل سکا کہ آدمی کی ابتدا کس طرح ہوئی۔ علم ارتقا والے اسے بندر سے متعلق کرتے ہیں۔ چین میں ایک کھوپڑی ملی ہے جس کے متعلق خیال ہے کہ دس لاکھ سال پہلے کی ہے۔ ڈاکٹر سمتھ لندن

یونیورسٹی کا ایک ماہر علم الانسان چین کو روانہ ہو گیا ہے تاکہ وہ اس مسئلہ کی تحقیقات کرے۔ جاوا میں ۱۸۹۱ء میں ایک کھوپری ملی تھی۔ اور ایک انگلستان میں ۱۹۱۲ء میں ملی تھی۔ یہ بالکل بندر سے ملتی جلتی ہیں جس سے یہی نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ آدمی پہلے بندر تھا۔ چینی والی کھوپری زیادہ پرانی ہے۔

ٹوٹے ہوئے تارے۔ ایک وقت تھا کہ لوگوں کو تاروں کے ٹوٹنے کا یقین ہی نہ آتا تھا۔ اب سائنسدان اس پر ایمان لے آئے ہیں۔ گریٹ ناما لینڈ میں ایسے تاروں کے ڈھیر کے ڈھیر پڑے ہوئے ہیں۔ یہاں کسی زمانہ میں ایسے تاروں کی بارش ہوئی تھی۔ وہاں کے باشندے ان کے ہتھیار بنا کے رکھتے ہیں۔

دس سال ہوئے نوہ بالیہ میں ایک بڑا تارا ٹوٹ کے گرا۔ وہ اب تک وہیں پڑا ہے۔ یہ مقام جنوب مغربی افریقہ میں گروٹ فونٹین سے ۱۲ میل مغرب میں ہے۔ اسکی ہموار سطح پر چاروں طرف بارہ آدمی ایک ساتھ چل پھر سکتے ہیں اس کا وزن ۵۰ سے ۶۰ ٹن بتایا جاتا ہے اس سے پہلے سب سے بڑے تارے کا وزن ۳۶½ ٹن تھا جو گرینلنڈ کے نزدیک ۱۸۹۷ء میں ہوا تھا۔

۱۴ دسمبر ۱۸۹۵ء کو کار پور کے نزدیک ۲۰ سیر وزنی تارا گرتا دیکھا گیا۔ وہ عجائب خانہ میں رکھ لیا گیا ہے عجائب خانہ میں اور تارے بھی ہیں جو انگلستان میں ۱۹۲۳، ۱۹۱۴، ۱۹۰۲، ۱۸۳۵، ۱۸۳۰ء میں گرتے دیکھے گئے

بعض اوقات ان تاروں کی یک وقت بارش ہو جاتی ہے۔ ۳۰ جنوری ۱۸۶۸ء کو ایک لاکھ پتھر جو وزن میں ۲ گرین سے ۱۰ سیر تک تھے۔ پولینڈ میں پل ٹسک کے قریب پانچ مربع میل کے رقبہ پر گرے۔ اور ۱۹ جولائی ۱۹۱۲ء کو ۱۴ ہزار آدھی زونہ میں گرے جن میں بعض کی جسامت انگور کے بیج کے برابر تھی۔ ایری زونہ امریکہ میں میکسیکو کے اوپر واقع ہے۔

اب تک ایسے موقعوں پر کسی اتلاف جان کی اطلاع نہیں ملی۔ البتہ ایک مرتبہ تین بچے بال بال بچے بوہیمیا میں وہ ایک کمرہ میں پڑے سو رہے تھے کہ جولائی ۱۸۲۷ء میں دو لوہے کے ٹکڑوں میں سے ایک چھت توڑ کے اندر آیا اور ساری چھت کا ملبہ ان بچوں پر گر گیا۔

محمد ظفر

زادِ راہ

عصمت کی ناظرات ایک آنے کے ٹکٹ محصول ڈاک کے لئے بھیجکے یا بیرنگ۔ یہ رسالہ پتہ ذیل سے منگا سکتی ہیں۔ اس میں حسب معمول قصہ کے پیرایہ میں نماز کا فلسفہ نماز جنازہ اور تجہیز و تکفین کے طریقے بیان کئے گئے ہیں۔ انجمن رفیق الاسلام کا یہ آٹھواں رسالہ ہے۔ بڑی اچھی خاموش تبلیغ ہے۔

محمد ظفر ایم اے وکیل گوڑگانوہ

خط و کتابت کے وقت خریداری نمبر ضرور لکھئے۔ تبدیلی پتہ کی فوراً اطلاع دیدیجئے۔ جواب طلب امور کیلئے جوابی کارڈ بھیجئے ورنہ شکایت معاف "مینیجر"

خواتین ہند

بیگم صاحبہ شاہ نواز کے خیالات

میاں سر محمد شفیع صاحب کی صاحبزادی بیگم صاحبہ شاہ نواز ولایت گول میز کانفرنس میں شرکت کی غرض سے بحیثیت نمایندہ کے تشریف لے گئی ہیں۔ لندن کے ایک اخبار ڈیلی ہیرلڈ کے نمایندہ سے دوران گفتگو میں آپ نے خواتین ہند کی موجودہ حالت پر اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے۔ ناظرات عصمت کے لئے ترجمہ ذیل میں پیش کرتا ہوں۔

مشرق، مشرق ہی ہے اور مغرب، مغرب ہی ہے مگر ہند جدید میں بہت سی اہم تبدیلیاں ہوگئی ہیں دور حاضرہ میں ہماری ہندستانی خواتین کی حالت مغربی عورتوں کے مقابلہ میں چند اعتبار سے بہتر ہے۔ حقیقتاً یہ امر موجب استعجاب نہیں ہے کیونکہ ملکی تاریخ میں خواتین ہند کا نمایاں پہلو رہا ہے گو کہ ان کی نقل و حرکت ظاہرانہ ہی ہو مگر ان کی شخصیت کا اثر اہم ترین رہا ہے ہمیشہ وہ گھر کی حاکم رہی ہیں پہلے ملک کی مثل ہے کہ اگر شوہر نیک مزاج ہے تو عورت گھر کی ملکہ ہے۔ شوہر ہمیشہ اپنی بیبیوں سے کاروباری معاملات میں مشورہ لیتے رہے ہیں یہ بہتیری مغربی خواتین کو اس کا علم ہی نہیں ہے کہ ان کے شوہروں کی کیا آمدنی ہے۔ پر ہماری خواتین کی کیفیت بالکل جداگانہ ہے کیونکہ ہمارے یہاں بی بی خاندان میں وزیر مالیات کے فرائض انجام دیتی ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ تمامی اخراجات ایک ضابطہ کی تحت میں ہوتے ہیں۔ ہر خرچ کا علم عورت کو ہو جاتا ہے اس لئے مرد اسراف سے اجتناب کرتے ہیں، مغربیت سے متاثر ہو کر چند نوجوان اس خیال کے ہوگئے ہیں کہ خاندان کے آمد و خرچ کا حساب عورت کی نگرانی میں نہ رہے۔

مسرت و غم

مشترکہ ہندستانی خاندان کے طریقوں کے متعلق ہندستان میں لوگ بہت کم واقف ہیں۔ ہمارے ملک میں خاندان کا ہر فرد ایک دوسرے کے غم و مسرت میں شریک ہوتا ہے جبکہ ممبران خاندان میں خوشی و اتفاق کا ایک دریا بہتا ہوا نظر آتا ہے۔ امور خانہ داری میں ہر شخص آزادانہ طور پر ایک دوسرے کو رائے دیتا ہے میری رائے میں وراثت اور جائداد کے معاملہ میں خواتین ہند کی حالت انگلستان کی عورتوں کے مقابلہ میں بہتر ہے انیسوی صدی میں شادی شدہ عورتوں کا قانون وجود میں آیا ہے اور اسلام نے ساڑھے تیرہ سو برس قبل عورت کی وراثت کے قوانین منضبط کر دیئے ان قوانین کے بموجب باپ کی جائداد سے $\frac{1}{3}$ لڑکی $\frac{2}{3}$ لڑکا پاتا ہے۔ ہندوؤں میں بھی عورتوں کو معقول گذارہ ملتا ہے یہ ہمیشہ سے رواج چلا آتا ہے کہ عورت کے نام جائداد شادی کے بعد بھی قائم رہتی ہے

شخصیت

حال ہی سے مغرب کی تقلید میں عورتیں باپ اور شوہروں کے نام سے منسوب کی جاتی ہیں ورنہ وہ ہمیشہ اس نام سے یاد کی جاتی تھیں جو بوقت پیدائش رکھا جاتا تھا اس کے اندر نکتہ یہ تھا کہ تمام عمر اپنی ایک خاص شخصیت رکھتی ہے۔ آج بھی بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عورتوں کو "مسز" کہہ کر یاد کرنا معیوب جانتے ہیں۔ ہم نے جو انگلستان کی پوشاک نہیں اختیار کی اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنے قومی لباس کو ترک کرنا نہیں چاہتے۔ جو کہ ہمارے ملکی ضروریات کے لئے موزوں ہے اور ہماری شخصیت کو ظاہر کرتا ہے۔

ہمارے مسائل آج ہمارے سامنے بہت سے اہم معاشرتی مسائل ہیں منجملہ ان کے ایک پردہ ہے جو عورتوں پر قیود عائد کرتا ہے کہ وہ دنیا کو جھروکوں سے دیکھیں اور بجز اپنے اعزہ کے کسی کے سامنے بے نقاب نہ ہوں۔ صغر سنی کی شادیاں اب بہت کم ہوتی ہیں۔ ایک سے زائد شادیاں اب بھی سننے میں آتی ہیں اور ابھی یہ رسم ترک نہیں ہوئی ہے۔

تعلیمی ترقی کے ساتھ مرد اور عورت دونوں اپنے فرائض ملک، سوسائٹی اور خاص کر آئندہ نسل کے متعلق سمجھتے ہیں۔ بہت سی اصلاحات عمل میں آگئی ہیں۔ پردہ تیزی کے ساتھ غایب ہو رہا ہے کیونکہ یہ ترقی کی راہ میں حارج ثابت ہو رہا ہے اس لئے نہیں کہ پس پردہ عورتوں کی زندگی ناخوشگوار تھی۔ امر حقیقت یہ ہے کہ جب عورت ایک اچھا شوہر، پیارے بچے اور خوش گھر رکھتی تو اس کی ذات کو کسی اور شے کی ضرورت نہیں ہوتی ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہم ترقی کی راہ میں کسی سے پیچھے نہ رہیں گے۔ قانون کے نفاذ سے صغر سنی کی شادیاں معدوم ہو جائیں گی۔ جنوبی ہند میں یہ رسم کثرت سے جاری ہے۔ ایک سے زاید شادیاں بھی کم ہوتی ہیں۔ ہندوستان میں ہر نوشاہ سے توقع کی جاتی ہے کہ وہ جہیز میں زیورات اور سامان عروس کو دے پس ایک سے زاید بی بی شوہروں پر بار ہو جائیں گی۔ نیز اکثر صوبجات میں عورتوں سے زاید مرد ہیں۔

معاشرتی خدمت تقریباً ہر صوبہ میں عورتوں کو حق نیابت حاصل ہے۔ پبلک کاموں میں وہ عملی حصہ لیتی ہیں کونسلوں کی ممبر بھی ہیں۔ زچہ بچہ کے مرکز بھی بہت قایم ہو گئے ہیں۔ لیڈی چمسفورڈ سابق وائسرائے کی اہلیہ صاحبہ نے اس سلسلہ میں ہندوستان کی بڑی خدمت کی ہے۔ آج ہماری خود انجمنیں ہیں۔ جن کی تحت میں فاضل ڈاکٹروں کی نگرانی میں دودھ و دیگر ضروریات کی فراہمی کا انتظام ہے۔

ہندوستان میں چھوٹے بچوں کی زیادہ اموات کے بہت سے اسباب ہیں۔ گرم آب و ہوا مختلف امراض صغر سنی کی شادیاں۔ ماؤں کی جہالت۔ دودھ کی کم یابی۔ یہی ایک مسئلہ ہے جس کی طرف ہندوستانی خواتین کو خاص توجہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے بچے اچھی طرح نشو و نما پاکر اچھی صحت والے شہری ہوں۔

تعلیم کے جبریا کرنے کی سخت ضرورت ہے جس قدر جلد ہو اسی قدر بہتر ہے۔ بیشتر ہماری عورتیں اپنی مادری زبان میں خط و کتابت کر سکتی ہیں اعلیٰ طبقہ فارسی اور عربی جانتا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ ہمارا مشرقی ادب ترقی کرے۔ ملک میں متعدد اسکول اور کالج قائم ہیں جن میں ہر فرقہ و جماعت کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں مگر یہ ناکافی ہے۔ عام اور ہر شخص کے لئے تعلیم کی ضرورت ہے۔ جو کچھ بھی نتیجہ ہو۔ ہند جدید کی خواتین ملکی کام میں پورے طور پر ہاتھ بٹانے کے لئے تیار ہیں۔

عبدالحئی عباسی بی۔ اے

عصمتی دسترخوان کے دوسرے حصے

بچوں اور بیماروں کے کھانے

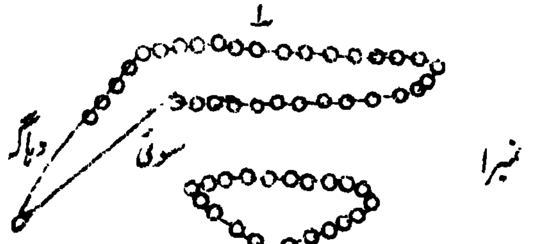
عصمتی دسترخوان کے دوسرے حصے شائع کرنے کا خیال میں نے جون کے پرچہ میں ظاہر کیا تھا مگر چھ مہینے گزر گئے اور دو سے زیادہ کتابیں میں مرتب نہ کر سکی۔ بڑی وجہ تو یہ ہے کہ ان دنوں خانگی ذمہ داریوں میں مصروفیت زیادہ رہی پھر ایک یہ بھی وجہ ہے کہ گو ترکیبیں زیادہ تر ان ہی بہنوں نے بھیجی ہیں جو عصمتی دسترخوان حصہ اوّل کی تیاری میں حصہ لے چکی ہیں۔ تاہم اپنے اطمینان کے لئے جب میں نے دس بارہ ترکیبوں کا تجربہ کیا تو ان میں بھی دو ایک ترکیبوں میں کچھ نہ کچھ کسر نکلی۔ بہرحال عصمتی ہنڈکلیا، اور ناشتہ یہ دو کتابیں تو اس ماہ کے آخر تک شائع ہو جائینگی۔ مگر بچوں اور بیماروں کے کھانے کی اشاعت کے لئے بہنیں ابھی ایک مہینہ اور انتظار کریں۔ ان دونوں کتابوں کے لئے میں نے درخواست کی تھی کہ صرف تجربہ کار بڑی عمر کی خواتین ترکیبیں بھیجیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ بہنوں نے اس کا خیال رکھا مگر انتخاب کرنے کے بعد یہ ترکیبیں نہ صرف تھوڑی بلکہ بہت ناکافی ہیں اس لئے اور جو جو بڑی عمر کی تجربہ کار خواتین (۱) بیماروں کے کھانوں اور (۲) بچوں کے کھانوں کے واسطے ترکیبیں یا مفید مضامین بھیجنا چاہیں ۱۵ دسمبر تک بھیج سکتی ہیں۔ ان کتابوں کی اشاعت سے شہرت یا ناموری میر پیش نظر نہیں ہے اور میں سمجھتی ہوں کہ جن بہنوں کی مدد سے یہ کتابیں تیار ہو رہی ہیں وہ بھی صرف اپنی بہنوں کی خدمت کے لئے یہ تکلیف اٹھا رہی ہیں۔ اس لئے التماس ہے کہ جس چیز کی ترکیب بھیجی جائے خواہ پہلے سینکڑوں ہی دفعہ تجربہ کی گئی ہو مگر ان کتابوں کے لئے پھر تجربہ کر کے دیکھ لیں کیونکہ ذراسی غلطی سے ہزاروں بہنوں کا روپیہ برباد اور وقت ضائع ہوگا بغیر تجربہ کی ہوئی پچاس ترکیبوں کے مقابلے میں صرف دو تجربہ کی ہوئی صحیح ترکیبوں اور صرف ایک کارآمد مضمون سے آپ اپنی صنف کی بڑی خدمت کر سکتی ہیں۔ جو وزن لکھا جائے اس کا بھی پورا خیال رکھئے کہ کمی بیشی کی مطلق ضرورت نہ پڑے اور اشیا کا نام عام فہم ہو۔ ترکیبوں کے ساتھ جو خط بھیجا جائے اس میں یہ الفاظ ضرور ہوں کہ "ترکیبیں تجربہ کرنے کے بعد بھیج رہی ہوں"۔ خط میں اپنا نام اور پورا پتہ لکھیئے ہر ترکیب الگ الگ کاغذ پر صرف ایک طرف ہو اگر ان ہدایتوں کا خیال رکھ کر تجربہ کار بڑی عمر کی بہنیں ۱۵ دسمبر تک ترکیبیں بھیجینگی تو کتابوں میں شامل ہو سکیں گی ورنہ نہیں۔

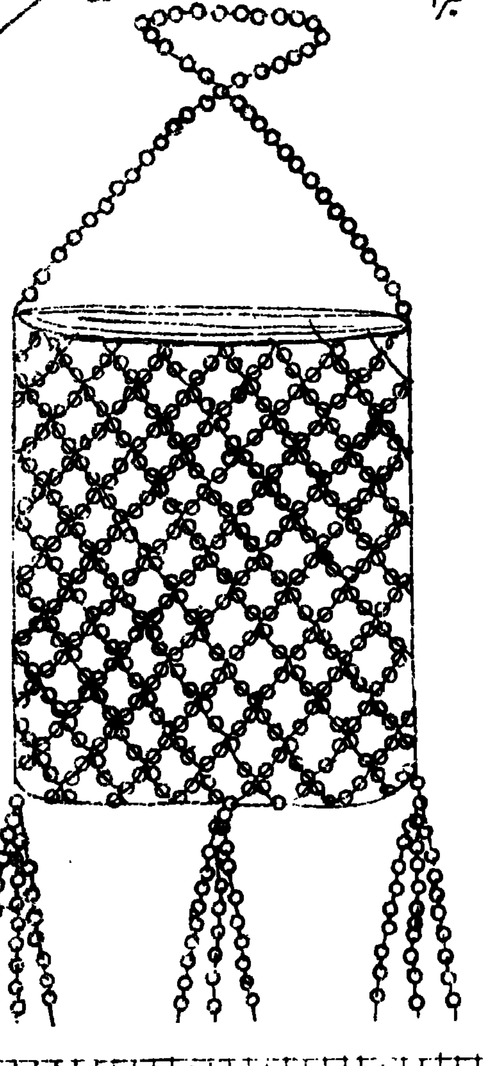
مجھے امید ہے کہ ہمارے محترم بھائی کپتان نصیر الدین احمد صاحب ریلوے سرجن، ڈاکٹر محمد اعظم صاحب اعزازی میڈیکل افسر اور ڈاکٹر سعید احمد صاحب آئی ام ڈی بھی ان کتابوں کی طیاری میں حصہ لیں گے اور اپنے برسوں کے تجربہ سے ہزاروں خواتین کو ممنون فرمائیں گے۔ تیسری کتاب "مشرقی و مغربی کھانے" اگر خدا کو منظور ہوا تو آخر جنوری میں مرتب کروں گی۔ اور اس میں صرف وہی ترکیبیں درج کی جائینگی جو اس سے پہلے کے حصوں میں شائع نہیں ہوئیں گو اس حصہ کے لئے بہت کافی ترکیبیں آچکی ہیں تاہم اور جو جو خواتین حصہ لینا چاہیں تجربہ کرنے کے بعد ۱۵ جنوری تک ترکیبیں اور مفید مضامین بھیج سکتی ہیں۔

آمنہ نازلی

موتیوں کا بیگ (نمبر۱)

از راضیہ بانو فیروز





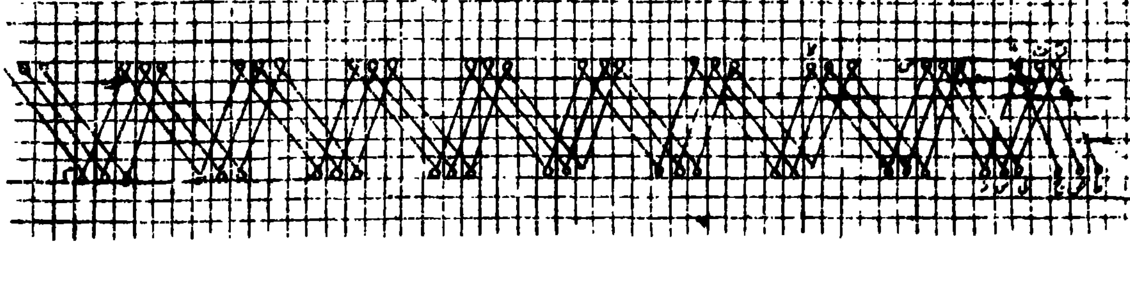
ترکیب جتنا چوڑا آپ بیگ بنانا چاہیں اس سے دوگنا ۰۰۰ باگے کر موتی پرو دیں اور ایک ہار کی شکل میں بنالیں دیکھئے نقشہ نمبر۱

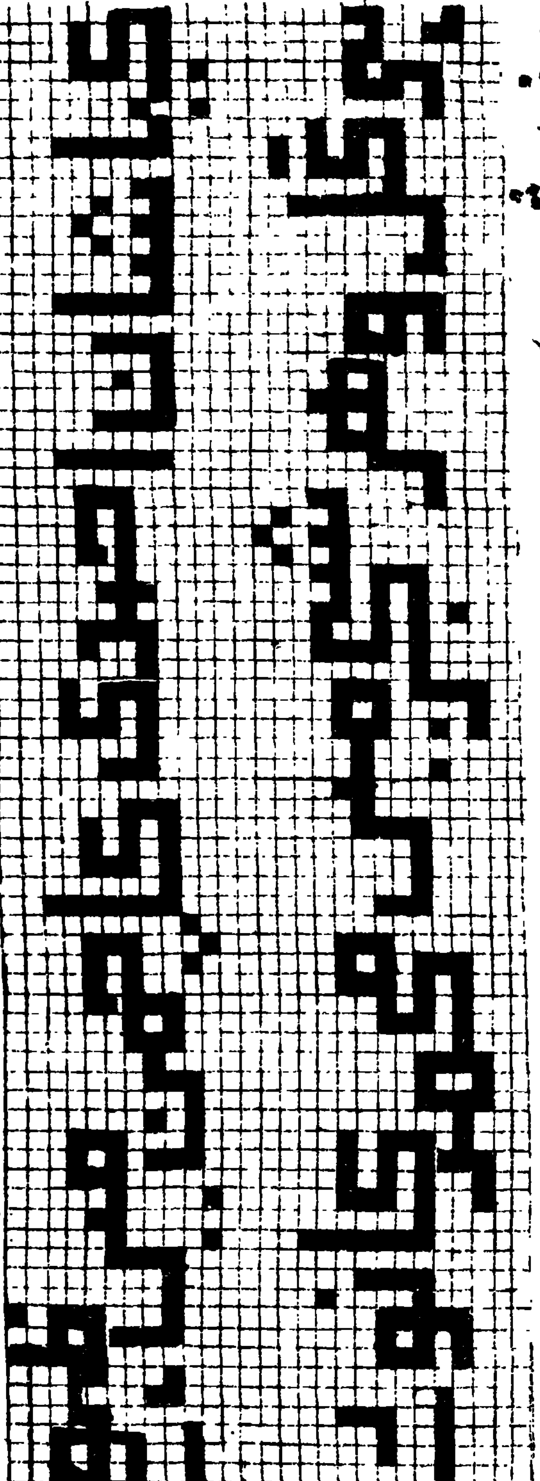
بعد تین تین موتی لے کر ہر تیسرے موتی میں پروتی چلی جائیں اس طرح سے جتنا لمبا رکھنا چاہیں ایک موتی بیچ میں چھوڑ کر ہر تیسرے میں پروتی جائیں پھر آخر میں لمبا ہو جانے پہ ختم کر کے چھوڑ دیں بیگ تیار ہو گیا۔ دیکھئے نمبر۲

جو بہنیں موتیوں کے کام جانتی ہیں ان کے لئے تو بالکل آسان ہے۔ اگر عصمتی بہنوں نے ایسے موتیوں کے کام کو پسند فرمایا تو انشاء اللہ تعالےٰ آئندہ بھی ایسے موتیوں کے کام کی چیزیں ارسال کروں گی۔

اون کی واسکٹ (نمبر۳)

عصمتی بہنوں کے لئے ایک ویسکٹ کی ترکیب ذیل میں تحریر کرتی ہوں جو کہ بہت آرام دہ اور آسان ہے اس کو ہر ایک بہن تیار کر سکتی ہیں واسکٹ کے لئے ان چیزوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اون دو رنگ کے موٹی سوئی۔ جالی یمنل برائے کروٹ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر دیکھئے)





کروشیا میں شعر اس کے بنانے کی ترکیب نہایت آسان ہے ٹنگ کار ڈیزائن سے بنا کر کمرہ میں آویزاں کریں۔ نیز تکیہ کے غلاف پر نہایت موزوں ہوگا۔ **انور سلطان آگرہ**

(بقیہ مضمون صفحہ ۴۹۶)

اون دو قسم کی لینا چاہئے کیونکہ واسکٹ تیار ہونے پر خانے کے کونے پر چھوٹی چھوٹی بندکی ڈالی جاتی ہے مگر اس میں بہت تھوڑی اون لگتی ہے سوئی اس قدر موٹی رہے کہ اون آسانی سے ناکے میں جاسکے جالی جیسا کہ نقشہ سے ظاہر ہے اس قسم کی رہتی ہے۔ پہلے جالی میں جتنی بڑی کہ واسکوٹ بنانا منظور ہو پنسل سے نشان کر لیا جائے تاکہ اون واسکٹ سے زیادہ بڑھ کر بیکار نہ ہو جائے اون کو سوئی میں ڈال کر ابتدا مطابق نقشہ ج سے کریں۔ او ب سے دال تک د سے س تک لاویں اور اسی طرح آخر میں مضبوط ٹانکہ دیکر اون توڑ لیں۔ پھر ص کے پاس سے شروع کریں اور ف سے ق تک لاویں اور اس طریقہ سے آخر تک ختم کریں۔ پھر ط سے یکر ق اور ل تک لاویں غرض کہ اس طریقہ سے خانے بھریں اور پھر اوپر سے جو خانے بھرے گئے ہیں خوب اس خانہ سے ملا کر پہلے کی طرح شروع کریں لیکن یہ خیال رہے کہ اون خوب برابر کرتی جائیں ورنہ جالی معلوم ہوگی تیار ہونے پر مخمل کی گوٹ یا حسب پسند سادی وسکیٹ سی لیں اور اگر بچوں کی واسکٹ بنانی ہو تو بیچ میں جالی کے دس دس خانے چھوڑنا چاہئے بغیر خانے کے ہرگز نہ بنائیں ورنہ آرائش سے خراب ہو جائیگی ابتدا کرتے وقت تمام خانے گن کر اون ڈالنا چاہئے اور بندکی کے پاس نکے کے پاس جیسے بخیہ کیجاتی ہے اسی طرح سے رہے یہ واسکٹ بہت آرام دہ اور خوبصورت ہے۔ میں نے اپنے چھوٹے بھائیوں کے لئے بنائی ہے۔

سرور جہاں اعظم گڈہ

دستِ کرم

تربیت گاہ کے لئے حیدرآباد کی عصمتی بہنوں اور بھائیوں کا چندہ (بقایا دسکہ عثمانیہ) حسب ذیل ہے:۔

محل امین الزمان صاحب انجینیر ۴۰ نادر سلیمان بھائی صاحب تاجر للعہ ایسے مولوی احمد عبد القادر صاحب عہ مرزا محی الدین صاحب للعہ مولوی عبد الغنی صاحب عہ مولوی زین الحسن صاحب وکیل للعہ مولوی اخلاق حسین صاحب بیرسٹر للعہ پنڈت دیوی داس جی صاحب للعہ مسٹر شیوراج کھنہ گیگر للعہ عبد الحکیم صاحب وکیل عہ بیگم اخلاق حسین صاحب یک گزہ ٹاکی۔ متفرق ۵ وال پنچہ خانہ عبد سبحانی صاحب مشیر مسز اخلاق صاحبہ مولوی عبد اللہ سید سلطان الدین صاحب عہ۔

جالنہ — مولوی محمد ایوب صاحب۔ محبوب علی صاحب۔ افضل علی صاحب مصطفیٰ علی صاحب۔ مولوی عبد الحکیم صاحب عبد الوحید صاحب عہ۔ کل للعہ محمد خاں صاحب للعہ

اورنگ آباد — احمد بادشاہ صاحب عہ مولوی سید احمد صاحب وکیل عہ سعیدہ بیگم صاحبہ عہ مولوی محمد تقی نادر عہ

از دیجاپور — مولوی ابو الحسن صاحب عہ۔ مولوی غلام محی الدین صاحب عہ سید غلام معین الدین صاحب عہ از رحمن پیشین معزت بیکار صاحب عہ متفرق معزت بیکار صاحب وسرشتہ دار صاحب للعہ

جلسہ انجمن خواتین دکن کا چندہ جو مسز ابو سعید مرزا صاحبہ نے وصول کیا۔ بیگم نواب مرزا یار جنگ ماہر للعہ ابو سعید مرزا صاحبہ عہ مسز غلام محمود صاحب قرشی وضع کرکے جن کا ماہ گزشتہ میں اعلان ہو چکا ہے ۲۶۳ للعہ ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے: کل سید علی اکبر صاحب ۴۲

دس دس روپیہ از محلات سمیع اللہ شاہ صاحب حسین علی خانصاحب محمد احمد مرزا صاحب۔ سید محمد تقی صاحب۔ رحمت اللہ صاحب حسین علی مرزا صاحب۔ عبد الکریم صاحب۔ فخر الدین علی خانصاحب۔ غلام مصطفیٰ صاحب۔ **اور پانچ پانچ** روپیہ از محل قادر نواز جنگ مرحوم نواب سعید صاحب۔ عبد الحفیظ صاحب۔ عبد الباقی صاحب۔ سیف علی خان صاحب۔ متفرق بذریعہ مسز ابو سعید مرزا صاحب للعہ

جلسہ انجمن خواتین کا اسلام کا چندہ (جو محترمہ مسز منیر الزمان صاحبہ کے ذریعہ وصول ہوا) کل سید عبد القادر صاحب کے عہ وضع کرکے جس کا اکتوبر کے پرچہ میں اعلان ہو چکا ہے۔ نیز مرزا مہدی علی خان کے عہ وضع کرکے جو سکہ انگریزی کی فہرست میں ہے ۱۳۱ للعہ ہوتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

دس دس روپیہ از محلات ڈاکٹر خورشید حسن صاحب۔ نواب امیر حسن صاحب۔ ابو الحسن سید علی صاحب۔ سید عباس صاحب۔ نواب سراج یار جنگ بہادر۔ مرزا قربان علی صاحب جاگیردار۔ سید محمد تقی صاحب انجنیر۔ محبوب علی صاحب۔ شمشاد حسین صاحب۔ جلیل الزمان صاحب بیرسٹر۔ **پانچ پانچ** روپیہ از محلات عبد اللطیف خاں صاحب۔ سید علی مہدی صاحب۔ ڈاکٹر ارسطو یار جنگ۔ مسز مرزا محمد علی صاحب۔ عزیز علی صاحب۔ عبد الغفار صاحب۔ انور علی صاحب۔ سجاد حسین صاحب۔ رضی الدین صاحب۔ عبد الوحید صاحب۔ آر سید عبد الحمید صاحب مددگار۔ **چار چار** روپے از محلات ڈاکٹر لطیف سعید صاحب۔ عبد الحمید صاحب تاجر۔ سید عبد القادر صاحب۔

متفرق بذریعہ محترمہ مسز منیر الزمان صاحب للعہ

سکہ انگریزی — سید علی اصغر صاحب بلگرامی حیدرآباد عہ از قاسم سید عمر صاحب حیدرآباد عہ مولوی محمد باقر صاحب معتمد فوج عہ۔ بنت مرزا مصطفیٰ بیگ صاحب وظیفہ یاب عہ مسز ہنری فریدہ دل بیچ جالنہ عہ عبد القادر صاحب عہ حاجی موتی صاحب للعہ عبد الغنی صاحب عہ رحیم داد خاں صاحب عہ متفرق از رحیم الدین صاحب۔ تجمیار خانصاحب غلام محمد خانصاحب از جالنہ عہ مولوی مرزا رحیم بیگ صاحب عہ بیگم غلام احمد صاحب عہ محل وقار الدین صاحب عہ بنت مولوی ظفر علی صاحب عہ از دیجاپور مولوی عبد الکریم خانصاحب للعہ مولوی نذیر احمد صاحب عہ مولوی بشیر الدین احمد صاحب عہ مولوی سعید اللہ صاحب عہ مولوی عیسیٰ خانصاحب عہ مولوی غلام محمود صاحب عہ مولوی حبیب اللہ صاحب عہ مدرسہ سلطانیہ بدست مولوی عبد الکریم خانصاحب للعہ متفرق بذریعہ سررشتہ دار صاحب دیجاپور عہ **از بھساول** ہاشم سیٹھ دکان بچوجان۔ محمد صاحب عہ حاجی ابو حاجی عمر صاحب عہ خان بہادر قمر الدین صاحب عہ نور محمد عبد اللہ صاحب عہ ۴۲

۴۴ متفرق بذریعہ سیٹھ ہاشم صاحب بھساول ۱۳ للعہ مرزا مہدی علی خانصاحب حیدرآباد دکن عہ

راشد الخیری

نئی کتابیں

عصمتی دسترخوان کے دو اور حصے

محترمہ آمنہ نازلی نے عصمتی دسترخوان جیسی بے انتہا کارآمد کتاب سے ہندوستانی خواتین کی ایک اشد ضرورت کو پورا کر کے حقیقتاً اپنی بہنوں کی بڑی خدمت انجام دی ہے عصمتی دسترخوان کے لئے یہ کہنا کہ ہندوستان کی کسی زبان میں اس سے بہتر کتاب شائع نہیں ہوئی بالکل صحیح ہے اوّل تو جن جن خواتین نے اس میں حصہ لیا ہے انہوں نے پورا یقین دلایا ہے کہ ترکیب تجربہ کرنے کے بعد لکھی گئی ہے اور وزن میں پوری احتیاط کی گئی ہے کہ کوئی غلطی نہ رہے۔

پھر دو معزز خواتین نے جن کے ہاتھوں یا جن کی نگرانی میں ہزاروں مرتبہ مختلف قسم کے کھانے تیار ہوئے ترکیبوں کے انتخاب میں محترمہ آمنہ نازلی کو مدد دی اس کے بعد محترمہ موصوفہ نے پھر ایک ایک ترکیب کو اچھی طرح دیکھا اس کتاب کی دوسری خوبی یہ ہے کہ ہندوستان بھر کے ہر حصہ کی خواتین نے اپنے اپنے صوبہ کے کھانے بڑی احتیاط سے لکھے ہیں گویا اس کتاب کی موجودگی میں ہمارے ہاں ہندوستان کے جس شہر کا مہمان آجائے ہم اس کے مذاق اور پسند کا کھانا تیار کر سکتے ہیں اور ہندوستان ہی کے نہیں انگریزی جرمنی ترکی ایرانی افغانی کھانے بھی درج کئے گئے ہیں۔ لیکن ان خوبیوں کے باوجود عصمتی دسترخوان مکمل کتاب نہیں کہی جا سکتی تھی اس لئے اب محترمہ آمنہ نازلی صاحبہ اس کے دوسرے حصے بھی مرتب کر رہی ہیں چنانچہ دو کتابیں اس وقت طیار ہیں۔

(۱) عصمتی ہنڈکلیا

عصمتی دسترخوان سے بچیاں پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتی تھیں ان کے لئے محترمہ آمنہ نازلی نے عصمتی ہنڈکلیا تیار کر دی اس میں ان کھانوں کی ترکیبیں درج کی گئی ہیں جو بچیاں آسانی سے تیار کر سکتی ہیں، شادی سے پہلے ایک لڑکی کو کم سے کم جو کچھ کھانے پکانے کے متعلق عملی طور پر جاننا چاہئے وہ سب ہنڈکلیا میں موجود ہے۔ بالکل عصمتی دسترخوان کے اصولوں پر مرتب کی گئی ہے چنانچہ شروع میں نہایت مفید ہدایات بھی لکھی گئی ہیں۔ قیمت ۱۰/

ناشتہ

اس میں دوپہر اور رات کے کھانے سے قبل صبح اور تیسرے پہر کے ناشتہ کے لئے چار کوکو، شربت، آئس کریم، فالودہ کیک، بسکٹ اور کتنی ہی ایسی چیزیں جو ناشتہ کے لئے موزوں ہو سکتی ہیں۔ ان کی ترکیبیں درج کی گئی ہیں۔ ہر حصہ ملک کی خواتین اس سے پوری طرح فائدہ اٹھا سکتی ہیں اس میں بھی وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو عصمتی دسترخوان میں ہیں۔ قیمت ۱۲/

ناموَر خواتین اندلس

اندلس یعنی سپین میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال تک جس شان سے حکومت کی ہے تاریخ یورپ ہمیشہ ہمیشہ سنہری الفاظ میں اس کا ذکر کرے گی۔ اسی زمانہ میں سرزمین اندلس نے ایسی ایسی باکمال خواتین پیدا کی تھیں۔ جنہوں نے علوم و فنون کے دریا بہا دیئے تھے اور جن کی قابلیت مسلمانوں کے لئے مایۂ ناز تھی عصمت کی مضمون نگار محترمہ مہر النساء ہمشیرہ مسٹر غلام دستگیر بی اے ایجوکیشنل افسر نے بہت سی کتابوں سے بڑی تلاش و جستجو اور بے حد محنت و جانکاہی سے ان خواتین کے حالات اخذ کر کے نہایت دلچسپ پیرایہ میں عصمت میں لکھنے شروع کئے تھے وہ مضامین نظرثانی ہونے کے علاوہ بہت کچھ اضافہ کے بعد اب کتابی صورت میں شائع کئے گئے ہیں اس کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں طبقہ نسواں کیسی کیسی اعلیٰ پایہ کی شاعرہ ادیب مصور بذلہ سنج لطیفہ گو حاضر جواب خواتین سے مالا مال ہو رہا تھا۔ اس کتاب کی تالیف سے محترمہ مہر النساء نے صرف اپنے ہی عزیزہ کو رہین منت کیا ہے بلکہ ادب اردو میں بھی یہ تذکرہ ایک قابل قدر اضافہ ہے طرز بیان بہت دلچسپ ہے کیونکہ تاریخ میں افسانہ کا سا لطف پیدا کیا گیا ہے ہم قابل مولفہ کو اس تذکرہ کی تالیف پر دلی مبارکباد دیتے ہیں اور ہمیں پوری امید ہے کہ تعلیم یافتہ خواتین اس مفید اور سبق آموز کتاب سے بہت مسرت کے ساتھ اپنے کتب خانہ کی زینت بڑھائیں گی قیمت صرف چھ آنہ (۶/) ملنے کا پتہ دفتر عصمت دہلی

سرگذشت ہاجرہ

محترمہ صغرا ہمایوں مرزا صاحبہ ایم آر اے ایس سابق اڈیٹر النساء اپنی بیش بہا تصانیف اور دلچسپ مضامین کی وجہ سے تعلیم یافتہ خواتین میں اس قدر شہرت حاصل کر چکی ہیں کہ اب کسی تعارف کی محتاج نہیں رہیں ان کی تصانیف موہنی تحریر النساء وغیرہ عصمتی حلقہ میں نہایت وقعت کی نظر سے دیکھی جاتی ہے ان کی دوسری تصانیف کی طرح یہ کتاب بھی اخلاقی جواہرات کا گرانبہا ذخیرہ ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ ازدواجی زندگی میں جو بدمزگی پیدا ہو جاتی ہے عورت انہیں کس طرح دور کر سکتی ہے۔ چار سہیلیاں ایک جگہ جمع ہو کر اپنی اپنی بپتی سناتی ہیں مگر سب سے زیادہ موثر دلچسپ اور سبق آموز ہاجرہ کی سرگذشت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس کتاب کا مطالعہ نہ صرف لڑکیوں کے لئے بلکہ بڑی عمر کی خواتین کے واسطے بھی نہایت مفید ہے کیونکہ سرگذشت ہاجرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیویاں بگڑے ہوئے

گھر کس طرح سنوار سکتی ہیں - اور ہاتھ سے نکلے ہوئے شوہروں کو کس طرح اپنا کر سکتی ہیں - تھوڑے ہی عرصہ میں اس کا پہلا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل گیا - کتاب قیمت ۱۲ / منیجر عصمت سے ملیگی -

گلدستہ سوزن کاری

از محترمہ سرشار بیگم صاحبہ اکبری ملنے کا پتہ شرف الدین بلڈنگ آدھوشیا

پورے جالندھر کی خواتین میں دستکاری کا شوق خوشی کی بات ہے کہ روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اسے دیکھکر اب اردو میں بھی کئی اچھی اچھی کتابیں مختلف دستکاریوں پر شائع ہوئی ہیں ان ہی کتابوں میں سے یہ مفید کتاب بھی ہے جس میں سوزن کاری کے نئے بیل بوٹوں کے قریباً سو خوبصورت خوبصورت نمونے دئیے گئے ہیں - اس کی ضخامت ۲۸ صفحے ہے مگر دستکاری کی جتنی کتابیں شائع ہوئی ہیں غالباً اس کا سائز سب سے بڑا ہے اس لئے ہر نمونہ صاف واضح ہے - جن بہنوں کو سوزن کاری کا شوق ہو وہ ضرور یہ کتاب محترمہ شمیم کے مندرجہ بالا پتہ سے منگا کر ان کی حوصلہ افزائی کریں -

ذائقہ

از محترمہ بہترین صاحبہ ملنے کا پتہ - سید ابوالحسن علی صاحب نمبر ۳ گولہ گنج لکھنؤ -

خواتین کے لئے یہ بھی کارآمد کتاب ہے اس میں ہندوستانی کھانے مٹھائیاں، مربے، اچار، چٹنی وغیرہ بنانے کی ترکیبیں مفصل بیان کی گئی ہیں - ہمیں خود ترکیبوں کے تجربہ کرانے کا موقعہ ملا نہیں مگر امید ہے کہ کھانے پکانے کی عام کتابوں کی طرح اس میں اٹکل پچو نسخے درج نہ کئے گئے ہوں گے - مصنفہ کی محنت قابل قدر ہے - ۸ / قیمت پر مندرجہ بالا پتہ سے مل سکتی ہے -

رہنمائے صحت

مہاتما گاندھی نے گجراتی زبان میں حفظان صحت کے موضوع پر ایک نہایت مفید کتاب لکھی تھی اس کے انگریزی ترجمہ کو اردو کا جامہ پہنا کر محمد اعظم خاں صاحب حیدرآباد دکن نے صحت کے لٹریچر میں گراں بہا اضافہ کیا ہے کیونکہ اردو میں اصول صحت کے متعلق عام فہم زبان میں حقیقتاً مفید کتابیں جن سے سب فائدہ اٹھا سکیں بہت کم ہیں - یہ کتاب صحت کے معنی - انسان کا جسم ہوا پانی، غذا، ورزش، لباس، جیسے اہم ابواب پر منقسم ہے - طرز بیان سادہ اور موثر ہے اور ترجمہ میں اس کا پورا خیال رکھا گیا ہے - ہم عصمتی بہنوں سے سفارش کریں گے کہ وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ کریں چھوٹے سائز کے سوا سو صفحوں پر چھپی ہے اور ۱۲/ قیمت میں مترجم سے نغیر لاشمان پورہ حیدرآباد دکن سے ملیگی -

تربیت گاہ کا جشن میلاد

پچھلے سال ہمکو بچیوں کے اس پاکیزہ جذبہ کا کہ وہ دھوم دھام سے جشن معراج منائیں اور عصمتی بہنوں اور بڑی بچیوں کو دعوت دیں اور شہنشاہ دوجہاں کی مہمان نوازی میں اپنی محترم ماؤں کو شریک کریں بہت دیر میں علم ہوا اور یتیم سیکشن کا بلاوا پرچوں میں شائع نہ ہو سکا مگر اب وقت کافی ہے اس لئے میں اپنی بچیوں کی طرف سے عصمتی بہنوں اور بڑی لڑکیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ۱۸ دسمبر ۳۵ء کو بعد نماز عشاء اس مقدس جلسہ میں تشریف لا کر ممنون فرمائیں -

دونوں جہان کے بادشاہ اس جشن میں تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کے مہمان ہیں اسلئے امید ہے کہ باہر کی بہنیں پچھلے سال سے زیادہ تشریف لا کر رونق دوبالا کریں گی اور حسن عقیدت کے ان سدا بہار پھولوں کو نچھاور کریں گی جو اس محفل میں برسائے جائیں گے - براہ کرم بہنیں اور دیگر دوست اپنی تشریف آوری کے قصد سے مطلع فرما دیں تاکہ قیام و طعام کے انتظام میں دقت نہ ہو - جو بہنیں شرکت کا قصد رکھتی ہوں وہ مفصل پروگرام طلب فرمالیں -

راشد الخیری

مہدی لوا

چھوٹی تقطیع کے ۹۰ صفحوں پر دلچسپ خیز قصہ ہے جسے مرزا نعیم بیگ صاحب چغتائی نے بچوں کے لئے لکھا ہے آپ بیتی ہو یا کہانی ہی ہو یا آپ کی گڑھی ہوئی ہو اور دلچسپ ہے طرز بیان شگفتہ ہے عبارت میں سلاست اور روانی - بچے پڑھیں گے تو خوش ہوں گے قیمت ۴ / نگارستان کوچہ سوہنی دروازہ لاہور سے ملیگی -

سلک مروارید

مولوی حافظ حکیم محمد حسین خاں صاحب کی رباعیات کا مجموعہ جس میں چند رباعیات آزادی نسواں اور پردہ کے خلاف کہی ہیں - قیمت ملنے کا پتہ - محمد احمد صاحب بریلوی سیتاپور

بزم عصمت

میں دلی مسرت کے ساتھ آپ کو اطلاع دیتی ہوں کہ میرے چھوٹے بھائی عزیزی عبدالقادر بیگ بی اے کی شادی ہماری ایک عصمتی بہن عزیزہ سعیدہ بیگم بنت مرزا اکبر علی صاحب قبلہ کے ساتھ بتاریخ ۹ نومبر انجام پائی۔ اس خوشی میں دس روپیہ تربیت گاہ کی بچیوں کے لئے اور پانچ روپیہ عصمت کے نادار فنڈ کے واسطے بھیجتی ہوں۔ نیز دو نام لکھتی ہوں ان پتوں پر رسالہ جاری کر دیجئے۔ خدا سے دعا ہے کہ جوڑا ہمیشہ خوش اور شاد رہے۔

سکندر بیگم بنارس

نہایت رنج و قلق سے تحریر ہے کہ میرے والد حاجی مولوی شفیع احمد صاحب رئیس بدایوں نے بتاریخ ۱۲ ماہ اکتوبر ۱۹۳۳ء مطابق ۲۰ جمادی الاول بروز دوشنبہ چار بجے دن کے اس دنیا ناپائیدار سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون دعا کیجئے کہ خدا اپنے جوار رحمت بہترین مقام عطا فرمائے اور نیز جملہ عصمتی بہنوں سے استدعا ہے کہ وہ دعا مغفرت کریں اگر بہن خورشید آرا بیگم صاحبہ یا کوئی دیگر عصمتی بہن قطعہ تاریخ وفات بذریعہ عصمت لکھدیں تو نہایت احسان مند ہونگی تاکہ ان کے مرقد پر کندہ کرا دیا جائے والد مرحوم کی روح کو ثواب پہنچانے کے لئے پانچ روپیہ کی حقیر رقم تربیت گاہ کی یتیم بچیوں کے واسطے نیز نادار فنڈ عصمت کے لئے بھیجتی ہوں۔ انشاء اللہ ایک معقول رقم وقت مقررہ پر ہر سال تربیت گاہ کو دیا کروں گی۔

راقمہ اہلیہ محمد ریاض رسول حمیدی خریدار از بدایوں

میں نہایت خوشی سے لکھتی ہوں کہ ۱۴ جون کو اللہ نے مجھکو بھائی عطا فرمایا ان کا نام مصطفیٰ علی رکھا گیا ہے کوئی بہن صاحبہ دو خوب اچھے اچھے قطعہ تاریخ ولادت ایک اردو میں دوسرا فارسی میں تحریر کریں تو بہت ممنون ہوں گی فارسی میں اگر بہن خورشید آرا بیگم صاحبہ لکھدیں تو مہربانی ہو گی۔

بنت سید فضل علی صاحب جبلکس پٹنہ

(۱) ستمبر کے عصمت میں سید قیصر حسین صاحب نے فریٹ ورک کی مشین ملنے کا پتہ دریافت کیا ہے لہذا اس کے ملنے کا پتہ یہ ہے۔

بمبئی سیمنٹ ڈپو۔ دھوبی تلاؤ۔ جرمحل۔ بمبئی

(۲) شاہجہانی بیگم صاحبہ کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ کے لئے سمنٹ بنانا مشکل ہے۔ دوسرے گھر پر بنانے سے عمدہ سیمنٹ گراں پڑے گا بہتر ہے کہ آپ بازار سے (Seccotine) مشہور سیمنٹ کا ایک ٹیوب جو چار پائی آنے میں ملیگا منگا کر اپنے برتن جوڑ لیں یا اگر آپ کو خود ہی بنانے کا شوق ہے تو لکھئے میں کوئی عمدہ نسخہ سیمنٹ کا لکھکر بھیجدونگا۔ سیمنٹ مذکورالصدر مندرجہ ذیل پتہ سے بھی مل سکتا ہے۔ ڈبلیو نیومین بکسیلرز کلکتہ۔

راقم رضا احمد جعفری از شہر آگرہ

نومبر نمبر بزم عصمت میں میں نے ایک بہن کا یہ مضمون پڑھا کہ پس کئے نوسادر اور راکھ ایک جوا میسکر داغوں پر ملئے۔ بہن صاحبہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ نسخہ آزمودہ ہے یہ تو بہت نقصان دہ ہے بجائے فائدہ کے مضر ہے

اے بی ایس ہینگن گھاٹ

جن بہن صاحبہ کے چہرے پر تل نمودار ہوتے ہیں ان کے مٹنے کی ترکیب لکھتی ہوں آزمودہ ہے۔ لیموں بڑا ۴ عدد جس کو بجورا کہتے ہیں۔ دال مصور اول لیموں کے عرق میں خوب تر کرکے سایہ میں خشک کریں۔ بعد کو چکی میں پسوا کر تھوڑا آٹا اس میں سے لیکر پانی میں گاڑھا گھولیں۔ روغن تل ملا کر استعمال کریں مفید ہوگا آزمودہ ہے۔

ہمشیرہ عبدالمعبود خاں غازی پور

جن بہنوں نے راکھ اور چونا کی وجہ سے داغ پڑنے کی شکایت کی ہے انہیں چاہئے کہ اس جگہ (Venusa Cream) وینوسا کریم لگایا کریں۔ سیاہ داغ انشاء اللہ مٹ جائے گا اور آئندہ ایسی دوا سے پرہیز کریں قدرت کی دی ہوئی کسی چیز کو برا سمجھ کر دور کرنے کی کوشش نہ کریں۔

ایس کے صغرا بیگم سبزواریہ کلکتہ

عصمت کے سالگرہ نمبر میں کسی بہن نے لکھا ہے کہ میری بہن کو مرض برص شروع ہے لیکن پہلے مریضہ کو چاہئے کہ برص کی جگہ سوئی چبھوئیں۔ اگر خون نکلے یا خون ملے ہوئے پانی کی شکل ہو تو مندرجہ ذیل پتہ پر دوا منگا کر استعمال کرائیں انشاء اللہ شفا ہوگی اور اگر خون کے عوض پانی نکلے تو ہرگز استعمال نہ کرائیں۔ پتہ مولانا قاری علی احمد صاحب پیش امام جامع مسجد نگینہ

خاکسار فاطمہ بیگم خریدار نمبر ۵۵۶

اکتوبر ۱۹۳۱ء کے عصمت میں کسی بہن نے کشیدہ کاری کی مشین کی استعمال کا طریقہ دریافت فرمائی ہے اس مشین کے لئے بہت باریک سوئی کی ضرورت ہے جو کہ الیس احمد ... پوسٹ بکس نمبر ۵۴ لاہور سے بہت عمدہ مل سکتا ہے۔ نقش کو فریم پہ خوب اچھی طرح تان کر زور سے مشین کی سوئی میں ڈال کر مشین چلائیں بہت آسانی سے کام دے گی۔ بشرطیکہ اون ٹھیک ہو۔

بنت سید اصغر حسن جج ...

بہن فا۔ ع۔ اخلاق زبیری صاحبہ کو معلوم ہو کہ ان کے بھانجے کے تاریخی نام ہو سکتے ہیں۔ محمد ظفر۔ محمد احمد۔ محمد حامد۔ محمد عابد۔ محمد راشد نیز سائرہ بیگم صاحبہ الہ آباد ان میں جو نام چاہیں اپنے بھانجے کا رکھیں عزیز احمد۔ نذیر احمد۔ شبیر احمد۔ بشیر احمد۔

صفیہ سلطان علی گڑھ

خاکسار نشین کے تاریخی نام عزیزہ فاطمہ۔ عفیفہ بانو۔ ... وفادار خاتون۔ ... بیگم ... اور سائرہ بیگم صاحبہ کے بھانجے کے لئے مسعود ظہیر احمد اور ... الاخلاق۔ منصور احمد موزوں ہوں گے۔

مسز جان محمد بن اسمٰعیل سیٹھ کوچین

... سال سے میرے چہرے پر سرخ سرخ دانے نکلتے ہیں بعض کا تو زیادہ داغ پڑ جاتا ہے اور بعض سے مہین کیل جم جاتی ہے کبھی سر سوں وغیرہ کا ابٹنا ملتی ہوں تو دانے اور زیادہ ہو جاتے ہیں اس سے چہرہ بدنما معلوم ہوتا ہے میرا رنگ پہلے بہت صاف تھا لیکن جب سے یہ دانے شروع ہوئے رنگ روز بروز سیاہ ہوتا جاتا ہے اور خاص کر جاڑے میں دانے زیادہ نکلتے ہیں اگر کوئی عصمتی بہن کسی ابٹن یا کریم پاؤڈر وغیرہ سے مطلع فرمائیں تو ہمیشہ شکر گزار ہوں گی۔

راقمہ خریدار نمبر ۳۶۵۴

میری ایک سہیلی نے مذاق میں پارہ کھا لیا تھا پانچ سال کا عرصہ ہوا ہے ان کے سارے جسم میں کھجلی ہو گئی ہے اور مہین مہین دانے پیپ سے بھرے ہوئے نکلتے ہیں گرمیوں کم اور جاڑوں میں زیادہ نکلتے ہیں منہ میں مرچ زیادہ لگتی ہے کڑوی چیز گرمیوں میں نہیں کھا سکتیں ہیں اور جاڑوں میں منہ کے اندر چھالے پڑ جاتے ہیں اگر کسی عصمتی بہن یا بھائی کو اس کا علاج معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مجھکو اطلاع دیں۔ بہن صاحب گ۔ ن کپور تھلہ بھی اس طرف توجہ فرمائیں۔ جس وقت پارہ کھایا تھا ان کی عمر ۱ سال کی تھی۔

عزیزہ فاطمہ بنت ڈاکٹر یار محمد صدیقی صاحب

نومبر کے پرچہ عصمت میں میری جانب سے ماہر امراض چشم حکیم صاحب کا پتہ چھپا ہے اس میں غلطی سے بجائے کپور تھلہ کے مقام کلکتہ درج ہو گیا ہے گ۔ ن بنت ڈاکٹر شیخ ابو الفضل چیف ڈائرکٹر یونیورسٹی کپور تھلہ

میری بہن کے چہرہ پر چھوٹے چھوٹے سیاہ اور بھورے رنگ کے تل کثرت نکل آئے ہیں جو کہ بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں اگر کسی عصمتی بہن یا بھائی کو اس کا مجرب علاج معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع فرمائیں۔

ایک عصمتی بہن آگرہ

میری ایک قریبی رشتے کی بہن کو یہ شکایت ہمیشہ دامنگیر رہتی ہے کہ کسی کسی ہاتھ کی انگلی یا ہتھیلی یا پاؤں کی انگلی یا تلوے میں پہلے پہل جلد سخت ہو کر درد محسوس ہونے لگتا ہے پھر وہ بصورت زخم تبدیل ہو کر رسنے لگتا ہے اور سخت تکلیف کا سامنا ہوتا ہے کئی دن کے بعد کسی علاج و معالجے سے شفا یابی حاصل ہوتی ہے تو چند دن کے وقفے کے بعد پھر دوسری کسی جگہ یہ شکایت نمودار ہوتی ہے۔ اس کی وجہ کیا؟ یہ کیا بیماری ہے؟ اگر کسی بھائی بہن کو اس کا مجرب علاج اور مرض کا نام معلوم ہو تو از راہ نوازش بذریعہ پرچہ عصمت مطلع فرما دیں۔

مس جان محمد بن اسمٰعیل سیٹھ جاپانی

میری نند کی ہاتھ کی ہتھیلیاں موسم سرما میں پھٹ جاتی ہیں اور بہت سے باریک باریک خط پڑ جاتے ہیں جو بہت ہی بہت بدنما معلوم ہوتے ہیں اور تکلیف بھی ہوتی ہے اگر کسی بہن یا بھائی کو آزمودہ نسخہ یا صابن معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع کریں۔ نہایت ممنون ہوں گی میرے سر میں گردن سے درد شروع ہو کر تمام سر میں پھیل جاتا ہے۔ بہن ص ب صاحبہ نے ناریل کے تیل بنانے کی ترکیب تحریر کی تھی میں نے تیل تیار کیا لیکن اس کے استعمال سے درد اور زیادہ ہو گیا اگر بہن صاحبہ کو کوئی اور آزمودہ دوا معلوم ہو تو تحریر کریں۔ مشکور ہوں گی۔

مسز حافظ عبدالنعیم صاحب از ڈھاکہ

برائے نوازش کوئی بھائی یا بہن بذریعہ عصمت مطلع کریں کہ کتاب حصن حصین کا اردو ترجمہ بھی کہیں سے ملتا ہے۔

الف لے بنت خان ڈاکٹر محمد خان کمشنر

مجھے کسی ایسی کتاب کی ضرورت ہے جس سے کہ با آسانی کسی استاد کے بغیر فارسی پڑھ سکیں۔ اگر کوئی عصمتی بہن یا بھائی ایسی کتاب اور اس کے پتے سے واقف ہوں تو بذریعہ رسالہ عصمت خاکسار کو مطلع فرما دیں۔

نیز اگر کوئی بہن جالی میں سوئی سے تاگے کے پھول بیل وغیرہ بنانے کا کام جانتی ہوں تو براہ مہربانی اس کی ترکیب سے آگاہ کریں۔ عیزہ

نوازش ہوگی -

خریدار نمبر ۳۴۹۲

عصمت سالگرہ نمبر کے مستقل عنوان خانہ داری میں ہاتھوں کا رواں دور کرنے کے لئے سیپولائٹ دوا بتلائی گئی ہے۔ میں نے کئی انگریزی دوا خانوں میں تلاش کرائی لیکن ملی نہیں - اگر کسی عصمتی بہن یا بھائی کو معلوم ہو کہ سیپولائٹ کیا چیز ہے اور کہاں سے مل سکتی ہے تو مفصل تحریر فرمادیں -

مسز عثمان حیدر لالت پور

میں نہایت خوشی کے ساتھ اطلاع کرتی ہوں کہ میری منجھلی ہمشیرہ کے بتاریخ ۲۰ اکتوبر سنہ ۳۳ء وقت ۱۱ بجے رات کو خداوند تعالےٰ نے ایک ننھی بچی عطا فرمائی۔ عصمتی بہنوں سے درخواست کرتی ہوں کہ کوئی اچھا تاریخی نام رکھدیں بہت شکر گذار ہوں گی -

ممبر ۱۵۰۱ مس ممتاز حسین

میری ایک رشتہ دار بہن کی جن کی عمر ۱۳ سال کی ہے اکثر یہ ہو جاتا ہے کہ پیشاب کرنے کے بعد ایسا معلوم کہ جیسے پتھر ہوگا جس سے درد ایک گھنٹہ اس قسم کی جبھن محسوس ہوتی ہے پھر ٹھیک ہو جاتا ہے۔ پھر جب پیشاب ہوتا ہے تو ہی جبھن پھر ہونے لگتی ہے یہ حالت پانچ چھ روز تک رہتی ہے موسم گرما میں جلد جلد ہوتا ہے جس سے ان کو بہت تکلیف ہے نیز گرمی کے دنوں میں کبھی کبھی مجھکو یہ ہوتا ہے کہ جب شب کو سونے کے لئے لیٹتی ہوں تو نیند بالکل نہیں آتی حالانکہ میں سب خیالات نکالدیتی ہوں جب لیٹے لیٹے کبھی ایک کبھی دو بج جاتے ہیں تب کہیں نیند آتی ہے لیکن جب نیند آجاتی ہے تو آنکھ نہیں کھلتی چپ چاپ لیٹے رہنے سے طبیعت بہت گھبراتی ہے مہربانی کرکے کوئی بہن ان دونوں کا آسان اور آزمودہ نسخہ تحریر کریں بہت زیادہ مشکور ہوں گی -

ح - ج بیگم

دانتوں کی صفائی کے لئے یہ منجن مفید ہوگا: -

زہرالجبر ۶ ماشہ خاکستر صدف ۶ ماشہ نمک شاخ گوزن سوختہ ۶ ماشہ

ان کو پیسکر منجن بناکر استعمال کریں - اور اس کا غرارا کریں -

بیخ کبر ۶ ماشہ فیتن ۶ ماشہ مصطگی ۶ ماشہ عاقرقرحا ۶ ماشہ

اس کو جوش دیکر کلیاں کریں - انشاء اللہ مفید ہوگا

ہمشیرہ شفقت علی اترولی

بزم عصمت کے لئے جو خط بھیجئے اس میں خریداری نمبر ضرور درج کیجئے

ایک نئی قسم کا پھوڑا

نہایت رنج و قلق سے تحریر کرتی ہوں کہ میری پیارے گھر کا کھلونا بھتیجی بنام اقبال فاطمہ بعمر ۹ ماہ ۳ جولائی کو ۲ بجے دن راہی ملک بقا ہوئیں انا للہ وانا الیہ راجعون - ہم سب کو اپنی مفارقت میں مبتلا چھوڑا اللہ ہم سب جمیع اعزہ کو صبر عطا فرمائے

یوں تو جہاں دار بقا ہے سب فنا اللہ الباقی ہے

مگر صدمہ جانکاہ اس کے جو نیکے انوکھے چلے پر ہے - میرے بھائی اپنے وطن ہم سب کو لیکر مرزاپور ۲۹ رجون کو گئے - ۳۰ رکو بخیریت پہونچے سب آرام سے رہے اہل وطن و عزیزوں کو بیحد خوشی ہوئی - یکم جولائی کے روز شام کو بچی کو حرارت معلوم ہوئی - صبح کو اس کی ماں کی اجازت سے حکیم کا علاج شروع کیا ۲ رجولائی کو بغل گٹیسہ میں معلوم ہوا - ڈاکٹر کا علاج پھوڑے پر کیا جانے لگا ۳ جولائی کو صبح دورہ سا معلوم ہوا سول سرجن و اسسٹنٹ سرجن کو بلوایا دونوں نے متفق رائے ہو کر ۱۲ بجے دن کو اپریشن کیا تو بالکل پانی یا کچھ مواد نکلا بعد ہوا یا ہم منٹ کے مریضہ جنت نشین ہوئی - چوبیس گھنٹہ میں پھوڑا ظاہر بھی ہوا اپریشن بھی ہوا ڈاکٹروں کو حیرت تھی کہ یہ انوکھا پھوڑا تھا ایسا کبھی اپریشن نہیں کیا، عصمتی بہنوں کی خدمت میں استدعا ہے کہ کوئی بہن صاحبہ قطعہ تاریخ لکھدیں ثواب عظیم ہوگا - مبلغ ۵ ر کی حقیر رقم ارسال خدمت ہے یتیم سیکشن کو تقسیم کردیجئے قرآن شریف پڑھکر بچی کو بخشدیں

ہمشیرہ عبدالمسعود خاں غازی پور

گیارہ بارہ برس میں منہ کے مرض میں مبتلا ہوں بہت علاج یونانی ڈاکٹری کئے کوئی فائدہ نہیں اور اب تک علاج سے غافل نہیں ہوں کیونکہ تکلیف ازحد ہے اور بہت ہی پریشان ہوں اسی وجہ سے برابر علاج اور پرہیز کرتی رہتی ہوں کہ شاید کوئی دوا لگ جائے اور اس تکلیف سے نجات پاؤں - مگر افسوس ہر علاج کے بعد مایوس ہو جاتی ہوں - میں کھانے سے لاچار ہوں اندر منہ کے دونوں طرف جبڑوں میں اور تالو، حلق میں زخم ہیں اور تالو جبڑوں میں نیلے داغ ہیں اور گوشت جابجا جبڑوں کا مردار کھال کی شکل ہے اور کبھی کبھی بیٹھ دانوں میں سے گوشت گل کر ذرا ذرا گر پڑتا ہے اور اور جبڑوں کا گوشت تڑخ جاتا ہے - سمٹ کر ذرا ذرا سے پڑجاتے ہیں تالو حلق جبڑوں دونوں ہونٹوں میں اور چاروں طرف ہونٹوں کے

بہت خارش ہوتی ہے اور ہونٹوں میں ہر وقت زیادہ خارش رہتی ہے ہونٹوں کی دونوں کھائیاں اوپر سے کالی ہو گئی ہیں۔ یہاں سب سے زیادہ خارش رہتی ہے اور سب منہ صاف ہے۔ صرف کھائیاں کالی ہو گئی ہیں۔ چہرہ کی زیبائش خراب ہو گئی ہے آدھا چہرہ صاف اور آدھا کالا بہت برا معلوم ہوتا ہے۔ مجھے اس کا بہت رنج ہے یہ مرض مجھے ۱۵ سال کی عمر سے ہے اب میری عمر ۱۹ سال کی ہے اگر کسی ہمدرد عصمتی بہن کو کوئی ایسا آزمودہ مجرب نسخہ معلوم ہو تو بذریعہ عصمت مطلع کریں۔ عمر بھر احسانمند رہوں گی اور دعا دوں گی

والدہ عبدالجبار آگرہ

ایک بہن کی تکالیف

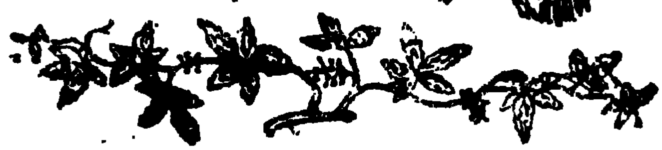
میری ایک نہایت ہی عزیز سہیلی کو عرصہ سے مختلف امراض و تکالیف نے گھیر رکھا ہے۔ ان کی تکالیف کی ابتدا ان بچے کے پیدا ہونے سے شروع ہوئی ہے۔ اوپر تلے تین چار بچے دو دو سال کے وقفہ سے ہوئے پھر ایک سال کے اندر ہی دوسرا ہو گیا چونکہ زچہ خانہ ہر دفعہ گرمی میں ہوتا رہا۔ اس لئے ٹھنڈا پانی برف لیمونیڈ۔ عرق وغیرہ پیتی رہیں۔ نہ معلوم ان سے رگ پٹھوں میں سردی بیٹھ گئی یا کوئی اور وجہ ہوئی اب گذشتہ زچہ خانے کے بعد سے ان کے تمام جسم میں درد رہتا ہے خصوصاً ٹانگوں میں بے حد ہوتا ہے کبھی کبھی سر میں درد بھی شدت کا اٹھتا ہے اور تقریباً غشی کی سی حالت ہو جاتی ہے کسی وقت چہرہ پر سوجن ہوتی ہے کسی وقت پاؤں سوج کر کپا ہو جاتے ہیں کسی دن ہاتھ، کبھی کبھی دست تک ہو جاتے ہیں اور ڈکار اتنے زور زور سے آتے ہیں کہ دوسرے گھر تک کے منہ جائے۔ پیٹ بھی بڑھ گیا ہے اب انہیں کسی نے بتایا ہے کہ یہ ریاحی بواسیر ہے۔ بواسیر کا مرض تو ان کے تمام خاندان ہی میں ہے مگر خونی ہے۔ ان کو بواسیر کا خون کبھی نہیں آیا۔ مگر تکالیف ریاحی البتہ معلوم ہوتی ہیں ممکن ہے بواسیر ریاحی ہی ہو اور اسکی وجہ سے ہی یہ رنگا رنگ امراض پیدا ہو رہے ہیں مگر وثوق سے نہیں بتا سکتیں کہ کیا ہے بعض دفعہ دل پر گھبراہٹ ایسی ہوتی ہے کہ چیخیں مار کر رونے کو جی چاہتا ہے سر پر بوجھ اور بھاری معلوم ہوتا ہے سر پر بلی کے بچے کی طرح دوڑتا ہے بیچاری بہت ہی پریشان ہیں بعض دفعہ سانس

راقمہ ایک عصمتی بہن





ان الفاظ میں بڑا کچھ اضافہ کرتا ہے سود مند ہوگا۔ آپ ایک مشین معہ سامان منگا کر دیکھئے۔ دنوں میں آپ کا گھر پر رونق ہو جائیگا۔ مخمل، دوسوتی، اور دوسرے مناسب کپڑوں پر نہایت عمدہ بیل بوٹے نکال سکتے ہیں۔ یہ مشین نہایت کار آمد ثابت ہوئی ہے۔ جو گھنٹوں کا کام منٹوں میں سر انجام دیتی ہے۔ اس کا ابھرا ہوا کام فی الحقیقت بڑا دلفریب ہوتا ہے۔



یہ مشین آپ کی بچیوں کے لئے ایک اچھی سہیلی ثابت ہوگی جو انہیں دنوں میں ہنرمند بنا دیگی۔

ضرورت مندوں کے لئے یہ مشین آمدنی کا بھی بہت اچھا ذریعہ ہے۔ ہر مشین کو بہت اچھی طرح دیکھ بھال کر روانہ کیا جاتا ہے۔ اور یہ فخر صرف ہمیں حاصل ہے کہ ہر مشین کے ساتھ نہ صرف کام کا نمونہ بھیجا جاتا ہے بلکہ اگر بعد میں کوئی بات کسی خاتون کی سمجھ میں نہ آئے تو جب تک انہیں اچھی طرح کام نہ آجائے۔ ہر قسم کا مشورہ مفت دیا جاتا ہے۔ قیمت درجہ اول تین روپے درجہ خاص جو خوبصورت مخملی کیس میں بند ہے اور جس کے ساتھ مفت مرمت کی گارنٹی ہے۔ چار روپے آٹھ آنے۔ کپڑا تاننے کا چوبی فریم بڑھیا قیمت دو روپے (عہ) ریشم کی لچھیاں ایک روپیہ فی درجن۔ کپڑے پر چھپے ہوئے نقشے آٹھ آنہ فی عدد۔

ہر مشین کے ہمراہ کام کا نمونہ معزز حضرات و خواتین کی تصدیق اور مفصل ترکیب استعمال اردو و انگریزی میں بھیجی جاتی ہے۔ فرمائش میں رسالہ کا حوالہ دینے سے پیکنگ مفت ÷

معزز اصحاب اور خواتین کے سرٹیفکیٹ اور تصدیقیں

ایڈیٹر صاحبہ رسالہ "عفت" دہلی اپنے رسالہ مئی سنہ ۳۰ء کی اشاعت میں تحریر فرماتی ہیں:-

تھوڑا ہی عرصہ ہوا کہ میں نے یہ مشین منگائی تھی۔ اس کا تجربہ کیا تو معلوم ہوا کہ نہایت مفید چیز ہے۔ اتنی سی مشین کام بڑی کا دیتی ہے۔ اور نہایت خوبصورت دلنشیں پھول بوٹے بناتی ہے۔ اتنی کار آمد ہونے کے باوجود قیمت بہت قلیل ہے۔ ہر ایک شریف خاتون کے لئے نہایت کار آمد چیز ہے۔ غریب بہنیں بھی کافی استفادہ اٹھا سکتی ہیں

یہ مشین نہایت خوبصورت بکس میں بند کی ہوئی ہے۔

محترمہ ب۔ ز صاحبہ دختر زادی جناب ڈاکٹر عبدالرزاق احمد صاحب رئیس اعظم اون ضلع ایوت محل برار تحریر فرماتی ہیں:۔ آپ کی رنگکاری کی مشین قابل ستائش ہے خصوصاً ان کے لئے جو گھروں میں بے کار زندگی بسر کرتی ہیں یہ ہمارے لئے عطیہ سٹی سٹور سمجھنا چاہیئے۔

مسٹر حامد حسین جعفری۔ ڈی۔ بی۔ ایچ۔ ہیلتھ آفیسر لکھیم پور کھیری رقمطراز ہیں:۔ کہ ہم نے اپنی ایک بہن کی معرفت آپ کے کارخانہ سے ایک مشین منگوائی تھی۔ جو بموجب اشتہار ٹھیک کام دے رہی ہے اس ننھی سی مشین سے نہایت عمدہ چیزیں تیار ہو سکتی ہیں +

محترمہ:۔ جناب بنت ممتاز الحق صاحب سپرنٹنڈنٹ پولیس۔ بھوپال رقمطراز ہیں " تصدیق کی جاتی ہے کہ سٹی سٹور کے یہاں کی کشیدہ کاری کی مشین کارآمد اور پائیدار ہے۔ ہر ایک بہن اس سے مستفید ہو۔ ریشم وغیرہ بھی اس کارخانہ سے اچھا دستیاب ہوا +

مسٹر ایچ۔ این۔ بت صاحبہ ساہور سے لکھتی ہیں: مشین اور اشیائے متعلقہ بحفاظت تمام پہنچیں۔ اور نہایت تسلی بخش ثابت ہوئیں +

چند روز کے بعد دوبارہ تحریر فرماتی ہیں " میں آپ کی ارسال کردہ مشین کو نہایت پسند کرتی ہوں مہربانی کر کے ایک مشین اور بھیجدیجئے میں نے بھاگلپور میں اپنے عزیزوں سے آپ کے کارخانے کی سفارش کی ہے۔ یہ لوگ اس مشین کے کام سے بہت دلچسپی لیتے ہیں +

محترمہ رضیہ بیگم صاحبہ دادی امین بیگم پیٹھ سے رقمطراز ہیں۔ مشین بڑی ہی بہت پسند آئی۔ ترکیب بھی سمجھ میں آگئی ہے۔ ایک مشین میری ہمشیرہ کے لئے روانہ فرمائیے +

مسٹر این براون ازجر پا بنگال" میں نے آپ کے ہاں سے جو کشیدہ کاری کی مشین منگوائی تھی وہ نہایت تسلی بخش ثابت ہوئی ہے۔

جناب شاہ عزیز عالم صاحب از گورکھپور" میں نے آپ کے کارخانہ سے جو کشیدہ کاری کی مشین منگوائی تھی واقعی بہت عمدہ ہے میں تو اخبار مشرق میں چھپوا دونگا کہ سب لوگ آپ کی مشین منگوائیں۔ ابھی میں اپنے گھر کی لڑکیوں کو مشق کروا تا ہوں +

اس کے بعد ایک اور خط میں لکھتے ہیں :۔ میرے ہاں آپ ہی کی دوکان کی پھول بنانے والی مشین استعمال ہوتی ہے۔ اور میری بہنیں آپ کے ہاں کی چیز کی بیحد مداح ہیں +

جناب مولوی اقبال احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر لکھیم پور کھیری سے تحریر فرماتے ہیں " پہلا پارسل وصول ہوا اور

حسب منشاء چیزیں ٹھیک تھیں۔ آپ کے کارخانہ سے ایسی چیزیں آئیں جیسا کہ ایک کارخانہ دار کو بھیجنی چاہئیں۔ آپکے ہاں کی مشین بھی ثابت ہوئی ہے لہذا ایک مشین اور بھیجدیجئے ۔

کچھ عرصہ کے بعد ایک اور نوازش نامہ میں ارشاد فرماتے ہیں :۔ آپکے ہاں سے جو مشین منگوائی تھی وہ خوب کام دے رہی ہے ۔ اور اس سے بہت سی چیزیں بنوائی گئی ہیں +

جناب اسلام حامد خاں صاحب ڈپٹی کلکٹر بارہ بنکی:۔ آپکے ہاں سے ہم تین مشینیں پہلے منگوا چکے ہیں اور تین اب منگوا رہے ہیں۔ واقعی آپ کی مشین بہت کارآمد ہے ۔

مسنز سید علی حیدر صاحب سب رجسٹرار خلیل آباد بستی سے تحریر فرماتی ہیں :۔ آپکا مرسلہ پارسل پہنچا کل اشیاء میرے پسند آئیں۔ درحقیقت آپ کا انتظام بیحد باقاعدہ ہے میں انشاء اللہ آپ کی مشین ضرور فروخت کرانے میں سعی کروں گی۔ دوسری مرتبہ لکھتی ہیں :۔ میں نے دو دفعہ آپکے یہاں سے ریشم فریم اور اون منگوایا سب میرے حسب منشاء آیا جسکا شکریہ

زرنگار جوتیاں



نفیس اور خوبصورت جوتیاں ہوا ہے۔ نفیس مزاج اصحاب اور ہیں پہننے میں آرام دہ اور ہلکی دیکھنے کے لحاظ سے گویا مفت ہیں مگر لو

جنپر نہایت وضعدار سنہرا کام بنا بیگمات کے لئے تیار کروائی گئی ہیں خوشنما اور دلکش اور داموں میں پہنئے۔ سلیپروں کا عمدہ بدل

ثابت ہونگی کہیں آنے جانے کیوقت پہنئے آپ کی زینت دوبالا کریں گی قیمت زنانہ سائز مخمل پر سچے سنہرے کام والی دو روپے چار آنے فی جوڑہ ۔ مردانہ سائز مخمل یا چمڑے پر سنہرا کام ، دو روپے دس آنے فی جوڑہ پاؤں کا خاکہ فرمایش کے ہمراہ آنا چاہئے۔ یہ عام بازاری مال نہیں ہے۔ بلکہ خاص طور پر تیار کروایا جاتا ہے +

چند تازہ تصدیقیں ملاحظہ فرمائیے۔

جناب رشید احمد صاحب ایم۔ اے اسسٹنٹ منیجر امپیریل بنک آف انڈیا کراچی سے تحریر فرماتے ہیں:۔ جوتی نہایت عمدہ ہے۔ جن دوستوں نے دیکھی ہے نہایت پسند کی ہے مجھے توقع ہے کہ چند روز میں آپکو دو چار جوڑوں کی فرمایش آئے گی ۔

مس زہرہ مراد بنت پروفیسر نیر دز الدین صاحب مراد علیگڈھ سے تحریر فرماتی ہیں :۔ آپکی ارسال کردہ جوتی ملی بہت بہت شکریہ جوتی بہت پسند آئی۔ گو اسکی قیمت کم ہے لیکن بہت زیادہ کی معلوم ہوتی ہے چند روز کے بعد دوبارہ تحریر فرماتی ہیں ماآپکا بسل تمام اشیا کا ملا ۔ آپ کی بھیجی ہوئی سب اشیاء پسند آئیں ۔ خاصکر چھوٹے بچے کی جوتی بہت عمدہ تھی۔ اسلئے میں آپکو پھر تین جوتیوں

کا آرڈر دیتی ہوں +

ماسٹر غیاث الدین صاحب ملی راجپور سٹیشن دوحد: "زرنگار جوتہ ملا نہایت عمدہ پایا۔ اب آپکو گیارہ جوڑے کا آرڈر دیا جاتا ہے۔"

سید اختر حسن صاحب معرفت ڈاکٹر نہرو صاحب مرار۔ گوالیار: "جوتوں کا وی پی چھ روپے سات آنے کا وصول پایا جوتے نہایت خوبصورت ہیں بہت بہت شکریہ" دوسرے خط میں لکھتے ہیں۔ "وی پی زرنگار جوتوں کی وصول پائی جوتیاں بہت خوبصورت ہیں۔ آپ مہربانی فرماکر پانچ جوڑی زرنگار جوتیاں اور دو مخمل کی اور روانہ فرمائیے۔"

شیخ محمد عثمان صاحب کلرک پی۔ ڈبلیو ڈی۔ کھڈرو ضلع نوابشاہ سندھ: "آپ نے جو زرنگار جوتی پہلے بھیجی تھی وہ بڑی اچھی تھی۔ اور بڑے بڑے دوستوں اور آدمیوں نے بڑی پسند کی ہے۔ مہربانی فرماکر ایک جوڑا مردانہ اور بھیجدیجئے۔"



سبک رفتار بوٹ

یہ آرام دہ اور ہلکے بوٹ ہم نے خاص طور پر منگوائے ہیں ان کا تلا اعلیٰ درجہ کے ربڑ کا بنا ہوا ہے اور اوپر کا حصہ نہایت مضبوط کینوس کا ہے شکل و صورت ایسی نفیس ہے کہ پہنے ہوئے نہایت قیمتی بوٹ معلوم ہوتے ہیں۔ بھاری اور تکلیف دہ بوٹ پہننے کے بجائے ہمارے ہلکے اور آرام دہ بوٹ استعمال کیجئے۔ جو آپ کو چلنے میں تکان سے بچائیں گے اور آپکی وجاہت میں اضافہ کرینگے قیمت درجہ اول صرف دو روپے۔ درجہ خاص کریپ سول تین روپے۔

تحفہ سرما

ننھے بچوں کے اونی سوٹ

ننھے بچوں کے لئے یہ نرم و نازک اون کے سوٹ ہاتھ سے بنے جاتے ہیں۔ انکی گرمی پائیداری اور ملائمت ولایتی مشین کے بنے ہوئے سوٹوں سے بدرجہا زیادہ ہوتی ہے۔ اور پھر سستے بھی نہایت خوشنما رنگوں میں بنائے جاتے ہیں۔

ان سوٹوں کا خریدنا ثواب بھی ہے

کیونکہ ان کی خریداری سے آپ اپنی ان نادار بہنوں کی مدد کرتے ہیں جو انہیں بنتی ہیں۔ ایک اور خوبی انمیں یہ ہے کہ پرانے ہوکر ولایتی مال کی طرح چیتھڑے نہیں نکل آتے۔ بلکہ آپ نہایت آسانی سے ان کی اون ادھیڑ کر نئی چیز بنوا سکتے ہیں۔ ایک سوٹ میں جرسی یا جاکٹ یا پیٹی کوٹ اور اس کے ساتھ نکر اور موزے اور سر کی ٹوپی ہوتی ہے قیمت ایک سالہ

دی سٹی سٹورز۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۲۵ لاہور

بچے کیلئے چار روپے آٹھ آنے ایک سال سے تین سال تک پانچ روپے اور تین سال سے پانچ سال تک چھ روپے آٹھ آنے

تازہ تصدیق ملاحظہ فرمائیں

بیگم صاحبہ ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب لفٹنٹ انڈین ملٹری ہاسپٹل کیمبلپور سے تحریر فرماتی ہیں: "کل اونی سوٹ کا وی پی وصول ہوا۔ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی تمام اشیاء پیٹی کوٹ۔ موزے۔ نکر۔ ٹوپی نہایت ملائم اور عمدہ ہیں قیمت کے لحاظ سے بہت ہی سستے ہیں۔ میں نے قبل ازیں آپکے کارخانہ سے دستکاری کی مشین بھی منگوائی تھی: وہ بھی قابل تعریف کام کرتی ہے

زرنگار ساڑھیاں اور دوپٹے



ان دوپٹوں اور ساڑھیوں پر نہایت دلفریب سنہری چھپائی کی گئی ہے۔ اور جا بجا ستارے لگائے گئے ہیں جن سے ان کی رونق میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ یہ دو زیب چیزیں میلی ہوجائیں تو صابن سے دھو ڈالئے چھپائی خراب نہ ہوگی قیمت دوپٹہ دو روپے دو آنے۔ ساڑھی تین روپے بارہ آنے +

نوبہار دوپٹے اور ساڑھیاں

یہ لہریہ دار بندکی دار دوپٹے اور ساڑھیاں عمدہ قسم کی ململ پر ہاتھ کی محنت سے تیار کئے گئے ہیں برسات کے بعد آسمان پر جب کمان نکلتی ہے تو لوگ اس کے حسن سے سرشار ہوجاتے ہیں۔ ان دوپٹوں اور ساڑھیوں میں کاریگر نے اپنے کمال سے قوس قزح کے سے رنگ ایسی خوبصورتی سے بھرے ہیں کہ دیکھنے والا محو حیرت ہوجاتا ہے۔ یہ ہمارا خاص تحفہ ہے قیمت دوپٹہ دو روپے دو آنے۔ ساڑھی تین روپے بارہ آنے۔

تازہ تصدیقیں ملاحظہ فرمائیے۔

جناب مختار احمد صاحب صدیقی تحصیلدار رہڑولی تحریر فرماتے ہیں: "پچھلی مرتبہ میں نے آپ کے کارخانے سے جو زرنگار جوتی اور زرنگار ساڑھی اور دوپٹے منگوائے تھے وہ نہایت اچھے ثابت ہوئے ہیں۔ ان کو بہت پسند کیا گیا ہے +

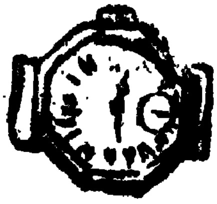
مس بی۔ یوسف علی صاحب۔ ٹرز انگلش ہاؤس علیگڑھ سے تحریر فرماتی ہیں: "ساڑھی اور دوپٹہ پہنچا بہت بہت شکریہ۔ آپ کے اشتہار کے مطابق نکلے ماکثر اشتہار جھوٹے ہوتے ہیں۔ لیکن آپ کا اشتہار حقیقت میں سچا ہے میں نے اپنی اور بہنوں کو بھی دکھائے ہیں اور انہوں نے بھی کہا ہے کہ ہم ضرور منگوائیں گی +

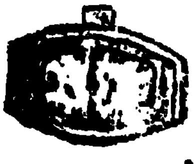
دی ٹی سٹورز۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۲۵ لاہور

شکل بھی اچھی ہے اور کام بھی اچھا ہے۔ اس کی لیور میں گیارہ یاقوت ہیں نہایت مضبوط اور پائیدار چیز ہے گارنٹی سات سال قیمت بلا روپے

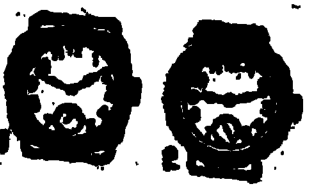


نمبر ۲۔ کلائی پر باندھنے والی نہایت پائیدار ہے ڈائل ریڈیم کا ہے جس کے باعث اندھیرے میں وقت معلوم ہو سکتا ہے کیس سفید نکل کا ہے ۱۱ یاقوت لگے ہیں قیمت چودہ روپے مع ریشمی فیتہ





نمبر ۳۔ خواتین کے لئے گھڑی کی گھڑی اور زیور کا زیور اس پر سنہری گلٹ نہیں ہے بلکہ اس کا کیس اصلی رولڈ گولڈ کا بنا ہوا ہے جو پسینہ وغیرہ سے کبھی خراب نہیں ہوتا مشین نہایت مضبوط اور پائیدار ہے وقت نہایت عمدہ دیتی ہے قیمت مع ریشمی اسٹراپ صرف پندرہ روپے (۱۵)



نمبر ۴۔ کلائی پر باندھنے والی نہایت خوبصورت اور وضعدار گھڑی جس پر سنہری گلٹ کیا گیا ہے۔ وقت عمدہ دیتی ہے مشین وغیرہ خوب مضبوط ہے۔ قیمت چار روپے آٹھ آنے۔ اس قیمت پر گھڑی نہایت ارزاں ہے۔ دوستوں کو تحفہ دینے کے لئے لاجواب چیز ہے

بہار کشمیر

دلفریب کشمیری ساڑھیاں اور دوپٹے

ہم نے کشمیر سے بیگمات کیلئے عمدہ اور ارزاں مال مہیا کرنیکا خاص انتظام کیا ہے۔ فی الحال ہم ساڑھیاں مع بلوز (ساڑھی کے ساتھ پہننے کا نیم آستین کرتہ یا جاکٹ) اور دوپٹے مہیا کرتے ہیں۔ کپڑے کے لحاظ سے ساڑھی دو قسم کی ہے۔ کاشی سلک اور ریشمی۔ بوکی کام کے لحاظ سے بھی دو قسمیں ہیں۔ درجہ خاص اور درجہ اول ساڑھی مع بلوز کی لمبائی سات گز ہے بلوز کا گریبان اور کف ساڑھی کے نقش ونگار کی وضع کے مطابق کاڑھے ہوتے ہیں سات گز کے تھان میں ساڑھی اور بلوز دونوں شامل ہیں۔ کام ریشم سے کاڑھا ہوا ہے اور ایسے دلفریب نقش ونگار ہیں کہ دیکھنے سے آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں۔ دوپٹے بھی دو قسم ہیں ساڑھی مع بلوز کی قیمت اٹھارہ روپے سے تیس روپے تک اور دوپٹے کی نو روپے سے پندرہ روپے تک۔ اس رقم کے اندر جتنے دام کی چیز آپ خریدنا چاہیں ہمیں لکھ دیں۔ ہم اتنی قیمت میں بہترین چیز آپ کو بھیجدیں گے۔ اگر کسی وجہ سے مال آپ کو ناپسند ہو تو اسی روز یا دوسرے روز احتیاط سے ہمیں واپس بھیجدیں۔ مال آنے پر ہم آپ کی رقم واپس کر دیں گے

ملنے کا پتہ:- **دی سٹی سٹورز۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۴۵۔ لاہور**

نامور مصنفین کی بہترین کتابیں

تصانیف حضرت علامہ راشد الخیری مدظلہ اور عصمت کی دوسری مطبوعات کے علاوہ مشہور مصنفین کی مندرجہ ذیل کتب بھی جو شریف بیگمات کے مطالعے گذر سکتی ہیں۔ دفتر عصمت دہلی سے بھیجی جا سکتی ہیں۔ ایک روپیہ سے کم کی فرمائش نہ آنی چاہئے

ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

عورتوں کے لئے اصلاحی کتابیں

مرأۃ العروس
بنات النعش
توبۃ النصوح
ایامیٰ
فسانۂ مبتلا

مذہبی و ادبی تصانیف

الحقوق والفرائض مکمل
لکچروں کا مجموعہ
رویائے صادقہ
ابن الوقت ۔۔۔
ادعیۃ القرآن ۱۰/
نظم بے نظیر
مواعظ حسنہ (خطوط)

بچوں کے لئے

منتخب الحکایات ۸/
چند پند ۸/

مولوی بشیر الدین احمد مرحوم

عورتوں کے لئے اصلاحی افسانے

اقبال دلہن
حسن معاشرت
اصلاح معیشت
فغان اشرف

عورتوں کے لئے مفید کتابیں

لخت جگر مکمل
بچیوں سے باتیں
انشائے بشیر
شمع ہدایت
ڈاکٹر سٹال کے تجربے
حرز طفلان
نشاط عمر
مصلح بہری

مولانا شبلی مرحوم

سوانح عمریاں سیرۃ سفرنامے

آغاز اسلام ۸/
الفاروق
المامون
الغزالی
سیرۃ النعمان
سوانح عمری مولانا روم
حیات سعدی ۸/
〃 فیضی
〃 حافظ ۸/
〃 نظامی گنجوی ۶/
〃 امیر خسرو ۸/
سفرنامہ روم و مصر و شام

مضامین و نظمیں

مقالات شبلی
مجموعہ نظم شبلی ۸/

مولانا شرر لکھنوی

خیالی و ادبی مضامین

مقالات شرر
سفرنامہ ہستی

سوانح عمریاں سیرۃ

اسلامی سوانح عمریاں
تذکرہ مشاہیر عالم
مخدرات بیگمات عالم ۱۴/
پردہ

مولانا حالی مرحوم

دیوان حالی مکمل جدید
بیوہ کی مناجات ۲/
چپ کی داد حالی ۲/
شکوہ ہند ۲/

مولانا محمد حسین آزاد

نیرنگ خیال مکمل
سخندان فارس
آب حیات
نصیحت کا کرن پھول مع پیسے کھیلنے
مکتوبات آزاد ۸/

ڈاکٹر سعید احمد بریلوی

اسلام اور عورت ۱۰/
تیمور سے راز افشا ۱۳/
اسلام اور عبادت ۱۲/
اسلام اور مدنیت
عورت کے سو کام ۴/
شادی سے پہلے ۴/
شادی کے بعد ۴/

متفرق کتابیں

بیگمات تیموریہ
مثنوی سلطان قیصر بیگم
دلی کا باورچی خانہ ۸/
عالم خیال (نظمیں شوق) ۸/
فلسفیانہ مضامین
واقعات کربلا (نیا)
حلیمہ دلچسپ کہانی ۴/
تسخیر کابل با تصویر
میاں بیوی کے لطیفے ۸/
اولاد کی تربیت
بیوی کے فرائض ۸/
اسرار صنعت
صحت النسا
محافظ الصبیان

خواجہ حسن نظامی

اسلامی تاریخی کتابیں

میلاد نامہ
محرم نامہ
یزید نامہ

عورتوں کیلئے

بیوی کی تعلیم
بیوی کی تربیت
اولاد کی شادی
اتالیق خطوط نویسی

بچوں کیلئے

بچوں کی کہانیاں ۱۰/
اردو سبق ۸/
اولاد کے کان میں کہنے کی باتیں ۵/

غدر دہلی کے افسانے

بیگمات کے آنسو
غالب کا روزنامچہ ۱۲/
انگریزوں کی بپتا ۸/
بہادر شاہ کا مقدمہ
گرفتار شدہ خطوط
دلی کی جانکنی
دلی کا آخری سانس
غدر کی صبح شام
دلی کی آخری شمع

ادبی کتابیں

سی پارۂ دل (مجموعہ مضامین)
کرشن بیتی
مرگ نامہ ۸/
چٹکیاں گدگدیاں ۱۲/
آردو ڈرامہ
جگ بیتی کہانیاں ۸/
دل کی بیماریاں ۵/

ترجموں والے قرآن مجید

بڑا قرآن مجید مجلد (ڈپٹی نذیر احمد)
معجز نما متوسط قرآن مجید مجلد (مولوی اشرف علی)
نئی شان کا قرآن مجید مجلد
پانچ ترجموں الاقرآن مجید مع حسن التفاسیر
رعایتی قیمت فقط قیمت جلد جس کے حصے الگ
شاہانہ قرآن مجید مجلد دو رنگ کے فاصلے سے پڑھو

بہترین چھپائی کے قرآن مجید باترجمہ

فوٹو عکسی قرآن نوشتہ بادشاہ اورنگزیب مجلد بہترین کاغذ چھپائی
جرمنی کا چھپا ہوا قرآن مجید مجلد بینظیر چھپائی اور کاغذ

مذہبی اسلامی تاریخی کتابیں

قرآنی دعائیں ۸/ — اسلامی زندگی
پیغمبری دعائیں — عطائے قدسی ۹/
کربلا ۶ — ۱۲/ عورتوں کی حدیثیں ۶/
سرکار کا دربار — چار یار — ہمارے رسول
ہمارے نبی ۴/ — سیرۃ الکبریٰ
دختران شش — اسلامی کہانیاں

زمانہ حال کی الف لیلا یعنی سبق آموز معاشرتی اصلاحی افسانے
درس عبرت — نیک معاشرت — زندگی صبح شام
عروج زندگی — طوفان زندگی — رہبر زندگی
ہر جلد میں کئی کئی افسانے قیمت مکمل سٹ

اتالیق نسواں

عورتوں کو انتظام خانہ داری سنبھالنے اور عملی کام بتانے کی بینظیر کتاب کھانے پکانے سینے پرونے کشیدہ دستکاریاں، مضمون نگاری وغیرہ وغیرہ پر ۱۰ حصے ۱۳۰۰ صفحے اور ۱۲۰۰ شکلیں قیمت بہت کم صرف

مولوی محمد ظفر ایم اے ال ال بی

روح القرآن — ماں بچہ کی نگہداشت ۶/
روحانی نسخے

باہتمام ڈپٹی داہتہ مولوی محمد امان الرحمن
پرنٹر پبلشر محبوب المطابع دہلی میں چھپا

مینیجر عصمت کوچہ چیلاں دہلی